تلاش

رجسٹرڈ ایل نمبر
۵ ۳ ۱ ۲

ٹیلیفون ۳۵۲۵
رہائش ۶۴۸۹۸

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمایندہ

نقوش

شمارہ ۔ ۱۰۹
اپریل، مئی ۱۹۶۸ء

بیسویں سالگرہ

خطوط نمبر

(۲۲۵۳ غیر مطبوعہ خطوط)

مدیر محمد طفیل

ادارہ فروغ اردو، لاہور

قیمت موجودہ شمارہ ۲۰ روپے
(تینوں حصے)

عکسی خطوط

طلوع ——— محمد طفیل

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱ – قائدِ اعظم		۱	حکیم عبدالجمیل خاں
۲ – ڈاکٹر اقبال		۲۱	گرامی
۳ – غالب	۱۸	۱	قاضی عبدالجمیل خاں جنون بریلوی
۴ – جنون شاگرد غالب	۱۲	۲۱	اسداللہ خاں غالب
۵ – سرسید احمد خان	۲	۳۴	سید ممتاز علی
۶ – مولانا حالی	۱	۴۱	نواب وقار الملک
۷ – مولانا شبلی نعمانی	۱	۴۳	سید ممتاز علی، نواب وقار الملک
۸ – داغ دھلوی	۱	۴۴	نواب وقار الملک
۹ – امیر مینائی	۱	۴۶	دل شاہ جہان پوری
۱۰ – مولانا گرامی	۱	۴۷	نواب فخر یار جنگ
۱۱ – مولانا محمد علی جوہر	۱	۴۸	نواب وقار الملک
۱۲ – مولانا شوکت علی	۱	۵۲	نواب وقار الملک
۱۳ – محمد طیب عرب	۱	۵۳	حکیم اجمل خاں
۱۴ – نواب وقار الملک	۱	۵۴	مشتاق فاطمہ
۱۵ – نواب محسن الملک	۱	۵۵	نواب وقار الملک
۱۶ – مولانا ابوالکلام آزاد	۱	۵۵	اختر جمال
۱۷ – ڈاکٹر انصاری	۱	۵۶	حکیم عبدالجمیل خاں
۱۸ – سید علی بلگرامی	۱	۵۶	نواب وقار الملک
۱۹ – سید حسین بلگرامی	۱	۵۷	نواب وقار الملک
۲۰ – عزیز لکھنوی	۱	۵۸	منیر آغا اشہر
۲۱ – رام بابو سکسینہ	۱	۵۹	مولانا صفی لکھنوی
۲۲ – ریاض خیر آبادی	۱	۶۰	مولانا نعیم الحق آزاد
۲۳ – سید سلیمان ندوی	۱	۶۱	ڈاکٹر سید عبداللہ
۲۴ – سر عبدالقادر	۱	۶۲	نواب وقار الملک

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۲۵ ۔ حبیب الرحمٰن شروانی	۱	۶۴	نواب وقار الملک
۲۶ ۔ مولوی عبد الحق	۱	۶۶	سید ممتاز علی
۲۷ ۔ عبد الرحمٰن بجنوری	۱	۶۹	نواب وقار الملک
۲۸ ۔ مولوی سید ممتاز علی	۱	۷۰	سر سید احمد خاں
۲۹ ۔ اکبر الہ آبادی	۱	۷۱	آرزو لکھنوی
۳۰ ۔ شوق قدوائی	۱	۷۲	قیصر بھوپالی
۳۱ ۔ شرر لکھنوی	۱	۷۳	محمد صدیق حسن
۳۲ ۔ نصیر حسین خیال	۱	۷۴	مولانا صفی لکھنوی
۳۳ ۔ حسرت موہانی	۱	۷۵	حاجی فور محمد احمد
۳۴ ۔ قاضی عبد الغفار	۱	۷۶	پروفیسر مسلم عظیم آبادی
۳۵ ۔ آرزو لکھنوی	۱	۷۸	نامعلوم
۳۶ ۔ چودھری غلام عباس	۱	۷۹	محمود الحسن صدیقی
۳۷ ۔ نواب بہادر یار جنگ	۱	۸۰	محمود الحسن صدیقی
۳۸ ۔ فانی بدایونی	۱	۸۱	عشرت علی خاں
۳۹ ۔ جگر مراد آبادی	۱	۸۲	مولانا صفی لکھنوی
۴۰ ۔ رضا علی وحشت	۱	۸۳	مولانا صفی لکھنوی
۴۱ ۔ دل شاہجہانپوری	۱	۸۴	دل محمد فضا
۴۲ ۔ عبد المجید سالک	۱	۸۵	نواب مشتاق احمد خاں
۴۳ ۔ مولانا عبید اللہ سندھی	۱	۸۶	ڈاکٹر چوتھ رام
۴۴ ۔ اسلم جیراج پوری	۱	۸۷	پروفیسر مسلم عظیم آبادی
۴۵ ۔ محشر لکھنوی	۱	۸۸	نامعلوم
۴۶ ۔ حامد حسن قادری	۱	۸۹	شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
۴۷ ۔ مولوی محمد شفیع	۱	۹۰	مختار الدین آرزو
۴۸ ۔ شوکت تھانوی	۱	۹۱	مولانا عبد الماجد دریابادی
۴۹ ۔ یگانہ چنگیزی	۱	۹۲	دوار کا داس شعلہ
۵۰ ۔ اثر لکھنوی	۱	۹۳	شفقت کاظمی
۵۱ ۔ اختر شیرانی	۱	۹۴	ڈاکٹر سید عبد اللہ
۵۲ ۔ شاہ دلگیر (ایڈیٹر نقاد)	۱	۹۵	قمر زمانی
۵۳ ۔ قمر زمانی	۱	۹۶	شاہ دلگیر

محمد طفیل ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے نقوش پریس لاہور سے چھپوا کر ایبک روڈ لاہور سے شائع کیا

حصّہ اوّل

طلوع ——— محمد طفیل

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱ — قائدِ اعظم	۶	۱۸	حاتم علوی، راجندر پرشاد، ایم اے کھوڑو،
۲ — علامہ اقبال	۸	۲۳	مولانا گرامی ۱
۳ — قدیم خطوط اور عرضیاں	۶۱	۳۳	تحریر: غلام مصطفےٰ خاں
۴ — اسد اللہ خاں غالب	۱۸	۶۵	قاضی عبدالجمیل جنون بریلوی، نجف علی
۵ — جنون شاگرد غالب	۱۳	۷۶	اسد اللہ خاں غالب
۶ — سرسیّد احمد خاں	۱۲۸	۹۱	سید ممتاز علی، محسن الملک، مولوی عنایت رسول، سید محمد امام جامع مسجد، اکبر الہ آبادی
۷ — بنام سرسیّد احمد خاں	۱۱	۱۵۰	قیم بیگ چغتائی، محمد قائد علی خاں، محمد الٰہی بخش، محمد عمر کیمیات، کریم بخش، شیخ کفایت اللہ، سید امیر حسن شاہ، محمد عبدالسلام، عزیز الدین ڈپٹی کلکٹر محمد مطیع اللہ۔
۸ — نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین	۶۴	۱۵۷	مشتاق فاطمہ، والدہ مکرمہ، عزیز فاطمہ، نواب افتخار الملک احسان الحق، سید محمد محمود، افسر الملک بہادر، مولانا ایچ ایم ملک۔
۹ — نواب علاؤ الدین علائی	۱۴	۱۸۳	میر امام الدین، صدر الدین آزردہ، مرزا غالب، نواب مرزا، تحصیلدار جہانگیر آباد۔
۱۰ — مولانا شبلی نعمانی	۱۵	۱۹۵	سید ممتاز علی، نواب وقار الملک
۱۱ — نواب محسن الملک مہدی علی	۲۰	۲۰۱	سید محمود، نواب وقار الملک
۱۲ — عبدالحلیم شرر	۵۱	۲۱۴	ام محسنہ، ام فاطمہ، صدیق حسن، حکیم محمد سراج الحق
۱۳ — مرزا یگانہ چنگیزی	۲۳	۲۴۹	حیدر بیگ، دوار کا داس شعلہ، من موہن تیغ، آغا جان
۱۴ — شاہ دلگیر (ایڈیٹر نقاد)	۳۴	۲۵۸	قمر زمانی
۱۵ — قمر زمانی بیگم	۱۵	۲۹۸	شاہ دلگیر (ایڈیٹر نقاد)
۱۶ — مولانا عبیداللہ سندھی	۱	۳۱۰	ڈاکٹر چوتھ رام
۱۷ — مولانا حالی	۱	۳۱۴	نواب وقار الملک
۱۸ — داغ دہلوی	۴	۳۱۵	" "
۱۹ — مولانا محمد علی جوہر	۱	۳۱۷	" "
۲۰ — اکبر الہ آبادی	۱	۳۱۸	آرزو لکھنوی
۲۱ — مولوی عبدالحق	۱	۳۱۸	سید ممتاز علی
۲۲ — عماد الملک سید علی بلگرامی	۱	۳۱۹	نواب وقار الملک
۲۳ — سید حسین بلگرامی	۲	۳۱۹	" "
۲۴ — سید ممتاز علی	۲	۳۲۰	سرسید احمد خاں
۲۵ — مولانا حسرت موہانی	۱	۳۲۱	حاجی نور محمد احمد

۱ کچھ مکتوب الیہ کے نام فہرست میں درج ہیں، خطوط پر نہیں۔ مجبوری یہ تھی کہ بروقت نہ ملے (ادارہ)

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۲۶ - نواب وقار الملک	۱	۳۲۲	عبدالرحمٰن بجنوری
۲۷ - عبدالرحمٰن بجنوری	۱	۳۲۲	نواب وقار الملک
۲۸ - حبیب الرحمٰن شروانی	۱	۳۲۲	〃 〃
۲۹ - سر عبدالقادر	۲	۳۲۲	〃 〃
۳۰ - سر سالار جنگ	۹	۳۲۴	سر سید احمد خاں
۳۱ - نواب مزمل اللہ خاں	۱	۳۲۸	نواب صاحب
۳۲ - صاحبزادہ آفتاب احمد خاں	۱	۳۲۹	نواب وقار الملک
۳۳ - نواب فتح علی خاں قزلباش	۱	۳۳۱	نواب وقار الملک
۳۴ - آرزو لکھنوی	۱	۳۳۱	نامعلوم
۳۵ - محشر لکھنوی	۱	۳۳۲	نامعلوم
۳۶ - نذر سجاد حیدر	۱	۳۳۲	قمر زمانی بیگم
۳۷ - امیر مینائی	۲	۳۳۶	دل شاہجہانپوری
۳۸ - عزیز لکھنوی	۲	۳۳۷	اشہر لکھنوی
۳۹ - اکبر الہ آبادی	۱	۳۴۵	محمد یوسف قیصر
۴۰ - نصیر حسین خیال	۲	۳۴۶	پروفیسر اشہر لکھنوی
۴۱ - ریاض خیرآبادی	۶	۳۴۸	نادم سیتاپوری، عبدالرزاق راشد، سید محمد وصی
۴۲ - نوبت رائے نظر	۱	۳۵۱	محمد یوسف قیصر
۴۳ - شوق قدوائی	۴	۳۵۲	محمد یوسف قیصر
۴۴ - مہدی افادی	۳	۳۵۷	محمد یوسف قیصر
۴۵ - نظم طباطبائی	۱۰	۳۵۹	محمد یوسف قیصر
۴۶ - سائل دہلوی	۳	۳۶۰	آغا اشہر لکھنوی
۴۷ - شاداں بلگرامی	۳	۳۶۲	نادم سیتاپوری، اشہر لکھنوی
۴۸ - اختر میاں جوناگڑھی	۱	۳۷۲	محمد یوسف قیصر
۴۹ - محشر لکھنوی	۳	۳۷۳	آغا اشہر لکھنوی
۵۰ - علامہ شیر جنگ	۲	۳۷۴	محوی لکھنوی
۵۱ - رازیزدانی	۲	۳۷۶	نادم سیتاپوری
۵۲ - ملا رموزی	۲	۳۷۷	قیصر بھوپالی، محوی لکھنوی
۵۳ - متولی محمد جعفر زمہری	۱	۳۷۸	حافظ سید فخر الحسن
۵۴ - نواب بہادر یار جنگ	۷	۳۷۹	مولوی سید محمد یوسف
۵۵ - ابوالکلام آزاد	۵	۳۹۱	نواب سید علی حسن خان، سید افتخار عالم، مالک رام، مولوی عبدالرزاق کانپوری۔
۵۶ - سید سلیمان ندوی	۱۷	۳۹۵	سید وحید قیصر ندوی۔
۵۷ - جگر مرادآبادی	۷	۴۰۵	مولوی اظہار الحسن، میکش اکبرآبادی، مولوی ضیا احمد بدایونی، رضی احمد بدایونی، طاہر فاروقی شہناز ہاشمی۔
۵۸ - فانی بدایونی	۵	۴۱۰	عشرت علی خاں
۵۹ - حکیم حبیب الرحمٰن شروانی	۷	۴۱۳	مولانا ظفر احمد عثمانی
۶۰ - داغ دہلوی	۱	۴۲۱	مولوی محمد نعیم الحق آزاد
۶۱ - امیر مینائی	۴	۴۲۳	مولوی محمد نعیم الحق آزاد

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۶۲ - حکیم برہم	۱	۴۲۵	مولوی محمد نعیم الحق آزاد
۶۳ - مولانا حالی	۱	۴۲۸	محمد علی خان
۶۴ - نسیم میسوری	۱	۴۲۹	محمد عمر علی خاں
۶۵ - نواب سائل دھلوی	۴	۴۳۱	محمد علی علوی
۶۶ - تحصیل تلمیذ داغ	۱	۴۳۴	محمد باقر برق
۶۷ - ڈاکٹر اقبال	۲	۴۳۶	ڈاکٹر حبیب النسا، عبدالسلام ہزاروی سلیم
۶۸ - مولوی عبدالحق	۲	۴۳۷	سلیم تمنائی
۶۹ - رشید احمد صدیقی	۱	۴۳۹	سلیم تمنائی
۷۰ - امیر مینائی	۱	۴۴۱	دل شاہجہانپوری
۷۱ - رام بابو سکسینہ	۱	۴۴۱	مولانا صفی لکھنوی
۷۲ - احمد علی شوق	۱	۴۴۲	〃 〃
۷۳ - حافظ فرمان علی	۱	۴۴۲	〃 〃
۷۴ - سید مہدی حسن	۱	۴۴۳	〃 〃
۷۵ - برجموہن دتاتریہ کیفی	۴	۴۴۳	〃 〃
۷۶ - ڈاکٹر عبدالحق	۱	۴۴۵	〃 〃
۷۷ - رضا علی وحشت	۱	۴۴۶	〃 〃
۷۸ - حامد علی خاں بیرسٹر	۱	۴۴۶	〃 〃
۷۹ - جگر مرادآبادی	۱	۴۴۷	〃 〃
۸۰ - ارزو لکھنوی	۱	۴۴۷	〃 〃
۸۱ - نیاز فتحپوری	۳	۴۴۷	〃 〃
۸۲ - اثر لکھنوی	۱	۴۴۸	〃 〃
۸۳ - محمد اسلم جیراج پوری	۱۷	۴۴۹	پروفیسر مسلم عظیم آبادی
۸۴ - میر حسین	۱	۴۵۷	〃 〃 〃
۸۵ - قاضی عبدالغفار	۱	۴۵۷	〃 〃 〃
۸۶ - مولوی عبدالحق	۱	۴۵۷	〃 〃 〃
۸۷ - نصیر حسین خیال	۱	۴۵۸	〃 〃 〃
۸۸ - مولانا گرامی	۱	۴۵۹	نواب مخزیار جنگ
۸۹ - خواجہ کمال الدین	۱	۴۶۰	〃 〃 〃
۹۰ - عبدالمجید سالک	۴	۴۶۱	نواب مشتاق احمد خاں
۹۱ - محمد امین زبیری	۱	۴۶۳	〃 〃 〃
۹۲ - مجید لاہوری	۲	۴۶۳	〃 〃 〃
۹۳ - مولوی عبدالحق	۳	۴۶۳	〃 〃 〃
۹۴ - ہاشمی فرید آبادی	۶	۴۶۴	〃 〃 〃
۹۵ - شاہد احمد دھلوی	۱	۴۶۷	〃 〃 〃
۹۶ - محمد حمید اللہ	۱	۴۶۷	〃 〃 〃
۹۷ - سر عبدالقادر	۱	۴۶۸	〃 〃 〃
۹۸ - حاجی لق لق	۱	۴۶۸	〃 〃 〃
۹۹ - نظر حیدرآبادی	۱	۴۶۹	〃 〃 〃
۱۰۰ - علی اختر حیدرآبادی	۱	۴۶۹	〃 〃 〃

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱۰۱	نظامی	۱	۴۷۰	ڈاکٹر سلیم واحد سلیم
۱۰۲	عبد المجید سالک	۷	۴۷۰	〃 〃 〃
۱۰۳	اشرصبہائی	۱	۴۷۴	〃 〃 〃
۱۰۴	عاشق بٹالوی	۳	۴۷۴	〃 〃 〃
۱۰۵	ڈاکٹر اقبال	۱	۴۷۵	شاد عظیم آبادی
۱۰۶	ابوالکلام آزاد	۱	۴۷۵	مالک اخبار دارالسلطنت
۱۰۷	خواجہ حسن نظامی	۲	۴۷۷	شاہ غلام حسین
۱۰۸	مولانا عبدالماجد دریابادی	۱	۴۷۸	〃 〃
۱۰۹	عبدالعزیز	۱	۴۷۸	〃 〃
۱۱۰	محمد سلیمان قادری	۱	۴۷۹	شاہ عبدالقادر
۱۱۱	محمد الیاس برنی	۱	۴۸۰	شاہ حسین پھلواری
۱۱۲	چودھری نذیر احمد	۱	۴۸۱	غلام حسین پھلواری
۱۱۳	مولانا شوکت علی	۱	۴۸۲	مولانا عبدالماجد دریابادی
۱۱۴	اصغر گونڈوی	۲	۴۸۳	〃 〃 〃
۱۱۵	افتخار عالم مارہروی	۲	۴۸۵	〃 〃 〃
۱۱۶	پریم چند	۱	۴۸۷	〃 〃 〃
۱۱۷	عبدالسلام ندوی	۴	۴۸۸	〃 〃 〃
۱۱۸	صاحبزادہ آفتاب احمد	۱	۴۹۰	〃 〃 〃
۱۱۹	پطرس بخاری	۱	۴۴۸	آمنہ مجید ملک

حصّہ دوم

	طلوع			محمد طفیل
۱	مولانا عبدالباری فرنگی محلی	۲	۹	پنڈت موتی لال نہرو
۲	مولانا عبدالباری فرنگی محلی	۱	۱۴	مہاتما گاندھی

بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ
۳	مولانا محمد علی جوہر	۴	۱۶
۴	حکیم اجمل خاں	۲۸	۲۴
۵	مولانا ابوالکلام آزاد	۵	۳۴
۶	مولانا ظفر علی خاں	۳	۳۷
۷	پنڈت موتی لال نہرو	۸	۴۳
۸	مہاراجہ کشن پرشاد شاد	۱	۴۸
۹	لالہ لاجپت رائے	۱	۴۸
۱۰	چھبیلے لال گوسوامی	۱	۴۸
۱۱	سوامی شردھانند	۱	۴۹
۱۲	عائشہ کرشن ایڈیٹر پرتاپ	۱	۴۹
۱۳	کاشی پرشاد مصرا	۱	۵۰
۱۴	بشمبر دیال ترپاٹھی	۲	۵۰
۱۵	رام چندر شرما	۱	۵۲

	مکتوب نگار	تعداد
۱۶	سیکرٹری آریہ سماج لکھنؤ	۱
۱۷	لکشمی دت	۱
۱۸	رام چندر لال مختار	۱
۱۹	سوامی ستیہ دیو	۱
۲۰	موہن لال نہرو	۱
۲۱	کرشنا کانت مالویہ	۱
۲۲	مولانا شوکت علی	۱۹
۲۳	سید اکرام علی	۱
۲۴	سید فیض علی	۱
۲۵	مشتاق صاحب	۱
۲۶	مشیر حسین قدوائی	۲
۲۷	مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد	۱۵
۲۸	مفتی کفایت اللہ	۱

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ
۲۹ — ڈاکٹر مختار احمد انصاری	۷	۱۰۱
۳۰ — شعیب قریشی	۵	۱۰۴
۳۱ — سیٹھ عبداللہ ہارون	۱۳	۱۰۶
۳۲ — مولانا محمود الحسن	۱	۱۱۳
۳۳ — مولوی مرتضیٰ حسین	۱	۱۱۳
۳۴ — مولانا انور شاہ	۱	۱۱۴
۳۵ — مولانا شبیر احمد عثمانی	۱	۱۱۴
۳۶ — مولانا عزیر احمد	۱	۱۱۴
۳۷ — مولانا محمد طیب	۱	۱۱۴
۳۸ — مولانا عبیداللہ سندھی	۱	۱۱۴
۳۹ — مولانا حسین احمد مدنی	۵	۱۱۵
۴۰ — مولانا محمد احمد	۴	۱۱۹
۴۱ — مولانا مختار احمد میرٹھی	۱	۱۲۰
۴۲ — ڈاکٹر سید محمود	۲	۱۲۱
۴۳ — عبدالرحمٰن صدیقی	۱	۱۲۱
۴۴ — ڈاکٹر سیف الدین کچلو	۱	۱۲۲
۴۵ — مولانا عبدالحی ندوی	۱	۱۲۲
۴۶ — مولانا عبدالقادر قصوری	۱	۱۲۳
۴۷ — ڈاکٹر محمد عالم	۱	۱۲۳
۴۸ — بیگم حسرت موہانی	۲۹	۱۲۴
۴۹ — مولانا حسرت موہانی	۷	۱۴۹
۵۰ — خواجہ حسن نظامی	۹	۱۵۲
۵۱ — سید جالب دہلوی	۱۸	۱۵۶
۵۲ — سید محمد مشیر الدین	۲	۱۶۸
۵۳ — رحمت علی خاں	۳	۱۶۹
۵۴ — مولانا محمد سلامت اللہ	۱	۱۷۲
۵۵ — حکیم آشفتہ	۱	۱۷۳
۵۶ — مولانا اسمٰعیل غزنوی	۱	۱۷۳
۵۷ — پیر حسن شاہ	۱	۱۷۳
۵۸ — مولوی حامد علی	۱	۱۷۴
۵۹ — مولانا عبدالقدیر بدایونی	۱۷	۱۷۶
۶۰ — خواجہ غلام نظام الدین بدایونی	۲	۱۸۲
۶۱ — مولانا عبدالحامد بدایونی	۱	۱۸۳
۶۲ — مولانا ثناء اللہ امرتسری	۵	۱۸۴
۶۳ — مولانا اختر علی خاں	۳	۱۸۵
۶۴ — مولانا اسمٰعیل غزنوی	۲	۱۸۷
۶۵ — مولانا داؤد غزنوی	۳	۱۸۸
۶۶ — مولانا شبلی نعمانی	۸	۱۸۹
۶۷ — مولانا منیر الزمان اسلام آبادی	۱۲	۱۹۲
۶۸ — مولانا محمد اکرم خاں	۷	۲۰۱

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ
۶۹ — مولانا آزاد سبحانی	۶۰	۲۰۵
۷۰ — اقبال شیدائی	۲	۲۰۹
۷۱ — نواب بشیر الدین احمد خاں	۱	۲۱۰
۷۲ — مولانا حبیب الرحمٰن شروانی	۲	۲۱۱
۷۳ — مولانا عبدالحی ندوی	۳	۲۱۲
۷۴ — منشی اظہر علی	۲	۲۱۳
۷۵ — رحیم بخش	۱	۲۱۴
۷۶ — مولانا عبدالحق دہلوی	۱	۲۱۴
۷۷ — مولانا محمد علی مونگیری	۱	۲۱۴
۷۸ — مولانا حفیظ اللہ	۲	۲۱۵
۷۹ — مولانا احمد علی	۱	۲۱۸
۸۰ — حامد میاں خاں (تونسہ شریف)	۱	۲۱۸
۸۱ — پیر مہر علی شاہ (گولڑہ شریف)	۱	۲۱۸
۸۲ — مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی	۱	۲۱۹
۸۳ — مولانا ریاست علی	۱	۲۱۹
۸۴ — مولانا محمد انیس	۲	۲۱۹
۸۵ — مولانا عبدالرحمٰن نگرامی	۲	۲۲۰
۸۶ — مولانا لطف اللہ	۱	۲۲۱
۸۷ — مولانا محمد سلیمان اشرف	۲	۲۲۲
۸۸ — خواجہ کمال الدین	۳	۲۲۲
۸۹ — محمد صدیق حقانی	۱	۲۲۵
۹۰ — کشفی شاہ نظامی	۱	۲۲۶
۹۱ — مولانا کرم علی	۵	۲۲۸
۹۲ — مولانا نذیر احمد	۳	۲۳۰
۹۳ — مولانا انوار اللہ	۱	۲۳۱
۹۴ — مولانا ابوالخیر	۱	۲۳۲
۹۵ — عبدالعلیم صدیقی	۲	۲۳۳
۹۶ — خواجہ احمد	۲	۲۳۳
۹۷ — پیر غلام مجدد	۲	۲۳۵
۹۸ — مولانا محمد خیر الانام	۱	۲۳۶
۹۹ — مولانا مسعود علی ندوی	۲	۲۳۶
۱۰۰ — عبدالمجید قریشی	۱	۲۳۷
۱۰۱ — سید محمد عبدالودود	۱	۲۳۸
۱۰۲ — مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱	۲۳۸
۱۰۳ — مولانا عزیز الرحمٰن	۱	۲۳۸
۱۰۴ — مولانا سبحان اللہ	۲	۲۳۹
۱۰۵ — مولانا عبدالحلیم صدیقی	۱	۲۴۰
۱۰۶ — مولانا عقیل الرحمٰن ندوی	۱	۲۴۰
۱۰۷ — افسر صاحب	۱	۲۴۲
۱۰۸ — ابوالخیر مودودی	۱	۲۴۲

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ
۱۰۹ — مظہر الحق	۱	۲۴۴
۱۱۰ — مولانا عبدالباقی	۱۷	۲۴۴
۱۱۱ — نواب حبیب اللہ	۱	۲۶۲
۱۱۲ — غلام بھیک نیرنگ	۱	۲۶۲
۱۱۳ — سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر	۲	۲۶۳
۱۱۴ — نظام الدین حسن	۲	۲۶۳
۱۱۵ — شیخ شاہد حسین	۱	۲۶۴
۱۱۶ — محمد اسمٰعیل خاں	۱	۲۶۵
۱۱۷ — نواب ذوالقدر	۲	۲۶۵
۱۱۸ — نواب عبدالمجید خاں	۱	۲۶۶
۱۱۹ — نواب امین جنگ	۱	۲۶۶
۱۲۰ — محمد اکبر خاں	۱	۲۶۷
۱۲۱ — نواب علی حسن خاں	۳	۲۶۷
۱۲۲ — عبدالمجید خواجہ	۱	۲۶۸
۱۲۳ — مظہر الحق	۱	۲۶۹
۱۲۴ — شمس الہدیٰ	۱	۲۷۰
۱۲۵ — خواجہ شہاب الدین	۱	۲۷۰
۱۲۶ — ابوالقاسم	۱	۲۷۱
۱۲۷ — مقبول محمود	۱	۲۷۱
۱۲۸ — سید الفت پاشا	۱	۲۷۲
۱۲۹ — نواب چغتائی	۱	۲۷۲
۱۳۰ — محمود اللہ	۱	۲۷۳
۱۳۱ — احمد حسین	۱	۲۷۳
۱۳۲ — عبدالمجید	۱	۲۷۴
۱۳۳ — ڈاکٹر نعیم انصاری	۱	۲۷۴
۱۳۴ — اظہار الاسلام پانی پتی	۱	۲۷۵
۱۳۵ — محمد یعقوب	۱	۲۷۶
۱۳۶ — مولوی فضل الحق (شیر بنگال)	۱	۲۷۶

(۲)

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱۳۷ — نواب بہادر یار جنگ	۴۰	۲۸۰	محمود الحسن صدیقی
۱۳۸ — عبدالصمد خاں	۱	۳۰۵	نواب بہادر یار جنگ
۱۳۹ — بیگم بہادر یار جنگ	۱	۳۰۵	بیگم محمود الحسن
۱۴۰ — چودھری غلام عباس	۲	۳۰۶	محمود الحسن صدیقی
۱۴۱ — علامہ رشید ترابی	۱	۳۰۷	" "
۱۴۲ — محمود الحسن صدیقی	۱	۳۰۸	مولانا رشید ترابی
۱۴۳ — خورشید حسن	۱	۳۰۸	محمود الحسن صدیقی
۱۴۴ — مولانا میر واعظ	۱	۳۱۰	" "
۱۴۵ — محمد یوسف قریشی	۹	۳۱۰	" "
۱۴۶ — محمود الحسن صدیقی	۴	۳۱۹	محمد یوسف قریشی
۱۴۷ — محمود الحسن صدیقی	۱	۳۲۴	فاطمہ جناح
۱۴۸ — ابوالکلام آزاد	۱	۳۲۵	اختر جمال
۱۴۹ — بیگم بہادر یار جنگ	۱	۳۲۵	اختر جمال
۱۵۰ — عزیز لکھنوی	۱۶	۳۲۶	آغا اشہر لکھنوی
۱۵۱ — شوق قدوائی	۱۳	۳۳۳	افسر صدیقی امروہی
۱۵۲ — جلیل مانک پوری	۷۶	۳۴۴	سید نور الحسن، حبیب الرحمٰن شروانی، حکیم بریم

راجہ شمشیر بہادر راجگڑ، سید ریاض احمد ریاض، مرزا محمد عسکری، محمد یوسف نفیس، دل شاہجہانپوری، مولوی حامد علی، صفدر مرزا پوری، قاضی ظہور الدین ظہیر، محمد امین شیدا، سید تراب علی جمیل، مولوی مظہر علی نور مسعود حسن مسعود، مولوی حفیظ الدین عنصر، عبدالوحید وحید، قاضی علی احمد صابری، ریاض الحسن سحر، مولوی عبدالغفور شرر، محمد ابراہیم، ماہر القادری، جماعت علی الفت، افتخار علی جگر بیوانی، پنڈت رادھے لال مصرا راجہ نرسنگ راج عالی، تصدق حسن صدق جائسی، محمد اسمٰعیل عالی، مجید العالم یاس، غلام حسین آفاق، ظہور الحسن ناظم

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
			مولانا حبیب الرحمٰن شروانی، مولوی مقبول حسین، چودھری نبی جان، مولانا ابوالاشرف مجددی، محمد یوسف خان رام پور، مس اسمٰعیل حجاب، کسریٰ منہاس۔
۱۵۳ — مولانا صفی لکھنوی	۸	۳۸۰	کسریٰ منہاس، دنا تربیہ کیفی
۱۵۴ — دل شاہجہانپوری	۶	۳۹۳	کسریٰ منہاس
۱۵۵ — نوح ناروی	۱	۳۹۸	〃 〃
۱۵۶ — شاکر حسین نکہت سہسوانی	۲	۳۹۹	〃 〃
۱۵۷ — سید عنایت حسین امداد	۲	۴۰۱	〃 〃
۱۵۸ — سید حسن امام	۳	۴۰۳	〃 〃
۱۵۹ — اطہر ہاپڑوی	۴	۴۰۶	〃 〃
۱۶۰ — اثر لکھنوی	۲	۴۱۰	〃 〃
۱۶۱ — عرش ملسیانی	۳	۴۱۱	〃 〃
۱۶۲ — سید مسعود حسن رضوی	۲	۴۱۳	〃 〃
۱۶۳ — سید مبارک حسین مبارک عظیم آبادی	۲	۴۱۶	سید وصی احمد بلگرامی
۱۶۴ — سید سلیمان ندوی	۴	۴۱۸	ڈاکٹر سید عبداللہ
۱۶۵ — مولانا عبدالحق	۴۸	۴۲۰	〃 〃
۱۶۶ — حسرت موہانی	۸	۴۳۹	شفقت کاظمی
۱۶۷ — عبدالمجید سالک	۳۵	۴۴۲	شفقت کاظمی، چراغ حسن حسرت
۱۶۸ — سید وصی احمد بلگرامی	۲	۴۵۸	سید مبارک حسین عظیم آبادی، نور محمد انجم
۱۶۹ — سید حامد حسن قادری	۱۳	۴۶۴	امتیاز علی عرشی، ظہیرالدین عکوی، ظہیر احمد صدیقی، ضیا احمد بدایونی، اثر رامپوری، شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی، محسن اثر۔
۱۷۰ — محمد امین زبیری	۴	۴۷۵	ڈاکٹر وحید قریشی، مختارالدین آرزو، نصیرالدین ہاشمی
۱۷۱ — شعیب قریشی	۴	۴۸۰	مولانا محمد عرفان
۱۷۲ — پروفیسر محمد شفیع	۱۲	۴۸۳	مختارالدین آرزو، ڈاکٹر وحید قریشی
۱۷۳ — ڈاکٹر غلام یزدانی	۶	۴۹۰	نصیرالدین ہاشمی، سجاد میرزا
۱۷۴ — دل شاہجہانپوری	۸	۴۹۴	دل محمد قضا، ضیا احمد بدایونی
۱۷۵ — اثر لکھنوی	۴	۵۰۰	ڈاکٹر اعجاز فتحپوری
۱۷۶ — نوح ناروی	۱۲	۵۰۶	احسن مارہروی، نواب میرحسن علی خاں، دل شاہجہانپوری، میر یٰسین علی خاں، ضیا احمد بدایونی۔
۱۷۷ — بیگم پطرس	۳	۴۱۴	شیر احمد شاہ بخاری
۱۷۸ — شوکت تھانوی	۱۵	۵۱۸	مولانا عبدالماجد دریابادی
۱۷۹ — شاد عارفی	۷	۵۲۹	جاوید کمال، خلیل الرحمٰن اعظمی، حماد صاحب، نشتر بریلوی، ارشاد خاں۔
۱۸۰ — میراجی	۱۹	۵۴۴	الطاف گوہر، قیوم نظر
۱۸۱ — ارزو لکھنوی	۳	۵۶۲	محمد علی خاں اثر
۱۸۲ — جلیل مانک پوری	۱	۵۶۵	〃 〃
۱۸۳ — ارزو لکھنوی	۱	۵۶۶	〃 〃
۱۸۴ — صفی لکھنوی	۱	۵۶۶	〃 〃
۱۸۵ — مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱	۵۶۸	نامعلوم

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱۸۶ — پیر مہر علی شاہ	۱	۵۷۰	محمد علی شاہ میکش اکبرآبادی
۱۸۷ — احسن مارہروی	۱	۵۷۱	〃 〃 〃
۱۸۸ — جگر مرادآبادی	۱	۵۷۱	〃 〃 〃
۱۸۹ — جوش ملیح آبادی	۱	۵۷۲	〃 〃 〃
۱۹۰ — رشید احمد صدیقی	۱	۵۷۳	〃 〃 〃
۱۹۱ — سید ممتاز علی سہا مجددی	۱	۵۷۴	علامہ محمد حسین محوی صدیقی لکھنوی
۱۹۲ — ظفر الملک علوی	۱	۵۷۶	〃 〃 〃
۱۹۳ — علامہ سید سلیمان ندوی	۱	۵۷۷	〃 〃 〃
۱۹۴ — وصل بلگرامی	۱	۵۷۸	〃 〃 〃
۱۹۵ — ناطق لکھنوی	۱	۵۷۸	مرزا کاظم حسین محشر
۱۹۶ — پروفیسر اغا اشہر لکھنوی	۱	۵۷۹	ظریف لکھنوی
۱۹۷ — صفی لکھنوی	۱	۵۸۱	〃
۱۹۸ — مولوی عبد الحق	۱	۵۸۲	سید ضیا الحسن بھوپالی
۱۹۹ — حکیم متولی محمد جعفر زمہری	۳	۵۸۳	〃 〃
۲۰۰ — محمد امین زبیری	۲	۵۸۴	محمد یوسف بھوپالی
۲۰۱ — مولانا یعقوب بخش راغب	۳	۵۸۵	نجم الحسن رضوی خیرآبادی
۲۰۲ — محی الدین قادری زور	۳	۵۸۷	نادم سیتاپوری
۲۰۳ — شیخ ممتاز حسین جونپوری	۲	۵۸۸	آغا اشہر لکھنوی
۲۰۴ — پروفیسر شیخ مہدی حسن ناصری	۲	۵۸۹	〃 〃
۲۰۵ — عشرت لکھنوی	۱	۵۹۰	نادم سیتاپوری
۲۰۶ — دیا نرائن نگم	۱	۵۹۰	〃 〃
۲۰۷ — تمکین کاظمی	۱	۵۹۱	〃 〃
۲۰۸ — اشفتہ لکھنوی	۱	۵۹۱	〃 〃
۲۰۹ — قاضی عبد الغفار	۱	۵۹۲	〃 〃
۲۱۰ — صفی لکھنوی	۱	۵۹۲	کسری منہاس
۲۱۱ — خواجہ حسن نظامی	۱	۵۹۴	عبد العزیز کمال
۲۱۲ — سید سلیمان ندوی	۱	۵۹۴	〃 〃
۲۱۳ — اسلم جیراج پوری	۱	۵۹۵	〃 〃
۲۱۴ — عبد الماجد دریابادی	۳	۵۹۵	〃 〃
۲۱۵ — غلام رسول مہر	۱	۵۹۷	〃 〃

حصہ سوم

طلوع ——— محمد طفیل

۱ — عبد الستار صدیقی	۱۰۶	۹	امتیاز علی عرشی، تمکین کاظمی، مالک رام
۲ — امتیاز علی عرشی	۱۰۷	۷۷	عشرت رحمانی، امانت علی خاں، مسعود حسن ندوی، ایڈیٹر آبگینہ

محمد طاہر فاروقی، صالحہ عرشی، اکبر علی خاں، حامد حسین جیلانی، اسحاق نبی خاں، شان الحق حقی، پنڈت کشمی نند دھر، عندلیب شادانی، مولانا عبد القادر، سید برکات احمد، اصغر علی، آصف حنیفی، غلام حسین ذوالفقار، اسماعیلی، سید صفدر علی نادم سیتاپوری، سلمان الہندی، ایڈیٹر روزنامہ ناظم، شعیب عظیم، لطیف حسن ادیب، ڈاکٹر حمیدہ آپا، ذاکر علی خاں مضطر خیرآبادی، احترام الدین شاغل، گیان چند جین، مسعود حسن رضوی، عبد الرزاق قریشی، سرفراز عثمانی، اقتدار حسین، ذکیہ جیلانی، عبد الرزاق ارشد، لطیف حسن ادیب، ایڈیٹر ہماری زبان، افتخار حسن، سید رضا امام، آل احمد سرور

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
			غلام رسول مہر، رشید حسن خاں، الہ بخش یوسفی، نبی احمد خاں، خواجہ افضل امام، نثار احمد فاروقی، محمد حسن طارق، مصطفےٰ حسن میکش اکبر آبادی، آنسہ اشرف رفیعی، عبدالباری آسی، مختار الدین آرزو۔
۳ — مالک رام	۴۰	۱۶۷	مختار الدین آرزو، دل شاہجہانپوری، نصیر الدین ہاشمی
۴ — مولانا عبدالماجد دریابادی	۱۷	۲۱۱	غلام رسول مہر، مختار الدین آرزو، غلام یزدانی، میکش بدایونی، مسعود حسن رضوی، وارث کامل
۵ — شیخ محمد اکرام	۱۴	۲۰	ڈاکٹر سید عبداللہ
۶ — سید مسعود حسن رضوی	۲۹	۲۱۸	امتیاز علی عرشی، مولوی ضیا احمد بدایونی
۷ — افقر موہانی	۶۱	۲۵۴	اصغر گونڈوی، اثر لکھنوی، بیدم وارثی، علامہ بیخود، صفی لکھنوی، سیماب اکبرآبادی، پرنس سلیمان بہادر شاہ صبا وارثی، زہیر کنجاہی۔
۸ — رشید احمد صدیقی	۱۴	۳۰۴	امتیاز علی عرشی، طاہر فاروقی، نظیر احمد صدیقی بدایونی۔
۹ — ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی	۴	۳۱۰	مختار الدین آرزو
۱۰ — حمید احمد خاں	۸	۳۱۳	محمد طاہر فاروقی، مختار الدین آرزو
۱۱ — ڈاکٹر عابد حسین	۲	۳۲۰	ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام یزدانی
۱۲ — سعید احمد اکبرابادی	۵	۳۲۱	مختار الدین آرزو
۱۳ — ڈاکٹر ذاکر حسین	۳	۳۲۶	ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام یزدانی، سید مبارک علی شاہ
۱۴ — غلام السیدین	۳	۳۲۸	مولانا تاجور نجیب آبادی، صالحہ عابد حسین، ڈاکٹر عابد حسین
۱۵ — جوش ملیح ابادی	۲۹	۳۳۲	تلمیذ کاظمی، سید مبارک علی شاہ جیلانی، میاں محمد صادق دل شاہجہانپوری۔
۱۶ — حفیظ جالندھری	۳۲	۳۴۷	عزیز ملک
۱۷ — حامد علی خاں	۴	۳۶۹	شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
۱۸ — قاضی عبدالودود	۱	۳۷۳	پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی
۱۹ — نمتا العمادی	۳	۳۷۵	〃 〃 〃
۲۰ — ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۱	۳۷۹	〃 〃 〃
۲۱ — محمد علی	۱	۳۸۳	〃 〃 〃
۲۲ — قاضی عبدالودود	۱۱	۳۸۴	شاہ مقبول احمد شعیبی
۲۳ — جوش ملسیانی	۱۴	۳۹۷	دل شاہجہانپوری، آغا محمد صادق
۲۴ — فراق گورکھپوری	۱	۴۰۵	واجدہ تبسم
۲۵ — عصمت چغتائی	۶	۴۰۶	〃
۲۶ — سجاد ظہیر	۲	۴۱۵	〃
۲۷ — جاں نثار اختر	۴	۴۱۸	〃
۲۸ — احمد ندیم قاسمی	۳	۴۲۲	〃
۲۹ — شاہد احمد دہلوی	۲	۴۲۵	〃
۳۰ — اشفاق احمد	۳	۴۲۶	〃
۳۱ — وشوامتر عادل	۱	۴۳۰	〃
۳۲ — ہاجرہ مسرور	۱	۴۳۰	〃
۳۳ — عبدالماجد دریابادی	۱۳	۴۳۲	نادم سیتاپوری
۳۴ — مالک رام	۳	۴۴۴	〃
۳۵ — سید مسعود حسن رضوی	۴	۴۴۶	〃
۳۶ — جوش ملیح ابادی	۳	۴۴۹	سجاد ظہیر، ڈاکٹر صفدر آہ، نادم سیتاپوری
۳۷ — غلام رسول مہر	۱	۴۵۱	نادم سیتاپوری

مکاتیب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۳۸ — فراق گورکھپوری	۱	۴۵۱	نادم سیتاپوری
۳۹ — ال احمد سرور	۱	۴۵۲	〃 〃
۴۰ — عرشی رامپوری	۱	۴۵۲	〃 〃
۴۱ — سید احتشام حسین	۱	۴۵۳	〃 〃
۴۲ — سبط حسن	۱	۴۵۴	〃 〃
۴۳ — ڈاکٹر حکم چند نیّر	۱	۴۵۴	〃 〃
۴۴ — رشید احمد صدیقی	۲	۴۵۷	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ
۴۵ — مالک رام	۲	۴۵۹	〃 〃 〃
۴۶ — راجندر سنگھ بیدی	۱	۴۶۰	〃 〃 〃
۴۷ — خواجہ احمد فاروقی	۱	۴۶۰	〃 〃 〃
۴۸ — ڈاکٹر گیان چند	۲	۴۶۱	〃 〃 〃
۴۹ — ڈاکٹر مختار الدین آرزو	۱	۴۶۴	〃 〃 〃
۵۰ — نثار احمد فاروقی	۲	۴۶۶	〃 〃 〃
۵۱ — محمد طفیل	۲	۴۶۸	〃 〃 〃
۵۲ — عبدالرحمٰن چغتائی	۲	۴۷۰	غلام حسین مصطفےٰ
۵۳ — سعادت حسن منٹو	۵	۴۷۱	〃 〃
۵۴ — غلام رسول مہر	۲۰	۴۷۵	امتیاز علی عرشی، مختار الدین آرزو
۵۵ — فیض احمد فیض	۱	۵۰۱	خدیجہ مستور
۵۶ — چراغ حسن حسرت	۱	۵۰۲	〃
۵۷ — قرۃ العین حیدر	۲	۵۰۲	〃
۵۸ — خدیجہ مستور	۱	۵۰۳	ہاجرہ مسرور
۵۹ — اختر شیرانی	۱	۵۰۶	اختر انصاری (دہلوی)
۶۰ — قاضی عبدالغفار	۱	۵۰۶	〃
۶۱ — اثر لکھنوی	۱	۵۰۶	〃
۶۲ — شاہد لطیف	۲	۵۰۷	〃
۶۳ — مولانا صلاح الدین احمد	۱	۵۰۹	〃
۶۴ — اختر حسین رائے پوری	۱	۵۱۰	〃
۶۵ — سید احتشام حسین	۱	۵۱۰	〃
۶۶ — ڈاکٹر عندلیب شادانی	۱	۵۱۱	〃
۶۷ — ممتاز شیریں	۱	۵۱۳	〃
۶۸ — ابراہیم جلیس	۱	۵۱۴	〃
۶۹ — کرشن چندر	۳	۵۱۵	ممتاز شیریں
۷۰ — اختر حسین رائے پوری	۱	۵۱۷	〃
۷۱ — قدرت اللہ شہاب	۲	۵۱۷	〃
۷۲ — ال احمد سرور	۱	۵۱۹	〃
۷۳ — عزیز احمد	۱	۵۲۰	〃
۷۴ — عبدالقادر سروری	۱	۵۲۲	〃
۷۵ — احمد علی	۱	۵۲۳	〃
۷۶ — حیات اللہ انصاری	۱	۵۲۴	〃
۷۷ — اختر انصاری	۱	۵۲۵	〃
۷۸ — خواجہ احمد عبّاس	۱	۵۲۶	〃

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۷۹ — اوپندر ناتھ اشک	۱	۵۲۷	ممتاز شیریں
۸۰ — غلام عباس	۱	۵۲۷	〃
۸۱ — بلونت سنگھ	۱	۵۲۸	〃
۸۲ — انور	۱	۵۲۸	〃
۸۳ — جگر مراد آبادی	۱	۵۳۱	قتیل شفائی
۸۴ — تاجور نجیب آبادی	۱	۵۳۱	〃
۸۵ — سیماب اکبرآبادی	۱	۵۳۲	〃
۸۶ — تلوک چند محروم	۱	۵۳۳	〃
۸۷ — عبدالرحمٰن چغتائی	۳	۵۳۳	〃
۸۸ — فیض احمد فیض	۱	۵۳۵	〃
۸۹ — احمد ندیم قاسمی	۲	۵۳۵	〃
۹۰ — ن۔م راشد	۱	۵۳۷	〃
۹۱ — ساحر لدھیانوی	۱	۵۳۸	〃
۹۲ — راجہ مہدی علی خاں	۱	۵۳۸	مسرت نقیل
۹۳ — کرشن چندر	۲	۵۳۹	اختر جمال
۹۴ — شاہد احمد دہلوی	۱	۵۴۰	〃
۹۵ — ایم۔ اسلم	۱	۵۴۱	〃
۹۶ — حجاب امتیاز علی	۱	۵۴۳	محمود الحسن صدیقی
۹۷ — ادیب سہارنپوری	۱	۵۴۴	احسن علی خاں
۹۸ — تسنیم سلیم چھتاری	۱	۵۴۶	مظہر ممتاز
۹۹ — رضیہ سجاد ظہیر	۱	۵۴۷	حمید اختر
۱۰۰ — زینت ساجدہ	۱	۵۴۸	مظہر ممتاز
۱۰۱ — احسن مارہروی	۱	۵۵۰	مسعود حسن رضوی
۱۰۲ — احمق پھپھوندوی	۱	۵۵۱	〃 〃
۱۰۳ — حیات اللہ انصاری	۱	۵۵۱	〃 〃
۱۰۴ — مرزا محمد عسکری	۲	۵۵۲	〃 〃
۱۰۵ — محمد علی ردولوی	۲	۵۵۲	〃 〃
۱۰۶ — علی عباس حسینی	۲	۵۵۳	مسعود حسن رضوی
۱۰۷ — حکیم احمد شجاع	۱	۵۵۴	(نواب صاحب)
۱۰۸ — صلاح الدین احمد	۱	۵۵۶	جگن ناتھ آزاد
۱۰۹ — حمید نظامی	۱	۵۵۷	تاجور نجیب آبادی
۱۱۰ — شورش کاشمیری	۱	۵۵۷	〃
۱۱۱ — یگانہ چنگیزی	۲	۵۵۸	میکش اکبرآبادی
۱۱۲ — عظیم بیگ چغتائی	۱	۵۵۹	〃
۱۱۳ — عبدالماجد دریابادی	۱	۵۵۹	〃
۱۱۴ — جوش ملیح آبادی	۲	۵۶۰	〃
۱۱۵ — برجموہن دتاتریہ کیفی	۳	۵۶۱	معین الدین
۱۱۶ — خلیفہ عبدالحکیم	۳	۵۶۳	〃
۱۱۷ — بیگم مہدی افادی	۲	۵۶۴	〃

اشاریہ، نقوش شمارہ ۱۰۰ سے ۱۰۸ تک صفحہ ۵۶۷
تبصرے 〃 ۶۱۳

طلوع

جنگ ہوئی۔ اپنی اپنی پڑ گئی۔

یہ دعا تو سب کی تھی کہ ملک دشمن سے محفوظ رہے۔ اس کے ساتھ، ہر ایک کی کچھ فکریں اور بھی تھیں، جو سانس روکے دے رہی تھیں۔ مثلاً والدین کی فکر، بچوں کی فکر، جائیداد کی فکر! فکریں تو میری بھی بہت تھیں۔ مگر اُن میں نمایاں فکر، اُس دستاویزی سرمائے کی تھی جو میری تحویل میں تھا۔

وہ سرمایہ کیا تھا؟ بوسیدہ اور کٹے پھٹے کاغذ کے پُرزے!

مگر اُن پُرزوں میں غالبؔ کے خطوط تھے، اقبالؔ کے خطوط تھے، سرسیدؔ کے خطوط تھے، ابوالکلامؔ کے خطوط تھے، شبلیؔ کے خطوط تھے، مہدی افادیؔ کے خطوط تھے — نام کہاں تک گنواؤں!

جنگ تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔

توپوں کی دھمک اور شعلوں کی لپک میں، جب میں نے سوچا تھا کہ یہ خطوط کہیں ضائع نہ ہو جائیں تو میرا دل ڈوبنے لگا تھا۔ مگر اُنہی دنوں جب یہ بات دھیان میں آئی تھی کہ میرے بچّوں کا کیا ہوگا تو میں بڑے حوصلے میں تھا۔

اللہ کا ہزار ہزار شکر کہ وہ گھڑی نہ آنا تھی، نہ آئی۔ آئی بلا ٹلی۔ یہ تو ملک کے بقا کی بات تھی اور سن تھا ۱۹۶۵ء، جہاں تک خطوط کا معاملہ ہے اُس کے متعلق آج ۱۹۶۸ء میں سوچتا ہوں کہ میں بھی کیسا انسان ہوں کہ جسے بچّوں سے زیادہ خطوط عزیز تھے۔ یہ سوچ کر کبھی غمگین ہو جاتا ہوں اور کبھی خوش!

محمد طفیل

اِس شمارے میں

لمبی باتوں کی سکت نہیں۔ مختصر بیان قبول کر لیجئے۔

یہ خطوط جس بے ڈھب طریقے سے لکھے ہوئے تھے، اُس میں سمجھنا دشوار، یہ خطوط جس شکستہ تحریر میں لکھے ہوئے تھے۔ اس میں پڑھنا دشوار، مشکل ہی مشکل!

یہ خطوط پُرانے ہیں، بے حد پُرانے، کوئی سو سال پرانا، کوئی پچاس برس پرانا، کچھ کو دیمک چاٹ چکی ہے۔ کچھ کی سیاہی اُڑ چکی ہے۔ بعضوں پر دھبے پڑے ہوئے ہیں بعضوں پہ پانی گرا ہوا ہے۔ سو لی پہ لٹکنا، ان کو پڑھنا ایک برابر نظر آیا۔

خطوط کی موجودہ صورت، میری بارہ برس کی ریاضت کا نتیجہ!

ان دشواریوں اور پریشانیوں کو دھیان میں رکھیں گے تو دل کچھ اور باتوں کو چاہے گا۔ جو اہلِ درد نہیں۔ اس سے کیا کہوں؟ کیوں کہوں؟

۱۔ یہ خطوط اُن خطوط سے مختلف ہیں جو پہلے مکاتیب نمبر میں چھاپ چکا ہوں۔ مگر اس نمبر کا اُس نمبر سے یہ تعلق تو ہے کہ یہ بھی اُسی خاندان سے ہے۔

۲۔ مضامین اس نمبر کے لئے نہیں لکھوائے گئے۔ کیونکہ وہ پہلے نمبر میں آ چکے تھے۔ جو اپنی جگہ مکمل تھے۔ موجودہ کوشش محض اُگلے نوالوں والی بات ہوتی۔

۳۔ بسم اللہ قائدِ اعظم کے خطوط سے ہوتی ہے۔ جو مجھے سید شریف الدین پیرزادہ (وزیر خارجہ) نے مرحمت فرمائے اور یہ لکھا کہ یہ وہ غیر مطبوعہ خطوط ہیں، جو مجھے اپنی کتاب کی ترتیب کے بعد ملے ان میں اپنے قائد کا کردار وہی ہے جو کہ ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی کوتاہیوں کو برداشت نہیں کرتے اور جب کانگریس کے صدر راجندر پرشاد انہیں کوئی مشورہ دیتے ہیں تو وہ دو ٹوک انداز میں کہتے ہیں مجھے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

۴۔ اقبال ولی تھا، مصلح تھا، شاعر تھا۔ یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔ مجھے تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ان خطوط سے اقبال کی زندگی کے بہت سے گوشے سامنے آئیں گے۔ مثلاً وہ شعروں پر داد دیتے بھی ہیں، داد وصول بھی کرتے ہیں۔ گرامی سے مشورہ لیتے ہیں۔ انھیں مشورہ دیتے بھی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا یہ شعر سو شعروں پہ بھاری ہے۔ وہ اپنے مشفق سے چٹیا چھڑ بھی روا رکھتے ہیں اور قناعت کی اُس منزل پر بھی ہیں جہاں "سرکارِ انگلشیہ" کے خطاب کو بھی اپنے لئے وجہِ افتخار نہیں سمجھتے۔ دل اتنا گداز کہ اپنی دوسری بیوی کی وفات پہ حد درجہ پریشان بھی ہیں۔

۵۔ قائدِ اعظم اور اقبال کے خطوط کے بعد پرچے کی باقاعدہ ابتدا "قدیم خطوط اور عرضیوں" سے ہوتی ہے۔ جو تقریباً سوا سو سال پرانی ہیں۔ پرانے ہیں۔ مگر ہیں فارسی میں ان کے پیش کرنے کی وجوہ دو ہیں۔ ایک یہ کہ کچھ تاریخی نوعیت کے معاملات کا علم ہو

جائے دوسرے اُس زمانے کی خطوط نویسی کا انداز معلوم ہو جائے۔

۶۔ غالب پر اتنا کام ہوا ہے کہ کوئی حد نہیں۔ اس کے باوجود ہم نے غالب کے غیر مطبوعہ خطوط ڈھونڈھ نکالے ہیں۔ ان کے ذریعے غالب کا ایک نیا مکتوب الیہ ملا اور اسی طرح غالب کا ایک نیا مکتوب نگار!

۷۔ قاضی عبدالجمیل جنون بریلوی، غالب کے شاگرد تھے۔ ایسے شاگرد، جن کا کلام، (غالباً) خود غالب نے اپنے قلم سے لکھنا پسند کیا۔ اصلاح بھی دی۔ جنون کا کلام تذکروں میں بھی چند شعروں سے زیادہ نہیں ملتا۔ موجودہ شمارہ میں اچھا خاصا محفوظ ہو گیا۔

۸۔ علاؤالدین علائی کے خطوط میں مرزا غالب کے بارے میں ——— کچھ نئی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح خود علائی کے حالات سے بھی پردے اُٹھتے ہیں۔

۹۔ سرسید احمد خان پر بڑا کام ہوا ہے۔ علی گڑھ والوں نے بھی کیا۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی نے بھی کیا۔ اس کے باوجود سرسید کے ۱۲۸ غیر مطبوعہ خطوط پیش کر رہے ہیں۔ پھر اس غلط فہمی کا بھی، ان خطوط سے ازالہ ہو گا کہ جو ان دنوں پھیلائی جا رہی ہے کہ "حیات جاوید" مولانا حالی کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ منشی سراج الدین کی لکھی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو خط نمبر ۹۲۔

۱۰۔ نواب وقارالملک کا کیا طنطنہ تھا۔ بڑے بڑے پانی بھرتے تھے۔ پھر مسلمانانِ ہند کے جتنے بے لوث خدمت گزار وہ تھے۔ کم ہوں گے مگر ان خطوط کے ذریعے یہ جان کر دکھ ہوا کہ اُن کی گھریلو زندگی اذیت ناک تھی۔

۱۱۔ مولانا عبدالحلیم شررؔ کو مورخ اسلام کہا جاتا ہے۔ مگر اس مورخ اسلام کو مالی آسودگی نہ ملی۔ وہ اپنے گھر والوں کو خط لکھتے ہیں۔ جیسے بھی ہو گزارہ کرو۔ میں کچھ نہیں بھیج سکتا۔

۱۲۔ یگانہ چنگیزی اُردو غزل کی آبرو تھے مگر زمانے نے اُس کے ساتھ جیسا سلوک کیا وہ بڑا دردناک ہے۔ یگانہ کے خطوط ہم سب کے "حسنِ سلوک" کا نوحہ ہیں۔

۱۳۔ آپ بیتی نمبر کی ترتیب کے وقت ہم نے مرزا داغ دہلوی کے خود نوشت حالات کی جستجو کی تھی۔ جو نہیں ملے تھے ایک خط میں جو صفحہ ۴۲۱ پر درج ہے۔ وہ مشکل بھی حل ہوئی۔

۱۴۔ شاہ دلگیر اور قمر زمانی کی خط و کتابت ایک تاریخی مذاق ہے۔ چونکہ ادبی حلقوں میں اس کی اہمیت تھی۔ اس لئے اُسے بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ اس لطیفے کا تو آپ کو علم ہی ہو گا کہ قمر زمانی کے روپ میں نیاز فتحپوری تھے۔ نیاز کی "محبوبانہ تفریح" نے غریب شاہ دلگیر پر کیا کیا ظلم نہ ڈھائے۔

۱۵۔ صفحہ ۳۲۳ تک جتنے خطوط درج ہیں۔ وہ سب ہمیں کراچی میوزیم سے ملے اور اقبال کے خطوط اقبال اکیڈمی کراچی سے اس لیئے ہم ہر دو اداروں کے شکر گزار ہیں۔

یوں تو اس جلد میں جو کچھ ہے۔ وہ سب اہم ہے مگر اُس کی لفظ بہ لفظ صراحت کیسے ممکن ہے بعض اہم خطوط پر ضروری حواشی ہیں اور بعض اہم خطوط پر تفصیلی نوٹ، کچھ خطوط پر حواشی کی ضرورت بھی محسوس ہو گی مگر وہ لکھے نہ جا سکے۔ ابھی آپ اس سرمائے کو تو محفوظ کریں باقی کام بھی ہو جائے گا۔

(محمد نقوش)

قائدِ اعظم

Little Gibbs Road,
Malabar Hill, Bombay,
24th July, 1938.

My dear Hakim Mahomed Jamil Khan,

Many thanks for your letter and the invitation to lunch on Saturday at 1/30 P.M. on the 31st July at your residence in Delhi. I accept it with pleasure, and am looking forward to meet you.

Yours sincerely,

M. A. Jinnah

Hakim Mahomed Jamal Khan,
Sharif Manzil,
Ballimaran, Delhi.

QUAID-E-AZAM

Rajendra Prasad's letter to Mr. Jinnah
5th October, 1939.

.....

"In the resolution of the Working Committee of the All-India Muslim League, passed recently in Delhi, reference has been made to Provincial Governments. It is stated that Provincial Autonomy in several Provinces has resulted in the domination of the Hindus over the Muslim minorities whose life and liberty, property and honour are in danger, and even their religious rights and culture are being assailed and annihilated every day under the Congress Governments in various Provinces. Pandit Jawaharlal Nehru has also informed me that you mentioned this letter to him in the course of a recent conversation.

"We feel that these charges are wholly unfounded and are based on misapprehension and one-sided reports that might have reached you and the League. The Governments concerned have inquired into the matter whenever such charges have been made and have denied them. On a previous occasion we expressed our willingness to have any specific instances investigated by impartial authority. We feel strongly, and I am sure, you will agree with us, that such charges, when seriously made, should be inquired into and either substantiated or disproved. We would like this course to be adopted in regard to any specific instances that are put forward. If you agree, we could request the highest judicial authority in India, Sir, M. Gwyer, Chief Justice of the Federal Court, to inquire into this matter. In the event of his not being available, some other person of a similar status and judicial position might be approached.

"I shall gladly place this matter before the Working Committee of the Congress and get them to pass a formal resolution to this effect.

"I am leaving for Wardha today and shall be obliged to you if you will send an early reply. I shall be in Wardha for about a week.

Mr. Jinnah's reply to Rajendra Prasad - 6th October, 1939.

.....

"I am in receipt of your letter dated October 5, 1939. I beg to inform you that I have already placed the whole case before the Viceroy and the Governor-General and have requested him to take up the matter without delay as he and the Governors of the Provinces have been expressly authorised under the Constitution and are entrusted with the responsibility to protect the rights and the interests of the minorities.

"The matter is now under His Excellency's consideration and he is the proper authority to take such action and adopt such measures as would meet our requirements and would restore complete sense of security and satisfaction amongst the Mussalmans in those Provinces where the Congress Ministries are in charge of the administration.

"In the circumstances, I do no wish to discuss further the various statements made in your letter as it is unnecessary to do so, but I must say that some of them are wholly inaccurate.

.....

MOUNT PLEASANT ROAD, MALABAR Hill,
1st October 1941.

Dear Mr. Khuhro,

I am in receipt of your letter of the 24th September enclosing the press cuttings, and while I agree with you as regards your criticism of Mr. Gandhi and the Congress High command in allowing K. B. Allahbux to continue as a member of the so-called National Defence Council, I do not know what I can do in the matter. It is entirely in the hands of the Musalmans of Sind. You say, "The Hindu minority is combined and well organized and by dividing the Muslim majority they are playing the game most successfully". Well, that we know, and that is the very reason why I have been urging upon you and other leaders of the Muslim League organisation to organise our people so as to prevent Muslim majority being divided. But you people are so impatient of the result. You want quick results. I again, therefore, emphatically want you and other leaders of the Muslim League to organise our people so that you can resist the state of things in Sind, which you are facing.

As regards your observations regarding Pakistan, I am afraid they are far too loose and I am glad that you also say that that is a separate issue altogether and I shall certainly welecome a discussion with you and other Muslim League leaders when we meet.

I hope that you will come in a very strong contingency at the meeting of the Council of the All-India Muslim League which is going to take place at Delhi in the last week of October.

We can also discuss the question of my going to Karachi there, if necessary.

With kind regards,

Yours sincerely,

Sd. M.A. Jinnah.

Khan Bahadur M.A. Khuhro,
Larkana, Sind.

Mount Pleasant Road,
Malabar Hill,
10th June, 1942.

Dear Mr. Khuhro,

Many thanks for your letter of the 5th of June and I am glad that you had a very successful tour in Sukkhur and Jacobabad Districts. I will write to our friend Jaffar Khan Jamali for his great help and our appreciation for what he has done for the League. I have met him more than once and also at Allahabad I saw him. I know he is a very staunch Leaguer.

With regard to Mr. Rashdi's account regarding the proceedings of the meeting of the Provincial League Council, I should like to know fuller details and I am glad that you are sending me a copy of your statement.

Hoping you are well, with kind regards,

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

M. A. Khuhro, Esq.
Larkana, (Sind).

MOUNT PLEASANT ROAD, Malabar Hill.
13th July, 1942.

Dear Mr. Khuhro,

Many thanks for your letter of the 6th of July and enclosing the notes of the meeting of the Provincial Muslim League Council held in May last. Please keep me in touch with you from time to time.

As regards Mr. Rashdi, he came to see me here a few days ago and I told him that apart from the reports which I have received against him from various quarters, what I gathered from his writings in his own paper was enough to create apprehensions in the mind of those who have been watching developments that have taken place in Sind. I advised him that if he cannot see eye to eye with the majority - and there are new responsible men at the heid of Muslim League his proper course would be to persuade them and not be aggressive and create a division and that he should really devote most of his time in making his paper really a first class paper and leave the affairs of the Muslim League in the hands of the office bearers and the executive. I hope that he will follow my advice and not created any trouble. But of course you are the best judges as to how you should deal with him and what you should do in the matter.

As regards my coming to Sind, or calling a meeting of the Working Committee or the Council at Karachi, I shall certainly consider your suggestion and see what I can do in the matter. But you know it is not very easy to get the people to go to Karachi as it is not a very central place. I can quite appreciate your desire to get us all there. No doubt it will give a considerable impetus to those of you who are carrying the burden and working for our cause. So I fully appreciate your point of view, but you must also understand the difficulties.

With kind regards,

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

Khan Bahadur M. A. Khuhro,
124, Muslim Colony,
Britter Road, Karachi.

Mount Pleasant Road
Malabar Hill, Bombay
1st August, 1943.

Dear Mr. Alavi,

I am in receipt of your letter of July 23 and thank you for it. I have not been able to attend to it earlier, as on my return from Simla I was very tired, I have received all your communications and telegrams, for which I thank you.

There is one point which you have not quite understood, and it is that I was not allowed to consider whether we would accept the inclusion of Unionist Muslims in our Muslim quota. The Viceroy insisted on including a Unionist Muslim, and I was required to say Yes Or No. That was the position. There was no room for any tactical move, as you imagine, and that is further made very clear by him in the correspondence between him and me, which has been realeased. If you had carefully read my statement which I issued after the failure of the Conference on the 14th of July, you would have found that it is clearly stated there that finally we broke because the viceroy insisted on the inclusion of Malik Khizar Hayat Khan's nominee.

There is a letter which you sent to Miss Jinnah, but it is addressed to one Mr. John, and I am therefore returning it to you.

Hoping you are well and with kind regards,

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

Hatim Alavi, Esq.,
Alavi Manzil, Karachi.

بنام مسٹر جناح

۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء

آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے دہلی میں جو قرارداد حال ہی میں منظور کی ہے۔ اس میں صوبائی حکومتوں کے متعلق حوالہ دیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ صوبائی خود مختاری سے کئی صوبوں میں ہندوؤں کو مسلم اقلیت پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور ان کی زندگی، آزادی، املاک اور عزت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے مذہبی حقوق اور کلچر پر مختلف صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کے زیر سایہ آئے دن حملے ہوتے ہیں اور انہیں مٹایا جا رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے مجھے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ اس کا تذکرہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی حالیہ گفت و شنید میں کیا ہے۔

ہم لوگ محسوس کرتے ہیں کہ یہ الزامات یکسر بے بنیاد ہیں اور غلط فہمی اور یک طرفہ رپورٹوں پر مبنی ہیں۔ جو آپ تک اور لیگ تک پہنچی ہیں۔ متعلقہ حکومتوں میں جب بھی اس قسم کے الزامات عاید کئے گئے ہیں ان کی تحقیقات کرائی گئی ہے اور ان کی تردید کی ہے۔ اس سے پہلے ایک ایسے ہی موقع پر ہم اپنی رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں کہ مخصوص واقعات کی تحقیقات غیر جانبدارانہ طور پر کرائی جائے۔ ہم شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ اتفاق رائے کریں گے کہ ایسے الزامات کی سنجیدگی سے لگائے جانے والی تحقیقات ہونی چاہیے اور ان کی تصدیق یا تردید کی جانی چاہیے۔ اسی طریق کار پر ہماری دانست میں ہر قسم کے مخصوص واقعات کے ضمن میں عمل ہونا چاہیے۔ آپ منظور کریں، تو ہم فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس سر مائیکل گوائر سے، جو ہندوستان میں سب سے بڑے قانونی حاکم ہیں، درخواست کریں کہ وہ اس معاملے کی تحقیقات کریں۔ ایسی صورت میں کہ ان تک دسترس نہ ہو سکے۔ کسی ایسے شخص تک رسائی حاصل کی جائے۔ جو ان کا ہم مرتبہ اور ان کی سی قانونی حیثیت کا مالک ہو۔

میں بخوشی اس معاملے کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھوں گا، اور ان سے اس مقصد کی ایک رسمی قرارداد منظور کرانے کی۔

میں آج واردھا روانہ ہو رہا ہوں اور ممنون ہوں گا اگر آپ جلد جواب ارسال فرمائیں، میں واردھا میں کوئی ہفتہ بھر قیام کروں گا۔

راجندر پرشاد

ترجمہ :- یوسف جمال انصاری

(۲)

بنام راجندر پرشاد

۶ اکتوبر ۱۹۳۹ء

آپ کا خط مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء موصول ہوا۔ میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے سارا معاملہ پہلے ہی وائسرائے و گورنر جنرل کو پیش کر دیا ہے، اور درخواست کی ہے کہ بلا تاخیر وہ اس معاملے میں عمل اقدام کریں، اس لیے کہ وہ اور صوبائی گورنر صاحبان آئین کے ماتحت خاص طور پر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔

یہ معاملہ اب ہز ایکسی لنسی کے زیر غور ہے، اور وہی قانوناً مجاز ہیں کہ ایسے عملی اقدام کریں۔ جو ہماری ضروریات کے مطابق ہوں، اور جن سے کانگریسی حکومتوں کے زیر نگرانی صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں کو مکمل طور پر حفاظت اور اطمینان کا احساس ہو سکے۔

میں نہیں چاہتا کہ ان حالات میں آپ کے خط کے مندرجات پر مزید بحث کروں۔ کیونکہ ایسا کرنا غیر ضروری ہے، تاہم مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے چند قطعاً غلط ہیں۔

ایم اے جناح

(۳)

بنام خان بہادر ایم اے کھوڑو

ماؤنٹ پلے زنٹ روڈ۔ مالا بار ہل

یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کا ۲۴ ستمبر کا خط موصول ہوا۔ جس میں پریس کے تراشے ملفوف ہیں۔ خان بہادر اللہ بخش کو نام نہاد نیشنل ڈیفنس کونسل کے ممبر کی حیثیت سے کام کیے جانے کی اجازت دینے پر مسٹر گاندھی اور کانگریس ہائی کمانڈ پر آپ کی تنقید سے مجھے اتفاق ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ قطعی طور پر مسلمانان سندھ کے اختیار میں ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ "ہندو اقلیت متحد اور پوری طرح منظم ہے، اور مسلم اکثریت میں پھوٹ ڈال کر وہ اپنا کھیل بڑی کامیابی کے ساتھ کھیل رہی ہیں" درست۔ یہ ہم پر بھی ظاہر ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ میں آپ پر اور مسلم لیگ کی تنظیم کے دوسرے لیڈروں پر زور ڈالتا رہا ہوں کہ اپنے عوام کو منظم کیجئے۔ اور مسلم اکثریت کو تقسیم ہونے سے بچایئے۔ لیکن آپ لوگ نتیجہ برآمد ہونے میں بے صبری سے کام لیتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ نتائج جلد برآمد ہوں۔ میں دوبارہ آپ سے اور مسلم لیگ کے دوسرے لیڈروں سے اپنی پُرزور خواہش کا اظہار کرتا ہوں کہ اپنے عوام کی تنظیم کیجئے۔ تاکہ سندھ میں جو صورت حال آپ کو پیش آ رہی ہے، آپ اس کا مقابلہ کر سکیں۔

مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے متعلق آپ کے خیالات نہایت مبہم ہیں۔ تاہم میں خوش ہوں کہ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ قطعی طور پر ایک جداگانہ نوعیت کا مسئلہ ہے۔ میں یقیناً آپ سے اور دوسرے مسلم لیگ لیڈروں سے تبادلہ خیالات کرنا پسند کروں گا۔ امید ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں ۲۰ اکتوبر کے آخری ہفتے میں دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ آپ کثیر تعداد

میں شرکت کریں گے۔ ضروری ہُوا تو میرے کراچی جانے کا سوال بھی وہاں بحث میں لایا جا سکتا ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

خان بہادر، ایم اے کھوڑو، لاڑکانہ (سندھ)

(۴)

ماؤنٹ پلے زنٹ روڈ

مالابار ہل۔

۱۰ر جون ۱۹۴۲ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کے خط مورخہ ۵ جون کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ سکھر اور جیکب آباد کے ضلعوں میں آپ کا دورہ نہایت کامیاب رہا ہے، میں اپنے اور آپ کے دوست جعفر خاں جمالی کو خط لکھوں گا اور ان کی گراں قدر امداد اور لیگ کے لیے خدمات پر اظہارِ تحسین کروں گا، میں ان سے ایک سے زائد مرتبہ مل چکا ہوں۔ الٰہ آباد میں بھی میری ان سے ملاقات ہوئی تھی، میں جانتا ہوں کہ وہ بڑے پکے لیگی ہیں۔

جہاں تک صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس کی کارروائی کے متعلق مسٹر راشدی کے بیان کا تعلق ہے۔ میں اس کی مکمل تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنے بیان کی ایک نقل مجھے بھیج رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جناب ایم اے کھوڑو، لاڑکانہ (سندھ)

(۵)

ماؤنٹ پلے زنٹ روڈ

مالابار ہل۔

۱۳ر جولائی ۱۹۴۲ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کے ۶ جولائی کے خط اور صوبائی مسلم لیگ کونسل منعقدہ ماہِ مئی کے اجلاس کی ملفوف مختصر یادداشت کا بہت بہت شکریہ۔ براہِ مہربانی مجھے وقتاً فوقتاً یاد کرتے رہا کیجئے۔ مسٹر راشدی کے بارے میں یہ ہے کہ چند روز ہوئے وہ مجھ سے ملنے آئے اور میں نے انہیں بتایا کہ ان کے خلاف مختلف حلقوں سے جو رپورٹیں موصول ہوئی ہیں، ان سے قطع نظر ان کے اخبار میں ان کی جو تحریریں شائع ہوئی ہیں ان سے

نیال میں وہ ان لوگوں کے ذہن میں تشویش پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جو سندھ میں پیدا ہونے والی صورت حال کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر وہ اکثریت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ سکتے۔ اور مسلم لیگ کے نظم و نسق کی ذمہ داری اب نئے ہاتھوں میں ہے۔ تو ان کے لیے مناسب طریق کار یہ ہوگا کہ رضا و رغبت سے ان لوگوں کو متاثر کریں نہ کہ جارحیت پر اتر کر تفریق پیدا کریں۔ اور اپنا بیشتر وقت اپنے اخبار کو ایک اعلیٰ درجے کا اخبار بنانے میں صرف کریں۔ اور مسلم لیگ کے معاملات عہدہ داروں اور انتظامیہ کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ میرے مشورے پر عمل کریں گے۔ اور کسی قسم کی گڑبڑ پیدا نہ کریں گے۔ لیکن آپ لوگ خود بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ اور اس مسئلے میں کیا کرنا چاہیے۔

میرے سندھ آنے اور ورکنگ کمیٹی یا کونسل کا اجلاس کراچی میں بلانے کے متعلق یہ ہے کہ میں یقیناً آپ کی تجویز پر غور کروں گا، اور سوچوں گا کہ میں اس معاملے میں کیا کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ جان سکتے ہیں کہ لوگوں کا کراچی پہنچنا چنداں آسان نہیں ہے، کیونکہ وہ کوئی مرکزی مقام نہیں ہے۔ میں آپ کی اس خواہش کو سمجھ سکتا ہوں کہ آپ ہم سب کو وہاں بلانا چاہتے ہیں۔ اس سے آپ میں سے ان لوگوں میں خاطر خواہ تحریک پیدا ہوئی۔ جو ہمارے مستعد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں چنانچہ میں آپ کے نقطۂ نظر کو پسند کرتا ہوں، لیکن آپ کو بھی مشکلات کا اندازہ لگانا چاہیے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

خان بہادر ایم اے کھوڑو۔ ۱۲۴ مسلم کاٹونی

بریٹر روڈ کراچی

(۶)

بنام حاتم علوی

ماؤنٹ پلے زنٹ روڈ۔ مالابار ہل، بمبئی

یکم اگست ۱۹۴۳ء

ڈیئر مسٹر علوی۔

آپ کا خط مورخہ ۲۲ جولائی موصول ہوا۔ جس کے لیے شکریہ قبول کیجیے۔ میں اس پر توجہ نہیں کر سکا، کیونکہ شملے سے واپسی پر میں بہت تھکا ہوا تھا۔ آپ کے تمام مراسلات اور تار وصول ہوئے، جن کا شکریہ!

ایک نکتہ آپ پوری طرح نہیں سمجھ سکے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ مجھے اس پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا گیا کہ مسلمانوں کے کوٹے میں نیشنلسٹ مسلمانوں کو شامل کیا جائے یا نہیں۔ وائسرائے کو اصرار تھا کہ ایک نیشنلسٹ مسلمان کو ضرور شامل کیا جائے۔ اور مجھے ہاں یا نہ میں جواب دینا تھا۔ یہ صورت حال تھی سیاسی جوڑ توڑ کی کوئی گنجائش نہ تھی، جیسا کہ آپ خود خیال کر سکتے ہیں، اور اس بات کی مزید وضاحت انہوں نے اس خط و کتابت میں کر دی ہے، جو میرے ان کے درمیان ہوئی ہے، اور جو سامنے آچکی ہے۔ اگر آپ نے میرا وہ بیان بغور پڑھا ہوتا جو کانفرنس کے ناکام ہو جانے کے بعد ۱۴ جولائی کو دیا گیا تھا، تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ اس میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ اس ناکامی کا سبب یہ ہے کہ وائسرائے کو ملک خضر حیات خان کے نامزد امیدوار کی شمولیت پر اصرار تھا۔ —— ایک خط آپ نے مس جناح کو بھیجا ہے، لیکن اس پر کسی مسٹر جان کا پتہ درج ہے اس لئے میں اسے آپ کو واپس بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جناب حاتم علوی

علوی منزل کراچی

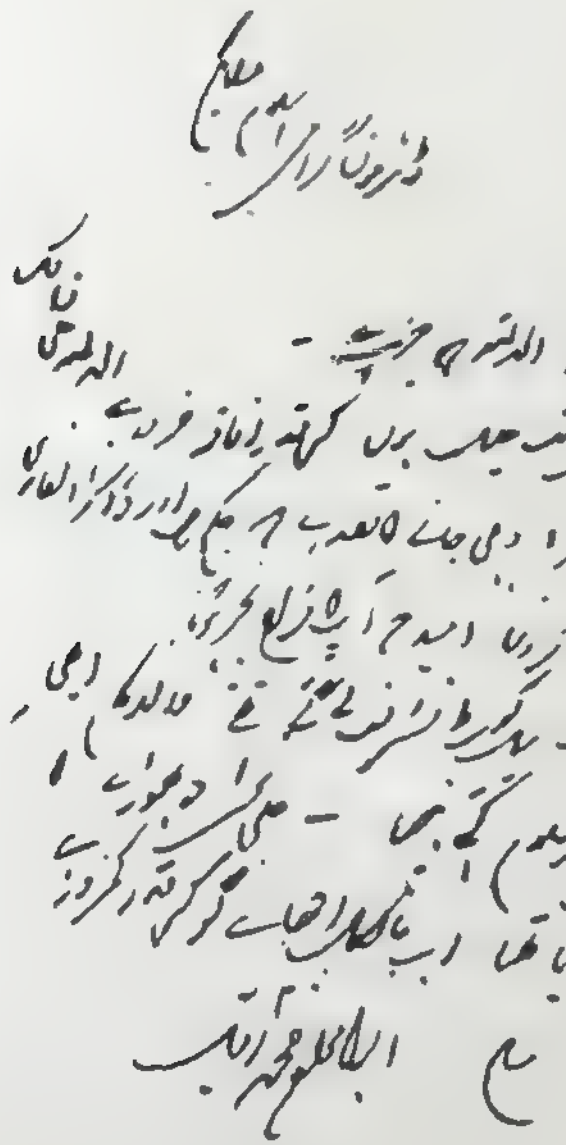

اقبال

بنام شیخ غلام قادر گرامی

ڈیئر مولیٰنا گرامی![1]

السلام علیکم ـــــ آپ کا خط اسی روز پہونچا جس روز میں دہلی جا رہا تھا۔ اشعار نے خوب مزا دیا۔ کیا خوب کہا ہے ؎

ذوقِ وارفتگی کج کلہان دہلی

ہر شعر اور ہر مصرع لاجواب۔ کاش آپ بھی دہلی تشریف لاتے تو دو چار روز جو میں وہاں رہا خوب کٹ جاتے۔ مہاراجہ صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کے دولت خانے میں قیام کیا اور دل کو ان کے شکریوں سے مملو واپس لایا۔ ملازمت کے متعلق انہوں نے مجھ سے گفتگو کی تھی مگر کوئی خاص بات نہ تھی۔ عام گفتگو تھی جس سے میں ان کا عندیہ معلوم نہ کر سکا۔ بہرحال مجھے بیتابی نہیں۔ مقدر کا قائل جو شخص ہو اس کی طبیعت مطمئن رہتی ہے۔ مجھ کو جہاں ہوں، اپنے فرائض مفوضہ کی ادائیگی سے کام ہے خواہ لاہور میں ہوں خواہ لندن میں ہوں۔ کسی خاص جگہ ملازمت کرنے کی خواہش بھی دل میں پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ سراپا تن بہ تقدیر ہوں۔ والسلام۔

آپ کا مخلص
محمد اقبال

مولیٰنا اکبر الہ آبادی کا کیا خوب شعر ہے ؎

گفت ہاشم بے سبب زانگلش مرا اکراہ نیست
ہر کتابے را کہ بخشادیم بسم اللہ نیست

ہاشم ان کے لڑکے کا نام ہے۔

---

[1] اس خط پر تاریخ درج نہیں مگر یہ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان کا ہے۔

(۲)

لاہور
۳ ستمبر ۱۹۱۲ء۔

مخدومی جناب مولینا مولوی گرامی صاحب

آپ کا تخلص گرامی کی جگہ "نومی" ہونا چاہیے کیونکہ آپ سوتے بہت ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ راون لنکائے بادشاہ کی طرح آپ چھ ماہ سوتے ہیں اور چھ ماہ جاگتے ہیں۔

حیدرآباد کی شاہی میں تبدیلی ہوئی۔ وزارت بدل گئی مگر آپ ابھی اُونگھ رہے ہیں۔ برائے خدا کبھی اپنی خیریت سے مطلع کیا کرو۔ آپ کے بہت سے لاہوری دوست استفسارِ حال کرتے ہیں تو مجھے یہی جواب دینا پڑتا ہے کہ مولانا گرامی آرام میں ہیں۔ اکثر تو یہ کہتے ہیں کہ ان کو خط لکھ کے جگائیے مگر اس کے لیے شورِ محشر کی ضرورت ہے، خطوں سے کیا ہوتا ہے۔

کب تک لاہور آنے کا قصد ہے؟ ہمنامِ اقبال سلام قبول کریں۔ نیز اُن سے یہ درخواست ہے کہ مولوی گرامی یعنی "شیخ نامی" سے جس طرح بن پڑے خط لکھوائیں۔ والسلام

آپ کا خادم
محمد اقبال از لاہور

(۳)

لاہور
۱۸ دسمبر ۱۹۱۶ء

شاعرِ خاص حضورِ نظام جناب مولینا گرامی

میں بڑے دنوں کی تعطیلوں میں کہیں باہر نہ جاؤں گا۔ علاوہ اس کے شیخ عبدالقادر بھی اسی خیال سے لاہور میں قیام کریں گے کہ شاید مولانا گرامی لاہور آنکلیں۔ مالیر کوٹلے کے نواب ذوالفقار علی خاں بھی آپ سے ملنے کے بہت شائق ہیں۔ غرض کہ یہ دعوت صرف اقبال کی طرف سے نہ سمجھئے بلکہ اقبال و ذوالفقار و قادر کی طرف سے تصور کیجئے۔ بھلا جس کو اقبال و ذوالفقار خود دعوت دیں وہ کیوں کر انکار کر سکتا ہے کہ تمام زمانہ ان دو چیزوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگر اکیلے سفر محال ہو تو میں یہاں سے اپنے ملازم علی بخش کو بھیج دوں، وہ آپ کو ہشیار پور سے ساتھ لے آئے گا۔ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ سردی بھی ایسی شدید نہیں کہ مانع سفر ہو۔ غرض یہ کہ ضرور تشریف لائیے۔

مندرجہ ذیل زمین میں غزل بھی لکھتے لائیے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ انکار نہ ہو ورنہ ہمارا آپ کا کوئی یارانہ نہیں۔

خوش آں کہ رخت خرد را ز شعلہ می سوخت
شمالِ لالہ متاعے ز آتشے اندوخت
تو ہم ز ساغرِ مے چہرہ را گلستاں کن
بہار خرقہ فروشی بہ صوفیاں آموخت
مسیح قدرِ سرود از نوائے بے اثرم
ز برقِ نغمہ تواں حاصلِ سکندر سوخت

۱۸ر دسمبر ۱۹۱۶ء — محمد اقبال آنار کلی لاہور

(۴)

ڈیر گرامی!

کئی دنوں سے آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔ خیریت تو ہے؟ اُمید کہ اب آپ کے گھر کے لوگ ہمہ نوع خیریت سے ہونگے کل آپ کے ایک عزیز نے مجھ سے ایک عجیب و غریب بات کہی۔ خط میں لکھنے کی نہیں۔ ملاقات ہوگی تو عرض کرونگا۔ اتنا کہہ دیتا ہوں کہ وہ بات آپ سے تعلق رکھتی ہے۔ کہیے لاہور آنے کا قصد کب تک ہے؟ کیا حیدرآباد سے کوئی خط آیا اور کچھ حالات وہاں کے معلوم ہوئے؟ مہاراجہ کا خط آیا تھا۔ وہ علیل تھے مگر اس خط میں کوئی اور تذکرہ نہ تھا۔

مثنوی کا دوسرا حصہ قریب الاختتام ہے۔ تقریظ موعودہ لکھیئے۔ وقت پر اطلاع کر دی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تقریظ کے لئے اس کی اشاعت کو روکنا پڑے۔ کیا اچھا شعر کسی استاد کا ہے

معناں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

۲۱ر مئی ۱۹۱۷ء — مخلص محمد اقبال لاہور

(۵)

لاہور

۳ر جولائی ۱۹۱۷ء

ڈیر مولینا گرامی - السلام علیکم

مجھے آپ بھی کہیں گے کہ اس نے خطوں کا تانتا باندھ دیا۔ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ اس فکر میں ہوں کہ حضرت سیدہ کے متعلق ایک ایسا شعر لکھا جائے جو معانی کے اعتبار سے ایک سو شعر کے برابر ہو۔ آج صبح آنکھ کھلتے ہی وہ شعر ذہن میں آیا۔ ابھی اسے خراد کی ضرورت ہے۔ عرض کرتا ہوں:

گریۂ شب ہائے آں بالانشیں
ہم چو شبنم ریخت بر عرشِ بریں

اس شعر کو بہ نظرِ غور ملاحظہ فرمایئے۔ "بالانشیں" "ریختن" کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے مگر کسی قدر کھٹکتا بھی ہے۔

اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ میں نے مضمون پیدا کر دیا۔ باقی خیریت بہ سبب خطوط کے جواب دیجئے اور یہ بھی لکھیے کہ لاہور آنے کا کب تک قصد ہے؟ والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور

(۶)

ڈیر مولینا گرامی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والا نامہ ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔

مصرع "ایں سرِ خلیل است" الخ حاضر ہے۔ تصرف بے جا کی کونسی بات ہے۔ آپ کا مال ہے مگر آپ نے جو مصرعے لگائے ہیں ان سے قلب کو تسکین نہیں ہوتی۔ قلب کچھ اور مانگتا ہے اور معلوم نہیں کیا۔ چند اشعار خان نیاز الدین خاں صاحب کے خط میں تھے۔ غزل پوری کر کے ارسال فرمایئے۔ پھر ایک ہی دفعہ داد دوں گا۔

"باسوختگاں قصۂ کوثر نہ تواں گفت" خوب مصرع ہے۔ اقبال بھی غزل ضرور لکھے گا مگر گرامی کی لطافت و سلاست کہاں سے لائے گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ عجیب و غریب مضامین خیال میں آ رہے ہیں مگر ان کی تکمیل کے لیے فرصت اور وقت کہاں سے آئے گا؟

گذشتہ شب سے بارش ہو رہی ہے۔ سردی پھر عود کر آئی ہے۔ والسلام۔

۱۶ فروری ۱۹۱۹ء مخلص محمد اقبال لاہور

(۷)

لاہور
۷ جنوری ۲۲ء

ڈیر مولینا گرامی۔ السلام علیکم۔

کئی روز ہوئے خط لکھا تھا جس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

آپ نے سن لیا ہوگا کہ امسال اقبال خلافِ توقع خطاب یافتہ ہو گیا۔ اس اعزاز کی اطلاع میں آپ کو خود دیتا مگر جس دنیا کے میں اور آپ رہنے والے ہیں وہاں اس قسم کے واقعات احساسِ انسانی سے بہت نیچے ہیں ؎

نہ من بر مرکبِ خنثی سوارم نہ از وابستگانِ شہریارم

مرا اے ہم نفس دولت ہمیں بس چو کادم سینہ را لعلے برآرم

خیر خیریت لکھیے۔ گھر میں میری طرف سے آداب۔ آپ لاہور کب تک آئیں گے؟

مخلص محمد اقبال لاہور

(۸)

۲۵ اکتوبر ۲۴ء

ڈیر مولینا گرامی - السلام علیکم

آپ کا والا نامہ لاہور سے ہوتا ہوا لدھیانہ میں ملا جو مصرع آپ نے تجویز فرمایا ہے، اس کے متعلق پھر عرض کروں گا فی الحال یہ رنج دہ خبر آپ کو دینا ہے کہ میری لدھیانے والی بیوی ۲۱ اکتوبر کو یہاں لدھیانے میں انتقال کر گئی۔ ان کو نمونیا ہو گیا تھا اور انسانی علم طب کی کوئی تدبیر ان کی زندگی نہ بچا سکی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ گذشتہ دس بارہ سال میری زندگی میں شریک رہیں اور اس مدت میں انہوں نے جو میری خدمت گزاری کی۔ کم کسی بیوی نے اپنے شوہر کی کی ہوگی خدا تعالےٰ ان کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ میں ۱۹ اکتوبر سے لدھیانہ میں ہوں۔ آج شام لاہور واپس جاؤں گا۔ آپ سے التماس ہے کہ کوئی عمدہ مادۂ تاریخ نکالیے جس کو ان کے مزار پر کندہ کرایا جائے۔ میں خود بھی فکر کروں گا۔ چونکہ آپ بزرگ ہیں اس واسطے تبرکاً آپ سے مادۂ تاریخ وفات کی درخواست کرتا ہوں۔ ۱۳۴۳ھ ہجری ہے۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام۔

مخلص محمد اقبال

اس خطوط کے صفحات زائد ہیں۔ صفحہ ۲۸ کے بعد صفحہ ۲۹ سلسلہ وار

صاحبِ طرز

خطوط نگار

(۱) غالب (۲) شبلی (۳) ابوالکلام
(۴) مہدی افادی (۵) محمد علی ردولوی

فرزانۂ شیوہ اشیوۂ روشن روش برگزیدۂ رب جلیل حضرت مولای عبد الجلیل
ہر اینہ نمود بی بود و اسم بی مسمّی یعنی غالب بے برگ و نوا را یاد آوردہ اند
ہنا نامہ دہان خوبے را چشم و چراغند و گلزار نکوئے را صبح و نسیم
دلکش نامہ بہر پیوند در گیرندہ بہ غزلی چند بہ ورود خویشی نہ
دہی برگ دل کشود کہ شاہدان راز از آن راہ بہ نہانخانۂ ضمیر در نیایند
خویشی حکم در اصلاح مہر افزود چندانکہ دیدہ بدان سواد دوم ختم
نازیبا صورتے بنظر در نیامد کز لکی کہ این چنین الفاظ را سرودگی فرو
ریزاد و کلکی کہ برین نقوش خط کشد سرشی بریدہ باد ہنجار
روشی خط از یزدانی درونیست آری نی خامہ در بنان ہر کسی خرامی
دیگر دارد آموزش را در بن بریدہ راہ نیست و اگر گویند ہست
ہرائینہ میتوانیم گفت در نیست مگر بہ ہمنشینی و ہمزبانی آموزگار و
بسر بردن روزگار در شیوہ کردن گفتار چون صحبت صورت بندد

گفته آمد، هر چه بهر نمط گفته اند نه غلط گفته اند. من باید حلقه بر
در دل زد و همت از مبدأ فیاض دریوزه کرد به کثرت مشق و
فراوانی ورزش و پیروی راهروان راه دان کشایش ها روی
خواهد نمود و اندیشه را دستگاه و گفتار را سرمایه خواهد افزود
دانش و کنش یاری دهد بلند گرباد. آزاد بعد نگاشته شد
بست و هشتم صفر ۱۲۶۶ هجری

(۲)

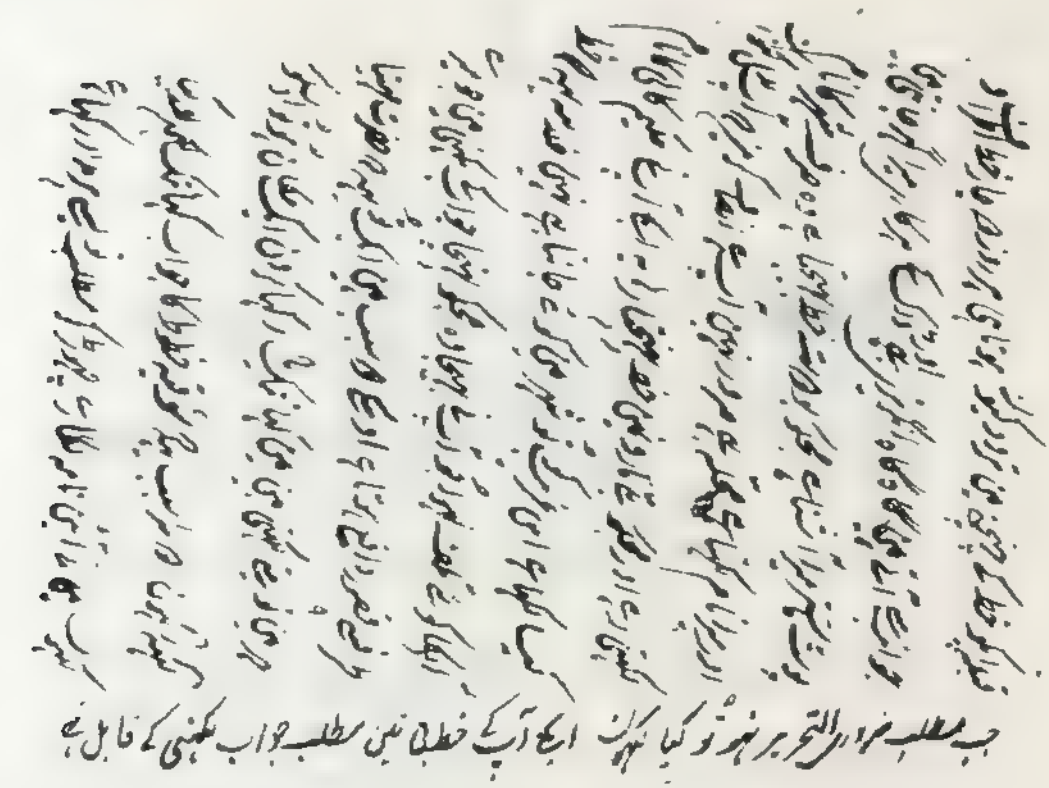

(۳)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی تفقد نامہ مرقومہ ۱۱ ستمبر میں نے پایا حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا کوئی محکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانو مثلاً لت جائے آپکا عہدہ آپکو مبارک آپکا کام تنخواہ نہ سلامت رہے وہ جو اپنے ابر الخیال کا اس محکمہ میں وکیل ہو نیگا آپکو کہتا ہے البتہ بجا ہے جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اوسکا اندیشہ کیا ہے حاکم سمجھ لیگا وہ وکیل ہے محکمۂ منصفی میں نہ رہینگی محکمۂ صدر امین و شش جج میں کام کرینگے میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ ہوں تو ہوں دیکھئے کب مرتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں والسلام بالوف الاحترام نجار کا بیٹا غالب ۱۲ یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۸۶۱ء

(۴)

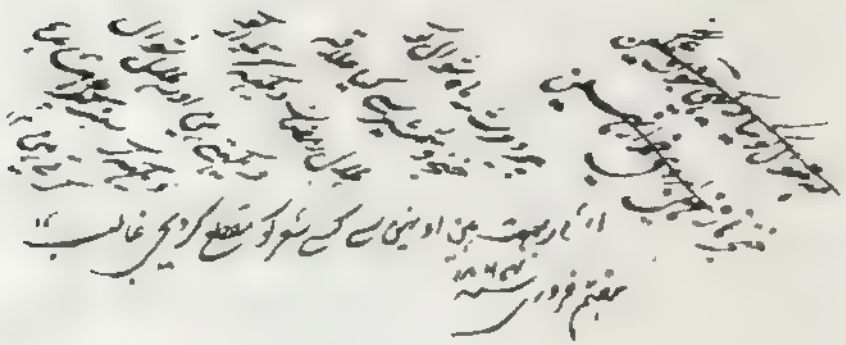

حال کو کہتا نہیں اور شوخی وصل کیا بوسہ نہیں تمنا میں ایک نظر میں سیکڑوں ہوئیں خون گلشن مستی میں صبر سد نہیں تجربہ واجب ہے عیادت شوخ چشم
آج جانی پر بہت اصرار ہے عشق مزدوری نہیں بیگاری چشم کہنی کی بی بیمار ہے گل کی پہلو میں کھٹکتا خار ہے لوگ کہتے ہیں جنون بیمار ہے
بوسہ اور اس لب سے کبھی ملتا نہیں

حضرت غزل سر سر ہموار و فرق انگیز ہے ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا گیا مومن خاں نے اس مصرع میں تردد کیا تھا
سے تمنے دشمنے مبارکباد کیا سے معنے آز نہیں ہے بلکہ بمعنے مثل و مانند ہے یعنے چون تو دشمن اگر نہیت دہد ہر آن چہ اعتبار سد و حیل کے
و مدد سے ہو دل شاد کیا سے دشمنے مبارکباد کیا یعنے اگر تمنے کہا کہ تو مبارک ہو کل ہم آئینگے یا نہیں بلا تمنے ہم ایسے وعدے کیا خوش
ہوتے تم جیسے دشمن کے مبارکباد دینے سے کیا ہوتا ہے غالب ۱۹ مارچ ۱۸۶۷ء

(۶)

کہار کے حوالہ کرو

سے آپکے پاس پہنچ جائے

میں بوڑھا اور ناتوان گویا نیم جان رہ گیا

ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئی کام

دین کا نکیا افسوس ہزار افسوس بجا کا غالب

سہ شنبہ ۲۸ جون سنہ ۶۴ء

(۷)

(۸)

نامه فرستادند و ان رحم جا ملزار بدین
حسن ادا مرهم نهادند و سپاس دیگر آن که
سررشتهٔ کاری داشتند از کف نرفت و
با فرمانده سازگاری روی داد باری خوش است
اگر هم بدین روشن گاه گاه به نامه یاد آورند
در آن کوشند بهر روز افزون و درستی ها
دیرین گردد از من و رویداد رنجوری من برسیده اند
فارغ باشند که از رنج آزاد و از مرا فارغم
رنجوری رفته و ناتوانی باقیست چون همه چیز
میگزرد دانم بر این نیز نپاید والا جاه نواب
محمد ضیاء الدین خان بهادر و رفیع جایگاه غیاث الدوله

از العبد حسن خان بهادر در اقامت آن نیز از العبد بهادر سلام مسنون و دعای مرغوب

(۹)

(۱۰)

تو صاحب یہ پندرہ بیتیں ہیں تقسیم اس کی اسطرح رکھنا کہ پہلی ایک سیدھے سطر میں
صاحب احبت کا نام مع اجزای خطاب بخط نستعلیق لکھا جاوے اور پھر تر چھی
پانچ پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں اور آخر کو یہ سطر جو میں نے اپنے نام کے
خطاب و تخلص لکھ دی ہے اسطرح لکھی جاوے کاغذ البتہ بڑا
ہوگا اور تقسیم اچھی کیجائے گی انام مشہور اور پندرہ شعر تو صورت
بہت اچھی ہوگی یہ ایک نمونہ ہے مگر نمونہ اچھا ہے تم کسی شخص سے اسکی
نقل کرواؤ اور کاتب خوشنویس یعنے انشاء عبادالله بیگ سے لکھواؤ اب
آپ اسکو جلد تیار کر بھیجئے اور یہ

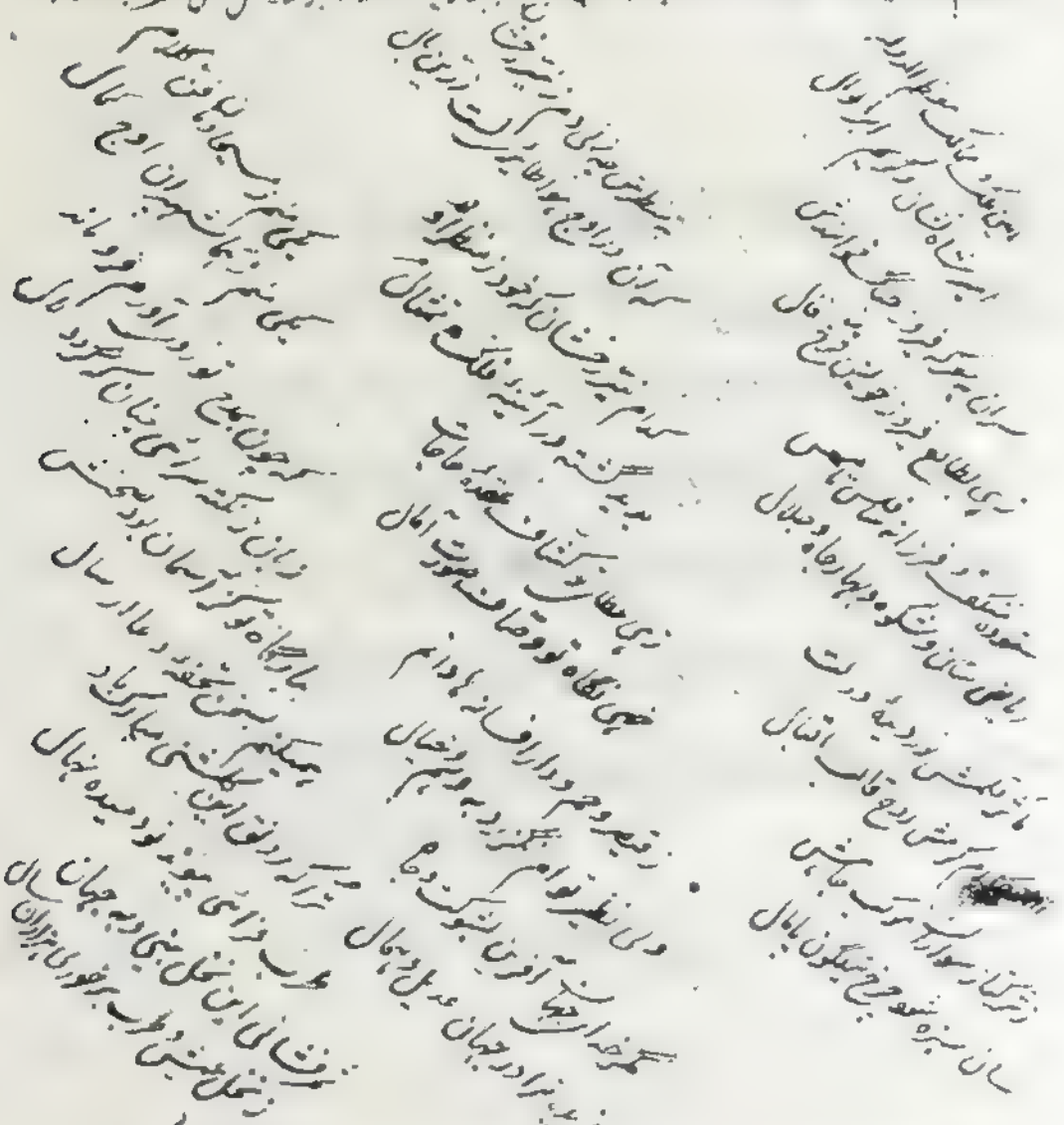

فرخندا نشست نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص

(۱۱)

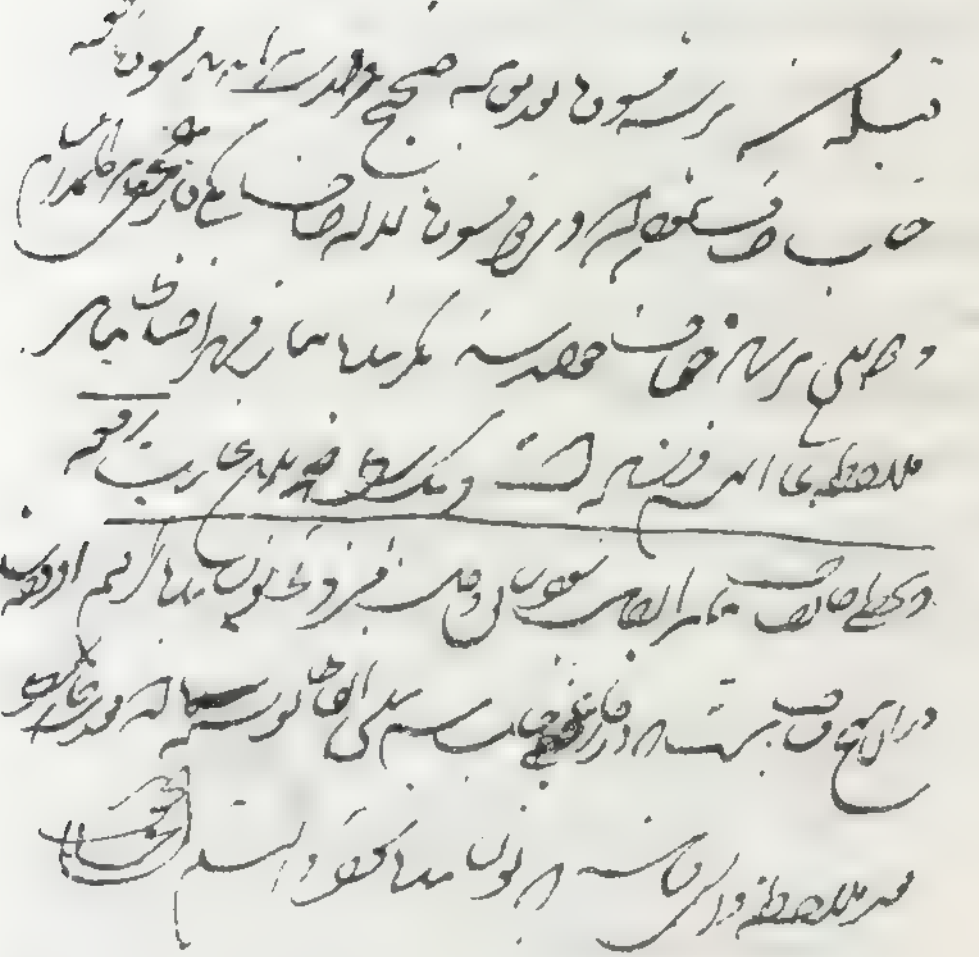

(۱۲)

مخدوم مکرم و مسلم جناب [illegible] بعد از تحمیل خدمتہائے عبد امتیاز سلام مسنون اللہ السلام عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کے ارادت مبکر ذریعہ فوز و سعادت ہے دو عنایت نامی آپ کے اثنا ت مختلف میں پہنچے پہلی خط کا حاشیہ اور پشتہ پر اشعار لکھے ہوئے میں سیاہ اسطرح کے بھیگی ہوئی حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اگرچہ بنائے میرزا اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن بااینہمہ اوسکا پڑھنے میں بہت تکلف پڑتا ہے علاوہ اسکی جگہ اصلاح کے باقی نہیں چنانچہ اول خط کو آپکے خدمتمیں واپس بھیجتا تھا تاکہ آپ بہ بخوبی مرحمت فرما کر بھیجدیا ہوگا اور بعد امر اندیشہ آپ کو بہ ہر ہوگا آپ خود دیکھ لیں دوسرے آمیں اصلاح کہاں دی جاوے دوسرے اصلاح کے جو غزل بھیجے اوسمیں بیس اور پچیس میں فاصلہ زیادہ چھوڑیئے اب کے خط میں جو کاغذ اشعار کا بھی حروف اوسکے روشن ہیں مگر بیس اسطور مغلوط اور اصلاح کی جگہ معدوم آپکے خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اس ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں موقوف تو آپکے پاس ہوگا اوس سے مقابلہ کر کر معدوم کر لیجئے کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کونسے بیت موقوف ہوئے مشاعرہ جہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا علاوہ میں شاہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزلخوانی کر لیتے ہیں وہاں کے مصرع طرح کو کیا بھیجا اور اوسپر غزل کہہ کر کہاں پڑھیگا میں کبھی اوس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہہ صحبت خود جدا رہی اسکو دوام کہاں کیا معدوم ہے ابھی ہو ابھی ہو تو آئندہ نہ ہو والسلام مع الاکرام ایڈیٹر

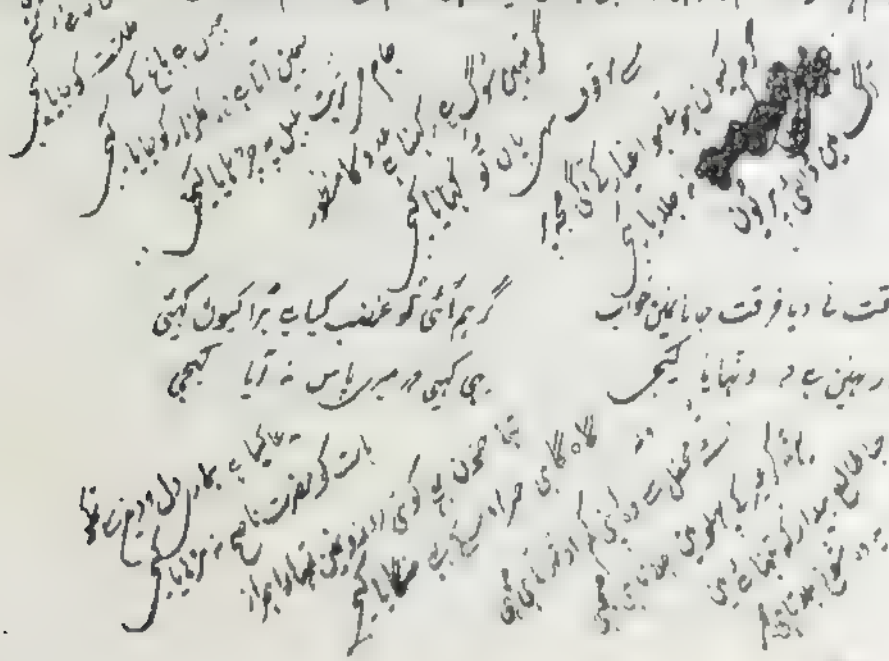

(۱۳)

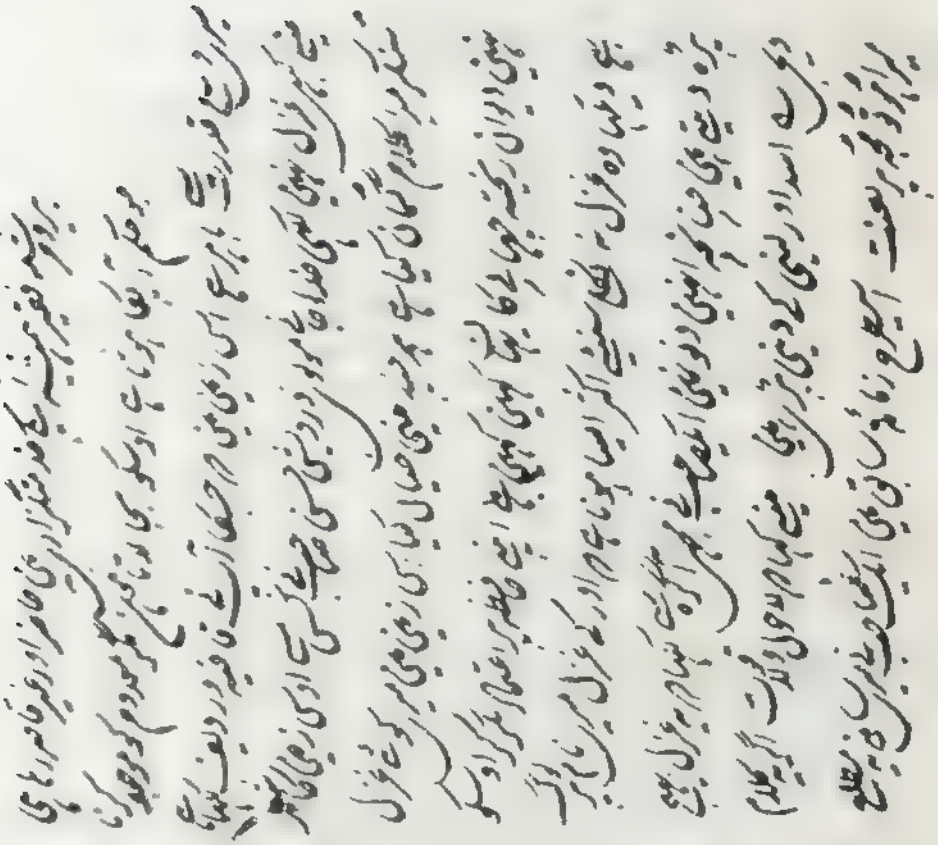

بڑا ہے اسد اس جفا پر جو نہ سے وفا کہے مرے شریر باش رحمت خدا کہے جب سنکر عرض کیا
کہ مطلع جس پر رک گیا یہ مطلع ہے او سیر بقول او سکے خدا کہے رحمت اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت
اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا یہ میرے طرز گفتار نہیں ہے پہلا ان کا شعر و نبی
تو اسد کا لفظ بجے ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واللہ با اللہ وہ شعر ہرگز میرے رنگ کے مناسب نہیں
میرا نہیں ہے والسلام نامہ مرسلہ مجبوبہ ۲۵ ماہ صیام و ۲۹ ماہ اپریل سال حال

(۱۴)

سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمرہائے شیریں رس کا پہنچنا
نوید ہزار گونہ بہمنت و شادمانی ہے یہ ثمر رب النوع اثمار
ہے اسکے تعریف کیا کروں کلام اس باب میں کیا چاہتا
مجھ نہ میں یارا اور ابداکا آپکو خیال آیا پروردگار
آپکو با اینہمہ روان پروری و کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے
جمعہ کے دن ۸ جون کو دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور
اوسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکرے دیکر روانہ
ہو گیا یہانسے اوسکو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا گیا خاطر
عاطر جمع رہے خلعت دی کا طالب۔ غالب

(۱۵)

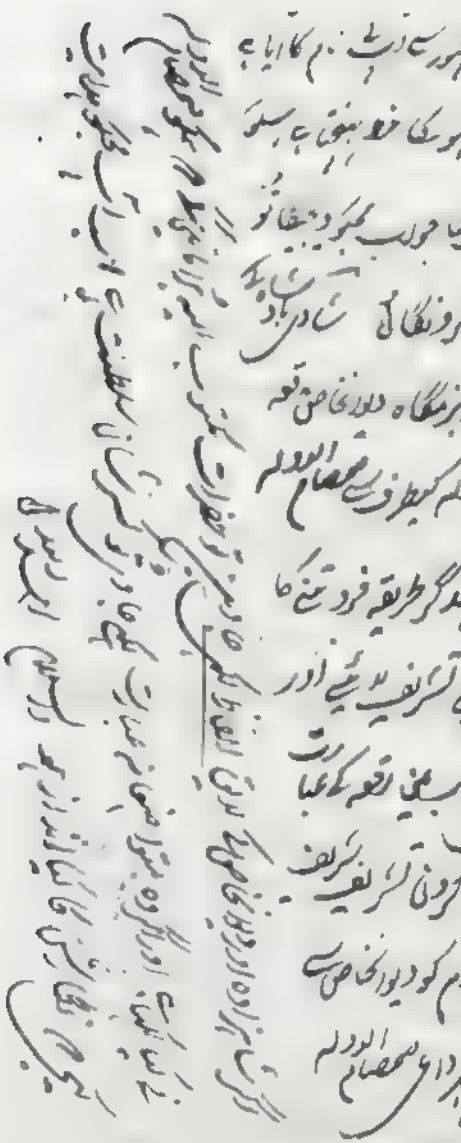

N.M.1965.19

(۱۶)

N.M.1965.11

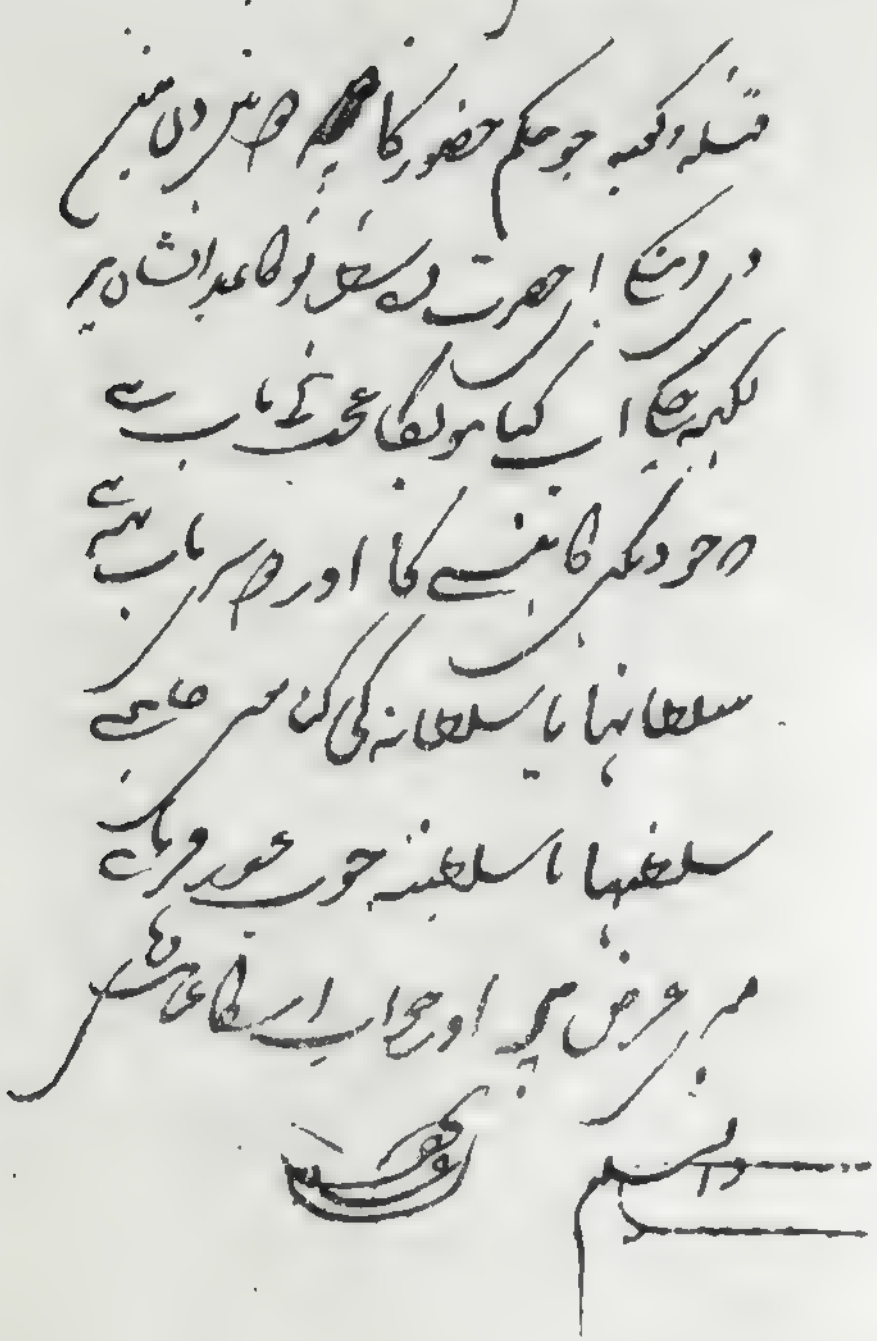

(۱۷)

نہ بھائے یہ نسبہ جو سلطان بمعنے مصدر آتا ہی سلطنت اگرچہ من حیث القیاس
صحیح ہے لیکن تمکی باہر ہے خلد اللہ ملکہ وسلطانہ لکھتی ہی منشیان
ایران و روم و ہند سب یوں ہے لکھتی آئے ہیں ضمان بھی بمعنے ضامن اور
بہ بمعنے ضمانت سلطان بہ بمعنے بادشاہ اور بہی بمعنے سلطنت اسمیں
کچھہ تامل نکرو کسکے مجال ہے جو اسپر منہی سکے لیکن ملکہ وسلطانہ
علامت تذکیر ہے اگر ملکہا وسلطانہا بنجاے تو بہتر ہے ورنہ
خیر یوں ہے رہنے دو ہمسے کوئے پوچھیگا تو ہم کہہ سکتے ہیں ہر عمارت
شکوہ سلطنت بمعنے تانیث کے رعایت سے اور سچ تو یوں ہے ہا اگر
کاتب شگفتہ ہو تو ہاے ہوز کا نقطہ مشادیگا اور الف بنادیگا
دشوار نہیں ہے بن سکے تو بنوا دو اور سلطانہ کو مذکر کیوا سلطانت
بدلنا یہہ بلغاء عرب و عجم کا قرار دادہ ہے بعد اسکے سب تقریر کہ یہ
عرض ہے ہر یوں پنجشنبہ کو عرضے لکھی ہوئی میری پاس آتی ہے ۱۲
غالب ۱۲

(۱۸)

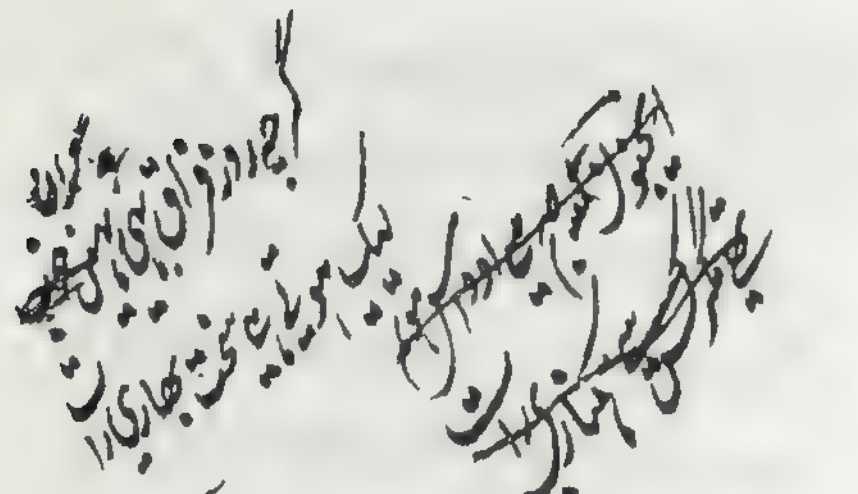

شنوائی بفتحۂ نون ہے بسکون نون و کلمۂ عدالت کے بولی ہے ۱۲
گر خیال رونق نہ ہے یہ شعر یہ معنے دیتا ہے کہ اگر تم آسمین آیا
نہیں تو اسکو کیون دیر ان کرتے ہو کیا آدمی جہان جا کر رہا
جا ہتا ہی نہیں اوس گہر کو دیر ان کر لیتا ہے یہ مصل
استفہام کا ہے یعنے تمنی جو خانہ دل کو
اوجاڑ دیا کیا تم یہان نہیں آیا چاہتے ہمکنار مراد ان
ہم آغوش مسلم لیکن مستعمل نہیں ہمکنار بولتے

(۲)

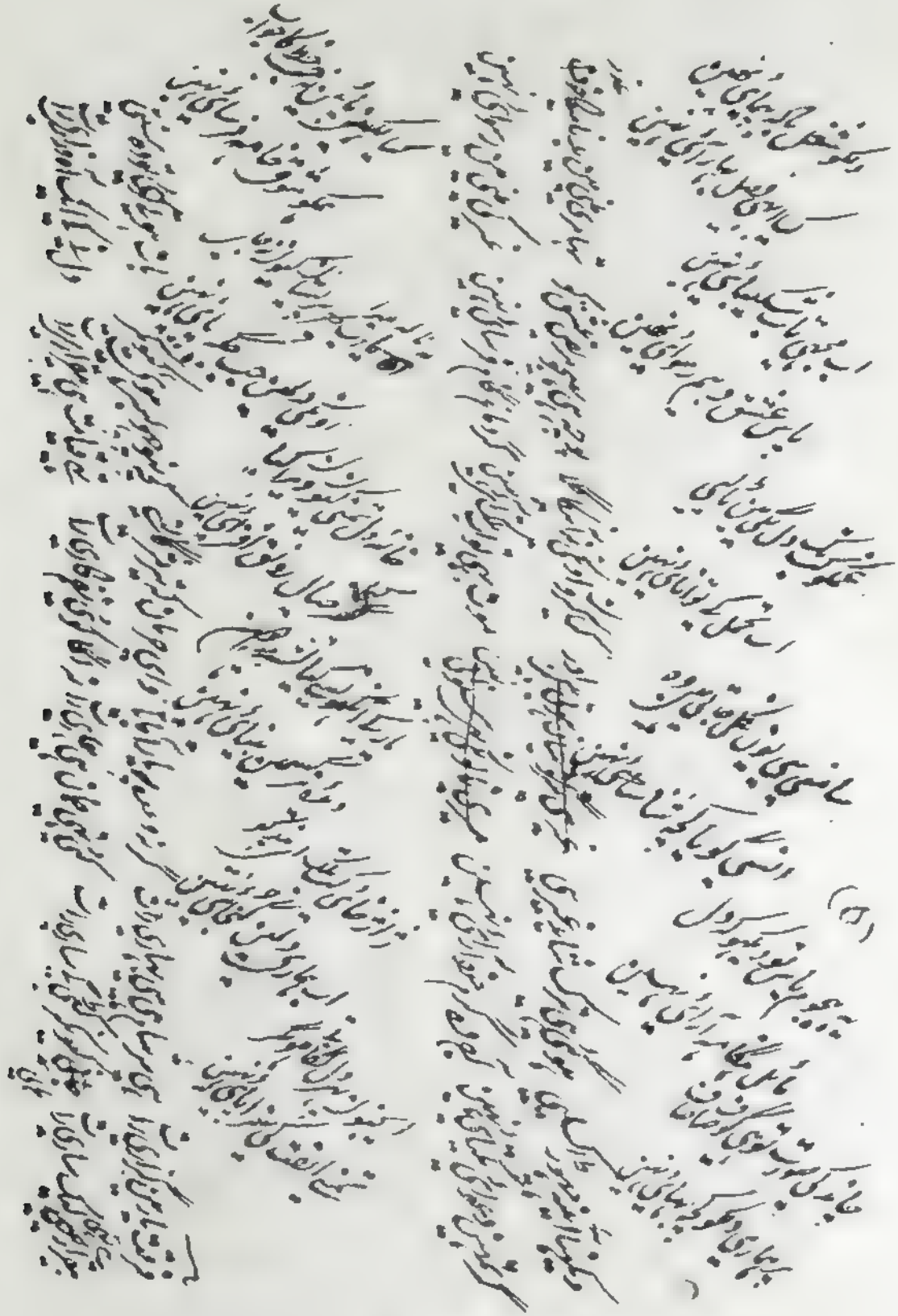

(۳)

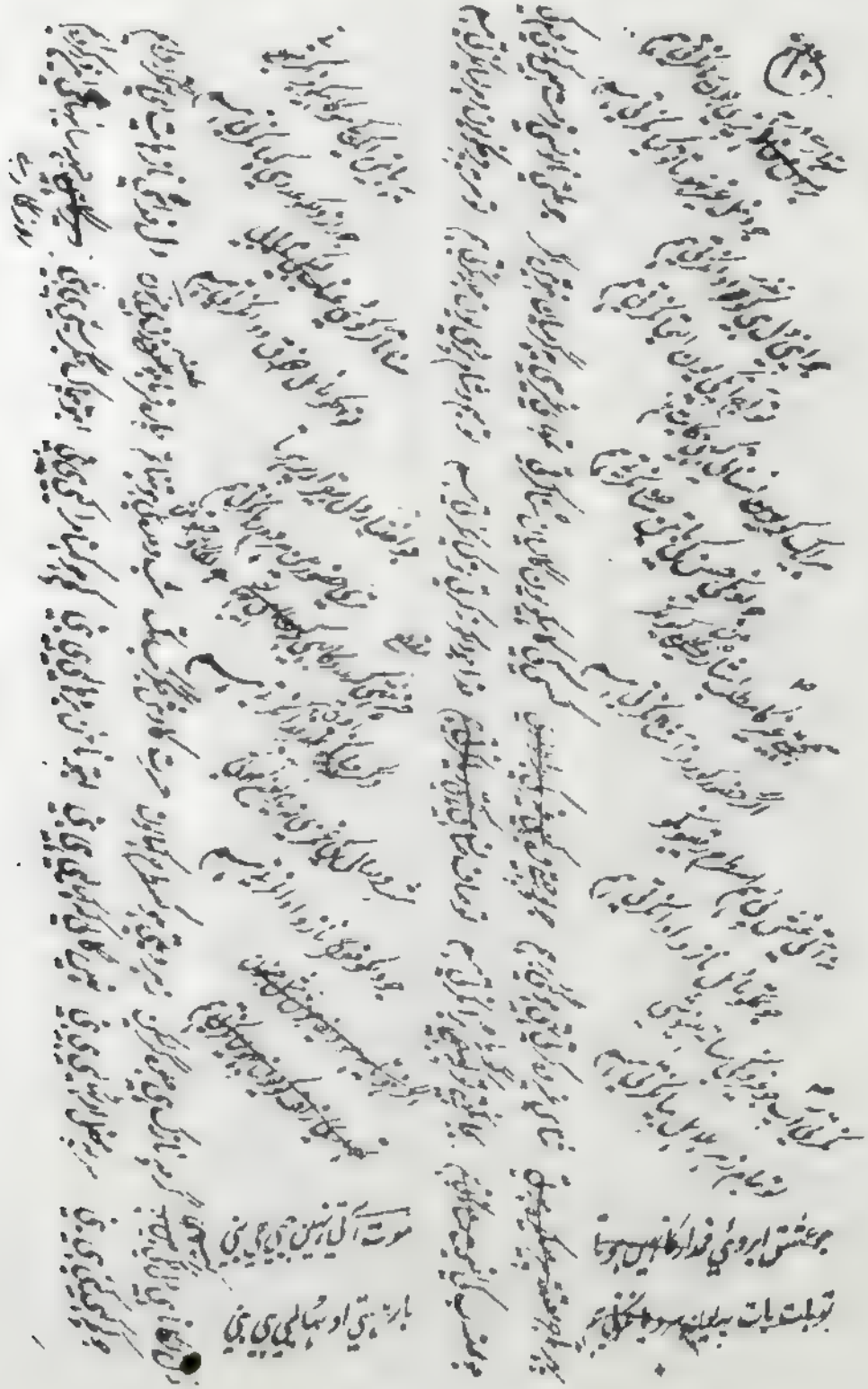

(۴)

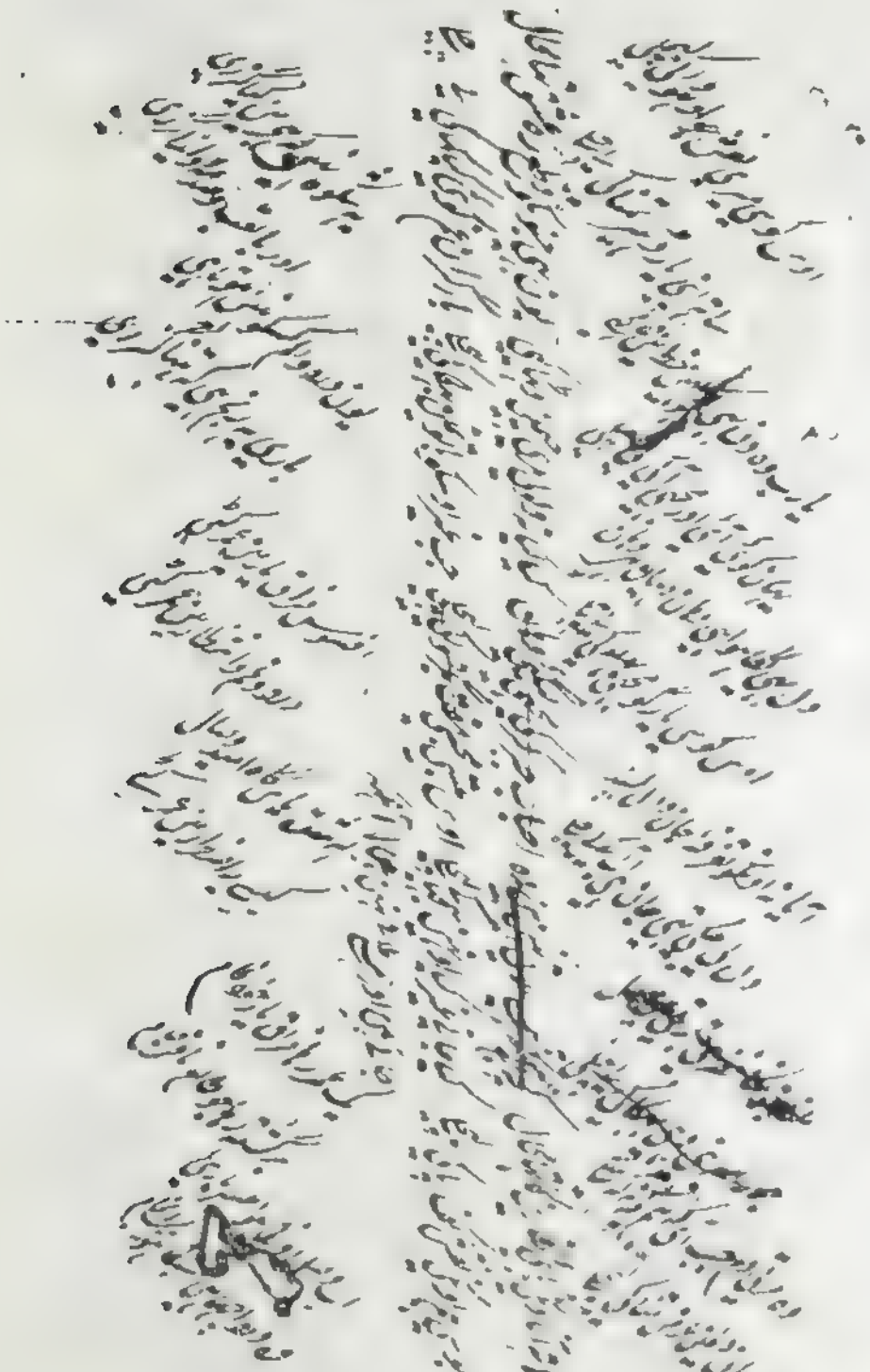

(۵)

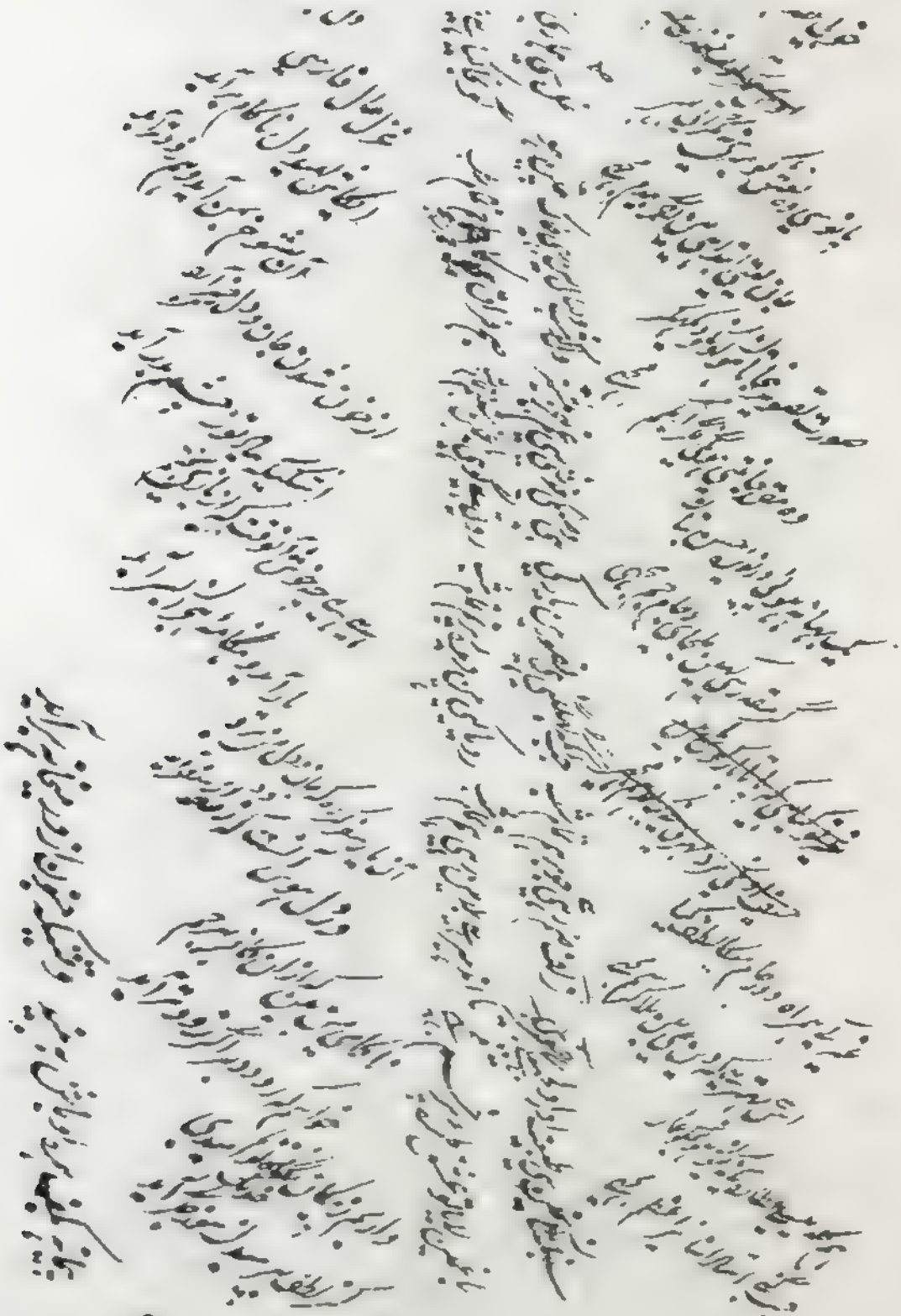

(۶)

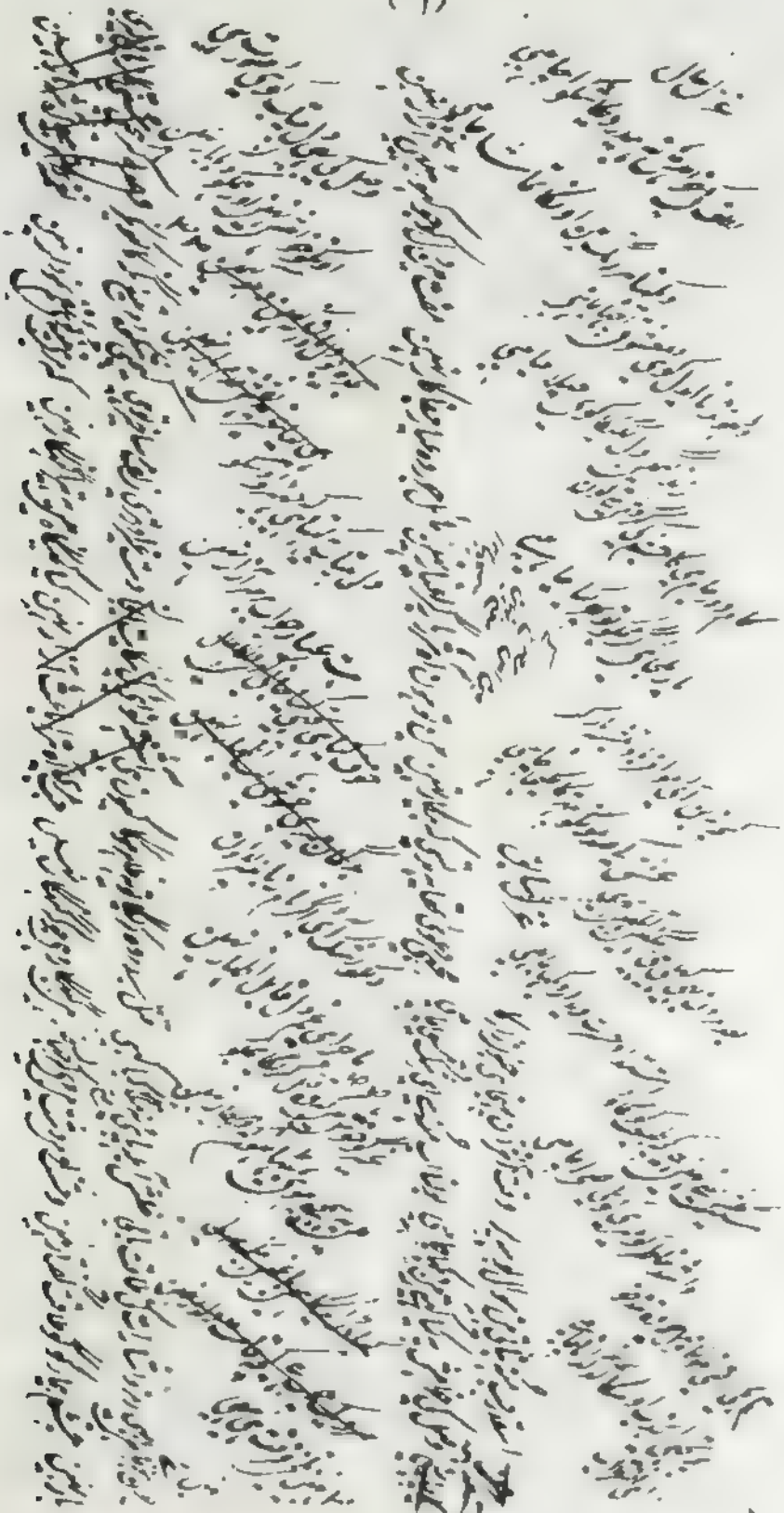

(۷)

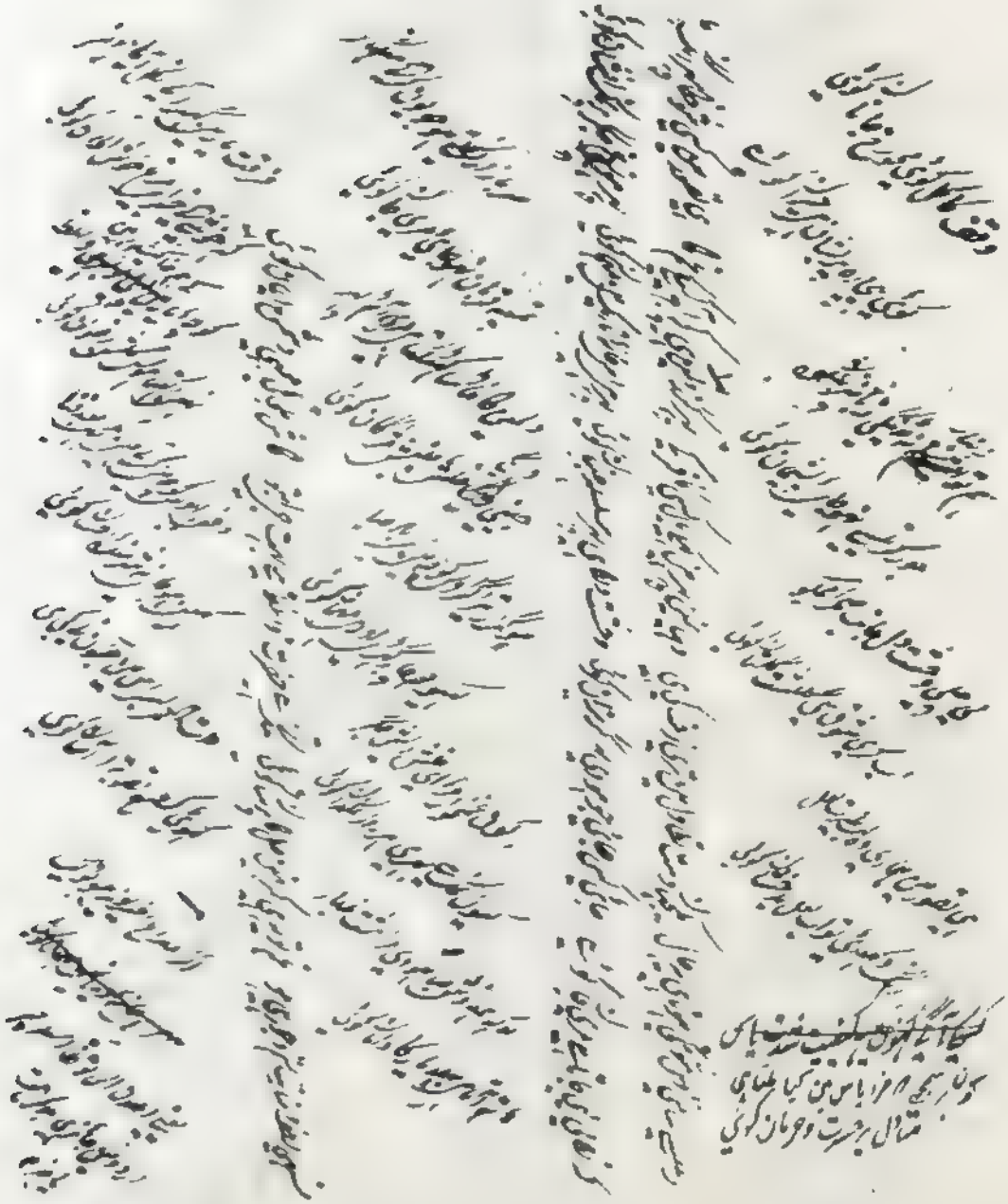

(۸)

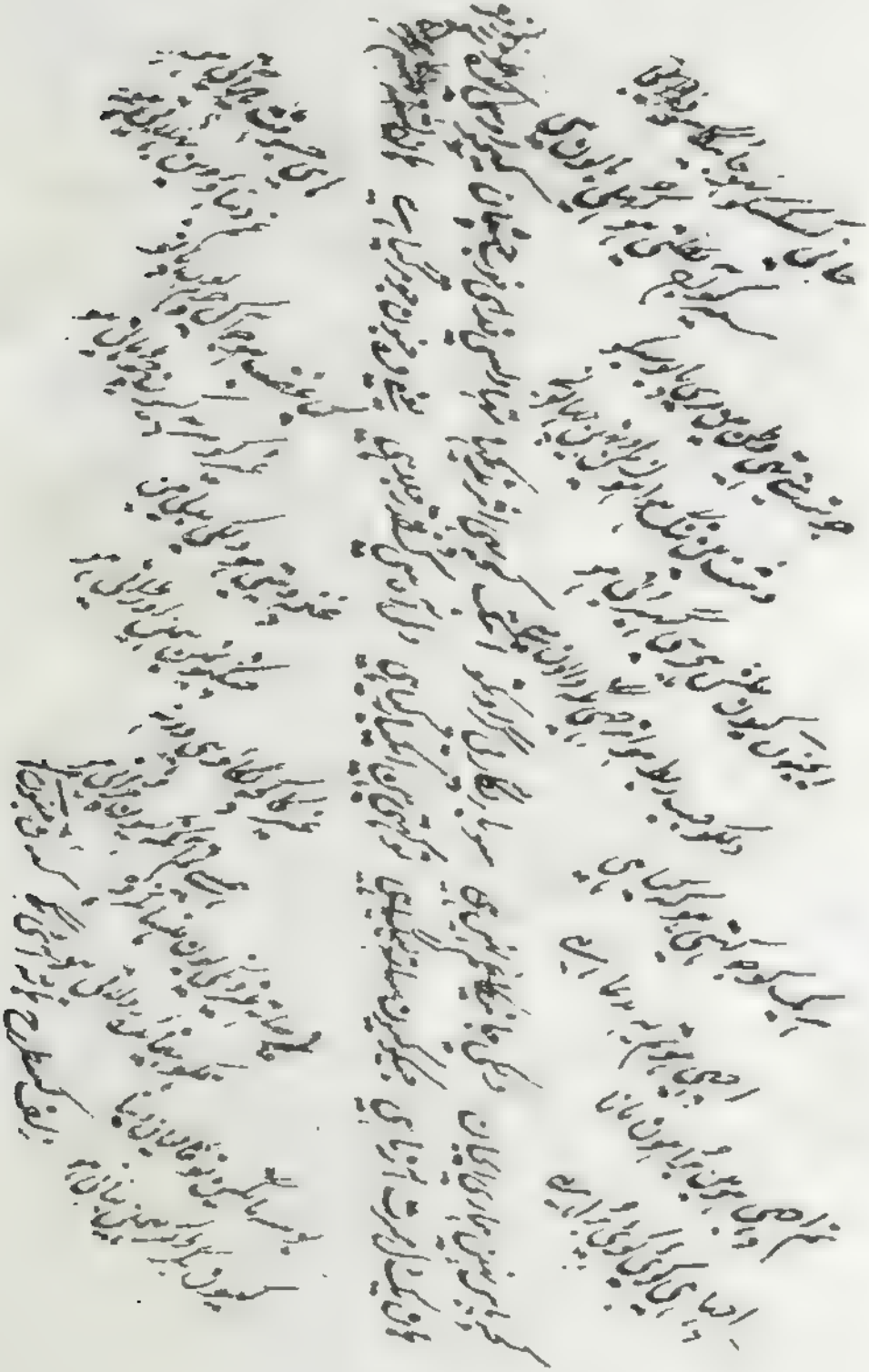

(۹)

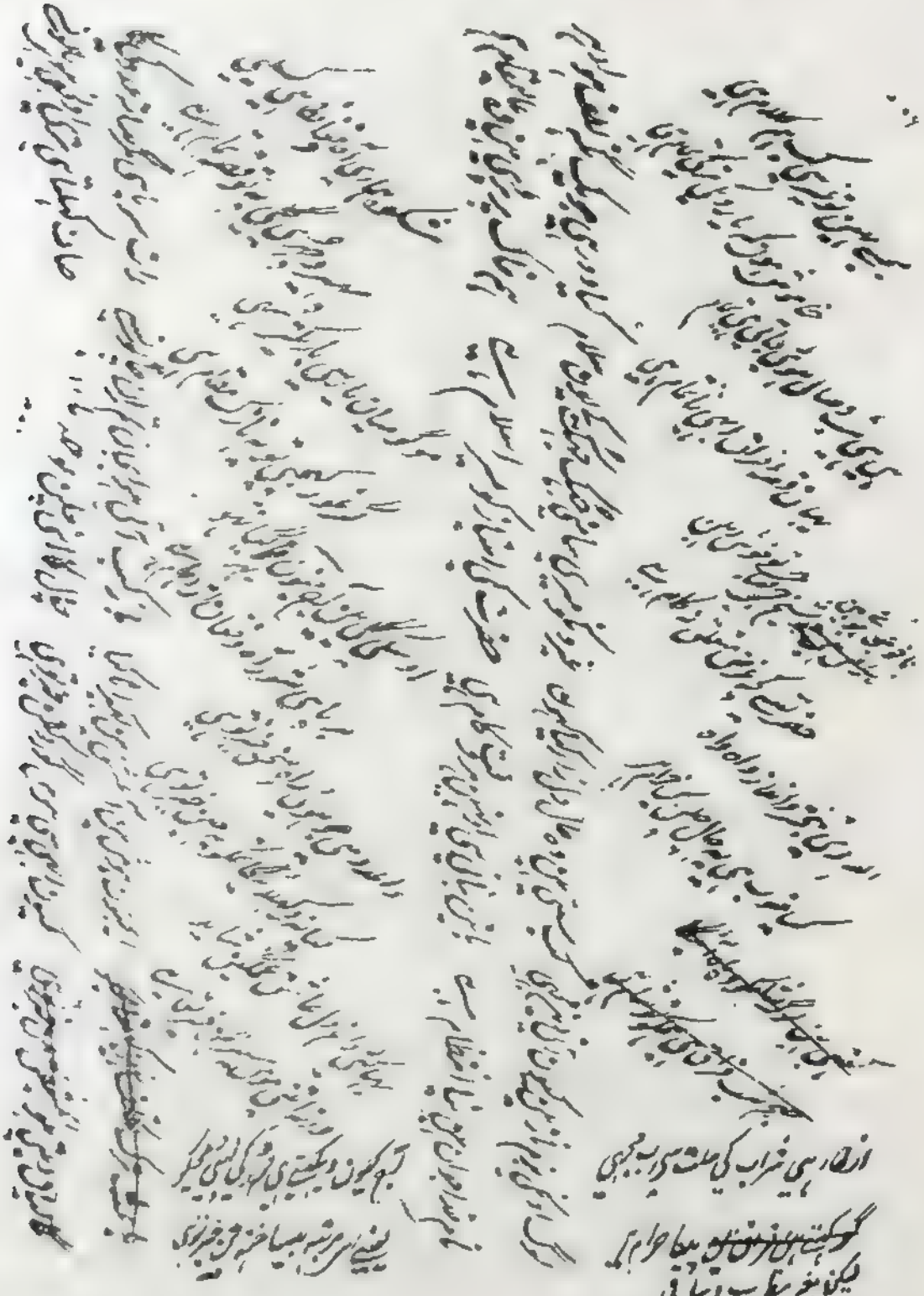

(۱۰)

(۱۱)

(۱۲)

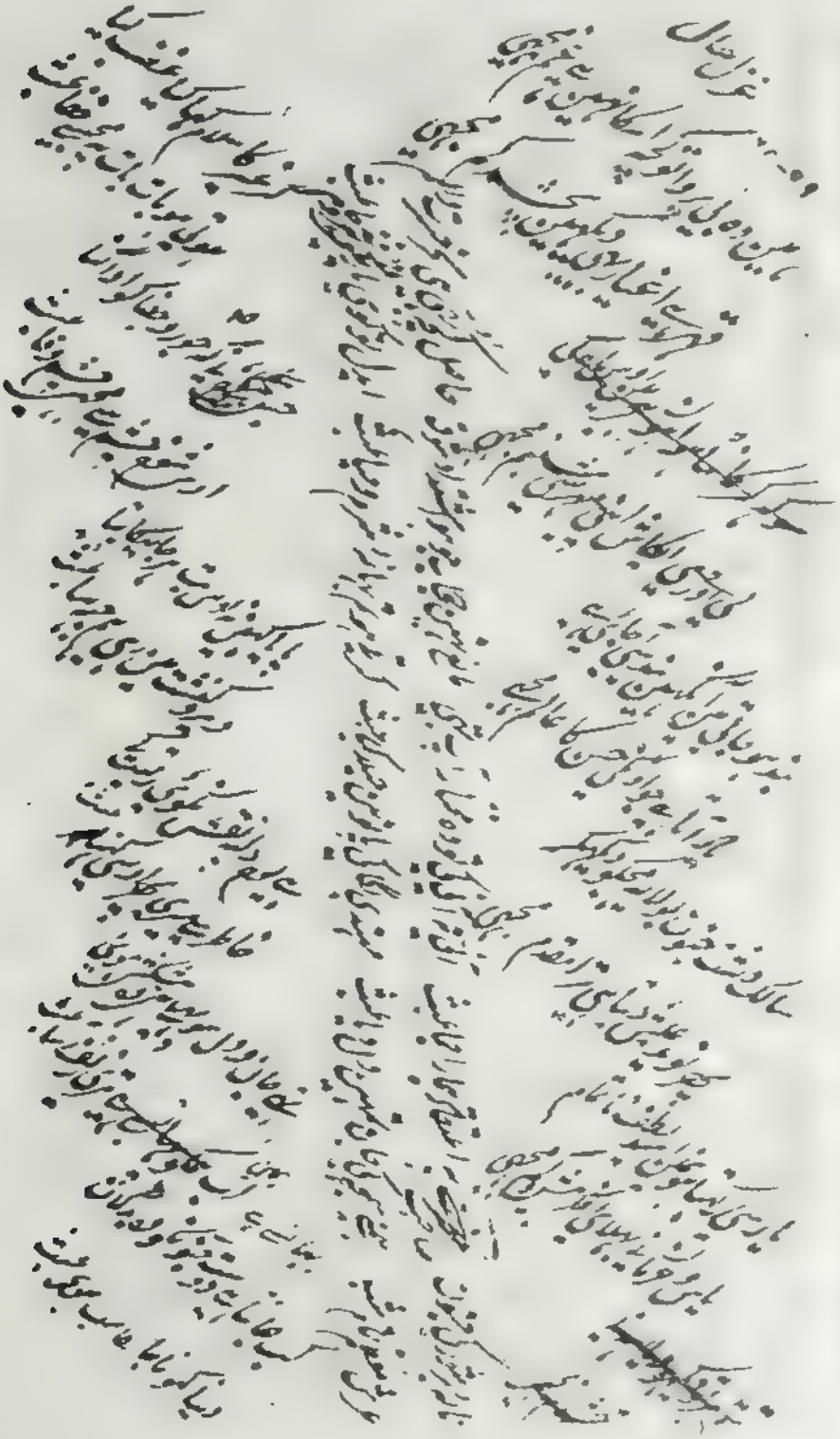

(۱۳)

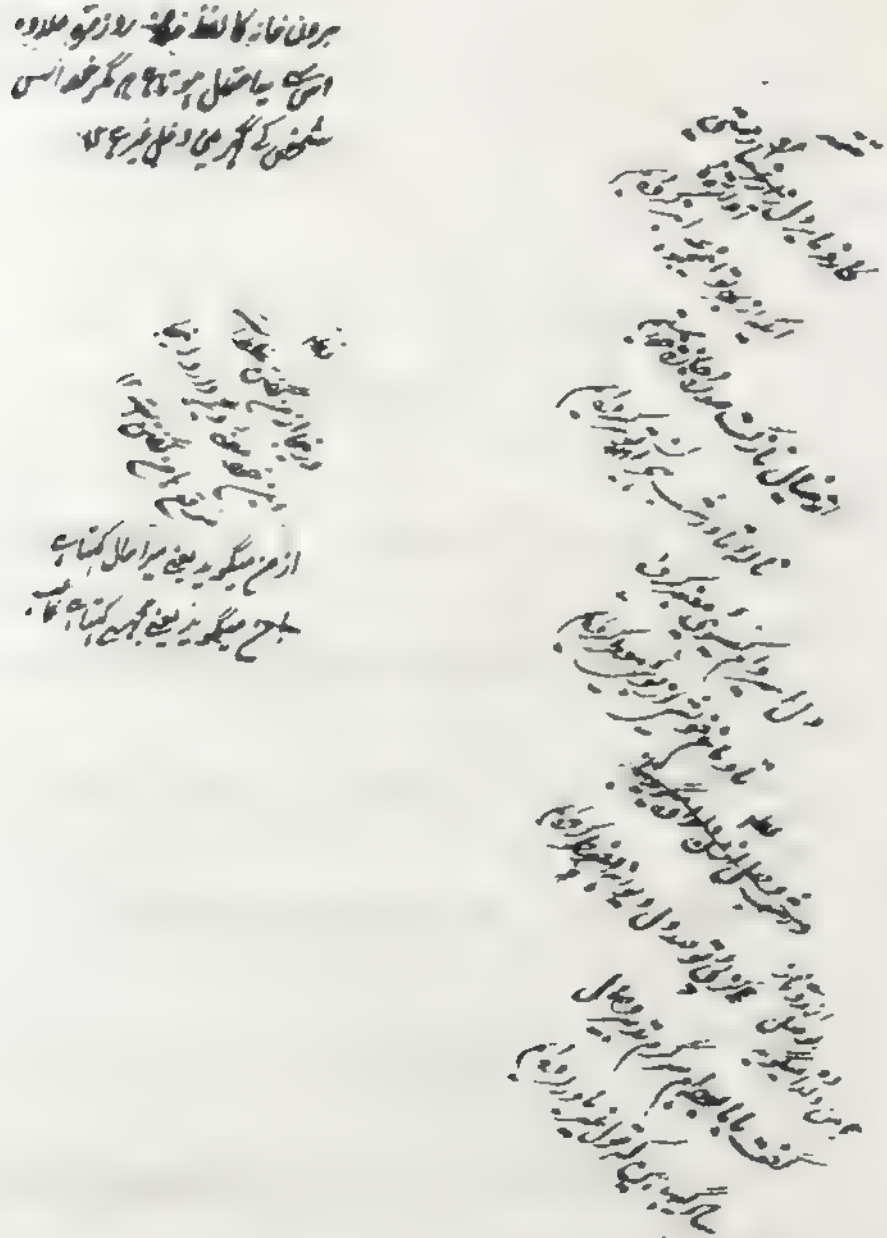

(۱۲)

(۲)

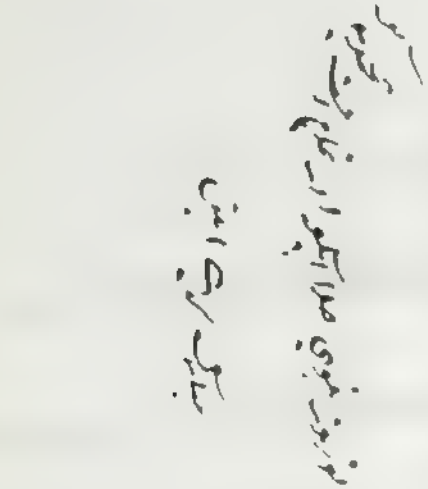

ہون
حیدرآباد مقرر کیا جائیگا اور کسی کو کیا کسی وقت غیر حاضر ہو جانا ممکن ہو جائیگا — ابھی ہمیں سنتے رہے
سے
کہ اوسکا رکھنا کا ہماری اخبار میں بھی چھاپنا مناسب ہوگا یا نہیں اگر موجودہ سمجھے اصول غلط کی رائے ہی
شفق موجود
کلیوانی
تو ہمارا گمان یہی خیال ہے کہ ہماری اخبار میں چھپنی بھی اوسکی قوت کم ہو جائیگی اور آپ سمجھیں گی ہماری
پہنچا
کہنا سچ ہے — ہمیں نہایت افسوس ہوا کہ سوسیٹی کا اخبار اسکی پاس نہیں پہنچا اور ہمیں اسکے دیکھنے کا
اسکی
بدقسمتی اسکی قسمت میں روانہ ہوتا رہی اور ہم بھی بہر نوعی کم بھیجنا اسکے
اسکی
بھیجا کرینگا اور اس پرچہ میں کوئی مضامین ہمارے بھی ہوں گے مدرسۃ العلوم کے متعلق

آمرزی فضیلت احمد سے منجب کر دشتی نوکر) چلتا ہے — مری بیٹی حاوید باقل بہت کمزور ہے
ایک ہفتہ ہوا کہ دردِ بن سنت ہوئی تھی تب سے سنت بری تکلیف) بیکار رہتا ہے بہت نحیف ہے کمزور
ہے
حج بیچ ایک جلد سفر نامہ مجاب کی مدت ایک مدت میں روانہ کی ہے اس نذر کی قبول فرمائیں
تمکو عزت اور بڑی دلکو خوشی بخشی (اسلام) کہا

(۳)

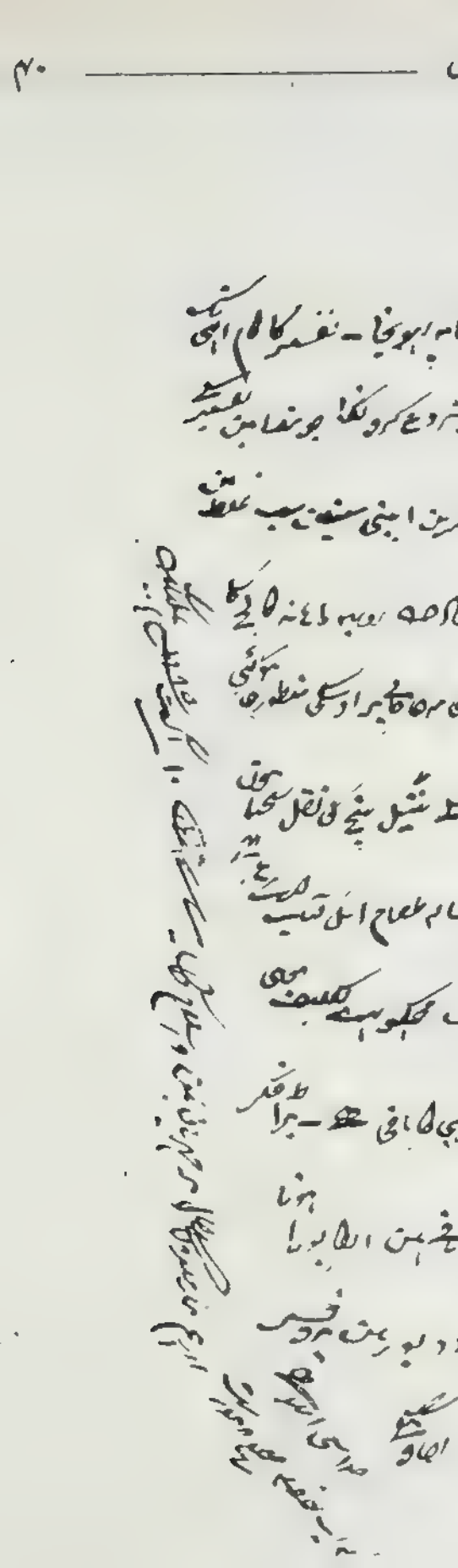

۱۵ اگست ۱۸۹۶ء علیگڑھ مدرسۃ العلوم

والد جناب عنایت نامہ مع دو جلد بجواز تعلیم مذہبی کے پہنچا۔
اور میں نے کل احیان کی حالت میں اُسکو پڑھا۔ سرکاری مدرسوں
یا کالجوں میں تعلیم مذہبی شامل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ
بظاہر خیال میں نہیں آتا جو آپ نے تجویز فرمایا ہے اور جانتک کہ
میں خیال کر سکتا ہوں گورنمنٹ کو اسکے منظور کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا
گورنمنٹ کو میرے نزدیک جب سے کہ نیشنل کانگریس کا غلغلہ ہندوستان
میں ہوا ہے ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم دینے کا زیادہ خیال
ہو گیا ہے اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو گورنمنٹ ایسی تجویز کو بہت
غنیمت سمجھیگی اور اُسکو خوشی سے منظور کریگی لیکن جیسا کہ
آپ نے خود آخر میں لکھا ہے مسلمانوں سے بہت ہی کم توقع ہے
کہ وہ یہ دردِ سر گوارا فرماویں اور مذہبی تعلیم کے انتظام کے
لئے کمیٹیاں منعقد کریں اور ہر ایک کمیٹی اپنے ذمہ ضروری پوری

اور اگر نہیں — رہی یہ بات کہ اس اقل قلیل وقت میں جو مذہبی تعلیم دی جائیگی آیا وہ اُن خرابیوں کا انسداد کر سکے گی یا نہیں جو انگریزی تعلیم سے متصور ہیں اسکی مجھکو بڑی امید نہیں لیکن بہرحال اگر آپ کی حسن سعی سے یہ تدبیر چل نکلے تو نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے اور تعلیم مذہبی کے ساتھ نماز روزہ کی پابندی کا انتظام کرنا بھی نہایت ضرور ہے بلکہ اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو صرف پانچ وقت کی نماز کا التزام اُس محدود مذہبی تعلیم سے زیادہ مفید ہے اور محمڈن کالج میں اب تک جو کچھ مذہب کے متعلق کوشش عمدہ انتظام کیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ یہاں کے طالب علموں کو نماز کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے — امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیریت ہونگے زیادہ نیاز خاکسار نیازمند

الطاف حسین حالی

۱۶ اکتوبر

جناب مخدوم و مکرم

بعد سلام و تحیت

اس خوش ہے کہ گورنمنٹ ۔ ندوۃ العلما کی بنا صدر ہے کافی طور سے
واقف ہو گئی۔ ایک یادداشت طیار کی گئی ہے۔ انشاء اللہ گزرنے
ترجمہ ہو کر۔ ارکان کے دستخط سے گورنمنٹ کے پاس بھیجا جائیگا۔
اسلئے انشاء سودہ آپکی خدمت میں ارسال ہے آپکی رائے میں جہاں
کوئی امر مناسب نہ ہو اسکی اصلاح فرما دیجئے۔ یا اگر آپکی رائے میں انشاء بالکل
بالکل بدلنے کے قابل ہو تو آپکو تبدیلی کا بھی اختیار ہے (الخ)

محمد علی ناظم ندوۃ العلماء

بقلم شبلی نعمانی
از دفتر ندوۃ العلماء

ہوالمستعان

نواب صاحب عالی جناب تسلیم

بہ تو میں جانتا ہوں کہ جب سلطنت کا کام ہو تو فرصت کہاں

مگر کیا کروں کہ آپ دریائے فیض اور میں تشنہ مراد اگرچہ آپ کی

تشریف آوری میں میرا فخر و آبروئے برج کار سرکار اور رضی و رحمت کا

کیا علاج مگر خاطر ہو ناخرور اور عرض مطالب ضرور تر متفکر ہوں

کیا کروں حیدر آباد داغ کا آنا اور جانا اور پھر آنا نہایت

دشواری سے ہوا ہے جو مجبوری واپسی لگی ہے مبادا کہ خالی قیام میں رنجش

زیادہ تر ہو دور رکھیں اندیشہ مند اس سبب سے ہوں کہ ہنوز نا بلد ہوں

اہل بلدہ کی طبائع سے سیاد آکہ کوئی امر خلاف مدارت سامنی ہو کر
مضر ہو آپکا خلوص منفعانہ کشاں کشاں لدیا ہے ہ بت بے پیانہ سے
اب بی محروم نہ ہو عند اللہ تو اسیقدر مختصر عرض کرتا ہو مرا یہ
ادا لیگا سری کثرت کثیر باعث ملامت کثیر وضرری زیادہ کیا ہو
ہر ہر کارعالی وقار کا امیدوار ہو کسی غرض نہیں رہی اگر حکم ہو
رزق تو اگر زنگہ سے مقرر ہو تا تہا جہ انخاص بلکہ ہر اصحاب ورری
جو زمانہ قلیل میں آپکے وجود سے دستگیری دائمی ہو ہی یہ آفتاب
ابد ابو ہر روشن زمانہ شہرہ دم تو یا یہ خوشی کہ تو دلی حاکمی
رہا ہو رام حضور کا فرمانے کا ہم

ملتمس
داغ دہلوی

۱۰۰

محب و نورزد السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته - نامهٔ محبت آمیز مورخه سوم بیستم مصحوب مرا
اورقند کابل بسیار بسیار مسرور ساخت بسیار بسیار ممنونم از اظهار عنایت و محبت اومیدوارم که
همیشه از تکلیف فدائی خود دریغ نفرمائید و همیشه مرا بیاد خود داشته باشید بسیار بسیار
آرزومندم که شما را در کابل ببینم و از نزدیک از احوال شما مستحضر شوم و با شما صحبت
بدارم اگر ممکن باشد که شما بکابل تشریف آورید بسیار خوب است و اگر نه من بقندهار
خواهم آمد و شما را ملاقات خواهم کرد - بسیار بسیار ممنونم از اینکه چند سطر از احوال خود
مرقوم داشته اید - بسیار بسیار آرزومندم که شما را ببینم - بسیار بسیار مشتاقم که شما را ملاقات
کنم

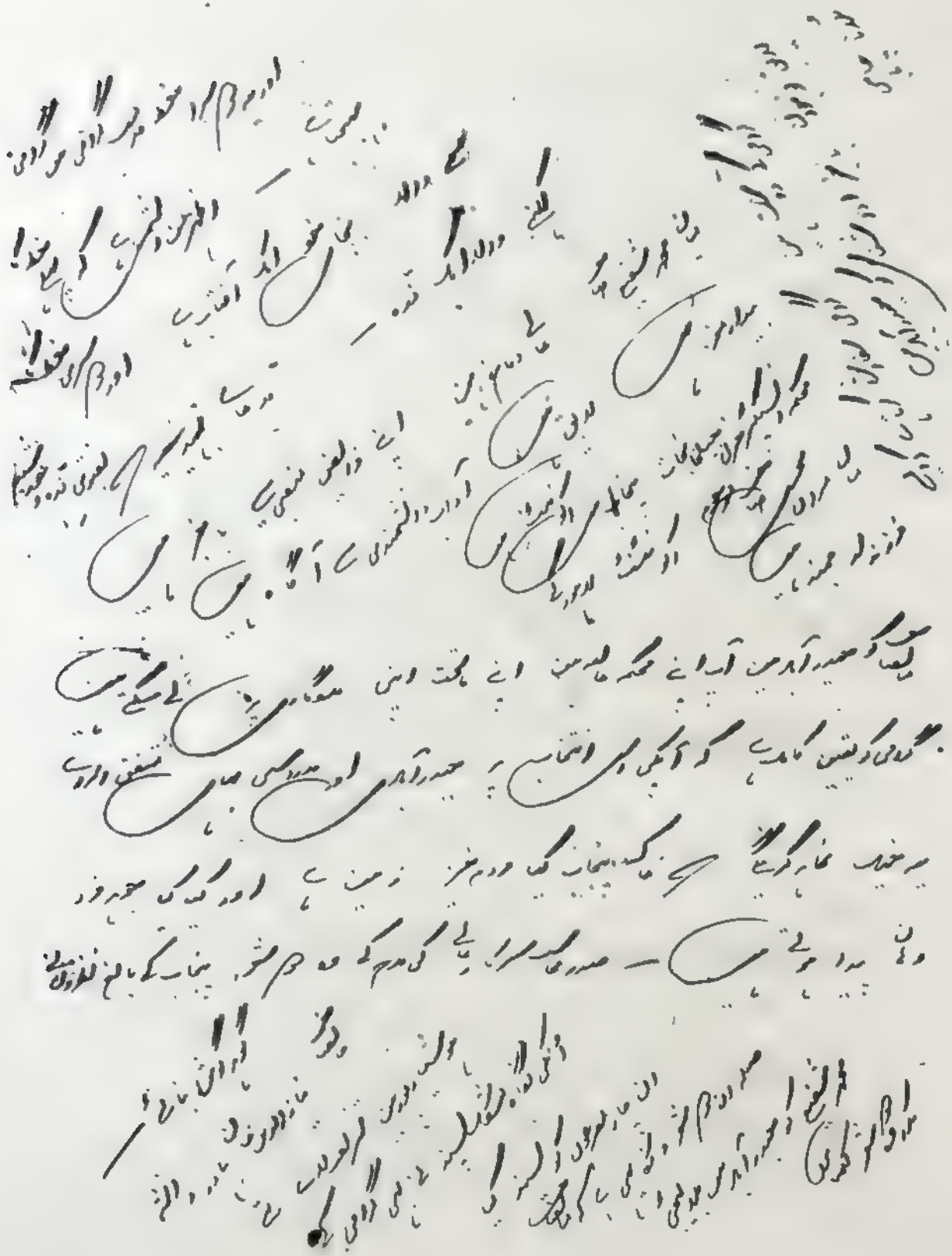

۱۵ مارچ

خیریت ہے۔ تمہارا خط نہ آنے اور تار کے بھیجنے
سے سخت تشویش ہوئی۔ خط کے نہ آنے پر آپ کی محبت
کی تحریر کا بہت انتظار تھا اور اب خود علیگیٹ
آکر اس کا شکریہ ادا کریں گا۔

میں آج ہی چلا آیا تھا مگر سرکار نے ہمارا کارڈ رد
کر دیا۔ آج نفیسہ کو ساتھ لے کر جو بنگلو پیٹ پر
جا رہی ہے اس میں شریک ہو۔ کل تمام دن یہاں ہوں

بہت ممکن ہے کہ آپ کے واقعات پر
حکام سے گفتگو ہو۔ اگر مناسب سمجھا، تو اتوار یا
آنے سے اتوار کو جائے۔ اور اگر چوہدری اعلیٰ کمیشن
تاخوشگوار، میری شہادت دے سکو گے۔ اس عرصہ میں اور
شہادتیں بھی دی جا چکی ہوں گی جس سے معلوم ہو گا کہ
کس کس طور پر زیادتی روا رکھی جا رہی ہے۔
لیکن اگر صلح ہو تو میں کل صبح ہی روانہ ہو جاؤں
کل ہی تار دیا تھا اور شاید جواب بھی بھیج دیا ہو۔
اگر ضرورت معلوم ہو تو آپ یا مولوی
ہر لیڈ نیشنل کمیشن مولانا تار دیں یا مفتی

ارشاد ہے کانسٹیٹیوشن کو جلد مرتب کیا جائے۔ سرکار خود آج ہی
جہاز سے کوہاٹ جا رہی ہے۔ اور کمیٹی صرف [illegible] روداد سنے دیر کا بابت
اور کانسٹیٹیوشن کے متعلق رائے مانگنا ہی ہوگا۔ سو کانسٹیوشن
اگر ہمیں کا دیسے کیا جائیگا۔ اور جہاز کمیٹی کو علیحدہ مترجم
قبل بلدنا ہے تاکہ خود وہ سوچ کر اپنی رائے لکھا رہیں

کیا میں وہیں ابھی دل کی بات عرض کر دوں
ترجمہ ہونے والا ہے ہنسنے کی کیا کمی ہے

امید ہے آپ توقع پر پورے اتریں گے۔ خدا آپکا حامی و ناصر
رہے گا۔ آپکی تمام آرزوئیں

آپکا غریب نواز
محمد علی

N.M.1964.291/3

الله اکبر

Tele Address Khilafat
Telephone No. 41708

Khilafat House
LOVE LANE
BOMBAY 10

KHILAFAT

فرول باغ
۱۲ روبرو ۲۵

برادرم السلام علیکم

حامل ہذا محسن احمد میرے سکریٹری حبیب احمد ندوی کا بھائی ہے علیگڑھ کالج میں داخل ہونا چاہتا ہے درخواست دیدی ہے امید ہے کہ آپ اُنکی طرف خاص توجہ کریں گے اور محدود درجہ معاشی ہر بھی نظر رکھتے ہوئے داخلہ و زمانہ تعلیم میں سہولت پیدا کرنے میں دریغ نہ کریں گے۔ میں ہم دونوں کو دلی سے عقیدہ رکھتا ہوں تمام شعلہ جلد جاوں گا رسید زبانی کہنے کا موقع نہ ملا مگر شما ورنہ زبانی کہدیتا رعجب اتفاق ہے کہ جب میں ایسے ہی کی کوشش کرتا ہوں تو آپ بھی کرتے اور جب آپ دعوت دیتے ہیں تو میں زبانی کوشش کے باوجود نہیں بھیجتا مجھے افسوس ہے۔ الگا رہا ہوں

شوکت علی
خادم لیم

بسم الله الرحمن الرحيم

سيدي عمر الله ناديك واسبغ على محبيك اياديك وظهر بعافيتك
وشفي الله المرضى بفكك المبارك ولا اراك مكروها طول عمرك
الطويل فحسن تحيته وتلقي عليا نظارك امين

بعد ما يجب اهدائه من سلام وتقبيل تلك الايدي العظام
نعرض على مسامح مولانا اننا لانزال نتابع الدعاء له ولابنه
واخيه نسئل الله الاجابة ولا يخفى سعادتكم ان الدكتور
رشيد الدين قد سافر منا بذا للرئيس لهنات صدرت منه
فوجه النواب علي شاه الله توبيخا حتى ان يضرب تلك
الليلة تلغرافا الى الكنتر ثم اصبح متأهبا فاذا يوم انا اصاحب مسافر
وانا انما اشرت الى بعض القصة وتفصيلها قد اتاك من
اراكين الدولة هذا والسلام على كافة من لديكم من محمد طيب
٢٢ محرم ١٣١٩ سنه

۱

۲ مئی چہارشنبہ

عریضہ مشفقت

آج میں گلبرگہ میں ہوں جی شاد آیا ہوں دن بھر رہوں گا
رات کو بھی رہوں گا کل صبح سوار ہو کر شاد کو انشاء اللہ
حیدرآباد پہونچوں گا۔ سید محمد علی حسن کو تار دیدیا ہے گلبرگہ
حیدرآباد کی عمدہ ترین سواری کا انتظام کرے گا اسلئے آپ
رہ جائیے کل سب حیدرآباد سے تار پر پہونچنے کی خبر دونگا

والسلام
خاکسار
مشتاق حسین

دہلی ۹ دسمبر ۴۸ء

عزیزی تمہارا خط ملا تم نے جو خیالات
ظاہر کیے ہیں ان سے مجھے خوشی ہوئی
لیکن میں سمجھتا ہوں اگر تمہارے خاندان
کے بزرگ پاکستان جا رہے ہیں تو تمہیں
ان سے الگ نہیں ہونا چاہیے۔ تم لاہور
یا کراچی میں اپنی تعلیم بہتر طریقے سے جاری
رکھ سکو گے۔ والسلام

ابوالکلام

Dr Abria College Hospital
Delhi
18/1/1926.

Dear Dr. Keane,

Zamarrat Bi, is a patient in whom Hakim Ajmal Khan sahib is very much interested, as she is connected as an old retainer of his family. On his advice I am writing this to you & request you to kindly examine this poor woman & let us know what is the nature of this growth she has got & what is your advice. If an operation is advised would you be able to take her in the hospital & do the needful. She is a very very poor patient.

With kind regards Yours sincerely
M. A. Ansari

Honorary Secretary's Office,
M. A. O. COLLEGE,
Aligarh, ... 190

بخشنده سوا نویجن تب

گرفن و نخوردی

بین بدل و بگا شکریه او اگر تاهون که آنی بیرش کرعلی ص

کی بدردان ذاکر از کو ایک بدت کی مصیبت سے نجات دی

بے بہ فرده اسی وقت معلم ہا او بین آ بے کیچ غرض کا ہون

اجو کچ سلسلے ہے اپنی شہ نبی جا گا تا وہ بالکل دم دگا۔

خدا اگر دگا از دگا قطع

گرامی

محمود ی مکتب

مخلص مکرم ... والا نامہ ملا ... اسے میں اپنے خوش نصیبی
اس منہ میں خاک دل اعتراض میں
(۱) حور کے دانوں سے زلف کس سنوارے گا؟
(۲) بچو کو فاعل یا فعلن سے فاعل ہی کون؟ اسلام کا کامل رہنما کون،
ج ۱ اسلام کی زلف اسی کو نسبت ہے انہ ہیں ہے نمبر کا صحیح
کیسے ہو سکتا ہے
ج ۲ اسی کی خاص نسبت صرف مفعولن ہے فاعلن سے نسبت نہیں ہے
یہ مراد مسعود کیسے ہو سکتی ہے۔ یا اسلام فاعل یا کر
مشرکین کفر کی اکثریت لگا سکتا ہے اور فاعل یا رہنما کی مفعولن ہی ہو سکتی ہے
مترجم ان کی کوشش یہ عام بچوں کی طرح سمجھ سکتا ہے اور کونسی مصلوح ہے
تمام اضلاع خوش الحادت ہیں۔ اس مضمون کو اسی عبارت میں واضح کیا
لکھئے — آشفتہ سے خط کھوانے کی محنت نہ لیں آپ اپنے مضمون کو
زیادہ سے زیادہ اور صاف کر لیں آشفتہ یہاں نہیں رہتے
لکھوا دیتا جو کچھ علمی مضمون اسلئے آپ کا کام ہے اچھا تو زیادہ
خوف اگر ہو تو کسی دوسرے سے دیکھ لیں آپ کا مضمون جو کچھ
ہوگا تو میرے لئے ہے

عزیز

کیمپ فرید پور
ضلع بریلی
مورخہ ۲۲ اکتوبر

مکرمی نبیرہ تسلیم -

محبت نامہ موصول ہوا - میں محجوب ہوں کہ آپ میری وجہ سے ایسے الفاظ اپنی نسبت تحریر فرمائیں - مجھے سخت ندامت ہے - آپکا اظہار ندامت آپکے حسن اخلاق کی دلیل ہے - میں آجکل دورہ پر ہوں اور ۱۵ جنوری تک بریلی واپس جاؤنگا - اغلب ہے کہ فروری میں میں لکھنؤ حاضر ہوں - چیزے اللہ ع دوں اور درد دولت پر حاضر ہوں گا - آپکی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے معیار کے پرچوں کی ضرورت تھی - اگر عارضیاً مل جائیں تو میں ممنون ہوں گا - نیز استانہ ہرود (شملہ پہیر - سودا - مصحفی - انشا - ناسخ - حسن وغیرہ کی تصاویر کی نادر کشی درکار ہے اگر آپکے علم میں ہوں یا جو صاحب مجھے میری امداد کر سکتے ہوں تو آپکی عنایت سمجھے مطلع کیا جائے - باعث شکریہ ہوگا -

آپکی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں - آپکی ذوات و مشغولیات کا خیال ہے اور جشنامہ اگر نازکریں اتنا تھوڑا ہے -

نیاز مند
رام بابو سکسینہ

میری پیاری آزاد ـ ریاض خود کو خبث نصیب عرف آپکی وجہ سے کہتا ہے

خدا کرے ایسا ہی ہو ـ آپ میری تعریف میں ـ اگر میرا یہ شعر پڑھ دیں گے تو مجھی ندامت ہوگی

واعظ ہی خراب نوشش خلد بالکل یہ مستحق خبثی ہے ۔

خبث میں مجھے پہنچا کر دنیا خدمت انجام دی ہے ۔ اب تھوڑی سے دنیا بھی بنا دیجئے

آپ نے خط میں تحریر فرمایا کہ عالی جناب کنور کرشن چندر تاب نے آپ کی مدح کی

اسکم گرامی پر وہاں مدح ترقیم دعایہ کا ضمن تحریر کیا ہے بالکل

کہ ممدوح کا اسکم گرامی تمام خرابیوں سے مبرا نہیں ہو ۔ ممدوح کا اسکم گرامی بالضرور اس سے خالص ہونا

چاہئے ۔ لیکن میں زیادہ کی تکلیف دینا نہیں چاہتا ۔ اسکو کہ خاتمہ پر ہے ریاست ہزار ہا خوبیوں کی

پردہ پوشی فرمائی ہے ۔ یہ مرحلہ نہیں طے ہو سکتا ہے کہ آپ میرا یہ نیا نامہ حضور میں پیش کریں ممدوح

کو اس حد روزن رقم خود نجھ فرمائیں ۔ ریاض سے کہہ دیجئے کہ قدیم کی عادت کچھ نہیں گئی آئندہ یا بالکل بالکل

راقم

بندہ ریاض طبیعت میر صاحب عرف ریاض آپ کو کچھ نہیں جانتا ہے

مکان ۔ دفتر مرقع ۔ خیرآباد کلہنور ۔ ۱۵ فروری ۱۹۶۶ء

دارالمصنفین اعظم گڈھ — مورخہ ۲۳ — سنہ ۱۹۳۹ء

مکرم — السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ جون کا جواب ۲۳ جولائی کو دینا ہرچند آپ کے اخلاق سے دور ہے، مگر چند سال سے یہ عادت ہے کہ ڈھائی مہینے مگر مہینوں تک کسی کو رد و بدل کرنے جو نہ دن جدید کی رعنائیوں سے خالی ہو، چنانچہ ہم مئی سے ۱۵ جولائی تک دہلی میں رہے اس اثنا میں عنایت نامہ آیا۔

مشرقی صاحب کے تذکرہ پر تبصرہ میں نے لکھا تھا، جو ضمیمہ اس میں چھپا تھا، اور شذرہ میں مولانا قاسمی صاحب چند رسالوں کے ساتھ اس مضمون کو بھی چھاپا ہے، ان سے طلب فرمائیے، میرے پاس نہیں ہے یہ صاحب سرسید سے بھی آگے ہیں، اور ہم از قسم تذکرہ کا فلسفہ ایسی جہالت کی بنیاد پر قائم ہے، جہاں ڈھائی ہزار مسجد اور مسلمان خلافت فرض ہے، باقی مسلمانوں کی عسکری تنظیم کے لئے سے ہمیں انہیں، سطح زمین سے کٹ سکتا ہے، کہ اسمیں قوت پیدا کرنے کوئی تنظیمی قوت جو غیر مسلم اداری عسکریت پر مبنی ہو بیحد ضروری ہے،

۲۳ جولائی ۱۹۳۹ء — والسلام — سید سلیمان

السلام علیکم - آپ کا دوستانہ خط پہنچ کر صدر اعظم کی - تقریر آپ
کی اخبار میں چھپ گئی ہے - آج کل ہم میں سے کسی قدر افسردگی پائی
جاتی ہے - اگر اخبار کی پالیسی میں ہو تو یہ دبی ہوئی آپ کو
نہیں ملیں گی - تو عنقریب مل جائیں گی -

نواب محمد حیات خاں صاحب کو آپ کا خط حوالہ پہنچا دیا ہے -
وہ جواب لکھنے شروع کر دیتے ہیں - اور یاد آوری کا شکریہ ادا کرتے ہیں -
مگر آپ نے جو نشان چاہا ہے کسی کو عنایت کرنا کی نسبت
فرمایا ہے - اگر نواب محمد اسحٰق خاں صاحب استعفیٰ پر مصر رہے - تو کسی کو توقع نہیں
ہو سکتی - نواب محمد حیات خاں صاحب ابھی کاروبار میں اچھی طرح منسلک نہیں -
کہ وہ کام چھوڑ دیں - آپ کو معلوم ہے پنجاب کی وزارت بڑی
[illegible] آخر میں [illegible] دوستانہ [illegible] دوستانہ [illegible] دوستانہ

میں زمینداری رکھتے ہیں۔ اور اور کئی جگہ کی ہے جو حوالہ نہ دیتے
ہوں گے۔ وہ جب تک ان سب کو خیر باد نہ کہہ دیں۔ ملگیدہ نہیں
ہو سکتے۔ اور اسقدر اشیاء رکھنا ناجائز کہا ہے۔ مگر
نواب صاحب کی نیت آپ خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔ وہ
بہت بہتر ہے ہیں۔

نواب محمد یحییٰ خاں صاحب نے محض للہ اسٹیٹ کا ذکر آنریبل
مسٹر ولاس سے جو گورنمنٹ ہند کی طرف سے آئے ہوئے تھے کیا ہے۔ انہوں
نے بہت افسوس ظاہر کیا۔ اور کہا کہ ہم ہرگز سرانسٹوی کمیشن
کے یہ قوت نہیں رکھتے۔ کہ وہ فیصلہ کی مخالفت کی ناراضگی
کا کچھ بھی اثر ہونے دیں۔ اور کہا کہ اگر گورنمنٹ اور انڈیا
کو نواب صاحب کی کچھ ناراضگی ہو۔ اس کی انکو
برداشت کرنا چاہیئے۔ اس لئے نواب صاحب کو اپنا کام
زور کے ساتھ اسٹیٹ کے لئے کرنا چاہیئے۔

زیادہ تر نیاز

عبدالقادر

جناب والد۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بسا غنیمت ہیں
ایک عریضہ بخدمت حضرت ارسال خدمت کیا ہوا
تھا جواب سے مشرف نہ ہوا۔ اب تو یہ خیال ہے
کہ اگر ارادہ جہاز سے شام کا ہو تو عازم کراچی
سے تشریف لائیں تو بہتر ہے بندگان

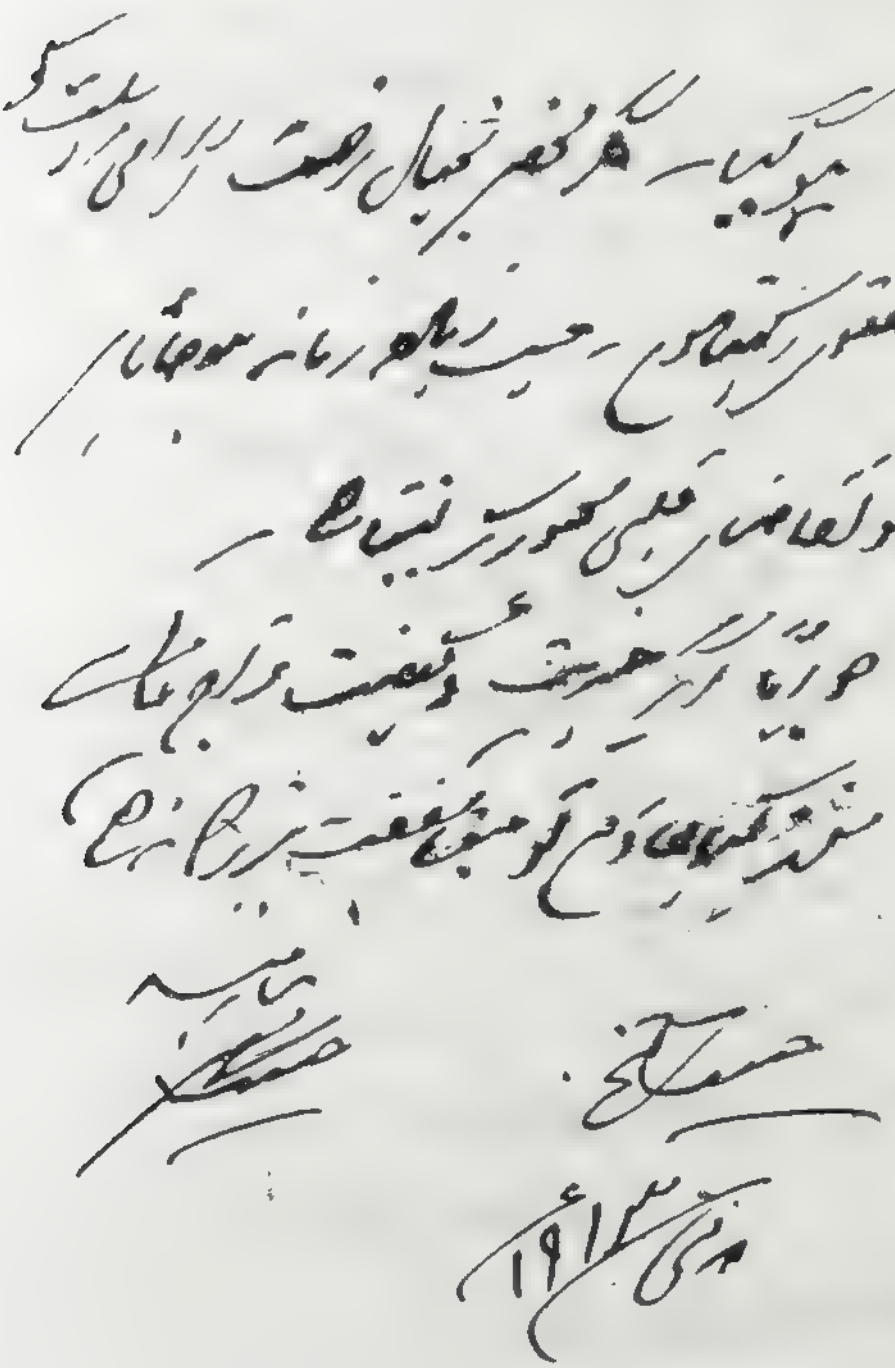

اورنگ آباد دکن
۳ جنوری

مخدومی و محترمی سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جس کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔
حقیقت یہ ہے کہ مجھے بہت مشکل ہے میں اپنے قصور کا
اعتراف کرتا ہوں اور اس پر نادم ہوں۔ اب نامہ اب
اردو آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا جائے گا۔
آپ نے اردو زبان کی جو خدمت کی ہے اس کی بدولت آپ کا
نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ایسے کارکن کم ہیں۔ امید ہے کہ آپ
ہم اس خلا کو محسوس نہ کرنے دیں گے۔
میں آپ کی خدمت میں ایک رسالہ سوانح اصلاحات

ہیں ۔ بلکہ کم ہے بغرض تنقید و اصلاح مدد خذ
فرمائیں اور بعد تامل دل کھول کر اپنی رائے دیجئے۔
میں نے اور چند احباب کی خدمت میں لغت مسودہ بھیجا ہے
یہ مقدمہ ہے کہ طبع کے پہلے اہل نظر اسے دیکھ لیں
جو تنقید یں وصول ہوگی انہیں میں ایک لطیف ہے
مفید ہوئے پیش کروں گا اور اس کو طبع کرایا
کیا جائے ۔ آپ کو جو الفاظ نامانوس معلوم ہوں
ان کی اطلاع دیجئے اور کوئی بہتر لفظ آپ تجویز
فرمائیں بہر کیف دیکھئے یہ بات ممکن ہے یا نہیں ۔ اور
جس کسی کو آپ اس کا قابل خیال فرمائیں تو اس کے نام
مسودہ بھیجئے یا جن صاحبوں کو آپ نے دیا ہے ان کے نام
بھی مسودہ بھیجا جائے ۔ مجھے اس کا
افسوس ہے کہ جن جن صاحبوں نے بھیجنے کا وعدہ کیا

انہوں نے بہت کم اس طرف توجہ کی۔ مجھے
امید ہے کہ جناب فرور اس نقصان کو تشنہ
نہ رہنے دیں گے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے
اگر موقع ملا تو ضرور حاضر ہوں گا۔

خاکسار

عبدالحق

NM.1966.97/73

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مشتاق حسین

بجواب عارض گزارش کہ مجھ کو ہر خوردار عزیز تر از جان
مولوی مشتاق احمد سلمہٗ کی تعلیم کے متعلق مذکورہ صدر
خدمات کا بجا لانا تہ دل سے منظور ہے۔
میں اپنے فرائض ایمانداری اور توجہ اور دلسوزی سے
انشاء اللہ تعالےٰ بجا لاؤں گا۔
لہٰذا اپنی رضامندی کی یہ تحریری اطلاع دیتا ہوں۔

Abdurrahman

نمبرین
خادم غفران
عبدالرحمٰن بجنوری (سہسوانی) بیرسٹرایٹ لا
بقلم خود

قبلہ و کعبہ من بعد لوازم عبودیت اظہر ۔ کتب تبافہ اللہ ضم

بریلی عنایت ارسال فرمادیں ۔ بہت جلد واپس کردونگا ان شاء اللہ ۔

اور ان دو رسالہ کے معنے ہیں جو مولوی صاحب سجھا کرتے ہیں ۔

بہت دن ہوئے حضور کو ورسالہ مشکوٰۃ الانوار کو نقل کی تھی ۔ وہ بہت غلط تھی

اور کسی تصحیح حتی المقدور کرلی گئی ہے ۔ اگر ایک حضور کو اور کہیں سے

نہ ملی ہو تو میں بھیجوں ۔ والسلام مع الاکرام

خبر ہو کہ حضور ایک رسالہ بشارات پر بھی تجدد فرمادیں

حضور کا خادم

ممتاز علی

۱۲ ایبٹ روڈ - لاہور ۔ ۱۰ مئی ۱۹۱۲ء

کرم فرما جناب حضرت قبلہ حاجی مولانا احمد علی صاحب شوق - آپ کا پرچہ [illegible] ہوا، خدا آپ کے مقاصد میں کامیاب کرے - ناظرین کی تعداد بھی خاصی ہے - میں آپ کے متعلق خدا کا شکر ہی ادا کر سکتا ہوں - آپ کے مضامین بہت عمدہ اور فکر انگیز ہوتے ہیں - آپ کے پرچہ کو کبھی نہیں بھولتا - یہ تو بچوں کا کام ہے کہ سانپ کی دوستی اور عقاب کی دشمنی - ہر کہ دانا رمز ما نامد خموش - آزاد مرحوم نے اس پر ہنس لیا ہے - آپ قبر میں ہیں کہ [illegible] اور خدا جانے تو دنیا میں گزشتہ خود مرزا ہادی صاحب رسوا کے متعلق کیا رائے رکھتا تھا - صفدر صاحب نے مجھے بھی فرمائش کی - مولوی محمد کو بھی خبر بھیج دی - اللہ کرے نکلتے ہی ہم بھی ہاتھ مار کر دیکھیں - حق یہ ہے کہ صفدر صاحب نے قابلیت کا حق ادا کیا ہے - بعونہ تعالیٰ میں آپ کا خط آنے کے ایک ہی دو دن بعد آپ کے خط کا جواب لکھ دیتا - مگر آپ کی باتوں کے غور کرنے کی وجہ سے [illegible] آپ کا خط سمجھتا - آپ تو دوسرے خط کا انتظار ہی کریں گے اور اس میں صفدر صاحب نے کیا کیا گل کھلائے ہیں - صفدر صاحب نے صحیح لکھا کہ ابوالارشاد فرنگی اور اکثر دوستوں حال اور بدحال میں وہ جواب کی نہ آنکھوں کو خاک کہتے ہیں سمجھتے ہیں - صفدر صاحب نے قابل داد محنت کی ہے تو کچھ اور نہیں تو ہنس سکتا - مرا ہی سا طبع ہے - آپ میں ہوا ہی ہوا ہے - صفدر صاحب کو خدا جزائے خیر دے - آپ کو اندازہ نہ تھا کہ نہیں معلوم ہیں - اگر سنے تو حیرت ہوگا - مگر ہاتھی چھپا ہاتھی ہے - آپ جہاں تک سمجھیں - وہ کہاں منشا منشا کہ ایک کتاب ہی لکھ ڈالے اور لکھ سکوں - مجھے ایک بات کی خوشی ہوئی کہ آپ نے مضمون کو [illegible] کے ارشاد پر ختم کیا ہے اور ہوا بھی ہے - واقعی ہے - مجھے اور کچھ نہیں آتا ہے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ کبھی نہیں جاتا - آپ ہی ایک خط لکھ کر - صفدر صاحب کے ابوالارشاد کو جواب کیا اچھا ہوا تھا - بے غرض اور بے غرض کا احساس ہی کیا - یہ مقصد ہو جاتا ہے - اسی کو تو ترجمان کا فلسفہ ہے - مگر صفدر صاحب کا طبع اعلیٰ ہے - یہ ذرا تیز ہو جاتا ہے - فیصلہ کا بقیہ حصہ میں اور بھی نہ لکھ کر اور بھی شوخ کیا ہو

آپ کا مخلص گرزار ——— احمد علی شوق - قدوائی

دلگداز پریس
لکھنؤ

۸۶ء

۸ اگست ۳۶ء

برخوردار سلمہٗ

دعا۔ پرسوں تمہیں خط لکھا تھا کہ کل مجھے پھیپھڑے کی
دماغی دورہ پھر اچھا ہو گیا تھا پورے بارہ منٹ میں ختم ہو گیا
لیکن کل دن کو اور رات بھر تمام قوی میں بیحد کمزوری رہی
اور آج بھی دماغی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں اب سے
زیادہ خوابی یہ ہے کہ اس دورے کے بعد سے نظر میں اور زیادہ
خیرگی محسوس ہوتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ عارضی ہے
یا
رہیں۔

والدہ

خاکسار

محمد عبدالحلیم

FAIZ MAHAL,
KHAIRPUR-MIRS. SIND

19...

۴ جنوری ۲۹

اُستاد قدم بوسی کا تکلم ۔ تسلیم ۔ رخصت کے وقت مَیں آپ سے یہ کہنا بھول گیا کہ جو نظم لینے کے وقت ارشاد کی گئی تھی اُسے خوشخط لکھوا کر اور عمدہ طرح پر فریم کرا کے فوراً ہزہائی نس کو بھیج دیجئے ۔ اور اُسکی ایک نقل اسٹیلج سیکرٹری صاحب کو بھیج دی جائے ۔

ضرورت اور سخت ضرورت ہے کہ جس "انتخاب" کے متعلق آپنے اپنی نظم میں ذکر فرمایا اُسکی نسبت لکھنؤ اور مختلف مقامات سے خوشنودی و شکریہ کے متعدد تار ہزہائی نس کو جلد سے جلد روانہ کیئے جائیں ۔ بغیر اسکے بیان کوئی خاص اثر نہیں پیدا کر سکتا ۔ اِس کام میں نہایت عجلت کی ضرورت ہے ۔ اور کیا عرض کروں ۔ زندہ ہوں ۔ خدا کرے آپ بھی بخیر ہوں ۔ تسلیمات ۔

خیال

نقوش و خطوط نمبر ـــــ عکسی تحریر و تصویر ـــــ ۷۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کانپور ۔ مورخہ ۱۲ اگست سنہ ۴۷ء

مکرمی زاد اللہ عنایتکم ۔ کا شکریہ آپ نے جو ملاحظہ فرمایا شکریہ

ابکی میرا ارادہ اس سال بذریعہ ہوائی جہاز کے حج

کا ہے اور بعض ایسے ویزہ جہاز سے

براہ کراچی جانا ظاہر یا یہی حاصل کیا اسی طرح

اگر پاکستان سے میں سفر حج کی مشکلات ان

ہمدرد ساتھی کے سلسلہ تعاون میں کمی نہ ہوتی ہے

ترا قصد ہے کہ ستمبر کے پہلے ہفتے میں کراچی جا کے

اور وہاں سے ۱۳ یا ۱۴ تک ہوائی جہاز

حجازہ [illegible] فرمائیں ۔ اللہ حافظ

میں جب جاؤں گا اس وقت [illegible]

حج کے زمانے میں آپ سے انشاءاللہ تعالیٰ [illegible]

والسلام [illegible] حسرت موہانی

TELEPHONE AND
CONSULTING ROOMS 1015
RESIDENCE 1016

THE BAHISHT,
MORI GA

۱۱۹
۲۱ ربیع

[illegible]

دعای عاشقین - بعین رکب دوشنبه یکم لیله ذی قعده سنه ۱۲۸۰

که ابتدای عاشقین نهایت ها اضطراب کی فوری، موقعا اسباب ۱۰ منتشر کاملا از آنجا

پیک دوشنبه ۱۲ ذیقعده ۱۲۸۰ دوشنبه بین دوشنبه کیا جاگا خط به بیش کرا ابتدا بین

بسته داده نقصان ابتدا بزرگ موقعی اسباب بیرون دوشنبه کیا جاگا کرا ابتدا بین

سوگی - رب به دوشنبه دوشنبه جواب دی - اسباب کرا شروع ابریل بین دوشنبه کیل جاگا اور

کیلئے موزا ی آنے کی فوری گول -

بارنیند

عبدالغفار

۲۹۴۵ء

ہمارا مصرع

لشم - فرہاد کے تیشوں سے بحر تقریباً ناموزوں ہے - بحر مسرح ناموزوں - مفتعلن فاعلات مفتعلن فع -
صرف اتنا فیر قبول کر سکتا ہے کہ آپ مفتعلن کے ص کو ساکن کر کے مفعولن بنا لیں - جائز ہے
رکن اول میں - جائز ہے رکن سوم میں چاہے دونوں میں مثلاً مفعولن فاعلات مفتعلن فع ،
یا مفتعلن فاعلات مفعولن فع - یا مفعولن فاعلات مفعولن فع - اور در پاصت طلب مصارع میں
اول میں کی کوئی صورت سبب پانی جائز نہیں لہذا بحر مسرح میں تو یہ پانی سبب جائز نہیں -
اگر کسی دوسری بحر میں مداخلت زحافات سے اگر جائز ناموزوں قرار پائے تو بحر مسرح کے لئے
یہ ناموزوں ہی صحیح جائز رہے گا - اصل تو عروض میں غلط اوزان جائز نہیں - لیکن یہ بھی ہے -
۱ - ہر بڑی کمی کمی بیشی ۲ - شعر کا زبان پر رواں ہونا ۳ - وزن میں شاعری کا ہونا بھی ہے

ناچیز
آرزو لکھنوی

۱۰۹ دسمبر -

برادرِ مکرم - السلام علیکم - دسمبر الدین کا نہ آپ کے خط غالباً جو بکواسہ کا روانی دہلی سے خط لکھا کر روانہ فرمائے تھے موصول ہوئے - بمبئی آنے سے پہلے ہی بالکل تیار تھا - لیکن ان ہی ایام میں ہماری ریاست میں اصلاحات کا اعلان ہوا - یہ ہم نے اپنی پالیسی کا فوری طور پر اعلان کرنا تھا لیکن حکومت نے فیڈریشن کا انتخاب سے سکیم کو موخر ۳ سال کی مہلت دی - اس وجہ سے ہمیں کانفرنس کی تاریخ کو فوری اعلان کرنا پڑا - اور جس اسی سکیم میں ہمیں ترمیم کرنا پڑا - ان ہی تواریخ میں اسمبلی مسلم لیگ کے فوری کونسل کا اجلاس دہلی میں منعقد ہونا تھا اسکے علاوہ آپ کو علم نائیجیریا میں کانفرنس کی روانگی ہوئی - لیکن ان ایام میں میں قائداعظم سے ملنے کے دہلی جانا تھا - وہاں پر آپ کا خط ملا - لیکن دوسرے مصروفیات کی وجہ سے Same day Answer نہ دے سکا - جو ہمیں بلکہ گروہ عوام افراد کو - ہماری سے ایک اور چار دسمبر کی بیچ میں ملاقات ہوگئی ہے - اسی سلسلہ میں یہ خط جو آپ نے لکھا تھا کہ کیا آپ ایک اور خط لکھیں -

جہاں تک یادداشت کا تعلق ہے - مسلمان زمین اور مالی فوجداری معاملات کا ہے لیکن بہت جانتا ہوں - کیونکہ گذشتہ چھ ماہ میں اس قسم کے معاملات آمدنی سے بہت زیادہ بڑھ گئے - دوسرا حصہ کا سلسلہ جاری کر رہا ہوں - تقریباً ختم ہونے پر انتظام ہو جائیگا - ذرا تھوڑا سا وقت درکار ہے -

آپ کا سالانہ اجلاس لاہور میں ماہ اپریل میں منعقد ہو رہا ہے - کیا اسمبلی مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کے ہمراہ ہے یا نہیں ؟ اگر اجلاس ضروری ہے (جیسا خیال میں اسمبلی لیگ کا بھی ضروری ہے) تو اسوقت میں آپ کو بمبئی لاہور والوں کو خط و کتابت کرکے اطلاع دے دینا چاہئے - اگر ایسا نہیں تو میں خود نواب صاحب محمود آباد سے اسمبلی میں خط و کتابت کرکے آپ کو مطلع کردوں -

محمد علی جناح

حیدرآباد ۔ ۷ پلی ۴۲ء

مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۴۲ء

عزیزم سید اللہ سلمہ

ایک خط تمہارے دوسرے خط کے جواب میں بھیج چکا ہوں ہو گا
اگرچہ اس خط میں مجھے کوئی خاص بات لکھنا مقصود نہ تھا
مگر پھر بھی چونکہ بہت مضطرب ہوں جی چاہا کہ پھر کچھ لکھوں
علالت ختم ہو کر درجہ آبوانی (؟) بخش مند ہو چکا تھا
میرے گھر میں بیمار ہوئی اور آٹھ ماہ اور کچھ دن بیمار رہ کر رحلت
ہو گئی ایک تمہارا بھائی کشمکش پریشان دیکھا در ماہ تمہارا بھائی
میرے تمام حیدرآباد کا ہمیشہ نظام کی سبب ہو سکتا تھا یہ سبب بھی
جاتا رہا یعنی ۱۳ مئی سنہ ۴۲ء کو موصوف کا انتقال ہو گیا اب
معقول تو معقول کوئی نامعقول وجہ بھی تمہارے تمام کی باقی نہیں رہی
نامعقول اسلئے کہتا ہوں ۱۸ سالہ ذخیرہ سال سے زیادہ بھی میری کوئی امداد

کرنے سے معذور ہو گئے تھے ۔ خدا کی مرضی بھی یہی ہوئی ۔ اب ہونا تو یہ چاہئے تھا
[illegible] سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر کوئی کام کرنا ہی نہیں تھا تو [illegible]
دولت [illegible] ۔ [illegible]
[illegible]

جناب کرم - زید لطفہ

السلام علیکم - میں حاضر ہوا تھا مگر ایک اپنے بہت ہی عزیز دوست جناب [illegible] کے
آنے سے ملاقات نہ ہو سکی - ~~جنہیں~~ مختصراً عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے آپ سے
نہ صرف نیاز حاصل ہے بلکہ بجائے خود حقوق محبت دیرینہ بھی رکھتا ہوں -
مجھے توقع ہے کہ جناب میری استدعا کو ہرگز رائگاں نہ جانے دینگے -
میری حالت جو کچھ ہے اگرچہ صاف اور نمایاں ہے لیکن بہت کم حضرات ہیں جو حقیقتاً
مجھ سے واقف ہیں - یہ سستیوں کے ساتھ ہنوز ترقی پذیر ہے اور یہ تباہی ہوتے ہوتے
قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہے - میں شاعروں سے بیزار ہو چکا ہوں لیکن شاعری
میرے وطن کا فن ہے - گویا خود میرا فن ہے - اور میں کبھی اپنے فنکاروں میں
نہ ملایا گیا ہوں اسلئے ظاہر ہے کہ مجھے کسی حد تک اس فن سے تعلق رہا ہے -
میں چاہتا ہوں کہ جناب بھی [illegible] تکلیف تحریر فرما کر نہ صرف
اس شاعر کو زندگی بخشیں بلکہ مجھے ہمیشہ کرم نما لبیں

میں سنا ہے کل مراد آباد جا رہا ہوں گا - وہاں سے پھر صاف ہوتا - پھر حاضر ہوتا
اور پھر حاضر ہوتا - بہر حال میری عدم موجودگی کو عدم موجودگی
تصور نہ فرمائیے - میں آپکی اس عملی عنایت و کرم کو کبھی نہ بھولونگا

آپکا
مخلص جگر مرادآبادی

ہو العلیم

۱۷ ونسلی سکنڈ لین کلکتہ
۲ مئی ۱۹۳۰ء

مکرمی و محترمی تسلیم

عطیۂ گرامی "یادگار حامد" بوساطت جناب مرزا تبسم صاحب موصول ہو کر باعث صد افتخار و ہزار انبساط ہوا - مجھے بیحد مسرت ہے کہ جناب اپنے اس حقیر قدردان کو نہیں بھولے ہیں - میں تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتا ہوں کیونکہ آپکی جدت فن سخن آج تک ہندوستان میں زندہ ہے - یادگار حامد کا شایع ہو جانا ایک بڑی اچھی خدمت تھی جو آپ نے انجام دی : جزاک اللہ

نیاز کیش
رضا علی وحشت

۲۰ اپریل ۱۹۳۰ء۔

دل نواز۔ سلام نیاز۔ مشاعرہ عالمگیر ایسے پیمانہ پر ہوا جسکی مثال عابدہ کے حذف سے آپکو معلوم ہو گئی ہوگی۔ بجز اسکے دو اور شاعرہ کی حاضرات کرنا رہی۔ ایک آگرہ اسکول شاہجہانپور اور دوسرے متعلق شاہجہانپور کی۔ بارہ بجے سے پر حاضرات تو بہ بہت تھے وہ ملی پر فیصلہ مائی بلند اور ایک بجے ترتیب پا چکے گا۔ پھر انشاء اللہ بری زیبا سکون پذیر ہو جائیگی۔ مرزا اصغر علی آگرہ کی مشنوی کا مشنوی اور ایک عدد مشنوی اور ہیں۔ آخر الذکر مشنوی بہت پسند کیجائیگی کا غلطی پر نظر فرمائیگا۔ جناب ایمان کا مشنوی لکھنؤ میں موجود ہے۔ اگر نقاب بری طرح اور بری نقاد آگرہ میں ہوئی آپکی ایمان کے مشنوی بعد اگر مشنوی کا مشنوی شامل ہو۔ ایمان کے مشنوی پر کوئی نوٹ نہ ہونا چاہئے۔ اگر ایسا مشنوی تعمیل نوٹ ہے۔

بجز اسکے بھی مشنوی ہے مشاعرہ اور جلسے بری شاعری کا انتخاب کیجائے۔ آئندہ ہر مشاعرہ میں دو دل کی۔ دو آنہ ہوگا۔ سہیل صاحب کو لکھ دیا ہے۔ مشاعرہ کا دل ہوگا۔ مائی صاحب آپ نمائندہ ہیں۔ عابدہ صاحبہ ستم ہی کو بھی چاہئے تھے۔ بری آپکو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپکا انتخاب مائی عابدہ اور ایسی ہی ہوگی

آپکا بیوقوف دل

نگار ہوٹل، کراچی
۲۵ مئی ۔

جناب مکرمی نواب صاحب، السلام علیکم،

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ آپ کی نوازش و مرحمت کے لئے بے حد شکر گزار ہوں۔ اس وقت مجید لاہوری صاحب اور ڈاکٹر فقیر محمد صاحب میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض مجبوریاں ہیں۔ جن کی وجہ سے ابھی تعمیل ارشاد دشوار ہے۔ اسلئے فی الحال اس دعوت طعام کو ملتوی کر دیا جائے۔ انشاءاللہ پھر کسی دن اقبال امر کیا جائے گا۔

ایک دفعہ پھر آپ کی نوازش اور قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجید صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے سلام واحد ہے۔

سالک

حكمة الامام ولي الله الدهلوي

مبدء تدريسها سنة ١١٥٦ هـ الموافق ٧١٣ هندي

عبید اللہ السندی — سنہ ۱۳۵ ہجری

کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام کو اس درجہ منظم کر دیا ہے۔ کہ نہ تو کوئی سوشیلسٹ پارٹی اور نہ کمیونسٹ پارٹی اسلام کی اس پالیسی سے جنگ کرنا ضروری سمجھے گی۔ اسپر اعتماد اس لئے کیا جا سکتا ہے۔ کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل ہماری اسکیم ماننے والے مسلمان کے ساتھ لڑنا ضروری نہیں جانتا۔ بلکہ بعض پروفیسر تو جلسوں میں کہتے ہیں۔ کہ اگر ایسے مذہبی جماعت منظم موجود ہوتے تو ہم اس مذہب کو قبول کر لیتے اور کاشتکاروں کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیحد مفید ہوتا۔

(۱) محترم پریزیڈنٹ! میں آپکا بہت سا وقت اپنی سرگذشت سنانے میں لے لیا۔ میرا خیال ہے۔ کہ جبتک کوئی منکر ہمیں خاص طور پہچاننے کی کوشش نکرے وہ ہماری جوابات پر مطمئن نہیں ہوگا۔ آجکل ڈیپلومیسی سیاست میں جھوٹ سچ کا امتیاز نہیں کیا جاتا

محترمی السلام علیکم

کیا وجہ ہوئی کہ آپنے اسبند ستمبر اور باسی علوم کے
نا سلام بیج کے سوداں نہ بھیجے باوجود اسقدر تاکید - دو تین
رسالے جیب کرتبا رک ہا حرف نا سلام کا دیرہ - اگر آگیا
ہو تا تو جیب گیا ہوتا - ہذا فوراً بلا تاخیر روانہ کیجئے - ورنہ
پتہ لکھئے گا کہ کس پتہ سے یہ دونوں رسالے بھیجے جائیں نا سلام
وہیں بھیجا کیجئے گا -

اسید کا رآپ بخیر ہوگئے - سمارکی اور بخار سے شدید تکلیف
رہا اضافہ ہے - کاروں کو اشتیاق سے اہل وعیال کے اچھے ہیں - خدا
جواب میں تاخیر نہ فرمائے گا

کہ اسلم - جامعہ ملیہ قرول باغ - دہلی

مسلمہ ۲۶ جون ۳۸ء

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات

مالک ملک سخندان حاکم شہر شعر ایمانی شاعر خوش

خواب میرزا اکبر حسن صاحب

نواسہ مرحومہ

شاعر شیرین زبان اکبر حسین مرثیہ خوان حسین ابن علی

کرد رحلت از جہان فانی بہ بات شد مہیا لاکھ حد فن شعر دی

در محرم صبح روز پنجشنبہ بہر ما آمد چو شام بیکسی

مرغ روح آشیان دلخلد یافت آزادی ز دنیا دی

گفت محشر مصرع سال وفات

بسوی خلد رفت مداح نبی

۱۳۲۴ ھجری

۴۸۶/۹۲

ناظم آباد۔ ۲ ۔ ۲ میدان

~~علامہ بہاولپور روڈ ایبٹ~~

کراچی ۱۸۔

۱۶ جون ۵۶ء

حامد حسن قادری

جناب مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب، پانی پتی السلام علیکم

نقوش کا دو جون میں آپ کا مضمون پڑھا۔ بہت خوب لکھا ہے۔ بڑی معلومات میں اس سے بڑا اضافہ ہوا۔ پہلے یہ مضمون کہاں تھا۔ آتا تو میں داستان تاریخ اسلام کے دوسرے ایڈیشن میں (جو آجکل چھپ رہا ہے) اس سے کام لیتا۔ اور آپ کا حوالے کے بغیر اضافہ کر دیتا۔

لیکن بندہ نواز، میں نے ترجمہ قرآن مجید کا مطالعہ میں رکوع ۱۶ لکھا پایا۔ سوچ سمجھ کر لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے۔ آپ سے ذرا سی سہو ہو گئی۔ غور فرمائیے۔ آپ کو علم ہوگا کہ پارے کا رکوع کا شمار الگ ہوتا ہے اور سورت کا الگ۔ "حیات النبیؐ" میں پارے کا رکوع ۳ درج ہے۔ میں نے سورہ انعام کا رکوع ۱۶ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اس سے پہلے رکوع کا اختتام اسطرح ظاہر کیا گیا ہے ع ۱۵/۲ ۔ یعنی سورہ انعام کا رکوع۔ نیچے پارہ ۷ کا۔

مطبوعہ ڈابھیل کا صفحہ ۵۲ پر اسطرح حوالہ لکھا ہے:—

پارہ ۷ رکوع ۱۶ سورہ انعام رکوع ۱۶

اگر سورہ انعام نہ لکھا ہوتا اور پارے کا رکوع ہوتا تو پارے کا رکوع سمجھ لیتا۔ اب سورت کا رکوع ہوا۔

آپ سے کچھ مدت سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اپنا پتہ لکھئے۔ اگر کراچی میں قیام ہو تو ملنے کی کوشش کروں۔ والسلام

آپ کا حامد حسن قادری

۲۴ میسن روڈ لاہور
یکم جولائی ۱۹۵۲ء

مکرمی السلام علیکم، عنایت نامہ کا بہت بہت شکریہ! اگر ممکن ہو سکے تو آپ کتاب ذیل کے ابتدائی دس ورق کی نقل مجھکو ارسال فرما دیں۔ کتاب کا نام حال نام بایزید انصاری ہے اور مصنف کا نام ملا محمد امین ابوبکر قندھاری۔ قلمی نسخہ سبحان اللہ خاں کی محطوطات میں شامل ہے اور مسلم یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے... براہ کرم مطلع فرما دیں کہ یہ نقل کب تک میرے پاس پہنچ سکے گی۔

مجھکو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے العقد الثمین مرتبہ بزرگ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا اردو ایڈیشن جو مصر میں چھپا نسبتہً بہتر ہے۔ اگر آپ نے جلد اول کے ساتھ میرا تلخیص و تصحیحات بھی مدنظر میں طبع کیں مگر غالباً کاغذ کی گرانی کی وجہ سے دوسری اور تیسری جلد میں یہ نہ کر سکے۔

ضمیمہ اور تکملہ تاج العروس ابھی تک میرے کتب خانہ میں شامل ہوتا ہے شیرانی مرحوم کے شاگرد دو تین خط میرے پاس ہوں۔

شاید آپ کو یہ معلوم ہو کہ لائبریرین انسٹاٹیوٹ یا اورینٹل میرے زیر ادارت تھا وہ میں مستعفی ہو گیا ہوں والسلام

محمد شفیع

۹۲۲

ریڈیو پاکستان لاہور
۲۹ جون ۵۲ء

بھیا و بھوجی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی آپ کا کارڈ ملا۔ اگر یہ نہ بھی ملتا تو بھی میں یہ خط ضرور لکھتا۔ میں یہ مدینہ کیوں لکھتا ہوں تو بعد میں عرض کروں گا پہلے آپ کے صحیح سلامتی کا جواب عرض کر دوں۔

ہم سے پردہ رکھا "تک تو درست ہے مگر "بزرگوں کے فرمانے ہی" والی بات اپنے درست نہیں ہے کہ اپنی بھی آخر دریا باری ہی تو ہیں یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے پاس پہونچ جاتا تو بیڑہ پار ہو جاتا اور اگر پاس پہونچ کر "دریا برد" ہو کر رہ گیا۔ لکھنؤ سے دریا باد کا فاصلہ واقعی کچھ بہت نہ تھا مگر پاؤں میں مہندی نہ سہی بیڑی ضرور تھی۔ بچی بچے سب ساتھ تھے اور ان سب کے ساتھ سفر انگریزی کا [illegible] بنتا ہے۔ بیگم صاحبہ کا عالم ہے کہ مدھیہ پردیش کر جب پرانے منہ سے بیساختہ "ہائے لکھنؤ" نکلتا ہے وہ بڑے فخر سے فرماتی ہیں کہ ہوں۔ وہ گلیاں یاد آتی ہیں جوانی جن میں کھوئی ہے؟ اور جب میں لکھنؤ کیلئے رخت سفر باندھتا ہوں تو بھی اس ڈر سے ساتھ ہو جاتی ہیں کہ کہیں یہ نامراد وہ جوانی پھر نہ ڈھونڈھ لائے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ اس پورے قافلے کو لیکر میں کیا دریا باد آتا۔ آپ سے کونسا باپ دادا کا بیر ہے کہ یہ عذاب آپ پر نازل کرتا۔ ابھی صاحب سے تو خیر یہ تکلیف دہ مذاق ہو سکتا ہے مگر زیادہ عذاب۔

اب وہ بات عرض کر دوں جو مجھ سے یہ خط لکھوانے والی تھی۔ لکھنؤ میں عزیز محترم حکیم عبدالقوی صاحب نے از رہ کرم مجھے کا دفتر دوم عنایت فرمایا۔ میں نے اسکے مطالعے میں وہی بے صبری دکھائی جو روزہ دار افطار کے وقت دکھاتے ہیں۔ اس حصے کی آن بان ہی دوسری ہے۔ میں نے زندگی بھر آپ کو آنا نہ ہنسا ہوگا جتنا آپ نے مجھکو رلایا۔ جی چاہتا تھا کہ مرحومہ زندہ ہوتیں اور میں اپنے یہ آنسو انکے قدموں پر نچھاور کرتا۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۸۵ تک ایک عجیب کیفیت طاری رہی اسکے بعد یہ دیکھ کر طبیعت سخت بے مزہ ہوگئی کہ بجائے صفحہ ۱۸۶ کے پھر ۱۸۲ اور ۱۸۳ شروع ہو گیا اور ۱۸۳ کے بعد پھر ۱۸۹۔ گویا دو صفحے ۱۸۶ اور ۱۸۷ غائب ہیں۔ معلوم نہیں یہ صرف اسی نسخہ میں ہوا ہے یا سب میں یہ ظلم ہوا ہے۔ بہرحال جلد ساز کو ابھی میں نے یہ کتاب نہیں دی ہے

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا اور یہ بھی امید ہے کہ بڑے دریا باد نہ پہونچنے کی تکلیف بھی اب باقی نہ ہوگی۔ ان شاء اللہ اگلے سفر میں تلافی ہو جائے گی۔

آپ کا نوکن تھانوی

Mirza Yagana Chengezi
250, Sultan Bahadur Street
Kazmain, Lucknow
8/6/49

بیماری عزیز سلامت رہو

جبکہ اب تو میں گھر واپس چلا آیا گو کہ تم پاؤں بکفور ہو
بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ پر بہت سختیاں گذر رہی ہیں
میری پنشن وہی پندرہ روپے - لڑکے نوکر تو ہیں مگر
افسوس کی بات نہ بہت کم تنخواہ پر ہیں ۔ ۔ ۔
میرے واپس جانے کا ہزار سبب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال
کا Rs 240/- کا نکت تقاضا ہو رہا ہے ۳۱ جولائی تک
مہلت مانگی ہے - تاجور کا نہ ملنا - نہیں معلوم یہ وہاں پہنچ
گیا ہو گا اور ہم سب کی طرف سے سلام کہا ہو گا -

کشمیری محلہ - لکھنؤ

۱۵ مئی ۵۷ء

مکرمی - تسلیم

خط کا شکریہ - کسی کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لئے پوری کتاب نظر کے سامنے ہونا چاہئے - چند اشعار کی بنا پر کچھ لکھنا میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا - میری تجویز ہے کہ اشاعت کے بعد اگر جب تک میں زندہ رہا تو ریویو لکھکر آپ کے پاس بھیج دوں گا - اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو کسی رسالے میں ~~خدمت~~ چھپنے کے لئے بھیج دیں گے -

زیادہ نیاز -

اثر

مہندی باغ۔ ٹونک راج۔

برادر محترم، تسلیم۔ محبت نامہ ملا۔ ممنون التفات ہوں۔ "پرواز" اب رومانی ہی کے نام سے نکلے گا۔

ڈائری فوراً بھجوا دیجئے۔

والسلام

آپکا

اختر

۱۵/۶

مزار دل
۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ! اللہ
اس قدر دشمنِ ارباب وفا ہو جانا

حضور اقدس! ہدیۂ محبت قبول ہو۔
اس سے قبل دو خط ارسال خدمت کر چکا ہوں، میری بدقسمتی کہ دونوں کا جواب نہ
گستاخانہ شکایت کروں کہ خود قصوروار ہوں۔

تم سے جو چاہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

ہاں! عفو قصور کا طالب ہوں۔

لطف مجرم پہ یہ ظالم کو کوئی دیکھ نہیں — ہاں تری بندہ نوازی سے مگر دور نہیں
تم ہو مختار سزا کا، کرو یا نہ کرو — اپنے قابو میں تو اب یہ دلِ مہجور نہیں

خواہش ہے یہ ہے، آپ کی خاطر شاکی میری حالت تبدیل ہے جس کا صرف دو ہی علاج ہیں۔

دل ہی چارہ ہے یا ترکِ محبت، لیکن
اس پہ راضی نہیں میں، یہ بھی تو منظور نہیں

اُف رے ظالم!
ہائے اگر آپ کی تغافل و استغنا کی یہی شان قائم رہی تو یاد فرمائیے گا

جان دینے سے کوئی اُلفت میں تو کم تر نہیں

خواہش کیا ہے، جواب دیکھ میری حالت سنبھالو، آپ ہی سمجھ کر خط دو لکھ گا۔
جرمِ محبت معاف کر دیا گیا — اور —— اور

یہ بھی نہ کر سکو تو ؎

تمنا کرو تم اپنی منع کر دو
ہماری جان کے پیچھے پڑے ہو

بسا اوقات اگر یہ مجبوری آڑے نہ آتی، جبراً ختم کرتا ہوں، مگر
نگاہِ لطف و نگاہِ مرحمت کا امیدوار ہوں ؎

تری نگاہ کرے اللہ دل نواز کرے

بندۂ مجبور
"دلگرفتہ"

۱۸ خطوط، ۱۶ غالب کے اور ۲ غالب کے نام

زیرِ نظر شمارے (خطوط نمبر) میں ۶۵ ویں صفحے سے ۷۵ ویں صفحے تک جو رقعات درج ہیں، ان کی اصلیں، عکسی صورت میں، ساتھ شائع کی جا رہی ہیں۔ ان میں سولہ خط خود غالب کے ہیں اور دو غالب کے نام۔ نقوش کی اس پیشکش سے غالبیات میں کئی لحاظ سے اضافہ ہوتا ہے۔ سات غیر مطبوعہ خط اصلوں کے ساتھ سامنے آتے ہیں، جن میں سے پانچ غالب کے ہیں، دو فارسی میں اور تین اردو میں، اور دو غالب کے نام ہیں، ایک فارسی میں، ایک اردو میں۔ ان کے علاوہ غالب کے گیارہ مطبوعہ خطوں کی اصلیں ملتی ہیں، جن سے ان خطوں کی کئی مقامات پر تصحیح ہوتی ہے، اور باقی عبارات کی آخری توثیق۔ ان میں سے چھ خط، جن کے مکتوب الیہ جنوں بریلوی ہیں، وہ ہیں جو عودِ ہندی کے اُن سترہ خطوں، اور اردوئے معلّٰے کے اُن گیارہ خطوں میں شامل ہیں جو جنوں کے نام ہیں۔ پھر تین خط انہی کے نام وہ ہیں، جو پہلی مرتبہ مولوی مہیش پرشاد کے مرتبہ خطوطِ غالب، میں شامل کیے گئے۔ ان کے علاوہ ایک خط، جس کا مکتوب الیہ مجہول ہے، وہ ہے جو جناب مولانا غلام رسول مہر نے مرتبہ خطوطِ غالب، میں صفحہ ۶۰۱ (اشاعتِ دوم) پر نقل ہوا ہے۔ پھر ایک فارسی کا خط پنج آہنگ کا ہے، جنوں بریلوی کے نام۔

ان سات غیر مطبوعہ خطوط سے، جن کا ہم نے شروع میں ذکر کیا، غالب کے موجودہ خطوط میں، جو جنوں بریلوی کے نام ہیں، تین خطوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ جن میں سے دو فارسی میں ہیں اور ایک اردو میں۔ جنوں کے نام اب تک غالب کا ایک ہی فارسی خط محفوظ تھا جو پنج آہنگ میں شامل ہے۔ اب تین ہو گئے۔ جنوں کے نام غالب کے کُل اردو خطوط ۳۱ تھے ۳۰ خطوطِ غالب، مرتبہ مہیش پرشاد اور ایک وہ جو غالب کی نادر تحریریں، نام کے مجموعے میں درج ہوا ہے۔ اب ان میں ایک خط کا اور اضافہ ہو گیا۔

ان غیر مطبوعہ خطوط میں غالب کے دو رقعات مولوی نجف علی کے نام ہیں، اور دو مولوی نجف علی کے، غالب کے نام۔ یہ مولوی نجف علی وہی جھجھر والے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں نجف علی کا رقعہ جو زیرِ نظر صفحات (ص ۷۴) میں ۱۶ نمبر پر اور غالب کا رقعہ نجف علی کے نام جو اس کے بعد نمبر ۱۷ پر درج ہے، ہمارے قیاس کے مطابق ۱۸۵۸ء کے نوشتہ ہیں اور اس سال ماہِ ستمبر کے حصہ میں لکھے گئے ہیں، غالباً ۲۱ ستمبر سے پہلے۔ ان دنوں غالب اپنے قصیدے "در روزگار ما تواند شمار یافت" کی جو انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں کہا تھا، افشانی کاغذ پر کتابت کرا رہے تھے، اسے وہ 'دستنبو' کے نسخے کے ساتھ رکھ کر بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن ۲۱ ستمبر (۱۸۵۸ء) کے بعد انہوں نے یہ طے کیا

(یہ قصیدہ (دستنبو) کے ساتھ بھیجا جائے، چنانچہ اسی سال (دستنبو) کی پہلی اشاعت میں کتاب کے شروع میں درج ہوا، اور دوسری اشاعت میں کتاب کے آخر میں درج کیا گیا۔ عنوان کے لیے 'خلد اللہ سلطانہ'، وغیرہ کی بحث جوان دو رقعوں میں ملتی ہے، اسی قصیدے کے سلسلے میں ہے۔ الگ افشانی کاغذ پر قصیدے کی کتابت کرانے کا اشارہ حاتم علی بیگ مہر کے نام غالب کے ایک خط میں ملتا ہے "میں نے حضرت ظلِ معظم انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے۔ منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ ایک اور کاغذِ ترنجب پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپا ہوئی ہے۔ اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل ہو جائیں تو بات اچھی ہے۔" (خطوطِ غالب، مرتبہ مولانا مہر، اشاعت دوم ص ۲۱۴) یہ خط ۲۱ ستمبر ۱۸۵۸ء کو لکھا گیا تھا۔

اس سیاق میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب مذکورہ دو رقعات نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷ کے ساتھ ہم وہ رقعہ پڑھتے ہیں جو خطوطِ غالب، مرتبہ مہیش پرشاد کے آخری صفحے ۸ پر درج ہے ۱۰، جس کا مکتوب الیہ معلوم نہیں، تو دو سے حل ہو جاتے ہیں، ایک یہ کہ اس رقعے کے مکتوب الیہ کا تعین ہو جاتا ہے، جو ہو نہ ہو یہی مولوی نجف علی ہیں، دوسرے کاتب کے نام کا پتہ بھی چل جاتا ہے، یعنی لالہ جیل کشور جنہیں ایک عرضی افشانی کاغذ پر لکھنے کے لیے دی گئی تھی۔ یہ عرضی وکٹوریہ والے قصیدے کے ساتھ بھیجی گئی ہوگی۔ قصیدہ بھی انہی سے لکھوایا گیا ہوگا۔ (خطوطِ غالب، مرتبہ مہیش پرشاد) میں مذکورہ رقعے کی تاریخ ۱۸۵۸ء ہی تجویز کی گئی ہے۔ یہ رقعہ مہر صاحب کے مرتبہ خطوط میں ص ۶۰۱ پر درج ہے۔

نقوش کے پیش کردہ زیرِ بحث چار رقعات سے غالب کا ایک نیا مکتوب الیہ ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ خطوطِ غالب کا مذکورہ رقعہ جو بجھوالی العنوان ہے، اسی مکتوب الیہ کو لکھا گیا تھا۔ خط (نمبر ۱۲) کے ساتھ وہ غزل بھی درج ہے، جس کی طرف غالب نے اس خط میں اشارہ کیا ہے۔ یہ غزل خود ہندی یا اردوئے معلّٰی یا خطوطِ غالب کی کسی اشاعت میں موجود نہیں۔

خود ہندی اور اردوئے معلّٰی کے بہت سے خطوط کی اصلیں فراہم کر کے متن کی تصحیح کرنے کا کام مولوی مہیش پرشاد نے انجام دیا تھا۔ ان کے مرتب کردہ خطوطِ غالب کی پہلی جلد ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس جلد میں جو ۲۵۲ خطوط پر مشتمل ہے اصل خطوط کے صرف چار عکس شامل ہیں اور ان میں سے بھی دو ناقص ہیں۔ ان کے علاوہ دو عکس لفافوں پر لکھے ہوئے پتوں کے ہیں۔ جنون کے نام کے خطوں میں سے صرف دو کے عکس جن میں سے ایک ناقص ہے، مہیش پرشاد کے مجموعے میں درج ہیں۔ نقوش کی زیرِ نظر پیشکش میں جنون کے ۱۲ اصل خطوط کی عکسی نقول شامل ہیں۔

ان اصل خطوط کی روشنی میں مہیش پرشاد کا متن صحیح اور کامل ہے، لیکن پھر بھی کئی جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں، اور غلط نامے میں بھی ان کی نشان دہی نہیں کی گئی۔ خط نمبر ۴ کی تیسری سطر میں غالب نے 'دیجیے' لکھا ہے۔ لیکن مہیش پرشاد کے ہاں (دیجئے) چھپا ہے۔ مالک رام صاحب کے مرتبہ خطوطِ غالب میں بھی (دیجیے) ہی ہے۔ خط نمبر ۱۲ کی پانچویں سطر میں غالب کے الفاظ ہیں "وہ بہت تکلف پڑتا ہے"، لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب دونوں کے متن میں "پڑتا ہے"

کے بجائے دکرنا پڑتا ہے' درج ہے۔ اسی خط کی ساتویں سطر میں 'بین المصراعین' ہے جس کے بجائے مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں 'بین المصرعین' آیا ہے۔ پھر اسی خط کی بارھویں سطر میں غالب سے لکھا ہے 'ابھی نہ ہو' لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں 'اب ہی نہ ہو' مندرج ہے۔ اس بارھویں خط میں جنون کی بس غزل کی طرف اشارہ ہے، وہ غزل بھی یہاں اصل کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں درج نہیں ہوئی۔ اسی طرح خط نمبر ۵ اور خط نمبر ۷ کے متعلقہ اشعار بھی جو اصل خطوط کے ساتھ موجود ہیں، خطوط غالب کی اشاعتوں میں درج نہیں۔ خط نمبر ۱۴ میں غالب نے خط نمبر ۴ کی طرح پھر 'دیکھے' بھی لکھا ہے۔ جو مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں 'دیجئے' ہو گیا ہے۔ اس تیرھویں خط میں غالب کی ایک املائی غلطی بھی ہے۔ یعنی 'لاحول ولا قوۃ' میں تائے شتاۃ مدوّرہ (ۃ) بجائے تائے منبسط یعنی 'ت'۔ مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں اس غلطی کی تصحیح ہو گئی ہے۔

جنون کے نام کے خطوط میں عودِ ہندی اور اردوئے معلّٰے کا متن بعض مقامات پر ان خطوط سے بہت مختلف ہے، جو مہیش پرشاد اور پھر مالک رام صاحب کے ہاں درج ہوئے ہیں۔ زیرِ نظر اصل خطوط سے مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے متن کی تائید ہوتی ہے۔ اگرچہ عودِ ہندی اور اردوئے معلّٰے کے خطوط میں سہو کتابت کے علاوہ مرتّبین کا دانستہ تصرف بھی دخیل ہے لیکن اس امر کی تحقیق ابھی تک نہیں ہو سکی ہے کہ اس تصرف کے واقعی حدود کیا تھے۔ مثلاً جنون کے نام خط نمبر ۲ میں ایک نام آیا ہے 'مولوی اللہ یار خاں صاحب' عودِ ہندی میں 'اللہ یار' کے بجائے 'امتیاز' ملتا ہے۔ ہماری رائے میں یہ تحریف سہو کتابت کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں لفظوں کی ہیئت شکستہ یا نیم شکستہ خط میں اس سہو کا امکان پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ حسبِ ذیل جملے جو اصل خط (نمبر ۲) میں ہیں، مگر عودِ ہندی میں موجود نہیں، ایسی نوعیت کے نہیں کہ تصرف کرنے والے انہیں خارج کرنا ضروری سمجھتے: 'جواب لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے، اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ حضرت مہینا بھر میں تو پتے لکھتے ہیں۔ میں کہاں تک یاد رکھا کروں۔ ایک مکان ہو تو اوس کو لکھ رکھوں'۔ اسی طرح یہ جملہ 'دوسرا سبب یہ کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں اور کیا لکھوں' البتہ اصل خط کے یہ جملے ضرور اس نوعیت کے ہیں کہ مرتّبین نے انھیں ذاتیات کی بنیاد پر خارج کیا ہوگا: 'یہ اب کے آپ نے حکیم کالے کا نام کیسا لکھا ہے۔ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں'۔

اصل خطوط میں غالب نے ختمِ کلام پر یا اپنے دستخط کے بعد کہیں ۱۲ کا ہندسہ اور کہیں خمسۂ مضبّبہ کی علامت (۵) بنائی ہے۔ بعض مقامات پر یہ ہندسہ یا یہ علامت مہیش پرشاد کے ہاں بھی حذف ہو گئی ہے۔ اسی لیے بعد کی اشاعتوں میں بھی یہ حذف قائم رہا۔

خط نمبر ۱۰ کے ساتھ جو فارسی قطعہ درج ہے وہ جناب مولانا غلام رسول مہر کی مشہور کتاب 'غالب' میں موجود ہے۔ یہاں اس کا اصل متن ملتا ہے۔ اصل کے دو لفظ تنقیحِ متن میں مدد دیتے ہیں: 'ستودہ' مکتف کے بعد

(د) اور "مآثر کا مضاف الیہ 'قلمش'۔ خط نمبر ا وہ ہے جو پنج آہنگ میں شامل ہے اور اب اس اصل کے ملنے سے اطمینان ہو جاتا ہے کہ اس خط کو پنج آہنگ میں درج کرنے کے لئے اس کے متن میں کوئی تصرف نہیں کیا گیا۔ البتہ تین معمولی سی غلطیوں کی تصحیح ہو جاتی ہے، جو ظاہر ہے سہوِ کتابت کی وجہ سے ہوئی ہیں (ا) اصل: ہر آئینہ، پنج آہنگ: ہر آینہ، (۲) اصل: میتوانیم، پنج آہنگ: میتوانم، (۳) اصل: ۱۲۶۵ھ، پنج آہنگ: ۱۲۶۹ھ۔ تاریخ کا یہ اختلاف دانستہ تصرف کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ محض سہوِ کتابت ہے۔ کاتب نے ۵ کو ۹ کا سر سمجھ لیا۔ خط میں کوئی بات ایسی نہیں، جس کی بنا پر یہ خیال ہو کہ پنج آہنگ میں درج کرنے کے لئے یہ تصرف کیا گیا ہوگا۔

(سیّد وزیر الحسن عابدی)

قدیم خطوط اور عرضیاں

یہاں ایک قدیم تاریخی بیاض[1] کا ذکر کیا جاتا ہے جو والیِ آرکاٹ (مدراس) نواب والاجاہ محمد علی خان (المتوفی ۱۷۹۵ء) کے اخلاف کی تاریخ سے متعلق بہت سے گم شدہ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس میں انیسویں صدی عیسوی کے رُبع اول کی مدراسی اردو کے بھی بعض نمونے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا ایک جائزہ بھی لے لیا جائے۔

شاہجہان کے زمانے میں گوپامئو (ضلع لکھنؤ) کے ایک نوجوان محمد انور نے تحصیلِ علم کی خاطر دہلی کا رُخ کیا۔ اور دربار میں رسائی حاصل کرکے مہتمم تسبیح خانہ کی حیثیت سے تقرر حاصل کیا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں انھیں "حاجی مقدس انورالدین خان" کا خطاب حاصل ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند جانِ جہاں کو اورنگ زیب ہی نے "سراج الدولہ محمد جانِ جہانِ انورالدین خان شہادت جنگ" کے خطابات مرحمت فرمائے۔ نادر شاہی ہنگاموں کے فرو ہونے کے بعد جانِ جہاں نے اپنے بڑے فرزند بدرالاسلام خان کو دربارِ شاہی میں اپنا قائم مقام بنا دیا اور خود نظام الملک آصف جاہِ اوّل (نظام حیدرآباد) کے دربار کا رخ کیا اور جلد ہی وہاں بھی قدر و منزلت حاصل کرلی۔

۱۷۴۰ء میں کرناٹک کے صوبہ دار حسین دوست خان عرف "چندا صاحب" نے فرانسیسیوں سے ساز باز کرکے جب تمام صوبے میں ہنگامے کھڑے کردیئے تو نظام الملک آصف جاہ نے جانِ جہاں انورالدین خاں کو کرناٹک کا صوبہ دار مقرر کیا لیکن وہ چندا صاحب سے جنگ کرتے ہوئے ۱۷۴۹ء میں مارے گئے۔ انھوں نے اپنی زندگی ہی میں صوبہ کرناٹک کو اپنے چار فرزندوں میں تقسیم کر دیا تھا یعنی محفوظ خاں کو ترچناپلی، محمد علی خان کو شمالی آرکاٹ، عبدالوہاب خان کو نیلور اور نجیب اللہ خان کو جنوبی آرکاٹ دے دیا تھا۔

نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد جب ان کے فرزند ناصر جنگ اور نواسے ہدایت محی الدین میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو محمد علی خان (یعنی جانِ جہان انورالدین خان کے دوسرے فرزند) نے طاقت حاصل کرکے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دہلی کے احمد شاہ نے اُن کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں "والاجاہ" کا خطاب بھی دے دیا۔ اسی وقت سے ان کے خاندان کو خاندانِ والاجاہی کہا جاتا ہے۔ والاجاہ شروع ہی سے انگریزوں کا ساتھ دیتے رہے اور اُنھی کے اشارے پر انہوں نے ۱۷۶۹ء میں اپنا دارالحکومت آرکاٹ سے ترچناپلی اور وہاں سے مدراس کو منتقل کر دیا۔ والاجاہ کا انتقال ۱۷۹۵ء میں ہوا اور ان کے جانشین اُن کے بڑے فرزند عمدۃ الامرا (المتخلص ممتاز) مقرر ہوئے۔ ۱۸۰۱ء میں ان کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند تاج الامرا علی حسین خان (المتخلص باجہ) جانشین ہوئے لیکن انگریزوں نے اسی سال ان کو معزول کرکے نظر بند کر دیا اور عمدۃ الامرا کے بھائی امیر الامرا کے فرزند عظیم الدولہ کو "نئیں کرناٹک" کا خطاب دے کر ایک لاکھ روپیہ ماہانہ

---

[1] یہ بیاض محترم ڈاکٹر غلام سرور صاحب (صدر شعبۂ فارسی، کراچی یونیورسٹی) کے توسط سے دیکھنے کو ملی۔

دو "ٹائٹل گرانٹ" عطا کیا۔ لیکن ان کو تمام ملکی انتظامات سے دستبردار کر دیا۔ ان کے بعد ۱۸۱۹ء میں ان کے فرزند اعظم الدولہ (اعظم جاہ بہادر) کو جانشین بنایا گیا۔ پھر ۱۸۲۳ء میں ان کے فرزند غلام غوث خان المتخلص اعظم جانشین مقرر ہوئے لیکن چونکہ وہ بہت کم سن تھے اس لیے بالغ ہونے تک اُن کو ان کے چچا عظیم جاہ کی سرپرستی میں رکھا گیا۔ عظیم جاہ ۱۸۲۵ء سے ۱۸۴۲ء تک مسند نشین رہے۔ پھر غلام غوث خان اعظم کو موقع ملا اور وہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۵۵ء تک جانشین رہے۔ لیکن چونکہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے ان کے چچا عظیم جاہ نے اپنے حقوق کے لیے انگلستان میں اپیل کی۔ ایک عرصے کے بعد پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ کرناٹک کی مسند نشینی ختم کی جائے اور نواب عظیم جاہ کو PRINCE OF ARCOT شہزادۂ آرکاٹ کا خطاب دے کر بطور ٹائٹل گرانٹ پچیس ہزار روپیہ ماہوار مقرر کر دیا جائے۔ بالآخر نواب عظیم جاہ اور انگریزوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ خود اُن کی زندگی تک پچیس ہزار روپیہ انھیں ملتا رہے اور ان کے بعد تا بقائے سلطنت انگلیشیہ ماہوار ساڑھے بارہ ہزار ان کی اولاد میں تقسیم ہوتا رہے۔ یہ معاہدہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۵ء کو ہوا تھا۔ عظیم جاہ کے بعد ظہیر الدولہ، انتظام الملک، منور خان اور محمد علی خان یکے بعد دیگرے "شہزادۂ آرکاٹ" ہوتے رہے۔ موجودہ حکومتِ ہند بھی اس معاہدے پر قائم ہے اور ماہانہ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ موجودہ نواب غلام محی الدین خان بہادر (رئیس امیر محل، مدراس) اور اُن کے خاندان والوں کو دے رہی ہے[1] نواب والاجاہ (محمد علی خان) جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ۱۷۹۵ء میں فوت ہوئے تھے۔ ان کے بعد ان کے بڑے فرزند عمدۃ الامراء (المتخلص ممتاز) ۱۸۰۱ء تک جانشین رہے۔ دوسرے فرزند امیر الدولہ تھے جن کے فرزند عظیم الدولہ ۱۸۰۱ء سے ۱۸۱۹ء تک اپنے تایا کے جانشین رہے۔ نواب والاجاہ کے تیسرے فرزند سیف الملک انور الدولہ (محمد انور خان بہادر صمام جنگ) تھے جو ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں فوت ہوئے۔ ان کا تخلص ممتاز تھا[2] سیف الملک کے فرزند سیف الدولہ تھے، جن کا انتقال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء سے پہلے ہو چکا ہوگا (جیسا کہ آگے عرض کیا جائے گا)۔ انھی سیف الدولہ کے دو فرزند قیام الدولہ اور قمر الدولہ تھے جن کی بیاض سے متعلق بحث کی جائے گی۔

یہ بیاض تاریخ کے گم شدہ اوراق پر مشتمل ہے جس میں نواب والاجاہ کے تیسرے فرزند کے اخلاف کے حالات مفصل طور پر آ گئے ہیں اور اس میں ایسے خطوط اور عرضیاں بھی ہیں جو انیسویں صدی عیسوی کے ربع اوّل میں اردو میں لکھی گئی تھیں اور وہ یقیناً مدراس کی قدیم اردو کی

---

[1] یہ حالات محبوب پاشا صاحب کے مضمون "خاندانِ والاجاہی کے اردو شاعر" (رسالہ "نیا دور"، لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۶۰ء) سے ماخوذ ہیں لیکن سنین کیلئے THE RULING CHIEFS, NOBLES AND ZAMINDARS OF INDIA BY VADIVELA MADRAS 1915) VOLUME I کو ترجیح دی گئی ہے۔

[2] تذکرۂ گلزار اعظم (تالیف نواب غلام غوث خان اعظم) میں ہے کہ "مختار، متخلص سیف الملک انور الدولہ خان بہادر صمام جنگ، پسر سوم جناب نواب والاجاہ جنت آرام گاہ است در ۱۱۶۶ھ در تہور و شجاعت ظلماتِ عدم بشر فستانِ وجود جلوہ افروز گردید و کتب متداولہ فارسیہ و فن عروض و قافیہ و مشقِ سخن بخدمت میر اسمٰعیل خان العجدی و میر علی مردان کیدل گذرانید۔ علم عقاید و فقہ نزد بہاء الدین آملی خواند و غوامض نکاتِ طبیہ از حکیم احمد اللہ خان بسند رسانید۔ خط نسخ از میر مہدی خوشنویس آموخت۔ از ہیش گاہ جناب تفضل مآب جم جاہ علی گوہر شاہ عالم بادشاہ ... بہ منصب شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار و عطائے خلعت ملبوس خاص و جیغہ و سرپیچ مرصع و ماہی مراتب و پالکی و جھالہ دار و خطاب مرقوم المعدلہ کامیابی حاصل ساخت .... در ۱۲۱۸ھ بدار فانی گرائید۔

یادگار ہیں۔ اس بیاض میں اکسٹھ[61] عرضیوں اور یادداشتوں کی نقلیں ہیں جو سیف الملک کے دو بیٹوں قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء سے ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء تک نواب عظیم جاہ کو یا ان کے توسط سے حکومت کو بھیجی تھیں۔ ان میں بعض یادداشتیں ایسی بھی ہیں جو حکومت سے ان دونوں بھائیوں کے لیے موصول ہوئی تھیں۔ شروع میں ایک سمن کی نقل بھی ہے جو چہار شنبہ ۳ جون (۱۸۲۹ء) کو سپریم کورٹ مدراس میں حاضر ہونے سے متعلق ہے۔ یہ سمن "قیام الدولہ اور قمر الدولہ فرزندان اور ممتاز بیگم زوجہ جو وارثان ہیں نواب سیف الدولہ بہادر مرحوم کے نام ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سیف الدولہ (ابن سیف الملک) ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء سے پہلے فوت ہو چکے تھے[1]۔ ان کی زوجہ ممتاز بیگم دراصل قیام الدولہ اور قمر الدولہ کی سوتیلی ماں تھیں جیسا کہ نمبر ۲۸ - ۳۰ - ۴۰ کی عرضیوں سے واضح ہے۔ نمبر ۳-۴ میں جمعیت النساء کا ذکر بھی آیا لیکن ان کو "والدہ بیگم صاحبہ" کہا گیا ہے۔ ممتاز بیگم کے علاوہ نور النسا بیگم (نمبر ۱۸ - ۴۰) اور مہر النساء (نمبر ۱۶ - ۱۷) بھی سوتیلی مائیں تھیں۔ نمبر ۴۲ میں مہر النساء کی زیارت "(غالباً چہلم) کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ کل کے روز ہوئی تھی یعنی ۱۱ صفر ۱۲۵۳ھ کو واقع ہوئی تھی۔ یہ عرضی ۱۲ صفر کی ہے۔ اسی عرضی میں قیام الدولہ اور قمر الدولہ کی چھوٹی بہن اُمۃ النسا بیگم کا ذکر بھی ہے۔ عرضی نمبر ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممتاز بیگم کا ایک بھائی تائید الدین اکبر (عرف اکبر بادشاہ) تھا۔ نمبر ۳۰ سے ظاہر ہے کہ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کا ایک چچا حسام الدولہ تھا۔ نمبر ۵۴ میں ہے کہ ان دونوں بھائیوں کا ایک ماموں حسام الملک تھا جس کے بڑے بیٹے محمد عبداللہ خان کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔

اب ان اکسٹھ عرضیوں اور یادداشتوں کا مختصر تعارف عرض ہے:

۱- نواب سیف الدولہ مرحوم کی بیگم اور صاحبزادوں کے نام سمن ہے کہ سپریم کورٹ، مدراس میں انتونی کے دعوے کے مطابق ایک لاکھ روپے ادا کرنے کے سلسلے میں جواب دیں۔

۲- قیام الدولہ اور قمر الدولہ کیلئے ایجنٹ MAJOR H.P. HODGSON مقرر تھا۔ اُس کے خط مورخہ ۴ ستمبر ۱۸۳۳ء کے جواب میں دو سو پندرہ روپے چھ آنے کا حساب دیا گیا ہے۔

۳- جمعیت النساء کی طرف سے نواب عظیم جاہ کے نام یہ عرض داشت ہے کہ آپ نے بچیوں کی شادی کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اب ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۹ھ (یکم اکتوبر ۱۸۳۳ء) کو یہ شادی شروع ہوگی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ شادی کے بعد ایک خالی مکان جو "مویشی خانہ" کہلاتا ہے، وہ مجھے عنایت ہو۔

۴- جمعیت النساء کا دعوت نامہ نواب عظیم جاہ کی بیگم (نواب بیگم صاحبہ) کے نام ہے کہ اس شادی میں "بی بیاں" شرکت فرمائیں۔

۵- MAJOR H.P HODGSON کے نام عرضی ہے کہ دونوں بھائیوں کو اپنے والد مرحوم کا قرض بالاقساط ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔ عرضی پر قمر الدولہ کی مہر ہے۔

۶- محمد منور درد غہ نے گیارہ کانی زمین شیخ حیدر کو اجارہ پر دے دی تھی۔ اب شریف الدین نامی ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے تو اس درد غہ سے زمین لی تھی۔ تم سے نہیں لی۔ اس لیے عرض ہے کہ محمد منور کو حکم دے دیں کہ قرارنامہ کے مطابق اجارہ رکھا جائے۔

---

[1] عرضی نمبر ۳۶ میں سیف الدولہ کے قرض خواہوں کے فیصلے کا ذکر ہے کہ وہ ۱۲۳۹ھ میں ہوا تھا۔ اس لیے خیال ہے کہ سیف الدولہ اس سال سے بھی پہلے فوت ہوئے ہوں گے۔ عرضی نمبر ۵۹ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

۷۔ "نواب امیر الہند والاجاہ" (یعنی نواب عظیم جاہ بہادر) کے نام عرضی ہے کہ سپریم کورٹ کا سمن بابت قرض موریل داس مرقومہ ۵ فروری ۱۸۳۳ء ملا ہے اور اس کے ساتھ یہ حکم نامہ بھی ہے کہ چار دن کے اندر اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو فیصلہ یک طرفہ صادر ہو جائے گا۔ دونوں بھائیوں نے اس عرضی میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہماری حالت آپ پر روشن ہے۔ اس عرضی میں دو مہریں ہیں۔ ایک میں "قیام الدولہ بہادر" اور دوسری میں "قمر الدولہ بہادر انور جنگ" لکھا ہوا ہے اور دونوں پر ۱۲۳۳ھ بھی ہے۔

۸۔ جمعیت النساء نے اطلاع دی ہے کہ نجم النساء عرف نجو (دختر نصیر الملک بہادر مرحوم) کو شادی کے بعد نویں ماہ میں سات ماہ کا مُردہ بچہ پیدا ہوا اور نجو کا بھی انتقال ہو گیا۔ یہ خط ۲۳ محرم ۱۲۴۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۹۔ مسٹر سایر، چیف سیکرٹری کے نام قمر الدولہ کی عرضی ہے کہ اس کا بھائی قیام الدولہ سب ملکیت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ عرضی ۱۶ صفر ۱۲۴۹ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

۱۰۔ نمبر ۹ والی عرضی دوسرے دن یعنی ۱۷ صفر ۱۲۴۹ھ کو گورنر SIR FREDERICK ADAM کے نام بھیجی ہے۔ اس کی یہ نقل ہے۔

۱۱۔ "حضور نواب بیگم" (عظیم جاہ کی بیگم) نے انگوروں کا تحفہ بھیجا تھا تو دونوں بھائیوں نے شکریہ کا یہ خط لکھا۔ ۲ ذی الحجہ ۱۲۴۷ھ تاریخ ہے

۱۲۔ جمعیت النساء کی یہ عرضی ۹ ربیع الثانی ۱۲۴۸ھ کی ہے اور نواب عظیم جاہ سے اپنی بھتیجیوں کی شادی کے لیے اجازت مانگی ہے۔ (یہ عرضی اس بیاض میں نمبر ۲ سے مقدم ہونی چاہیے تھی)

۱۳۔ میجر H.P. HODGSON کا خط قمر الدولہ کے نام ہے کہ دو سو پندرہ روپے چھ آنے ماہانہ کس طرح اور کن ملازمین کیلئے خرچ کیے جاتے ہیں اسی کے ساتھ قمر الدولہ کی ایک عرضی عظیم جاہ کے نام ہے کہ میجر کا اس طرح کا خط آیا ہے۔ اس پر عظیم جاہ نے بھی حکم دیا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتے ہو اس کی تفصیل لکھو)

۱۴۔ اس عرضی میں مذکورہ بالا رقم کے خرچ کی تفصیل ہے۔ (نمبر ۱۳۔۱۴ کو نمبر ۲ سے مقدم سمجھیں)۔

۱۵۔ منو سامی کرم اور اُما سامی کرم (جو بیگم پورہ میں رہتے تھے) عرضی دی ہے کہ وہ لوگ کب سے ملازم ہیں۔

۱۶۔ سیف الدولہ مرحوم (یعنی قیام الدولہ اور قمر الدولہ کے والد) کی ایک اور بیوی مہر النساء تھی۔ اس کی والدہ نے درخواست دی کہ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی۔ لیکن قمر الدولہ نے اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ سازش کر کے مجھے مکان سے نکال دیا ہے بلکہ اپنی سوتیلی ماں مہر النساء کو بھی اپنا ہمخیال بنا لیا ہے اور پولس کو بھی میرے نکالنے کے لیے بھیجا تھا۔ (اس عرضی پر سررشتۂ عدالت دیوانی کا حکم ہوا کہ قمر الدولہ سے کیفیت طلب کی جائے۔ قمر الدولہ نے کیفیت لکھی)

۱۷۔ اسی کیفیت کو قمر الدولہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میری سوتیلی ماں مہر النساء کا بھائی ہاشم علی بہت مقروض ہو گیا تھا اور مہر النساء مجھ سے اس قرض کے ادا کرنے کے لیے رقم مانگتی تھی۔ میری حقیقی والدہ نے بھی سفارش کی تھی تو میں نے سنکو کشن ستے سے قرض دلوا دیا تھا۔ لیکن ہاشم علی اس رقم کو واپس نہ کر سکا اور اس کی والدہ نے خواہ مخواہ مجھ پر بہتان لگا دیا کہ میں اسے مکان سے نکلوانا چاہتا ہوں۔

۱۸۔ خدیجہ بی نے نواب عظیم جاہ کو عرضی دی کہ سیف اللہ نے مجھے پالا تھا اور میری شادی اپنے صاحبزادے سیف الدولہ سے کر دی تھی۔ پھر جب

میں بیمار ہوئی تو میری حقیقی بہن نورس بیگم سے سیف الدولہ کا نکاح کر دیا گیا۔ لیکن سیف الدولہ نے وصیت کر دی تھی کہ دو سو روپیہ نورس بیگم کو ملا کرے کہ جس میں سے ساٹھ روپے نورس بیگم کے ہوں گے۔ چالیس عبدالعلی کے۔ پچاس خدیجہ بی کے۔ تیتیس غلام رسول کے اور پندرہ بدرالدین کے ہوں گے۔ لیکن کمپنی نے اس وصیت کے مطابق عمل نہیں کیا اور نورس بیگم کو پچاسی روپے چار آنے دیئے گئے اور دوسروں کو محروم کر دیا گیا۔ یہ عرضی ۱۰ شوال ۱۲۴۹ھ کی ہے۔

(اس پر نواب عظیم جاہ کا حکم ہوا کہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ سے دریافت کیا جائے۔)

۱۹۔ قیام الدولہ اور قمرالدولہ نے نواب عظیم جاہ کے حکم کے جواب میں یہ عرضی دی کہ عرضی نمبر ۱۸ کی پیش کرنے والی کا نام زورآں ہے اور وہ ذلیل قوم کی ہے۔ نیز یہ کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ محض دروغ و افترا ہے۔

۲۰۔ قمرالدولہ نے ۱۲ رمضان ۱۲۴۹ھ کو نواب بیگم صاحبہ (نواب عظیم جاہ کی بیگم) کو عرضی دی کہ میری دونوں بہنیں حاضر خدمت ہونا چاہتی ہیں لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔

۲۱۔ ۷ صفر ۱۲۴۹ھ کو قمرالدولہ نے بطور یادداشت لکھا ہے کہ میرے بھائی قیام الدولہ نے عظیم جاہ کو درخواست دی ہے کہ وہ گورنمنٹ کو پہنچا دیں۔

۲۲۔ قمرالدولہ اپنی کسی چھوٹی بہن کی شادی کے سلسلے میں عظیم جاہ کو دعوت کے لیے کچھ رقم پیش کرتا ہے جس کا اس عرضی میں ذکر ہے۔

۲۳۔ اس عرضی میں قمرالدین اپنی بہن کی شادی کے لیے کچھ زیورات عاریتہً لینا چاہتا ہے

۲۴۔ منوسامی کرنم اور اُماسامی کرنم کی عرضی تھی کہ وہ میرے والد مرحوم کے یہاں ملازم نہ تھے۔ محض غلط ہے۔ وہ یقیناً نوکر تھے اور اب بھی ہیں چنانچہ ان دونوں کو اب بھی تنخواہ ملا کرتی ہے۔

۲۵۔ قمرالدولہ نے عظیم جاہ کی بیگم صاحبہ کو اطلاع دی ہے کہ اس کی چھوٹی بہن کو رات سے دردِ زہ ہے۔

۲۶۔ میجر براڈ جن کا خط ہے کہ آپ نے جو عرضی حکومت کو براہِ راست بھیجی ہے وہ واپس کی جاتی ہے۔ قمرالدولہ کو چاہیے کہ وہ اپنے والد مرحوم کی پنشن اور وراثت کے متعلق جو کچھ کہنا چاہیں وہ گورنمنٹ ایجنٹ میجر براڈ جن اور نواب عظیم جاہ کے ذریعے کہیں۔

۲۷۔ اس خط میں بھی وہی کہا گیا ہے جو نمبر ۲۶ میں ہے۔

۲۸۔ یہ عرضی فارسی میں نواب عظیم جاہ کو دی گئی ہے اور عرضی نمبر ۲۹۔ ان کی بیگم کو اردو میں دی گئی ہے۔ تاریخ ۳۰ جمادی الاول ۱۲۵۲ھ ہے (قمرالدولہ کی سوتیلی ماں ممتاز بیگم کو ان کے بھائی تائید الدین عرف اکبر شاہ کے ذریعے بھجایا گیا ہے لیکن وہ مطمئن نہیں)

۳۰۔ عرضی میں ہے کہ ممتاز بیگم نے جھگڑے کھڑے کر رکھے ہیں۔ انھیں سمجھایا جائے کہ جب تک والد مرحوم کا قرض ادا نہ ہو جائے وہ کسی طرح کا دخل نہ دیں۔ نواب صاحب رحمتِ آب کے زمانے میں بھی ہمارے چچا حسام الدولہ نے جھگڑا کھڑا کر دیا تھا تو کورٹ نے اُن کی پنشن موقوف کر دی تھی۔

۳۱/۳۲۔ دونوں اقرار نامے ہیں کہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ اپنے والد مرحوم کا قرض ادا کریں گے۔

۳۳۔ عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ حضور نے ممتاز بیگم کے جھگڑوں کی وجہ سے باغ کے لیے ایک دروغہ مقرر کر دیا تھا۔ وہ اب بیماری کی وجہ سے نہیں آتا۔ اس لیے پھر فسادات کھڑے ہو رہے ہیں۔ باغ کو اجارہ پر دے دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ یہ عرضی ۲ ذی الحجہ ۱۲۵۲ھ کی ہے۔

۳۴۔ عید الاضحےٰ ۱۲۵۴ھ سے پہلے یہ عرضی شرف الملک کی وساطت سے دی گئی تھی کہ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کو بھی عید الفطر اور عید الاضحےٰ کا وہ حصّہ ملا کرے جو اُن کے والد کو ملا کرتا تھا۔

۳۵۔ یہ ان دونوں بھائیوں کا اقرار نامہ ہے کہ حضرت امام حسین رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کی جناب میں ہم اقرار کرتے ہیں کہ کمپنی سے ماہانہ زرِ سیورات پر جو اضافہ ہوگا وہ ایک سال کا اضافہ بلا عذر سیّد علی کو دے دیں گے۔ ۱۲ جمادی الآخر ۱۲۵۱ھ اس کی تاریخ ہے

۳۶۔ نواب عظیم جاہ سے عرض ہے کہ ۱۲۳۹ھ میں والد صاحب کے قرضخواہوں کے لیے جو فیصلہ ہوا تھا اس کی نقل مطلوب ہے۔ کیونکہ رتن بھارتی نے چودہ ہزار کا جعلی تسک، باغ کو گرو رکھنے کے سلسلے میں تیار کرکے کورٹ میں پیش کیا ہے۔ نمبر ۲۸ بھی اسی طرح ہے اور یہ عرضی ۱۲۵۱ھ کی ہے۔

۳۷۔ نواب عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کے پاس کورٹ سے نوٹس آیا ہے کہ باغ کے لیے داروغہ مقرر ہوا تھا تو اس کے لیے شہادت چاہیے۔ ورنہ باغ سرکار میں چلا جائے گا اور تم لوگوں کا حق ختم ہو جائے گا۔ پھر عظیم جاہ کے پاس کورٹ سے اطلاع آئی کہ اس باغ کا نیلام ہو گیا ہے اور اب باغ کی آمدنی داروغہ رتن بھارتی کو دی جائے) ۱۲۵۲ھ کی یہ تحریر ہے۔

۳۸۔ نواب عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ۱۲۳۹ھ ہجری میں والد مرحوم کے قرض خواہوں کے متعلق جو فیصلہ ہوا تھا اُس کے مطابق قرض کی قسطیں ادا کی جا رہی ہیں۔ مگر رام بھارتی اور رتن بھارتی نے چودہ ہزار کا ایک جعلی تسک باغ مسکونہ کو رہن رکھنے کے متعلق عدالت میں پیش کیا ہے۔

۳۹۔ شمس الدین احمد ولد مولوی قادر بخش جو عدالتِ عالیہ کا منشی تھا اس نے قیام الدولہ کی ضمانت لی ہے۔ یہ ۱۲۵۳ھ میں لی گئی تھی۔

۴۰۔ عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ممتاز بیگم اور نورس بیگم نے مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ باغ کی آمدنی جو حضور کے پاس محفوظ ہے، کورٹ کے اخراجات کے لیے مرحمت فرمائیں۔

۴۱۔ یکم ربیع الآخر ۱۲۵۳ھ کی عرضی ہے کہ باغ کے داروغہ کو حکم دے دیا جائے کہ ہم لوگوں کا حصہ پابندی سے دیا جایا کرے۔

۴۲۔ اس عرضی میں ہے کہ مہر النسا، ہمارے جدِ امجد سیف الملک کے دو منزلہ مکان میں رہتی تھیں لیکن چار سال سے انھوں نے وہ مکان ہم لوگوں کو دے دیا تھا اور وہ ہماری حقیقی (چھوٹی) بہن اُمّۃ النسا کے یہاں رہنے لگی تھیں۔ کل یعنی ۱۱ صفر ۱۲۵۳ھ کو ان کی "زیارت" (غالباً چہلم) کا دن تھا۔

۴۳۔ بعض لوگوں نے جو غلط دعوے کیے تھے اور سیف الدولہ مرحوم کی جائداد میں اپنا حق ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، ان کی تردید میں یہ عرضی ۹ صفر ۱۲۵۳ھ کی ہے۔

۴۴۔ ۷ ربیع الاول ۱۲۵۲ھ کی یہ عرضی ہے کہ کچھ لوگوں نے ہمارے والد مرحوم کی جائداد میں حصہ لینے کے لیے مقدمہ دائر کیا ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ باغ کے محاصل میں سے رقم عنایت کی جائے تاکہ مقدمہ کی پیروی کی جا سکے اور قرضخواہوں کو بھی دیا جا سکے۔

۴۵۔ باغ کے مقدمے کی تفصیل ہے۔ ۲۴ صفر ۱۲۵۳ھ۔

۴۶۔ عرضی ہے کہ باغ کے داروغہ کو حکم ہو کہ وہ ہمارے مقدمے کے سلسلے میں شہادت کے لیے کورٹ میں آجائے۔

۴۷۔ اربابِ عدالتِ محکمۂ عالیہ چاہتے ہیں کہ باغ کے محاصل کے لیے حضور حکم صادر فرما دیں۔ ۱۶ جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ۔

۴۸ - اس خط میں عرض ہے کہ درونہ نے ہم لوگوں کے وکیل کے سامنے کل بیان دے دیا ہے کہ ممتاز بیگم کا کوئی تصرف علی باغ پر نہیں تھا۔

۴۹ - مہرالنساء کی والدہ فیض النساء کی عرضی ہے کہ مہرالنساء کے چہلم کے بعد اس کا متروکہ اسباب مجھے (فیض النساء) کو دے دیا جائے۔ نواب عظیم جاہ نے اس پر حکم دیا کہ قیام الدولہ سے دریافت کیا جائے۔

۵۰ - اوپر کی عرضی کے جواب میں قیام الدولہ نے کہا ہے کہ مرحومہ کا متروکہ اسباب حضور کے حکم کے مطابق محکمۂ عالیہ میں پیش کر دیا گیا تھا لیکن حضور کا پھر کوئی حکم اس کے متعلق عدالت میں نہیں پہنچا۔ اس لیے وہ اسباب محکمۂ عالیہ کے وکیل کے پاس رکھ دیا گیا ہے۔ اطلاع عرض ہے۔ یہ جواب ۱۱ شعبان ۱۲۵۳ھ کا ہے۔

۵۱ - مرحومہ مہرالنساء کی والدہ فیض النساء کی یہ عرضی ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ کی ہے کہ مرحومہ کا اسباب قیام الدولہ وغیرہ مکان سے نکال کر لے گئے ہیں وہ واپس دلایا جائے۔ (اس پر حکم ہوا کہ مدعیٰ علیہم سے دریافت کیا جائے۔)

۵۲ - باغ کو اجارہ پر دینے کے لیے قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے درخواست کی ہے۔ (حکم ہوا کہ اگر معتبر آدمی مل جائے تو باغ کو اجارہ پر دیا جا سکتا ہے۔)

۵۳ - باغ کو اجارہ پر دینے کے لیے معتبر آدمی کی تصدیق ان دونوں بھائیوں نے کی ہے۔

۵۴ - کرنل والبول، گورنمنٹ ایجنٹ (جو ہاڈجسن کے بعد مقرر ہوا ہوگا) نے ان بھائیوں سے سیف الملک مرحوم کے وارثوں کی عرضیوں اور پنشن کا احوال پوچھا ہے۔ یہ خط ۲۹ مارچ ۱۸۳۹ء کا لکھا ہوا ہے۔

اسی خط کے جواب میں ان بھائیوں نے لکھا ہے کہ ہم لوگوں کے مؤکل حسام الملک وغیرہ کو دربار بہت دیر میں پہنچتا ہے کیونکہ انگریزی مہینے کی بیس تاریخ تک ہم کو ملا کرتا ہے۔ اس لیے ہم سب کی درخواست ہے کہ انگریزی مہینے کی پہلی دوسری تاریخ تک مل جایا کرے۔

۵۵ - شیخ عبداللہ اور شیخ سیرن جو سیف الدولہ مرحوم کے پرانے ملازم ہیں انہوں نے درخواست دی ہے کہ انھیں مرحوم کے یہاں سے پانچ سال کی تنخواہ نہیں مل سکی۔ وہ دی جائے۔

۵۶ - ان بھائیوں نے عرضی نمبر ۵۵ کے جواب میں کہا ہے کہ وہ دونوں شخص ہمارے والد مرحوم کے ملازم نہیں تھے۔ انھوں نے غلط دعویٰ کیا ہے۔

۵۷ - عرضی نمبر ۵۵ پر گورنمنٹ ایجنٹ کا جو حکم انگریزی میں تھا اس کا مطلب نواب عظیم جاہ کو یہاں فارسی میں پیش کیا گیا ہے۔

۵۸ - اوپر کی عرضی کے ساتھ ہی گورنمنٹ ایجنٹ کا یہ خط بھی ہے کہ جو لوگ سیف الدولہ مرحوم کے تعلق کے بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں یا کہیں جا چکے ہیں، ان سب کی فہرست دی جائے اور ۱۸۳۳ء سے جو روپیہ دیا جا رہا ہے۔ اس کی تقسیم بتائی جائے۔

۵۹ - ان دونوں بھائیوں کی درخواست ہے کہ ان کے والد مرحوم کے تمام قرض کے حساب کی تفصیل شروع رجب ۱۲۳۹ھ سے ۲۲ محرم ۱۲۴۶ھ تک کی عنایت فرما دی جائے کیونکہ ان کے باغ کا نیلام ہو چکا ہے اور اب وہ کورٹ میں قرض کے متعلق رجوع کرنے والے ہیں۔

۶۰ - نواب عظیم جاہ کو ۴ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ کو اطلاع دی ہے کہ رتن بھارتی کے جبلی تمسک (باغ کے گرو رکھنے کے متعلق) کی حقیقت کھل گئی ہے اس لیے شریف (حاکم) نے نورس بیگم کے مکان پر مہر لگا دی ہے۔ اور وہ باغ کے بڑے دروازے سے آکر ممتاز بیگم کے مکان پر بھی مہر لگانا چاہتا تھا تو ہم لوگوں نے روک دیا ہے کہ یہ ہمارا مکان ہے۔

۶۱ - یہ عرضی ۲۰ محرم ۱۲۵۵ھ کی ہے کہ بعض کنیزوں اور ملازموں کے فوت ہوجانے سے (نمبر ۵۸ کے تحت) ہماری رقم کم کر دی گئی ہے ایسا نہ ہونا چاہیے۔

یہ ہے مختصر تعارف ان تمام عرضیوں اور یادداشتوں کا۔ تفصیل خود ان کی نقول میں مل سکے گی۔ بیاض کے آخر میں چند اندراجات ہیں جو اسی خاندان کے کسی فرد نے بعد میں شامل کیے ہوں گے وہ یہ ہیں۔

انتقال قبلہ گاہی مرحوم۔ روز چہار شنبہ بتاریخ ۲۷ ربیع الثانی بوقت دوازدہ و نیم ساعت شب پنج شنبہ رحلت نمود و دفن روز پنج شنبہ بوقت یک ساعت نمود۔ تاریخ وفن ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ۔

انتقال اُمۃ الزینب بیگم۔ دوم شعبان روز پنج شنبہ بوقت یک ساعت شب جمعہ۔ دفن روز جمعہ سوم ماہ شعبان بوقت یازدہ ساعت روز۔ ۱۲۹۸ھ

انتقال دزیر النساء بیگم۔ شانزدہم جمادی الاول ۱۳۰۳ھ روز یک شنبہ۔ مطابق ۲۱ فروری ۱۸۸۶ء۔ بوقت دو نیم ساعت روز انتقال نمود۔

انتقال ماما باورچی ۲۲ ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ روز شنبہ۔ بوقت ہشت ساعت شب۔ روز یک شنبہ بوقت دوازدہ ساعت روز دفن شد۔

یعنی ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۷ء تک یہ بیاض اس خاندان میں رہی اور اسکے بعد اس خاندان کا حال بھی وہی ہوا ہوگا جو سب کا ہوتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ،

اب اس بیاض کے تمام خطوط، عرضیوں اور یادداشتوں کی نقل پیش کی جاتی ہے:-

○

اہل کورٹ سے شریف کو حکم یہ ہے کہ وہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ فرزندان اور ممتاز بیگم زوجہ جو وارثان ہیں نواب سیف الدولہ بہادر مرحوم کے اور عمدہ مسلمان باشندے ہیں مدراس کے سوا کو تمن کرے حاضر ہونے پہار شنبہ کو روز تیسری تاریخ کو جون کے[1]۔ عدالت گاہ سوپریم کورٹ میں بشرطیکہ وہ پائے جاویں مدراس میں جواب دینے ایک مقدمہ کا جو فرانسس پریرا اور انتونی پریرا وارثان پریرا انتونی کے رجوع کیے ہیں ہماری کورٹ میں وصول کرنے آئینے ایک لاکھ روپی۔

(۲)

ھوالکریم

صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے نیاز مندان و عنایت فرمائے بیکران سلمہ الرحمان خط آں توجہ فرما مرقوم چہارم ستمبر ۱۸۳۳ء عیسویہ متضمن حساب اخراجات دو صد و پانزدہ روپیہ دوشش آنہ مرصول گردیدہ بود۔ لہٰذا فہرست اخراجات مرسول است از ملاحظہ آں کما مر وکیفاً اخراجات

---

[1] یعنی ۱۸۲۹ء

نیکو زدش خواہد شد۔ شفیقِ من! در زمانِ والد مرحوم ہمیں کارخانہ را حسابش مرسل خدمت است مبلغ خطیر مصروف می شد و بعد انتقال قبلہ گاہی از خزانۂ کمپنی جہت ایفائے کارخانہ قبلہ گاہی بہر یک ماہ از ہر دو برادر دو صد پانزدہ روپیہ دوشش آنہ مقرر شد و ما ہر دو برادر از گنجائش بسیار و از تخفیف بیشمار نصف کارخانۂ قبلہ گاہی را بہ نیاز مند و نصف کارخانہ را بہ برادرم جاری داشتہ اند باوجود ایں قدر تخفیفات از طرف نیاز مند سہ صد روپیہ و از طرف برادرم سہ صد روپیہ مصروف کارخانۂ قبلہ گاہی میشود و برائے خرچہ روزمرۂ ضروری ایں نیاز مند و فیملی نیاز مند یک صد و ہفتاد روپیہ کہ مقرر است بکمال تصدیع و عسرت گزراں می شود حتیٰ کہ سواری نیلارم و عند الضرورت بکرایہ کار روائی میکنم۔ شفیقا! برایاں ملازم است کہ اہلِ استحقاق قبلہ گاہی را بہر صورت معاش برسانیم چنانچہ بہ سایم و کسانیکہ از ملازمین قبلہ گاہی قابل نوکری ہم گرفتہ میشود لاکن وقتیکہ در معاش ایں نیاز مند و برادرم قیام الدولہ بہادر تفصیل واقع شد لہٰذا چند مفاسید کہ بالکل استحقاق نمیدارند بریں نیاز مند و برادرم عارض استغاثہ بار بار در گورنمنٹ میگذارند و تصدیع میدہند چنانچہ ہمی مردماں در زمان ایجنٹ صاحبانِ سابق عارض کثیرہ گزرانیدہ بودند و صاحبان موصوف نواب صاحب مدظلہ العالی را از استغاثہ ہا بنا بر دریافت اطلاع کردند۔ چنانچہ نواب صاحب مدظلہ العالی نیز از حساب طلبیدہ ملاحظہ فرمودہ اند چوں استغاثہ آنہا نامسموع و باطل بود ہیچ جا مسموع نشد۔ حالا نیز بخدمت آں شفیق گزرانیدہ باشند۔ بفضلہ ایں نیاز مندان بہ توجہ گستر توقع دارند کہ بپاسِ عزتِ قبلہ گاہی پیوستہ عزت ایں نیاز مندان منظور خواہند داشت مشفقا! ما ہر دو برادر را لازم و منظور است کہ سبیل ادائے اقراض قبلہ گاہی نیز نمائیم دایں را دو وجہ است۔ یکے اینکہ حقوق مرحوم از ذمہ قبلہ گاہی ساقط شود دوجہ ثانی اینکہ باغ مسکونہ و مملوکہ مایان کہ از قدیم الایام سکونت گاہ جدِ ما نواب سیف الملک بہادر مرحوم است از فروختہ شدن امن باید و از گورنمنٹ نیز در زمانِ ماضیہ فروختہ شدنش را گوارا نداشتہ اند۔ چنانچہ نظر بپاسِ عزت جدِ ما سیف الملک بہادر مرحوم و حسب درخواست قبلہ گاہی مبلغ شصت ہزار روپیہ از خزانۂ کمپنی دادایں باغ را کہ از حکم سوپرم کورٹ ہراج شدہ بود از فروختہ شدن امن رہانیدند۔ اگر حالا بنا بر قرض قلیلے فروختہ شود باعث کمال بدنامی و تباہی خانہ بدوشی نیاز مندان است اگرچہ باغ ہم محاصل قریب سہ صد روپیہ دارد۔ اگر ازیں محاصل فہمائش قرضخواہا نشود۔ ما ہر دو برادران را لازم است کہ ازیں معاش اعانت و راعانتِ اقراض قبلہ گاہی نمائیم تا از بدنامی و تباہی و خانہ بدوشی بفضلہ ماموں و مصئون باشیم۔ چونکہ عنایات نواب صاحب مدظلہ العالی پیوستہ بر حالِ نیاز مندان مبذول است لہٰذا تا حال قرض خواہاں را از سرکار فہمائش مے شود و نیاز مندان از کاوش قرض خواہاں محفوظ ہستیم۔ زیادہ چہ التماس نماید۔

مرقوم بست و ہفتم ربیع الثانی ۱۲۴۹ ہجری — مہر قمر الدولہ

القاب بر لفافہ: بخدمت فیض درجت صاحب مشفق شفیق قدر دان توجہ و نوازش بیکراں و عنایت فرمائے نیاز مندان میجر ہاد جسن[1] صاحب بہادر گورنمنٹ ایجنٹ سلمہ الرحمان مشرف باد (بطور خط نصف سطور راست و نصف سطور چلیپا باید نوشت)

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی والدہ بیگم صاحبہ کہ بتاریخ ششم جمادی الاول ۱۲۴۹ ہجری قدسی بحضور نواب عظیم جاہ بہادر گذرانیدہ بود است

کنیز از برائے شادی دختران سابق در حضور پر نور گزرانیدہ بود۔ امر عالی صادر شد کہ شادی بکنند و از سرکار نیز عنایاتِ خداوندی مبذول خواہد شد

---

[1] MAJOR H.P. HODGSON

از فضل وکرم خداوندی امیدوار است کہ اگر حکم حضور بشود بفضلہ بتاریخ پانزدہم ماہ حال شروع می نماید و امیدوار است بی بیاں را نیز حکم صادر شود کہ ادائے رسومات نمایند و امیدوار است کہ رسم چترد سہرا بستن در حضور عالی بشود کہ باعث افتخار و عزت است عرض مکرر کنیز از ترحم خداوندی است کہ بعد از انعقاد مراسم شادی برائے گذران کنیز زادی مکانے نیست و متصل خانہ کنیز یک مکان سفالی بسیار شکستہ و ریختہ حتے کہ دیوار سایہ ہم ندارد و مشور ہوشی خانہ خالی افتادہ است از حکم مطاع برائے فرود آوردن کنیز زادی بعد از شادی عزّ ورود یابد کنیز مرمت کردہ فرود خواہد آورد زیادہ حد ادب - عرضی -

کنیز جمعیت النساء بملاحظہ عالی جناب مدظلہ

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی والدہ بیگم صاحبہ مرقوم ششم جمادی الاول ۱۲۴۹ھ ہجری قدسی بجہت گذرانیدن نواب بیگم صاحبہ قبلہ و گذرانیدہ شد

باندی فضل وکرم سے امیدوار ہو کر عرض کرتی ہے کہ اگر حکم حضور ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چھوٹی باندی کی شادی پندرھویں تاریخ کو اسی مہینہ کی شروع کرتے ہیں اور امیدوار فضل وکرم کے یہ ہے کہ بی بیاں کو واسطے ادائے رسومات شادی کے حکم ہو تو سرفرازی ہے۔ زیادہ حد ادب - عرضی کنیز جمعیت النساء -

در جواب عرضی نواب عظیم جاہ بہادر چنین ارشاد فرمودند کہ از فحوائش معلوم گردید کہ ہمگی معروضات در معرض قبول آمد و در باب بی بیاں فرمودند کہ یکسے کہ آشنائی نباشد و عوات شاں پذیرفتن ایں جانب مناسب نیست ——— نواب بیگم صاحبہ در جواب عرضی فرمودند کہ سابق در شادی شما کدام بی بیاں آمدہ بودند ازاں اطلاع نمایند بآنہا تاکید خواہد شد تاکہ در آنجا بیایند۔

(۵)

ھوالکریم

صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے نیازمنداں و عنایت فرمائے بیکساں سلمہٗ الرحمان

از آنجا کہ اہم مطالب نیازمند و خوشنودی گورنمان کونسل و آں شفیق در ہمیں است کہ ادائے قرض قبلہ گاہی بآسانی شود تباہی و پریشانی از خانہ بدوشی بسبب قرضداری قبلہ گاہی بحال نیازمند وغیرہ عاید نشود زیرا کہ گورنمان کونسل ماضیہ نیز لحاظ پاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم از خزانہ کمپنی زر نقد مبلغ شصت ہزار روپیہ بقسط صنخواہاں دادہ قبلہ گاہی را از تباہی محفوظ داشتند و دریں اوقات سبیل ادائے قرض قبلہ گاہی بجہت تخفیف اخراجات صورتے نمی بند و لہٰذا بخدمت آں شفیق التماس ایں دارم کہ برخود تصدیع گوارا نمودہ از کل اخراجات تخفیف دادہ بقرضخواہان قبلہ گاہی اقساط مقرر نمایم تاکہ قرض گاہے از ذمہ قبلہ گاہی ساقط شود و تباہی و پریشانی بحال نیازمند وغیرہ نرسد بفضلہ پیوستہ از گورنمان کونسل و آں شفیق ہمی توقع و التماس دارم کہ بپاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم و قبلہ گاہی سیف الدولہ مرحوم عزت ایں نیازمند در ہر امر منظور خواہند داشت زیادہ چہ التماس نماید مرقوم پنجم رجب المرجب ۱۲۴۹ھ ہجری - مہر قمر الدولہ

القاب بر لفافہ : بفضلہ بخدمت فیض درجت صاحب مشفق شفیق قدرداں توجہ و نوازش فرمائے بیکراں و عنایت فرمائے نیازمنداں میجر باد جسن صاحب بہادر گورنمنٹ ایجنٹ سلمہٗ الرحمان۔ مشرف باد

هوالکریم

(۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میدارم محمد نتھو داروغہ سرکار کہ برباغ گاہے متعین بودند درآں زماں بیکے شیخ حیدر نامی یازدہ کانی زمین را اجارہ دادہ بودند حالا نامبردہ شریف الدین سازش کردہ بحیلہ اجارہ دادن محمد نتھو از غلامان تمردی می نماید میگوید کہ از شما اجارہ نگرفتہ ام لہذا امیدوار افضال خداوندی کہ پیوستہ مبذول حال غلامانست ہستیم بفضلہ تعالیٰ حکم حضور پُرنور محمد نتھو شرف صدور باید کہ بموجب قرارنامہ اجارہ دار اجارہ را کہ بنام ایشاں است بردارند و خلاصہ مچلکہ اجارہ دار طفوف است بروقتیکہ بخواہند اجارہ را بردارند زیادہ ۔ ۔ بست و نہم رجب سنہ ۱۲۵۵ ہجری

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلامان آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور پُرنور میدارم سمن سوپرم کورٹ بابت مقدمہ قرض مورلی داس مرقوم پنجم فروری سنہ ۱۸۲۳ عیسوی مرسومہ باغلامان وغیرہ بتاریخ ہفتم مارچ سنہ ۱۸۲۳ء مطابق چہاردہم شوال سنہ ۱۲۴۸ ہجری معہ یک قطعہ حکم نامہ کہ درآں مرقوم است اگر در عرصہ چہار روز از تاریخ رسیدن ایں کاغذ مدعی علیہ حاضر شدہ جواب ندہند دریں مقدمہ فیصلہ دادہ خواہد شد، از حضور پُرنور بغلاماں موصول شدہ عالم پرورا کیفیت متروکات و قرضداری و جمیع ابواب کلی و جزوی ماغلامان بملازمان حضور پُرنور نیکو روشن است۔ لہذا غلامان امیدوار ہستیم کہ دریں مقدمہ جوابدہی آنچنیکہ مناسب برائے ملازمان حضور پُرنور اقتضا نماید ہماں درحق غلاماں بہبود و موجب سرفرازی است زیادہ حد ادب معروضہ ۷ شوال سنہ ۱۲۴۸ ہجری

غلامان

قیام الدولہ ۱۲۴۳	قمرالدولہ بہادر انور جنگ ۱۲۴۳

بر لفافہ : انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایں عرضی در حضور پُرنور بندگان عالی متعالی نواب امیر الہند والاجاہ نواب عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی بگذرد۔

(۸)

کنیز آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور پُرنور میدارد نجم النساء عرف نجو بی دختر نصیر الملک بہادر مرحوم بعد از شادی در ماہ نہم حمل ہفت ماہہ شدہ پسر مُردہ دو روز در شکم داشتہ روز سوم زائیدہ انتقال نمودہ زیادہ حد ادب۔ معروضہ ۲۳ محرم سنہ ۱۲۴۹ھ

عرضی۔ کنیز جمعیت النساء بیگم۔

(۹)

صاحب مشفق شفیق قدرداں توجہ و نوازش فرمائے نیازمنداں و عنایت فرمائے بیکساں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

از آنجا ہمگی ہمت ارباب حکومت پیوستہ برعافیت و آسودگی عالم و عالمیاں مصروف سیما بر خاندان نواب والاجاہ جنت آرامگاہ بانواع عنایات بے غایت بقدر مراتب نظر عزت بر احوال ہر یک مبذول میدارند بعد انتقال والد مرحوم یعنی سیف الدولہ بہادر پنشن را بنام ہر یک علیحدہ علیحدہ برفیلی والد مرحوم بنابر رفع فتنہ و فساد مقرر فرمودند و بنام ایں نیازمند برائے پرورش متعلقان در فواتح و رسوم سالیانہ وغیرہ سہ صد و ہشتاد و پنج روپیہ و شش آنہ مقرر و جاری فرمودند و دریں معاش قلیل ایں نیازمند بر خود تصدیع کشیدہ قریب صد کس از مرد و زن پرورش می نماید و فواتح و رسوم وغیرہ را ادا میکند

درینولا بسمع ایں نیازمند رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر بگورنر صاحب عرض گزرانیدہ اند کہ جملہ رسیدات فیملی والد مرحوم رائیجا نمودہ بنام خود نمایند و خود را مشارالیہ سازند چنانچہ بعد انتقال والد مرحوم برائے مشارالیہ شدن خود عرضی گزرانیدہ بودند ایں معنے را ارباب کونسل بنابر مصلحت و رفع فساد و فتنہ قبول نفرمودہ بنام ہر یک علیحدہ پنشن مقرر فرمودند حالا ایں نیازمند بخدمت فیض درجت چیف سکرٹر صاحب التماس دارم درحق ایں نیازمند و سائر اہل فیملی علیحدہ علیحدہ بودن رسید ادائی وا نسب است ایں نیازمند و ہیچ یک از ورثائے والد مرحوم بریک شدن رسید و مشارالیہ شدن برادرم قیام الدولہ بہادر راضی نیستند و التماس ثانی ایں دارم آنچیکہ از پنشن والد مرحوم در سرکار تخفیف یافتہ است از منجملہ آن چیزے بہ پنشن ایں نیازمند اضافہ شود تا کہ ایں نیازمند مع متعلقان بفارغ البالی گزراوقات نماید زیادہ حد التماس نماید۔ عرضی محمد الدولہ۔ شانزدہم صفر ۱۲۴۹ھ

برلفافہ: بخدمت فیض درجت مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے بیکراں و عنایت فرمائے نیازمنداں مسٹر شامپر صاحب چیف سیکرٹری مشرف باد

(۱۰)

القاب گورنر صاحب اندرون خط

نواب صاحب فیاض زماں فیض بخش فیض رساں نوازش فرمائے نیازمنداں و عنایت فرمائے بیکراں دام دولتہم۔

از انجا ہمگی ہمت ارباب حکومت پیوستہ برخاست و آسودگی عالم و عالمیاں مصروف سیما برخاندان نواب والاجاہ جنت آرامگاہ بانواع عنایات بے نہایت بمقدار مراتب نظر عزت بر احوال ہر یک مبذول میدارند بعد انتقال والد مرحوم یعنی سیف الدولہ بہادر مرحوم پنشن را بنام ہر یک علیحدہ علیحدہ برفیملی والد مرحوم بنابر رفع فتنہ و فساد مقرر فرمودند و بنام ایں نیازمند و برائے پرورش متعلقان و فواتح و رسوم سالیانہ وغیرہ سہ صد ہشتاد و پنج روپیہ پنشن آنہ مقرر و جاری فرمودند ازیں معاش قلیل ایں نیازمند بر خود تکلیف کشیدہ قریب صد کس از مرد و زن پرورش می نماید و فواتح و رسوم وغیرہ ادامی کند تا حال از افضال ایزد متعال ہمہ کارخانہ جات والد مرحوم باز یادتی اخراجات مقررہ جاری اند و نصف اخراجات مذکورہ بطرف ایں نیازمند و نصف بطرف قیام الدولہ بہادر است۔ درینولا بسمع ایں نیازمند رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر بہ گورنر کونسل عرضی گزرانیدہ اند کہ جملہ رسیدات فیملی والد مرحوم رائیجا نمودہ بنام خود نمایند و خود را مشارالیہ سازند چنانچہ بعد انتقال والد مرحوم برائے مشارالیہ شدن خود عرضی گزرانیدہ بودند ایں معنی را ارباب کونسل بنابر مصلحت و رفع فتنہ و فساد قبول نفرمودہ بنام ہر یک علیحدہ پنشن مقرر فرمودند۔ حالا ایں نیازمند بخدمت فیض درجت آں شفیق التماس دارد کہ درحق ایں نیازمند و سایر اہل فیملی علیحدہ علیحدہ بودن رسید ادائی وانسب است ایں نیازمند و کسے از ورثائے والد مرحوم ہر یک شدن رسید و مشارالیہ شدن برادر قیام الدولہ بہادر راضی نیستند و التماس ثانی ایں دارم آنچیکہ از پنشن والد مرحوم در سرکار کمپنی تخفیف یافتہ است از منجملہ آں چیزے بہ پنشن ایں نیازمند اضافہ شود تا کہ ایں نیازمند مع متعلقان بفارغ البالی گزراوقات نماید۔ زیادہ چہ التماس نماید۔ مرقوم ہفتدہم صفر ۱۲۴۹ھ ہجری (بتاریخ نوزدہم شہر مذکور بہ گورنر صاحب موصول گردید)

برلفافہ: بخدمت فیض درجت نواب صاحب فیاض زماں فیض بخش فیض رساں قدردان نوازش فرمائے نیازمنداں عنایت فرمائے بیکراں رائٹ آنریبل سر فریڈرک[1] ادم بہادر گورنر ان کونسل دام دولتہم مشرف باد (در خریطہ نالش وایجنٹ ہم خطے ہمیں عبارت و مضمون و ترقیم و وصول عبارت صمد لیکن القاب اندرون خط و بر بالائے لفافہ بالقاب شامپر مطابق و موافق است و خریطہ خط ایشاں۔ ... است و نام ایشاں میجر ہارجن صاحب

---

[1] LIEUT. GENERAL SIX FREDERICK ADAM, K.C.B. ۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۶ء تک مدراس کا گورنر تھا۔

بہادر گورنمنٹ ایجنٹ است۔)

(برادرم از گورنمنٹ بوساطت سرکار نواب عظیم جاہ بہادر درخواست کردہ بودند کہ مثل قبلہ گاہی مرحوم تمام وکمال پنشن بنام خود شود ۱۲ خلاصہ مضمون خط جواب درخواست برادرم از وساطۃ نواب صاحب اینست۔

مطلب فقرۂ منت بتجویز مرقوم نہم جولائی ۱۸۳۳ء بخوانید کہ برخطوط ذیل مرقوم۔ جولائی ۱۸۳۳ء ریت ہا زبل کونسل قرار میدہند کہ تبدیل آں ہیچ ضرورت نیست۔)

(۱۱)

مسودہ عرضی مرسلہ حضور نواب بیگم صاحبہ بتاریخ دویم ذالحجہ ۱۲۴۸ھ ہجری

غلامان خانہ زاداں آداب وتسلیمات بجا لاکر حضور عالیہ میں عرض کرتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین کہ غلامان آج یاد فرما کر انگور عنایت کرنے کے سبب سے بہت سرفراز ہو کر سجدہ شکر بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ حضور کے سایہ کو غلامان کے سر پر ایک سو پچیس برس ہمیشہ رکھے کہ حضور کے سوائے غلامان کو کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ زیادہ حدِ ادب۔

عرضی: غلامان قیام الدولہ ومتمد الدولہ

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کنیز آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور فیض گنجور میدارد دو دختران ایں کنیز از سن شادی تجاوز نمودہ اند وایں کنیز مقدور شادی ایشاں ندارد۔ او سبحانہ تعالےٰ ذات بندگان عالی متعال مدظلہ العالی را وسیلہ ایں کنیز و اولاد ایں کنیز فرمودہ لہٰذا امیدوار فضل وکرم خداوندی آں دارد ہمچنانکہ محض از عنایت بندگان عالی رسم مناکحت ایشاں بر آستانہ دولت فیض نشاں بوقوع آید ایں دو کنیز را در زمرۂ کنیزاں داخل فرمودہ از عنایات سرکار فیض آثار رسم شادی ایشاں نیز بر دولت بظہور انجامد۔ ازیکہ ارباب عدالت برائے ادائے قرض مرحوم از بابت دری باغ وغیرہ در محکمہ عالیہ امانت داشتہ اند از عنایات خداوندی اگر ازاں مبلغ برائے ادائے رسوم شادی ایں دو کنیز شود مستحسن است۔ بازنچہ ارشاد عالی دریں باب شود ہماں اولی وانسب است زیادہ حد ادب۔ گذرانیدہ شد برائے عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی بتاریخ نہم ربیع الثانی ۱۲۴۸ھ۔

عرضی۔ کنیز جمعیت النساء

جواب برایں عرضی صادر شد: باید کہ شما کار روائی بکنند۔ انچیکہ از سرکار اعانت بشود باشد خواہد شد

(۱۳)

صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے بیکراں سلمہ اللہ تعالےٰ

عرائض متعدد از مردم علائق وملازمین سیف الدولہ مرحوم بایں جانب میرسند۔ از التماس ایشاں معلوم می شود کہ ایشاں مستحق حصہ مبلغ دو صد پانزدہ روپیہ دشش آنہ کہ از سرکار برائے رسوم فواتح سیف الدولہ وبرائے پرورش ملازمین مرحوم موصوف معین است ہستند۔ لہٰذا درخواست ایں جانب اینست کہ آں صاحب بمجرد مطالعہ رقیمہ ہذا اطلاع خواہند نمود کہ مبلغ دو صد و پانزدہ روپیہ دشش آنہ ماہوار چگونہ خرچ می شود وچہ قدر ازاں برائے رسوم فواتحہ خرچ میگردد وچہ قدر برائے پرورش ملازمین مصروف می شود کدام کدام کس ملازمین ازاں پرورش می شوند وہر یک ازاں چہ قدر

ماہواری پابندی شاید کہ ہر سہ رقم مرقوم الصدر مشروحاً و تفصیل وار برائے اطلاع ایں جانب بزنگارند۔ زیادہ چہ برطراز۔ مرقوم ۴ ستمبر ۱۸۳۳ء
میجر ہاد جسن بہادر گورنمنٹ ایجنٹ۔

عبارت سرنامہ ایں خط ایں است: بفضلہ تعالیٰ شانہٗ صاحب مشفق مہربان توجہ فرمائے بیکراں قمرالدولہ بہادر سلمہٗ اللہ تعالیٰ موصولباد۔
قمرالدولہ کے نام جب میجر ہاد جسن کا یہ خط آیا تو اُس نے (قمرالدولہ نے) نواب عظیم جاہ کو یہ عرضی لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عرضی بنواب عظیم جاہ بہادر بتاریخ ہجدہم ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ ہجری گزراینده شد بایں عبارت:۔
آداب تسلیمات بجاآوردہ معروض حضور پُرنور میدارد۔

دیروز از گورنمنٹ ایجنٹ خطے متضمن درخواست فہرست اخراجات دو صد و پانزدہ روپیہ و شش آنہ کہ داخل درماہہ غلام است بنام غلام صادر گشت جہاں پناہا! او سبحانہ تعالیٰ شانہٗ حضور پُرنور راپناہ و وسیلہ غلام خانزاد ساختہ است لہٰذا امیدوار است کہ دریں باب ہرچہ حکم جہاں مطاع شرف نفاذ باید بعمل خواہد آورد۔ زیادہ حد ادب۔ عرضی۔ غلام۔ قمرالدولہ

از حضور در جواب عرضی ہذا زبانی ارشاد شد کہ شما ہرچہ خرچ می کنید بگذرانید)

(۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلامان آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم دشمنان غلامان گوناگوں فسادہا کہ نمودہ اندوہی نمایند بحضور پُرنور ظاہر است بفضلہ تعالیٰ شانہٗ و بامان خداوندی ما غلامان ہستند والا تا حال ذلیل و بے نشان گردیدہ بودند امیدازو سبحانہٗ تعالیٰ آنداریم کہ پیوستہ در ترحم خداوندی از فساد معاندین محفوظ و مصئون بودہ مثل سایر غلامان حضور پُرنور در ہم چشماں معزز و مکرم خواہند بود۔ حکم حضور پُرنور در باب پرسانیدن فہرست ملازمین و اخراجات در سرکار صادر شد۔ جہاں پناہا! فہرست ملازمین قبلہ گاہی در دفتر قبلہ گاہی در محکمہ موجود است اگر از انجا طلب شود دعوی کاذبہ مفاسید بر ملازمین قبلہ گاہی غلامان ظاہر خواہد شد۔ جہاں پناہا! بعد انتقال قبلہ گاہی امیر نواز جنگ بہادر ہمہ ملازمین قبلہ گاہی را بر طرف شنوانیدند۔ درآں وقت بعضے مردماں راوالدہ ہائے بیمار غلاماں یعنی ممتاز بیگم و نوریں النساء پیش خود نوکر داشتند۔ تتمہ ہمہ ملازمین را ما غلامان نوکر داشتند۔ بعضے ازاں بلا نوکری معاش از غلاماں می یابند و بعضے آنہا در عوض نوکری معاش می یابند۔ ہرگاہ فہرست اینہا بحضور رسانند پس امید بیم کمی بیشی از غلاماں نخواہند داشت و امورات غلامان معطل نخواہند شد۔ دریں باب غلاماں امیدوار سرفرازی مستند و فہرست حاضر است۔ زیادہ حد ادب مرقوم بست و ششم محرم الحرام ۱۲۴۸ھ

عرضی۔ غلامان قیام الدولہ و قمرالدولہ۔

(۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجا آوردہ بعرض بارِ یاباں حضور پُرنور میرساند کہ آباواجداد غلامان نوکر سرکار والا جاہ جنت آرامگاہ متعینہ سیف الملک مرحوم و غلامان بہماں نوکری تا انتقال سیف الدولہ بخیر خواہی مامور بودہ جہت پنشن در گورنمنٹ مستغاث شدہ و تصدیق حضور جہت پروانش

نوکران مبلغ چہار صد سی روپیہ دوازدہ آنہ در رسید قیام الدولہ و قمر الدولہ می گردید و بہ غلاماں می رسید۔ از بعد واقف کارے غلاماں را ... صاحب جہت تحصیل زر بیگم پورہ نوکر گذاشتہ از دراہۂ معمولے از تحصیل بیگم پورۂ مذکور جہت ادائے قرض آنہا بفروخت می رود و پرورش غلاماں دشوار۔ آنرا کہ وقت گرفتن اظہار غلاماں بخدمت شرف الملک بہادر ... جنگ بہادر کہ سابق عرضی احوال غلاماں نوشتہ گذرانیدہ اندازاں مبرہن جناب شدہ باشد۔ امیدوار از راہ خداوندی غلاماں زر مبلغ پنشن و زر تصدق حضور سرفراز بدعا از دیاد عز و دولت مشغول باشد۔ زیادہ حد ادب

عرضی : غلاماں منوسامی کرنم و اُماسامی کرنم۔ بیگم پورہ علاقہ سیف الدولہ مرحوم نہم ذالحجہ ۱۲۴۹ ہجری

حکم صادر شد کہ از برائے پنشن حال دریافت شود۔

(۱۶)

کنیز بعد از ادائے آداب و تسلیمات بعرض معلا میرساند کہ کنیز از قدیم الایام در خانۂ دختر خود مہر النساء زوجہ سیف الدولہ بہادر سکنت داشتہ بجمیع وجوہ بہ محافظت است۔ قمر الدولہ از یک سال مہر و رسیدش در علاقۂ خود داشتہ قابض و متصرف در راہ و غیرہ شدہ مقروض کنانیدہ علاوہ از چند روز در خانۂ ہمشیر خود آمد بانواع و اقسام در غلانیدہ مے خواہد کہ کنیز را از خانہ بدر کند و مزاج دخترم ہم بآں آوردہ است۔ کنیز موجب قباحت دانستہ ہر چند متعرض میشود کہ خانہ را گذاشتہ در جائے دیگر بودن خیلے انگشت نمائی و بدنامیست۔ زیرا کہ ازاں جانب در حق شما چہا بد سلوکے نوع رسیدہ بود۔ معلوم با اینہم پذیرا شدہ کہ بایمائے قمر الدولہ پیادگان جہت اخراج کنیز رسیدہ بودند۔ عالم پر ورا۔ کنیز دریں پیرانہ سالی کجا رود و در بدر شود۔ لہٰذا بعرض حال پرداختہ امیدوار است کہ قمر الدولہ و مادر و ہمشیرہ اش را تاکید حضور معلے باشد کہ مہر النساء را در خانہ اش روانہ نمایند تا کنیز بدستور سابقہ مع مہر النساء دختر و غیرہم سکونت دارد ... ... مراحم بگردد عین سرفرازی کنیز ست۔ زیادہ حد ادب۔ عرضی۔

کنیز فیض النساء والدۂ مہر النساء

خلاصہ : فیض النساء در حقیقت سکونت قدیمۂ خویش در خانۂ مہر النساء دخترش داشتہ کہ زوجۂ سیف الدولہ بہادر مرحوم است دریں ضمن محافظت مشار الیہا بجمیع وجوہ من بعد کیفیت و متعرض شدن دختر مذکور بہ سبب دخل قمر الدولہ بہادر در امورش از مدت یک سال۔ علاوہ نگہداشتن بہادر مسطور مشار الیہا را بخانۂ خواہر خویش و تحریضش بر اخراج عریضہ گذار از خانہ بجہت ارسال پیادگان پس لہٰذا بعرض اینہمہ مراتب امیدوار صدور حکم سکونت عریضہ گزار بخانہ دختر مزبورہ بموجب محمود ... ... از نگاہداشتن مشار الیہا بخانۂ خواہرش و ترک اغوائے او سررشتہ معاملات مرجوعہ منفصلہ دیوانی۔

حکم صادر شد۔ دوازدہم شعبان ۱۲۴۹ھ۔ کیفیتش از قمر الدولہ دریافتہ شد۔ (یہ کیفیت عرضی نمبر ۱۷ میں درج ہے)

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والدۂ مجاز[1] غلام، مہر النساء را بعد از تقرر دراہۂ برادر ایشاں ہاشم علی مہر خود را گرو گذاشتہ درعرصۂ قلیل قرضدار و پریشان حال

---

[1] سوتیلی والدہ

گردانیدہ و برائے گذرانِ خواہر برنج وغیرہ میفرستاد۔ ازیں عمر حالت ایشاں بہ تباہی و نوبت فاقہ کشی رسید صورت بہبود بجز راہی مہر از دست برادر ندیدہ۔ از غلام در ہر ماہ برائے ادائے دین برادر خود قرض می خواستند تا مدت چہار ماہ غلام اعراض می کرد۔ ہرگاہ والدۂ حقیقی غلام دربارۂ قرض دہانیدن ایشاں بہ غلام تاکید نمودند بجہت امتثالِ امر والدہ از نزد سنکو کشم ستے غلام قرض دہانیدہ و ایشاں ادائے قرض برادر نمودہ مہر خود را از گرو وا رہانیدند۔ بعد از ہم برائے شادی برادر وجہت استخلاص او از قید بدفعات قرض گرفتند۔ چونکہ دست ہاشم علی از قرض کشی کوتاہ گردید لہٰذا مادر مومی الیہ فیض النساء عریضہ گزار بانواع کیفیت دخیل غلام را متہم ساختہ در حضور مستغاثی شدہ است۔ این معنی از ادائے دریافت نیکو روشن حضور پُر نور خواہد گردید۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم ہفتم رمضان المبارک ۱۲۴۹ھ ہجری۔

عرضی۔

غلام ——— قمر الدولہ بہادر انور جنگ۔

عرضداشت بحضور فیض گنجور بندگان حضرت فیض مقدرت جناب ملازمان نواب عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی بگذرانند۔

ہشت و چہارم شعبان ۱۲۴۹ھ حکم صادر گردید

(۱۸)

انشاء اللہ تعالیٰ ——— ہو الکریم

آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض جناب میدارد۔ کنیز را سیف الملک مرحوم از خورد سالی در محل خود پرورش نمودہ از حکم نواب والا جاہ قاضی عبداللہ صاحب مطابق مہر مثل عمدہ کنیز یازدہ صد و یازدہ تولہ طلائے خالص کنیز را بنکاح سیف الدولہ بستند آں زماں کنیز را سیف الملک سی روپیہ ماہوار میداد بعد ازاں سیف الدولہ بہادر ہفتاد و پنج روپیہ میرسانید۔ کنیز را عارضۂ بیماری صعبت رو داد۔ بران بہادر مرحوم بنورس بیگم خواہر خود و حقیقی کنیز را بنکاح خود در آورد و در ماہہ مذکور میرسانید بعدہٗ بمعذوری چشم و دست و پا شت چوکیداران دوازدہ کرسی بردار ان متعین بودہ محافظت شان می نمودند و از کاوش قرض خواہاں چہل و پنج روپیہ از جیب میرسانید و در بیماری اکثری فرمود کہ از حضور بندگان عالی ماہوار دو صد روپیہ بنام نورس بیگم خواہد رسید۔ دراں شصت روپیہ بنورس بیگم و چہل روپیہ بعبدالعلی و پنجاہ روپیہ بکنیز دسی و پنج روپیہ بغلام رسول و پانزدہ روپیہ بہ بدرالدین برادر حقیقی کنیز۔ چناں وصیت بود کہ دو صد روپیہ موافق وصیت مرحوم از کمپنی جاری نگردید و ہشتاد و سہ روپیہ چہار آنہ بنام نورس بیگم از حضور جاری شدہ کنیز وغیرہ از فاقہ کشی جاں بلب اُمیدوار فضل و کرم آنست کہ از پنشن سرفراز گردد۔ زیادہ حد ادب۔

عرضی۔

کنیز بیوہ خدیجہ بی منکوحہ سیف الدولہ مرحوم

مرقوم ۱۷ شوال ۱۲۴۹ھ ہجری۔

عرضداشت بحضور فیض گنجور بندگان حضرت فیض مقدرت جناب ملازمان نواب عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی بگذرانند۔ (بہ بست و چہارم شوال ۱۲۴۹ھ ہجری حکم صادر گردید کہ از قمر الدولہ و قیام الدولہ دریافت شود۔) (عرضی نمبر ۱۹ میں اسی کی کیفیت درج ہے)

(۱۹)

غلامان آداب و تسلیمات بجا آوردہ بعرض ملازمان حضور پُر نور میرسانیم بہ ادعائے عرض گزار کہ جد مرحوم غلامان سیف الملک بہادر خدیجہ را پرورش نمودہ از حکم نواب والا جاہ جنت آرامگاہ بعقد نکاح قبلہ گاہی در آوردہ اند محض دروغ و افترا است۔ عالم پرورا! کاریکہ از حکم رئیس

سرانجام گرفتہ باشد بہ رسانے دیگر مخفی نمی ماند و نیکو روشن حضور پُر نور باشد کہ گاہی این نکاح قبلہ گاہی بعرض باریافتگان حضور پُر نور رسیدہ باشد و این نکتہ نامش زدوراں از ارذل قوم وزن برادر شوہر دایہ غلام خوردست و دایہ غلام حاضر است از احوالش خوب واقف است و اکثر مردماں نیز از کیفیت اطلاع دارند۔ عالم پرورا! بروز زیارت قبلہ گاہی ہر صغیر و کبیر از متعلقان قبلہ گاہی احوال خود را معروض پر نور نمودند اگر من وجہ عرضی استحقاق می داشت بطریق لدنے بعرض احوال خود ہا مثل سایر مستحقین می پرداخت۔ اوسبحانہ تعالےٰ شانہ، سایۂ حضور پُر نور را بر مفارق عالمیاں تا بہ ابدالدہر سلامت دارد کہ از دریافتِ بسیار بہر یک از متعلقانِ قبلہ گاہی معاشے از سرکار فیض آثار مقرر شد حتیٰ کہ کنیزان نیز محروم نگشتند۔ زیادہ حدِّ ادب۔

عرضی ——— غلامان ——— قمر الدولہ وقیام الدولہ ———

(۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجالا کر عرض رکھتا ہے اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں شکر ہے کہ حضور عالیہ کے تئیں غلام کا وسیلہ مقرر فرمایا۔ سالہائے دراز سلامت رکھے سب متوسلین دامن دولت حضور کے آستانہ دولت سے سرفراز ہوتے ہیں اور عزت حاصل کرتے ہیں۔ غلام کرم خداوندی سے اُمیدوار ہو کر عرض رکھتا ہے کہ حضور کی باندیاں یعنے غلام کی دونوں بہناں اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس شادی مبارک صوم[1] میں نواب صاحب مظلہٗ العالی کی حضور سے دولت ملازمت سے سرفراز ہونے کی اُمیدوار ہیں۔ اللہ تعالےٰ حضور کے سایہ کو غلام اور باندیاں کے سر پر سلامت رکھے۔ زیادہ حدِّ ادب۔

عرضی ——— غلام۔ قمر الدولہ

۱۲ شہر رمضان ۱۲۴۹ھ ہجری روز دوشنبہ۔

از دست حافظ قاسم فرستادہ نواب بیگم صاحبہ مدظلہا العالی راگذرانیدہ۔ جواب ندادند۔

(۲۱)

ہفتم صفر ۱۲۴۹ھ روز چہار شنبہ بسمع این جانب رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر عرضی برائے نواب عظیم جاہ بہادر جہت فرستادن بہ گورنمنٹ بحافظ یار جنگ بہادر عرف اولیا صاحب درخانہ ایشاں رفتہ دادند و گفتند شمایہ نواب صاحب از طرف این جانب بگذرانید۔ صاحب موصوف عرضی را خواندگفتند اگر شما ہر دو برادر باہم باتفاق نوشتہ میگذارندا ولی بود دریں کار موجب مخالفت حاصل میگردد۔ برادرم جواب دادند مضائقہ ندارند بہر طور بگذرانند۔ و باز شنیدیم کہ بہ گورنمنٹ نیز بے وساطۂ نواب علیحدہ نیز عرضی گزرانیدند برائے اضافۂ درماہہ۔ این خبر شنیدہ این جانب از زبانی ابو الحسن خاں از برادرم استفسار نمودہ۔ انکار محض نمودند خاموش گردیدند باز از ایشاں دریافت نکردم۔ حسبنا اللہ نعم الوکیل

——— قمر الدولہ ———

(۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجالا کر حضور عالیہ میں عرض کرتا ہے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضور کے حکم کے موافق آج شادی شروع کرتا ہے۔ غلام اپنی عزت کے واسطے چھے توری کے تیس روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ اُمیدوار فضل و کرم سے یہ ہے سرکار کے باورچی خانہ کے داروغہ کو حکم ہوتے کہ

---

[1] "شادی مبارک صوم" سے مراد پندرھویں روزے کا افطار ہے۔

خاصہ تیار کر کر حضور کی باندیوں کی نظر سے گزرانے۔ اس میں عزت غلام کی اور سرفرازی غلام کی ہے۔ زیادہ

حضورِ بندگان عالی و نواب صاحب بہو بیگم صاحبہ و صاحبزادی کلان دلہن بیگم صاحبہ

عرضی ——— غلام ——— قمرالدولہ بہادر ———

(۲۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آداب تسلیمات بجالا کر عرض کرتا ہے غلام اُمیدوار ہے کارپردازان سرکار کے تئیں حکم حضور صادر ہوئے کہ زیور رسومات کے عنایت ہوں۔ غلام سرفراز ہووے گا۔ اور بعد ادائے رسومات کے کارپردازان کے تئیں پہونچا دے گا۔ کر رہیہ عرض حضور میں ہے بادیس ویں تاریخ کے تئیں جلوہ ہوتا ہے۔ زیادہ حدِ ادب۔ عرضی ۔ قمرالدولہ

بحضور ——— نواب بیگم صاحبہ

——— جمادی الاول ۱۲۴۹ھ ہجری

(اسی کے ساتھ یہ نوٹ بھی درج ہے):-

زیور مختار بیگم کہ نواب جنت مکان گرفتہ در تصرف خود آوردہ بودند بحسب گفتۂ نورس بیگم۔ مرقوم نہم ربیع الاول روز پنج شنبہ ۱۲۴۷ھ ہجری

چنپا کلی یاقوت	سیلابچی آفتابہ نقرہ	پیکدان	پار زیب طلائی جوڑی	نقد	چنگیزی نقرہ	گلاب پاش
عصم عدد	عصم عدد	عصم عدد	عصم عدد	صدہون	عصم عدد	عصم عدد

(۲۴)

غلام تسلیمات بجا آوردہ بعرض ملازمان حضور پُرنور می رسانند کہ منوسامی کرنم و اُماکرنم۔ بیگم پورہ، بتاریخ پانزدہم رجب المرجب ۱۲۴۹ھ ہجری دعویٰ و اظہارات خود ہا نزد ملازمان حضور بمعہ عرائض نوشتہ بودند چنانچہ راجہ ٹیکم جنگ بہادر از غلامان جوالبش سرمہر گرفتند و دستخط حضور نیز بر دعویٰ و اظہارات مشارٌ الیہا دجوابات غلامان بعد از دریافت گردیدہ است۔ از روئے دریافت حضور پُرنور از دفتر سرشتہ داران خاندان نیک ہوا ید خواہد شد دعویٰ حقیقت آباد اجداد مشارٌ الیہا بود در سرکار نواب والاجاہ کہ نوشتہ اند تعلق بہ غلامان ندارد و متعلقۂ جدِ غلامان ہرگز نبودند بلکہ غلط محض است کہ از دفتر والاجاہی روشن خواہد شد و پیش از انتقال والد ہفت سال منوسامی کرنم و بعد از انتقال یک دنیم سال اُماسامی کرنم لوگر گردید و حال نیز برہماں نوکری مامور اند و در ماہہ معمول بلاکم و کاست از زرِ تحصیل بیگم پورہ کہ پیش ازیں نیز درہماں عوض می رسید حال ہم می یابند۔ زیادہ حدِ ادب مرقوم بست و چہارم ... ... ۱۲۴۹ھ ہجری۔ عرضی ———

نواب قمرالدولہ بہادر و قیام الدولہ بہادر

(۲۵)

آداب تسلیمات بجالا کر حضور عالیہ میں عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کے تئیں غلام کا وسیلہ فرمایا ہے۔ ایکسو پچیس برس سلامت رکھے۔ سوائے حضور پُرنور کے کوئی وسیلہ غلام کا نہیں ہے۔ حضور کی باندیاں کی باندی غلام کی چھوٹی بہن کو رات سے دردِ زہ ہوتا ہے۔ اطلاعاً

عرض کیا ہے۔ زیادہ حدِ ادب

عرضی ——— بنواب بیگم صاحبہ از طرف قمرالدولہ بہادر

(۲۶)

صاحبان مشفقان توجہ و کرم فرمائے بیکران سلمہ اللہ تعالیٰ

سابق بتاریخ بست و یکم مئی ۱۸۳۲ء عیسویہ بہ آں صاحبان اطلاع دادہ شدہ بود کہ در مقدمہ حالات پنشن و متعلقان والد مرحوم خویش چیزے اظہار کردن باشد از ذریعہ گورنمنٹ ایجنٹ و نواب صاحب کرناٹک باید نمود۔ لہٰذا مکرر اطلاع دادہ میشود کہ اگر آں صاحبان آنچناں عمل نمایند مناسب است و عرضی کہ بخدمت گورنمنٹ دادہ بودند از سبب مرقوم الصدر کہ نزد مخلص رسید واپس مرسل است زیادہ ۔۔ ۔۔ ۔۔

میجر ہاد جسن بہادر گورنمنٹ ایجنٹ۔ (دستخط انگریزی)

۸ جون ۱۸۳۵ء عیسویہ۔

(مابیان پیش از رسیدن ایں خط بست روز یک خط بہ گورنمنٹ نوشتہ بودند ہمراہ بخط ایجنٹ واپس آمد۔)

اسی خط کے ساتھ میجر ہاد جسن نے قیام الدولہ اور قمرالدولہ کو اُن کی وہ عرضی واپس کردی ہوگی جو انھوں نے براہِ راست میجر کو بھیجی تھی۔ اُس عرضی کے ساتھ میجر کا حسبِ ذیل نوٹ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

(۲۷)

ھو العلی الاعلیٰ

بمطالعہ صاحب مشفق مہربان توجہ و کرم فرمائے قیام الدولہ بہادر و قمرالدولہ بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ موصول باد

صاحب مشفق مہربان توجہ و کرم فرمائے سلمہ اللہ تعالیٰ

خط مسرت نمط آں صاحب معہ عرضی موسومہ جناب نواب گورنر صاحب بہادر موصول و مطلع مضامین نمود سابق کہ دریں مقدمہ برائے ارسال عرائض از معرفت جناب نواب صاحب دام اشفاقہم مرقوم نمودم حالا ۔۔ ۔۔ ہمیں میباید ہم کہ بموجب حکم گورنمنٹ از ذریعۂ جناب نواب صاحب مخلص فرستادن مناسب است کہ نواب صاحب محتشم ۔۔ البتہ بلا اندیشہ روانہ خواہند فرمود۔ زیادہ حدِ نگارش رود۔

عرضی مذکور واپس مرسل است ——— مرقوم ۸ رجولائی ۱۸۳۵ء عیسوی۔

میجر ہاد جسن بہادر
گورنمنٹ ایجنٹ،

مہر

(۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمیامن ایزد متعال چونکہ پرورشات خداوندی مبذول حال غلامان است حسب الحکم حضورِ پُرنور ارباب عدالت محکمہ عالیہ قرار نامہ متضمن فیصلۂ قرض خواہان قبلہ گاہی و جواب دہی آنہا در محکمہ عالیہ وغیرہ از غلامان گرفتہ باغ مسکونہ ما قبل از یک سال تحویل غلامان نمودند حسب الحکم حضورِ پُرنور غلامان نیز بعضے قرضخواہان را مثل درچرلاک داس فیصلہ نمودہ اقساط ہم از محاصل باغ میرسانیدند و بر فسادات ممتاز بیگم بوساطتِ محمد تائید الدین اکبر و میر عباس علی خانساماں

ہر چند مصالحہ و اتفاق با ممتاز بیگم خواستیم تا ادائے قرض قبلہ گاہی شود ہیچ مفید نشد و مسکنائے باغ را علانیہ حکم بے کنند کہ مالک باغ خود ہستیم و رسّی[1] باشما معاف کردیم شما ہرگز ندہید آنہا مترقبہ کردہ میبند۔ لہٰذا از چندے اقساط مذکور نمیرسد و نیز یک قسمک چہاردہ ہزار ہون برگزدی باغ بنام رتن بہارتی۔ ممتاز بیگم و نورس بیگم جعلی ساختہ از طرف رتن بہارتی در کورٹ رجوع کردہ بودند این معنے بجدی شیوع یافتہ کہ ہمہ صغیر و کبیر واقف شدند و بغلامان ناگزیر افتاد کہ در کورٹ جواب دہی نمائیم۔ لہٰذا غلامان لاچارانہ باصراف مبلغ کثیر بذات خود جواب دہی نمودیم و مقدمہ گشتیم بفضل ذوالجلال و بیروز کہ بست و نہم جمادی الاول بود دعاوی مدعی نامسموع و باطل شد قبضہ انفصال یافت۔ از چہار ماہ مختار بیگم برائے تجویز از مفاسید ترک اقامت باغ نمودہ و ترل کہنہ ساکن شدہ اند چنانچہ برادرشان محمد تائید الدین اکبر خوب واقف اند یکرو دشمن حضور پرنور است۔ سابق باوجود داشتن مہر خود ممتاز بیگم در سرکار حضرت نواب بیگم صاحبہ قبلہ مدظلہا العالی باہر جعلی کاغذات در گورنمنٹ فرستادہ بودند غلامان کہ من جمیع الوجوہ پروردہ یافتہ سرکار و متوسل دامن دولت ہستیم و از حکم حضور پرنور ہیچ گونہ ممتاز بیگم و غلامان را مجال سرتابی نیست امیدوار از فضل و کرم خداوندی ہستیم کہ ممتاز بیگم را حکم صادر شود کہ از دو صورت یک را اختیار کنند اولاً آنکہ تا ادائے قرض ساکت باشند و ہیچ گونہ دخل و تصرف در متروکات نکنند کہ از حکم شرع شریف پیش از ادائے قرض تصرف در متروکات روا نیست یا ہمیں وقت از باغ حوائق ترکہ خویش زمین باغ بگیرند و قرض نیز بمقدار ترکہ بذمہ خود گیرند۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم غرہ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ۔ عرضی۔

غلامان۔ قیام الدولہ۔ قمر الدولہ

جواب صادر شد مراکہ جلدی نہ کنند و چندے صبر کنند و از انفصال قبضہ شما بسیار خوش شدم۔

(۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ارباب عدالت محکمہ عالیہ ایک سال آگے بندگان عالی متعالی کے حکم سے باغ تحویل غلاموں کے کئے۔ غلامان تائید الدین اکبر عرف اکبر بادشاہ کی وساطت سے ہر چند مصالحت اور خوشنودی ممتاز بیگم سے چاہے تاکہ فساد نہ ہووے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ دریافت سے یہ بات حضور پرنور پر روشن ہووے گی آخر رتن بہارتی کے نام سے نمک جعلی چودہ ہزار ہون کا غلامان کی تباہی کرنے کے واسطے کورٹ میں رجوع کئے اور تمام چھوٹے بڑے اس بات سے واقف ہیں اس قبضہ کی کیفیت غلامان حضور پرنور میں سابق اطلاع کئے تھے حضور پرنور سے ارشاد ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو حق ہے سو ہوگا ویسا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل کے روز انتیسویں جمادی الاول ۱۲۵۲ھ کے فیصلہ کورٹ میں ہوا اور دعویٰ مدعی کا باطل اور جھوٹا ہوا چند روز سے باغ کے رہنے والے لوگوں کو ممتاز بیگم تاکید کیئے ہیں کہ باغ میرا ہے اور دری تم کو معاف کئے ہوں اس واسطے رہنے والے لوگ سرکشی سے دری زمین کی نہیں دیتے ہیں ممتاز بیگم اور غلامان حضور کے حکم کے تابع ہیں اور خلاف حکم کرنے کا مقدور نہیں۔ اس واسطے غلامان امیدوار فضل و کرم خداوندی کے ہیں ممتاز بیگم کو تاکید ہووے کہ باغ کے معاملات میں فساد نکریں تا اس کے حاصل قرضخواہاں کو نہ پہنچے اور جھوٹے تمسکات وغیرہ جعلی نہ بنادیں کہ اس میں غلاموں کی تباہی اور رسوائی اور بدنامی ان کی ہے۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم غرہ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ

یہ عرضی بیچ حضور حضرت نواب بیگم صاحبہ قبلہ مدظلہا العالی المتعالی کے گزری۔

---

[1] دری۔ یعنی لگان۔ اگلی عرضی میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔

(۳۰)

غلامان آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میدارند۔ جہاں پناہا! فسادات ممتاز بیگم کہ بر حال غلامان است بفردۂ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری مفصلاً معروض داشتیم ارشاد شد کہ دریں امر جلدی نکنند۔ عالم پرورا! از رسیدن اقساط بہ قرضخواہانِ قبلہ گاہی تقاضائے آنہا بیشتر است لہٰذا مضطربانہ جرأت پرواز عرض احوال خود میگردیم۔ ممتاز بیگم ساکنانِ باغ را علانیہ حکم میکنند کہ مالک باغ ہستم درمی ہا بشما معاف کردم۔ آنہا غنیمت شمردہ دری داون موقوف کردہ اند۔ لہٰذا اقساط کہ بہ قرضخواہانِ قبلہ گاہی میرسیدنی رسید اگر قرضخواہان در کورٹ رجوع شوند بر غلامان جواب دہی سخت و شوار است موجب تباہی غلامان خواہد شد کہ قرضخواہان باغ راہ اجرا خواہند کرد۔ ادسجانہ تعالیٰ حضور پُرنور الجاد ماوائے غلامان فرمودہ است امیدوار ہستیم کہ بمتاز بیگم حکم حضور شرف صدور یابد کہ تا ادائے قرض قبلہ گاہی ہیچ گونہ دخل و تصرف نہ نمایند و باممتاز بیگم از باغ بعد از وضع عوض دین انچہ افزود اگر بماند حصہ شرعی خود بگیرند عالم پرورا! در عہد نواب صاحب رحمت مآب چوں عموی مرحوم غلامان حسام الدولہ در سوپرم کورٹ رجوع آوردہ فسادات می نمودند از تفضلات خداوندی دگرزان کونسل پنشن عموی غلامان حسام اللہ دولہ مرحوم مسدود گردید تا وقتیکہ از قبضۂ کورٹ و فسادات دست بردارشد لہٰذا حالا ہم از انفصال ایزد متعال بجز تفضلات خداوندی غلامان را نجات از فسادات ممتاز بیگم نیست۔ زیادہ حد ادب۔ بروز جمعہ بتاریخ پانزدہم شعبان المعظم ۱۲۵۲ھ۔ عرضی۔

غلامان۔ | قیام الدولہ | قمر الدولہ بہادر

گذرانیدہ شد، ارشاد کہ از ممتاز بیگم دریافت خواہم کرد۔

(۳۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مایان کہ قیام الدولہ و قمر الدولہ وغیرہ ورثائے سیف الدولہ مرحوم ایم چوں کہ قبلہ گاہی مقروض بودند لہٰذا مایان اسباب مزدکہ بفروخت آوردہ ادائے دین بعضے مردم نمودہ ایم اکنوں بجز یک قطعہ باغ مسکونہ مایان کہ واقع کوس کوری است ہیچ باقی نماند درینولا قرض خواہان قبلہ گاہی بنابر دین خود با تقاضائے شدید می نمایند و ارباب عدالت باغ مذکور بہ قبض نمودند لہٰذا اقرار واثق می کنیم و نوشتہ میدہیم بریں معنے کہ مایان قسطے از درماہہ مقرر نمودہ قرض قبلہ گاہی انچہ باثبات رسد ادائے می نمائیم و حقوق ورثائے قبلہ گاہی کہ دراں باغ متعلق است موافق شرع شریف میرسانیم اگر کسے قرض خواہ در کورٹ مستغاثی شود بجوابش بردازیم خدانخواستہ از اقرار نوشتہ دادہ خود ہا منحرف شویم ارباب عدالت رسیدات مایان ضبط کردہ ہمگی درماہہ گرفتہ آنہا را برسانند بنابرآں ایں چند کلمہ بطریق اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریراً فی التاریخ ہشتم محرم الحرام ۱۲۵۲ھ ہجری۔

(۳۲)

مایان کہ قیام الدولہ و قمر الدولہ بہادر فرزندانِ سیف الدولہ بہادر مرحوم نبیرگان سیف الملک بہادر مرحوم ایم اقرار نمائیم و نوشتہ میدہیم بر ایں معنی کہ مبلغ دوازدہ ہزار روپیہ بحکم گورنر ان کونسل قرضاً از خزانہ گورنمنٹ بہ حسام الملک بہادر حال کہ میدہند ضامن ہستیم کہ ہر قدر زر منجملہ دوازدہ ہزار روپیہ مذکور بروز بہا در مزاد اللہ باقیماندآں زر بقیہ را بخزانہ گورنمنٹ مایان خواہم رسانید بنابرآں ایں چند کلمہ بطریق ضمانت نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد تحریراً فی التاریخ ۱۸ اپریل ۱۸۳۶ عیسوی مطابق غرہ محرم الحرام ۱۲۵۲ ہجری قدسی۔

اقرار نامہ ہذا بہ گورنمنٹ مرسل شد۔

(۳۳)

بحضور نواب عظیم جاہ بہادر

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ اگرچہ ممتاز بیگم در تعالی باغ قبلہ گاہی حتی الجہود سعی نمودند و کما ینبغی سکنائے باغ را فسادات باد دہانیدند از افضال ایزد متعال باقبال حکم خداوندی و اردغہ سرکار از کمال خیر اندیشی و خردمندی باتنظام تمام سرانجام میدادند۔ درینولا بسبب استیلائے ضعف بیماری نمی تواند بباغ آمدہ متوجہ امورات شوند۔ لہذا بعضے مفاسید خیر گی اختیار کردہ اند۔ نظر بہ پرورشات خداوندی کہ پیوستہ مبذول حال غلامان است امیدوار فضل و کرم ہستیم کہ از جانب سرکار باغ قبلہ گاہی را اجارہ دادہ منجملہ محاصل باغ پانزدہ روپیہ بنا بر اخراجات سواری بہ واردغہ سرکار مقرر گشتہ تاکید حضوری در بارۂ خبر گیری و اعانت مستاجر در ہمگی امور شرف صدور یابد موجب سرفرازی است۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم دوم ذی الحجہ ۱۲۵۳ھ۔

عرضی۔ غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ

(۳۴)

آداب تسلیمات بجا آوردہ نظر تراحم خداوندی کہ پیوستہ مبذول حال غلامانست جسارت پرداز عرض می شویم بیمامن ایزد متعال غلامان کہ من جمیع الوجوہ از آستانہ دولت پرورش و عزت یافتہ و می یابیم امیدوار فضل و کرم ہستیم کہ حصہ ہائے کہ از سرکار فیض آثار مثل حصہ عید الاضحی و عید الفطر وغیرہ کہ در حین حیات بہ قبلہ گاہی مرحمت می شد بنام غلامان یافتہ سرفراز و کامیاب می شدند باسم چنانکہ حسام الملک حال و عباسی میاں وغیرہ سرفرازی شوند غلامان را نیز از مرحمت حصہ ہائے سرکاری در اقران و محافل معزز و مفتخر خواہم شد۔ زیادہ حد ادب۔ قبل از عید الاضحی ۱۲۵۴ھ۔ عرضی۔

بوساطہ شرف الملک گزارندہ شد

(۳۵)

بجناب حضرت سید الشہداء علیہ السلام و جناب حضرت عباس علیہ السلام اقراری نمائیم دنوشتہ می دہیم بہ سید علی بر ایں معنی کہ ہر چہ کہ اضافہ بر زر رسیدات ماہواری مایان کہ از کمپنی گردد و زر اضافہ یک سال بطریق نذر بلا عذر و حیلہ بہ سید علی صدر خواہیم رسانید بنابراں ایں چند کلمہ بطریق اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر فی التاریخ سیزدہم جمادی الثانی ۱۲۵۱ ہجری۔

مہر قیام الدولہ	مہر قمر الدولہ بہادر

(۳۶)

فضل و کرم خداوندی سے بیچ ۱۲۳۹ ہجری کے، وساطت سے کارپردازوں سرکار فیض آثار کے فیصلہ تمامی قرضداروں قبلہ گاہی کا ہوا اور اقساط بھی پہونچی تھی اور بہت قرض عنایت سے حضور عالیہ کے ادا ہوتے موافق تمسکات رام بہارتی ورتن بہارتی کے تمامی قرض ادنوں کا بھی وساطت سے کارپردازوں سرکار کے ادا ہوا۔ رتن بہارتی خوف اور اندیشہ سرکار کا پاکر جملی تمسک چودہ ہزار ہون کا اوپر گرو باغ کے بنا کر کورٹ میں رجوع کیا ہے۔ اور ہفتے کا روز دوسری ذی قعدہ کے کورٹ میں دیا ہے۔ غلامان امیدوار فضل و کرم کے ہیں فیصلوں کے کواغذات و رسیدات قرضخواں کی جو سرکار کے کارپردازوں کی تحویل میں ہیں سرفراز فرمانا اللہ تعالے حضور عالیہ کے تئیں غلامان کا وسیلہ فرمایا ہے۔

زیادہ حد ادب

(۳۷)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض می میداریم غلامان دربارۂ رپورٹ نوشتے حضور پُرنور بہ شریف کورٹ آرنلڈ ... ... مزدیم جواب داد "باید کہ عنایت نامہ متضمن صدق شہادت دار وغہ سرکار کہ سابقاً در کوٹ اداشت مرسول گردد و گر خلافش بعمل آید دو حضور عاید میشود۔ اولاً در محاصل باغ بہ سرکار ثابت ثانیاً حقوق شما باطل و تلف خواہد شد" غلامان توضیحش خواستیم۔ او بر کیفیت نامہ نوشت کہ محاصل باغ از سرکار تعلق ندارد۔ زیرا کہ قیام الدولہ و قمر الدولہ از سرکار متعین دار وغہ فقط استعانت خواستند و دار وغہ از سرکار بایشاں متعین گشت کہ در تحت حکم قیام الدولہ و قمر الدولہ باشد و قیام الدولہ و قمر الدولہ متصرف محاصل باغ ہستند۔ اگر شما ہا را تعلقے باشد قیام الدولہ و قمر الدولہ ہر دو موجود اند و متصرف باغ ہستند شما از آمدن تعارض کنید عالم پرورا! از افضال ایزد متعال دریں دنیا بجز حضور پُرنور وسیلہ نیست و ندارم ہر قسمے کہ بندہ پرورا منظور باشد مستحق بر آں ہستیم۔ زیادہ حد ادب۔ پانزدہم شہر ذی الحجہ ۱۲۵۶ھ ہجری۔

نواب عظیم جاہ را از شریف کورٹ حکم نامہ رسید کہ باغ سیف الدولہ مرحوم ہراج شدہ است۔ محاصل باغ را بہ رتن بہارتی باید رسانید از خارج مسموع شد کہ نواب در جواب حکمنامہ نوشتند کہ از التجائے قیام الدولہ و قمر الدولہ وار وغہ (کہ) متعینِ باغ بود برداشتہ شد۔

(۳۸)

آداب تسلیمات و قواعد کورنشات بجا آوردہ معروض جناب فیض مآب میدارد۔ جہاں پناہا! از افضال و پروردشات خداوندی فیصلہ کل قرضخواہان قبلہ گاہی در ۱۲۳۹ھ ہجری بوساطت کارپردازان سرکار فیض آثار گردیدہ اقساط میرسید و اکثر اقراض ہم ادا گردید و بسبب تمسکات رام بہارتی و رتن بہارتی کل قرض آنہا نیز بوساطت کارپردازان سرکار ادا گشتہ، خوف و خطر سرکار دولت نکردہ نام بردہ بے باکانہ تمسک جعلی چہاردہ ہزار ہون برگروی باغ مسکونہ ساختہ در کورٹ رجوع کردہ است و بروز شنبہ دوم ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ در کورٹ می آید۔ عالم پرورا! غلامان امیدوار فضل و کرم ہستند و از کو اغذات فیصلہ و رسانید قرضخواہان کہ در پیش کارپردازان سرکار عالم مدار است سرفراز شوند و سبحانہ تعالےٰ شانہٗ حضور را پناہ و ملجائے غلامان فرموده است۔ زیادہ حد ادب بروز پنجشنبہ سلخ شوال ۱۲۵۱ھ

(ایں عرضی بہ نواب عظیم جاہ گزرانیدم حکم صادر شد کو اغذات را بدہند بروز جمعہ ذی القعدہ ۱۲۵۱ھ کو اغذات را آوردم۔)

(۳۹)

منکہ شمس الدین احمد دلد مولوی قادر بخش منشی عدالت عالیہ ام اقراری نمایم و نوشتہ میدہم بر ایں معنی کہ قیام الدولہ بہادر بنابر ارجاع مقدمہ باغ مسکونہ در کورٹ از خرچہ کورٹ تنگ آمدہ مبلغ محاصل باغ کہ در علاقہ کارپردازان سرکار فیض آثار در خواست کردند و کارپردازان مذکور ضمانت بر ایں مضمون کہ تیکہ فیصلہ باغ مذکور بطرف بہادر موصوف گردد دراں وقت از ضامن ہیچ تقاضائے مبلغ نیست و در صورت خلاف یعنی بطرف دیگر فیصلہ باید و دیگر ورثہ ازاں مبلغ حصہ خود ہا خواہند در آں وقت ضامن جرابدہ مبلغ باید شد خواستند بدیں موجب منقرر ضامن میشوم کہ احیاناً انفصال مقدمہ مرجوعہ کورٹ بطرف دیگر گردد و وارثان از مبلغ ہمدستے بہادر مذکور حصہ خود ہا دعویٰ نمایند بندہ جرابدہ آں مبلغ خواہد شد و ہیچ خلاف بعمل نخواہد آورد و مبادا خلاف بعمل آرم گنہ گار شرع شریف باشم و کارپردازانِ سرکار ہر سزا کہ فرمایند مستوجب آں باشم مرقوم ہجدہم ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے اس ضمانت نامے کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا):-

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کارپردازان بنابر دادن مبلغ محاصل باغ بغلامان ضمانت یکے از ملازمان سرکار خواستند۔ لہٰذا ضمانت شمس الدین منشی عدالت عالیہ حاضر کردہ امیدوار مرحکم حضور پرنور در باب عنایت شدن از مذکور ہستیم۔ زیادہ حد ادب۔

(۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی کہ برائے محاصل باغ بنواب عظیم جاہ بہادر نوشتہ شدہ بود۔

چونکہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرواز از احوال خود میگردیم قبل ازیک سال زر محاصل باغ مصروف اخراجات کورٹ می شد ہرگاہ از سادات ممتاز بیگم و نوریں بیگم خللے در رسیدن زر مذکور واقع شدہ و بہ غلامان رسانیدن زر۔۔۔ خیلے دشوار افتاد۔ لہٰذا بر ممتاز بیگم در حضور پرنور مستغاث شدیم اُنوں بسبب قرض ماضی و مصارف حال کورٹ غلامان مضطربانہ نظر بترحم خداوندی امیدوار صدور حکم حضور ہستیم کہ محاصل باغ ہر قدر کہ بالفعل بسرکار فیض آثار موجود است بجہتے مصارف کورٹ عنایت گردد۔ زیادہ حد ادب۔ تحریراً فی التاریخ بست و پنجم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(یہاں علیحدہ کاغذ چسپاں ہے جس پر حسب ذیل عبارت درج ہے جو بعض جگہ سے کرم خوردہ ہے:-)

دوم ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ حکم صادر شد کہ ایں عرضی بہ محکمہ عالیہ بنابر تجویز مقدمہ مقروضہ فرستادہ شود کہ ایں ہا برہائی باغ از پنجۂ ظالم از محاصلش مے خواہند۔

از عرضی گزاران چملکہ متضمن واپس نمودن مبلغ ہذا۔۔۔ از درایہ خود بعد انفصال معاملہ باغ حاصل کردہ حکم دادن مبلغ محاصل صادر شد۔ مرقوم ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری۔ تجویز اول از محکمہ۔

(۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمیامن ایزد متعال از انجا کہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز عرض میشویم کہ بفضل فضال لایزال از حضور دربارہ درخواست فقط حصہ غلامان ارشاد شدہ بود امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم کہ بدار دغہ باغ تاکید حضور شرف صدور یابد کہ ہمواره بہ غلامان فقط حصہ غلامان عنایت شدہ باشد موجب سرفرازیست۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم غرہ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(۴۲)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ بعد انتقال قبلہ گاہی مرحوم کارپردازان برائے سکونت مہر النساء مرحومہ مکان دو منزلہ جد غلامان سیف الملک مرحوم تفویض مرحومہ نمودند۔ بسبب تنگیٔ مکان بر غلام قیام آلدولہ بسیار تصدیع میگذشت مرحومہ مکان مفوضہ کہ متصل مکان غلام است از رضاؤ رغبت خویش بغلام دادند چنانچہ از مدت چہار سال بتصرف غلام داخل زنانہ است و مرحومہ در زنانہ ہمشیرۂ خورد غلامان امۃ النساء بیگم سکونت میداشتند در ینولا از بیماری ارخا مبتلا شدہ بودند ہمشیرہ احوال ایشاں متغیر یافتہ یک روز قبل از انتقال، مادر و برادر و خواہر مرحومہ را طلبیدہ گذاشتند ازاں روز تا حال گوناگوں کلمات ناسزا در حق ہمشیرۂ غلامان روبروئے مردمان از ینہا بظہور میرسید۔ لہٰذا بعد دفن آنہا واگفتند کہ شما ہا بخانۂ خود بروند۔ عذر آوردند کہ بروز زیارت میرویم و روز زیارت کہ دیروز بود در حضور پرنور بالعکس مستغاث شدند۔ عالم پرور! ہاشم علی وغیرہ اقربائے مرحومہ ہمچو بے ہمت کسانند کہ ہمشیرۂ حقیقی مہر النساء چندے اینہا را

درخانۂ خویش داشتہ بودند نظر بہ اطوار ناشایستہ دشنام ناسزا و برفتن اینہا را از خانۂ خویش پیادگان پولس را طلبیدہ اخراج کردند۔ چنانچہ ہاشم علی وغیرہ عریضہ متضمن کیفیت اخراج بتاریخ دوازدہم شعبان ۱۲۴۵ھ ہجری قدسی در حضور پرنور گزرانیدہ بودند۔ بمشیرۂ حقیقی غلامان امیدوار شرف صدور حکم حضور بر اینہا است کہ بہ خانۂ خویش روند۔ مکرر عرض اینکہ مرحومہ مہرالنساء چیزے قلیل از اسباب گزاشتہ لہذا اگر حکم عالی شرف صدور یابد تفویض ارباب عدالت نمایم تا کہ ادائے قرض مرحومہ گردد۔ زیادہ حد ادب۔

مرقوم دوازدہم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(۴۳)

صاحب مشفق مہربان توجہ گستر بے پایان سلمہ الرحمان رقیمہ شفیق متضمن فیصلہ شیخ میران و محمد عبداللہ مورخہ چہارم مئی ۱۸۳۸ء عیسوی وصول گردیدہ، از مضمونش آگہی بخشید۔ مشفقا! حقوق نامبردہ در دفتر بمنظر نیامد و از زبانی قدمائے ملازمان قبلہ گاہی مرحوم مثل میر عباس علی خان ساماں وغیرہم ثبوت نمیرسد۔ ازیں قبیل مفتریاں بعد از انتقال قبلہ گاہی مرحوم خیلے کثیر دعوی ہائے باطل بخدمت گورنمنٹ ایجنٹ سابقہ در سرکار نواب صاحب رجوع کردند بسبب بطلان دعوی ہیچ یک پیش گورنمنٹ و نواب صاحب مقبول نیفتاد نامبردہ ہا نیز ازاں منفعل شدند زیادہ چہ نویسد۔ ۹ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

حکم حضور صادر شد کہ بایشاں اطلاع شود کہ اسباب مذکور حوالہ ارباب عدالت نمایند۔ آنہا کہ برائے تعزیت آمدہ لہذا اگر خواہند تا فاتحہ درون خانہ باشند مگر باتفاق و محبت باید کہ زنان در خانہ و مردمان بیرون خانہ بوند۔

(۴۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بمیامن ایزد متعال از انجا کہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز عرض میشویم کہ از حضور پرنور در مقدمہ محاصل باغ ارشاد شدہ بود کہ سوائے حصہ ہائے ورثائے دیگر دربارۂ عنایت فرمودن حصۂ غلامان دریافت نمودہ عنایت کردہ خواہد شد امیدوار ہستیم کہ مورد عنایت خداوندی شویم۔ عالم پرور! ارتن بہارتی گسائیں قضیہ بر قبلہ گاہی و بر املاک قبلہ گاہی آورد۔ لازم بود کہ ہمہ ورثائے قبلہ گاہی جواب دہند و احوال ورثا کہ بر حضور پرنور نیکو روشن است کہ ہمہ فسادات از آنہا است و غلامان از مدت دو سال بسبب بیم تباہی و خانہ بدوشی مقروض گشتہ حتی الجہود جواب دہی در کورٹ نمودیم چنانچہ بسبب رسیدن ندر بوعدہ و انقضاء مدت ۵ سال قریب است کہ قرضخواہان بغلامان در کورٹ مستغاثی شوند۔ خدانخواستہ زیان عظیم بہ غلامان خواہد رسید۔ اذ سبحانہ تعالی جل شانہ حضور پرنور را وسیلۂ غلامان فرمودہ قایم دایم دارد۔ از ترحم خداوندی چناں امیدوار ہستیم کہ متروکات قبلہ گاہی یعنی محاصل باغ مصارف جوابدہی شود زیرا کہ قبضہ بر متروکات قبلہ گاہی است تا کہ غلامان و دیگر ورثاء و قرضخواہان وغیرہ از عنایات حضور پرنور تباہ نشوند و بعد انفصال قضیۂ مذکور بہر قسمے کہ مبذول عنایت خداوندی شویم سرفرازی است۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم بست و ہفتم ماہ ربیع الاول ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(۴۵)

بخدمت نواب صاحب فیاض زماں فیض بخش فیض رساں قدردان نوازش فرمائے نیازمندان عنایت فرمائے بیکراں رائٹ آنریبل لارڈ الفنسٹن[1]

---

[1] LORD ELPHINSTONE. G. C. H, P. C. (1837 - 1842)

گورنر کونسل فورٹ جارج دام اقبالہم التماس می نمایم ہمیں کہ ایں باغ کہ سکونت گاہِ جدماست بعد از انتقال پدر مایان عمری مایان در سوپرم کورٹ استغاثہ بُردہ ڈگری تقسیم باغ حاصل نمودہ۔ در آں وقت گورنر ان کونسل اعانت پدر مایان کردہ باغ مذکور را از پنجۂ ارباب سوپرم کورٹ رہائی بخشیدند و نیز در وقت دیگر یک قرضخواہ جدّ مایان میخواست کہ ایں باغ را بفروشد ارباب گورنر ان کونسل از خزانہ کمپنی مبلغ شصت ہزار روپیہ قرض قرضخواہ ادا کردہ بتدریج در عرصہ دہ سال از پنشن پدرم مبلغ مذکور را بہ سبیل اقساط وصول کردند و باغ را از فروخت شدن رہائی بخشیدند۔ چنانچہ تا حال قبالجات باغ مذکور در سرکار کمپنی است۔ حالا شخصے بانوائے ... ... مایان یک تمسک جعلی پدر مایان ساختہ در سوپرم کورٹ استغاثہ بردہ پس فردا باغ را ہراج میکند چنانچہ ازیں کیفیت نواب عظیم جاہ بہادر ہم آگاہ ہستند بسبب جعل کردن تمسک ممتاز بیگم و نورس مادر سے مادر (؟) مایان معرض عنایت نواب صاحب ہستند و اوکیٹ جنرل ہم اطلاع دارند بحرآت مرآت تمسک جعلی مذکور در سوپرم کورٹ باطل شد و مدعی کاذب گردید و در ہمیں معاملہ جعلی از دو سال در سوپرم کورٹ باصراف مبلغ کثیر گشتہ تمسک جعلی مذکور را باطل ساختیم و باد مختار بیگم و نورس بیگم باخفا جعلاً بر خود سمن طلبیدہ روبروئے لایر (LAWYER) اقرار بر صدق آں تمسک جعلی نمودہ ڈگری حاصل کردند۔ لہٰذا ازاں کرم فرما توقع چنانست کہ تدبیرے دریں امر خواہد شد۔ فرمود کہ باغ ما از فروخت شدن آمن باید و مایان از مضادات ممتاز بیگم و نورس بیگم وارہیم۔ زیادہ چہ التماس می نمایم (نقل خطے کہ بگورنمنٹ فرستادہ شد بتاریخ بست و چہارم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی)

(۴۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم بسبب خلل اندازی ممتاز بیگم در محصولات باغ ما غلامان احوال خود را در حضور پُر نور معروض داشتیم۔ از انفعال ایزد متعال معروضات بدرجۂ قبول اُفتاد و کرّات و مرّات تاکید شدید بر ممتاز بیگم دربارۂ امتناع خلل اندازی در محصولات باغ مسکونہ شرف صدور یافت ہر گاہے کہ تاکید حضور بگوش ہوش نشنیدند تنبیہاً در ماہۂ ایشاں دو سہ ماہ از سرکار مسدود گردید و بجہتہ التجائے غلامان در حضور پُر نور برائے انتظام کارہائے محصولات دری باغ وغیرہ بستم شعبان ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی ام نومبر ۱۸۳۶ء عیسوی از سرکار دارو غہ وغیرہ بر باغ مسکونہ متعین گردید و بتاریخ بست دوم رمضان المبارک ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی دیکم دسمبر ۱۸۳۶ء عیسوی از قبول کردن ممتاز بیگم تمسک جعلی رتن بہارتی بر باغ مسکونہ شریف سل (SEAL) کرد۔ غلامان بر شریعت قضیہ در کورٹ بردیم کہ خلاصہ مضمونش اینکہ شریف عبث از ظلم و تعدی بر باغ مسکونہ مملوکہ مایان کہ قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر ہستیم سل کردہ است و بسیار ظلم کرد۔ خلاصہ مضمون اجوبہ شریف آنکہ دو زنان خاصہ سیف الدولہ مرحوم ممتاز بیگم و نورس بیگم بود ند از قبول کردن ایشاں زر تمسک رتن بہارتی ملک متصرفہ و مملوکہ ایشاں را سل کردم و قیام الدولہ و قمر الدولہ را ہیچ دعوی نمی رسد زیرا کہ مال ایشاں نیست و تصرف ایشاں را نیست و نبود و اظہار لایر (LAWYER) غلامان چنین است کہ انفصال قبضہ منحصر بر ثبوت تصرف شما یعنے غلامان است والا نہ۔ خدانخواستہ قضیہ رتن بہارتی بہ شریف خواہد برد۔ اکنوں بحمدہ تعالیٰ شانہ حضور پُر نور الملجا و ما وائے غلامان فرمودہ است و پیوستہ عنایات خداوندی مبذول و مصروف حال غلامان است و پروردشات غلامان منظور حضور پُر نور است جرأت پردازِ عرض احوال خود میشویم۔ عالم پرورا ہر گاہ بیکہ شریف سل (SEAL) کردہ التجائے غلامان باغ مسکونہ در تصرف کارپردازان سرکار بود و تا حال است و بتاریخ دوم محرم ۱۲۵۰ھ ہجری قدسی مطابق یازدہم مئی ۱۸۳۴ء عیسوی بہ ارباب عدالت محکمۂ عالیہ علی باغ مسکونہ را تحویل غلامان نمودند و در تصرف غلامان بود و دری وغیرہ ہم وصول میکردیم۔ امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم۔ اگر از عنایات خداوندی و ارد غہ سرکار فیض آثار اولاً کیفیت تحویل کردن ارباب عدالت باغ مسکونہ را بغلامان و ثانیاً غلامان چنانکہ معروض داشتہ بتاریخ بستم شعبان ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی ام نومبر ۱۸۳۶ء عیسوی کہ بہ تحویل کارپردازان سرکار نمودیم در کورٹ اظہار نماید موجب سرفرازی است۔ زیادہ حدّ ادب۔ مرقوم سوم جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ

ہجری قدسی۔

سیوم جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری حکم صادر شد اگر من شہامت بنام داروغہ رسد برائے رفتنش اجازت دہند۔ فقط۔

(۴۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم از افضالِ ایزد متعال ارباب عدالتِ محکمہ عالیہ بنا بر دادن زر محاصلِ باغ ہمارہ بغلامان مجدداً صدور حکم حضور پر نور می خواہند لہٰذا غلامان امیدوار فضل و کرم ہستیم کہ سرفراز خواہند شد و قضیہ غلامان در عرصہ ہفت و شش روز رجوع میشود زیادہ حد ادب مرقوم شانزدہم جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری

(۴۸)

آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم دیروز داروغہ سرکار فیض آثار ہمراہ غلامان پیش لایر (LAWYER) آمدہ بودند اکثرے از کیفیات علی باغ استفسار نمودہ پرسید کہ بعد از انتقال سیف الدولہ بہادر مرحوم تخمیناً بدت چہار سال کہ در انقباطِ کارپردازان سرکار بود در آں زماں ممتاز بیگم بہ ہیچ نوع تصرفے داشتند و یا نہ۔ داروغہ سرکار جواب دادند کہ ہیچ نوع تصرفے ممتاز بیگم را نبود بلکہ متضمن درخواست خریدن قطعہ از علی باغ اکثر عرضداشت نمودہ لاکن مقبول نیامد۔ از شنیدنِ کیفیتِ عرضداشت لایر غلامان امیدوارِ عرضداشت مذکورہ است و میگوید کہ ہم دلیلے قوی و بیّن تر۔ سوائے عرضداشتِ مذکورہ بر بطلان ملکیتِ ممتاز بیگم و نورس بیگم نیست لہٰذا غلامان از افضال ایزد متعال امیدوارِ فضل و کرم خداوندی ہستیم کہ بجز حضور پر نور غلامان را ملجا و ماوی نیست ادسبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ حضور پر نور را بر سرِ غلامان سلامت دارد۔ زیادہ حدِ ادب۔ مرقوم ہفتم ہم جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔ فقط۔ نقل مطابق نقل

(۴۹)

نقل عرضی فیض النساء مادرِ مہر النساء مرحومہ مطابق اصل گذرانیدۂ حضور پر نور آنکہ

کنیز آداب تسلیمات و لوازم کورنشات بجا آوردہ معروضِ ملازمانِ حضور لامع النور میرساند کہ قبل از یکروز فاتحہ چہلم حسب الحکم جنابے سرکار آمدہ زنانہ علاقہ قیام الدولہ بہادر وغیرہ در مکان سکونتِ کنیز نیافت و بعد از فاتحہ چہلم بہادر مذکور برائے خروجِ ایں کنیز از مکان معلومہ مُصر گشتند۔ کنیز درخواست مکان و اسباب مرحومہ نمود و عذر اطلاع حضور پر نور درمیاں آوردہ بہادر مذکور پروائے عذر بحکم حضور ہم نکردہ بسزائے دلِ تمام از بے عزتی تجویز اخراج کردند و گفتند کہ برائے گرفتن اسباب و مکان استغاثہ بکورٹ باید کرد لہٰذا کنیز بر مثل قبل از آں مقدمہ کشیدنِ خروج از انجا مناسب دانستہ بر مکانِ خود آمد۔ امیدوار است کہ از راہ عدالت و غربا پروری اسباب و مکانِ دختر مرحومہ بکنیز دہانند باعث سرفرازی و پروریش کنیز است زیادہ حد ادب مرقوم ہفتم جمادی الاول ۱۲۵۳ھ ہجری مقدسہ۔ عرضی۔

کنیز فیض النساء مادر مہر النساء مرحومہ منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم

نقل خلاصہ: عرضی مسماۃ مذکورہ بر پشتِ عرضی ادبود مطابق اصل است فیض النساء مادرِ مہر النساء منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم در حقیقت بے مروتی قیام الدولہ بہادر وغیرہما بارادہ اخراج عریضہ گذار از مکان بعد ادائے فاتحہ چہلم دختر مرحوم مذکورہ مفصلاً معروضداشت امیدوار است کہ از راہِ عدالت و غربا پروری اسباب و مسکن دختر بہ کنیز دہانیدہ شود۔

نقل دستخط خاص حضور پُرنور کہ بعرضی مسماۃ صدر مزین شدہ۔ مطابق اصل ہمیں است۔ چہارم جمادی الاول ۱۲۵۳ھ ہجری حکم صادر شد کہ از قیام الدولہ بہادر دریافتہ شود۔

(۵۰)

جواب عرضی مسماۃ فیض النساء مادر مہر النساء۔ نقل مطابق اصل۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بعرض ملازمان عالی میرساند کہ پیش ازیں درماہ صفر فیض النساء مادر مہر النساء مرحومہ عرضی دعویٰ ... معروضان انواع کید وحیلہ دبستن اتہام لاطائل بحضور پُرنور گذرانیدہ شدہ بود بعد از دریافت از غلام بدوازدہم ماہ صدور حکم حضور پُرنور ربکار بند شدن مضمون دستخط خاص بعرض مومی الیہا مزین شدہ بود شرف صدور یافتہ۔ باوجود اجرائے حکم جہاں مطاع از روئے دستخط خاص باز بحضور پُرنور در جہاں مقدمہ عرضی گذرانیدہ است و غلام حسب الحکم جہاں مطاع اسباب متروکہ مرحومہ را ترسیل محکمہ عالیہ داشتہ و ارباب عدالت بعدم رسیدن حکم حضور پُرنور بہ محکمہ دربارۂ گرفتن و داشتن اسباب مرحومہ تامل دارند مگر اسباب معروضہ پیش وکیل محکمہ عالیہ موجود باشد۔ اطلاعاً معروض داشتم۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم یازدہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

عرضی۔ غلام قیام الدولہ۔

(۵۱)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض ملازمان جناب فیض مآب حضور پُرنور میدارد کہ سیف الدولہ بہادر مرحوم یک خانہ زاد بہ منکوحہ خود مسماۃ مہر النساء کہ دختر عاجزہ بود بخشش نمودہ و بعد شاں ارباب محکمہ عالیہ بملکیت دختر کنیز دادند۔ ردشن ملازمان حضور است و سوائے ایں دختر عاجزہ بمبلغ خود خانہ ازیست چنانچہ در بیماری ہمگی زندگی در خانہ غایتے مقفل کردہ فرد تفصیل نویسانیدہ نزد ایں کنیز داشتہ و بکان نو ... نقل نمود۔ چونکہ دختر کنیز بالغ بحق شد قیام الدولہ وغیرہ بغصب بُرد در خانۂ اسباب جملہ زندگی مقفلہ و مقفلہ قایم شدہ اند چنانچہ قفلہا شکستہ بہتر اسباب را بغا نمودہ، اسباب ناقص چونکہ بمحکمہ عالی فرستادہ مفتی صاحب قبلہ نگرفتند۔ آخر او شاں نزد نوکر خود داشتہ اند۔ اندریں باب عرائیسکہ بحضور رسانیدہ ام، ہشت ماہ شدکہ از حضور نزد شاں فرستادہ شدنا بردہ ہنوز ہیچ جوابش ندادند۔ احتمال دارد کہ رفتہ رفتہ فرق نکنند۔ بنا علیہ کنیز امیدوار است کہ حکم فیض حکم برائے دہانیدن خانہا و زندگی مفصلہ از قیام الدولہ وغیرہ بہ کارپردازان شرف صدور شود کہ کنیز محض از حق خود سرفراز میگردد و ارشاد علی شود کہ تا کنیز در کورٹ رجوع نمودہ بحق خود برسد موجب سرفرازی دیرہ نوازیست۔ زیادہ حد ادب۔

عرضی۔

کنیز فیض النساء مادر مہر النساء مرحومہ

خلاصہ: فیض النساء مادر مہر النساء مرحومہ منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم امیدوار کہ کارپردازان سرکار معلی عریضہ ثانیہ بذریعہ حکم محکم قضا شیم خانہا و اثاثہ متروکہ مہر النساء کہ از قیام الدولہ وغیرہ بریعہ گزاربازدہا نندیا حکم رجوع بکورٹ عز صدور یابد۔ یازدہم ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی حکم صادر شد کہ ایں عرضی برائے دریافت نزد مدعی علیہم رود۔

(۵۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از افضال ایزد متعال حکم خداوند بداون محصولات باغ قبلہ گاہی مبذول حال غلامان گردید چوں مسکنہ باغ وردادون دری وغیرہ شرارت باہی کنند بسیار برآنہا باقی ماندہ است ازیں ممر درعرصہ دو سال سابق شش صد ہفت صد روپیہ وصول شدہ است لہذا غلامان امیدوار ہستیم کہ شخصے از معتمد باغ قبلہ گاہی را اجارہ یک ہزار دو صد روپیہ سالانہ درخواست دارد از ترحم خداوندی حکم پُرنور بداون اجارہ شرف صدور یابد موجب سرفرازی است و نوبت غلامان در معاملات قبلہ گاہی بجائے رسیدہ است کہ بیرون خانہ نمی توانیم بیائیم۔ زیادہ حد ادب۔ عرضی

غلامان قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر

مرقوم بست و پنجم شعبان ۱۲۵۴ھ ہمراہ ایں عریضہ حساب وصولات ہم گذرانیدہ بودم لہذا ۱۰ شعبان حکم صادر شد کہ ایں عرضی مع حساب برائے تجویز ارباب عدالت فرستادہ شود۔

جواب مفتی صاحب: بسبب فسادات باغ مثل سابق وصول نمیگردد اگر آں شخص کہ درخواست میکند مال ضامن معتبر دہد اجارہ داون مضائقہ ندارد۔

مرقوم دویم ماہ رمضان المبارک ۱۲۵۴ ہجری

دویم رمضان ۱۲۵۴ ہجری حکم صادر شد کہ جواب مفتی صاحب بعرض گذاران اطلاع داده شود۔

(۵۳)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم بنابر اجارہ دادن باغ قبلہ گاہی کہ غلامان سابق عرضی بحضور پُرنور گذرانیدہ بودیم تاریخ دویم ماہ رمضان المبارک ۱۲۵۴ از محکمہ عالیہ حکم صادر شد کہ اگر آں شخص کہ درخواست اجارہ دارد مال ضامن معتبر دہد اجارہ دادن مضائقہ ندارد۔ عالم پرورا! غلامان را از متاجر اطمینان تام است و حسب الحکم ارباب عدالت عالیہ غلامان مال را ضامن ہستیم لیکن حالات شرارت ساکنان باغ دری وصول نمی شود۔ مستاجر ماہوار صد روپیہ بحکم عالیہ خواہد رسانید دریں باب ہر چہ حکم حضور شرف صدور یابد سرفراز ایست۔ مرقوم بست و یکم شوال ۱۲۵۴ عرضی۔۔۔

غلامان قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر

(۵۴)

صاحبان مشفقان والاشان سلمہما اللہ تعالے

عرائض جرمانات سیف الملک بہادر مرحوم و عافیہ بانو برائے مطالعہ آں صاحبان ملفوف باید کہ احوال یک یک بالتفصیل کماحقہ بر نگارند و عرائض ملفوفہ را پس دادند۔ زیادہ چہ برطراز د۔ کرنل والبول گورنمنٹ ایجنٹ

مرقوم بست و نہم مارچ ۱۸۲۹ء موصولہ چہارم اپریل ۱۸۲۹ء

بگرامی مطالعہ قیام الدولہ و قمر الدولہ سلمہ اللہ تعالے موصول باد۔ (دستخط)

ایں سودہ نظر بر طرف قیام الدولہ و قمر الدولہ بہ گورنمنٹ ایجنٹ (رسید) :- در ترجمہ پلی موکل مایاں حسام الملک حال مع اکثر اطفال و علایق خود ہستند دور ماہہ شاں در بنجا از خزانہ وصول شدن را عرصہ زیادہ می کشد کہ تا بستم ماہ انگریزی وصول بہ مایاں می شود و ایاں را بنابر فرستادان زر بحسام الملک علایق شاں عہدہ بفتہ عشرہ می کشد۔ ازیں ممر تصدیع بہ حسام الملک و عمائی حسام الملک می شود بنابرایں توقع دارم بہ کلکٹر صاحب ترجمہ پلی چناں حکم صادر گردد کہ اجزہ یا دویم ماہ انگریزی مبلغ پانصد روپیہ مہینہ بابت پنشن حسام الملک حال با ایشاں یا بہ پسر کلاں شاں محمد عبد اللہ خان بہادر در ماہہ رسیدہ بخزانہ کمپنی بفرستند تا مایاں در پنشن

شاں در خزانہ کمپنی مجرا بہیم وبالتی زر بعد وصول درماہہ از خزانہ کمپنی مایاں خواہیم فرستاد۔ توقع کہ از قبولیت ایں امر حسام الملک راد مایاں رامنون فرمایند
مرقوم بست و پنجم رجب ۱۲۵۵ھ قیام الدولہ۔ قمر الدولہ۔

(۵۵)

ھو الکریم

نقل مطلب عرضی شیخ عبداللہ و شیخ میرن سابقاً ملازمان سیف الدولہ بہادر مرحوم موسوم بہ گورنر صاحب۔ موصولہ رقعہ گورنمنٹ ایجنٹ مورخہ دہم فروری ۱۸۴۱ء عیسویہ۔

عرضی گذاران بکمال ادب بتوقع دادرسی وانصاف بہ آنجناب کہ شہرہ آفاق است معروض میدارند کہ عرضی گذران حین حیات سیف الدولہ بہادر مرحوم بہ پیشہ سپاہی گری نزد ایشاں نوکر بودند و استحقاق بقایائے درماہہ مدت پنج سال میدارند۔ بعد انتقال بہادر مذکور عرضی گذاران در باب بقایائے خود با گورنمنٹ معروض داشتند۔ گورنمنٹ ایں مقدمہ بہ ایجنٹ رجوع فرمودند۔ در آں زماں بوارثان مرحوم مذکور حکم شد کہ بہ ادائے زر دعاوی عرضی گذاران پردازند قیام الدولہ فرزند مرحوم مزبور بہ تحقیق دعاوی عرضی گذاراں پرداختند از آنجا کہ املاک مرحوم در قضیہ و فساد بود بنابراں ایشاں وعدہ کردند کہ بمجرد انفصال قضیہ مذکور فیصلہ دعاوی عرضی گذاراں خواہند ساخت اکنوں قضیہ املاک مذکور مطلقاً باقی نماندہ لیکن فرزندان مرحوم مذکور یعنی قیام الدولہ و قمر الدولہ بہادر بادائے زر دعاوی عرضی گذاراں غفلت می نمایند و ہیچ دراں باب تجویز نمی کنند لہٰذا عرضی گذاران بعرض احوال پریشاں اشتمال خود بحامی پردازند کہ از آنجا کہ گورنمنٹ حامی غربا و درماندگان ہستند۔

بس لارڈشپ از راہ عنایت تجویز مہربانہ درحق عرضی گذاران فرمودہ ایں المقدمہ ام گورنمنٹ ایجنٹ رجوع خواہند فرمود تا بجلد صورت انفصال دعاوی عرضی گذاران گردیدہ آید۔

(۵۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ عرضی گذاران شیخ عبداللہ و شیخ میرن بر غلام قیام الدولہ کہ دعویٰ کردہ اند کہ غلام وعدہ دادہ بود بمجرد انفصال قضیہ باغ بادائے زر دعوی عرضی گذاران خواہم پرداخت۔ عالم پردرا! چونکہ عرضی گذاراں دعاوی زد ملازمت خود بہ قبلہ گاہی از غلام نمودند باہنہا جواب دادہ بود کہ اگر نوکری شماہا از روئے دفتر ثبوت رسد املاک قبلہ گاہی بتصرف درشا بیاید بر آئینہ فیصلہ شماہا نمودہ خواہد شد۔ حالا غلامان از دفتر قبلہ گاہی دریافت نمودیم ملازمت ایشہا ثبوت نمی رسد۔ دعوی شیخ عبداللہ و شیخ میرن باطل است۔ ازیں قبل مردمان کثیر بعد انتقال قبلہ گاہی دعوی ہائے باطل نمودہ اند بعد دریافت ثبوت نرسیدہ است۔ زیادہ۔ عرضی۔

غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ مورخہ ۱۸ صفر ۱۲۵۷ھ۔

(۵۷)

(عرضی نمبر ۵۵ پر گورنمنٹ ایجنٹ کا جو حکم (انگریزی میں) صادر ہوا تھا۔ اس کا مطلب نواب عظیم جاہ کو یہاں فارسی میں پیش کیا گیا)۔
مطلب رقعہ گورنمنٹ ایجنٹ بجناب ہس ہنس عظیم جاہ بہادر نواب میر سانند

در جواب رقعہ حضور مورخہ ہشتم فروری گذشتہ نقل فقرہ ایجنٹ تجویز قرارنامہ دوم شہر حال کہ از سکریٹری گورنمنٹ در علاقہ پولیٹکل رسیدہ برائے

اطلاع حضور ارسال میدارند والتجا می نمایند کہ حضور از راہ عنایت فہرست اسمائے کسانیکہ اولاً درمیان آنہا تقسیم شدہ حصہ کہ بہر یک میرسد وفوتی و فراری کہ بعد ازاں بوقوع آمدہ باشد و در ماہیہ و پنشن ہائے کسانیکہ اولاً در فہرست مذکورہ مردہ گشتہ باشند بگورنمنٹ ایجنٹ خواہند فرستاد۔ فقط۔

(۵۸)

ترجمۂ فقرہ ایجنٹ بتجویز مرقوم دوم اپریل ۱۸۴۱ عیسویہ

بخواند خط ذیل گورنمنٹ ایجنٹ جنرل محررہ سیزدہم مارچ ۱۸۴۱ء رائٹ ہانریبل گورنر در کونسل، استطلاع می نماید کہ آیا مردمان مندرجۂ فہرست کہ بصحابت خط صدر رسیدہ، ہمان علاقہ داران قدیم سیف الدولہ اند کہ برائے پرورش آنہا البیز[1] دہم دسمبر ۱۸۳۱ء در ماہیہ جاری گردیدہ، معلوم می شود کہ بقیام الدولہ و قمر الدولہ سوائے در ماہیہ دائمیہ ایشاں حکم شدہ بود کہ مبلغ چہار صد و سی روپیہ و دوازدہ آنہ ماہوار بنابر فوائد سالانہ پدر و پرورش علاقہ داران قدیم پدر ایشاں حاصل کنند۔ لیکن چونکہ این مبلغ رسمی، تخفیف و تقلیل علی حالہ است بدلیل فہمیدہ می شود کہ این صاحبان تصور می کنند کہ خود ہا را اختیار است کہ بے اطلاع فوتی و فراری علاقہ داران مذکورین کل مبلغ مذکور صرف نمایند۔ بنابر آں قرار دادہ شود کہ بگورنمنٹ ایجنٹ التجا کردہ اند یک فہرست مشتمل بر اسمائے مردمانیکہ اولاً زر مذکور درمیان آنہا تقسیم کردہ شد و حصہ کہ بہر یک می رسد و فوتے و فرارے کہ بعد ازاں بوقوع آمدہ باشد و اسمائے پنشن ہائے کسانیکہ در فہرست مذکور آوردہ شدہ باشند، بگورنمنٹ فرستند۔ فقط۔

(۵۹)

بسم الرحمن الرحیم

آداب و تسلیمات و قواعد کورنشات بجا آوردہ معروض میدارم غلامان بہ پنج شوال ۱۲۵۱ ہجری مقدسہ عرضداشت متضمن درخواست حساب اقراض قبلہ گاہی مرحوم کہ متعلق بکارپردازان سرکار بود بحضور پرنور گذرانیدہ بودیم الحمد للہ والمنۃ از افضال خداوندی التجائے غلامان بدرجہ اجابت رسیدہ حکم حضور پرنور بدادن حساب اقراض قبلہ گاہی شرف صدور یافتہ بود در آں زمان بحسب ضرورۃ از بعض حساب اقراض قبلہ گاہی سرفراز شدیم۔ درینولا بسبب ہراج باغ بہ غلامان لازم افتاد کہ باز مجدداً قضیہ را در کورٹ رجوع سازیم و دریں قضیہ کہ ایکوتے می نماید حساب جمیع اقراض قبلہ گاہی ضروری افتاد از افضال ایزد متعال چونکہ پرورشات خداوندی پیوستہ مبذول حال غلامان است جرأت پرواز عرض احوال خود گردیدہ امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم کہ بکارپردازان سرکار فیض آثار حکم حضور بدادن ہمگی حساب اقراض قبلہ گاہی من ابتدائے رجب المرجب ۱۲۳۹ سنہ لغایتہ ۲۳ محرم الحرام ۱۲۴۴ سنہ شرف صدور یابد کہ موجب سرفرازی غلامانست زیادہ حد ادب۔ معروضہ پانزدہم محرم ۱۲۵۵ سنہ۔ عرضی۔ غلامان قیام الدولہ بہادر

قمر الدولہ ۱۲۳۴ جنگ انور بہادر مہر

حاصل و مستفاد: بدادن حساب چہ تعارض است؟

(۶۱)

بنابر اقبال ممتاز بیگم و نورس بیگم در کورٹ ربابت تمسک جعلی رتن بہارتی در وکالت غلامان بر تمسک جعلی مذکور زمیامن ایزد متعال از۔۔۔ ہمگی

---

[1] حاشیے میں ہے:۔ سیزدہم دسمبر ۱۸۳۱ء نمبر سہ صد و پنجاہ و یک دبست و دوم جون ۱۸۳۱ء نمبر ۱۲ و ۱۳۔

ورثۂ قبلہ گاہی ساقط شدہ بہ ممتاز بیگم و نورس بیگم در کورٹ سابقاً ثابت شدہ بود لہذا امروز کہ چہارم ذی الحجہ الحرام ۱۲۵۴ھ شریف با- .. - آمدہ برخانۂ نورس بیگم کہ متصل شارع عام واقع است سیل نمودہ خواست از دروازۂ کلان باغ قبلہ گاہی آمدہ بر دروازۂ ممتاز بیگم ہم سیل نماید- غلامان شریف را تنبیہ نمودیم کہ در باغ مایان آمدن شما ہا مناسب نیست - ایں سخن شنیدہ برگشت و برخانۂ ممتاز بیگم شد- واجب بود بعرض رسانیدیم - زیادہ حد ادب - مرقوم چہارم ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ بحضور نواب عظیم جاہ بہادر-

عرضی - غلامان قیام الدولہ وقمر الدولہ

(۶۱)

بحضور نواب عظیم جاہ مدظلہٗ

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ از افضال ایزد متعال چونکہ مراحم خداوندی مصروف پرورشات غلامان بود بعد انتقال قبلہ گاہی غلامان را مشار الیہ ساختہ .. .. علی الاطلاق فی تعیین و تفصیل اسامی بنام غلامان اجرا یافتہ و زیولا بتاریخ بست و چہارم دسمبر ۱۸۳۸ء عیسویہ شش روپیہ بنا بر فوتی منجملہ رسید پنجاہ .. .. برائے پرورشے ملازمان و کنیزاں وغیرہ جد مرحوم سیف الملک کہ بنام غلامانست منہا گشتہ - نظر بر حم خداوندی جرأت پرداز عرض احوال خود ہستیم کہ مطابق قانون سرکاری کہ تا حین حیات مشار الیہ رسید فی تعیین و تفصیل از سرکار فیض آثار -

حضرت سیف الدولہ مرحوم نیز فوتی کنیزان وغیرہ محسوب نبود .. .. - امیدوار ہستیم کہ عرض غلامان بگوش زبان کونسل مرسول وارثان قبلہ گاہی شدہ زسند موروثۂ غلامان کہ برائے پرورشے ملازمان و کنیزان وغیرہ مرحمت گردد تا کہ از عنایات خداوندی بصرف دیگر مستحقان خواہد آمد - زیادہ حد ادب - معروضہ بسم محرم ۱۲۵۵ھ

عرضی ———

غلامان قیام الدولہ وقمر الدولہ -

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان

غالب

بنام قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی

فرزانۂ شیوا شیوۂ روشن روش برگزیدۂ رب جلیل حضرت مولوی عبدالجمیل

کہ ایں نمود بے بود و اسم بی مسمّیٰ یعنی غالب بے برگ و نوا را یاد آوردہ اند۔ بما نادودان خوبی را چشم و چراغند و گلزار نکوئی را صبح دنبیم ڈاں گشا نامۂ مہر پیوند در گیرندہ بہ غزلے چند بہ ورود خویش نہ درے بروئے دل کشودہ کہ شایدان راز از آں راہ بہ نہاں خانۂ ضمیر در یابند خواہش ملک و اصلاح مہر افزود و چندان کہ دیدہ بیان سواد دوختم۔ نازیبا صورتے بنظر در نیامد کز کی کہ ایں چنیں الفاظ را شستر دوش زدایزاد و کلکے کہ بریں نقوش خط کشد سرش بریدہ باد ہمنامد روش خود از یزدہائے درونیست آرے نئے خامہ در بنان ہر کس خرامی دیگر دارد آموزش را دریں پردہ راہ نیست و اگر گویند ہست بر آئینہ میتوانیم گفت کہ نیست مگر بہم نشینے و بزم بانی آموزگار دبسر بردن روزگار و سرہ کردن گفتار چوں صحبت صورت ندارد گفتہ آمد کہ ہر چہ بہر نمط گفتہ اند نہ غلط گفتہ اند می باید حلقہ بر در دل زد و بہمت از مبداء فیاض دریوزہ کرد۔ بہ کثرت مشق و فراوانی ورزش و پیروی راہبران راہ دان کشایش ہا روی خواہد نمود و اندیشہ را دستگاہ و گفتار را۔ سرمایہ خواہد افزود و دانش و کنش یاری دہ یک دگر باد۔

بستم و ہشتم صفر ۱۲۶۶ ہجری — از اسد اللہ نگاشتہ شد

(۲)

قبلہ!

آپ کو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ اور ڈاک کے ہرکارے یہ اگھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے۔ مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے۔ محلہ بھی ضرور نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھ کو بلی ماروں میں خط پہنچتا رہا۔

یہ اب کے آپ نے حکیم کلے کا نام کیسا لکھا ہے۔ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہ ہوا۔ جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا۔ جواب کے لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مہینا بھر میں دو پتے لکھتے ہیں میں کہاں تک یاد رکھا کروں۔ ایک مکان ہو تو اس کو لکھ رکھوں۔ دوسرا سبب یہ کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں۔ اور کیا لکھوں۔ میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب

مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں۔

اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے۔ ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگِ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے۔ اس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب، دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا دوسرا سو اس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر جناب مولوی الہ یار خاں صاحب کا میرے ہاں آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجکو بڑا رنج ہوا۔ اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیے گا۔ اور میرا حال ان سے بیان کیجیے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہرا مولوی صاحب۔ اول روز آئے ہوں گے۔ جب میں سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب بیٹھتے۔ حقہ پیتے۔ میں اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

از اسد

نگاشتہ سہ شنبہ نہم ربیع الاول ۱۲۷۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء

بنام جنون بریلوی

(۳)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی

تفقد نامہ مرقومہ ۲۱ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا۔ کوئی محکمہ تخفیف میں آئے۔ کوئی کا نو مثلاً لٹ جائے۔ آپ کا عہدہ آپ کو مبارک۔ آپ کا دولت خانہ سلامت۔ ہاں وہ جو اپنے ابن الحال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو کھٹکا ہے۔ البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اس کا اندیشہ کیا ہے۔ حاکم سمجھے گا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے محکمہ صدر امین و ششن جج میں کام کریں گے۔ میں نہ تندرست ہوں۔ نہ رنجور ہوں زندہ بدستور ہوں۔ دیکھیے کب بلاتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام بہ الوف الاحترام۔

نجات کا طالب غالب ۱۲

یک شنبہ ۲۹ ستمبر ۱۸۶۰ء عیسوی

بنام جنون بریلوی

(۴)

~~مہ شوال کو کیا دیکھے جنونِ غمگیں~~
~~خنجر نہ نہیں ابروئے جانا نہیں~~

پیر و مرشد! ماہ شوال کو خنجر و شمشیر سے کیا علاقہ۔ ہلال رمضان دیکھ کر تلوار کو دیکھتے ہیں اور ہلال شوال دیکھ کر سبز کپڑا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اشعار بہت ہیں ان میں سے کسی شعر کو مقطع کر دیجیے۔ غالب ۱۲۔ ہفتم فروری ۱۸۶۱ء

(۵)

بنام خان بہادر قاضی عبدالجمیل بریلوی

دشمن پر جبکہ ہم سے یار ہے — پھر بھلا کیا شکوۂ اغیار ہے
خطِ شوقیہ لکھا ہے یار کو — سو جگہ مضمون کی تکرار ہے
دل لگا کر دل کہیں لگتا نہیں — عشق یار ب کیا کوئی آزار ہے

وقتِ آخر میں ترے بیمار کی — کیا نگاہِ یاس حسرت بار ہے
دل لگایا تھا سمجھ کر دل لگی — اب تو کچھ جینے سے جی بیزار ہے
بل بے شوخی اس نگاہِ ناز کی — ایک برچھی سی جگر کے پار ہے
حال کچھ کھلتا نہیں اس شوخ کا — آج جانے پر بہت اصرار ہے
بوسہ اس لب سے کبھی ملتا نہیں[1] — عشق مزدوری نہیں بیگار ہے
یک نظر میں سینکڑوں بنتے ہیں خوں — چشم کہنے کے لیے بیمار ہے
گلشن ہستی میں جی بہلا نہیں[2] — گل کے پہلو میں کھٹکتا خار ہے
تجھ پہ واجب ہے عیادت شوخ چشم — لوگ کہتے ہیں جنوں بیمار ہے

حضرت! غزل سراسر ہموار و ذوق انگیز ہے۔ ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا۔ ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا گیا۔ مومن خاں کے اس مصرع میں تردد کیا ہے ؎

تم سے دشمن کی مبارک باد کیا

ہے یعنی اَز نہیں ہے بلکہ بمعنی مثل و مانند ہے۔ یعنی چوں تو دشمن اگر تہنیت دہد برآں چہ اعتبار ؎

[وصل] کے وعدے سے ہو دل شاد کیا
تم سے دشمن کی مبارکباد کیا

یعنی اگر تم نے کہا کہ تو مبارک ہو کل ہم آئیں گے یا تمہیں بلائیں گے۔ ہم ایسے وعدے سے کیا خوش ہوں۔ تم جیسے دشمن کے مبارکباد دینے سے کیا ہوتا ہے

غالب ۱۲
۱۹ مارچ ۱۸۶۳ء

بنام جنون بریلوی

(۶)

ہوں بوڑھا اور ناتواں گویا نسیم جان رہ گیا۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہ کیا۔ افسوس ہزار افسوس۔

نجات کا طالب غالب
سہ شنبہ ۲۸ جون ۱۸۶۳ء

(۷)

کیا مخصوص بہر بود و باش یار جب اس کو
کبھی تاریخ سمت میں کہ دولت خانۂ مخصوص

دیگر

سر بازار یہہ مکان دل چسپ

---

[1] جنوں کا مصرع یہ تھا ع وصل کیا بوسہ نہیں ملتا ہمیں
[2] جی [جیں]

جس سے دل خوش ہوا ہے جینے کا
اس کی تاریخ یوں کہی میں نے
کیا عجب خانۂ سرور بنا

ایضاً

مکیں زہرہ سال اور فلک سا مکان
نئی طرز ہے اور طرفہ بنا
سنِ عیسوی از سرِ اہتزاز
یہ ہے چرخِ ثالث فلک نے کہا

دیگر

دوستے ساخت مکان از پئے سال
.. .. عیش و طرب
عرض کردم بہ سروشش از پئے سال
بعد اندیشہ بہ ہنگام شبے
گفت بے روی الم این تاریخ
خانۂ خوش بہ طرازے عجبے

دیگر

ان قدرت اللہ با ہمزایۂ دعطا کردش پسر
بادا بفضلِ ذوالمنن از عمر و دولت بہرہ ور
بودم بفکرِ سالِ او ناگہ سروشی از فلک
گفتا بہ سال مولدش برجِ سعادت راقمر

مصرع تاریخِ اختتام طبع دستنبو، طبع دستنبوئے دانش شدہ

۱۲۸۲ھ

پیر و مرشد!

نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۳ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر دہلی کو جاؤں گا۔ نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں۔ خود اس

نمائش گاہ کی سیر سے جس کو دنیا کہتے ہیں۔ دل بھر گیا۔ اب عالم بیزگی کا مشتاق ہوں۔ لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ۔

نجات کا طالب غالب ۱۲

سہ شنبہ ۷ نومبر ۱۸۶۵ء

(۸)

بنام جنون بریلوی

نامکمل خط غالب

یزداں آرزو بخشش آرزومند بخشائے راسپاس کہ شفیق مکرم مولوی اشفاق حسین اگرچہ وقت رفتن بیگانہ وار رفتند و رسم وداع فروگذاشتند۔ امّا ازاں پس کہ بمنزل آرمیدند نامہ فرستادند و آں زخم جانگداز ابدیں حسن ادا مرہم نہادند و سپاس دیگر آں کہ سررشتۂ کاری کہ داشتند از کف نرفت و با فرومانده سازگاری روئے داد و بارے خوش ست اگر ہم بدیں روش گاہ گاہ بہ نامہ یاد آورند و آں کوشند کہ ہر بار روز افزوں رود رستی باد یرین گرد و از من و رسیدہ در نجوری من پرسیدہ اند فارغ باشند کہ از رنج آزاد و از دوا فارغم رنجوری رفتہ و ناتوانی با تمیست چوں ہر چیہ ہست میگزرد و ایں نیز بپاید۔ والاجاہ نواب محمد ضیاء الدین خان بہادر و رفیع جایگاہ بغیاث الدولہ رضی الدین خان حسن خان بہادر و اقبال نشان میرزا زین العابدین خان بہادر سلام میرسانند و در گزارش سپاس یاد آوری با من بینوا ہمزبانند والسلام۔

از اسداللہ خستہ سہ شنبہ پنجم ماہ روزہ دہم ستمبر ۵ط

اسداللہ
۱۲۳۳
الغالب

بنام جنون بریلوی

(۹)

قبلہ جان و دل غالب خستہ جان خویش دل سلامت۔

دیروز شامگاہ از بزم اُنس بہ غمکدہ خویش رسیدم و شب آرمیدہ و دوں خفتم نہ وجعے و نہ الے نہ حرارتے و نہ التہابے با دادان تا از خواب برجستم کام و زبان و دہن را تلخ یافتم و چشم و نیا گوش و تارک سر را دقیقہ درد۔ عرق شیر با شربت نیلوفر آشامیدم و بعد از دو ساعت شیرۂ کاسنی و مغز تخم کدو۔ نیز با شربت نیلوفر نوشیدم دگر دا گرد چشم بنا گوش رابداں ضماد اندودم بالجملہ ایں وقت باز شیرۂ کاہو و تخم خیارین با شربت خانہ ساز نوشیدم۔ التہاب باطن ہمانست کہ بود و درد چشم و بنا گوش قدرے کمتر از آنست کہ بود چوں قرب مکانی حاصل ست و نالۂ مظلوم تا داور می توانست رسید۔ بہ چند اشت اطلاع گزاردہ آمد۔ زیادہ نیاز است و بس

از اسداللہ رنجور ۵ط

(۱۰)

بنام نجف علی

ر صاحب! یہ پندرہ بیتیں ہیں۔ تقسیم اس کی اس طرح رکھنا کہ پہلی ایک سیدھی سطر میں صاحب ایجنٹ کا نام مع اجزائے خطابی بخط نستعلیق لکھا جاوے اور پھر ترچھی پانچ پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں۔ اور آخر کو یہی سطر جو میں نے اپنے نام کی مع خطاب و تخلص لکھ دی ہے جس طرح کہ ہے اسی طرح لکھی جاوے۔ کاغذ البتہ بڑا ہوگا۔ اور تقسیم اچھی طرح کیا جاوے گا۔ ان دو سطروں اور پندرہ شعر پر تو صورت بہت اچھی ہوگی۔ یہ ایک نمونہ ہے مگر نمونہ اچھا ہے۔ تم کسو شخص سے اس کی نقل کرواؤ اور کاتب خوش نویس یعنی مرزا عباد اللہ بیگ سے لکھواؤ۔ اب آپ اس کو جلد تیار کروائیے اور ..... میں ملے گا۔ والسلام

بحضور معظم الدولہ امین الملک اختصاص یار خاں فرزند ارجمند جان پیوند سلطانی بارنٹ تامس تیا فلس مشکف صاحب بہادر فیروز جنگ

امین ملک و ممالک معظم الدولہ
امیر شاہ نشان و کریم ابر نوال
سہراں بہ معرکہ فیروز جنگ خواندش
زہے بطالع فیروز خویش فرخ فال
ستودہ مشکف و فرزانہ تیا فلس تامس
ریاض شان و شکوہ و بہار جاہ و جلال
مآثر تلش نور دیدۂ دولت
مکارم کرمش روح قالب اقبال
زتر کتاز سواران موکب جاہش
بہ سان سبزہ شود چرخ نیلگوں پامال
بہ منظرش چہ زنی دم زنیر رخشاں
کہ آں دراوج ہوا طائر لیست زریں بال
کدام نیر رخشاں کہ خود زمنظر او
پدید گشتہ در آئینۂ فلک تمثال
زہے عطائے تو کشاف عقدۂ حاجات
تہی نگاہ تو وصاف صورت آمال
زقیصر و جم و دارا فسانہ ہا دانم
ولے نظیر تو ام نگزرد بہ وہم و خیال
گر خدائے جہاں آفریں بہ شوکت و جاہ
نیافریدہ ترا در جہاں عدیل و ہمال

یکے منم زمسیحا دمان فن کلام
یکے منم ز ہما شہپران اوج کمال
کہ چوں بمدح تو روے آورم فردمند
زباں نہ نکتہ سرائے چناں کہ گردد لال
بہ بارگاہ تو کز آسماں بود صعنش
ہمی کنم بسخن تحفۂ دعا ارسال
ترا کہ رونق ایں گلشنی مبارک باد
طرب فزائی پیوند نو دمیدہ نہال
ثمر فشانی ایں نخل بینی و بہ جہاں
ز نخل عیش و طرب برخوری ہزار ایں سال

عرضداشت نجم الدولہ دبیر الملک اسداللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب تخلص

(۱۱)

بنام غالب

قبلہ من ! ہرسہ نسودہ بعد معائنہ صحیح و درست برآمد و مسودہ رقعہ جناب صاف نمودہ آمد و ہر دو مسودہ لالہ صاحب بکیے فارغطی و دو بینی پرشاد صاف خواہد شد۔ مگر بندہ نیاز مند احتیاطاً برائے ملاحظہ عالی فرستادہ است و یک سطر خود بدیں عبارت رقعہ دستخطی خان صاحب بنابر ایصال سود سابق و حال فرد کہ چوں بندہ گرفتم افزودہ شد دراں ہیچ حساب نیست کہ در فارغطی جناب شر بعضی الفاظ نوشتہ آمد بعد سہ چار سطر بعد ملاحظہ واپس فرمایند کہ فون بندہ شود والتسلیم۔ بخف علی

(۱۲)

بنام خان بہادر قاضی عبدالجمیل بریلوی

مخدوم و کرم معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت مجکو ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے۔ اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن آئینہ اس کے پڑھنے میں بہت تکلف پڑتا ہے۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں۔ چنانچہ اس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں۔ تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور مہذا میرا اندیشہ آپ کو بدیہی ہو جائے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے۔ واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اس میں بین الافراد و بین المصراعین میں فاصلہ زیادہ چھوڑیئے۔ اب کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے روشن ہیں۔ مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت

اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اس ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہ ہوتا۔ قلعہ میں شاہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجئے گا اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا۔ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو۔ اب کے ہو تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام

اسد اللہ

ان دونوں مصرعوں میں سے جو مصرع چاہیے رکھیے۔

جی میں ہے باغ کے گلگشت کو جایا کیجئے
جی میں آتا ہے کہ گلزار کو جایا کیجئے
جام مے تربت بلبل پہ چڑھایا کیجئے
گر تمھیں سوگ ہی رکھنا ہے عدو کا منظور
مئی موقوف یہی پان تو کھایا کیجئے
گرم کیوں ہوتے ہو اغیار کے آگے مجھ پر
آگ میں ڈالیے پر یوں نہ جلایا کیجئے
تاب و طاقت نے دیا فرقت جاناں میں جواب
بار غم ناز نہیں ہے جو اٹھایا کیجئے
گر ہم آئے تو غضب کیا ہے برا کیوں کہیے
یہی کہیے کہ میرے پاس نہ آیا کیجئے
دعا کیا ہے ہمارے دل و دیں سے تم کو
بات کو حضرت ناصح نہ بڑھایا کیجئے
تھا جنوں بھی کوئی روزوں میں تمہارا ہمراز
گاہ گاہ ہی خبر اس کی بھی منگایا کیجئے
اب تو محفل سے وہ اپنی کم اٹھاتا ہے مجھے
بیٹھ کر غیر کے پہلو میں جلاتا ہے مجھے
مرحبا طالع بیدار کہ تنہائی میں
بستر خواب پہ وہ شوخ بلاتا ہے مجھے

(۱۳)

بنام جنون بریلوی

پیر و مرشد

فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر اور غیر قادر ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اس کو بجا لاتا ہوں۔ غزل معدودہ کو موجود کرنا میری وسعتِ قدرت سے باہر ہے اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ و ردیف لکھا ہے۔ میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر سن کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ ہر چند میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی۔

سنیے! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ ان ہی دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے۔ ع

اسد اور لیجے نکے دینے پڑتے ہیں

میں نے کہا کہ لاحول ولا قوت۔ اگر یہ کلام میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
یہ ہے شیر شاباش رحمت خدا کی

جسے سن کر عرض کیا کہ صاحب۔ جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اس کے خدا کی رحمت۔ اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا یہ میری طرزِ لفظ نہیں ہے۔

بھلا ان دو شعروں میں تو اسد کا لفظ ہے بھی۔ وہ شعر میرا کیوں کر سمجھا گیا۔ واللہ باللہ وہ شعر خدنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں ہے۔ والسلام

غالب

مرسلہ جمعہ ۲۸ ماہِ صیام و ۲۹ ماہ اپریل سال حال

بنام جنون بریلوی

(۱۴)

سبحان اللہ یہ آغازِ فصل بہار ہے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ مسرت و شادمانی ہے۔ یہ ثمر ہر النوع اثمار ہے۔ اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور ابا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار سا آپ کو بانیمہ رواں پروری و کرم گستری دیا و آوری سلامت رکھے جمعہ کے دن ۸ جون کو دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لے کر اور آم کے ڈلورے دے کر روانا ہو گیا یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا گیا۔ خاطر عاطر جمع رہے۔

خوشنودی کا طالب۔ غالب

بنام ؟

(۱۵)

جنابِ عالی ——— یہ خط فتح پور سے آپ کے نام کا آیا ہے۔ میں اس وقت حاضر نہ ہو سکا۔ خط پہنچتا ہے اس کو ملاحظہ

کر جب اس کا جواب مجھ کو دیجے گا تو میں فتح پور کو روانا کروں گا۔

شادی بادشاہ کے فرزند ارجمند کی اور بزمگاہ دیوان خاص رقعہ لکھے جائیں گے۔ صمصام الدولہ کی طرف سے صمصام الدولہ امیر ہیں اور امرا باہمد گر طریقہ دوستی کا مسلوک رکھتے ہیں یعنی تشریف لائیے اور ہم کو ممنون کیجیے

بس اب میں رقعہ کی عبارت میں کیا الفاظ صرف کروں۔ تشریف شریف اور قدوم میمنت لزوم کو دیوانِ خاص سے مبامدت محض اور پھر داعی صمصام الدولہ

اگر شاہزادہ اور دیوانِ خاص کے لائق الفاظ لکھے جاویں تو حضرات مکتوب الیہ برا مانیں گے کہ ہم کو صمصام الدولہ نے کیا لکھا ہے اور اگر وہ متواضعانہ عبارت لکھی جاوے تو کسر شان سلطنت ہے۔ اب آپ مجھ کو ہدایت کیجیے کہ نگارش کا کیا انداز ہو۔

والسلام اسداللہ ۵

نجف علی بنام غالب

(۱۶)

قبلہ و کعبہ! ——— جو حکم حضور کا دو تین دن میں دے دیں گے۔ اے حضرت ۵ شعر تو کاغذ افشاں پر لکھ چکے۔ اب کیا ہووے گا عجب نئی بات ہے کہ جو دیکھے گا ہنسے گا اور دوسری بات یہ ہے ذکر سلطانہا یا سلطانہ کے کیا معنی چاہیے۔ سلطنتہا یا سلطنۃ۔ خوب غور فرمایئے میری عرض پر اور جواب اس کا عنایت فرمایئے۔ والتسلیم نجف علی

بنام نجف علی

(۱۷)

نہ بھائی یہ نہ سمجھو سلطان بمعنی مصدر آتا ہے۔ سلطنۃ اگرچہ من حیث القیاس صحیح ہے لیکن ٹکسال باہر ہے۔ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ لکھتے ہیں منشیانِ ایران و روم و ہند سب یونہی لکھتے آئے ہیں۔ ضمان بھی بمعنی ضامن اور بھی بمعنی ضمانت سلطان بھی بمعنی بادشاہ اور بھی بمعنی سلطنت۔ اس میں کچھ تامل نہ کرو۔ کس کی مجال ہے جو اس پر ہنس سکے۔ لیکن ملکہ و سلطانہ علامت تذکیر ہے۔ اگر ملکہا و سلطانہا بن جاتے تو بہتر ہے۔ ورنہ خیر یونہی رہنے دو۔ ہم سے کوئی پوچھے گا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ بروایت شکوہ سلطنت ہر شے تانیث کی رعایت نہ کی۔ اور سچ تو یوں ہے کہ اگر کاتب سگھڑ ہو تو ہاتے ہوز کا شوشہ مٹا دیتا اور الف بنا دیتا و شمار نہیں ہے۔ بن سکے تو بنوا دو۔ اور سلطانہ کو خدا کے واسطے مت بدلنا۔ یہ بلغائے عرب و عجم کا قرارداد ہے۔ بعد اس سب تقریر کے یہ عرض ہے کہ پرسوں چہشنبہ کو عرضی لکھی ہوئی میرے پاس آجائے۔ ۱۲ غالب ۱۲

(۱۸)

گرچہ ہے گراں روزِ فراق ~~بھی~~ شب ~~نہیں~~ لیک ہوتی ہے سخت بھاری رات

~~اے جنبل صبح سے ادھر ہو تم~~ ~~بھی مگر کس سے ہمکناری رات~~

شنوائی بفتحہ نون ہے بسکون نون وکلائے عدالت کی بولی ہے ۱۲ اگر خیال رفتی الخ یہ شعر یہ معنی دیتا ہے کہ اگر تم اس میں آیا نہیں [چاہتے][1]

---

[1] نہیں کے بعد [چاہتے] غالب سے سہواً حذف ہوگیا ہے۔

تو اس کو کیوں ویران کرتے ہو۔ کیا آدمی جہاں جا کے رہا چاہتا ہے۔ پہلے اس گھر کو ویران کر لیتا ہے۔ یہ عمل استفسار و استفہام کا ہے۔ یعنی تم نے جو خانۂ دل کو اوجاڑ دیا۔ کیا تم یہاں نہیں آیا چاہتے۔ ہمکناری مرادف ہم آغوشی مسلّم۔ لیکن مستعمل نہیں۔ ہمکنار بولتے ہیں۔ ہمکناری نہیں بولتے۔ مقطع اور لکھو غالب ۱۲

جنون و غالب

غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریروں کا ایک مجموعہ دستیاب ہوا ہے جس کا شمار نوادر میں ہونا چاہیے۔ اہلِ نظر کے لیے غالب کے ہاتھ کی تحریریں سرمۂ چشم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان تحریروں کو اصل میں دیکھنا تو قسمت والوں کا حصہ ہے۔ متعلمانِ ادب کے لیے ان کی عکسی نقل کا دستیاب ہونا بھی سامانِ تسکین فراہم کرتا ہے ان کیساتھ اشعار بھی میں اس لحاظ سے اور بھی منفرد ہے کہ اس کے مصنف غالب خود نہیں۔ بلکہ غالب کے ایک شاگرد قاضی عبدالجمیل جنون بریلوی ہیں۔ غالب کی جو تصویر ہمارے سامنے اُبھرتی ہے۔ وہ ایک خود بیں و خود پرست یگانۂ روزگار شخصیت کی تصویر ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اپنے مقابلے پر وہ کسی دوسرے کو گردانتے ہی نہ تھے۔ پھر غالب اتنی تکلیف اٹھائیں کہ اپنے قلم سے اپنے کسی شاگرد کے اشعار نقل کریں۔ ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ یا تو وہ غالب کے نزدیک بیحد عزیز و محترم ہونے چاہیے۔ یا یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار غالب نے خود کہہ کر اپنے شاگرد کو بھیج دیئے۔ لیکن غالب کے خطوط اور زیرِ نظر مسودے کے مطالعہ سے اس شبہے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ایک خط میں جنون کو لکھتے ہیں[1] "آپ کی ارادت مجھکو ذریعۂ فخر و سعادت ہے" ایک اور خط[2] میں جنون کو لکھتے ہیں "جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدے کی بندگی اگر قوتِ ناظمہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدے کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ جو میں ستائش مدح نہیں تو یہ ستائش راجع آپ کی طرف ہوگی۔ گویا یہ قصیدہ آپ ہی کی مدح میں ہے"۔ غزل سراسر[3] ہموار و ذوق انگیز ہے ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا۔ ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا غالب کا وطیرہ تھا کہ اگر شاگرد کا کلام استقام و اغلاط سے خالی ہو، تو خواہ مخواہ تصرف نہ کرتے تھے۔ جنون کی غزلیں دیکھنے کے بعد واپس کرتے ہیں اور ترمیم و تصرف نہ کرنے کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں[4] "پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں" یہ حیثیت تو غالب کی نظر میں جنون کے کلام کی ہے۔ ورنہ بھلا غالب کسی کو آسانی کے ساتھ داد دیتے۔ اب رہا یہ امر کہ انہوں نے جنون کے کلام کو اپنے قلم سے کیوں نقل کیا۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں[5] کہ خط کے حاشیے اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں، سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ ۔ ۔ ۔ پڑھنے میں تکلیف کرنا پڑتی ہے۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں۔ ۔ ۔ بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اس ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اس سے مقابلہ کر کے معلوم کر لیجیے کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کہاں اصلاح ہوئی اور کونسی بیت موقوف ہوئی"

---

[1] خطوط غالب مرتبہ مالک رام خط نمبر ۱ صہ ۱۷۹ انجمن ترقی اردو ہند (۱۹۶۳)

[2] خطوط غالب خط نمبر ۱۹ صہ ۱۸۷۔

[3] خطوط غالب خط نمبر ۲۱ صہ ۱۸۸۔

[4] خطوط غالب خط نمبر ۲۷ صہ ۱۹۲ [5] خطوط غالب خط نمبر ۱ صہ ۱۷۹

ان خطوط کو سامنے رکھ کر جب مسودے کے اشعار پر نظر ڈالی جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان اشعار کے کاتب غالب ہی مصنف تلامذہ عبدالجلیل بریلوی ہیں یہ مجموعہ اشعار (۲۵) غزلوں جن میں (۲۰) غزلیں اردو کی ہیں اور (۵) فارسی کی اور تین عدد رباعیات اور چند فارسی و اردو قطعات تاریخ پر مشتمل ہے۔ اصل مسودہ کراچی میوزیم میں محفوظ ہے جس کی عکسی نقل یہاں پیش کی جارہی ہے۔ یہ مسودہ جس کی تیرہ پلیٹیں (PLATES) ہیں اس لحاظ سے اور بھی بیش بہا ہے کہ جنوں نے اپنا کلام خود تلف کر دیا تھا۔ بقول لالہ سری رام مصنف خم خانۂ جاوید "افسوس کہ اپنا کلام سب تلف کر دیا۔ ان کے احباب کی زبانوں پر یا مرزا توشہ کے خطوط میں کچھ مل سکا۔۔۔۔ درج تذکرہ کیا جاتا ہے"۔ ملک رام نے اپنی کتاب تلامذہ غالب مطبوعہ ۱۹۵۰ء صفحہ ۷۰ میں تحریر کیا ہے "اردو کلام پر مرزا غالب سے اصلاح لی" اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں غالب کے شاگرد نہ ہوں گے۔ لیکن زیر نظر مسودہ اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ فارسی اور اردو دونوں میں غالب کے شاگرد تھے۔ اس لئے کہ فارسی غزلیں بھی اس مسودے میں شامل ہیں۔ البتہ تذکروں میں جنوں کی اردو غزلوں کے نمونے ہی پائے جاتے ہیں چنانچہ چند اشعار خم خانۂ جاوید (جلد دوم) اور چند تلامذہ غالب میں درج ہیں۔ اس لحاظ سے جنوں کے اردو اور فارسی کلام کا ایک قابل قدر ذخیرہ صرف مسودہ زیر نظر ہی کے ذریعے قارئین ادب کے سامنے آرہا ہے۔

یہ اشعار جنوں کے ہیں، جن میں کہیں کہیں غالب نے اصلاح کی ہے لیکن حقیقت میں جو اشعار اس کڑی آزمائش سے گزر چکے ہوں کہ غالب جیسے دشوار پسند نے ان پر نظر ڈالی ہو اور درست قرار دیا ہو۔ یا بصورت دیگر درستی کر دی ہو۔ وہ اردو ادب میں ایک منصب جلیلہ پر فائز ہوتے ہیں علاوہ ازیں غالب کی طرز اصلاح بھی پوری طرح سامنے آجاتی ہے۔ جنوں نے کہا تھا ؎

بے سبب شام ہی سے بھاری رات　　جانے کیوں کر کٹے گی ساری رات

غالب نے مصرع ثانی کو یوں بنا دیا "ہائے کیوں کر کٹے گی ساری رات" جس سے یہ شعر کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ خطوط غالب صفحہ ۱۰۵ خط ۱۱ میں ایک عبارت ملتی ہے۔ "اے مشفق من نامربوط اور قبیح ٹکسال باہر۔ اس شعر کو دور کر دو اگر کوئی اور شعر بات نہ آئے اور اسی کو رکھنا چاہو تو یوں رکھو" گالیاں دیتے ہو کیوں مشفق من خیر تو ہے"۔ یہ اشارہ کلام جنوں کے معدوم ہونے کی وجہ سے کسی طرح سمجھ ہی میں نہ آسکتا تھا خوش قسمتی سے زیر نظر مسودہ اشعار میں یہ پوری غزل موجود ہے جنوں کا شعر یہ تھا ؎

باعث ترک تکلف نہیں کھلتا مجھ کو　　گالیاں دیتے ہو اے مشفق من خیر تو ہے

غالب نے پورے کا پورا شعر قلم زد کر دیا ہے۔ البتہ خط ۱۱ میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر جنوں یہ شعر رکھنے پر مصر ہوں تو مصرع ثانی کو اس طرح تبدیل کریں۔

قاضی عبدالجلیل جنوں بریلوی ایک قدیم معروف خاندان کے فرد تھے۔ ان کے بزرگ دہلی اور اودھ کے درباروں سے منسلک رہ چکے تھے اور انگریزی حکومت میں بھی وقار و رسوخ رکھتے تھے۔ یہ خاندان علم و فضل کی بنا پر مشہور تھا۔ جنوں ۱۸۳۵ء/۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ مئی ۱۹۰۰ء کو انتقال کیا۔ عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ ۱۸۹۸ء میں ان کو "خان بہادر" کا خطاب ملا۔ آخری زمانے میں شعر و شاعری سے طبیعت اچاٹ ہو گئی تھی۔ اپنا کلام خود تلف کر دیا۔ عربی اور فارسی میں منتہی تھے۔ غالب کے شاگرد تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ذوق شعری کی شہادت یوں فراہم ہوتی ہے کہ غالب اپنے

لہ خم خانہ جاوید جلد دوم صفحہ ۲۷۶ طبع ۱۹۱۱ء۔

شعرا ان کو بھیج کر داد طلب کرتے ہیں۔ غالب کے خطوط کی داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں ان چند صاحبانِ علم و ذوق میں سے تھے جن کی ذہنی اور شاگردی پر غالب کو ناز تھا۔

کسری منہاس

غزلیاتِ جنونِ آشفتہ

بیا بہ بیں رخِ رشکِ بہارِ جاناں را — زدہ است آتشِ سوزندۂ گلستاں را
کہ طرزِ غریدہ آموخت چشمِ فتاں را — نگاہِ مست عجب رہزنِ ست ایماں را
~~غرض نہ خوردن پاں نیستت فراموشی است — بہائے کشتنِ من سرخ کردہ دنداں را~~
زدست بردِ دلم دردِ خستہ پائی چند — چگونہ سہل تور دیدی ایں بیاباں را
بگلشن است دلِ من نگار تر یارب — کہ دادہ است نمک شورِ عندلیباں را
گذاشتیم بزہاد لذتِ زمزم — بس است تلخیٔ مے ماسیاہ کاراں را
نہ بردۂ مے و آلاتِ مے کشی بیروں — بہ بزمِ بادہ میاور بتِ غزل خواں را
گذار و آئینہ گرروبروئے آں شہ حسن — اجازتست از آئینہ چشمِ حیراں را
اگرچہ حاجتِ مے خوردن است اے ساقی — خراب کرد نگاہِ تو مے پرستاں را
جنوں زبانِ تو و شکوہ ہائے جورِ بتاں — بصد وفا بستاں یک جفائے جاناں را

اے کہ لطفِ تو دلنواز بود — قہرِ تو نیز جاں گداز بود
با منت چند گاہ اے کافر — حیلہ تمکین و شرم و ناز بود
ایکہ دل بردۂ و جانم نیز — باز بہرِ چہ احتراز بود
گرچہ روزِ فراق کوتہ نیست — شبِ ہجراں بلا دراز بود
نیز روزانہ آیدت در کو — بندہ ہم روز کے مجاز بود
نیم جاں بردۂ و نیم دگر — روز و شب جملہ در گداز بود
اے کہ باہر کسے ست لطفِ تو عام — با جنونت چہ امتیاز بود

آمد آں ترک جفا کار آخر — حشر برپاست ز رفتار آخر
ایں قدر مشقِ ستم کرد کہ شد — چشمِ فتانِ تو بیمار آخر
گرچہ دانم گزرد ہمرہِ غیر — بنشستم براہِ یار آخر
آمد آں روز کزاں خوفم بود — با تو افتادہ گر کار آخر

دل سودا زدۂ من آمد — در خمِ طرۂ طرار آخر
عیش وصلش چو نصیبم نشود — چوں نسازم بغمِ یار آخر
باجفاہائے تو سازم تا کے — غم خورد غم خور بسیار آخر
تا بکے بگسلی و صلح کنم — جاں بود در بخشش ہر بار آخر
ایں جنوں دعویٔ تو تے میکرد — رفت در خانۂ خمار آخر

نہ گیا پر نہ گیا سر سے یہ سودا نہ گیا — ہاتھ سے سلسلۂ زلفِ چلیپا نہ گیا
نالہ کرنے سے دلِ سوختہ کیا خاک ملا — تیری ان باتوں سے وہ پاس مرے آنہ گیا
رات بیتابی سے اس کوچے میں جا نکلا تھا — تیرے دیوانے کو یاروں سے سنبھالا نہ گیا
کچھ گئے گزرے نہ تھے ایسے مگر کیا کیجے — ہم سے پیمانِ وفا باندھ کے توڑا نہ گیا
آپ حیران تھے مجبوریٔ دل پر اتنا — آئینہ دیکھ کے پھر ہوش میں آیا نہ گیا
گرچہ رنج و غمِ ہجراں کے گلے تھے دل میں — سامنے اس ستمِ ایجاد کے بولا نہ گیا[1]
میرے نقصان نہ ہوئے عشق میں کیا کیا ظالم — دل گیا جان گئی کیا کہوں کیا کیا نہ گیا
جان بیماریٔ فرقت میں لبوں تک آئی — نہ گیا پر مرے بالیں پہ مسیحا نہ گیا
چل دیئے اٹھ کے بظاہر وہ مرے بالیں سے — ان سے حال دلِ بے تاب جو دیکھا نہ گیا

چل بسا گلشنِ ہستی سے جنونؔ مرحوم
غمِ ہجرِ بتِ بے داد اٹھایا نہ گیا

(۲)

دل کو شغل بادہ پیمائی نہیں — کیا ابھی فصلِ بہار آئی نہیں
اب مجھے تابِ شکیبائی نہیں — پاسِ عشق و بیم رسوائی نہیں
غم کو کب تک دل میں ٹالے اب تحمل کی توانائی نہیں
سامنے سے یوں نکل جاتے ہیں وہ — ان سے گویا کچھ شناسائی نہیں
یہ ہجوم یاس تو دیکھو کہ دل — مائلِ ہنگامہ آرائی نہیں
چاند کی صورت تو ہے گو مہ لقا[2] — پر ہمارے دل کو کچھ بھائی نہیں

---

[1] جنونؔ کا مصرع یہ تھا۔ ہاتھ سے جاں بھی گئی دل بھی گیا کیا کیا نہ گیا
[2] بیداد نہیں ہے درد ہے

دیکھنا آئینہ چھوڑا کس لیے
گر نہیں دعویٔ یکتائی نہیں

ہوگئی ہے ترک شاید غیر سے
آج وہ گرمِ خود آرائی نہیں

غیر سے سرگوشیاں ہوتی ہیں اور
میرے نالوں کی بھی شنوائی نہیں

کیا کروں ان کی نہ آمد کا گلا
موت بھی تو اب تلک آئی نہیں

پوچھ ہی بھیجو مریضِ عشق کو
گر دماغِ گاہ فرسائی نہیں

تھا مرے ملنے میں بدنامی کا خوف
غیر کے ملنے میں رسوائی نہیں

کیا لکھیں پائیں نہ جب خط کا جواب
ہم کو شوقِ خامہ فرسائی نہیں

نامہ بر اپھر پریشاں کیوں نہ جائے
ان کے دل میں جب جگہ پائی نہیں

خانۂ دل تم نے کیوں ویراں کیا
گر نہ خیالِ رونق افزائی نہیں

یار کی آنکھوں سے کیا تشبیہ دوں
دیدۂ نرگس میں بینائی نہیں

ژالہ خانی کب تلک اے پند گو
اب ہمارے دل میں گنجائی نہیں

اے جنونؔ پھر دل لگاتے ہو مگر
تم نے الفت کی سزا پائی نہیں

فرقتِ یار میں گزاری رات
بے قراری ہی تھی لیک ساری رات

ہے سرِ شام ہی سے بھاری رات
جانے کیوں کر کٹے گی ساری رات

گر نہ وعدہ پہ یار آ جاتا
گئی تھی جان ہی ہماری رات

دامنِ حرماں کہ تیرِ مژگاں سے
نہ لگا کوئی زخم کاری رات

کچھ نہ پوچھو بسر ہوئی کیوں کر
تھی قیامت ہی بے قراری رات

بات ہوتی کوئی تو وہ سنتے
دل نے کی ایک آہ و زاری رات

(۳)

تمہارے در پہ
جو دخلِ غیر نہ ہوتا تو کیا نہ کرتے ہم

جو اپنے دل ہی کو نذرِ ادا نہ کرتے ہم
تو آج آپ کی یوں التجا نہ کرتے ہم

ہر ایک کو نہ سناتے کبھی حکایتِ غم
جو اُن کے حسن کی باتیں سنا نہ کرتے ہم

سمجھتے غیر کا مطلب اشارتوں میں کیونکر
اگر حضور کو رمز آشنا نہ کرتے ہم

نہ آتے غش پئے ہم اس طرح رقیبوں کو
جو تم کو مائلِ ناز و ادا نہ کرتے ہم

نہ کرتے آپ جو غیروں کے ساتھ بے نوشی
تو جامِ زہر ہلاہل پیا نہ کرتے ہم

جو شکر ابر نے شمار کا نہیں ہوتا — تو بات بات پہ یوں صد ملال کرتے ہم
پھر آج معتقدِ پیرِ میکدہ ہوتے — جو محتسب کی نصیحت سنا کرتے ہم
ثنائے غیر وہ کرتے تھے ہو گئے برہم — بجا نہ کہتے تو گویا بُرا نہ کرتے ہم
جو پوچھتے وہ کبھی غیر کی بداطواری — تو صاف صاف بھی کہتے ریا نہ کرتے ہم
کسی کی کاہے کو یوں گالیاں سنا کرتے — فدا جو دل کو نہ کرتے تو کیا نہ کرتے ہم
تمہاری غیر سے یہ گرمیاں نہ ہوتیں اگر — تو صبح و شام پڑے یوں جلا نہ کرتے ہم
جو مٹی ناؤں سے فرصت ہمیں کبھی دم کی — تو سر پہ چرخ کو یوں دھر لیا نہ کرتے ہم
یہ باتیں ایک کی سو کاہے کو جڑا کرتیں — جو رازِ دل کو عدو سے کہا نہ کرتے ہم
سناتا گر کوئی عنابِ لب کی نایابی — تو ان کو قاتلِ ذوقِ دوا نہ کرتے ہم
جو اختیار دلِ بے قرار پر ہوتا — ترے حضور میں ہر دم رہا نہ کرتے ہم
خبر تھی گر عدو کا جی لگا ہے جینے سے — دگرنہ جان کو ہم ان پر فدا نہ کرتے ہم

ہے لگاؤ جنونؔ

شبِ وصال کے غم نے یاد یوں آتے — جو دل کو خوگرِ ناز و ادا نہ کرتے ہم
اگر نہ ہوتا یہ سودے کا جوش مثلِ جنونؔ — تمہاری زلف کو یوں تہ بتہ نہ کرتے ہم

موت آتی نہیں جیئے ہی بنی — بارِ ہستی اٹھائے ہی بنی
دل لگانا ہے دل لگی نہیں کچھ — اس نے جو کچھ کہی کیے ہی بنی
گرچہ نازک ہے جلوہ گر لیکن — سر پہ محفل اٹھائے ہی بنی
زہر دیتے ہو کس طرح کھا لوں — نہیں گالی کہ کھا لیے ہی بنی
حسرتِ کاوشِ جگر کب تک — اب تو ناخن بڑھائے ہی بنی
شبِ وعدہ ملے ہو تنہا تم — کچھ ہو کہنا مرا کیے ہی بنی
چارہ فرما جو طعنہ زن ہے جنونؔ — اب تو چاکِ جگر سیے ہی بنی

روز گائے

دل فدائے نازِ بیت اے ستم گر کردہ ایم — دیر گاہے جبہہ سائی با بتِ ایں در کردہ ایم

(۴)

اس کوچے سے میری نعش جو اٹھوا کے لے چلے — ساتھ اپنے یار ڈھیر تمنا کے لے چلے

یارب وہ دن بھی ہو کہ کہیں خط میں وہ مجھے
یہاں کوئی آئے اور مجھے آ کے لے چلے

دل بھی لگا ہوا ہے وہاں دھیان بھی وہاں
اس کوئے یار گو مجھے بہلا کے لے چلے

آیا نہ ان کو تفرقۂ جان و دل پسند
دل لے چکے تھے جان بھی اب آ کے لے چلے

طنابتوں کا خضر بھی کرتے ہیں قبول
جو راہبر بنے وہی بہکا کے لے چلے

وہ مرتے دم جب آئے کہ ہم کچھ نہ کہہ سکے
ارمان دل میں عرضِ تمنا کے لے چلے

ہاتھ آنا ان کے پائے نگاریں کا تھا محال
بوسے ہم ان کے نقشِ کفِ پا کے لے چلے

جاتے ہیں اور ہم سے ملاتے نہیں وہ آنکھ
کیا جانے غیر کیا انہیں سمجھا کے لے چلے

احباب جبر کر کے مجھے لے گئے وہاں
اس بت سے مجھ سے مفت بگڑوا کے لے چلے

کیا کیا نہ ولولے مرے جی میں اٹھا کئے
جب غیر اس کو باتوں میں بہکا کے لے چلے

یوں بھی جنوں کو قطع رہِ عشق تھا محال
بارِ گرانِ غم کوئی کیا کھا کے لے چلے

یہ شکوہ نہیں کہ ہجر میں کیا گزری
اور بالعکس وصد مہ و ایذا گزری

یوں درد و الم کس کو نہیں ہوتا ہے
پر مرے یہ رنج ہے کہ تنہا گزری

افسوس فراقِ یار میں عمر کٹی
درد و غم و انتظار میں عمر کٹی

گہ شدتِ یاس گاہ امید وصال
کیسی یہ اضطرار میں عمر کٹی

یک عمر رہا فراقِ یار خود کام
برگشتہ رہا جو طالع نافرجام

اب وصل ان کا ہوا میسر تو کیا
وہ درد اچھا ہے جس کا ہو نیک انجام

(۵)

پانو سے وہ نقشِ کہر سے نہ ٹھکراتے کبھی
جان لیتے ابتدا ہی میں اگر بدیم مجھے

صورتِ تصویر بن جاتا ہوں ان کو دیکھ کر
وہ مقرر جانتے ہوں گے غریب کم مجھے

یک بہانہ ہو پئے ذریوزۂ حسنِ بتاں
گر مقدر سے کہیں مل جائے جامِ جم مجھے

خیر تو کیا ہے کہ پاتا بار کوئے یار میں
حیف ان کی مرد نہری نے کیا برہم مجھے

غیر کے ہمراہ و در جامِ مے کا لطف کیا
اس سے بہتر ہے کہ دیں مے میں ملا کر سم مجھے

ہمکلامی سے عطارد کے نہ کیوں ہو مجھ کو عار
جب گنے استاد اپنا نیر اعظم مجھے

سنبلستان میں طبیعت اور الجھے گی جنوں
باغ میں لایا تو عشقِ طرۂ پرخم مجھے

لہ جنوں کا مصرع یوں تھا۔ کچھ آج آنکھ ہم سے ملاتے نہیں میں وہ

زلف صنم رہی ہے جو برہم تمام شب
اندھیر ہے بلا میں رہے ہم تمام شب

جب آنکھ کھل گئی ہے تصور میں یار کے
رویا کئے ہیں دیدۂ پُرنم تمام شب

ہے وصل کی خوشی سے غمِ ہجر بیشتر
رہتا ہے گو ہے باغ میں شبنم تمام شب

دل کو شبِ وصال میں بھی خاک چین ہو
جب ہے فراق کا جو نہ ہے غم تمام شب

(۶)

لطف کی خواہش نہ بیدردی کا شکوا چاہیے
دیکھنا ہر رنگ میں ان کا تماشا چاہیے

ڈھونڈنا اے دل کوئی معشوق اچھا چاہیے
زندگی میں دل لگی کا کوئی حیلا چاہیے

کام دورِ جامِ مے کا چشم کی گردش سے یوں
یار مل جائے اگر مجھ کو تو پھر کیا چاہیے

کچھ نہ بن آئی مواقف باد تیشہ مار کر
عشق کے صدموں کو پتھر کا کلیجہ چاہیے

بعد مردن بھی کھلی ہی رہ گئیں آنکھیں مری
اشتیاقِ حسرتِ دیدار دیکھا چاہیے

سیرِ گلشن سے نہیں ہے کچھ طبیعت کو لگاؤ
واشد خاطر کو میری کوئی صحرا چاہیے

تا بکے راضی نہ ہوگا وصل پر وہ تند خو
پر تجھے اے جذب اس کا گدگدانا چاہیے

اس قدر جب منہ بناتے ہیں سوال بوسہ پر
وصل کی خواہش پہ کیا کہتے ہیں دیکھا چاہیے

وقت آخر آن پہنچا ہے جنونؔ زار کا
بولنا اب منہ سے اے رشکِ مسیحا چاہیے

مجھے دعویٰ تھا یہ مدت سے کہ بیکار نہیں
میں تو ہوں آہِ شرر بار مگر اغیار نہیں

مائلِ جور وہ عیار جفا کار نہیں
مفت میں دل کو جو کھو بیٹھے وہ آزار نہیں

وصل کی بھی دلِ بے تاب کوئی صورت ہے
ان کو خواہش نہیں اور ہم کو وہاں بار نہیں

سجدہ کیجو دلِ ناداں نہ کہیں دھوکے میں
ہے گیا غیر یہ نقشِ قدمِ یار نہیں[1]

دل بے تاب یہ کہتا ہے کہ چھیڑو اس کو
بتِ عیار جواب برسرِ آزار نہیں

خوف کیا ہے تجھے کیا جانے کوئی دل کا حال
بدگماں میری خموشی سبب اظہار نہیں

دل کو رشک آئے اگر نام زباں پر لاؤں
ماجرائے غم دل قابلِ اظہار نہیں

غیر گو خوش ہیں کہ وہ قتل کریگا مجھ کو
میں یہ سمجھے ہوئے بیٹھا ہوں کہ وہ چار نہیں

کیا ملائے گا ہمیں باغ میں جا کے صیاد
سرو یک چوب ہے کچھ قامتِ دلدار نہیں

ہے ابھی رمز و اشارات کی طاقت باقی
چشمِ بیمار کو گو طاقتِ گفتار نہیں

خلشِ آبلہ پائی نہ مٹا کیا کہیے
وحشت اس دشت میں ایسی کہ جہاں خار نہیں

---

[1] میں اس مصرع کے معنی نہیں سمجھا ۱۲ [غالبؔ]

قتل جس دم وہ کرے گا تو یہ ظاہر ہوگا
ہیں گنہ گار وہی جو کہ گنہ گار نہیں

~~کیوں ہے آشفتہ فراق کی شکایت اے جاں~~
~~جب مری آہ ترا باعث آزار نہیں~~

دستِ غیر اور تری زلفِ سیہ خیر تو ہے
کیا تجھیں گاہ میں تیرا یہ گنہ گار نہیں

کیجیے شکوہ دمِ تیغ نگہ کا کیوں کر
کہ مرے تن پہ کوئی زخم نمودار نہیں

~~وعدہ کر لیجیے سُنیے گا زبانی میری~~
~~نغمہ عیش سہی آہِ شرر بار نہیں~~

(۷)

وقف کاکل کوئی محوِ رخِ جاناں کوئی
کوئی بیچارہ پریشان ہے حیراں کوئی

ہم تو زنہار نہ لائیں گے زباں پر شکوہ
جور کرنے سے نہ ہو جائے پشیماں کوئی

لے چلی وحشتِ دل جانبِ صحرا مجھ کو
اب کرے شوق سے گلگشتِ گلستاں کوئی

ہے تصور میں ہمارے وہ لبِ غیرتِ لعل
رنگ دکھلائے تو اب لعلِ بدخشاں کوئی

کون[1] سمجھے کہ مزا یاس میں کیا ملتا ہے
نہیں رکھتا دلِ پُرحسرت و حرماں کوئی

رعب سے سامنے اس شوخ کے ہوتا ہے یہ حال
کہ نکالے لیے جاتا ہے مری جاں کوئی

یک بہاں دستِ تطاول میں تری زلف کے ہے
جائے کس جائے جو ہووے یہ گریزاں کوئی

دھیان میں پھر ہیں کھلے بال کسی کافر کے
وحشتِ دل کا ہے پھر سلسلہ جنباں کوئی

پھر گزر دل میں ہے کچھ آج کسی کے غم کا
پھر ہے اس خانۂ تاریک میں مہماں کوئی

ہے تصور میں کسی شوخ کا پھر رنگ بلیغ
پھر ہوا زخمِ جگر پر نمک افشاں کوئی

سیرِ بازار نکلتے ہو جو یوں کر کے سنگار
تم پہ قربان نہ ہو جائے مری جاں کوئی

دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے مرے آٹھ پہر
جینے دے گی خلشِ جنبشِ مژگاں کوئی

ہو گزر تیرا اگر اس کوچہ میں اے بادِ صبا
کہیو دو چار گھڑی اور ہیں مہماں کوئی

کون غمخوار مرا اے خلشِ ریشِ جگر
کیوں نمک سے بھرے ہر روز نمکداں کوئی

لاکھ ہمدوش صبا ہووے مرا مشتِ غبار
ہاتھ آتا ہے بھلا یار کا داماں کوئی

نہ سہی لطف و عنایت ستم و جور ہی ہو
غم تو یہ ہے کہ نہیں حال کا پرساں کوئی

تنگ ہے حضرتِ واعظ سے بہت جی اپنا
کاش مل جائے مجھے دشمنِ ایماں کوئی

فرقتِ یار میں گھبرا کے نکل آیا ہوں
کہ خوشی کی خبر اے مرغِ خوش الحاں کوئی

کوچۂ[2] یار کے ہم خاک نشیں ہیں واعظ
نہیں رکھتا ہوسِ گلشنِ رضواں کوئی

دفن اس کوچہ میں کرتے ہیں مجھے بعدِ فنا
کہیں ہو جائے نہ شرمندۂ احساں کوئی

---

[1] جنون کا مصرع یہ تھا ع ~~کس کے آگے کہوں یہ کیفیتِ شدتِ یاس~~

[2] جنون کا مصرع یہ تھا ع ~~کوچۂ یار میں اپنی تو بسر ہے واعظ~~

مدت العمر بسر اس میں جنونؔ نے کی ہے کھوئے کس طرح تصور ترا آساں کوئی

اگر مصراعِ اخیر یوں ہو تو کیسا

~~پھر ہے اس خانۂ ویراں میں ہجاں کوئی~~

یعنی اعلان اس نون کا اس طرح پر اردو میں جائز ہے بلا کراہت یا خیر۔ ۱۲

(۸)

جانے کس کس کو نہ ہو جائے گا سودا اے جان سیر کو آج نکلتے ہو کھلے بالوں سے
جو ترستے تھے وطن میں مری پابوسی کو دشت میں تنگ ہوا ہوں میں انہیں چھالوں سے
اے جنونؔ کیوں خلشِ ہجر سے گھبراتے ہو دل کو جب ربط ہوا تیر جی نگہ داں سے

ہر یک کو جو کہتے ہو کہ کیا ہے کیا اچھے ہو تم یہ مدعا ہے
تم اچھے ہو میں برا ہوں مانا اچھا ہے کوئی کوئی برا ہے
کچھ پاس نہیں ہمارے اے جان ہاں یک دلِ حسرت آزما ہے
~~دل کے جانے کا غم نہیں ہے~~ ~~جی کو کیوں ساتھ لے گیا ہے~~
سو بار پکارئیے گران کو تو کہتے ہیں ایک بار کیا ہے
اب تک کچھ بھی اثر نہ دیکھا دل آہ سے کس قدر جلا ہے
تھا دل سے فدائے خوب چشماں یعنی وہ جنونؔ جو مر گیا ہے
کیجو اسے کوہ طور پر دفن ہاں کشتۂ چشمِ سرمہ سا ہے

ہائے جس وقت یاد آتے ہو غم دنیا و دیں بھلاتے ہو
کیا غضب ہے جو آکے چوم لوں پاؤں غیر کو سر پہ کیوں چڑھاتے ہو
غنچہ دیتے ہو دل کے بدلے میں چٹکیوں میں ہمیں اڑاتے ہو
غیر کا کچھ لگاؤ ہے ورنہ ہم سے تم آنکھ کیوں چراتے ہو
ساتھ غیروں کے یوں ہنسا نہ کرو ہم کو بے فائدہ رلاتے ہو
بوسہ مانگیں تو گالیاں دینا کیوں بگڑ کر ہمیں بناتے ہو
زلف کس طرح ہاتھ آئے گی کیوں جنونؔ حق اسے جتاتے ہو

(۹)

مجھ سے نہیں تو غیر سے کب ہمکلام ہے — خاموش ہوں کہ یاروں کی تُرکی تمام ہے
ہے ہے شبِ وصال ہوئی جاتی ہے تمام — یاں قصۂ فراق ابھی ناتمام ہے
ناخوش ہوئے ہیں شیخ جی صاحب تو خوش رہیں — حضرت سے کچھ غرض متعلق نہ کام ہے
اللہ رے تبختر و انداز واہ واہ — کیا خوب ہے یہ چال چلن کیا خرام ہے
~~کہتے ہیں لوگ شام کو وہ ماہ آئے گا — صبحِ شبِ فراق ہی ہم کو تو شام ہے~~
انکار ہے شراب کی حلت سے اب مجھے — لیکن بغیر مطرب و ساقی حرام ہے
لوگ ان کی بزمِ ناز میں کیوں آنے دیں مجھے — نامِ خدا جواں ہیں نیا انتظام ہے
کب سنتے ہیں وہ حالِ دلِ زار کیا کہوں — باتیں بنانے سے انہیں ہر وقت کام ہے
غیروں کو میرے سامنے جھک جھک کے کیا سلام — حضرت کے امتیاز کو میرا سلام ہے
کیا دور ہے جو ایک نگہ لطف ہو ادھر — ہم خاک پر پڑے ہیں وہ عالی مقام ہے
شکوہ ہماری آہ و فغاں کا ہے کس لیے — پھیر و چھری گلے پہ تو قصہ تمام ہے
تُو گو میانِ یار سے باریک تر سہی — گر غور کیجئے تو یہ نازک مقام ہے
اس کی گلی میں آج جنونؔ پھر گیا نہ ہو — برپا ہے شور آہ و فغاں اژدحام ہے

واعدے سے جو ہوئی راہِ سخن خیر تو ہے — کیا نہ دکھلائے گا تم کو یہ چلن خیر تو ہے
بھا گئے داغِ دلِ عاشقِ غمگیں شاید — ورنہ اتنی ہوسِ سیرِ چمن خیر تو ہے
آج کیوں دیکھتے ہی دوڑ کے لپٹے مجھ کو — یعنی اس مرتبہ بے ساختہ پن خیر تو ہے
~~باعثِ ترکِ تکلف نہیں کھلتا مجھ کو — گالیاں دیتے ہو اے مشفقِ من خیر تو ہے~~
اے جنونؔ ہوش میں آ عشق میں گھبرا نا کیا — کیوں ابھی سے ہوسِ گور و کفن خیر تو ہے

باز کب آتے ہو اے جان تم ان چالوں سے — چال کا اپنی چلن پوچھ حیا والوں سے
رات سویا ہے مگر ساتھ عدو کے کافر — صاف کھلتا ہے ترے الجھے ہوئے بالوں سے

(۱۰)

دوست واجد علی[1] فرزانہ — مصدرِ لطف و وفا کانِ وداد
شدہ باصد طربِ عیش و سرور — کتخدا از کرمِ ربِّ عباد

---

[1] "یارم آں واجد علی فرزانہ" عین تقطیع میں سے جاتا رہتا تھا اور جب تک واجد علی کی تحتانی مکسور نہ ہو، فرزانہ اس کی صفت نہیں پڑتی۔ اس شعر کے معنی پر نظر نہ ہو ۱۲۔ (غالبؔ)

بود پابند ہزاراں افکار — پئے ایں سال جنون آزاد
بعد قطع سر اندوہ و الم — گفت ہم دوستی سرود شاد

ہاتفے

ایضاً

گفتخدا با صد سرور و عیش شد واجد علی — با خوش آئینی کہ گردد مشتری با زہرہ جفت
ناگہاں در سالِ شادی از زبانم ہاتفے — در کنار یار آمد شاد مقصود، گفت

ایضاً

آں یکے لچھمن نرائن کانِ لطف — واں برسم یک ولی فرزانہ
ساخت تعمیر عجیب و طرفہ — با ہزاراں ہمت مردانہ
چوں پئے خوباں خاص چیدہ ساخت — ہاتفے گفتا، زخوبی خانہ

ایضاً

وہ چہ نیکو طرح بستا ریختہ — خاصہ بالطاف و عطا ریختہ
سال بنائش چو تواں خرج کرد — قطع سرایرد پئے فرج کرد
دادند ہاتفِ فرزانہ — کرد بنا طرفہ زنا خانہ

دیگر

ایں مکاں کش بنگری اے دل زدود — ہست بیت اللطف[1] موفور السرود
گر ترا ناگہ فتد روزے گذار — برکش از دعوی تقوی زینہار
سر تراش از ایر پس در روزے در آئے — وچہ دولت خانہ ہیجاں فزائے

دیگر

بنایا دوست کی خاطر مکاں اک بندہ پرور نے
زبانِ خلق سے جو ہو رہا ہے خلق میں منعوس

(۱۱)

کیا قبول کہ[2] آخر کبھی تو آئے گا — کوئی بتائے مجھے کب تلک آزمائے گا
رکا ہے مجھ سے اگر، غیر گدگدائے گا — تو دیکھنا ہے کہاں تک نہ مسکرائے گا
جو عرضِ حالتِ دل کیجئے تو کہتے ہیں — کہاں تک اپنی محبت مجھے جتائے گا
فلک سے کہہ دو کہ خوگر ہوں جورِ بیکس کا — ستائے گا وہ مجھے گر نہیں ستائے گا
لگی ہے دل کی طرح آنکھ بھی ادھر پیری — سنا ہے آج اشاروں سے وہ بلائے گا

---

[1] یہ لطف نہیں لطف سنا گیا ہے۔ لوگ خانے کو بیت اللطف کہتے ہیں
[2] مجھے خیال پڑتا ہے کہ یہ غزل آگے دیکھ چکا ہوں ۱۲

غضب ہے لوگ بگڑے ہیں تیری گلی پر — کوئی پھر اس سے سوا کیا مرے اٹھائے گا
نکل تو جائے گا آسان دم مرا لیکن — اگر خیال تمہارا مجھے نہ آئے گا
کیا ہے قصد کہ چپکے سے لے ہی لوں بوسہ — مزا ہے اور اگر گالیاں سنائے گا
چمن میں ہوں جو کبھی میں تو دشت میں گاہے — کہاں کہاں ترا سودا مجھے پھرائے گا

تم آج اور بھی رہنے دو اس گلی میں پڑا
سنا ہے ہم نے جنوں کل یہاں سے جائیگا

اشارہ گر نہیں غیروں کے ساتھ لانے کا — سبب پھر اور ہی کیا ان کے مسکرانے کا
اگر شکایت ترکِ وفا نہیں نہ سہی — سپاس کیوں نہ کروں یار کے ستانے کا
ادائیں گرچہ نکلتی ہیں رقص میں بھی بہت — غضب ہے ڈھنگ تمہارا مگر بتانے کا
ہوا ہے ہجر میں یک اور غم نیا پیدا — کہ غم نہیں ہے انہیں میرے غم کے کھانے کا
ہزاروں پگڑیاں ہیں رہنِ شراب میں اے شیخ — نہ کیجو قصد کبھی میکدے میں جانے کا
ہزار بار کیا ترکِ عشق پر مجبور — کہ بھولتا ہی نہیں لطف دل لگانے کا
کیا عدو نے جو اظہارِ عشق کیوں ہر خفا — ہر اک کا ظرف نہیں دل میں غم چھپانے کا
کسی نے اس کو خدا جانے کیا پڑھایا ہے — ہوا ہے شیوہ جو یوں منہ چھپا کے آنے کا
جلائی شمع نے تنہائی میں نہ بھڑکایا — سکھایا طرز تجھے کس نے دل جلانے کا

جنوں سے کس لئے پیغام بر کیا وعدہ
نہیں ہے ذمہ اگر اس کے ساتھ لانے کا

طرزِ نوشت ہے۔ اسے غزل کی اصلاح میں سابق بھی لکھ چکا ہوں ۱۲

(۱۳)

غزل حال

۶۲-۵۹

ہیں وہ بے پروا تو کچھ اس کا نہیں ہے غم مجھے — قہر ہے اغیار بھی دیکھیں بچشم کم مجھے
~~سوکھ کر کانٹا ہوا ہوں ہجر میں اس ماہ کے — لے اڑے اے کاش اپنے ہمرہ نسیم مجھے~~
بند ہو جاتی ہیں آنکھیں نیند سی آجائے ہے — یاد آتا ہے جو ان کے حسن کا عالم مجھے
سالکِ دشتِ جنوں بولا یہ مجھ کو دیکھ کر — پھر نوید عیش دیتا ہے ترا مقدم مجھے
یار سے رکھتا ہوں میں امید لطف ناتمام — یاس و حرماں نے بھلائی فکر بیش و کم مجھے

صاحب پہ اعتقاد ہمارا جما عبث
آنے نہ آنے کے تو وہ مختار آپ تھے
مانع نہیں حجاب جو اشتدادِ شوق
حاصل کچھ اور بھی ہے بجز حسرت و الم
گر غیر کا سلام کہا۔ کیا غضب کیا
جس تک نے کہ جور و جفا کو ادا گنا
پایا کہیں نہ اس بتِ ہرجائی کا پتہ
ہے لوحِ دل پہ نقش نکوئی رقیب کی
تھے جان و دل سو پہلے ہی وہ پیش کش ہوئے

ہم نے سمجھ کے جان تمہیں دل دیا عبث
مہندی لگا کے پاؤں میں حیلا کیا عبث
کرتے ہو تم بہانۂ شرم و حیا عبث
اے دل تو کوئے یار میں ہر دم نہ جا عبث
ہوتے ہو بات بات پہ مجھ سے خفا عبث
اس شوخ چشم سے مجھے چشمِ وفا عبث
دیر و کنشت میں رہے ہم جمہ سا عبث
خاطر سے میری پھر اسے کہنا پڑا عبث
پھانسے[1] ہے اب ہمیں تری زلفِ سا عبث

کب جانتا ہے دوست جنوں کو وہ بدگماں
دنیا نہ ہونی چاہیے سب بے وفا عبث

(۱۳)

قطعہ

کارفرما بر دلِ زارِ غریبانِ رحمتی
ایکہ از بہرِ تو ایں مجموعہ ابتر کردہ ایم
از خیالِ نازکت صد رہ اجازت خواستیم
تا در شبِ ہجرانِ تو سر کردہ ایم
دل اسیرِ دامِ گیسوئے معنبر کردہ
تا دماغِ خویش از بوئے معطر کردہ ایم
صد شب وصل از من دلدادہ مے گوید نیاز
با منِ دلدادہ مے گوید بوصل از روئے ناز
کز پئے تو صد دلِ دیوانہ مضطر کردہ ایم
گفت با ما بودہ ام سرگرمِ تدبیرِ وصال
سادگیہا بیں کہ قولِ غیر باور کردہ ایم
در خیالِ عنبریں مویاں بتقلیدِ جنوں
تودہا در دل تو عود و مشکِ عنبر کردہ ایم

---

[1] جنوں کا مصرع یوں تھا ع اب ہم کو پھانسے ہے تری زلفِ رسا عبث

بیرونِ خانہ کا لفظ خلافِ روزمرہ، علاوہ
اس سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ مگر خود
اس شخص کے گھر میں دخیل غیر ہے ۱۲

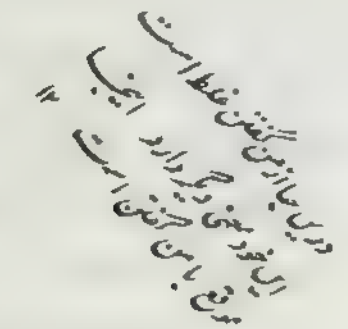

از من مے گوید یعنی میرا حال کہتا ہے
با من میگوید یعنی مجھ سے کہتا ہے غالب

اے کاش امید دلِ ناکام برآید — آں شوخ بمن آید و ہم زود تر آید
از خون شدنِ جان و دلِ من خبر آید — اشکے کہ بیادِ تو ز چشمم بدر آید
ہے ہے چہ خوش آں وقت از یاریٔ بخت — یار آید و ہنگامۂ ہجراں بسر آید
آں یار سفر کردہ کہ جان و دلِ من بُرد — ورد دلِ ہوسناک آنست کہ زود از سفر آید
ناکامیِ من بیں کہ ازاں کافرِ بے رحم — خواہم کہ رود دیر اگر زود تر آید
داریم ز پیکانِ خدنگِ تو امیدی — کز لطف بپرسیدنِ سوزِ جگر آید

پیمانہ بکف ہمرہ او باش بہ بیند
وقتیکہ جنوں از درِ میخانہ برآید

سرسیّد احمد خاں

بنام مولوی ممتاز علی

(۱)

مشفق و عنایت فرمائے بندہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، وہ قبل فاتحہ میں لگایا گیا ہے۔ اور سب شبہات کی نسبت جو کچھ میری رائے ہے وہ موقع بموقع تفسیر میں آوے گی۔ حروف مقطعات کا ذکر تو اول ہی آیا ہے۔ جہاد کی نسبت آپ نے دو جدا کانہ مطلبوں کو یکجا کر دیا ہے ایک مطلب ہے کہ اصل میں حکم جہاد کیا ہے۔ دوسرا مطلب ہے کہ اُس پر زمانہ اولین میں (عمل) کیسا ہوا۔ آپ نے جو باتیں (عام طور سے مشہور تھیں) اُن پر خیال کر لیا بہرحال یہ ایسے امور نہیں ہیں کہ خطوط میں طے ہوں۔ آپ کے دل میں جو شبہات آویں آپ تحریر کر کے بھیجتے جاویں۔ میں اُن کا جواب بالتحقیق جو میرے دل میں ہے تفسیر میں بمقامات مناسب لکھوں گا۔ مگر علیحدہ جواب لکھنے کی مجھے فرصت نہیں ہے تفسیر کا کمپوز شروع ہو گیا۔ اس ہفتہ میں قریب جزو دو جزو کے چھپ جاوے گی اور برابر چھپتی رہے گی۔ آپ کو اگر اُس کا حصہ لینا ہے اور جس کو لینا ہے وہ روپیہ بھیج دے اگر وہ چاہے کہ جو فرمہ چھپے وہ بھیجا جایا کرے تو یہ بھی ممکن ہے۔ صرف طالب کو محصول دینا پڑے گا۔ والسلام

خاکسار۔

علی گڈھ ۲۴ دسمبر ۱۸۷۷ء وقت شب

سید احمد

(۲)

جناب مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ تمام امور پر جو آپ نے ارقام فرمائے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ غور ہو گی۔ وہ کچھ مشکل نہیں ہیں۔ جو مقامات مجھ کو مشکل معلوم ہوتے ہیں وہ اور ہیں۔

تفسیر کی قیمت کا یہ حال ہے کہ صرف سو نسخے چھاپے جاتے ہیں۔ اس سبب سے لاگت بہت زیادہ آتی ہے۔ فی روپیہ چار جزو سے کم لاگت ہوتی ہے۔ پس جو لاگت واقعی لگے گی وہی ہر شریک سے لی جاوے گی۔ بالفعل ہر شریک نو دس روپیہ پیشگی عنایت فرمائے۔ تو چار جزو یا اُس کے قریب دس روپیہ ہی طلب ہوں گے۔ حساب بتا دیا جاوے گا کہ واقعی یہ خرچ ہوا ہے جس وقت ایک مناسب حصہ تیار ہو جاوے گا تو شریکوں کو اطلاع دی جاوے گی جو طلب کرے گا اُس کو صرف ۱ یا ۲ بھیجے ہوں گے اور فی الفور جتنا تیار شدہ اُس کی خدمت میں روانہ ہو گا۔ ایک حصہ اب تک چھپ چکا ہے۔ والسلام

علی گڈھ ۲۱ دسمبر ۱۸۷۷ء وقت شب

سید احمد

(۳)

شفیق بندہ

آپ کے عنایت نامجات ایسے سوالات پر مبنی ہوتے ہیں کہ ہر ایک کے جواب میں رسالہ لکھا جاوے۔ اگر زندگی ہے تو تفسیر چھپنے تک صبر کیجئے۔ سب کچھ اُس میں ملے گا۔ تفسیر بہت آہستہ چھپتی ہے۔ روپیہ چاہیئے۔ جب سب کام ہوتا ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۴ مئی ۱۸۷۸ء — خاکسار۔ سید احمد

(۴)

مکرم و معظم شفیق من

عنایت نامہ مع آرٹیکل نوشتہ مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب پہنچا۔ مجھے آپ کی نسبت اور جو شخص کہ مثل آپ کے قدردان میری بے قدر تصانیف کے ہوں اُن سے قیمت کے بطور اقساط لے لینے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ دس روپے آپ کے آچکے ہیں۔ آئندہ بطور قسط ارسال فرماتے رہیں۔ جیسا کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے اجزائے مطبوعہ مرسل خدمت ہیں۔ آئندہ بھی مرسل ہوتے رہیں گے۔

مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب نے جو آرٹیکل لکھا ہے۔ اُس کو خود مجھے چھاپنا مناسب نہیں ہے۔ وہ تو اس لائق ہے کہ جب میں مرجاؤں گا۔ اُس کے بعد میری لیف (لائف) اگر تحریر ہو تو اُس میں مندرج ہو۔ میں اُن کی عنایت کا نہایت شکر گذار ہوں۔ اور اگر درحقیقت اسلام کو میری تحریر سے کچھ فائدہ ہوا ہے اور مسلمانوں کے دل میں یا ایک ہی مسلمان کے دل میں عظمتِ اسلام نے جگہ پائی ہے تو میری مراد حاصل ہوگئی۔ والسلام

علیگڈھ ۱۵ اگست ۱۸۷۸ء — خاکسار سید احمد

(۵)

قل اللہ تعالیٰ لرسولہ علیہ السلام واخفض جناحک للمومنین

مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون عنایت کیا۔ قرآن مجید کے تمام مضامین ایک دوسرے سے کسی نہ کسی قسم کا علاقہ رکھتے ہیں۔ سب کا حل اگر ایک جگہ کیا جاوے تو مشکل ہے۔

آپ نے جو مضمون نسبت اجنحہ لکھا ہے اُس کا شکر گذار ہوں۔ اور موقع پر اُس سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔

تفسیر اور قریب ایک جزو کے چھپ گئی ہے۔ قصہ موسیٰ و غرق فرعون چھپ رہا ہے۔ خیال ہے کہ اُس کے چھپ جانے کے بعد اجزا روانہ کروں گا۔

مدرسۃ العلوم کی نسبت جو کچھ استفسار کرنا ہو۔ مجھ سے فرمائیے۔ ایک روپیہ دینے پر مجموعہ قوانین اور تین روپیہ دینے

پہ رپورٹ سال گذشتہ مل سکتی ہے۔ جن میں تمام امور بالتفصیل مندرج ہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۸ء　　خاکسار سید احمد

(۶۱)

محب ولنواز من

آپ کا عنایت نامہ مع مضمون کے پہنچا۔ جس کے پڑھنے سے میری دل نوازی ہوئی میرے دل کو تقویت ہوئی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ میں نے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ میری یہ آرزو ہے کہ ہماری قوم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پہ یقین رکھے اور عزت و ترقی پاوے اور اگر یہ یقین جاتا رہا تو وہ ہماری قوم نہیں رہی۔ پھر اگر وہ آسمان کے تارے ہو جاویں تو ہم کو کیا۔ ایک محض حماقت کی سمجھ ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ میں کوئی علیحدہ فرقہ قائم کرتا ہوں۔ یہ تو میرے مقصد کے برخلاف ہے۔ (میں تو) جو فرقے اسلام سے باہر جانا چاہتے ہیں اُن کو ملا رکھنا چاہتا ہوں۔

آپ کا مضمون جو کہ خاص میری نسبت تھا۔ میں (نے) ہر چند چاہا کہ اُس کے۔ چھاپنے کا قصد نہ کروں۔ مگر (وہ) ایسا دل میں بیٹھ گیا اور اُس کی سچائی کا ایسا دل پہ اثر ہوا کہ چھاپنے پر مجبور ہوا۔ شاید آپ نے میرے دل کو تراش کر یہ مضمون لکھا ہے جس میں میری دلی کیفیت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس شنبہ کے بعد جو شنبہ ہوگا اُس دن کے اخبار میں چھپے گا۔ تفسیر و تصانیف احمدیہ اس قدر تاخیر سے نہیں چھپیں گی جیسا کہ آپ حساب لگاتے ہیں۔ اتفاقات سے کمپوزیٹر بیمار ہو گئے اور چلے گئے ایک مصحح مر گیا۔ یہ شہر نہایت چھوٹا ہے۔ الہ آباد سے کمپوزیٹر طلب ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تفسیر اور جملہ کتب دو برس کے عرصہ میں اگر زندگی ہے تو چھپ جاویں گی۔ تفسیر کا بہت بڑا کام ہے اور اُس کی مشکلات ظاہری کا حل کرنا اور واقعی و اصلی بات کا بتانا ذرا مشکل پڑ جاتا ہے۔ بہر حال خدا کی مدد چاہیئے۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

تصویر اپنی خدمت اقدس میں بھیجتا ہوں۔ کلکتہ جا کر دوسری بھیجوں گا۔ والسلام

علیگڈھ۔ ۲۹ نومبر ۱۸۷۸ء　　خاکسار سید احمد

دو تصویریں بھیجتا ہوں۔ جو سی پسند ہو رکھ لیں۔ چاہے دونوں رکھ لیں۔ نذر جناب ہیں۔

(۷)

محبی و مشفقی

تہذیب الاخلاق میں حسب دستور سابق سب کچھ ہوگا اور متعدد دوست حسب سابق اُس میں مضمون لکھیں گے۔ صرف صورت میں فرق ہوگا۔ اب کی دفعہ ایسی تدبیر ہے کہ آخر کو کتاب کی صورت ہو جاوے اور رفتہ رفتہ تصانیف احمدیہ کا تصور ہو۔ مولوی مشتاق حسین۔ منشی ذکاء اللہ صاحب کا مضمون (ہوگا) منشی ذکاء اللہ صاحب نے فطرت کے نام سے مضمون

لکھنا شروع کیا ہے۔ اور چند نمبروں میں ختم ہوگا۔ جو طرز اُس کا تجویز کیا ہے نہایت ہی عمدہ ہے۔ اگر اُسی عمدگی سے ختم ہو جاوے۔ میں دسویں یا گیارھویں کو یہاں سے چلوں گا۔ رات کو انبالہ پہنچوں گا۔ صبح کو روانہ شملہ ہو جاؤں گا۔ بروقت مراجعت شملہ انشاء اللہ تعالیٰ لاہور میں بھی آؤں گا اور آپ سے ملاقات ہوگی والسلام

۵ مئی ۱۸۷۹ء علیگڈھ — خاکسار سید احمد

(۸)

مجبی و مشفقی

چوتھی مئی کا عنایت نامہ میرے پاس ہے۔ جس کا جواب لکھتا ہوں۔ میں پندرھویں مئی کو یہاں سے روانہ ہوں گا اور سیدھا شملہ چلا جاؤں گا۔ بروقت معاودت ضرور آپ سے ملاقات ہوگی۔ انجمن اسلامیہ لاہور میں جو آپ نے گفتگو کی اُس کا میں شکر گذار ہوں۔ مگر حال یہ ہے کہ میں ایک واعظ مذہب بننا نہیں چاہتا۔ نہ ایسے جلسہ میں جو مذہبی نام سے ہو شریک ہونا یا اُس میں لکچر دینا پسند نہیں کرتا۔ صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ اپنے احباب کے سامنے اپنے خیالات ظاہر کروں تاکہ اُن کو اُس پر غور کرنے کا اور جو نقص اُس میں ہو اُس کی اصلاح کا موقع ملے اور مجھ کو بھی فائدہ پہنچے۔ پس اس کام کے لیے کوئی عام جلسہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال موسم سرما میں جو ہوگا وہ ہوگا۔ اِس وقت اس کی گفتگو بے فائدہ ہے۔

تہذیب الاخلاق چھپنا شروع ہوگیا چار ورق چھپ چکے ہیں۔ بقیہ اور چھپ جاویں تو بخدمت احباب روانہ ہوگا۔ ایک مضمون میرا ہے۔ ایک مولوی مشتاق حسین کا اور ایک منشی ذکاء اللہ صاحب کا۔ منشی ذکاء اللہ صاحب نے نیچر پر سلسلہ وار آرٹکل لکھنے شروع کیے ہیں اور اُس کے متعدد نمبر ہوں گے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۳ مئی ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۹)

مجبی و مشفقی

آپ کا کوئی عنایت نامہ شملہ پر نہیں آیا۔ تہذیب الاخلاق آپ کے پاس پہنچا ہوگا اُس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہوا۔ اگر مناسب ہو تو آپ سفیر ہندوستان امرت سر، پنجابی اخبار اور اخبار انجمن پنجاب سے راہ و رسم پیدا کریں۔ اور آپ ہر پرچہ تہذیب الاخلاق کا ریویو تحریر کر کہ اُن اخباروں میں چھپوا دیا کریں۔ اور بے تامل اُس کے نقائص جو آپ کے دل میں آئیں ریویو میں لکھا کریں۔ اس میں دو فائدے ہیں اول تو آپ کو اگرچہ اب بھی مضمون نگاری کی مشق ہے اور بھی زیادہ ہو جاوے گی۔ اور مجھ کو اور لوگوں کو یہ فائدہ ہوگا کہ مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق کے حسن و قبح پر دوسروں کی رائے معلوم ہوگی۔ والسلام

خاکسار

شملہ پارک ہوٹل۔ ۲۹ مئی ۱۸۷۹ء — سید احمد

(۱۰)

مجی و شفیقی

میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا وقت ایسے فضول کاموں میں یعنی مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کے رسالہ اشاعت السنۃ کے جواب لکھنے میں صرف نہ کیجئے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

مجھ کو تفسیر لکھنے کی کافی فرصت ہے اور میں کونسل کے صرف اُن ہی کاموں میں مشغول ہوں گا جن کی سیلکٹ کمیٹی میں شامل ہوں یا جن کو خود پیش کرنا چاہوں باقی کاموں پر زیادہ توجہ کچھ ضروری نہیں ہے اور اس تدبیر سے فرصت بہت نکل آئی ہے۔ شملہ کے قیام میں امید ہے کہ بہت کچھ لکھ لوں گا۔ آپ کے عنایت نامہ کا شکر کرتا ہوں۔ آپ کی طبیعت جو علیل ہوگئی تھی اُس کا افسوس ہوا۔ شکر خدا کا کہ صحت ہوگئی والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۳۱ مئی ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۱)

مشفقی و مجی

آپ کا عنایت نامہ و نوٹ بیس روپیہ بابت خریداری تہذیب الاخلاق پہنچا۔ ممنون عنایت کیا اصل (بات) یہ ہے کہ میں نے تہذیب الاخلاق صرف آپ کے شوق کے سبب سے کہ رہ جاری کر دیا ہے۔ اس بات کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ بقدر خرچ خریدار ہوں گے یا نہیں۔ میرا روپیہ ایسی ہی لغو باتوں میں تمام عمر ضائع ہوتا رہا ہے۔ آپ میرے نقصان کا کچھ خیال نہ کریں۔ محمد برکت علی خاں صاحب تو دوست قدیم ہیں مگر اور کسی غیر شخص (سے) اصرار کرنا اور لحاجت اُس کی خریداری پر کرنا کچھ ضرور نہیں ہے (اور) حقیقت تہذیب الاخلاق کا بند ہونا نامناسب تھا۔ گویا تحریر مضامین اور خیالات سب بند ہوگئے تھے۔ اُس کے سبب بُرا یا بھلا تحریر کا لگا ہی رہے گا۔ بعض بعض مضمون قابل پڑھنے کے تحریر ہوئے ہیں۔ بعضے صرف معمولی ہیں۔ بہرحال ایک امر جاری رہنے سے امید ہے کہ کوئی عمدہ مضمون بھی آجاوے گا مولوی چراغ علی۔ منشی ذکاء اللہ صاحب مولوی الطاف حسین حالی، منشی مشتاق حسین نے مضامین بھیجنے کا وعدہ کیا ہے اور ایک اور صاحب ہیں جو مولوی مستعد ہیں اور تمام خیالات تہذیب الاخلاق و تفسیر کے اُن کے دل میں بھر گئے ہیں اور تمام پچھلی تعلیم کو بھلا دیا ہے۔ وہ بھی وعدہ تحریر مضامین کا کرتے ہیں۔ مگر نام ظاہر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ بہرحال اُس کا جاری رہنا بہتر ہے۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل۔ ۱۲ جون ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۲)

مجی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مضمون مرسلہ چھپنے کو بھیج دیا۔ تصانیف احمدیہ چھپ رہی ہے۔ مگر تہذیب الاخلاق کے چھپنے سے کام زیادہ ہو گیا ہے۔ اس سبب اور نیز اس سبب سے کہ اُس کے پروف میرے پاس شملہ پر آتے ہیں۔

تاخیر سے چھپتی ہے۔ شملہ پر میں نے کام تفسیر کا بہت کیا ہے۔ سورہ بقر کی کل تفسیر قریب ختم ہونے کے ہے۔ نہایت مشکل مشکل مقام جو ظاہر امعلوم ہوتے تھے نہایت صفائی اور خوبی سے حل ہوئے ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہی مطلب قرآن کا ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔

میں آپ کی عنایت و محبت کا ہمیشہ شکر گذار ہوں اور آپ سے ایک خاص محبت اس خیال پر رکھتا ہوں کہ مجھ کو آپ سے قومی فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔ خدا آپ کو زندہ رکھے اور بوڑھا کرے اور میرا جو خیال آپ کی نسبت ہے اس کو پورا کرے۔

آپ کے والد ماجد آپ کے ان خیالات کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ پسند کرتے ہیں۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ میرا نو عمر بیٹا بگڑ گیا۔

بروقت مراجعت شملہ کسی مقام پر آپ سے ضرور ملاقات ہونی چاہیئے۔ پنجاب میں جو قانون مال گذاری اور قانون لگان جاری ہے۔ وہ غالباً اردو زبان میں لوگوں نے چھاپے ہوں گے۔ ایک ایک کاپی اگر اُن کی دستیاب ہو تو مرحمت فرمایئے۔ والسلام

شملہ ۔ ۱۲ جولائی ۱۸۷۹ء

خاکسار سید احمد

(۱۳)

محبی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ نماز فی حد ذاتہ نہایت مناسب فطرت انسانی کے ہے۔ ارکان معینہ اُس فطرت کے محافظ ہیں اور اس لیے بمنزلہ اُس کے جزو کے ہیں۔ باقی رہا تعین ارکان ہیئت موجودہ اس کی نسبت جو شبہ سمجھا جاوے وہی شبہ بعینہ اس ہیئت پر بھی وارد ہوگا جو اور طرح پر قرار دی جاوے۔ اس لیے یہ شبہ از قبیل شبہ عاتہ الورود ہوگا جو مقبول نہیں ہو سکتا۔

ہاں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہیئت موجودہ کی خوبی اور عمدگی کا ثبوت چاہیئے جو علانیہ ظاہر ہے۔

آپ کا مضمون چھاپہ خانہ والوں نے تہذیب الاخلاق کے ساتھ چھاپنا تجویز کیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ تہذیب الاخلاق ماہ رجب ہی اب تک نہیں آیا۔ معلوم نہیں کیا آفت پڑی ہے۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۲۷ جولائی ۱۸۷۹ء

خاکسار آپ کا نیاز مند

سید احمد

(۱۴)

محبی و مشفقی

ایک خط ملفوف ہے۔ اُس کو پڑھ کر اور دوسرے لفافہ میں رکھ کر کاتب خط کے نام روانہ فرما دیجیئے۔ آپ کی تحریر سنیر مبند میں پڑھ کر نہایت خوش ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پہلو اور باریکیاں اُن مسائل کی بخوبی آپ کے پیش نظر ہیں اور ہر ایک پر کما حقہ غور کیا ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب کا دماغ اس قسم کے مضامین سمجھنے کے مناسب نہیں ہے۔ اُن پر کیا موقوف ہے۔ ہمارے علما کی قوتِ دماغی اُن ہی معمولی کتابوں کے پڑھنے میں صرف ہو جاتی ہے۔ پھر طاقت، مطالب دیگر پر غور کی باقی ہی نہیں رہتی۔ جون کے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ فطرت کے لفظ پر کیسی لغو و غیر مناسب تحریر لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق وہ نہیں سمجھے۔ والسلام

۲۰ جولائی ۱۸۷۹ء شملہ۔ پارک ہوٹل — خاکسار سید احمد

دو رسالہ نسبت مزارعان پنجاب پہنچے۔ جن کا نہایت دلی شکر قبول ہو۔ فقط

(۱۵)

محبی و عزیزی

تمھارا مضمون تہذیب الاخلاق کی نسبت متعدد دفعہ میں نے پڑھا۔ اس وقت بھی پڑھ رہا ہوں۔ جو بات میرے دل میں آئی آپ کو لکھتا ہوں۔

شکر خدا کا کہ ہماری قوم میں تم سا نوجوان لائق پیدا ہوا۔ خدا تم کو زندہ سلامت رکھے۔ مضمون کی عمدگی۔ اُس کا طرزِ بیان۔ اُس کی ترتیب۔ اُس کے شستہ الفاظ بے انتہا تعریف کے لائق ہیں۔ جو بات خدا نے ہم کو ڈاڑھی سفید ہونے کے بعد دی۔ وہ خدا نے تم کو اس عمر میں دی کہ شاید ابھی پوری ڈاڑھی بھی نہ نکل ہوگی۔

بالائے سرش زہر شمندی
تابندہ ستارہ بلندی

خدا تم کو زندہ رکھے اور جیسی ہم کو امید تمھاری ذات سے قوم کی بھلائی کی ہے خدا اُس کو پورا کرے۔ انگریزی علوم علی الخصوص لٹریچر کی تحصیل میں زیادہ محنت کرو۔

معلوم نہیں کہ تمھاری شادی ہوگئی ہے یا نہیں۔ اگر نہ ہوئی ہو تو جلدی مت کرنا یہ ایسا پیچ ہے کہ انسان کو مشکلات میں پھنسا دیتا ہے۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل۔ ۲ اگست ۱۸۷۹ء — آپ کا دلی ترقی خواہ
خاکسار سید احمد

(۱۶)

عزیزی و محبی سید ممتاز علی صاحب

جو اشتہار گورنمنٹ کا انڈین سول سروس کے باب میں چھپا ہے۔ وہ تم نے دیکھا ہوگا اگرچہ آپ کے والد سے اور مجھ سے ملاقات نہیں ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ تم سول سروس میں منتخب ہو جاؤ۔ اگر آپ کے والد ماجد کو تمھارا انگلستان بھیجنا واسطے تکمیل بقیہ تعلیم کے منظور ہو تو تمھارا منتخب ہو جانا ممکن ہے۔ اس باب میں کیا خیالات ہیں۔ اُن سے مطلع ہونا چاہتا ہوں۔ زیادہ صلاح اس باب میں بغیر ملاقات و زبانی گفتگو کے نہیں ہو سکتی۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل۔ ۶ ستمبر ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۷)

مجی و شفیقی

غالباً میں یہاں سے دوسری تاریخ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور تیسری تاریخ کو انبالہ میں دن کے دو بجے تک ٹھیرا رہوں گا۔ اگر ممکن ہو تو کیمپ انبالہ کے ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کرو۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۲۶ ستمبر ۱۸۷۹ء

خاکسار سید احمد

(۱۸)

مجی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میرا خط آپ تک نہیں پہنچا۔ میں نے ایک مفصل خط آپ کو لکھا ہے۔ جو خیالات آپ کے دل میں گذرے ہیں وہ سب غلط ہیں۔ میں اپنے دوستوں کا جاں نثار و خاک پا ہوں۔ قصور کیسا۔ معافی کیسی۔ آزردگی کیسی۔ ایسے خیالات کبھی میری طرف وہماً بھی نہ فرمایئے۔ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب مع اپنی صاحبزادی کے اپریل میں ولایت جاویں گے۔ نہایت خوشی ہو کہ آپ بھی ساتھ جاویں۔ مگر قبل از روانگی اپنے تئیں انڈین سول سروس میں منتخب کرا لو۔ یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے۔ جس طرح پر ہو تم مجھ سے ملو۔ میں شروع دسمبر میں کلکتہ چلا جاؤں گا۔ اخیر دسمبر کی تعطیل میں تم بھی کلکتہ چلے آؤ۔ میرے پاس رہو۔ سب طرح (کی) آسائش اور میرے دل کو راحت ہو گی۔ طمانیت سے سب باتیں طے ہوں گی۔ مسودہ درخواست مرتب ہو جاوے گا اور ایک تدبیر میں بتا دوں گا۔

کلکتہ آنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ سیر بھی کرو گے۔ ملاقات بھی ہو گی۔ دل خوش ہو گا۔ کیا امر تم کو کلکتہ آنے کا مانع ہے۔ میں تم کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔ جو بات ہو مجھ کو لکھو اور کلکتہ آنے میں کسی امر کی ضرورت ہو (تو) مجھے لکھو۔ میں اس کا انجام کروں گا۔ تمھاری عمر اس وقت ایسی ہے کہ انڈین سول سروس کے لیے تدبیر ہو سکتی ہے۔ جبکہ بعدہٗ تدبیر ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

خاکسار

سید احمد علیگڈھ ۱۶ نومبر ۱۸۷۹ء

(۱۹)

۱۰۔ وکٹوریہ ٹرمینس۔ کلکتہ

مکرمی و مجی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ مجھ کو آپ کے تشریف لانے سے نہایت خوشی ہے مگر برابر چار روز کا سفر کرنا جو آپ کو تکلیف دے گا۔ اس کا افسوس ہے۔ بہرحال ملاقات ہونے کے بعد سب کچھ مبدل بخوشی ہو جاوے گی۔

آتے وقت علیگڈھ مت ٹھیرنا۔ جب یہاں آؤ گے تو مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب بھی یہاں ہوں گے ان سے ملاقات ہو جاوے گی اور بروقت مراجعت شاید ساتھ بھی ہو گا اور مدرسۃ العلوم کی بھی علیگڈھ میں خوب سیر ہو گی اور مراجعت

کے وقت تک مدرسہ کھل بھی جاوے گا۔

اگر رستہ میں سے اپنے پہنچنے کا ٹھیک وقت بذریعہ تار برقی تبلا دو گے تو میں آدمی و سواری سٹیشن پر بھیج دوں گا۔ شاید کچھ غلطی ہو جاوے اس لئے لکھتا ہوں کہ میرے محلہ کا انگریزی نام تو آپ کو معلوم ہے مگر گاڑی والے یہ نام کمتر سمجھتے ہیں۔ اس محلہ کو ہندوستانی "باہتی چھتہ" (کہتے ہیں) پس اگر شاید میرا آدمی نہ ملے تو جس گاڑی بان سے کہو گے۔ برابر لے آوے گا اسٹیشن پر کثرت سے گاڑیاں کرایہ کی حاضر و موجود رہتی ہیں۔

یہ سب باتیں احتیاطاً لکھ دی ہیں والسلام۔

۱۵ دسمبر ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۲۰)

مشفقی و محبی

عنایت نامہ پہنچا۔ اس کام میں چنداں جلدی نہیں ہے۔ مہینہ دو مہینہ کا بھی عرصہ گذر جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ میری دانست میں مناسب ہے کہ اگر موقع ملے تو آپ کے والد ماجد سکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے کچھ تذکرہ کریں اور اُن کی رائے ٹٹولیں۔ حمید اللہ خان کے خاندان کا حال باعتبار مناصب دنیاوی بہت اچھا ہے۔ نبی اللہ کے خاندان کا حال باعتبار شرافت خاندانی و اعلیٰ درجہ پر اپنے ضلع میں موقر ہونے میں نہایت اچھا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ گورنمنٹ نے خاندانی درجہ کی کیا (سیکل) تصور کی ہے؟ کیفیت خاندان اُن ہی دونوں کے مربیوں سے طلب ہوئی تھی انہوں نے بھیج دی۔ اب شاید اپنے طور پر گورنمنٹ کچھ تحقیق کرے۔ اگر اُس کو درخواست کا منظور کرنا منظور ہو۔ والسلام

کلکتہ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۲۱)

عزیزی و محبی

تمہارے تین خط پہنچے۔ پہلا خط جو شکریہ کا تھا اُس کی کچھ ضرورت نہ تھی، مجھ کو تم سے دلی محبت ہے اور (میں تمہاری) ہر طرح کی ترقی کا خواہاں ہوں۔

پچھلے دو خطوں کو پڑھ کر افسوس ہوا۔ ولایت جا کر تعلیم حاصل کر کے ہندوستان میں وجہ معاش حاصل کرنے کے جو بغیر ولایت جائے حاصل نہیں ہو سکتی صرف تین کام ہیں۔

۱۔ بیرسٹری ۲۔ انجینیری ۳۔ ڈاکٹری

اوّل کام کو تم بھی ناپسند کرتے ہو اور میں بھی چنداں پسند نہیں کر سکتا۔ صرف بیرسٹری کے بعد دو امر کی ضرور امید ہے۔ ایک یہ کہ بذریعہ بیرسٹری گو وہ کیسی ہی کم ہو تین چار سو روپیہ مہینہ ضرور ملے گا۔ اور اس سے زیادہ ترقی ہو جانی تقدیری بات ہے۔ دوسرے یہ کہ بعد واپسی ہندوستان کوئی ابتدائی عہدہ عدالت کے متعلق ضرور مل سکے گا اور اسی سلسلہ میں جلد ترقی کرنے کا

موقع ملے گا اور ہندوستان کے امتحانوں سے نجات ملے گی بیرسٹری میں اس سے زیادہ توقع نہیں ہے۔
انجنیری داخل ہونے کو اُن وجوہات سے جو آپ نے لکھے ہیں بلاشبہ نہایت مشکل اور نہایت دِقت ہے۔
ڈاکٹری میں بھی وہ دِقت پیش آوے گی۔ لہٰذا ڈاکٹری اس لیے زیادہ نامناسب ہے کہ ہندوستانیوں کو سول سرجن کا عہدہ ملنا انگریز اور لیڈیاں پسند نہیں کرتیں اور اس لیے ہندوستانی فوجی ڈاکٹری پر بھیج دیے جاتے ہیں۔
پس درحقیقت تمھارے لیے کوئی ایسا موقع نہیں ہے کہ بعد واپسی ولایت سے ایسا عہدہ پاسکو جو یہاں کی تعلیم سے حاصل نہ ہوسکتا ہو۔ پس آپ کا ولایت جانا صرف دو امر کی توقع پر ہوسکتا ہے۔

اول بیرسٹری کے لیے جس سے اُن فوائد کے سوا جو اوپر مذکور ہوئے اور کسی بات کی توقع نہیں۔ شاید یہ (فائدہ) ہو کہ عدالت کا ابتدائی عہدہ ملنے میں ولایت کی تعلیم کے سبب کچھ آسانی ہو (جائے)

دوسرے بغرض عمدہ تعلیم حاصل کرنے کے

اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزی میں عمدہ تعلیم ہندوستان میں حاصل ہونی ناممکن ہے۔ اور ولایت میں جو عمدہ انگریزی تعلیم حاصل ہو جاوے گی وہ لازوال دولت ہے۔ اور ولایت سے واپس آنے کے بعد اُسی تعلیم کے ذریعہ سے چار پانچ سو روپیہ ماہوار ہر صورت سے کما سکتے ہو۔

تمام حالات پر غور کرنے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ اگر تم چار برس کے لیے ولایت جاسکتے ہو تو جاؤ فی الفور جاتے ہی کسی یونیورسٹی میں داخل ہو جاؤ۔ اور لٹریچر کی شاخ اختیار کرو۔ برس روز تک کسی چیز کا بجز محنت کے ترقی تعلیم پر خیال مت کرو۔ برس روز کے بعد لنکن ان میں بیرسٹری کے (لیے) داخل ہو جاؤ تعلیم بدستور یونیورسٹی میں جاری رکھو اور صرف لکچر کے زمانہ میں لنکن ان میں آکر لکچر سن جایا کرو۔ دو برس بعد امتحان دینا ہوگا۔ چند روز پہلے امتحان کے لیے اپنے تئیں تیار کرلو اور اگر لنکن ان میں باقاعدہ اب بھی ہو کہ جو شخص تین برس تک لکچر سنے اُس کو امتحان کی ضرورت نہیں تو امتحان کا بھی خیال مت کرو۔ تین برس برابر لکچر سنتے جاؤ۔ اور یونیورسٹی کی تعلیم میں اس قدر محنت کرو کہ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرلاؤ۔ یہ دولت ایسی ہوگی جس سے مسلمانوں کو تمھاری ذات پر فخر ہوگا۔ اور ہمیشہ کو تمھاری ذاتی اور دلی خوشی کا باعث ہوگا۔

اور اگر یہ امور تمھاری دانست میں اور تمھارے والد ماجد کی دانست میں کافی معاوضہ ولایت جانے کا اور چار برس تک صعوبات سفر اختیار کرنے کا اور سب سے زائد روپیہ خرچ ہونے کا نہ ہو تو ارادہ موقوف کرو۔ تن بہ تقدیر یہاں تعلیم میں کوشش کرو۔ تم کو انگریزی لٹریچر میں ترقی کی بہت حاجت ہے۔ اور اس پر بہت زیادہ کوشش درکار ہوگی۔
والسلام۔

خاکسار تمھارا خیر طلب
سید احمد

کلکتہ ۱۶ فروری ۱۸۸۰ء

(۲۲)

عزیزی و مجبی

آپ کا عنایت نامہ علیگڈھ ہو کر شملہ میں میرے پاس پہنچا۔ میں چند روز سے شملہ پر ہوں اور ایک ہفتہ میں یہاں سے واپس علیگڈھ جاؤں گا۔

آپ کا خط بہت مدت بعد آیا۔ امید کہ آئندہ اس قدر تاخیر خط و کتابت میں نہ ہوگی۔

تفسیر کے بعض مقامات جو آپ نے پسند کئے اُس سے نہایت خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ آپ تھوڑا انتظار فرماویں اور ولادت و معجزات حضرت مسیح کی نسبت جو میرا خیال ہے وہ جلد آپ کے ملاحظہ سے گذرے گا۔

مسودہ قانون وقف کی نسبت میرا ارادہ ابھی کونسل میں پیش کرنے کا نہیں ہے۔ قاضی بل اور ویکسی نیشن بل امید ہے کہ جلد پاس ہو جاویں گے۔

علیگڈھ پہنچ کر آپ کو مفصل خط لکھوں گا۔ والسلام

ہارڈنگ ہوٹل شملہ ۱۷ جون ۱۸۸۰ء — خاکسار سید احمد

(۲۳)

عزیزی و مجبی

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ مولوی محمد حسین صاحب کو غل مچانے دیجئے اور میری شکایت نادہندی چھاپنے دیجئے۔ ایسی باتوں کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بے طلب رسالہ بھیجیں اور پھر قیمت طلب کریں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اول ہی (میں) میں نے خط لکھا تھا کہ نہ بھیجیں۔ اُس کا جواب بھیجا کہ صرف ملاحظہ کے لیے بلا قیمت بھیجتا ہوں شاید وہ خط کہیں پڑا ہو۔ اخبار والوں کا نہایت غلط خیال ہے کہ اشتہار دینے کی دھمکی سے ڈر کر دوسرا شخص بدنامی کے خوف سے قیمت ادا کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ مصر سے بھی ایک ایڈیٹر صاحب نے مجھے بلا طلب عربی اخبار بھیجنا شروع کیا۔ جب (اُنہوں نے) قیمت مانگی (تو) میں نے انکار کیا کہ طلب ناواجب ہے اور نہ دی۔

میں چاہتا ہوں کہ اخبار والوں کی یہ بدعادت دور کی جاوے اور ہرگز بلا طلب اخبار بھیجنے پر قیمت نہ دی جاوے۔ پس آپ اس کا کچھ فکر نہ کیجئے اور مولوی محمد حسین صاحب کا جو دل چاہے اُن کو کرنے دیجئے۔

مسودہ وقف کچھ مخالفت کے اندیشہ سے پیش کرنا ملتوی نہیں کیا۔ اُس پر تو اس قدر مخالفت نہیں ہوئی جس قدر کہ ویکسی نیشن بل پر مخالفتیں ہوئیں اور لفٹنٹ گورنر بھی برخلاف تھے۔ اس کا تو میں نے اندیشہ نہیں کیا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ نویں تاریخ کے اجلاس میں وہ پاس ہو جاوے گا۔

میری میعاد ممبری کی ۱۳ جولائی کو ختم ہو جاوے گی۔ ممکن ہے کہ دوبارہ انتخاب ہوتا۔ مگر اول تو بسبب چلے جانے لارڈ لٹن کے دوبارہ انتخاب نہایت مشتبہ ہے اور بالفرض اگر ہو بھی تو غالباً میں منظور نہیں کرتا۔ کیونکہ اپنے ذاتی کام اور

تصنیف کتب اور کار بار مدرسہ میں نہایت ہرج پڑتا ہے۔ اور اس ممبری سے کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ میری عمر چونسٹھ برس کے قریب ہوگئی (ہے) اب کہاں تک جیوں گا۔ مجھ کو اپنی ہمت اس میں مصروف کرنی چاہیئے کہ جو خیالات میرے دل میں ہیں اُن کو بذریعہ تحریر و تصنیف لوگوں میں چھوڑ جاؤں۔ نہ یہ کہ کونسل کی ممبری میں اپنی اوقات صرف کروں۔ مسودہ وقف کے ملتوی کرنے کی یہی وجہ ہے کہ اس قدر مہلت باقی نہ تھی کہ میرے زمانۂ ممبری میں اُس پر بحث ہوتی۔ آپ یقین کریں کہ میں اپنی تفسیر کا ایک صفحہ لکھنا کونسل کی ممبری سے بہت زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اس وقت تک یہ ارادہ ہے کہ دسویں جولائی کو یہاں سے روانہ ہوں۔ اگرچہ آپ سے ایک لمحہ کے لیے بھی ملاقات ہونے سے دل کو سرور ہوتا ہے۔ مگر آپ انبالہ آنے کی ہرگز تکلیف نہ فرماویں، میں وہاں نہیں ٹھیرنے کا۔ اور برسات کے سبب معلوم نہیں کہ وقت معینہ پر پہنچا جاوے یا نہیں انشاءاللہ تعالیٰ پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔ والسلام علیکم و علیٰ لدیکم۔

ہارڈنگ ہوٹل شملہ۔ ۲ر جولائی ۱۸۸۰ء — خاکسار سید احمد

خلق طیر کی بابت کافی تشفی نہیں ہوئی ہے۔ دو ایک کتابیں منگانی ہیں۔

(۲۴)

محبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ اور منی آرڈر تعدادی پندرہ روپیہ کا پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔ میں اپنی تفسیر کے لکھنے میں مصروف ہوں۔ سورہ آل عمران کی تفسیر چھپنی بھی شروع ہوگئی ہے۔ ولادت حضرت مسیحؑ کی بابت میں سب کچھ لکھ چکا (ہوں) میرے نزدیک قرآن مجید سے اُن کا بے باپ ہونا ثابت نہیں ہے۔ اور متقدمین عیسائی و یہودی سب حضرت مسیح کو یوسف کا پسر جائز سمجھتے تھے۔ اُس کی سندیں بھی نکال لی ہیں۔ پس میں نے یہی لکھا ہے کہ وہ حسب فطرت بشری پیدا ہوئے تھے اور یوسف اُن کے والد تھے۔ نہایت لمبا مضمون ہے۔ عنقریب چھپ کر آپ کے ملاحظہ میں آوے گا۔ نسبت خلق طیر اس کے لیے بہت کچھ تلاش کرنا ہے۔ جو کہ سورہ مائدہ میں زیادہ صریح الفاظ ہیں۔ اور اُس کے ساتھ تمام باتیں متعلق حضرت عیسیٰ جو معجزات کہلاتی ہیں مذکور ہیں اس لیے اس کی بحث سورہ مائدہ کی تفسیر پر منحصر کی ہے۔

ہم لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ ہمارے کالج کا اورنٹل ڈپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی (سے) انفلیٹ کروایا جاوے آپ کی اس میں کیا رائے ہے۔ صرف اورنٹل ڈپارٹمنٹ انفلیٹ ہوگا۔ آج محمد اسماعیل صاحب وکیل پنجاب کا خط آیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مجھ پر قیمت رسالہ (کے متعلق) نالش کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں نے جواب لکھ دیا کہ نالش کریں جوابدہی کی جاوے گی۔ پس جب نالش ہوگی تو آپ کو (ئی) وکیل مقرر کر دیجئے گا۔ وکالت نامہ لکھ بھیجوں گا اور جواب دعویٰ (کا) مسودہ بھی بھیج دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۷ر اگست ۱۸۸۰ء — خاکسار سید احمد

(۲۵)

محبی و مشفقی

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے، آپ کی عنایت کا شکر گذار ہوں، میں بخیریت ہوں اور اپنے کام میں دن رات مشغول ہوں۔

نسبت آرٹکل کے جو آپ نے لکھا ہے اُس کا ترجمہ انگریزی میں ہونا نہایت دقت کی بات ہے شاید وہ انجام نہیں ہو سکنے کا۔ کوئی ایسا لکھنے والا یہاں نہیں ہے جو اُس کو اُسی خوبی سے انگریزی میں لکھ دے۔

درحقیقت جو لوگ یونیورسٹی پنجاب کے طرفدار ہیں وہ اُس سے ناخوش ہوئے ہوں گے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ تمام پنجاب کے اخبار اُس کی تردید کریں گے۔ وہ آرٹکل خاص پنجاب کی یونیورسٹی پر نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کی پالیسی پر ہے ان میں جن کتابوں کے نام ہیں اُس کا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ پنجاب یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ بلکہ علوم مشرقی کے ذکر میں اُن کا نام آیا ہے۔ اگر کسی کو اس قدر بھی سمجھ نہ ہو تو اُس کے لیے زیادہ تشریح کا کوئی مضمون چھاپنا محض بیفائدہ ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ وہاں اُن کتابوں کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے جو انگریزی اسکیم میں ہیں۔ اُن کی نسبت میں نے لکھ دیا ہے کہ (یہ) پرانی تدبیر ہے جو ناقص قرار پا کر چھوڑ دی گئی معہذا ترجموں سے ترقی اعلیٰ درجہ کی ناممکن ہے۔ پس میرے نزدیک اس مضمون کے لکھنے پر زیادہ تر صرف اوقات محض فضول ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کالج ضرور یونیورسٹی ہو جاوے گا۔ لارڈ رپن کی ایسی ہی پالیسی ہے بلکہ اکثر حکام کی۔

افسوس یہ ہے کہ خود ہندوستانی اپنا بُرا بھلا نہیں سمجھتے۔ اب ہم اس قابل ہوں تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی کچھ ہی پالیسی ہو۔ ہم کو وہ کرنا چاہیئے جو ہمارے لیے فی الواقع مفید ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۸ دسمبر ۱۸۸۰ء — خاکسار سید احمد

(۲۶)

محبی و مشفقی عنایت فرمائے من۔

دو قطعہ عنایت نامہ مع دو قطعہ کرنسی نوٹ ایک پچاس روپیہ کا بابت چندہ اور دوسرا بیس روپیہ کا بابت تفسیر پہنچا، آپ کی عنایت و محبت کا شکر گذار ہوں۔

تفسیر سورہ آل عمران کی ختم ہو گئی ہے۔ عنقریب تقسیم ہوگی۔ اُس کی تفسیر میں بھی چند مشکل مقام تھے۔ جن کو اپنے یقین و علم کے موافق حل کیا ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت کی نسبت میرے دل میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

قاضیوں کی تعلیم کے لیئے مدرسۃ العلوم میں جماعت کا قائم ہونا محض غلط ہے حامد علی خاں (کا) پتہ حسب مندرجہ ذیل ہے والسلام

آپ کا محب قلبی سید احمد

علیگڈھ ۴ مارچ ۱۸۸۱ء

Hamid Ali Khan Esqr.
c/o Major Henry S. King & Co.
65, Cornhill London.
(England.)

(۲۷)

مجمی و مشفقی

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے۔ آپ کی عنایت و یاد آوری کا شکر کرتا ہوں تفسیر زرد کاغذ کی معدود باقی ہیں۔ ایک جلد حسب طلب روانہ خدمت کی ہے۔

میں فضل الٰہی سے بخیریت ہوں۔ گرمی کے موسم (میں) حسب معمول میری طبیعت کسی قدر علیل ہو جاتی ہے۔ ویسی ہی اس گرمی میں بھی ہوئی ہے۔ مگر کوئی خاص علالت نہیں ہے۔ معمولی بات ہے۔

آپ کے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے۔ اگر تعطیل میں چند روز یہاں چلے آؤ تو آپ کی محبت و عنایت کے اور میرے دلی نیاز کے بالکل مناسب ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ کے خلق طیر کی نسبت کوئی اور بات آپ کے خیال میں آئی ہے۔ جس کے دریافت کرنے کا میں بہت مشتاق ہوں۔ پس جو تقریریں اُس کی نسبت آپ کے خیال میں ہوں اُن سب کو لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے۔ والسلام

آپ کا نیازمند

علیگڈھ ۲ مئی ۱۸۸۱ء

سید احمد

(۲۸)

مجمی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۸ مئی پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی (سے) دل خوش ہوا۔ تعطیل (میں) جو آپ نے قصد تشریف کیا ہے اُس (سے) نہایت مسرت ہوئی جس قدر خوشی مجھ کو آپ سے ملنے سے ہوگی (وہ) بیان نہیں ہو سکتی۔

منی آرڈر پہنچ گیا ہے۔ شرح قانون شہادت و خطبات آج روانہ خدمت ہوئے ہیں۔

حاجی محمد اسماعیل خانصاحب رئیس تاولی ضلع علیگڈھ کو جو میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ منجملہ مکانات مدرسۃ العلوم کے ایک مکان اُن کے چندہ سے میری ناچیز کوششوں کی یادگار کے نام سے بنایا جاوے میں تو ایسی بات کو اپنی نسبت پسند نہیں کرتا۔ مگر میں خاموش ہو رہا اس نیت سے کہ اگر مدرسۃ العلوم کا کوئی مکان اسی بہانہ سے بن جاوے تو ازیں چہ بہتر۔ آپ نے اور جناب مخدومی محمد برکت علی خاں صاحب نے جو اس پر توجہ کی اس کا میں بھی شکر گذار ہوں۔ اصل یہ ہے کہ مدرسۃ العلوم کو غیر متوقع ترقی ہو گئی ہے اس وقت دو سو سے زیادہ مسلمان (اُس میں) پڑھتے ہیں اور قریب پونے دو سو کے بورڈر ہیں۔ اگر یہ مدرسہ نہ ہوا ہوتا تو اُن میں سے ایک کے بھی پڑھنے کی توقع نہ تھی۔ اس ترقی کے سبب حاجات مدرسۃ العلوم بھی زیادہ ہو گئے ہیں اور زیادہ تر تائید کا محتاج ہو گیا ہے، پس جو امر کہ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب نے پیش کیا ہے۔ گو وہ حق بجانب نہ ہو اور نہ کوئی میری ایسی کوشش ہے جس کا صلہ ایسا دیا جاوے مگر اُس سے مدرسۃ العلوم کی حاجتوں کو بہت تائید ملے گی۔ پس اُس کو بھی منجملہ تائیدات مدرسۃ العلوم تصور کر کے کوشش کرنی زیبا ہے

اور میرے نام کو اُس میں بطور حرفِ غلط کے سمجھنا چاہیئے۔

مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کچھ ہی کہتے اور لکھتے ہوں ہمارا اور ہمارے دوستوں کا طریقہ اُن کے ساتھ نہایت اخلاق اور ادب کا رہنا چاہیئے۔ وہ ذی علم اور قابلِ ادب ہیں اور کوئی ایسی بات جس سے اُن کے دل کو رنج پہنچے نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارا مشرب محبت ہے۔ ہمارے دل میں رنج کو جگہ ہی ہونی نہ چاہیے۔ تحریرات (میں) جو وہ بدتہذیبی کرتے ہیں اُس سے ہمارا کیا نقصان ہے۔ بلکہ اگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو بٹہ لگاتے ہیں۔

نسبت خلقِ طیر کے جو آپ نے تحریر کیا اُس کا شکر کرتا ہوں۔ مگر وہ چسپاں نہیں ہے میں ابھی تک اس قابل نہیں ہوں کہ اس کا فیصلہ لکھ سکوں۔ شاید چند روز میں ہو جاؤں مگر نہایت مشکل ہے۔ اب تک قرآن مجید کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ ان دونوں مقاموں پر جہاں وہ ذکر ہے ایسی آیات واقع ہیں کہ اُن کا ربط دینا نہایت مشکل ہے۔ مگر خدا اُس کے حل میں مدد دے گا۔

بعالی خدمت جناب خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب میرا سلام نیاز پہنچا دیجیئے گا۔

مخدومی محمد حیات خاں صاحب کے مقدمہ کا نہایت رنج و افسوس ہے۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ خدا فضل کرے۔

والسلام۔

خاکسار

علیگڈھ ۲۰ مئی ۱۸۸۱ء ... سید احمد

(۲۹)

محبی و مشفقی

عنایت نامہ پہنچا، اور حالاتِ مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ آپ کی ملاقات کو دل چاہتا تھا۔ اس تعطیل میں نہ آنا بہتر ہوا۔ موسم اچھا نہیں ہے۔ تعطیل دسمبر میں ضرور تشریف لائیے گا۔ ملنے و بیٹھنے۔ باتیں کرنے۔ سیر کرنے سب کے لیے اچھا موسم ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ اُس زمانہ میں کوئی جلسہ کمیٹی بھی ہو۔

ہم ہندوستانیوں کی تمام مجلسیں بیجان ہیں۔ یا تو (ہم) فروخت ہو جاتے ہیں اور اُس کے مقاصد یا رائے کی تکمیل کے لیے آلہ بن جاتے ہیں۔ یہ قوت ہم میں نہیں ہے کہ ہم اپنا کام اپنی رائے اور اپنی قوت سے چلاویں۔ ہم سے اور مسٹر کیمسن صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن سے نہایت ناموافقت تھی۔ ملاقات و صاحب سلامت بھی نہ تھی۔

ہمارے تمام کاموں کے وہ برخلاف تھے۔ سبب صرف یہ تھا کہ اُن کی خواہش تھی کہ سینٹیفک سوسائٹی اور مدرسۃ العلوم اُن کے قبضہ میں ہو۔ اور ہم صرف اُن کے ہاتھ میں بطور ایک آلہ کے ہوں۔ ہم نے نہایت استقلال سے (اُن کو) کسی بات میں دخل دینے نہیں دیا۔ اور خود آپ اور اپنی رائے سے اور اپنے مقاصد کے لحاظ سے کام چلایا اور میں اپنے دوستوں کو کئی دفعہ بطور وصیت کے کہہ چکا ہوں کہ میرے بعد مدرسۃ العلوم کا جو کچھ حال ہو سو ہو، مگر ایسا نہ کرنا کہ قوم کے ہاتھ سے نکل کر اور لوگوں کے قبضے میں چلا جائے۔ پوری طرح یا پہلی طرح ہماری قوم ہی اُس کی چلانے والی ہو۔ لوگ عام فائدے کے کاموں میں حکام کے سامنے ہی اپنا رسوخ چاہتے ہیں مگر حقیقت میں اپنی عزت کھو بیٹھتے ہیں۔ ہم اس ضلع کے حکام کا نہایت ادب

کرتے ہیں۔ تمام جلسوں میں اُن ہی کو افسر بناتے ہیں۔ انعام اُن ہی کے ہاتھ سے تقسیم کرواتے ہیں۔ مگر ہمارے کام میں ان کو ایک نقطہ برابر بھی مداخلت نہیں ہے۔

وہاں کے حالات نہایت افسوس کے قابل ہیں۔ مگر خود کردہ را درماں نیست جس کام سے قوم کا فائدہ منظور تھا اپنے ہاتھوں اُس کو قوم کے لیے زہر بنا لیا۔

ہمارا کالج فضل الٰہی سے نہایت ترقی پر ہے۔ مکانات کی نہایت قلت ہوگئی اس لیے داخلہ روک دیا گیا ہے۔ ورنہ اِس وقت چار سو سے زیادہ طالب علم ہوتے والسلام

علیگڈھ ۸ راگست ۱۸۸۱ء

خاکسار سید احمد

(۳۰)

محبی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ دسمبر پہنچا۔ آپ کی علالت (کا) حال سن کر سکتہ کی حالت میں رہ گیا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر (ہے) کہ مرض موذی سے نجات اور حملہ ہائے بخار سے عقب گذاری کا حال اسی خط میں مذکور تھا۔ اور جو صدمہ کہ میرے دل پر ہوا تھا وہ بہت جلد رفع ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ ضعف جو باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد رفع ہو جاوے گا۔ مگر پرہیز و احتیاط سے تغافل کرنا نہ چاہیئے مجھ کو کئی دفعہ خیال آیا کہ کیوں آپ کا عرصہ سے عنایت نامہ نہیں آیا۔ مگر سہل خیالات پر وہ خیال رفع ہوتا رہا۔ یہ نہ معلوم تھا کہ اُس کا ایسا بڑا اور سخت سبب ہے۔ جس سے آئندہ ہمیشہ خدا تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے۔ اس اطراف میں بھی بخار کی کثرت رہی۔ میں بھی چند روز اس عارضہ میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اب بفضلِ الٰہی صحت ہے۔ آپ سے ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے۔ شروع مارچ مدرسہ میں جدید عمارت مدرسہ کی کھولے جانے کا جلسہ ہوگا نہایت خوشی ہوگی اگر آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوسکیں۔

سوسائٹی کا چھاپہ خانہ ایک ابتر حالت میں ہے۔ سورہ مائدہ کی تفسیر تیار ہے جس قدر تاخیر ہوتی ہے چھاپہ خانہ کے سبب سے ہوتی ہے، خلقِ طیر و احیائے اموات وغیرہ سب کی تفسیر اسی میں ہے

مجھے امید ہے کہ آپ بہت جلد آسکو (گے) اور خدا نے چاہا تو تمام قرآن کی تفسیر ملاحظہ فرماؤ گے۔

آپ پر یہی فرمائش ہے کہ اپنی صحت مزاج سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام

خاکسار دعا گوئے شما

سید احمد

علیگڈھ ۱۴ دسمبر ۱۸۸۱ء

(۳۱)

محبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ مقام لاہور میرے پاس پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے نہایت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ

آپ کو صحیح و تندرست رکھے۔ امید ہے کہ روز بروز صحت و تندرستی و قوت زیادہ ہوتی جاوے گی۔ آب و ہوا کا تبدیل کرنا نہایت مناسب ہوا اور سیر کی اور مقاماتِ مشہور کے دیکھنے سے دل کو فرحت ہوتی ہوگی۔ معلوم نہیں کہ اخیر روئداد کمیٹی یادگار منشی مشتاق حسین صاحب نے آپ کو بھیجی یا نہیں۔ غالباً نہ بھیجی ہوگی۔ اس لیئے اس کی ایک کاپی میں بھیجتا ہوں۔ اُس کو پڑھ کر آپ خوش ہوں گے۔ اگر عمارت مجوزہ بن جاوے تو کالج کو نہایت مفید ہوگی اور بہت سی مشکلات رفع ہو جاویں گی۔

تفسیر آہستہ آہستہ چھپتی ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدھما کی تفسیر (میں) ذرا مشکل پیش آئی ہے۔ اُس کے حل کے لیے بعض ضروری کتابیں دیکھتی ہیں۔ کونسل میں اگرچہ کام ہے مگر میں تفسیر کے لکھنے یا اُس کے متعلق کتابوں کے دیکھنے سے کبھی غفلت نہیں کرتا۔ والسلام

خاکسار آپ کا ترقی خواہ

۲۵۔ تھیٹر روڈ۔ کلکتہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۲ء

سید احمد

(۳۲)

محبی و مشفقی مولوی سید ممتاز علی صاحب

کل کی ڈاک میں میرے پاس رسالہ "محاکمہ و لاہوت مسیح" پہنچا۔ اُسی وقت میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا اور رات کو ختم ہوا۔ اُس کے پڑھنے سے اس وجہ سے خوشی نہیں ہوئی کہ میری رائے کی اُس میں تائید کی گئی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ نہایت عمدگی و ترتیب و صفائی سے لکھا گیا ہے۔ جس لیاقت و قابلیت سے وہ رسالہ لکھا گیا ہے اُس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا (جو) کچھ مجھ سے لکھنا رہ گیا تھا وہ اس میں پورا کر دیا گیا ہے۔ ابن مریم مشہور ہونے کا سبب نہایت عمدہ۔ بالکل صحیح مطابق واقعہ تحریر ہوا ہے۔ مجھ کو یہ خیال نہ تھا کہ یوسف کا انتقال ہو چکا تھا، اس کے سوا اور بھی بعض عمدہ جدید باتیں ہیں۔ اگر میری تفسیر کا دوسرا اڈیشن (شائع) ہو۔ تو آپ کے رسالہ میں سے چند باتیں اُس میں اضافہ ہونی ضرور ہوں گی۔ ایک آدھ جگہ جناب مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کی نسبت سخت لفظ ہیں اگر وہ بھی نہ ہوتے تو نہایت بہتر ہوتا۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہیں والسلام

علیگڈھ ۸ اپریل ۱۸۸۲ء

خاکسار سید احمد

(۳۳)

محبی و مشفقی شفیقِ عالم

آپ کا عنایت نامہ مقام پٹیالہ سے پہنچا۔ آپ کی عنایت کا اور آپ نے جو سید محمود کی تقریر پر پیار کہا دی ہے اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرا ارادہ شملہ جانے کا ہے اور صرف چار پانچ روز وہاں رہوں گا۔

پنجاب یونیورسٹی بل پر جب سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوگی اُس زمانہ میں جاؤں گا۔ ابھی معلوم نہیں کہ کب پیش ہوگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ تاریخ پیشی سے ایک ہفتہ قبل مجھ کو اطلاع مل جاوے گی۔ جس وقت تاریخ روانگی مقرر ہوگی۔

میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ جون ۱۸۸۲ء — خاکسار سید احمد

جلد دوم تفسیر بغایت آخر سورہ مائدہ تیار ہوگئی۔ چھپ گئی۔ اُس کو مرتب کرنا ہے۔ بہت جلد تقسیم ہوگی۔ فقط

(۳۴)

مجی مکرمی مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے اس قدر خوشی ہوئی ہے جس کو میرا دل جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو ہمیشہ تندرست و صحیح و مطالب پر کامیاب رکھے۔ آمین

بقیہ اوراق جلد اول تصانیف (احمدیہ) چند روز ہوئے کہ روانہ کیے ہیں یاد نہیں کہ کس پتہ پر۔ اگر نہ پہنچے ہوں تو مطلع فرمائیے کہ دوبارہ بھیج دوں گا۔

تفسیر جلد دوم کاغذ زرد اور اوراق جلد سوم تا نمبر ۶۸ آج روانہ کیے جاتے ہیں۔ اجنہ پر بحث جو مجھ کو لکھنی تھی وہ اسی سورہ انعام میں یا معشر الجن کی تفسیر میں لکھ دی ہے۔ وہ بحث چھپ رہی ہے۔ پہلا پروف میں نے دیکھ لیا ہے عنقریب چھپ جاوے گی۔ اگر زیادہ شوق ہو تو اُس بحث کا مسودہ بھیج دوں۔ حشر کی بحث آئندہ ہوگی۔

میرا ارادہ ہے ماہ دسمبر میں پنجاب آنے کا۔ مقصد صرف خلیفہ محمد حسن صاحب سے پٹیالہ میں ملنے کا۔ اور گورداسپور میں سردار محمد حیات خاں سے ملنے کا اور لاہور میں آپ سے (اور) محمد برکت علی خاں صاحب سے ملنے کا ہے۔ غالباً ہمارے دوست حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب بھی ساتھ ہوں۔

سید محمود آج علیگڈھ میں پہنچیں گے۔ جب وہ یہاں سے اپنے علاقہ ڈسٹرکٹ جج رائے بریلی پر چلے جاویں گے اور کالج کے طالب علموں کے یونیورسٹی کے امتحان کے لیے الہ آباد و کلکتہ کی روانگی کا بندوبست ہو جاوے گا۔ اُس وقت میں کوئی تاریخ روانگی مقرر کروں گا اور آپ کو اطلاع دوں گا۔

میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ میرے وہاں آنے کی بابت کچھ زیادہ چرچا کیا جاوے۔ میں مثل ایک معمولی آدمی کے تفریح طبع اور دوستوں سے ملنے کے لیے آتا ہوں۔ اُس کی دھوم دھام کیا۔ ہاں اگر کالج کے لیے بھی کچھ چندہ مل سکے تو جو دھوم چاہو کرو۔ مگر اس کی توقع نہایت کم ہے۔ پھر دھوم دھام سے کیا فائدہ۔ آئندہ جو تمھاری خوشی ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۱ نومبر ۱۸۸۳ء — خاکسار سید احمد

(۳۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں نے اوراق تفسیر وغیرہ اس لیے روانہ نہیں کیے تھے کہ شبہ تھا کہ اُس وقت آپ کہاں ہیں۔ آج روانہ کیے ہیں۔

مولوی اقبال علی صاحب نے سفرنامہ پنجاب مرتب کر کے بھیج دیا ہے۔ جو چھپ رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ اُس میں جناب سردیال سنگھ بہادر کا حال اضافہ کروں۔ آپ اُن کے خاندان کا مختصر حال مع اُن کے زمانہ سفر ولایت وغیرہ کے امور کے جو قابل اندراج ہوں تحریر فرما کر ارسال فرما دیں۔ اور جس امر کی تحقیق کی ضرورت ہو سردار صاحب سے مل کر دریافت کر لیں۔ اُنہوں نے مدرسۃ العلوم پر بہت احسان کیئے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مرزا ارشد صاحب (گورگانی) نے جو اشعار لکھ کے یونیورسٹی ہال کے جلسہ میں پڑھے تھے وہ بھی اُن سے لے کر بھیج دیجئے اپنی خیر و عافیت سے ہمیشہ مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۲۳ اپریل ۱۸۸۴ء — خاکسار سید احمد

(۳۶)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کی طبیعت بہ نسبت سابق کے زیادہ تر اچھی ہے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ خدا آپ کو ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے۔ سفرنامہ پنجاب چھپ رہا ہے۔ چھیانوے صفحے چھپ چکے ہیں۔ گورداسپور کے حالات گویا ختم ہو گئے۔ امرت سر دوبارہ پہنچنے کے حالات چھپ رہے ہیں۔ رسالہ نہایت دلچسپ چھپا ہے مولوی اقبال علی صاحب نے حقیقت میں اُس کی تحریر میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ جزو کے جزو زبانی۔ لکچروں کے لکھوا لیے ہیں۔ میں نے کل رسالہ پر نظر ثانی کی ہے۔ اور زیادہ تر درست کر دیا ہے۔

آپ بہت قریب آ گئے ہیں۔ ضرور یہاں آئیے۔ آپ نے جو ارادہ یہاں تشریف آوری کا لکھا ہے۔ میں ممنون ہوا اور شکر کرتا ہوں۔ ساتویں اور بارھویں مئی کے درمیان شاید میں کہیں جاؤں۔ یا کوئی دوست یہاں آوے۔ پس بعد بارھویں مئی کے جس وقت آپ کا دل چاہے تشریف لائیے اور چند روز یہاں قیام فرمائیے۔ نہایت خوشی ہو گی اور میں آپ کا ممنون ہوں گا۔ تاریخ تشریف آوری سے مطلع فرمائیے۔ تین روپے سات آنے پہنچ گئے۔ والسلام

علیگڈھ ۶ مئی ۱۸۸۴ء — خاکسار سید احمد

(۳۷)

مجی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ مع خط ملفوفہ کے پہنچا۔ آپ کی عنایت کا شکر ادا کرتا ہوں جب میں نے خط ملفوفہ کا پہلا حصہ پڑھا تو مجھے اس بات سے تو خوشی ہوئی کہ راقم خط (نے) کس قدر لغو و مہمل و بے سروپا باتیں لکھی ہیں۔ مگر اس بات پر نہایت افسوس ہوا کہ خدا تعالیٰ نے راقم خط کا دل کیسا بنایا ہے کہ تمام لوگوں (کو) ایسی بدگمانی سے دیکھتا ہے۔ یہ اُس شخص کے دل میں یقین ہے کہ دنیا میں ہر ایک شخص شیطان سے زیادہ بدتر ہے۔ ایسے دل کے شخص سے شبہات کا رفع کرنا ناممکن ہے میں تو اُس خط کے پہلے حصہ کی نسبت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ سب صاحب خط کے دل کی خوبیاں ہیں جو انہوں نے طالب علموں کو ایسا تصور کیا ہے۔ جس مبالغہ اور زور شور سے انہوں ———

نے اس مضمون کو لکھا ہے خود اُسی سے اُس کی وقعت ظاہر ہے۔ وہ محض لاعلم ہیں کہ مولوی محمد اکبر صاحب مینجر بورڈنگ ہوس کون شخص ہیں۔ اُن کو صرف ملازم نہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ مثل ہمارے اعضا کے ہیں۔ اگر مہتمم پر یا مولوی سمیع اللہ خاں پر کوئی شخص بددیانتی کا الزام لگا سکتا ہے تو مولوی محمد اکبر پر بھی لگا سکتا ہے، صاحبِ خط مطلق اُن کے حال سے واقف نہیں ہے۔ یا جیسا کہ خدا نے اُن کے دل کو بنایا ہے۔ کسی کی نسبت نیک خیال اُن کے دل میں نہیں آتا۔ بورڈنگ ہوس کے گودام پر ایک محرر متعین تھا جو تمام اشیا بازار سے خرید کر لاتا تھا۔ اُس کی نسبت کئی مہینے سے شبہ ہوا کہ اُس نے نرخ میں بے ایمانی کی ہے اور کچھ تغلب کیا ہے۔ اُس کی تحقیقات کی گئی اور اصلیت پائی گئی۔ دو تین مہینے سے وہ موقوف کیا گیا اور تمام حساب پر تحقیقات ہے۔ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب اُس کی تحقیقات کرتے ہیں اور بندوبست خرید اشیا دوسری طرح پر کیا گیا ہے۔

وہ خط جو آپ نے بھیجا اس قابل نہیں تھا کہ اُس کی طرف التفات کیا جاوے کوئی بات بھی اُس میں درست نہیں ہے (اُس سے) اور زیادہ اُن کی ناواقفیت اور بدگمانی ظاہر ہوتی ہے۔ مگر میں مجبور ہوا کہ کسی قدر اُس کی نسبت لکھوں۔ اس لیے یہ چند کلمے لکھے ہیں۔ کیا آپ ان الفاظ کو ایک معمولی دل کے انسان سے نکلتا ہوا سمجھ سکتے ہیں۔ قولہ اب یہ دستور ہے کہ لڑکے ایک دوسرے کے کمرے میں جا کر جو کچھ چاہیں کر آئیں۔ کرا آئیں۔ اُن کے دل میں ذرا خیال نہیں آیا کہ یہ الفاظ کس بنیاد پر انہوں نے لکھے ہیں۔ بالفرض اگر لڑکوں کا ایسا حال ہے تو اس کا بندوبست نہ خدا سے ہوا۔ نہ رسول سے۔ نہ کسی انسان سے۔ اُن کے دل کے خیالات پر نہایت افسوس ہے۔ خیر جیسا اُن کا دل ہو ویسا ہی وہ سب کی نسبت خیال کریں۔ اس سے کچھ بحث نہیں ہے۔ مگر جو آپ نے دریافت کیا ہے اُس کا جواب لکھتا ہوں۔

۱۔ مغرب کی نماز کے بعد وقت معین پر حاضری لینے کا قاعدہ غیر مفید ثابت ہوا ہے۔ اب وقت معین پر حاضری نہیں لی جاتی بلکہ مینجر جس وقت چاہے اور جس طرح پر چاہے مخفی طور پر حاضری لیتا ہے۔ حاضری کا یہ دستور ہے کہ کسی لین کو مینجر جا کر دیکھتا ہے کسی لین کو اسسٹنٹ، کبھی مینجر ایک چوکیدار کو بھیج کر دریافت کرتا ہے کہ فلاں لین کے لڑکے موجود ہیں یا نہیں۔ اس طریقہ سے چند لڑکے ایسے پکڑے گئے جو غیر حاضر تھے اور اُن کو سزا دی گئی۔ یہ طریقہ پہلے طریقہ سے زیادہ مفید ہے۔ اب جو چار دیواری بورڈنگ ہوس کی تعمیر ہو رہی ہے اور قبل افتتاح مدرسہ تعمیر ہو جاوے گی۔ پھر تو کسی کے غائب ہو جانے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ مولوی مشتاق حسین نے نہایت تشدد سے یہ بات جاری کی تھی کہ رات کو کوئی شخص دوسرے کے کمرے میں نہ جاوے۔ اس پر وہ نہایت تشدد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بھائی اگر دوسرے بھائی کے کمرہ میں گیا تو مواخذہ کرتے تھے۔ اس شدت کے کوئی معنی نہ تھے۔ اور اس قسم کی بدگمانیاں خود لڑکوں کے اخلاق کو برباد بناتی تھیں اور بہت سے شریف لڑکوں کو رنج تھا کہ ہم پر ایسی بدگمانی کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اگر لڑکے بد ہیں تو ان باتوں سے اُن کی بدی جاتی نہیں۔ بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے جو کوئی شخص نالائق حرکت کرے۔ اگر سزا کے قابل ہے (تو) سزا دو۔ اگر وہ زیادہ نالائق ہے (تو) بورڈنگ ہوس سے خارج کر دو۔ مگر یہ قید کہ ایک دوسرے (سے) بات نہ کرے، دوسرے سے ملے نہیں۔ نہ مفید ہے اور نہ اس کا عمل درآمد ہو سکتا ہے۔

۳- یہ تجویز ہوئی ہے کہ جو بورڈر قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ بعد نماز جمع تھوڑا تھوڑا قرآن یاد کر لیا کریں۔ پچھلے سال یہ تجویز ہوئی اور کسی قدر اس کام کے لیے خاص روپیہ جمع ہو گیا۔ (چنانچہ) پچھلے سال اس پر عمل درآمد رہا (مگر) اس سال اس کام کے لیے کچھ روپیہ جمع نہ ہو سکا۔ اس لیے حافظ نوکر نہیں رکھے گئے۔ بالفعل سو روپیہ اس کام کے لیے آتے ہیں۔ بقدر اس کے۔ بعد تعطیل حافظ نوکر ہوں گے اگر اس کام کے لیے خاص امداد نہ ہو تو یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ کسی (مد) میں اس کا خرچ ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کمیٹی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی جس سے اصل مقصد تعلیم کا فوت ہو۔ اس کالج کا مقصد مسلمانوں کو انگریزی علوم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم (دینے) کا اور مذہبی تعلیم کا صرف بقدر عقائد و مسائل روزمرہ نماز روزے کے ہے۔ پس وہ اس مقصد کو کسی حال میں کھو نہیں سکتے۔

۴- حامد علی و نظیر بیگ کی نسبت جو کچھ انہوں نے لکھا ہے محض جھوٹ و افترا ہے۔ تین ساڑھے تین برس کا عرصہ ہوا۔ کہ ایک لڑکے نے نظیر بیگ کو ایک عشقیہ رقعہ لکھا۔ نظیر بیگ نے وہ رقعہ ہمارے پاس بھیج دیا۔ بس راقم رقعہ اُسی وقت مدرسہ سے اور بورڈنگ ہوس سے خارج کر دیا گیا۔

منیجر صاحب کی نسبت میں اوپر لکھ چکا ہوں۔

چھٹے سوال کا مطلب میں نہیں سمجھا۔ خارج شدہ طالب علموں سے کیا مراد ہے۔ جو شخص بورڈنگ ہوس سے خارج کیا جاتا ہے، وہ ایک منٹ بھی بورڈنگ ہوس میں نہیں رہ سکتا۔ نہ بورڈنگ ہوس میں آ سکتا ہے۔

پٹنہ کے طالب علم ایک دفعہ (جس کو دو برس سے زیادہ ہوتے) نہایت کثرت سے چلے آئے تھے۔ جن سے پہلے ہی سے توقع تھی کہ وہ رہنے والے نہیں ہیں (چنانچہ) چند اُن میں سے تھوڑے دنوں بعد چلے گئے۔ چند نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد کالج چھوڑ دیا۔ کوئی نوکر ہے۔ کوئی پڑھتا ہی نہیں۔ چند اب تک موجود ہیں۔

افسوس ہے کہ فضل احمد صاحب نے ایسا لغو و مہمل خط آپ کو لکھا ہے۔ جس سے نہایت افسوس ہے۔ میں نے آپ کا خط اور اُن کا خط مولوی سمیع اللہ خاں صاحب (کے) پاس بھیج دیا ہے۔ فضل احمد صاحب ہم کو بھی تو بے ایمان و دغاباز سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دکھانے کے دانت اور ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب جھوٹ باتیں خلاف واقعہ بیان کرتے ہیں۔ لعنت خدا اُس پر جو قوم کی بھلائی کے لیے کام کرے اور قوم کو دھوکا دے والسلام

۱۹ جون ۱۸۸۶ء علیگڈھ — خاکسار۔ سید احمد

(۳۸)

مجی و کرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ انبہ سہارن پور جو از راہ عنایت (آپ نے) بھیجے تھے وہ بھی پہنچے۔ دونوں عنایتوں کا شکریہ قبول ہو۔

انبہ نہایت عمدہ حالت میں پہنچے اور نہایت خوشی سے تحقیقت میں دل کی خوشی سے کھائے گئے۔ اس خیال نے کہ وہ

آپ کے بھیجے ہوئے ہیں اُن کا لطف بہت زیادہ کر دیا تھا۔

تفسیر کے لکھنے کا کام شروع ہو گیا ہے اور بہت سی لکھ ڈالی ہے۔ اس سورۃ میں مشکل مشکل مقام ہیں۔ دنیا کی پیدائش چھ یوم میں (اور) عرش و حاملانِ عرش کی بحث اسی میں ہے۔ دونوں بحثیں عمدگی سے لکھی گئی ہیں۔ مگر اب تک دو آیتیں حل طلب باقی ہیں۔ جو متعلق عرش و حاملان عرش ہیں۔ اُن کی نسبت کتابیں اُلٹ پلٹ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کی طبیعت اچھی و خوش ہے۔ کب تک آپ دیوبند میں رہیں گے اور لاہور کب جاویں گے۔

آپ اس بات (کے سُننے) سے خوش ہوں گے کہ سجاد حسین خلف مولوی الطاف حسین صاحب حالی بی۔ اے میں پاس ہو گئے۔ مدرسۃ العلوم میں سول سروس کلاس کھولنے کے لیے بروز یک شنبہ کارروائی ہو گی وہ سب روئداد کل کے اخبار میں چھپے گی آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اگر فرصت ہو اور طبیعت اچھی ہو تو اُس پر اپنی رائے لکھیے گا اور اخبار انجمن پنجاب میں چھپوا دیجیے گا۔

محرم علی چشتی نے جو طریقہ اختیار کیا ہے (اُس کا) مجھے نہایت رنج و افسوس ہے۔ محرم علی ایک خلوص سے ہم لوگوں سے ملاقات رکھتے ہیں پس اُن سے جو بات نامناسب (صادر) ہوتی ہے ضرور ہے کہ ہم لوگوں کو اُس کا رنج ہو۔ مگر بجز افسوس و رنج کے اور کچھ چارہ نہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۴ر جولائی ۱۸۸۴ء — خاکسار سید احمد

(۳۹)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

تفسیر کا مسودہ لکھتے لکھتے ایک شعر کا مضمون اتفاقیہ خیال میں آیا۔ اُس وقت طبیعت اس طرف متوجہ ہو گئی۔ چھ شعر حسبِ حال قلم سے نکلے۔ اُن کو بھیجتا ہوں اُمید ہے کہ آپ پسند کریں گے۔ اگر آپ کا دل چاہے تو اُن کو اخبار انجمن پنجاب میں چھپنے کے لیے بھیج دیجیے۔ والسلام

علیگڈھ ۷ر جولائی ۱۸۸۴ء — خاکسار سید احمد

(۴۰)

مجی مکرمی مخدومی

دو قطعہ عنایت نامہ جات پہنچے۔ اوّل شکریہ اُس اصلاح کا کرتا ہوں جو میرے شعر میں آپ نے کر دی۔ نہایت عمدہ اصلاح ہوئی۔ بلکہ لفظ اینچنیں سے تمام شعر میں جان تازہ آ گئی ہے۔

دوسرا شکریہ اُس آرٹکل کا ہے جو نسبت بورڈنگ ہوس کے لکھا ہے۔ جس قدر وہ چھپا ہے وہ بھی بہت ہے۔ منشی شمس الدین صاحب کا نہایت شکریہ ہے کہ اس قدر بڑا آرٹکل اُنہوں نے اپنے اخبار میں چھاپ دیا۔

چار دیواری بورڈنگ ہوس کے گرد پوری ہو گئی۔ صرف ایک دروازہ آمد و رفت رہا۔ جس پر پہرہ مقرر کیا جاوے گا۔ اور کسی لڑکے کا کسی وقت غیر حاضر ہو جانا ناممکن ہو جاوے گا۔

ابھی میں سوچ رہا ہوں کہ اُس آرٹیکل کا ہمارے اخبار میں بھی چھاپنا مناسب ہوگا یا نہیں۔ اگر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کی رائے بھی متفق ہوگی تو چھاپوں گا۔

میرا خیال ہے کہ ہمارے اخبار میں چھپنے سے اُس کی قوت کم ہو جاوے گی اور لوگ سمجھیں گے ہمارے لکھوانے سے لکھا گیا ہے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ سوسائٹی کا اخبار آپ کے پاس نہیں جاتا۔ مدت ہوئی میں نے کہہ دیا تھا کہ ایک پرچہ بلا قیمت آپ کی خدمت میں روانہ ہوتا رہے۔ آج میں نے پھر تحریری حکم بھیج دیا ہے۔ آئندہ سے برابر ایک پرچہ آپ کے پاس پہنچا کرے گا۔ اس پرچہ میں گو مضامین عمدہ نہ ہوتے ہوں۔ مگر مدرسۃ العلوم کے ہر قسم کے حالات چھپتے ہیں اور ایسے دلی دوستوں کو اور مدرسۃ العلوم کے دلی خیر خواہوں کو جیسے کہ آپ ہیں اُس کے حالات کا معلوم رہنا ضرور ہے۔ پس وہ پرچہ ہمیشہ برابر آپ کے پاس پہنچتا رہے گا۔

تفسیر پر بہت مصروف ہوں مگر ہود۔ عاد۔ ثمود۔ صالح حضرات نے نہایت دق کر رکھا ہے مفسرین و مورخین پر خدا رحمت کرے کیسی کیسی لغو و مہمل باتیں لکھی ہیں۔ جو کہ یہ واقعات خاص عرب کے لوگوں کے ہیں اُن کی صحت کی بہت کم مدد ملتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ واقعات بالکل صاف اور تاریخانہ طرز پر لکھ دیے جاویں۔

ایک اور آفت یہ ہوئی کہ اصل مسودہ اردو خطبات احمدیہ کا گم ہو گیا ہے دستیاب نہیں ہوتا، خدا جانے منشی ذوالفقار خاں مرحوم نے کہاں غارت کر دیا۔ اب بھائی محمد علی جب حالات انگریزی خطبات احمدیہ سے منتخب کر دیتے ہیں تو کام چلتا ہے۔ میری ٹانگ کا درد بالکل نہیں گیا۔ تخفیف ہے۔ ایک ہفتہ ہوا کہ درد میں شدت ہو گئی تھی۔ تین دن شدت رہی۔ کچھ کام نہیں کر سکا۔ اب بہت تخفیف ہے۔ کسی قدر کسک باقی ہے

ایک جلد سفرنامہ پنجاب کی ہدیتہً آج آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے۔ اس نذر کے قبول فرمانے سے مجھ کو عزت اور میرے دل کو خوشی بخشیے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۳ رجولائی ۱۸۸۴ء — خاکسار سیّد احمد

نور روضۂ نبوی خدا آپ کو اور تمام امت محمدیہ کو مبارک کرے۔ آمین۔

(۴۱)

مجبی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جس جوش محبت سے آپ نے وہ عنایت نامہ لکھا ہے اُس کا دل سے شکر گذار ہوں۔ سول اسٹیشن میں مطلق بیماری نہیں ہے اور شہر میں بھی نہایت کم ہے۔ گو ہم نیچری ہوں مگر ہم کو خدا پر مولویوں سے زیادہ بھروسہ ہے میں تفسیر لکھنے میں بہت زیادہ مشغول ہوں اور نہایت مشکل مشکل مقام لکھ چکا ہوں۔ آپ دیوبند میں کب تک قیام کریں گے؟ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۶ر اگست ۱۸۸۴ء

(۴۲)

مجی و مکرمی مخدومی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مشعر مبارک باد نوروز نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پہنچا۔ خدا آپ کو بھی مبارک کرے۔ اور تمام مسلمانوں کو مبارک ہو، درحقیقت اسلام کا اور مسلمانوں کا ہی نوروز ہے۔ آپ کو بہت سے ایسے نوروز خوشی و خرمی و مبارکبادی کے ساتھ (دیکھنے نصیب) ہوتے رہیں۔

میں خود چند روز سے آپ کے حالات دریافت کرتا تھا اور متامل تھا کہ خط کہاں بھیجوں خدا کا شکر ہے کہ کسی دوست کے ذریعہ سے آپ کا حال معلوم ہوا۔ جس کا مجھ کو بہت افسوس تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آپ لاہور سے دیوبند چلے گئے ہیں مگر طبیعت ایسی سست ہو گئی تھی کہ خط لکھنے میں بھی سستی ہو گئی۔ بہرحال آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔

ان دنوں میں مسودہ خطبات احمدیہ صاف ہو رہا ہے۔ اگر اُس سے غفلت اور زیادہ کی جاتی تو ضائع (ہو) جاتا۔ ایک مہینے سے کم میں اس سے فراغت ہو جاوے گی۔ پھر تفسیر پر متوجہ ہوں گا۔

جس وقت آپ کا دل چاہے علیگڈھ تشریف لائیے۔ آپ کے تشریف لانے اور ملاقات سے نہایت خوشی ہو گی۔ والسلام

علیگڈھ ۵ر جولائی ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۴۳)

مجی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی صحت و سلامتی سے خوشی ہوئی۔ مگر ناکامی امتحان کا سخت افسوس ہے۔

میں ان دنوں میں کسی قدر زیادہ علیل ہو گیا تھا۔ اب فضل الٰہی سے بالکل صحت ہے۔

میں نے تفسیر لکھنی شروع کر دی ہے۔ سورہ انفال کی پہلی گیارہ آیتیں جو نہایت مشکل و دقت طلب تھیں اُن کی تفسیر تو چھپ بھی چکی ہے۔ دو تین روز کے عرصہ میں مع اوراق خطبات جس قدر چھپے ہیں خدمت میں روانہ کروں گا۔

اس وقت آپ کے سامنے دو قسم کے امتحان میں مقابلہ و بی۔ اے۔ (ان میں سے) جس میں آپ کو زیادہ کامیابی کی امید ہو توکلاً علی اللہ اُس کو اختیار کیجئے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۷ر اگست ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۴۴)

مجی مکرمی شفیق من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کو مخدومی جناب مولوی سید محمد صاحب سے میری بیماری کے شدائد سن کر زیادہ تردد ہوا۔ یہ صرف آپ کی محبت کا باعث ہے مگر درحقیقت میری طبیعت اُس درجہ پر علیل نہ تھی جس درجہ پر دوستوں نے اپنی محبت سے خیال کیا تھا۔ لوگوں کو شبہ ہوا کہ مجھ کو دل کی بیماری شروع ہو گئی، اور یہی بات اُن بزرگوں کے زیادہ تر تردد و گھبراہٹ

کی ہوئی۔ مگر انھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ خدا نے میرا دل ہی ایسا نہیں بنایا جس میں کوئی بیماری ہو یا ہو سکے۔

بہر حال بیماری زیادہ تھی یا کم۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بالکل صحت ہے۔ تفسیر کا لکھنا شروع کر دیا ہے۔ سورہ انفال کی جس طرح تفسیر لکھی ہے۔ امید ہے کہ آپ پسند فرماویں گے۔ دو تین دن میں کہ فرمہائے مطبوعہ درست ہو جاویں آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔ خدا تعالےٰ (سے) آپ کی صحت و کامیابی (کی) ہمیشہ آرزو ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۶ ستمبر ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۴۵)

مجمی و مکرمی

میں ۱۳ دسمبر روز دوشنبہ کو نو بجے یہاں سے روانہ ہوں گا اور قریب پانچ بجے کے دیوبند اسٹیشن پر پہنچوں گا۔ وہاں آپ سے ملنے کی نہایت خوشی ہوگی، والسلام

علیگڈھ ۱۱ دسمبر ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۴۶)

مجمی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ میری طبیعت فضل الٰہی سے اب اچھی ہے۔ تفسیر کا کام ابھی شروع نہیں ہوا ہے اور نہ اگست میں شروع ہوگا۔ موسم معتدل ہو جائے تب شروع کروں گا۔

جو مسلمان طالب علم پنجاب سینٹ کی یونیورسٹی سے خارج ہوا ہے جب تک کہ وہ صفائی حاصل نہ کرے۔ کسی یونیورسٹی کالج میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی یونیورسٹی اُس کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتی ہے اور نہ ایسے لوگ جو مسلمانوں کو اس طرح بدنام کریں کسی ہمدردی کے قابل ہیں۔

ہم اپنے کالج میں ایسے بدنام شخصوں کو کسی طرح داخل نہیں کر سکتے۔ اور اس کا نتیجہ بجز کالج کی بدنامی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۴۷)

مجمی مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ منشی محمد رمضان صاحب کی علالتِ طبع (کا حال معلوم ہو کر) افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اب اُن کو صحت کامل ہو گئی ہوگی۔ آپ اُن کی خیر و عافیت سے جلد تر مجھ کو مطلع فرماویں۔ میں اب دو ہفتہ نہایت تین ہفتہ کے لیے نینی تال جاتا ہوں۔ آپ منشی محمد رمضان صاحب کی خیر و عافیت کا خط مندرجہ ذیل نشان پر بمقام نینی تال روانہ فرماویں

No: 198 Edwinistanes, Naini Tal.

تصانیف کا چھپنا ختم ہو گیا۔ آپ خاطر جمع رکھیں کہ بعد واپسی نینی تال تمام تر ہمت تفسیر پر ہوگی۔ اب سوائے تفسیر کے میرے

پاس کوئی کام نہیں ہے۔
منشی محمد رمضان صاحب کو میرا بہت بہت سلام پہنچے۔ والسلام

علیگڈھ۔ ۲۳ ستمبر ۱۸۸۷ء — خاکسار سید احمد

(۴۸)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے طمانیت اور مکرمی منشی محمد رمضان صاحب کی صحت سے زائد از حد خوشی ہوئی۔

میں اب تک نینی تال ہوں۔ ۱۷ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور ۱۹ اکتوبر کو انشاء اللہ تعالیٰ علیگڈھ پہنچ جاؤں گا۔
مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ آپ لاہور میں کیوں رہتے ہیں اور وہاں قیام کرنے کا کیا سبب ہے۔ میری نہایت آرزو ہے کہ کچھ عرصہ تک آپ میرے پاس رہیں۔ آپ کی ملاقات اور یکجائی رہنے سے میرے دل کو نہایت خوشی ہوگی۔ اور تفسیر کے اختتام میں بھی نہایت مدد پہنچے گی۔

فراغت کامل حاصل ہونے میں ذرا سی بات باقی ہے۔ یعنی ۱۵ نومبر کو بمقام کلکتہ پبلک سروس کمیشن کا اجلاس ہوگا اور غالباً آخر نومبر تک ختم ہو جاوے گا۔ شروع دسمبر میں میں علیگڈھ آجاؤں گا۔ اگر کچھ ہرج اور کوئی امر مانع نہ ہو تو آپ بھی دسمبر میں علیگڈھ آجاویں اور کم از کم جاڑے بھر میرے پاس رہیں۔ اگر میری یہ درخواست آپ منظور فرماویں تو مجھ کو زائد از حد خوشی اور بے انتہا احسان مندی ہوگی۔ بہت سی باتیں کہی جاویں گی اور بہت سے کام پورے ہو جاویں گے۔ اخیر دسمبر میں دو چار دن کے لیے لکھنؤ چلنا ہوگا وہ تماشا بھی دیکھ لیجئے گا۔ والسلام

نینی تال ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۷ء — خاکسار سید احمد

(۴۹)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مع نصف نصف دو قطعہ نوٹ تعدادی چالیس روپے پہنچا۔ منشی رمضان کی علالت طبع سے نہایت رنج ہے۔ خدا اُن کو جلد صحت بخشے۔ میں نے ابھی اُن کے نام بھی خط لکھا ہے۔ آپ اُن کی صحت مزاج سے بمقام علیگڈھ مجھ کو مطلع فرماویں، آپ نے حالت بیماری میں اُن سے روپے کیوں لیے۔ اُن کو تکلیف نہ ہو۔ اگر مناسب ہو تو واپس کر دو کہ پھر مناسب وقت (پر) دے دیں گے۔

میں کل یہاں سے روانہ ہوں گا اور ۱۹ اکتوبر کو علیگڈھ پہنچوں گا۔ اس سے پہلے جو خط میں نے لکھا ہے امید ہے کہ اُس کا جواب علیگڈھ میں ملے گا۔ والسلام

نینی تال۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۷ء — خاکسار سید احمد

(۵۰)

مجمی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب۔

آپ کا عنایت نامہ اور تار پہنچا، منشی محمد رمضان صاحب کی نسبت جو نہایت تردد تھا رفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آپ کا حال نسبت ناکامی امتحانات مقابلہ پہلے سے معلوم تھا جس کی نسبت نہایت افسوس ہے جدید امر جو معلوم ہوا وہ مترجمی کا ہے۔ میں ہرگز آپ کو رائے نہیں دیتا کہ آپ بغیر اس کے کہ دوسری جگہ کوئی سہارے کی توقع ہو تعلق مترجمی کو ترک کریں خصوصاً صرف علیگڈھ میں آنے اور چند روز رہنے اور ملنے کے خیال سے۔

اِس تعلق کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے۔ ہرگز ایسا مت کرنا۔ میں نے جو آپ کے یہاں آنے اور چند روز رہنے کو لکھا تھا اِس خیال پر مبنی تھا کہ آپ محض بے تعلق وہاں پڑے ہیں۔ روزگار اس زمانہ میں ملنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ تمھارے والد کیا کوشش کر سکتے تھے۔ روزگار کے بھی قیود اس قسم کے ہیں کہ کوشش چل نہیں سکتی۔ اگر آپ کہیں تو میں بعض احباب حیدرآباد کو آپ کے حالات اور آپ کی لیاقت وغیرہ سے اطلاع دوں کہ اگر کوئی موقع ہو اور آپ سے لائق آدمی کی اُن میں سے کسی کو ضرورت ہو تو آپ کا خیال رکھیں۔ اگرچہ حالات حیدرآباد کے بالکل دوسرے ہو گئے ہیں۔ لیکن اُن لوگوں کو بہ مجبوری بعض اوقات ایسے آدمی کی جیسے کہ آپ ہیں ضرورت پیش آجاتی ہے۔ ہاں سب سے زیادہ موثر کرنل مارشل ہیں۔ مگر مجھ کو اُن سے واقفیت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ عزیز مرزا بی۔ اے جس نے کالج کے تمام احسانوں کو فراموش کیا۔ اور پچھلے فساد کا سبب اول سرغنہ اخباروں میں آرٹیکل لکھنے والا تھا اتفاق سے حیدرآباد چلا گیا۔ مولوی مہدی حسن کو لائق آدمی کی ضرورت تھی انہوں نے اُس کو کسی کام پر اور معلوم نہیں کس قدر تنخواہ پر نوکر رکھ لیا۔ میں نے کہا کہ میں خوش ہوں اگر وہ نوکر ہو جاوے۔ جو اُس نے بدی اور کالج کی احسان فراموشی اُس نے کی۔ یہ اُس کا خبث طینت تھا۔ اگر میں بھی اُس کی بُرائی چاہوں تو مجھ میں اور اُس میں کیا فرق ہے۔ ابھی چند روز ہوئے مولوی مہدی حسن مجھ سے ملنے آئے تھے۔ میں نے اُس کی لیاقت و قابلیت کی بہت تعریف کی۔ درحقیقت اُس میں بہت عمدہ لیاقت ہے۔ اب یہ اُس کا کام ہے کہ اُس لیاقت کو نیکی اور نیک کاموں میں صرف کرے یا بدی اور بدکاموں میں۔

اس واقعہ کے لکھنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ گو حیدرآباد کے حالات کیسے ہی تبدیل ہو گئے ہوں مگر بعض وقت اُن لوگوں کو بہ مجبوری کسی لائق آدمی کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ پس اگر آپ کے حالات سے بھی مولوی مہدی علی۔ مولوی مشتاق حسین اور مولوی مہدی حسن کو اطلاع رہے گی تو بروقت ضرورت وہ ضرور اس کا خیال رکھیں گے۔ باقی امور جو متعلق بُعد مسافت اور وہاں کے سوشل برتاؤ سے متعلق ہیں۔ اُن پر آپ بخوبی غور کر کے اور اپنی حالت و مزاج و طبیعت پر خیال کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بہرحال اگر آپ پسند کریں گے تو میں آپ کے حالات سے اُن تینوں صاحبوں کو مفصل اطلاع دوں گا۔

مناسب ہے کہ میں اپنی رائے سے بھی آپ کو اطلاع دوں۔ وہ یہ ہے کہ میں چیف کورٹ کی مترجمی کو اگر اُس میں ڈیڑھ سو دو سو روپیہ مل جاتے ہیں۔ تو میں حیدرآباد کے کسی سررشتہ سرکاری یا دیگر قسم کی نوکری پر جس کی تنخواہ چار سو پانسو

تک بھی ہو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ یہ میری خاص رائے اور طبیعت ہے۔
میں آپ کو مکرر رائے دیتا ہوں کہ علیگڈھ آنے کے خیال سے آپ مترجمی کے تعلق کو ترک نہ کیجیے والسلام
علیگڈھ ۵، نومبر ۱۸۸۷ء خاکسار سید احمد

بقیہ نصف نوٹ چالیس روپے کے پہنچ گئے فقط
تفسیر جس قدر چھپ چکی ہے اُس کے بعد سے کام بند ہے۔ میری طبیعت اکثر نادرست رہتی ہے پوری صحت نہیں ہوئی گو کوئی خاص بیماری نہیں ہے۔ نہ کام کرنے سے مجبور ہوں۔ فقط

(۵۱)

مجی و مکرمی او اشفیقی مولوی ممتاز علی صاحب
میں نے جو خط منشی محمد رمضان مرحوم کے بیٹے کی بابت بجواب آپ کے عنایت نامہ کے بھیجا تھا۔ وہ آپ کو پہنچا یا نہیں اور اُس کی بابت کیا ٹھیرا۔
میں یہاں سے ۲۰، اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور سیدھا دہلی جاؤں گا۔ اور اخیر اکتوبر تک علیگڈھ واپس آؤں گا۔
امید کہ اپنی خیر و عافیت سے اور جو امر طے ہوا ہو اُس سے مطلع فرمائیے۔ والسلام
نینی تال، ۱۲، اکتوبر ۱۸۸۸ء خاکسار سید احمد

(۵۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب
آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ فہرست ممبران موجودہ اجلاس اول اب تک میرے پاس نہیں پہنچی۔ امید کہ خان بہادر بھیج دیں گے۔
ماہ فروری میں مولوی مہدی علی خان بہادر ہمراہ سر آسمان جاہ براہ الہ آباد و کلکتہ جاویں گے۔ یا وہ مجھ سے ملنے علیگڈھ آویں گے یا میں اُن سے ملنے الہ آباد جاؤں گا اور کیا عجب ہے کہ صورت اخیر میں سر آسمان جاہ سے بھی ملاقات ہو۔ میں تمھارا تذکرہ دونو صاحبوں سے کروں گا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔
مولوی مشتاق حسین صاحب کو صحت ہو گئی ہے۔ وہ بمبئی سے حیدر آباد گئے ہیں۔ مگر نہایت ضعیف و کمزور ہیں۔ امید ہے کہ تندرست جلد ہو جاویں گے۔
میرے پاس امام غزالی کا کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ صرف رسالہ تفرقہ ہے جو علیحدہ چھپا ہوا ہے اور رسالہ تحافۃ الفلاسفہ ہے۔ جو مجموعہ وہاں ہے اطلاع فرمائیے کہ اُس میں کیا کیا کتابیں ہیں۔ شاید مجھ کو بھی کسی کتاب کی نقل درکار ہو۔
ان دنوں میں میں مدرسۃ العلوم کے لیے ٹرسٹیوں کا قانون بنانے میں مصروف ہوں۔ خواہش ہے کہ اُس کے لیے بھی باضابطہ ٹرسٹی مقرر کیے جاویں اور گورنمنٹ (کی جانب سے) ایک خاص ایکٹ مختص المقام اُس کے لیے صادر ہو۔ یہ کام سب سے مقدم ہے دو تین ہفتہ میں انجام ہوگا۔

اس کے بعد ظاہراً تفسیر کی طرف توجہ (کرنے) کی فرصت ملے گی۔
کوڈ تعلیم جو سررشتہ تعلیم سے جاری ہوا ہے۔ اُس کی ایک جلد انگریزی اور ایک جلد اردو خرید کر کے فی الفور روانہ کر دو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۲ر جنوری ۱۸۸۹ء — خاکسار، سید احمد

(۵۳)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا خط پہنچا، انگریزی و اردو کوڈ تعلیم پنجاب بھی پہنچا۔
علیگڈھ میں مولوی مہدی علی صاحب کے آنے کی کوئی تاریخ معلوم نہیں، جب وہ کلکتہ سے روانہ ہونے کا انتظام کریں گے اُس وقت کوئی تاریخ متحقق ہوگی۔ ابھی تو وہ حیدرآباد سے روانہ ہی نہیں ہوئے۔ میرا الہ آباد جانا نہیں ہو سکتا۔
امام غزالی کے مجموعہ میں سے اُن اوراق کو جن میں مسئلہ رویت باری مسئلہ استوا علی العرش۔ اور بعض متفرق نصائح ہیں میرے لیے نقل (کروا دو) اور بعد مقابلہ و صحت میرے پاس بھیجدو۔
قانون ٹرسٹی سے ابھی فرصت نہیں ہوئی جس وقت فرصت ہوئی اور کام تفسیر شروع ہوا آپ کو فی الفور اطلاع دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۲ر فروری ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۵۴)

محبی و مکرمی منشی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون ہوا۔ میری دانست میں ابھی رخصت لینے میں تامل چاہیئے۔ اگر نظام معہ سر آسمان جاہ و مہدی علی وغیرہ کے نیل گری پہاڑ پر گئے تو میری دانست میں اُس وقت تک کہ سب لوگ حیدرآباد واپس آویں۔ حیدرآباد جانا مناسب نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس درمیان میں مہدی علی کی خواہش تمھارے وہاں جانے کی مجھے معلوم ہوئی تو میں فی الفور تم کو اطلاع دوں گا۔ اور کیا عجب ہے کہ اس معاملہ (میں) وہ خود مجھ کو کچھ لکھیں۔
شہر بغداد کا نام زوراً بھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ امام غزالی کا کوئی رسالہ زوراً بھی ہے۔ زیادہ اس سے معلوم نہیں۔ غالباً شہر بغداد کا حال اُس میں ہو۔ یا یہ کہ زمانۂ قیام بغداد میں کسی مضمون پر لکھا ہو۔
سوائے تفسیر کبیر کے اور کوئی کتاب امام رازی کی میرے پاس نہیں ہے۔ تفسیر آیہ نور کی نقل جو آپ نے کی ہے اُس کا شکوہ ہے۔ آرٹکل آپ کا جب آوے گا نہایت خوشی سے اخبار میں چھاپوں گا۔
رسالہ روحیہ کی نسبت میں نے خط حیدرآباد لکھا ہے۔ تنبیہات الٰہیہ میرے پاس ہے۔ بمشکل ایک کتاب ملی تھی اُس کی نقل نہایت جلدی میں لے لی ہے۔ وہ اصل کتاب ہی غلط تھی اور نقل شاید اور غلط ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۳ر اپریل ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۵۵)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب (بٹالوی) نے مجھ کو اطلاع دی ہے کہ امام غزالی کی جس قدر کتابیں اُن کے پاس تھیں آپ نے نقل کے لیے لے لی ہیں۔ آپ مہربانی سے اطلاع فرماویں کہ کون کون سی کتابیں آپ نے اُن سے لی (ہیں) اُن کے نام بہ صحت پورے پورے طور پر لکھ بھیجو اور تحریر فرماؤ کہ اُن کی نقل و مقابلہ و صحت کی کیا تدبیر کی گئی (ہے) والسلام

علیگڈھ ۲۴ اپریل ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۵۶)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

افسوس ہے آپ نے اس وقت تک اپنی اسپیچ نسبت رزولیوشن نمبر ۷ جو ایجوکیشنل کانگریس کے اجلاس میں بروقت پیشی اس رزولیوشن کے کی تھی نہیں بھیجی۔ اور نہ گورنمنٹ پنجاب کا رزولیوشن نمبر ۱۴۴ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۸۸۸ء۔ اس سبب سے نہایت ہرج ہوا ہے۔ اور رپورٹ کا چھپنا بند ہو گیا ہے۔ اب بواپسی ڈاک اپنی اسپیچ لکھ کر ارسال فرماویں۔ اگر اس کے بعد اسپیچ نہ چھپی تو نہایت شرم کی بات ہے۔

امید کہ فی الفور چند سطریں لکھ کر روانہ کرو۔ والسلام

علیگڈھ ۷ جون ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۵۷)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مخدومی محمد برکت علی خاں صاحب کی رائے پہنچ گئی ہے اگر ممکن ہو تو نواب نوازش علی خاں صاحب سے بھی جواب حاصل کرنا چاہیئے۔ چشتی صاحب سے اور محمد برکت علی خاں صاحب سے اگر صفائی ہو جاوے چشم ما روشن۔ چشتی صاحب مولوی سمیع اللہ خاں کے اختلاف سے اگر فائدہ اُٹھاویں تو اس میں چارہ کیا ہے۔

تہذیب الاخلاق اگر آپ لاہور میں اپنے اہتمام سے جاری کریں (تو) نہایت بہتر ہے۔ میں باقاعدہ مضمون لکھنے کا وعدہ نہیں کرتا: میرا شوق اُس طرف سے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اس لیے مضمون بہ جستہ لکھے جانے شکل ہیں مگر پھر بھی جب دل چاہے گا کوئی مضمون لکھ بھیجوں گا۔ مگر مجھ پر بھروسہ مت کرو۔ یہ بھی غور کرو کہ بسبب ملازمت کے تم مجاز پرچہ نکالنے کے ہو یا نہیں: یہ بھی سمجھ لو کہ اول نقصان ہے اور برابر رہنا یا فائدہ بعد کو ہے۔ غرضکہ سب باتیں سوچ کر کام کرو۔

منشی محمد رمضان مرحوم کی بابت آپ نے غلطی کی ہے۔ منشی محمد رمضان مرحوم نے مجھ کو سو روپے نہیں دیے تھے۔ صرف ساٹھ روپے دیے تھے۔ حساب میں ساٹھ روپے مندرج ہیں۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو آپ کو بیس روپے منشی فضل الٰہی کو

واپس دینے لازم ہیں اس خط کا جواب آنے پر میں منشی فضل الٰہی کو خط لکھوں گا۔
جرمن کا چھپا ہوا قرآن مع نجوم الفرقان میرے پاس بھیج دو۔ شروع ماہ آئندہ میں اڑتیس روپے بھیج دوں گا۔ والسلام
علیگڈھ ۱۰ جون ۱۸۸۹ء
خاکسار سید احمد

(۵۸)

قبلہ و کعبہ من

بعد ادائے آداب نیازمندانہ آنکہ اسپیچ و نقل ریزولیوشن مطلوبہ ارسالِ خدمت (کیے) جاتے ہیں۔ مجھ سے پہلے تقاضہ نہ ہوا تھا۔ اس واسطے نہ بھیجے گئے۔ تاخیر معاف ہو۔ والسلام از لاہور
مفصل خط عقب میں بھیجوں گا۔
۱۰ جون ۱۸۸۹ء
حضور کا تابعداد، ممتاز علی

(مولوی ممتاز علی کے اس خط پر سرسید نے اس کا جواب لکھ کر واپس بھیج دیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں خط اکٹھے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ خط نمبر ۵۹ اسی خط کا جواب ہے)

(۵۹)

محبی
رزولیوشن گورنمنٹ پنجاب کی نقل انگریزی میں بھیجنی چاہیئے کہ بغیر اس کے درخواست گورنمنٹوں میں نہیں روانہ ہو سکتی۔ والسلام
علیگڈھ ۱۲ جون ۱۸۸۹ء
خاکسار سید احمد

(۶۰)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

دوستانِ پنجاب نے سوائے سردار محمد حیات خاں کے اور کسی نے نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیان بسبب سہل انگاری کے جواب نہیں بھیجا۔ حالانکہ جواب جلد آنے کی نہایت ضرورت ہے۔
آپ بمجرد پہنچنے اس خط کے خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب (کے پاس) جاویں اور فی الفور اُن سے جواب لے کر بھیج دیں۔ علاوہ ان کے نواب نوازش علی خاں صاحب۔ فقیر جمال الدین صاحب۔ نواب عبدالمجید خاں صاحب بھی ممبر ہیں اُن کے پاس بھی کاغذات اور خط (بھیجے گئے تھے) اُن سے بھی اگر ممکن ہو جواب لکھوا کر بھیجدو۔ جواب (جلد) بھیجو۔ تاکہ انتظار نہ رہے۔ والسلام
علیگڈھ ۱۷ جون ۱۸۸۹ء
خاکسار سید احمد

(۶۱)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں نے تفسیر کے خریداروں کا حساب دیکھا۔ منشی محمد رمضان مرحوم نے پہلی دفعہ یکمشت ساٹھ روپے دیے تھے۔ دو دفعہ کرکے نہیں دیے، ضرور اس کے بعد چالیس روپے اور آئے ہوں گے اور اُن کی تحریر سے یاد آتا ہے۔ غالباً اُس حساب میں جس کا آپ نے نشان دیا ہے۔ چالیس روپے آئے تھے۔ پس سو روپے کا وصول ہونا صحیح ہے، بس اب آپ کوئی روپیہ واپس نہ فرمائیے اور جس مضمون کا خط آپ کہیں میں لکھ بھیجوں۔ محمد برکت علی خاں صاحب اِس وقت تک لاہور پہنچ گئے ہوں گے۔ میں نے اُن کی خدمت میں نیاز نامہ لکھا ہے۔ آپ بھی اُن کو یاد دلائیے کہ نواب نوازش علی خاں صاحب نواب عبدالمجید خاں صاحب اور فقیر سید جمال الدین سے نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیان بات چیت کرکے رائے بھجوادیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۹ جولائی ۱۸۸۹ء

خاکسار سید احمد

(۶۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، آپ نے جو مبارکباد دی ہے۔ اُس کا شکر کرتا ہوں۔

غزالی کی کتابوں کی تلاش میں جس قدر ہو سکے کوشش کرو۔ سہ شنبہ حال کے اخبار میں بہت لمبی فہرست چھپی ہے اس کو ملاحظہ کرو۔

مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ نے المنقذ من الضلال کا ترجمہ کیا ہے۔ میں اُس ترجمہ کو نہایت خوشی سے پڑھوں گا جب تم بھیجو گے۔

قیمت تفسیر بقدر سو روپیہ کے طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔ اُس کا حساب یہ ہے کہ فی روپیہ تین جزو کے حساب سے قیمت لی جاوے۔ علاوہ قیمت جلد بندی کے۔ یہ مناسب قیمت ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ منشی محمد رمضان نے کس قدر روپیہ میرے پاس بھیجا (تھا) حساب دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ اگر انہوں نے پورا سو روپیہ بھیج دیا ہو۔ تو چار جلدوں کی قیمت بشرح مذکورہ نکال کر جس قدر روپیہ باقی رہے۔ وہ مجھ سے واپس لو۔ کیونکہ معاہدہ یہی ہے کہ بحساب فی روپیہ تین جزو کے قیمت لی جاوے گی۔ سو روپے علی الحساب پیشگی لیے گئے تھے۔

مولوی مہدی علی صاحب میرے پاس آئے تھے اور میں نے تمھارا سب حال اور جو محبت مجھے تم سے ہے اور سب سے زیادہ تمھاری لیاقت اور سعادت مندی اور نیکی کا اُن سے ذکر کیا۔ وہ نہایت خوشی سے اپنے دفتر میں تم کو جگہ دیں گے۔ اس بات کو اُنہوں نے بھی پسند کیا کہ آپ چند روز کی رخصت لے کر حیدرآباد (دکن) جاویں۔ ان سے ملیں۔ دونوں میں واقفیت ہو۔ اور جو امر طے پاتا ہو وہ (طے) ہو جاوے۔ مگر یہ بات کہ آپ وہاں رہنا پسند کریں گے اور یہ کہ جو تنخواہ وہ تجویز کریں آپ اُس کو کافی سمجھیں گے۔ یہ اُس وقت ہی ہو سکے گا جب آپ وہاں جاویں۔ اور سب امور طے ہوں۔

محمد برکت علی و منشی محرم علی چشتی کی بابت جو آپ نے لکھا ہے مجھے درحقیقت نہایت افسوس ہے کہ میں نے

وہ خط برکت علی خاں صاحب کے پاس کیوں بھیج دیا۔ اگر اُس میں برکت علی خاں صاحب کا ذکر نہ ہوتا۔ جس سے مجھے فی الجملہ تردد ہو گیا تھا کہ کیا واقعہ گذرا تو میں اُس خط کو ہرگز نہ بھیجتا، اتنا مجھے یقین کامل ہے کہ منشی محرم علی چشتی صاحب نے جو خط مجھ کو بھیجا تھا اُس کا انگریزی لفافہ جس شخص کے ہاتھ کا لکھا (ہوا) تھا۔ کچھ شبہ نہیں کہ دوسرے خط کا لفافہ بھی اُسی شخص کے ہاتھ کا تھا۔ میری رائے بالکل آپ سے متفق ہے بلکہ میرے نزدیک قسم لینی ہی واہیات ہے۔ ایک شخص جب مجمع میں کہتا ہے کہ میں نے نہیں لکھا (تو) اُس کے قول کو تسلیم کرنا چاہیئے گو اُس نے جھوٹ کہا ہو۔ شرعاً بھی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب بجز قیاس و گمان کے کہ وہ خط محرم علی چشتی کا ہے کوئی ثبوت یا شہادت نہیں ملی تو اس صورت میں اُس کا انکار کافی ہے اور قابل تسلیم ہے۔

قطع (نظر) اس معاملہ کے اوقاف کا حساب جناب خانصاحب (کو) چھپوانا اور مشتہر کرنا ضرور ہے۔ محرم علی کے معاملہ سے قطع نظر کر کے حساب کا علانیہ مشتہر کرنا اور روئداد انجمن اسلامیہ میں چھاپنا واجبات سے ہے۔ مگر شرائط صلح میں اس شرط کا (اندراج) کہ خانصاحب حساب دیں نامناسب ہے، خانصاحب قبل کسی صلح کے اور بغیر کسی کے کہے سُنے جس قدر جلد ممکن ہو ایک اجلاس انجمن اسلامیہ کا مقرر کریں اور کل حساب پیش کر کے ممبروں سے منظوری حاصل کریں۔ یہ امر خود انجمن کا فرض ہے۔ کسی صلح کی شرط پر اس کا قرار دینا نا واجب ہے۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر یہ جھگڑا طے ہو جاوے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ ہمارے دوست منشی محرم علی چشتی صاحب کی طینت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنی باتوں سے باز نہیں آنے کے۔ نہایت افسوس کی بات ہے۔

حیدرآباد کی نسبت جو تمہارا ارادہ ہو اُس سے اطلاع دو۔ کیونکہ میں آپ کو اطلاع دوں گا کہ کونسا زمانہ وہاں جانے کا آپ کے لیے مناسب ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ر جولائی ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۳)

مجمی و کرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ منشی فضل الٰہی صاحب کے نام کا خط ملفوف ہے۔ اُن کو دے دیجیئے۔ میں ۱۵ر اگست کو یہاں نہیں ہونے کا اور دو ہفتہ تک علیگڈھ سے غیر حاضر رہوں گا۔ آپ کے عہدہ سے علیحدہ ہونے کا افسوس ہے۔ میں نے آج ہی ایک خط مولوی مہدی علی صاحب کو آپ کی بابت لکھا ہے اُس کا جو جواب آوے گا۔ اُس سے آپ کو مطلع کروں گا میں نے اُن کو یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو وہ وہاں آویں (اور) تم سے ملیں۔ اُن کو دیکھو اُس کے بعد جو (مناسب) ہو وہ کرو۔

امید ہے کہ دس بارہ دن میں جواب آوے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ر اگست ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۴)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

میں ان دنوں میں الہ آباد میں ہوں۔ آخر ماہ تک یہاں رہوں گا۔ میں نے مسائل خاص امام غزالی پر ایک خاص طرز سے ریویو لکھنے شروع کر دیے ہیں جو سرمور گزٹ میں چھپیں گے۔ ترجمہ رسالہ المنقذ من الضلال بصیغہ رجسٹری میرے پاس بھیجدو۔ تم گوالیار میں کب تک رہو گے۔

حیدر آباد سے جواب آیا۔ میں نے پڑھ کر نہایت افسوس کیا اور تم بھی نہایت افسوس کرو گے۔

الہ آباد۔ مکان آنریبل جسٹس سید محمود، ۱۷ ستمبر ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کے دو عنایت نامے اور قرآن مجید و ترجمہ المنقذ پہنچے۔ آپ کا شکر کرتا ہوں۔ قرآن مجید کی قیمت میں بھول گیا کہ آپ نے کیا لکھی تھی۔ دوبارہ ارقام فرمائیے۔

آپ کے تردد کا مجھے نہایت افسوس ہے اور زیادہ تر افسوس اس بات کا ہے کہ آپ کو ایسے زمانہ میں تردد ہوا ہے جس زمانہ میں ہمارے دوستوں کو بھی نہایت تردد ہو رہا ہے خدا سب کے تردد کو رفع کرے ترجمہ المنقذ کو میں کسی وقت دیکھوں گا نومبر و دسمبر میں تو فرصت نہیں ملنے کی اور اس کے بعد فرصت ہو جائے گی۔ دسمبر کی تعطیل میں امید ہے کہ تم دو آؤ گے۔

میں نے خط لکھنے میں اس لیے دیر کی کہ تمھارا خط لاہور سے آ جاوے لیکن اب یہ خط دیوبند بھیجتا ہوں جیسا کہ تم نے لکھا ہے۔ مگر (تم) مترجمی کی اسامی پر لاہور اب تک کیوں نہیں گئے۔ والسلام

علیگڈھ، ۷ نومبر ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۶)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۲۲ فروری کو پڑھ کر مجھے تعجب (ہوا) کہ تم کو بھی میری طرف سے یہ خیال گذرا کہ میں کہیں تمھاری طرف سے آشفتہ خاطر تو نہیں ہو گیا۔ توبہ کرو اور استغفار کرو کہ ایسا غلط۔ بیجا۔ ناممکن خیال تمھارے دل میں کیوں آیا میں خود تم کو معذرت تحریر جوابات کے تاخیر کی لکھنے کو تھا۔ تمھارے خط ڈھونڈ رہا تھا۔ کہاں پڑے ہوئے ہیں وہ دستیاب نہیں ہوتے۔ ابتداءً جلسہ ایجوکیشنل کانگرس کے انتظامات میں اور قانون ٹرسٹیان کی روئداد لکھنے میں سرگردانی رہی۔ ہر دفعہ بعد اختتام جلسہ الہ آباد و لکھنؤ چلا گیا۔ ایک مہینے سے زیادہ سفر میں گذر گیا۔ تمام کام ابتر ہو گئے۔ خطوط کا ایک انبار میز پر ہے اور روئداد اجلاس قانون ٹرسٹیان اور علاوہ اس کے اردو و انگریزی قانون ٹرسٹیان اور کاغذات محمدن ایجوکیشنل کانگرس چھپوا رہا ہوں الہ آباد یونیورسٹی میں ایک معاملہ پیش ہو گیا ہے اور بعض مکروہات پیش ہیں جن کے سبب سے ایک دم کی فرصت نہیں تھی ایسے خلفشار

میں تمھارے خطوط کا جواب رہ گیا۔

آپ کی ہمشیرہ کی شادی سے خوشی ہوئی۔ منشی احمد شفیع کو بھی کوئی خط نہیں لکھا یہ سب اسباب جمع ہو گئے تھے۔ پس آپ میرا عذر قبول فرماویں گے اور قصور عدم تحریر جوابات کو معاف کریں گے۔

خطوط سابق میں اگر کوئی امر جواب طلب آپ نے لکھا ہو تو پھر دوبارہ اُس کو تحریر فرمایئے۔ قرآن مجید معہ نجم القرآن جو آپ نے بھیجی تھی پہنچ گئی تھی، اُس کی قیمت مجھے یاد نہیں رہی۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے حافظہ میں بہت فطور ہو گیا ہے۔ بات یاد نہیں رہتی اگر کوئی چیز کہیں رکھ دیتا ہوں تو بھول جاتا ہوں کہ کہاں رکھی ہے۔ بہر حال میرے حال پر خیال فرما کر میرا عذر قبول و قصور معاف فرماویں۔

قانون ٹرسٹیان جو انگریزی میں چھپ گیا ہے معہ ایک اسپیچ کے (جو) میں نے یونیورسٹی الہ آباد میں کی تھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور جس قدر کاغذات اور چھپیں گے وہ بھی بھیجوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ فروری ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۶۷)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

تحفۃ الفلاسفہ کہیں گئی ہوئی ہے یا تو قاضی سید رضا حسین صاحب نے منگائی ہے یا جناب خلیفہ صاحب پٹیالہ نے یا مولوی شبلی صاحب کے پاس ہے۔۔۔۔ پہلے دونوں صاحبوں کے نام خط لکھے ہیں اور مولوی شبلی گھر گئے ہوتے ہیں۔ جس وقت پتہ لگا فی الفور بھیجوں گا۔

مسودہ اصحاب کہف چھپنے کو گیا ہوا ہے موجود نہیں ہے۔ ایک اور رسالہ نسبت ذوالقرنین کے لکھ دیا ہے۔ وہ بھی آجکل میں چھپنے کو جاوے گا۔ چار قصے جو سورہ کہف میں ہیں۔ نہایت غور طلب ہیں۔ چاروں کو لکھنا منظور ہے۔ جو ایک جزو تفسیر کے ہو جاویں گے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ جون ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۶۸)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مضمون جو آپ نے بھیجا تھا وہ اخبار میں چھاپنے کو دے دیا۔ صرف ایک سطر کو جس میں مولوی محمد حسین آزاد کی بیماری کا ذکر تھا کاٹ دیا ہے۔ اُس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

قصۂ اصحاب کہف چھپ رہا ہے۔ کل کاپیاں تحریر ہو گئی تھیں۔ ہفتہ عشرہ میں آجاوے گا۔

قصۂ ذوالقرنین چھپ رہا ہے۔ اخبار میں جو چھپا ہے وہ پورا نہیں ہے رسالہ میں پورا چھاپا گیا ہے۔

کتاب تحفۃ الفلاسفہ مل گئی ہے اگر خواہش ہو (تو) بھیجدوں۔ مگر جلد فراغت کر کے واپس کرنا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۶ جون ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۶۹)

مجی و مکرمی

مجموعہ تحفۃ الفلاسفہ مرسل خدمت ہے جب فارغ ہو تو بذریعہ رجسٹری واپس بھیجنا۔ مشکوٰۃ الانوار مجھ کو اب تک نہیں ملی ہے۔ وہ بھیج دو تاکہ امام غزالی کے مجموعہ کے ساتھ رہے۔

بشارات پر جو کچھ مجھ کو لکھنا ہے تفسیر میں لکھوں گا۔

آپ کی کچہری میں کبھی تعطیل بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۳۰ جون ۱۸۹۰ء — سید احمد

(۷۰)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

مجموعہ تحفۃ الفلاسفہ۔ رسالہ مشکوٰۃ الانوار غزالی اور عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون ہوا۔ جو کہ میں غزالی کی جس قدر کتابیں ملیں اچھی ہوں یا بری جمع کرنی چاہتا ہوں پس کتاب مکاشفۃ القلوب غزالی جو آپ کو دستیاب ہوئی ہے ضرور بھیج دیجئے میرے پاس نہیں ہے۔

آپ کی میعاد ملازمت جو ۱۵ اگست کو ختم ہو جاوے گی۔ اس کا کسی قدر افسوس ہوا۔ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نوکری خود آپ کو ناگوار تھی۔ مجھ کو اس بات کی (بڑی خواہش ہے کہ) آپ اور میں چند روز ایک جگہ رہیں۔ نہایت ضرورت ہے ایسا موقع ضرور نکالنا چاہیئے۔ تفسیر قرآن میں متعدد مقامات ایسے ہیں جس میں انگریزی کتابوں اور توریت کی شرحوں وغیرہ میں سے بہت کچھ دیکھنا ہے۔ میرے پاس کوئی دوست لائق انگریزی داں نہیں۔

علاوہ اس کے ایک ایسے سمجھ دار آدمی کی ضرورت ہے جو اُن انگریزی کتابوں کو دیکھ کر یہ بھی سمجھ سکتا ہو کہ کیا امر مطلوب ہے اور کن مضامین کی مجھے اطلاع کرنی چاہیئے پس اگر ایسا موقع ہو کہ میں اور آپ ہفتہ دو ہفتہ ایک جگہ رہ سکیں تو سب کام آسان ہو جاویں اور شاید تفسیر بھی ختم ہو سکے والسلام

علیگڈھ ۳ اگست ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۷۱)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جو خبر آپ نے سُنی کسی قدر اُس کی اصلیت ہے۔ مگر جو آپ نے سنا اُس میں بہت مبالغہ تھا۔ ایک شخص کو میں نے پیش کیا جو بی۔ اے تھا۔ مگر گورنمنٹ نے دوسرے کو جو ایم۔ اے تھا منتخب کیا۔ اب وہ شخص منتخب شدہ کا پیٹیشن کا معہ دیگر امیدواران امتحان دے گا نتیجہ جو ہو۔

حیدرآباد میں آپ کے لیے پہلے بھی لکھا تھا۔ پھر دوبارہ لکھنے کو موجود ہوں۔ مولوی مہدی علی کی حالت اچھی نہیں ہے۔ شاید زائد ایک سال سے ایک شخص بھی اُن کی تجویز سے مقرر نہیں ہوا۔ بہرحال مجھے کچھ تامل نہیں ہے اور مہدی علی سے بھی جو

کچھ ہوگا وہ دریغ نہ کرے گا۔

تحفۂ الفلاسفہ پہنچ گئی ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۳ر اگست ۱۸۹۰ء

خاکسار سید احمد

(۷۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

خیر المقال اور مکاشفۃ القلوب پہنچی۔ سب کام چھوڑ کر خیر المقال کو اول سے آخر تک پڑھا۔ جزاک اللہ۔ نہایت عمدہ طور پر اور متانت۔ سمجھ اور خوبی اور صفائی (اور) قابل فہم عبارت میں (آپ نے) اُس ترجمہ کو حواشی سے زیبِ زینت دی ہے۔ اگر میرے ناپاک نام سے جابجا اس کتاب کو گندہ نہ کرتے تو غالباً زیادہ مفید ہوتی۔ افسوس کہ شاید میرا نجس نام اس کی اشاعت کا مانع ہو جس کا مجھے افسوس ہے۔

ایک مسئلہ اُس میں آپ نے لکھا ہے اُس میں مجھ کو شبہ ہے۔ اور میرا یقین اُس کے برخلاف ہے۔ شاید غلط ہو۔ لیکن اگر غلط ہو تو بھی میں اس غلطی سے خوش ہوں۔ آپ نے حاشیہ صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین کرنا ضرور ہے مگر کیا اس یقین کے لیے ایسے قطعی دلائل مل سکتے ہیں جیسے اس دعوے کے ثبوت کے لیے کہ مثلث کے دو ضلع مل کر تیسرے ضلع سے بڑے ہوتے ہیں"۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں ایسا ہی ثبوت بلکہ اس سے بھی زیادہ خدا کے وجود پر ہے۔ بلکہ ایسا جیسے کہ دو اور دو چار۔ پہلا ثبوت ایک مہندس کے لائق ہے اور دوسرا عالم۔ مہندس۔ محاسب اور جاہل سب کے لائق۔ مگر ثبوت وجودِ شے ایک چیز ہے (مثلاً میں لفظ شے بولا ہوں۔ خدا پر شے کا اطلاق نہیں ہو سکتا) اور علم اُس شے کی ماہیت و حقیقت کا دوسری چیز ہے۔ اس لیے خدا کی صفات کا ثبوت بطور قیاس لازمی کے ہے۔ اور اُس کے وجود کا ثبوت برہانِ قطعی سے۔ والسلام

علیگڈھ ۲ر فروری ۱۸۹۱ء

خاکسار سید احمد

(۷۳)

مجی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ مولوی مہدی علی غالباً حیدرآباد پہنچ گئے ہوں گے۔ میں نے ایک نسخہ خیر المقال کا معہ اپنے خط کے جس میں تمھارا خط بھی جو میرے نام پر ملفوف ہے بھیج دیا ہے۔ اُن کا حال اس وقت چوں مدحساب اندر ہے۔ باوجود اس علم کے میں نے اُن کو لکھا ہے۔

بھائی ممتاز علی تم نے جو ریویو لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ میں کیا لکھوں۔ اول تم نے اُس کتاب کی پیشانی مثل میرے اعمال نامہ کے سیاہ کر دی ہے۔ پھر جا بجا مجھ کو فخر الاسلام لکھ دیا ہے۔ کاش حرفِ فا کو حذف کر کے لکھتے۔ ایسی حالت میں میرا قلم تو خود تم نے توڑ دیا۔ میں لکھوں تو کیا لکھوں۔ مگر میرا دل اُس کا ریویو خود اپنے پر آپ لکھ رہا ہے۔ جس متانت اور خوبی سے (تم نے) وہ کتاب لکھی ہے۔ میرا دل اُس خوبی کی داد دے رہا ہے۔

تفسیر کی جلد پنجم جس قدر چھپی ہے روانہ کی ہے۔ بنظر اصلاح اُس کو دیکھو۔ قصۂ لوط میری دانست میں منجملہ اُن مشکلات کے تھا جن مقامات قرآن مجید کو میں مشکل سمجھتا ہوں۔ مگر میرا یہ یقین ہے کہ جو تفسیر علمائے اسلام نے کی ہے وہ تو یقینی خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہے۔ جو میں نے لکھا ہے ممکن ہے کہ وہ بھی ویسی ہو۔ مگر ہر شخص اپنے یقین پر مجبور ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ر فروری ۱۸۹۱ء خاکسار سید احمد

خیال ہے کہ شاید میں چند روز کے لیے حیدرآباد (دکن) جاؤں۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم بھی چلو گے۔ فقط

(۷۴)

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے سرسید کو ایک خط لکھا تھا۔ سرسید نے اُسی خط پر اپنے قلم سے ضروری باتوں کا جواب دے کر واپس کر دیا یہ خط اسی صورت سے شائع کیا جاتا ہے۔ اصل خط مولوی ممتاز علی صاحب کا ہے۔ درمیان میں کہیں کہیں اُس کا جواب سرسید کی طرف سے ہے۔ جس کی نشان دہی اُن کا نام لکھ کر کر دی گئی ہے۔

مولانا و مرشدنا

بعد لوازم عبودیت آنکہ نامہ عالی پہنچا۔ مشکور و ممنون فرمایا۔ علیگڈھ گزٹ میں جو انتخاب میرے بعض حواشی سے کیا ہے اُس کا بھی شکر کرتا ہوں۔ امام غزالی صاحب ایک ایسے مصنف ہیں جن کی تصنیف کو نئے اور پرانے خیالات کے لوگ سب پسند کرتے ہیں لیکن کتاب کا حضور کے نام اہداء ہونا ضرور مانع اشاعت ہوگا مگر ہونے دیجئے۔ کیا میں چار کوڑی کی طمع کے لیے اپنے کانشنس پر جبر کر کے یہ خیال کر سکتا تھا کہ ان خیالات کا قدرشناس اور ان خیالات کا اصل موجد بجز حضور کے اور کون ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضور مجھے ایمانًا کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہیں کہ حضور کے نام کی بجائے اُس کے نام اُس کا اہداء ہونا زیادہ مناسب ہوتا۔

(کسی کے نام اہداء کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ سید احمد)

میں نہایت مشکور ہوں کہ حضور نے پھر جناب مولوی مہدی علی صاحب کو (میرے متعلق) تحریر کیا ہے۔ کیا مناسب ہے اور حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنا حال کسی قدر مشرح براہ راست اُن کی خدمت میں تحریر کروں۔

(میں ابھی الہ آباد سے واپس آیا ہوں۔ آپ ضرور اپنا مفصل حال مولوی مہدی علی کو لکھیں۔ سید احمد)

حضور اگر حیدرآباد تشریف لے جاویں تو میں ضرور انشاء اللہ ہمرکاب ہوں گا۔ بشرطیکہ دس پندرہ روز قبل حضور مجھے آگاہ فرماویں۔

(میں انشاء اللہ تعالیٰ عشرہ اخیر مارچ میں حیدرآباد (دکن) جاؤں گا۔ متعاقب تاریخ روانگی سے مطلع کروں گا۔ سید احمد)

تفسیر کو پڑھا اور خوب تکلف اٹھایا۔ دوسرے خط میں اس کی نسبت کسی قدر زیادہ تفصیل سے لکھوں گا۔ والسلام مع الاکرام

از لاہور ۱۴ر فروری ۱۸۹۱ء — خاکسار ممتاز علی

(۷۵)

عزیزی و محبی

اگر مباحث جدید مندرجہ تفسیر کو آپ نے پسند کیا ہے تو مجھے نہایت خوشی ہے۔ مگر وہ مباحث بہت کچھ نکتہ چینی کے قابل ہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۸ر فروری ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۷۶)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

ہمارا جانا حیدرآباد کا ٹھیر گیا۔ میں بسبب ضرورت اجلاس کونسل کے مارچ کے عشرہ دوم میں الہ آباد جاؤں گا اور وہیں ٹھیرا رہوں گا اور الہ آباد ہی سے ۲۷ر مارچ کو روانہ حیدرآباد ہوں گا۔ جو دوست کہ ساتھ چلنے والے ہیں۔ وہ تاریخ روانگی سے ایک دن پہلے الہ آباد میں مل جاویں گے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ایسی گاڑی ریزرو کریں جس میں نصف گاڑی سیکنڈ کلاس کی ہو اور نصف فرسٹ کلاس کی۔ اور سب دوست ساتھ کے ساتھ آرام سے جاویں اور واپس آویں۔

بس آپ سے یہ سوال ہے کہ آپ نہایت پختہ طور پر فرماویں کہ حیدرآباد چلیں گے یا نہیں۔ اگر چلنا ہو تو پختہ وعدہ ہو۔ تاکہ ہم اسی حساب سے گاڑی کا بندوبست کریں۔ اور نیز اگر آپ چلیں تو آپ کو پچیسویں چھبیسویں مارچ تک الہ آباد میں پہنچ جانا لازم ہوگا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ر فروری ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۷۷)

محبی مکرمی

روانگی حیدرآباد کے فیصلہ میں ایک خط کے جواب کا انتظار ہے۔ پس جب تک کہ میرا تار یا خط تمہارے پاس نہ پہنچے۔ لاہور سے بقصد حیدرآباد روانہ مت ہونا۔ میں الہ آباد سے تمہارے نام تار یا خط جیسا موقع ہو بھیجوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۳ر مارچ ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۷۸)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

حیدرآباد (دکن) کا جانا بالفعل بلحاظ موسم ملتوی ہو گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ماہ جولائی جو سب سے عمدہ موسم حیدرآباد

میں ہوتا ہے آنا مناسب ہوگا۔

میں الہ آباد آیا ہوا تھا۔ آج یہاں سے روانہ علیگڈھ ہوتا ہوں۔ والسلام

الہ آباد ۲۷ مارچ ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۷۹)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کو شاید میں نے لکھ بھیجا ہے کہ حیدرآباد کا جانا جولائی تک ملتوی ہوگیا۔ دس قطعہ اشتہار انعامی خدمت عالی میں مرسل ہیں۔ جن لوگوں کو مناسب سمجھیں تقسیم کر دیں۔ والسلام

علیگڈھ ۲۸ مارچ ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۸۰)

عزیزی محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

تمھارا خط شملہ سے آیا۔ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ تمھاری طبیعت درست ہوتی جاتی ہے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو صحیح و تندرست بصحت و قوت کامل زندہ رکھے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ اپنی صحت کا خط ضرور لکھ بھیجا کرو تاکہ طمانیت ہوتی رہے۔ ہر وقت تمھاری طرف خیال لگا رہتا ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۶ جولائی ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۸۱)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ آیا۔ آپ کے مزاج کی صحت سے نہایت خوشی ہوئی۔ زندہ باشی و خوش باشی۔ گرانی سر طاقت زیادہ آنے سے سب جاتی رہے گی۔ کوئی مقام تردد نہیں ہے اگرچہ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اگست و ستمبر و نصف اکتوبر تک تم پہاڑ پر سے مت اترو۔ شملہ پر رہو یا مسوری پر۔ میں سنتا ہوں کہ مسوری (کی) آب و ہوا شملہ سے اچھی ہے۔ تمھارے لیے سب سے عمدہ علاج یہی ہے کہ ہلکی غذا کھاؤ۔ پہاڑ پر رہو اور کسی قدر پیادہ پھرا کرو۔ دماغی کام کوئی نہ کرو۔ نہ کتاب پڑھو۔ ایسے کھیل کھیلو جن سے دماغ پر کچھ قوت نہ پڑے۔ میں ان دنوں میں الہ آباد آیا ہوا ہوں۔ اور ارادہ یہ ہے کہ بعد عشرہ محرم حیدرآباد جاؤں۔ بہت سے بہت ایک ہفتہ اس سفر میں لگے گا۔ جب میں علیگڈھ آجاؤں تو تم میرے پاس چلے آؤ۔ یعنی نصف اکتوبر یا شروع نومبر میں تم علیگڈھ آؤ اور کئی ہفتہ تک میرے پاس رہو۔ خدا ان سب خیالوں کو پورا کرے اور (میں) تم کو بہت موٹا تازہ تندرست دیکھ کر خوش ہوں والسلام

خاکسار سید احمد

الہ آباد ۲۷ جولائی ۱۸۹۱ء

(۸۲)

مجمی و کرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ گو کہ بعض حالات رنجدہ اُس میں لکھے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب آپ کو کسی قدر صحت ہے۔ اور نیز خدا نے گھوڑے پر سے گرنے کے صدمہ سے بچا لیا۔

جب مجھے آپ کے دوبارہ بیمار ہونے اور سہارن پور جانے کی خبر ملی تو مجھے نہایت رنج و تردد ہوا۔ زیادہ خیال اس بات کا تھا کہ میں کیا کروں اور کیا لکھوں۔ کسی طرف رائے قرار نہیں پاتی تھی۔ قبل عود مرض یقین تھا کہ آپ علیگڈھ میں آ کر ایک مدت تک رہیں گے اس یقین نے اور بیماری کے عود کرنے کی خبر نے حیران کر دیا تھا۔ اخیر رائے یہ قرار پائی کہ بعد جلسہ کانفرنس میں ایک دن کے لیے سہارن پور آ کر تم سے ملوں اور اصلی حالات اور تمہاری مرضی اور خوشی دریافت کروں۔ یہ میرے خیالات تھے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مولوی سید عبداللہ صاحب سے تو آپ کا دور کا رشتہ ہے۔ مگر مجھ سے اور آپ سے روحانی رشتہ ہے۔ جو تمام رشتوں سے زیادہ اقرب ہے۔ پس جو کچھ مجھ سے آپ کی خدمت تیمارداری ہو سکے گی میں اس کو اُسی طرح ادا کروں گا جو روحانی رشتہ کا مقتضا ہے۔

میرا خیال ہے کہ تم کو کچھ بیماری نہیں ہے۔ دل پر بسبب کمزوری کے کچھ خیالات جم گئے ہیں جو ملول اور افسردہ کرتے ہیں اور طاقت آنے نہیں دیتے۔ اس کا سب سے بڑا علاج دل کا خوش رکھنا ہے۔

امید ہے کہ میرے پاس رہنے سے تمہارا دل خوش رہے گا اور سب توہمات دور ہو جاویں گے۔ میری کوٹھی ظاہرا خوش فضا ہے۔ ہمیشہ دودھ سے عمدہ معہ تمام ضروریات متعلقہ کے خالی رہتے ہیں۔ سب چیز تمہارے آرام کی موجود ہے خانساماں جو ہوشیار آدمی ہے موجود ہے۔ گائے میرے ہاں موجود ہے۔ ہر وقت تازہ دودھ موجود ہے۔ تازہ انڈا موجود ——— رہتا ہے خانساماں نہایت عمدہ سوپ جس قسم کا چاہو بناتا ہے۔ وقت معین پر جیسی مرضی ہو کھانا حاضر موجود ملے گا۔ دو وقتہ ہوا خوری کو گاڑی جوڑی موجود ہے کرایہ پر منگانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ بعض میرے نہایت دلی دوست خصوصاً مولوی زین العابدین میرے مکان کے نہایت متصل رہتے ہیں۔ آپ اُن سے مل کر نہایت خوش ہوں گے اور آپ کا دل خوش رہے گا۔ مولوی محمد شبلی صاحب بھی اسی طرح قریب رہتے ہیں۔ مدرسہ میرے مکان سے نہایت قریب ہے۔ غرضکہ ہر طرح دل بہلا رہنے کا موقع ہے۔ دو خدمت گاروں کا آپ کے ساتھ آنا مناسب ہے۔ اُن کو اپنی خوراک کا انتظام کرنا ہرگز ضرور نہیں ہے۔ جس طرح میرے خدمت گار رہتے ہیں اُسی طرح وہ بھی رہیں گے۔ غرضکہ آپ علیگڈھ کو بے تکلف اپنا گھر سمجھیں گے اور کسی قسم کا خیال دل میں نہ لاویں گے۔ میں علیگڈھ میں موجود ہوں یا بسبب ضرورتوں کے الہ آباد یا اور کہیں جاؤں۔ آپ کے آرام اور آسائش اور تمام چیزوں کے مہیا ہونے میں کچھ بھی فرق نہیں ہونے کا۔

یہاں سول سرجن موجود ہے۔ مجھ سے ملاقات بھی ہے۔ چند ہفتہ سے یہاں آیا ہے ظاہرا خوش مزاج بھی ہے۔ اور یقین ہے کہ اپنے فن میں دستگاہ رکھتا ہوگا۔ علاوہ اس کے سنتا ہوں کہ اسسٹنٹ سول سرجن جو یہاں ہے وہ بھی ہوشیار ہے۔

ایک آرام یہ ہے کہ مدرسہ میں ہندوستانی ڈاکٹر ہے اور سب دوائیں موجود رہتی ہیں اور نہایت ہی آسانی سے ہاں سے دوائیں طیار ہو کر مل سکتی ہیں۔ قیمت اُن کی دے دی جاتی ہے۔ جو مدرسہ میں بحساب شفاخانہ جمع ہو جاتی ہے۔ میں بھی اسی طرح کرتا ہوں۔ اور سوائے بورڈروں کے کالج افسر بھی جب دوا لیتے ہیں اسی طرح کرتے ہیں۔

اس وقت صرف اس قدر دقت ہے کہ بسبب جلسہ کانفرنس اور سالانہ جلسہ ٹرسٹیان کے بہت سے لوگ آنے والے ہیں اور دو انگریز بھی آویں گے۔ جو میری کوٹھی میں دو دن ٹھیریں گے۔ میں بھی اپنی کوٹھی کو چھوڑ دوں گا اور چار پانچ دن مدرسہ کے احاطہ میں ڈیرہ میں رہوں گا۔ پس اگر آپ قبل اختتام جلسہ کانفرنس تشریف لاویں تو چار پانچ دن میرے ساتھ ڈیرہ میں رہنا ہوگا۔ اور بجز ڈیرہ میں رہنے کے آپ کے اور کسی اوقات میں اور غذا میں کچھ فرق نہیں ہونے کا۔ سب بدستور مہیا موجود ہوگی۔ پس اگر چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے آپ اپنی طبیعت پر کچھ ہرج نہ تصور فرماویں تو آپ فی الفور یہاں چلے آویں۔ اور اگر ڈیرہ میں رہنا طبیعت پر کچھ ہرج ڈالے تو آپ ۳۰ یا ۳۱ دسمبر کو یعنی بعد اختتام جلسہ تشریف لاویں۔ اُس وقت تک جو مہمان کوٹھی میں ٹھیریں گے چلے جاویں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ڈیرہ میں رہنے اور کانفرنس کے جلسہ کے قریب رہنے سے آپ کی طبیعت بہلی رہے گی۔ اگر آدمیوں کی کثرت سے پریشان نہ ہو یا چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے کچھ تکلیف نہ ہو تو فی الفور جواب لکھیں والسلام

علیگڈھ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ڈیرہ میں رہنے سے طبیعت پر کچھ ہرج ہو تو چار پانچ دن کے لیے آپ ایک پختہ بورڈنگ ہوس میں جو میرے ڈیرہ کے قریب ہو قیام فرماویں۔ فقط۔

(۸۳)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

میں لکھنؤ سے واپس آگیا۔ آج آپ کا خط ملا۔ آپ کی لڑکی کی علالت سے افسوس ہوا۔ شکر ہے کہ (اب) آرام ہے امید ہے کہ صحت ہو جاوے گی۔ اور آپ جلد تشریف لاویں گے۔

مولوی شبلی صاحب سے آپ کا سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا تو جواب نہیں دیا مگر یہ پوچھا کہ کب آویں گے۔

مولوی زین العابدین اس وقت نہیں ہیں۔ اُن کا سلام امانت ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۱ مارچ ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۴)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ چند احباب نے باہم مل کر یہ ارادہ کیا ہے کہ بعض کتابیں جو اُن کے نزدیک اس زمانہ رواج علوم جدیدہ میں اسلام کے مناسب ہیں اور جن سے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انگریزی میں ترجمہ ہو کر

شل دستور مشنریوں کے شائع ہوں اور بعض کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہو کر شائع ہوں اس کمیٹی احباب کا میں بھی ممبر ہوں اور اُس کے اخراجات کا باہم کچھ بندوبست ہے۔

میں تو اس بات کو مناسب سمجھتا ہوں کہ بالفعل تم اس کمیٹی کا کام کرو۔ پچاس ساٹھ روپیہ مہینہ تم کو مل سکے گا۔ اور بدستور تم میرے ساتھ جس طرح اب رہتے ہو رہو گے۔ کوئی تکلیف اور کوئی خرچ زائد تم پر نہ پڑے گا۔ اگر بالفرض الہ آباد میں گورنمنٹ دفتر مترجمی مل جاوے۔ بہ نسبت اُس کے یہاں تم کو زیادہ آرام رہے گا۔ کام بھی وقت بے وقت (جیسی) اپنی خوشی ہو کر سکو گے۔ صحت بھی تمہاری درست رہے گی۔ اور جب تمہاری صحت یقین کے طور پر بالکل درست رہے اور تم کو خواہش سرکاری ملازمت کی (بھی) ہو تو میں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے اس میں کوشش کروں گا کہ ہائی کورٹ الہ آباد میں مترجمی یا مثل خوانی مل جاوے۔ جس میں چند سال کام کرنے کے بعد منصف بھی ہو سکتے ہو۔

یہ سب باتیں میں نے اس لیے لکھی ہیں کہ اگر تم اس تجویز کو پسند کرو تو یہ رقعہ تم اپنے والد کے پاس بھیج دو۔ اور اُن کی مرضی اور رائے لو۔ والسلام

۲۲ اپریل ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۵)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

بعد انتظار بسیار آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی ایسی کمیٹی جس کا ذکر ہوا۔ گورنمنٹ نظام کی طرف سے قائم نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی احباب حیدرآباد کی شرکت۔ وہ اس سے بھی زیادہ غیر مستقل ہو گی جتنی کہ یہاں کے احباب کی شرکت سے ہے۔

میں نے وہ امر صرف اس خیال سے پیش کیا تھا کہ سردست خالی بیٹھے رہنے سے کچھ مشغلہ ہو جاوے۔ کیونکہ خالی بیٹھے رہنا میرے نزدیک تمہارے لیے مفید نہیں ہے۔ بہرحال شملہ (کی) آب و ہوا بلاشبہ تم کو مفید ہو گی۔ مولوی الطاف حسین غالباً شملہ پہنچ گئے ہوں گے۔ میرے نام تو اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ انبالہ سے تمہارے نام ایک کارڈ آیا تھا وہ میں نے دیوبند فارورڈ کر دیا تھا اور نیز چند منی آرڈر۔ تعجب ہے کہ آپ کے پاس نہیں پہنچا۔

مولوی شبلی کے پاس سے کوئی خط نہیں آیا۔

عزیزی زبیر کا حال بدستور ہے۔ نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ وہ عنقریب نینی تال جانے والا ہے۔

آپ کی تحریر کے مطابق خطبات احمدیہ کی جلد مرسل ہے۔ مگر تعجب ہے کہ میری ناپاک کتاب اُس مقدس کتب خانہ میں کیونکر رکھی جاوے گی۔

امید ہے کہ آپ اپنے حالات سے مطلع فرماویں گے۔ والسلام

علیگڈھ ۹ مئی ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۶)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

جب تم علیگڈھ میں ہمارے پاس نہ رہے اور شملہ چلے گئے تو پھر کیوں ہمارا حال پوچھتے ہو۔ ہم بھی نہیں بتلاتے۔ مولوی زین العابدین اور کپتان صاحب کو کچھ لکھتا ہو تو خود اُن کو لکھو ہم تمہارا پیغام کسی تک نہ پہنچادیں گے۔ جب ہماری تمہاری کٹی ہوگئی تو پھر کیا رام رام السلام

علیگڈھ ۵ر جون ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۷)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی

میں الہ آباد میں ہوں۔ دو ایک روز میں علیگڈھ جاؤں گا۔ آپ کا خط یہاں پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔ خدا کرے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر آپ کی مرضی کے لائق کوئی عہدہ دے دیں۔ خالی اور بے کام رہنے سے طبیعت کلفت ہو جاتی ہے

افسوس ہے کہ محمد زبیر کا انتقال ہوگیا جس کا سخت صدمہ حاجی اسمٰعیل خاں کو ہوا ہے۔

سید حامد دہلی گئے۔ زین العابدین کی طبیعت کسی قدر میں نے سنا کہ علیل ہوگئی ہے۔

ان دنوں میں کوئی خاص شغل میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یوں ہی اوقات ضائع ہوتی ہے۔ اپنے حالات اور اپنی خیریت مزاج سے برابر مطلع کرتے رہو کہ تعلق خاطر رہتا ہے۔ والسلام

الہ آباد ۱۸ر اگست ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۸)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ زمینداری کا جو کام (تم) کرنا چاہتے ہو اُس میں میری رائے آپ کے والد کی رائے سے متفق ہے۔ تمہاری طبیعت۔ تمہارے قویٰ تمہاری نیکی و سچائی اس کام کے مناسب نہیں ہے۔ جس قدر بکھیڑے و مشکلات زمینداری کے کام میں (پیش) آجاتے ہیں وہ اُسی وقت معلوم ہوتے ہیں جب کام کیا جاتا ہے۔ پہلے سے اندازہ نہیں ہو سکتا۔ کارندہ پر کام چھوڑنا خود کام کو خراب کرنا ہے۔ کارندوں کی بددیانتی کا علاج نہایت مشکل ہے۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ دو ہزار پانسو بیگہ زمین اس قدر ہے کہ کسی حال میں وہ رہے شاید اُس کی آمدنی گذارہ کے لیے کافی ہو مگر کسی قدر تنگی سے۔ مطالعہ کتب کا بھی موقع مل سکتا ہے مگر زمین کی آمدنی پر بھروسا نہیں ہو سکتا۔

نوکری ایسی چیز ہے جس کی آمدنی معین ہے۔ مگر الہ آباد کی نوکری سے جو فرض کرو کہ ستر روپیہ تک ہو جاوے گی میری دانست میں نہایت مشکل سے گذارہ ہوگا۔ اگر معہ اہل خانہ الہ آباد میں رہے تو اور بھی مشکل ہوگی۔ مکان کا کرایہ جو وہاں بہت گراں ہے۔ سواری کا خرچ۔ اپنا و گھر کا خرچ۔ ان سب اخراجات کو کافی نہیں سمجھنے کا تمہارے خط پر جہاں میں نے سرخ حلقہ کر دیا ہے۔

اُس سے مجھ کو کلی اتفاق ہے۔ ایسے امورات میں جو تم نے پوچھیں ہیں خود تمھاری رائے کو جس کو تمھارا دل قبول کرے سب سے (زیادہ) وقعت ہونی چاہیئے۔ پس دونوں امر کی بھلائی بُرائی (میں نے) تمھارے سامنے پیش کی ہے۔ مگر تصفیہ وہ کرو جو حقیقت (میں) تمھارا دل چاہتا ہو۔ کیوں کہ تم کو اپنے دل سے کام پڑے گا نہ دوسرے کے خیال سے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۵ اگست ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۹)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

میں بریلی گیا ہوا تھا۔ بسبب اجلاس کونسل۔ وہاں سے فارغ ہو کر الہ آباد آیا اور دو تین دن میں علیگڈھ جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر تم کو علی گڈھ میں بلاؤں گا۔ بعض ضروری اصلاح کے لیے اور اُسی وقت حیدرآباد دکھنوں کا۔ بعض اسباب سے ابھی تک لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ کونسل میں ہر دفعہ جانے سے تکلیف ہوتی تھی۔ خرچ زائد پڑ جاتا تھا۔ اور مصیبت بھی اور کسی قدر کالج کے کاموں (میں) ہرج پڑتا تھا، اس لیے میں نے کونسل کی ممبری سے استعفا دے دیا۔

سکوت علمائے دیوبند کا اس تفسیر پر غنیمت ہے۔ جب آپ علیگڈھ آویں گے آپ کو اختیار ہوگا کہ تفسیر کی جلدیں دیوبند بھیج دیں مجھے کچھ عذر نہ ہوگا۔

سید محمود کا خیال زمانہ رخصت میں ولایت جانے کا ہے۔ مگر ابھی پختہ طور پر کوئی امر طے نہیں ہوا ہے۔ راس صاحب اُن کے بڑے دوست ہیں۔ صرف اُن سے ملنے کو جانا اور ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ اُن کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد ولایت جانے سے نہیں ہے۔ والسلام

الہ آباد۔ ۶ اپریل ۱۸۹۳ء — خاکسار سید احمد

(۹۰)

مخدومی مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

ممبر مینجنگ کمیٹی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

میں آپ کی خدمت میں روئداد ہفتم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس روانہ کرتا ہوں۔ اُس کے آخر میں قواعد کارروائی کانفرنس کے بھی مطبوعہ موجود ہیں۔ اُس کی دفعہ دو سے معلوم ہوگا کہ ہر سال ایک کمیٹی مقررہ کی جاتی ہے جو آئندہ اجلاس کے لیے متعدد کارروائیاں کرتی ہے۔ منجملہ اُن کے کارروائیوں کے اُسی کمیٹی کی رائے پر منحصر ہے کہ اس بات کو تجویز کرے کہ آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس مقام پر ہو۔ پس آپ مہربانی سے بمشورہ دیگر ممبران مینجنگ کمیٹی مذکور اور نیز بمشورہ اُس مقام کے رئیسوں کے جہاں آپ کے نزدیک اجلاس کا ہونا مناسب ہو جس قدر جلد ممکن ہو مجھ کو اس بات سے اطلاع دیجئے کہ آپ کی رائے میں آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس شہر میں ہونا مناسب ہے۔ والسلام

علیگڈھ، ۸ مئی ۱۸۹۳ء — خاکسار سید احمد
سکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔

(۹۱)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

مدت دراز کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیریت اور صحت سے خوشی ہوئی۔ میں بھی فضل الٰہی سے اچھا ہوں۔ سالانہ کاروبار مدرسہ کے سبب ان دنوں کام کی بہت کثرت ہے۔ سید محمود بھی خدا کی عنایت سے اچھی طرح صحیح و تندرست ہیں۔ مولانا حالی بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ مولوی مہدی علی صاحب بھی یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ بھی چند روز کو تشریف لائیے تو بہتر ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ اگست ۱۸۹۳ء — خاکسار سید احمد

(۹۲)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا محبت نامہ پہنچا، آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی۔ خانہ نشینی بھی جس کا دوسرا نام قناعت ہے اگر ہو سکے تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے بشرطیکہ انسان خالی خولی بے فائدہ عمر نہ گنوائے۔ بہتری قوم کی نسبت جو کام اُس سے ہو سکے وہ کرتا رہے۔ بس اب فرمائیے کہ اگر خانہ نشینی اختیار کی ہے تو قومی بھلائی کا کیا کام اختیار کیا ہے۔

ان دنوں میں میں نے بھی کچھ نہیں کیا۔ ابن حزم پر ریویو بھی ناتمام رہا۔ اُس کے مسودے خدا جانے کہاں رکھ دیے ہیں جو دستیاب نہیں ہوتے۔

سید محمود کی طبیعت فضل الٰہی سے بالکل اچھی ہے۔ مولوی زین العابدین کا حال بدستور ہے۔ نہ سدھر ہے نہ بھاگ سکے۔

مولانا حالی اب تک علیگڈھ میں ہیں۔

نئی بات یہ ہے کہ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب نے جو میری لیف (لائف) منشی سراج الدین سے لکھوائی تھی۔ وہ مسودہ اُنہوں نے مولوی الطاف حسین صاحب کو دے دیا۔ اب مولوی الطاف حسین بطور خود میری لیف (لائف) لکھیں گے اور خود ہی چھپوائیں گے اور جو چاہیں گے کریں گے۔ میں بھی اس پر راضی ہو گیا ہوں کہ مولوی الطاف حسین جو لکھیں چھاپی جاوے۔ الا مولوی سراج الدین نے جو کچھ لکھا تھا وہ چھاپہ ہونے کے قابل نہ تھا۔ بعض واقعات اُس میں صحیح نہ تھے اور طرز بیان درست نہ تھا۔ لیف (لائف) ایک مدح نامہ نہیں ہوتی بلکہ ایسی ہونی چاہیئے کہ اُس شخص کی بھلائی بُرائی سب کا نمونہ ہو اور الفاظ مدح و ذم اُس سے زائد معنوں پر دلالت کرنے والے نہ ہوں جو درحقیقت اُس میں ہو۔ میری نسبت لکھ دینا کہ بہت ذی علم و فاضل اکمل ہیں کیسی غلط بات ہے۔

آپ سے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے۔ جس وقت موقع ہو ضرور تشریف لائیے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء — خاکسار سید احمد

(۹۳)

عزیزی و مکرمی

دو ہفتے سے میری طبیعت بھی علیل ہے۔ مگر اب افاقہ ہے۔ کسی قدر سست اور مضمحل ہے۔ میں نے سنا کہ آپ کی طبیعت بھی علیل ہو گئی تھی۔ شکر ہے آپ کو اب صحت ہے۔ آپ کی ملاقات کی توقع رہتی ہے مگر افسوس ہے جو ایسے امور ہوئے کہ اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔ امید ہے کہ جلد تر ملاقات ہوگی والسلام۔

علیگڈھ ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۳ء — خاکسار سید احمد

(۹۴)

مخدومی مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا خط ماتم زدہ پہنچا، جس کو پڑھ کر نہایت سخت افسوس ہوا۔ آپ کے بھائی کا انتقال بلاشبہ سخت صدمہ ہے جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً آپ کے والد ماجد کو اس پیرانہ سالی میں ایسا صدمہ عظیم ہے جو برداشت ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسے مواقع پر بجز صبر کے اور کیا علاج ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس صدمہ جانکاہ سے آپ کا اجلاس کانفرنس میں نہ شریک ہونا نہایت افسوس ہے آپ کا ریزولیوشن کاٹ دیا گیا۔ لیکن وہاں بیٹھے رہنے اور ہر دم رنج میں پڑے رہنے سے کیا فائدہ ہے؟ والسلام

علیگڈھ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۳ء — خاکسار سید احمد

(۹۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت (نامہ) اور سو روپیہ عطیہ جو مسجد کی تعمیر میں صرف ہوں گے (پہنچا) مسجد کی تعمیر شروع ہے اور کام تعمیر جاری ہے۔ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ پنجاب تشریف لے چلیں گے۔ نہایت خوشی ہوئی ہے۔ اخبار سے آپ کو ہماری روانگی کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے۔ پس آپ فرمائیے کہ آپ یہاں آویں گے اور ہمارے ساتھ چلیں گے یا کسی اسٹیشن سے ساتھ ہولیں گے اور کس اسٹیشن سے۔ والسلام

۳ مارچ ۱۸۹۴ء — خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ

(۹۶)

بنام سرسید

قبلہ و کعبہ من — بعد آداب آنکہ

میں حسب الارشاد علیگڈھ میں حاضر خدمت ہوں گا۔ ۱۳ کو یا ۱۴ کو بہرحال بذریعہ نیاز نامہ اس تاریخ سے اطلاع دوں گا۔ مستقل ارادہ یہی ہے کہ ۱۲ اپریل تک خدمت میں پہنچ جاؤں۔

تہذیب الاخلاق کے نمبر اول میں اگر گنجائش ہو تو ایک مضمون بھیجوں۔ جواب سے مطلع فرمایئے۔ والسلام مع الاکرام

۱۱ اپریل ۱۸۹۴ء — خاکسار ممتاز علی

بنام مولوی ممتاز علی (۹۷)

مجبی و مکرمی

نہایت خوشی ہے کہ آپ ۱۳ تک ضرور یہاں آجاویں گے۔ تہذیب الاخلاق کے نمبر اول میں جگہ نہیں رہی۔ آپ مضمون ضرور بھیجیں۔ آئندہ نمبر میں مندرج ہوگا۔ والسلام

علیگڈھ ۲ اپریل ۱۸۹۴ء — خاکسار سید احمد

(۹۸)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور نوٹ تعدادی پینتیس ۳۵ روپے پہنچے اور وہ روپیہ حسب تفصیل ذیل جمع کیا گیا۔

بابت اخراجات سفر پنجاب	پندرہ روپے پانچ آنے
بابت چندہ تہذیب الاخلاق	اٹھارہ روپے
چندہ تعمیر مسجد	ایک روپیہ گیارہ آنے

اب کے آپ کا آنا اور نہ آنا دونوں برابر ہوگئے۔ اول تو علیگڈھ میں کوئی موقع بات چیت کا آپ سے نہیں ملا۔ بعد اس کے تمام وقت پنجاب کے سفر میں صرف ہوا۔ اور دفعتاً آپ کا پنجاب سے آنا ہوا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ جون کے ماہ میں جبکہ بارش ہو جاوے اور موسم ٹھنڈا ہو جاوے، تو آویں اور چند روز رہیں تاکہ طمانیت سے بات چیت ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کے صاحبزادے کی طبیعت اچھی ہوگئی۔ والسلام

۱۱ مئی ۱۸۹۴ء — خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ

(۹۹)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ اطلاع فرمایئے کہ آپ کس دن یہاں پہنچیں گے۔ کانفرنس کے اجلاس میں آپ کا تشریف لانا ضرور ہے۔ گو کہ آپ کے کسی کاروبار کا حرج ہو۔ مگر تشریف آوری نہایت ضرور ہے۔ والسلام

۲۰ دسمبر ۱۸۹۴ء — خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ

(۱۰۰)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ تفسیر کا کام ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ رپورٹ سال تمام و بحث مرتب کر چکنے کے بعد شروع

کروں گا۔ جو مضامین تفسیر کے آپ نے پسند کیے۔ وہ باعث میرے اعزاز کا ہے۔ حیدرآباد کی جو خبریں آپ نے سنی ہیں سب غلط ہیں۔ میں صرف نواب سالار جنگ کی ملاقات کو گیا (تھا) مل کر چلا آیا ۲۵۰ روپیہ ماہانہ کالج کا جو اضافہ ہوا تھا اس کی منظوری حضور نظام سے ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ میرے جانے پر اُس کی منظوری ہوگئی۔ دیگر ہیچ۔

تصانیف احمدیہ سال تصنیف کی ترتیب سے چھپی ہیں۔ رسالہ طعام اہل کتاب چھپ رہا ہے اس کے بعد تصانیف احمدیہ چھپنی شروع ہوگی۔

اس سفر میں مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں بیمار ہوگیا تھا۔ ابھی تک ایک شمہ تکان یا بیماری کا باقی ہے۔ بڑا فکر یہ ہے کہ سنٹرل ہال کا چندہ پورا ہونے کے ۲۸ نام باقی ہیں۔ اُس کا پورا ہونا نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ دن رات یہی فکر ہے۔ وویورپین پروفیسر کالج کے لیے کیمبرج سے بلائے گئے ہیں۔ امید ہے کہ یکم اکتوبر تک آجاویں گے یہ بھی امید ہے کہ آپ بفضلہٖ صحیح و تندرست اور ہم نیازمندوں کے حال پر مہربان ہیں۔ والسلام

۱۰ر اگست ۱۸۹۵ء علیگڈھ

خاکسار سید احمد

(۱۰۱)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

چند روز ہوئے آپ کا عنایت نامہ پہنچا تھا۔ میں حسابات دیکھنے اور جانچنے میں مصروف تھا۔ اس لیے تحریر جواب میں توقف ہوا۔ آپ کی اہل خانہ کی علالت سے نہایت افسوس ہے۔ بخار نے طوالت پکڑلی ہے۔ خدا تعالیٰ صحت کامل عطا فرماوے۔ زبیر مرحوم کی حالت دوسری تھی اُس کا یہ مادّہ ہوگیا تھا۔ آپ کے اہل خانہ کی حالت دوسری ہے۔ اُن کو تپ کہنہ ہے۔ خدا چاہے تو جاتی رہے گی۔ شام بہاری لال (نے) جو بسبب جیل سازی تصرف کیا۔ وہ زر کثیر کا ہے۔ میں اُس کی رپورٹ تیار کر رہا ہوں۔ آپ کے گھر میں آرام ہوجاوے۔ تب دو ایک روز کے لیے یہاں تشریف لاویں۔ تب مفصل حالات سنیے گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۸ر ستمبر ۱۸۹۵ء

خاکسار سید احمد

(۱۰۲)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ جنوری پہنچا۔ آپ کے اہلِ خانہ کے انتقال سے نہایت افسوس ہوا اور کچھ شک نہیں کہ آپ کے دل کو بہت صدمہ پہنچا ہوگا۔ جس کے ساتھ میں بھی ہمدردی کرتا ہوں۔ مگر تقدیر الٰہی سے کچھ چارہ نہیں صغیر السن بچوں کی ایسی حالت میں پرورش نہایت مشکل ہوتی ہے۔ مگر خدا کوئی نہ کوئی تدبیر نکال دیتا ہے۔ مگر تم اگر اس غم میں زیادہ پڑے رہوگے تو تمھاری صحت کو نہایت صدمہ پہنچے گا۔ پہلے ہی سے تمھاری طبیعت کی ایسی حالت ہے کہ اُس کی حفاظت اور نگرانی مشکل ہوتی ہے اور اگر اس غم میں تم پڑے رہے تو لاعلاج امر ہوجاوے گا۔ جو خدا کی مرضی ہے اُس پر آدمی کو صبر کرنا

لازم ہے اور جو شخص صبر نہیں کرتا وہ تقدیر سے تو لڑ نہیں سکتا۔ پھر ہار کر صبر کرنا پڑتا ہے، بہرحال خدا تعالیٰ تم کو صبر اور صبر کرنے کی طاقت دے۔

میری طبیعت بھی بعد مراجعت شاہجہانپور علیل ہو گئی تھی۔ مگر اب فضل الٰہی سے اچھی طرح اور قریب صحت ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۷ جنوری ۱۸۹۶ء

خاکسار سید احمد

(۱۰۳)

مجی و کرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ درحقیقت بیوی کا انتقال ہو جانا درحالیکہ چھوٹے بچے ہوں اور اُن کی پرورش کرنی پڑے۔ انسان کے لیے سخت مشکل ہے۔ خدا تمام مشکلات میں تمھاری مدد کرے۔ اُس کے انتظام کی دو صورتیں جو تم نے لکھی ہیں اس میں سے پہلی صورت کا تصفیہ خود آپ ہی کو کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ ایسے تعلقات پر مبنی ہے جس کا تصفیہ دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ دوسرا امر کہ اتا وغیرہ رکھ کر بچوں کی پرورش کی جاوے۔ شاید قصبات میں معیوب ہو۔ مگر شہروں میں کوئی معیوب نہیں ہے۔ مگر اتا وغیرہ سے اُس طرح پر پرورش نہیں ہو سکتی جس طرح کوئی عزیز قریب پرورش کر سکتا ہے۔ مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ زوجۂ ثانی بھی زوجۂ اول کی اولاد کو مثل اپنی اولاد کے پرورش کرے۔ غرضکہ ہر طرح پر مشکل ہے اور بعد غور کامل تمام حالات کے جو خدا دل میں ڈالے۔ اُس طرح عمل کرنا چاہیے۔ تعجب ہے کہ تفسیر جلد پنجم آپ کے پاس نہیں پہنچی۔ اس بات سے اطلاع فرمائیے کہ اور جلدیں جو آپ کے پاس پہنچی ہیں وہ مجلد ہیں یا غیر مجلد اور امید ہے کہ جلد ششم آپکے پاس پہنچ گئی ہو گی۔ آپ نے اخیر خط میں لکھا ہے کہ مجلد تفسیر بھیجی جائے۔ مگر مجھ کو شبہ ہے کہ آپ نے بجائے جلد ششم کے جلد پنجم لکھ دی ہے۔ اب مکرر ارقام فرمائیے کہ جلد ششم آپکے پاس پہنچ گئی یا نہیں اور درحقیقت جلد پنجم ہی آپ نے مانگی ہے۔

آپ کی ملاقات کو بے انتہا دل چاہتا ہے مگر آپ نہایت جھمیلے میں پھنس گئے ہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۹ اپریل ۱۸۹۶ء

خاکسار سید احمد

(۱۰۴)

مجی و کرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۸ اپریل پہنچا۔ آج دفتری بسبب کسی بیماری کے نہیں آیا۔ وہ آدے تو جس قدر جلدیں آپکے پاس تفسیر کی نہیں ہیں وہ سب روانہ کر دوں گا۔

پرچہ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوئے تیسرا برس ہے۔ اس کا سال یکم شوال سے شروع ہوتا ہے، اس سال کے دو پرچے اور مقدمہ مولوی کرامت حسین صاحب کا وی پی ایبل آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ تہذیب الاخلاق کا ایک سال کا چندہ وی پی ایبل میں شامل ہے۔ تہذیب الاخلاق کے پرچے پچھلے دو سال کے بترتیب موجود ہیں۔ اگر آپ چاہیں گے تو وہ بھی مل سکیں گے

آپ نے بسبب مکروہات زمانہ علمی امور سے بالکل کنارہ کشی کر لی ہے۔ اور اس سبب سے آپ کو معلوم نہیں کہ تفسیر کی جلد ششم بھی چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ اور جلد ہفتم کا مسودہ بھی تیار ہے۔ مکروہاتِ زمانہ ہر شخص کو پیش آتے ہیں۔ اُن کو برداشت کرنا چاہیئے اور جو علمی اور قومی کام ہیں۔ اُن سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ اپریل ۱۸۹۶ء — خاکسار سید احمد

(۱۰۵)

مجی و مشفقی

اسی وقت آپ کا عنایت نامہ پایا۔ جو امر آپ نے لکھا ہے یعنی بالفرض ناکامی امتحان انٹرنس میں۔ یہ امر فی نفسہ تو ولایت جانے کے لیے اور وہاں تعلیم پانے کے لیے مانع نہیں ہے۔ مگر میں جو آپ کا ولایت جانا چاہتا ہوں اور صلاح دیتا ہوں۔ وہ دوسرے امر پر مبنی ہے۔ انڈین سول سروس کے قواعد آپ نے دیکھے۔ ہم اُس میں اس قدر اور اضافہ چاہتے ہیں کہ جو ان کم عمر لڑکا ولایت میں جا کر اپنی تعلیم کی تکمیل بغرض حصول عہدہ انڈین سول سروس کرنا چاہے تو گورنمنٹ اُس سے وعدہ کرے (کہ) بعد واپسی انگلینڈ و تحصیل علم اُس کو عہدہ انڈین سول سروس دیا جاوے گا۔

اس میں نہایت بحث ہے کہ گورنمنٹ ایسا وعدہ کرے گی یا نہیں۔ یہاں کے احباب سے گفتگو کے بعد یہ ٹھیرا کہ لفٹنٹ گورنر اگر ایسا وعدہ کرنا چاہیں (تو) قواعد انڈین سول سروس (میں) کوئی ایسا امر نہیں ہے جو مانع ہو۔ لفٹنٹ گورنروں کو بلاشبہ خیال ہے کہ ایسا وعدہ وہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ جب تک کہ اس امر کی نسبت کوئی معاملہ نہ پیش ہو طے نہیں ہو سکتا۔ اس امر کی بھی ایک درخواست حمید اللہ خاں کی روانہ ہوئی ہے کہ میں ولایت جا کر اپنی تعلیم کامل کرنی چاہتا ہوں۔ مجھ سے وعدہ ہو کہ بعد واپسی عہدہ انڈین سول سروس دیا جاوے گا اور ایک درخواست سید نبی اللہ برادر زادہ مولوی فرید الدین خان بہادر کی اسی مضمون کی بھجوائی ہے۔ اگر لفٹنٹ گورنر بہادران درخواستوں کو اس بنا پر

(خط نامکمل ہے باقی حصہ دستیاب نہیں ہوا)

---

(۱۰۶)

بنام نواب محسن الملک

ڈوڈرہال۔ ۱۹۔ بالی گنج۔ کلکتہ

عزیزم و مکرم من

عنایت (نامہ) پہنچا۔ ترقی تنخواہ خدا مبارک کرے۔ بڑھتی دولت ہو۔ آپ کی بڑھتی دولت ہونے میں تین خوشیاں ہوتی ہیں۔ ایک آپ کی ذات کے خیال سے۔ دوسرے ایسے عزیز دوست یگانہ کے خیال سے۔ تیسرے مدرسۃ العلوم کی بڑھتی دولت ہونے سے۔ یہ تینوں مبارک (بادیاں) آپ کو اور خود اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو۔ اگر کم بخت سمجھے دیتا ہوں۔

خدا قبول کرے۔

میں ایک قانون خاص مسلمانوں کے فائدے کے لیے بنا رہا ہوں اور دیگر ممبران کونسل کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ منظور ہو گیا تو مسلمانوں کے لیے ایک رحمت ہوگا۔

آپ کی رخصت کی وسعت کافی ہو گئی۔ امید ہے کہ قبل روانگی اور بھی خط آوے گا۔ میں بھی آپ کا جلد جانا چاہتا ہوں شاید نواب بشیر الدولہ بہادر نقشہ دیکھ کر کچھ اور مدد کریں۔ والسلام

کلکتہ۔ ۲۰ جنوری ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

میرے پاس (آئندہ) جو خط بھیجا جاوے اُس پتہ و نشان سے بھیجا جاوے جو عنوان خط پر چھپا ہوا ہے فقط

(۱۰۷)

Boden Hall
19, Baligunj
Calcutta

عزیز و مکرم من

عنایت نامہ پہنچا۔ اگر آپ یہاں تشریف لاویں تو نہایت خوشی ہوگی۔ مکان بھلے یا گیا ہے اور آپ کے رہنے کی ہمارے دل میں اور ہماری آنکھوں میں جگہ ہے۔ جب ہفتہ آپ چاہیں ٹھہریں۔ ہمارے مکان کا پتہ اوپر لکھا ہوا ہے۔

آپ کا مشتاق

سید احمد

۳ جنوری ۱۸۷۹ء

کلکتہ۔ دودر ہال ۹
بالی گنج

(۱۰۸)

عزیزی و مکرمی

کاغذات واپس ہیں۔ نوٹوں کا امانت رہنے دینا مناسب ہے۔ واپسی مناسب نہیں۔ تحریرات سابق کا انتظار چاہیے۔

آج کے خط میں میں نے مولوی مہدی علی صاحب کو نصف نوٹوں کی آپ کے پاس آنے کی اطلاع دی ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تک آپ کی درخواست عذرداری پر کوئی تجویز ہو اُس وقت تک نوٹ امانت رہیں گے اور نواب عزالدولہ بہادر کو جواب بھی دیا جاوے گا۔ تاکہ تصفیہ اُس درخواست کے متعلق قریب ہو۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۲۳ مئی ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۰۹)

عزیزی مکرمی نواب وقار الملک بہادر

تمہارے انگریزی رسالہ "مذہبی تقسیم" کے دو نسخے صاحب کلکٹر طلب فرماتے ہیں امید کہ فی الفور دو نسخے

میرے پاس بھیج دیے جاویں۔ والسلام

علیگڈھ یکم اگست ۱۸۹۴ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۰)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر

روئیداد اجلاس سال گذشتہ بجٹ میٹنگ کنفرم ہو گئی۔ جو ممبر کہ اجلاس میں موجود نہیں ہوتے اُن کو روئداد کے کنفرم ہونے پر رائے دینے کا کچھ اختیار نہیں ہے، صرف ممبران موجودہ اجلاس کی رائے سے کنفرم ہوتی ہے۔ آپ نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ روئداد ٹھیک طور پر مرتب نہیں ہوئی تھی۔ یہ آپ کی رائے صحیح نہیں ہے۔ اس پر بحث کرنا ایک نہایت طول طویل بات ہے۔ اگر آپ سے کبھی ملاقات ہوگی تو زبانی آپ کو سمجھا دوں گا کہ آپ کی رائے میں غلطی ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۱ مارچ ۱۸۹۵ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۱)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب ٹرسٹی

میں آپ کی خدمت میں اپنی تجویز جس میں اس بات کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے کہ ٹرسٹیوں کے خالی عہدے فی الفور حسب اخبار دفعہ ۴۰ قانون ٹرسٹیان کے معمور کر دیے جاویں بھیجتا ہوں۔ اس میں اُن لوگوں کے نام بھی مندرج ہیں جن کو میں نے حسب اخبار دفعہ ۴۰ مقرر کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اُن لوگوں کو جن کو میں نے مقرر کیا ہے پسند کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اس کے جواب سے آپ مجھ کو ممنون فرماویں گے والسلام

۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء — سید احمد

بیف (لائف) آنریری سکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علیگڈھ

(۱۱۲)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۳ جون اور نصف قطعہ نوٹ تعدادی پچاس روپیہ کا پہنچا۔ نصف ثانی بھی عنایت ہو۔ باقی حالات جو آپ نے دریافت کیے ہیں وہ متعاقب آپ کو تحریر کروں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ جون ۱۸۹۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۳)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۸ جولائی پہنچا۔ اور جو خط آپ نے برسر کے نام لکھا تھا۔ وہ بھی میں نے منگا کر دیکھا۔ جو روپیہ کہ آپ کا جمع تھا بمقدار ۱۲۵ روپے کے اور جس کو میں نے بورڈنگ ہوس میں بھیج دیا۔ اُس کے ساتھ برسر کو دینا چاہیے تھا جو

آپ نے لکھا، لیکن دو امر کی آپ کو اطلاع نہیں ہے۔

اوّل یہ کہ جس طالب علم پر کچھ روپیہ باقی ہوتا ہے اُس کو سرٹیفکیٹ امتحان یونیورسٹی میں جانے کا نہیں دیا جاتا۔ یعنی جب تک وہ باقیات ادا نہ کر دے۔ اُس وقت تک یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا۔ پس اگر زید مذکورہ بالا میں سے محمود حسن کے ذمہ کی باقی نہ سیاہہ کی جاتی تو وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں نہیں جا سکتا تھا۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس طالب علم پر باقی حد مناسب سے زیادہ ہو جاتی ہے اُس کی حاضری بروقت تعلیم نہیں لکھی جاتی۔ یونیورسٹی نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم سال بھر میں اس قدر لکچروں میں حاضر نہ ہو تو اُس کو یونیورسٹی کے امتحان دینے کا حق نہیں ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی طالب علم بسبب باقی دار ہونے کے اس قدر ایام تک لکچروں سے غیر حاضر تصور کیا جائے جس کے سبب تعداد لکچروں کی جو یونیورسٹی نے مقرر کی ہے پوری نہ ہو تو وہ طالب علم یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا۔ آپ کے حساب سے محمود حسن کو ۴۵ صلعت سے زیادہ پہنچ گئے ہیں۔ اُس کے واپس کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ ۴۵ صلعت جو اُس نے زیادہ پائے ہیں وہ دے دے۔ تاکہ آپ کے کھاتہ میں جمع ہو جاویں۔ شاید ایسا ہونا مشکل ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ محمود حسن کے کھاتہ میں ۴۵ صلعت خرچ میں بابت واپسی رقم زائد کے ڈال دیئے جاویں۔ اور آپ کے کھاتہ میں جمع کر دیئے جاویں۔ یہ امر ممکن ہے مگر محمود حسن اُسی وقت سے باقی دار تصور ہوگا۔ اور بموجب قواعد مذکورہ بالا کے اُس کے ساتھ عملدرآمد ہوگا۔ اور کیا عجب ہے کہ یونیورسٹی کے آئندہ امتحان میں جانے کے لیے کوئی ہرج پیش آوے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ساڑھے چار ماہ تک آپ کے کھاتہ میں سے اُس کو کچھ نہ دیا جاوے۔ اور ساڑھے چار ماہ تک اپنے کل اخراجات وہ خود ادا کرے۔ لیکن اگر وہ ادا نہ کرے گا اور باقی دار ہو جاوے گا تو اُن ہی قواعد کی اُس کی نسبت تعمیل ہوگی جو اوپر مذکور ہوئے۔

پس آپ ان تینوں باتوں میں سے جو پسند فرماویں اُس کو لکھ بھیجیں۔ اُس کے مطابق تعمیل کی جاوے گی والسلام۔

علیگڈھ ۳۱ جولائی ۱۸۹۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۴)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک بہادر

مسجد کی تعمیر کے لیے دو برس کی مدت کے واسطے یعنی من ابتدائے اکتوبر ۱۸۹۵ء لغایت ستمبر ۱۸۹۷ء چندہ کیا گیا تھا۔ آپ نے از راہ عنایت پانچ روپیہ ماہواری کا چندہ دینا منظور فرمایا تھا اور لغایت جنوری ۱۸۹۷ء آپ نے عنایت بھی فرما دیا ہے۔

مسجد کی تعمیر کو یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اُس کی چھت کی ڈاٹیں لگ گئی ہیں مگر اُن ڈاٹوں پر چونہ نہ لگنے اور استرکاری نہ ہونے کے سبب سے چھت ٹپکتی ہے اور ڈاٹیں خراب ہوتی ہیں۔

اور آپ کو ابتدائے فروری عنایت ستمبر ۱۸۹۷ء (۸) ماہ کی بابت مبلغ چالیس روپے چندہ دینا ہے۔ پس اگر تمام چندہ دینے والے بقیہ ایام کا چندہ یکمشت عنایت کر دیں تو تمام ضروریات مسجد کی جن کے پورا کرنے کی اشد ضرورت ہے تکمیل ہو جاوے۔

والسلام۔

خاکسار

۷ اگست ۱۸۹۷ء

سید احمد

بنام مولوی عنایت رسول

(۱۱۵)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۸۹۵ء میرے پاس پہنچا۔ میرے افتخار کا باعث ہوا اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کا مصمم ارادہ علیگڈھ تشریف لانے کا ہے نہایت خوشی ہوئی درحقیقت آپ سے ملاقات کیے ہوئے بہت عرصہ ہوا ہے۔ رات کے وقت آگ کمرہ میں روشن رہنے کی آپ کچھ فکر نہ فرماویں۔ میرے پاس ایک بہت بڑی انگیٹھی تیار ہے۔ کوئلے بھی بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ غرضکہ جس طرح آپ کو آرام ہوگا حتی المقدور بدات خود میں آپ کی خدمت ادا کروں گا۔

واقعات معراج کے اختلافات جو آپ نے لکھے ہیں اُن کے یقین کی مجکو چنداں ضرورت نہیں تھی۔ صرف اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت تھی کہ معراج زمانہ نبوت میں کس رات کو ہوئی۔ چنانچہ اس کو میں نے بیان کیا ہے۔

آپ کے یہاں تشریف لانے سے ہر قسم کے فوائد ہوں گے۔ نہ صرف مجھ کو بلکہ اور چند دوستوں کو جو آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔

۲۵ اکتوبر کو کالج کھل جاوے گا اور امید ہے کہ اُس وقت تک مولوی شبلی صاحب بھی تشریف لے آویں گے۔ اگر ایسی صورت ہو کہ آپ کا اور مولوی شبلی صاحب کا ساتھ آنا ہو تو شاید آپ کو راستہ میں آرام ملے۔ ورنہ آپ غازی پور سے مجھ کو اطلاع کیجیے گا۔ میں ایک آدمی غازی پور بھیج دوں گا کہ آپ کے ساتھ رہے گا اور راہ میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے کی۔ والسلام

خدا تعالیٰ آپ کو زمانہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے۔

علیگڈھ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۵ء

خاکسار سید احمد

(۱۱۶)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازش نامہ پہنچا، ممنون عنایت ہوا۔ جو بحث کہ مقام نیزہ سے نکلے ہیں اُن کا حال بدست ہوا تہذیب الاخلاق میں چھاپوں گا۔ طوفان کا حال اور ابتدائے کائنات (کا) حال اینٹوں پر (کندہ) کیا ہوا برآمد ہوا ہے۔ طوفان کا حال آئندہ تہذیب الاخلاق میں چھاپہ ہوگا۔

اس وقت اُن (لوگوں) کا (حال) دریافت کرنا منظور ہے جن کو یہودی نبی یا پیغمبر مانتے تھے اور اُن کا جن کو پیغمبر

نہیں مانتے بلکہ ملوک مانتے ہیں۔ اگرچہ آپ کو تکلیف ہوگی۔ مگر ازراہ عنایت فہرست انبیاء و ملوک علیٰ مذہب الیہود تحریر فرما کر عنایت فرمایئے ہر نبی یا ملوک کے نام کے ساتھ توریت یا دیگر کتب عہد عتیق کا حوالہ بھی ہو۔ جہاں اُس نبی یا ملک کا نام آیا ہو۔ اگر متعدد جگہ اُس کا نام ہو تو صرف ایک مقام کا حوالہ کافی ہوگا۔ والتسلیم

علیگڈھ ۲۱ نومبر ۱۸۹۵ء — خاکسار سید احمد

بنام سید محمد امام جامع مسجد دہلی

(۱۱۷)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حالات مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ آپ جو تہذیب الاخلاق طلب فرماتے ہیں۔ کیا اس کے سبب سے زیادہ بدگمانی آپ کی طرف نہ ہوگی۔ جب آپ نے رسالہ راہ سنت تلاش کر کے بھیجا اُسی وقت میں (نے) نہایت شکر گذاری سے رسید لکھی تعجب ہے کہ نہیں پہنچی۔ میں کل اپنی تصانیف کا مجموعہ معہ تفسیر قرآن جو چھپ رہی ہے۔ آپ کو نذر کروں گا والسلام

شملہ۔ پارک ہوٹل۔ ۲۴ جون ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۸)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

میں تو ہمیشہ سے جانتا تھا کہ تم کو عقل بہت کم ہے۔ مگر شبہ رہتا تھا۔ اب کی دفعہ جو میں دہلی آیا اور تم ملنے نہیں آئے معلوم ہوا کہ خفا ہو گئے ہو۔ اُس پر یقین ہو گیا اس بات کا جس میں شبہ تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمھارا مزاج بھی عورتوں کا سا ہے۔

بہرحال تمھاری محض نادانی ہے۔ میں شاید کل دلی آؤں گا۔ امید ہے کہ تم مجھ سے آن کر ملو گے۔ مجھے افسوس ہوا کہ تم پہلی دفعہ ملنے کو نہیں آئے۔ والسلام

علیگڈھ ۳۰ جون ۱۸۸۳ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۹)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

آپ کا عنایت نامہ معہ کتب مرسلہ پہنچا۔ یہ کتابیں دو نو جلدیں آپ کی میرے پاس امانت رہیں گے۔ جب آپ انشاء اللہ تعالیٰ مع الخیر مکہ معظمہ سے واپس تشریف لاویں گے تو یہ جلدیں معہ آئندہ جلدوں کے جو اس عرصہ میں طیار ہو جاویں گی۔ آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۵ مارچ ۱۸۸۵ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۰)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا جس سے نہایت خوشی ہوئی، یہ تو آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں نے تصانیف بھیجنا موقوف کر دیا

تھا، بلکہ ہمیشہ جب کوئی حصہ تیار ہوا بھیجتا گیا ہوں۔ البتہ بعض دفعہ چھپنے میں تاخیر ہو جاتی رہی ہے۔ بہرحال آپ یہ خیال اپنے دل سے دور کر دیجئے۔

جلد اول و دوم تفسیر مجلد جو آپ نے بھیج دی تھی۔ بدستور امانت رکھی ہوئی تھی۔ وہ دونو مرسل ہیں۔ جلد سوم تفسیر تمام چھپ چکی ہے۔ چنانچہ وہ جلد اور جلد چہارم جس قدر چھپی ہے اور جلد اول و دوم تصانیف جو تمام و کمال چھپ چکی ہیں۔ روانہ خدمت کرتا ہوں۔ آئندہ جس قدر چھپتی جاویں گی روانہ خدمت کرتا رہوں گا۔

سید احمد آپ کے فرزند سے مل کر میں بہت خوش ہوں گا۔ مگر بالفعل میں الہ آباد۔ کلکتہ و بعدہٗ لکھنؤ جاتا ہوں۔ غرضکہ تمام ماہ نومبر و دسمبر گردش میں گذرے گا۔ جنوری میں البتہ موقع ملنے کا علیگڈھ میں خواہ دہلی میں میسر آوے گا۔

مطبع مجتبائی دہلی میں قدوری چھاپہ ہوئی تھی۔ اگر وہاں دستیاب ہو تو نسخے اُس چھاپہ کے خرید کر میرے پاس روانہ فرماویں اور قیمت سے اطلاع دیں۔

دو رسالے مسمی بہ راہ نجات و حقیقۃ الصلوٰۃ مدت ہوئی کہ میں نے دیکھے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ دونو رسالے اردو زبان میں مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف تھے۔ بالفعل جو رسالے از نام راہ نجات و حقیقۃ الصلوٰۃ متعدد چھاپہ خانوں میں چھپے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ دونو وہ رسالہ نہیں ہیں جو میں نے دیکھے تھے پس آپ بتا سکتے ہیں کہ اس نام کے رسالے آیا درحقیقت مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف سے تھے یا مجھے غلط خیالی ہے۔ اور اگر تھے تو وہ وہی ہیں جو چھاپہ ہوئے ہیں یا اور کوئی ہیں؟ اور اگر اور ہیں تو وہ دستیاب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ والسلام

علیگڈھ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۷ء

خاکسار سید احمد

(۱۲۱)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ درحقیقت اوراق جلد چہارم سہواً بند ہونے رہ گئے تھے۔ وہ آج روانہ خدمت ہوتے ہیں۔

رسالہ راہ نجات کے بالفعل دو نسخے میرے پاس روانہ فرما دیجئے۔ جن کے اخیر میں شاہ رفیع الدین صاحب کا نام چھپا ہے اور سوداگر سے دریافت کیجئے کہ اگر سو دو سو نسخے یکمشت نقد قیمت پر لیے جاویں تو اُن کی کیا قیمت ہوگی۔

قدوری کی نسبت آپ نے کچھ نہیں لکھا۔

دو رسالہ حقیقت الصلوٰۃ بھی بھیج دیجئے۔ تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کون سا رسالہ ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۳ نومبر ۱۸۸۷ء

خاکسار سید احمد

(۱۲۲)

برادر صاحب عزیز و شفیق من امام المسلمین

جو ایسوسی ایشن برخلاف ہندوؤں کے ہم نے قائم کی ہے، اس میں تمھارا شریک ہونا نہایت ضرور اور مناسب ہے۔

مقدار چندہ کتنا دینے کی ہے۔ صرف بارہ روپے سال دینے ہوں گے۔ بس منظوری ممبری سے اطلاع دو کہ تمھارا نام ممبروں میں مندرج ہو۔ بارہ روپے بھیج دو۔

علاوہ اس کے تم خود جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب (کے) پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام و علیک یہ پیغام دو کہ مسلمانوں کی دینی بھلائی کو تو بلاشبہ جناب ممدوح مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں مگر مسلمانوں کی دنیاوی بھلائی کو بلاشبہ جناب ممدوح سے میں بہت زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اور بنظر مسلمانوں کی بھلائی کے میں نہایت ضرور و مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب ممدوح کا نام نامی ایسوسی ایشن کے ممبروں میں داخل کیا جاوے۔

پس تم جناب ممدوح کا دستخطی یا مہری خط اس مضمون سے میرے نام بھیج دو اور کہ وہ بھی ممبر ہونا پسند کرتے ہیں۔ اُن کا نام فہرست ممبران میں شامل کیا جاوے۔ زرِ چندہ کی بابت اُن کو تکلیف دینا ضرور نہیں ہے اُس کی نسبت سمجھ لیا جاوے گا۔ جلد جواب بھیجو۔ والسلام

۲۵ اگست ۱۸۸۸ء — خاکسار سید احمد نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن

(۱۲۳)

برادر صاحب عزیز و شفیق من سید محمد صاحب امام مسجد جامع

مجھے کتاب چار باب شاہ ولی اللہ صاحب کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب چھاپہ بھی ہوئی تھی۔ آپ مہربانی سے اس کو تلاش کر کے ایک نسخہ میرے پاس بھیج دیں۔ اگر یہ قیمت میسر آوے خرید فرمالیں۔ ورنہ کہیں سے مستعار دستیاب کر کے ارسال فرمائیں۔ غالباً میں بروز پنجشنبہ وقت شب دو ایک روز کے لیے دہلی آؤں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۶ جون ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۴)

بنام اکبر الہ آبادی

مخدومی مکرمی منشی سید اکبر حسین خان بہادر

آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔ آپ نے جو کامیابی حیدر آباد کی مبارکباد دی ہے۔ اُس کا دل سے شکر گذار ہوں۔ یہ مبارک بادی درحقیقت قوم کو مبارکبادی ہے۔ جس میں آپ بھی شامل ہیں۔ پس میں آپ کو بھی مبارک بادی دیتا ہوں۔

آپ نے نہایت عمدہ مادۂ تاریخ فیاضی نظام کا نکالا ہے، جو بے مثل ہے۔ اس پر چند مصرعے نہیں بلکہ چند اشعار لگا دیجیے جن میں کسی قدر حال قوم کی حالت کا اور ضرورت تعلیم کا اور ڈیپوٹیشن کے نظام پاس جانے کا بھی ذکر (ہو) تاکہ اُس حال کے معلوم ہونے سے مادۂ تاریخ کی خوبی اور عمدگی ظاہر ہو۔

اگرچہ اس میں آپ کو تکلیف ہوگی مگر آپ کی یادگار بھی اس کے ساتھ ہی رہے گی۔ والسلام

علیگڈھ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۵)

مخدومی مکرمی خان بہادر منشی سید اکبر حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ معہ روئداد دوم جلسہ پراونشل کمیٹی پہنچا۔ آپ کی عنایت کا میں دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ جن لوگوں نے جلسہ میں تائید کی اُن کا بھی میں شکر گذار ہوں۔ پچھلے جلسہ کی روئداد اخبار میں چھاپنے کو بھیج دی ہے۔ غالباً شنبہ کے اخبار میں چھپ جاوے گی۔ آج جو روئداد پہنچی ہے اُس کو بھی اخبار میں چھپواؤں گا۔ چھاپہ خانہ میں ان دنوں کام کی زیادہ کثرت ہوگئی تھی۔ کل ۳ر فروری کو علیگڈھ میں ایک اجلاس ہوگا اُس میں جو میں اسپیچ کروں گا اُس سے بالتفصیل تمام تجویزیں جو جن شعبہ کی یادگار میں کرنی ہیں معلوم ہوں گی۔ اُس کے پڑھنے کے بعد ایک اور میٹنگ کرنی چاہیئے۔ اور آپ کو اور دیگر رؤسائے آگرہ کو شامل ہو کر اُن تمام امورات کو انجام دینا ضرور ہوگا۔ میں نے اپنی اسپیچ چھپوالی ہے۔ اور کل آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

میں نے چھاپہ خانہ میں حکم دے دیا ہے کہ آپ کے نام ایک اخبار سوسائیٹی کا بلا قیمت برابر جاتا رہے۔ کیونکہ اُس میں جو حالات مبارکباد کے متعلق چھپتے ہیں اُس کی آپ کو اطلاع ہوتی رہے۔

آپ نے جو عنایت کی ہے اُس کا دوبارہ شکر ادا کرتا ہوں۔

کل کی تاریخ دو قطعہ اسپیچ روانہ کروں گا۔ تاکہ دوسرا قطعہ آپ اور لوگوں کو دیکھنے کو دے سکیں۔ والسلام

علیگڈھ، ۲ر فروری ۱۸۹۷ء

خاکسار سید احمد

(۱۲۶)

مخدومی مکرمی منشی سید اکبر حسین خان بہادر

عنایت نامہ مورخہ ۲ر مئی پہنچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ آپ کی ترقی سے گو کہ بالفعل بطور قائم مقام ہے نہایت خوشی ہوئی۔ کوئی مسلمان سمال کاز کورٹ جج نہ تھا۔ آپ کے باعث سے مسلمان سروس کو فخر ہوگا۔

میری التماس طیاری ساز پر جو آپ نے توجہ فرمائی اُس کا بھی شکر قبول ہو۔ میں بادامی ساز چاہتا ہوں۔ پرزہ پیتل کے ہوں۔ گلٹ ضرور نہیں۔ امید ہے کہ آپ اُس کی طیاری کا حکم بھیج دیں گے۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۴ر مئی ۱۸۹۲ء

(۱۲۷)

جناب منصف صاحب مخدوم و مکرم من سید اکبر حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۷ جولائی معہ مبلغ دو سو روپیہ از چندہ مدرسۃ العلوم متعلق بلڈنگ فنڈ پہنچا۔ یہ عریضہ بطور رسید بعد چسپانید گی ٹکٹ اسٹامپ روانہ خدمت ہے امید ہے کہ فہرست اسمائے چندہ دہندگان بغرض چھاپہ

اخبار مرحمت فرماویں۔ والسلام

خاکسار سید احمد
سکرٹری کمیٹی مدرسۃ العلوم

علیگڈھ ۲۰ر جولائی ۱۸۹۲ء

(۱۲۸)

مخدومی مکرمی جناب منشی سید اکبر حسین صاحب

اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ سب جج غازی پور کے ہو گئے نہایت خوشی ہوئی۔ اگرچہ آپ کے یہاں سے جانے کا افسوس ہے۔ مگر آپ کی ترقی سے اور اس بات سے کہ انشاءاللہ تعالیٰ مدت تک ایک سب جج مسلمان حکومت کرتا رہے گا نہایت خوشی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو کامیاب و خوش و خرم رکھے۔ اور جہاں آپ ہوں خدا آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۲۸ر مارچ ۱۸۸۶ء

بنامِ سرسیّد

غازی پور-۱۲ر مارچ

عالی جناب

جیسا کہ میں اپنے پہلے خط میں عرض کر چکا ہوں۔ میں نے غازی پور کے مسلمانوں کو اس پر آمادہ کر لیا ہے کہ ایک انجمن یہاں قائم ہو اور ایک جلسۂ عام ہو اور چندہ وصول کیا جائے۔ یہ بھی امید ہے کہ کئی ہزار مسلمان جمع ہو سکیں۔ کیونکہ مولوی امانت اللہ صاحب کے اس ضلع میں بہت مُرید ہیں اور مولانا نے امداد کا وعدہ کیا ہے۔

میں نے کل صاحب کلکٹر بہادر (مسٹر آر۔ ای ہیلن) سے بھی اس کا ذکر کیا تھا اور اپنا ارادہ شرکت کا ظاہر کیا۔ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ جیسے ضلع بلیا میں بلوہ عظیم ہوا ہے گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر سرکاری ملازمان کی شرکت ایسے جلسہ میں قرینِ مصلحت نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سیّد صاحب گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لیں اور امید قوی ہے کہ گورنمنٹ ضرور اجازت دے گی کیونکہ اغراض نہایت پسندیدہ ہیں۔

لہٰذا اس وقت تمام کارروائی بظاہر ملتوی کر کے آنجناب سے عرض ہے کہ اگر خلافِ مصلحت نہ ہو تو گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ گمان غالب یہ ہے کہ جو اسباب یہاں مانع ہیں اور اضلاع میں بھی ہوں اور اکثر مسلمان عہدہ دار ملازم سرکار ان میں بہ ظاہر شرکت اور سعی بلیغ نہ کر سکیں۔

اس کی بھی ہدایت ملنی چاہیے کہ جلسہ عام میں اہل ہنود افسرانِ ضلع کو بھی شامل کیا جائے یا نہیں اور چندہ صرف مسلمانوں سے لیا جائے یا ہر ایک قوم کے لوگوں سے۔ آنجناب کو معلوم ہوگا کہ اکثر اضلاع میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتفاقِ باہمی ہے۔

خاکسار رقیم بیگ چغتائی

(۲)

۱۵ر مارچ ۹۷ء

مخدوم و مکرم مطاع و معظم جناب مولانا آنریبل سرسیّد احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند دام اقبالہٗ

حضور عالی۔ دستخط مسلمان کے کاغذات مطبوعہ اور پنسل کے ہوئے ۶۵۰ عدد آج بذریعہ سواری گاڑی روانہ کی جاتی ہیں جس کی بلٹی ہمراہ عریضہ ہذا روانہ کی جاتی ہے۔ خاکسار نے آگرہ میں دستخط کرانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ حضور نے جو حکم دیا تھا کہ دستخط کرانے کے متعلق جو تمہاری رائے ہے اس کو لکھ کر بھیج دینا چنانچہ حسب الحکم ملاحظہ عالی کے لیے مرسل ہے۔

اگر مثل ان قواعد کی چھپوا کر اُن لوگوں کے پاس بھیج دی جائیں جو دستخط کراتے ہیں تو بہت بہتر معلوم ہوتا ہے۔ آیندہ جو رائے عالی ہو۔ فقط زیادہ حدِ ادب۔

عریضہ خاکسار

عاصی محمد قائد علی خاں صوفی مہتمم مطبع میفندعام آگرہ

(۳)

وصلی۔ ۱۶ مارچ ۱۸۹۷ء

جناب حضرت من دام مجدکم۔ تسلیم

روئداد جلسہ منعقدہ ۱۴ مارچ ۹۷ء (ارسال خدمت ہے) اس کے ملاحظہ سے جملہ کارروائی یہاں کی واضح رائے عالی ہوگی۔ تاریخ ۲۸ اس لیے قرار دی گئی ہے کہ بسبب ہونے جلسہ ندوہ کے کہ جو بمقام میرٹھ ہونے والا ہے اکثر صاحبان دہلی مارچ ۲۱ و ۲۲ تک واپس نہیں ہوں گے لہذا مناسب سمجھا گیا (کہ تاریخ میں تبدیلی کر دی جائے) تاریخ ۲۸ کو کہ جو اتوار کا دن ہوگا جلسہ دہلی کا قرار دیا جاوے اور گذارش ہے کہ جناب بھی ضرور تشریف لاویں اور نواب محسن الملک بہادر تو وعدہ فرما چکے ہیں اور غریب خانہ پر رونق افروز ہو کر اس نیازمند کی عزت افزائی فرماویں اور جہاں تک ممکن ہو علی گڈھ سے جس قدر صاحب تشریف لا سکیں لانا چاہیے خصوصاً نواب حاجی محمد اسمٰعیل خانصاحب و خان بہادر زین العابدین صاحب و صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کا تشریف لانا ضروری ہے۔ زیادہ نیاز جواب سے معزز فرمائیے۔

آپ کا نیازمند

محمد الٰہی بخش عفی عنہ

(۴)

۲۳ مارچ ۹۷ء۔ جالندھر

مائی ڈیر سید احمد

نوازش نامہ ۲۳ کا آج مجھ کو مل گیا۔ بہت اچھا (میں کمرہ) بنوالوں گا اور ایک ہزار تک کی لاگت کا بنواؤں گا طول اس کا ۱۳۔ انچ رکھوں گا۔ اُس کاریگر کو بھی ہمراہ دہلی لاؤں گا۔ تاکہ جو اور ہدایات آپ (کمرہ) کی تیاری کے واسطے دیں وہ خود سن لے۔ جو روپیہ کمرہ کی تیاری کے واسطے وہاں پہنچا ہوا پہونچے جس قدر ممکن ہو وہ بھیج دینا۔ میں انشاء اللہ اوّل تو ۲۶ کی رات کو ورنہ ۲۷ کی صبح کو دلی پہونچ جاؤں گا۔ لاہور میں ہر چند تاکید لکھی ہے مگر ابھی تک کاغذوں کے چھپوانے کی اور اس قسم کے سائز اور تقطیع کے کاغذوں کے ملنے کی اطلاع نہیں آئی۔ جتنے کاغذ آپ نے مجھ کو بھیجے تھے، وہ حسب ذیل اضلاع میں دستخطوں کے واسطے بھیجے گئے ہیں اور دستخط ہو رہے ہیں۔

جالندھر —— ۲۵ —— دو ورقہ

راولپنڈی —— ۲۱ —— "

ملتان —— ۱۳ —— "

مظفر گڈھ	۵	—	دو ورقہ
سیالکوٹ	۱۰	—	"
فیروز پور	۵	—	"
لدھیانہ	۱۰	—	"

اب میرے پاس کوئی کاغذ باقی نہیں۔ اگر جناب مزید کاغذ بالا بالا اور بھیج سکیں تو نہایت مناسب ہوگا۔ سندھ میں۔ خان بہادر قادر داد خاں صاحب سی آئی ای وزیر ریاست خیرپور سندھ ۲۵۔ خان بہادر شمس شاہ صاحب پریذیڈنٹ جوبلی کمیٹی بلوچستان بمقام کوئٹہ ۲۵۔ خان بہادر عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ برٹش ایجنسی چترال ۲۰۔ خان بہادر رحیم شاہ صاحب کاکا (خیل) ایجنسی سورت ملاکنڈ ۱۰۔ منشی فقر علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر انبالہ ۲۰۔ تو بہت مناسب ہوگا۔ دلی۔ کرنال۔ رہتک۔ گورگاؤں۔ حصار اضلاع میں امید ہے کہ میرے (احباب کو آپ نے) کاغذات واسطے دستخطوں کے بھیج دیے ہوں گے۔ زیادہ نیاز

آپ کا عقیدت مند

محمد عمر حیات

(۵)

حامداً و مصلیاً

بعالی جناب معلی الالقاب آنریبل سرسید احمد خاں صاحب کے۔ سی ایس آئی صدر انجمن و پریسیڈنٹ کمپنی تہنیت جشن شصت سالہ سلطنت قیصرہ ہند دام اجلالکم بعد تسلیم کے عرض پرداز ہے ایک ہفتہ ہوا کہ جناب آنریبل نواب سید امیر حسن خاں صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای سیکرٹری سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ نے برانچ محمڈن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری یعنی اس جانب کے پاس آپ کا افتخار نامہ معہ ہدایت نامہ اور کاغذات واسطے دستخط معززان اہل اسلام ہند کے بھیج دیا تھا۔ چنانچہ حقیر حسب ہدایت حضور کے معزز و عمائد اہل اسلام کا چن چن کر کے دستخط کرا کے خدمت شریف میں ارسال کرتا ہے اور بقیہ انشاء اللہ تعالیٰ عقب سے ترسیل خدمت عالی جناب کے کروں گا۔

آنریبل نواب صاحب موصوف ایسے ایسے کاموں کو اپنا خادم اور نیز قوم کا خادم ——— سمجھ کر میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اور میں اس کو نہایت اخلاص و کہنہ خاطر سے انجام دیا کرتا ہوں، امیدوار ہوں کہ عالی جناب معلی القاب بھی کار لائقہ سے سرفراز فرمایا کیجئے گا۔

داناپور کا برانچ محمڈن ایسوسی ایشن اور جگہ سے اس امر میں ممتاز ہے کہ یہاں کے اہل اسلام زیادہ تر اسلامی پولیٹکل و اخلاقی کاموں میں اپنے اصلی جوش کے ساتھ بکمال رعایت فرمانبرداری و اطاعت قیصرہ ہند دامت سلطنتہا کے سرگرم رہتے ہیں۔

والسلام و انجام۔ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۸۹۷ء

الملتمس

خادم قوم کریم بخش سیکرٹری برانچ محمڈن ایسوسی ایشن داناپور

(۶)

پرتاب گڈھ ۲۱ اپریل ۹۷ء

عالی مخدوم۔ بعد آداب عرض ہے کہ ڈائمنڈ جوبلی کے متعلق جو تحریرات منشی محمد عبدالغفار خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کے پاس آتی ہیں ان کو میں بھی دیکھتا ہوں۔ یہاں کے مسلمان ایڈریس پر دستخط کرنے کے واسطے تیار ہیں مگر دقت اس امر میں پیش آتی ہے کہ جناب کا ارشاد ہے کہ مجلد کتاب میں ایڈریس معہ دستخطوں کے بھیجا جائے۔ اور ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جس کاغذ پر دستخط ہونے چاہئیں وہ کس تقطیع کا ہے اور خانہ پُری اس کی کس طرح ہونی چاہیے۔ لہٰذا آپ برائے بندہ نوازی مطلع فرمایئے کہ کس تقطیع کا اور کس رنگ کا کاغذ استعمال کیا جائے اور کیا کیا امور اس میں درج کیے جائیں بعد آنے جواب کے کاغذات دستخط شدہ ارسالِ خدمت عالی کیے جا سکتے ہیں۔ زیادہ تسلیم

خاکسار شیخ کنایت اللہ پرتاب گڈھ اودھ

(۷)

کلکتہ ۲۴ رائڈ اسٹریٹ ۵ مارچ

مکرمی و معظمی

ہفتہ گذشتہ میں جواب عالی نامہ بھیج چکا ہوں۔ ہماری ایسوسی ایشن کی برانچوں میں لوکل کمیٹیاں قائم ہوئی ہیں۔ البتہ ہوگلی و بھاگلپور میں تو قائم ہو چکیں اور اضلاع میں بھی قائم ہوں گی۔ لیکن مسٹر ابوالفضل عبدالرحمٰن (کو مزید سعی) کرنے میں میں ان کو جگاتا رہتا ہوں۔ گمان غالب ہے کہ بنگالہ کی طرف سے میں خود جاؤں۔ ہمارے سید صاحب کی بھی بہت خواہش ہے کہ میں جاؤں۔

سرور جنگ کی معزولی کی مجھے تو دل سے خوشی ہوئی۔ انھوں نے بہت سے ہمارے دوستوں کو ضرر پہونچایا تھا ان کے اور وہ خاص مولوی خدا بخش خاں صاحب بھی اب بہت پریشان ہیں۔ شاید زیادہ روز تک وہاں نہیں رہیں۔

ہمارے دوست و سرپرست انریبل جسٹس اوکنلی صاحب (بہادر) کی ایک فرمائش مجھ پر ہوئی ہے اگر آپ کی عنایت سے وہ کتابیں مل جائیں تو میں آپ کا بہت بہت ممنون ہوں گا وہ اسباب بغاوت یا وجوہات تفاوت کا رسالہ جو انریبل سید صاحب نے یا اور کسی صاحب نے بعد بغاوت ۱۸۵۷ء تصنیف کی تھیں چاہتے ہیں اگر آپ کی عنایت سے مجھے مفت یا قیمتاً مل جائے تو جلد بھیج دیجیے اور کلیات شاہ نعمت اللہ ولی کی بھی فرمائش ہے یہ رسالہ بھی اگر مل جائے تو ضرور بھیج دیجیے۔ زیادہ والسلام

آپ کا نیازمند سید امیر حسین عفی عنہٗ

بروز جمعہ

(۸)

کلکتہ ۲۴ رائڈ اسٹریٹ
۸ رجون (غالباً ۱۸۹۷ء)

بحضور قبلہ وکعبہ من دم غلکم

بعد آداب عرض ہے سرفراز نامہ ورود ہوا۔ میرا ارادہ مصمم تھا کہ یہاں سے ۱۵ رجون کو روانہ ہوکر (علیگڑھ میں) حضور سے (ملاقات) کرکے شملہ جاؤں لیکن چند مقدمات ایسے سنگین میرے کچہری میں دائر ہوگئے کہ بغیر انفصال ان کے ممکن نہیں ہے کہ میں یہاں سے روانہ ہوسکوں۔ ۱۶ رجون تک مقدمات کی تاریخ ہے اور ۱۷ کو میں یکسر شملہ جاؤں گا اور انشاء اللہ وہاں سے معاودت کے وقت ضرور دو ایک روز علی گڈھ میں رہ کر حضور کی قدمبوسی حاصل کروں گا اور مقامات کالج کو دیکھونگا۔ میں شملہ سے حضور کو تار دوں گا غالباً ایک ہفتہ سے زیادہ شملہ میں نہ رہوں گا زیادہ حد ادب

عریضہ از کلکتہ سید امیر حسین

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرتابگڈھ ۴ رجون ۹۷ء

(حضور) عالی مخدوم مدظلہ۔ بعد آداب نیاز مندانہ عرض ہے کہ مدراس وغیرہ میں جو کمیٹیاں مسلمانوں کے دربارہ تہنیت سلطان روم کے ہوئی ہیں ان کا اثر ہندوستان کے حکام اور محکوم پر مختلف طریقوں سے جو ہوسکتا ہے۔ وہ آپ سے مخفی نہ ہوگا۔ اگر آپ کی صائب رائے اس امر کی اجازت دے کہ علاوہ اُس ایڈریس کے جو مسلمانوں کی طرف سے آپ کے اور گورنر جنرل کے ذریعے سے حضور میں جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے بھیجی جاوے گی ایک دوسرا ایڈریس مسلمانوں کی طرف سے بذریعہ سلطان روم حضور میں جناب قیصرہ ہند بالقابہ کے روانہ کیا جاوے جو مسلمان رعایائے ہند کے ساتھ جناب ملکہ معظمہ کو ہے تو لوگوں کو اس دوسرے ایڈریس کے بھیجنے کے واسطے آمادہ کیا جائے۔

اس دوسرے ایڈریس کے بھیجنے کے واسطے زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف سلطان روم اور شاہ ایران کو ایک تار دے دیا جاوے کہ مسلمانوں کو آج کل دو خوشیاں نصیب ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ ملکہ معظمہ کی ڈائمنڈ جوبلی ہے دوسرے یہ کہ سلطان المعظم کو بفضلہ تعالیٰ فتح حاصل ہوئی ہے لہذا مسلمانانِ ہندوستان چاہتے ہیں کہ اپنے حکام ہمدرد و بادشاہ ہم مذہب دونوں کے ذریعے سے اظہار اپنی احسان مندی کا حضور میں ملکہ معظمہ کے کریں لہذا حضور ہم لوگوں کی طرف سے مبارکباد ڈائمنڈ جوبلی کا اظہار خدمت میں جناب ملکہ معظمہ کے فرماویں اور اگر مناسب ہو تو ایسا ہی اظہار بذریعہ شاہ ایران کیا جائے

عریضہ خاکسار محمد عبدالسلام عفی عنہ ساکن کوچہ چیلیاں آگرہ

حال وارد پرتاب گڈھ (اودھ) ۴ رجون ۹۷ء

(۱۰)

جناب مخدومی و معظمی

۱۷ر فروری ۹۷ء کو ایک کمیٹی واسطے جشن حکومت شعت سالہ حضور قیصرۂ ہند بارہ بنکی میں منعقد ہوئی۔ راجہ صاحب بہادر جہانگیر آباد (راجہ تصدق رسول خاں صاحب بہادر) پریسیڈنٹ مقرر ہوئے اور سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر وائس پریسیڈنٹ اور خاکسار سیکرٹری۔ جس قدر کاغذات روانہ فرمانے ہوں جلد مرحمت فرمائیں تاکہ دستخط کرا دیے جائیں۔ یہاں سے قریب چار ہزار دستخط محرری اہلِ اسلام کے مل سکیں۔

کمتر عزیز الدین ڈپٹی کلکٹر بارہ بنکی
و آنریری سکرٹری مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ

(۱۱)

بلند شہر ۲۴ر فروری ۹۷ء

جناب سرسید صاحب قبلہ مدظلہم

آداب بصد نیاز۔ آپ کے ارشاد و ہدایت کے مطابق ایک جلسہ مسلمانان ضلع بلند شہر کا کل ۲۳ر فروری ۱۸۹۷ء کو تین بجے دن کے ٹاؤن ہال بلند شہر میں منعقد کیا گیا جس میں اس ضلع کے تمام سربرآوردہ مسلمان شریک تھے اور پانچ یورپین صاحبان (بھی شریک تھے) میجسٹریٹ ضلع اس جلسہ کے پریسیڈنٹ قرار پائے۔ میں نے جلسہ کو ایڈریس کیا اور اغراض و مقاصد جلسہ اور اُن تمام تجاویز سے جو جنرل کمیٹی نے قرار دی ہیں آگاہ کیا (وہاں) ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس کے پریسیڈنٹ آغا سید حسن شاہ صاحب آنریری میجسٹریٹ بلند شہر و خان بہادر مولوی عبدالحامد صاحب ڈپٹی کلکٹر، وائس پریسیڈنٹ اور آپ کا نیازمند سکریٹری اور مولوی غفور الحسن صاحب وکیل جائنٹ سیکریٹری مقرر کر دیئے گئے۔ تمام تجاویز جنرل کمیٹی سے اس کے (حوالے کر دی گئی ہیں) اور فہرست چندہ کھولی گئی ہے۔

مفصل روئداد کمیٹی عقب سے روانہ خدمت عالی کروں گا۔

آپ کا نیازمند
محمد مطیع اللہ ڈپٹی کلکٹر بلند شہر

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین

مہابلیشر　　عزیزہ من سلامت!

رات حکمت اللہ بخیریت یہاں پہنچ گئے۔ آج ہی تار پر میں نے بھائی مظہر اللہ کو اطلاع کردی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ صرف چار پانچ روز رہنا چاہتے ہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ فائدہ کیا بلکہ یہ خوف ہے کہ ابھی تو گرمی سے سردی میں آئے ابھی سردی سے پھر گرمی میں جاویں گے تو کچھ طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں کچھ ایسی سردی نہیں ہے جو یہاں سے جانے میں کچھ نقصان ہو اور میں صرف دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔

اور سب طرح بعنایتِ الٰہی خیریت ہے۔ محمد احمد کا وہ تار شادی کا حیدرآباد ہی کے پتہ سے آیا تھا۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے اس کو کھولا نہیں۔ میرا پتہ لفافے پر لکھ کر واپس کر دیا۔ تب تار والوں نے اسی دن وہ تار میرے پاس یہاں بھیج دیا اور اسی وقت میں نے حیدرآباد کو تار دیا۔ اس طرح تم کو ایک دن کے بعد اطلاع ہوئی ہوگی۔ ورنہ اسی دن اطلاع ہو جاتی۔

ہم نے یہاں مرغیاں پالی ہیں اور اب پانچ مرغیاں انڈے دیتی ہیں۔ بازار سے انڈے مول کو منگانے نہیں پڑتے۔ ہمارے نوکروں نے کہا کہ مرغیوں کو انڈوں پر بٹھلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں جب بہت سی مرغیاں ہو جاویں گی تو پھر ان سے بکریاں خریدیں گے۔ پھر بھینس مول لیں گے پھر اسی طرح ہاتھی۔ مگر چھ ہفتے میں یہ سب کام ہونے کا نہیں۔ لہٰذا اب تو انڈوں پر اکتفا کرو۔ یہ غنیمت ہے کہ انڈے ہی کھانے میں آویں۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین

(۲)

حیدرآباد دکن

۲۰ اکتوبر جمعہ۔　　عزیزہ من سلامت

کئی دن سے میں نے خط نہیں لکھا۔ جناب سید احمد خان بہادر یہاں ہیں تو جس قدر فرصت ملتی ہے ان کے پاس رہنا ہوتا ہے خط لکھنے تک کی فرصت نہیں۔ یہاں پیر کے دن عید ہوگی۔ محمد احمد کے خطوط آتے ہیں۔ وہ بخیریت ہیں۔ جناب والدہ صاحبہ نے مجھ کو لکھا ہے کہ محمد احمد اب کی مرتبہ تعطیل میں امروہہ آویں گے یا حیدرآباد میں اس کو تمہاری خوشی پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن میرا آنا دسمبر میں نہ ہو سکے گا۔ رہن چھٹانے کیلئے میں بھی کوشش تو بہت کروں گا اور جس قدر جلد ہو سکے گا رہن چھٹالی جاوے گی۔ میں اس وقت آنا چاہتا ہوں جب تم سب کو وہاں سے اپنے ساتھ لاسکوں۔ ننھی کو، عزیزہ کو، اشتیاق کو دعا اور ننھی کو دعائیں ایک معمولی اور ایک خوشامد

کی کہ کبھی کبھی خط لکھتی ہیں۔

نیاز محمد بخیریت ہے آج استاد مظہر علی اور ان کے بھتیجے یہاں سے امروہہ کو روانہ ہوئے۔ چار مہینہ کی رخصت لے کر۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین

حافظ جی چوتھا روز ہے جو یہاں پہنچ گئے۔ خالہ صاحبہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟

(۳)

عزیزہ من سلامت!

رات محمد احمد بخیریت تمام پہنچے۔ آرام سے سوئے۔ کل تمام دن بھی وہ اچھے رہے۔ آج بھی اچھے ہیں۔ ابھی چند روز تک ان کو مدرسہ جانے اور پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ آج وہ کہتے تھے کہ مجھ کو پہلے بھوک نہیں لگتی تھی مگر آج بھوک لگی اور خشکہ اور شوربا ان کو دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا دوا کچھ مت دو۔ دوائی کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف پیروں کی پنڈلیوں پر ڈاکٹر نے پھائے لگا دیئے ہیں۔

محمد احمد کہتے تھے کہ بواڈرتی تھیں کہ میرے اوپر الزام عائد ہوگا حالاں کہ میں نے بلانے میں کچھ جھگڑا نہیں کیا تھا۔ لیکن میں کیا ایسا دیوانہ تھا جو بے گناہوں پر الزام لگاتا۔ خیر خدا نے کیا کہ وہ اچھے ہو گئے۔ اب بتلاؤ کہ بقر عید میں بھی ان کو بلاؤ گی یا نہیں صبغت اللہ کی بیماری کا بہت افسوس ہے۔ امراؤ میاں اور بھائی زین الدین دھول پور میں ہیں۔ خط آتے ہیں۔ سب بہت اچھی طرح ہیں۔ دو ایک روز میں علی گڑھ آنے والے ہیں۔ جو جو چیزیں منگانی ہیں وہ سب عبداللہ کے ہاتھ پہنچیں گی۔ اور اس لیے عبداللہ کے آنے میں شاید ایک دو روز کام ہرج ہو جائے۔ میں نے سنا ہے امروہہ میں چوروں کی بہت کثرت ہے ذرا خوب ہوشیار رہنا چاہیے اور چھوٹی چھوٹی صندوقچیوں میں کوئی چیز مت رکھنا۔ والسلام۔

خاکسار

مشتاق حسین۔ علی گڈھ۔ ۶ ستمبر

از طرف محمد احمد سلیم۔

(۴)

حیدرآباد۔ ۱۷ شوال سہ شنبہ

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو عید کے دن کا لکھا ہوا خط آپ کی امی جان صاحبہ کا پہنچا جس میں انہوں نے رقم فرمایا تھا کہ اب ہم آنے کے لیے تیار ہیں۔ اس خط کے آنے سے یہاں ہمارے گھر میں ایک عید اور ہو گئی۔ فوراً سب انتظام کیا گیا۔ بھائی فیاض رسول روانگی کے لیے تیار ہوئے کیونکہ معلوم تھا کہ اگر ساتھ میں اور کسی کا آنا بھی نہ ہو تو بھی بھائی فیاض رسول اور حافظ جی ساتھ کے لیے کافی ہوں گے اور باقی ایک دو نوکر ساتھ ہو گا۔ خوشی خوشی بھائی مظہر اللہ صاحب کو تار دیا کہ اب فیاض رسول روانہ ہوتے ہیں۔ بوا کا خط آگیا ہے۔ اس تار میں میں نے لکھا کہ ننھی کو بھی آنے کی اجازت دی جائے۔ حکمت اللہ کے واسطے بھی لکھا۔ بھائی مظہر اللہ اور بھائی اخلاق رسول صاحب سے بھی توقع کی کہ وہ بھی ساتھ آویں۔ مگر جواب یہ آیا کہ عید کے بعد آنا ہو گا۔ یہ سنتے ہی ہم کو تو محرم ہو گیا

کل نعمی کا خط پھر آیا ہے۔ اس میں پھر لکھا ہے کہ چلنے کے لیے سب تیار ہیں۔ لہٰذا میں نے پھر کل تار دیا ہے۔ دیکھئے اس کا کیا جواب آتا ہے۔ اگر جناب والدہ صاحبہ حقیقت میں تیار ہیں تو مجھ کو تار کے ذریعہ سے اطلاع کر دو۔ خط کا جواب آنے میں تو بہت دیر ہوتی ہے۔ میں بہت جلد بھائی فیاض رسول صاحب کو یہاں سے روانہ کروں گا اور وہ بالکل تیار ہیں۔ راستہ کا تمام انتظام ان کو سمجھا دیا گیا ہے اور گاڑی جبلپور پوری ہوگی اور بار بار ہر جگہ بدل نہ جاوے گی تو اسباب کا علیحدہ بھیجنا بے سود ہوگا۔ بلکہ چوری کا بھی ڈر ہے۔ اور برسات میں خراب ہونے کا بھی۔ صرف اس قدر کرنا کافی ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی پٹلیاں اور صندوقچیاں بہت کثرت سے الگ الگ ساتھ نہ ہوں۔ اس میں چیز جاتی رہتی ہے۔ سب صندوقوں میں بند ہو اور صندوق جتنے بھی ہو جائیں سب گاڑی میں رکھ لیے جاویں گے۔ سارا اسباب حفاظت کے ساتھ ساتھ ہی ساتھ آجاوے گا۔ اور اب جب ارادہ کر لیا ہے تو پورا بھی ہونا چاہیے۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھ کو تمہارے سب کے یہاں نہ ہونے سے کس قدر سخت تکلیف ہے اور روز روز دیر ہونے سے کس قدر رنج ہوتا ہے۔ مجھ کو حقیقت میں اکثر وقت بیٹھے بیٹھے یہ خیال آتا ہے کہ وہ مجھ سے کون سی ایسی خطا ہوئی ہے جو سب لوگوں نے ایک ساتھ مجھ سے محبت کرنا ترک کر دیا ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

(۵)

عزیزہ من سلامت

اطمینان رکھو کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فیاض رسول بھی اچھی طرح ہیں۔ نیاز محمد و علی حسین سب اچھے ہیں۔ میں جو تمہارے بلانے کو لکھتا تھا کچھ اپنے ہی آرام کے لیے (نہیں) بلکہ تمہارے بھی بھلے کو لکھتا تھا۔

خدا معلوم وہاں کیسی گرمی ہوگی۔ یہاں تو برآمدہ میں ٹاٹ کے پردے لٹکا کر اور اپنا وہ سفید کمبل دُہرا کر کے رات کو سوتا ہوں۔ دن کو بانات کا اگرکھا پہنتا ہوتا ہے۔ یقین تو ہے کہ یہ سُن کر تمہارا بھی جی للچاتا ہوگا۔

آج جمعہ سے چوتھا روزہ ہے۔ تراویح ہمارے مکان ہی پر ہوتی ہیں۔ ایک حافظ صاحب پڑھتے ہیں مگر گھر سے علیحدہ رہ کر رمضان کا بھی کچھ لطف نہیں۔

آج تین سو روپے کے منی آرڈر میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کے نام روانہ کیے ہیں۔ امید ہے کہ وہاں بھی سب طرح خیریت ہوگی۔ محمد احمد کا ابھی علی گڑھ سے کوئی خط نہیں آیا۔ سب کو دعا و سلام۔ خاکسار

مشتاق حسین

(۶)

مہابلیشور ۱۰ رمضان ۱۳۰۸ھ

عزیزہ من سلامت

خدا کا شکر ہے کہ میں اب بہت اچھا ہوں اور خدا نے چاہا تو تھوڑے سے روزے بھی رکھوں گا۔ یہاں اگر سب سے

زیادہ فائدہ پیدل پھرنے سے ہوا۔ اب میں دو میل تک اچھی طرح پھر لیتا ہوں اور تھکتا بھی نہیں۔ مگر ابھی تک یہ حال ہے کہ اگر کوئی ثقیل چیز کھاؤں (تو) ہضم میں نقصان ہو جاتا ہے لیکن یہاں رہنے کا ابھی ڈیڑھ مہینہ ہے۔ اُمید ہے کہ اس میں اچھی طرح طبیعت سنبھل جاوے گی۔

اب کی دفعہ محمد احمد کا خط یقین ہے کہ وہاں پیر ہی کو پہنچا ہوگا۔ ولایت کی ڈاک بہت جلد آئی تھی۔ سب کو دعا و سلام۔

خاکسار مشتاق حسین

(۷)

نورِ چشمی مشتاق فاطمہ

کل میں صبح جو پیدل پھرنے کو گیا تو بعض سڑکوں کی ایک سی صورت ہونے کی وجہ سے گھر کا راستہ بھول گیا، اور ڈیڑھ گھنٹہ تک چلنا پڑا۔ چار میل سے بھی زیادہ چلا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اچھا رہا کچھ تھکا نہیں۔ ایک خدا کا شکر تھا کہ بادل تھے دھوپ کی کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔

تمہارا دوسرا خط مجھ کو پہنچ گیا ہے۔ مجھ کو اس بات سے بہت افسوس ہے کہ حیدرآباد میں گرمی بہت ہے۔

عزیز فاطمہ کو دعا۔ حنیف و جمیل احمد کو آداب و تسلیمات۔

زمانہ ہی اُلٹا ہے اس لیے میں نے بھی عزیز کو دعا لکھی اور دونوں بچوں کو آداب و تسلیمات۔

ہاں یہ تو بتلاؤ کہ اس برف کا کل سے کچھ کام بھی چلا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

(۸)

عزیزہ من سلامت!

بعد سلام شوق کے واضح ہو آپ کا خط پہنچا۔ اطمینان ہوا۔ ننھی کے بھی خطوط آئے اور خوشی ہوئی۔ میں تو جیا سے اول دن (سے) کہتا تھا کہ تم الگ مت ہو۔ اب بھی جیا کو کہو کہ وہ یہیں رہے یعنی کھانا یہیں کھایا کریں اور ان کا جی ہو تو جب چاہے ہوا دیں غضب کی بات ہوگی کہ میری تنخواہ تو بارہ سو روپیہ ہو اور جیا ہی کو تکلیف۔ ایسی ایسی بیس نالائق بہوؤں کو ہم جیا پر سے قربان کر کے پھینک دیں۔ جیا سے کہو کہ وہ کسی بات کا اپنے دل میں خیال نہ کریں۔ جیا کے غلاموں کو۔ جیا کی باندیوں کو سب کچھ ہوگا اور یہ نالائق بہو ہمیشہ خوار رہے گی۔ بہو نے یہ سوچا ہوگا کہ میاں حیدرآباد سے دُنیا بھر کی نعمتیں لاتے ہوں گے وہ اکیلی مجھ ہی کو ملیں گی۔ ان کی آنکھوں میں تیل کا ملیدہ۔

محمد احمد اس تعطیل میں علی گڑھ ہی میں رہیں گے۔ اُن کا امتحان جو تعطیل کے بعد قرار پایا تو اب اُن کو تمام تعطیل پڑھنا چاہیئے ورنہ امتحان خراب ہو گیا تو برس دن تک مصیبت ہوگی۔ تم بھی ان کو یہی صلاح دو کہ وہ تعطیل میں علی گڑھ رہیں۔ امتحان کے بعد پھر چھٹی ہوگی۔ اُس میں امرُوہہ آ سکیں گے اور یوں دو ایک روز کے لیے کبھی بیچ میں بھی امروہہ آ سکیں گے۔ اس کی کچھ ممانعت

نہیں ہے۔ والسلام

خاکسار: مشتاق حسین ۲۲ محرم

(۱۰)

حیدرآباد ۱۸ جمادی الاخریٰ

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو۔ آپ کا خط آج آیا۔ خوشی ہوئی کہ سہارن پور بھی آپ نے دیکھا اور وہاں کی بولیاں سنیں۔ زیادہ خوشی یہ ہے کہ چھٹپن سے امروہہ آئیں۔ یہ تو میں پہلے سے چاہتا تھا مجھ کو تمہارے جانے کا کچھ رنج نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دفعتاً جب میں نے سنا کہ تم بریلی کو گئیں اور وہاں سے سہارن پور کا ارادہ ہے تو مجھ کو بہت ہی فکر ہوئی کہ راستہ میں خدا خیریت سے رکھے اور یہ کچھ معلوم نہیں ہوا تھا کہ ساتھ کون ہے۔ خیر اب اپنے جی سے رنج دور کر دو۔ راستہ میں یقین ہے کہ محمد احمد کو دیکھا ہوگا، مگر ان کی خیریت تم نے اپنے خط میں نہیں لکھی۔ باقی خیریت ہے۔

بھائی تصدق حسین صاحب شاید شنبہ کو یہاں سے امروہہ جانے والے ہیں یعنی پرسوں۔ والسلام

خاکسار۔ مشتاق حسین

(۱۱)

عزیزہ من سلامت!

بعد سلام شوق کے واضح ہو کہ مجھ کو اس بات کی ضرورت پیش آئی ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ بھائی فیاض رسول کے پاس بھیجوں۔ میرے پاس اس وقت یہاں روپیہ نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی پانسو روپیہ قرضہ دے چکا ہوں اور سو روپیہ محمد احمد کے اخراجات کے لیے علی گڑھ کو بھیجے ہیں۔ بعدہٗ میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ ڈیڑھ سو روپیہ میرے حساب میں وہاں دے دیں۔ جناب والدہ صاحبہ سے اطلاع کر دینا کہ ذرا خرچ کرتے وقت اس کا لحاظ فرمائیں۔

امید ہے کہ دودھ پلائی کا بندوبست ضرور ہوگا کیونکہ جو اصل آرام کی اور ضرورت کی بات ہے وہ صرف یہی ہے اور باقی خیر و عافیت۔ والسلام

خاکسار۔ مشتاق حسین

دودھ پلائی کا ضرور بندوبست کرو اور اس کا خرچ تم معمولی خرچ سے الگ لے سکتی ہو۔ امید ہے کہ تم بھی ضرور اس میں کوشش کروگی۔ تاکہ جناب والدہ صاحبہ اس خرچ کو فضول نہ سمجھیں وہ بیشک روپیہ خرچ کرنے میں بہت سخی ہیں مگر ضروری اور غیر ضروری کاموں میں تمیز نہیں فرمایا کرتیں۔

مشتاق حسین

ہاں میں نے پہلے بھی تم سے پوچھا مگر تم اس کے جواب کو بھول گئیں۔ اب ضرور یاد کر کے اطلاع دو کہ مسجد والے حاجی صاحب کو ہمارے ہاں سے کچھ مہینہ کے طور سے جاتا ہے یا نہیں؟

مشتاق حسین

(۱۳)

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو۔ آپ کے خطوط برابر آتے ہیں اور اطمینان ہوتا ہے۔ خرچ کی نسبت نفی کا ایک خط آیا ہے۔ اس کا جواب دوسرے کاغذ پر ہے۔ وہ ان کو دے دو۔ میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ سوا سو روپیہ مہینہ کے حساب سے گھر میں خرچ دیا کریں۔ میں نے سوچا کہ یہ بھی کے دن کی بات ہے۔ کیونکہ جس قدر جلد مجھ سے ہو سکے گا۔ میں اب کی مرتبہ تم سب کو حیدرآباد بلاتا ہوں۔ دو ہفتہ کی رخصت لے کر آؤں گا۔ ریل کا ایسا بندوبست کروں گا کہ مرادآباد سے جو سوار ہو تو حیدرآباد ہی میں اترو۔ راستہ میں کہیں اترنا نہ پڑے گا اور گاڑی میں پیشاب پخانہ اور بیٹھنے بیٹھنے کا خوب آرام ہوگا۔

مجھ کو اطلاع دو کہ تم سب آنے کے لیے تیار ہو۔ اور آیا ممکن ہے کہ برسات ہی میں تمہارے لانے کا بندوبست کیا جاوے حکیم احمد سعید صاحب سے معلوم ہوا کہ دائیاں یہاں اچھی موجود ہیں۔ پس اب دو تین عورتوں کا بندوبست کرو۔ دو دو تین تین روپیہ مہینہ دیا کرو۔ بہت مل جاویں گی۔ اگر کوئی پینے پروسنے والی ملے۔ تو پانچ چھ روپیہ تک بھی مضائقہ نہیں ہے۔ امروہہ میں کوئی نہ ملے تو مرادآباد یا رام پور سے کسی کو بلاؤ۔ مگر ایسے آدمی کا ہونا ضرور ہے۔ والسلام خاکسار

۱۵ رجب ۲ جون۔ مشتاق حسین از حیدرآباد دکن

محمد احمد بھی یقین ہے کہ جلد ہی وہاں پہنچتے ہوں گے۔ بھائی فیاض رسول اور بھائی تصدق حسین صاحب بخیریت ہیں

(۱۴)

حیدرآباد ۲۶ اگست

جناب والدہ صاحبہ معظمہ و مکرمہ ام سلامت

تسلیم۔ مجھ کو درحقیقت بہت افسوس ہے کہ میرے کل کے خط کا آپ کو رنج ہوا ہوگا۔ افسوس اس لیے زیادہ ہے کہ میری تمام تر کوشش اور نجات اس میں ہے کہ میں آپ کو خوش رکھوں۔ بجائے اس کے ایسا موقع پیش آتا ہے کہ آپ کو میری تحریر سے رنج ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ التوا کے لیے اگر کوئی وجہ ہوتی تو بھی مضائقہ نہ تھا اور آپ نے صاف صاف تحریر فرمایا کہ ہمشیرہ عزیزہ کی شادی کا ابھی کوئی وقت مقرر نہیں۔ اور اس لیے اس کے انتظار میں رہنا نہیں ہو سکتا۔ میں نے خوش ہو کر سب قسم کی تیاری شروع کی تار اس لیے دیا تھا کہ احتیاطاً یہ جواب آجاوے تو بھائی فیاض رسول صاحب کو روانہ کیا جاوے۔ جواب آیا تو یہ آیا کہ عید بعد چلیں گے اور کل خط آیا تو اس میں کوئی وجہ تاخیر درج نہیں۔ جب کوئی سبب ایسا نہیں ہے جس کے لحاظ سے روانگی ملتوی ہو تو آیا مجھ کو رنج دینے کی وجہ ہے یا نہیں۔

آپ یاد فرمائیے کہ جس وقت سے میں گورکھپور کو روانہ ہوا اور آپ علی گڑھ سے امروہہ آئیں۔ اس کے بعد سے کبھی ایسا موقع ہوا ہے جو میں نے یہ سمجھا ہو کہ گھر کے لوگ پاس ہیں۔ اس عرصہ میں میرا امروہہ آنا اور چند روز رہنا بالکل ایک مسافرت کا اور پردیسی کا

سا آنا اور رہنا ہوا ہے۔ آپ کو غور کرنا تھا کہ آخر میں بھی آدمی ہوں میرا دل چاہتا ہوگا یا نہیں کہ سب گھر کے لوگ میرے پاس ہوں اور ہنسی خوشی سے رہیں۔ ایک آدمی جبکہ تمام دن محنت کر کے تھکتا ہے تو ضرور اس کی یہ خوشی ہوتی ہے کہ بال بچوں میں جی بہلاوے انسان کو بہت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں جبکہ اس کو مختلف قسم کے رنج ہوتے ہیں اس کی روح کو تکلیف ہوتی ہے مگر جب وہ اپنے بال بچوں میں آتا ہے تو جی بہل جاتا ہے میں بھی آخر انسان ہوں یا نہیں۔ مجھ کو بھی ایسے مواقع پیش آتے ہوں گے یا نہیں۔ پھر کبھی تمہارے دل پر اس کا اثر ہوا؟

پھر ایک اور بات بھی ہے کہ آدمی جب زیادہ راحت میں ہوتا ہے۔ تب ہی اس کو گھر یاد آیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے کنبہ سمیت اس راحت کا لطف حاصل کرے۔ کیا فائدہ ہے مجھ کو اس بارہ سو روپیہ تنخواہ اور ایک معزز عہدے سے اس دنیا میں جب کہ میرا حال یہ ہو کہ صبح سے شام تک محنت کی اور رات کو منہ سر لپیٹ کر پڑ رہا نہ کسی سے ہنسنے کا نہ بولنے کا۔ کیا آدمی روپیہ سے یہ باتیں حاصل کر سکتا ہے۔ بے شک تم ماں ہو اور جس قدر محبت تم کو ہے اس کا ہزارواں حصہ بھی کسی کو نہ ہوگی۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کبھی بھی تمہارے دل پر اس عرصہ میں یہ خیال آیا۔ موقع تو یہ تھا کہ ان باتوں کا خیال آپ کو خود ہوتا۔ آپ خود تقاضا فرماتیں کہ ہم جلد حیدرآباد آتے ہیں۔ جلد بلاؤ۔ جلد بلاؤ۔ وہ سب گیا۔ نوبت یہ پہنچی کہ میں منتیں کرتا ہوں۔ خوشامدیں کرتا ہوں۔ دعائیں مانگتا ہوں اور کسی کے دل پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ یہ تک خیال نہیں آتا کہ ایک شخص جو اس طرح پر اصرار کرتا ہے۔ یہ آدمی ہے یا پتھر ہے اس کے دل بھی ہے یا نہیں۔ اس سے کبھی کچھ رشتہ، کچھ تعلق بھی تھا یا نہ تھا۔ اب بتلاؤ کہ مجھ کو رنج ہونا چاہیے یا نہیں زیادہ حد ادب!

خاکسار، مشتاق حسین

(۱۴)

حیدرآباد۔ ۲۱ شوال۔ ۲۵ اگست

جناب والدہ صاحبہ معظمہ ام سلامت

تسلیم۔ اگرچہ افسوس اور تکلیف پہلے سے بھی ہے لیکن اب جس روز سے تار کا جواب آیا اور معلوم ہوا ہے کہ ارادہ پھر ملتوی ہوا ہے تو میرے دل پر اتنا سخت رنج گزرا ہے جسے میں بیان نہیں کر سکتا لوگ جو مجھ سے ملنے آتے ہیں کہ کیوں طبیعت کا کیا حال ہے اور مجھ کو ان سے کہنا پڑتا ہے کہ جی اچھا نہیں ہے۔ بخار ہے اور حقیقت میں سب کیفیت بخار کی سی ہے اور اگر دل پر یہی صدمہ رہا تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ کسی سخت بیماری میں میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ افسوس ہے کہ یہ سارا رنج اور ساری خرابی ساس بہو کے شامل رہنے سے ہے۔ آپ کا اپنا دل حقیقت میں اس وقت یہاں آنے کو نہیں چاہتا۔ مگر بہو کی مروت مجبور کرتی ہے کہ انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ اب وعدہ ہے کہ بقر عید بعد آویں گے۔ اس طرح آنے کو تو قیامت بھی بقر عید بعد ہی آوے گی۔ مجھ کو تو اب ایسے آنے کی بھی کچھ خوشی نہیں رہی۔ اب میں بھی اس جنون کو اپنے دماغ سے کم کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے بیماری کے قریب قریب پہنچا دیا۔ جب ایک دفعہ دل ٹوٹ گیا تو پھر اس کا سمجھا لینا اور ایک خیال سے ہٹا لینا کچھ مشکل نہیں ہے شاید چند روز میں میری طبیعت کا یہ حال ہو سکے گا جبکہ مجھ کو ان باتوں کا خیال تک بھی نہ آوے۔ ان چار پانچ دن ہی میں بہت طبیعت کا رنگ بدل گیا ہے۔ زیادہ حد ادب

خاکسار، مشتاق حسین

(۱۵)

حیدرآباد۔ ۱۵ ذی الحجہ

جناب والدہ صاحبہ معظمہ ام سلامت۔ تسلیم۔

نوازش نامہ پہنچا۔ معروض فرمایا۔ یہ اچھا ہوگا کہ بھاری بھاری اسباب پہلے سے روانہ کردیا جاویگا۔ نوکروں کی تنخواہ کی نسبت میں بھائی مظفر اللہ صاحب اور بھائی فیاض رسول کو لکھ چکا ہوں۔ اگر نہیں مل سکتے تو مجبوری ہے۔ جانے دو۔ میرا مطلب صرف یہ تھا کہ وطن کے جس قدر آدمی پاس ہوں بہتر ہے۔ البتہ اس کی سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے کہ اصیلیں وغیرہ اس قدر ساتھ ہوں جو گھر میں یہاں کی عورتوں کی ضرورت نہ پڑے۔ بڑی ہی چور اور بدمعاش ہوتی ہیں۔

جیا کو ساتھ لانا بھی مناسب ہے وہ دیوانی ہے اگر وہاں رہنے کا قصد کرے۔ دیکھو ہمارے سب کے ہوتے ہوئے اس کے اوپر وہاں کیا کیا آفت گزر گئی ہے۔ یہاں سے اس کو سوچنا چاہیے کہ اکیلے پن کی حالت میں کیا ہوگا۔ بیٹے کی مفارقت کا اگر خیال ہو تو غور کرنا چاہیے کہ آخر محمد احمد بھی تو اس تھوڑی سی عمر میں سب سے علیحدہ ہیں اور علیحدگی گوارا کرنی پڑتی ہے۔

آج تک کسی خط میں کسی نے یہ یقین سے نہ لکھا کہ کس کس کا آنا قرار پایا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین ۱۵ ذی الحجہ

(۱۶)

نور چشمی مشتاق فاطمہ

تمہارا خط پہنچا۔ خوشی ہوئی۔ ہمیشہ اسی طرح اپنی اور سب کی عافیت سے اطلاع دیتی رہا کرو۔

دلاور خاں گلبرگہ پہنچ گئے۔ میرا بھی ارادہ کسی دن اُن سے ملنے کے لیے گلبرگہ جانے کا ہے۔ والدعا۔

خاکسار۔ مشتاق حسین

اپنی بوا سے کہہ دینا کہ اُن کا خط نہیں پہنچا۔

مشتاق حسین

(۱۷)

عزیزہ من سلامت!

الحمدللہ کہ یہاں سب طرح پر خیریت ہے۔ اطمینان رکھو ہم سب اچھے ہیں۔ بھائی فیاض رسول اور بھائی تصدق حسین صاحب کو میں نے اپنے ہی پاس بلا لیا ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب بارش شروع ہونے پر یہاں سے روانہ ہوں گے۔

میں جس روز سے یہاں پہنچا تھا اُسی روز یہاں دھانوں کی کھیتیاں کاٹی جارہی تھیں یعنی جیٹھ کے مہینے میں دھان کٹ رہے تھے اور آموں کی خوب بہار تھی۔ دیکھو ایک ایسا بھی ملک ہے اور اب تم خود ہی اس کو دیکھ لوگی۔ والسلام

خاکسار، مشتاق حسین۔ ۱۲ رجب

سب کو دعا و سلام

تمہارے خطوط ہر روز پہنچتے ہیں۔ یقین ہے کہ محمد احمد بھی عنقریب امروہہ آنے والے ہوں گے۔

(۱۸)

عزیزہ من سلامت!

الحمد للہ کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ اپنی امی جان سے عرض کرو کہ میں نے خرچ بھیج دیا ہے وہ اس میں سے پچاس روپیہ زیادہ لے لیں اور جب ضرورت ہو لے لیا کریں۔ کچھ مجھ سے پوچھنے کی حاجت نہیں ہے جو کچھ درکار ہوگا ضرورت ہی کے لیے درکار ہوگا۔ والسلام

فیاض رسول بخیریت ہیں اور نیاز محمد۔ علی حسین سب اچھے ہیں

خاکسار
مشتاق حسین از حیدرآباد

(۱۹)

حیدرآباد۔ ۱۸ رجب۔

عزیزہ من سلامت۔

بھائی انتظام علی خاں صاحب کا تو سخت صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب تک چار پانچ دن خبر کو سنے ہو چکے اور گو کہ خبروں نے بہت دنوں سے مایوس کر دیا تھا، مگر آج تک حواس درست نہیں ہیں۔ افسوس اور ہزار افسوس تم اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ والسلام

خاکسار
مشتاق حسین

(۲۰)

حیدرآباد۔ ۲۴ رجب۔ یکم جون

عزیزہ من سلامت۔

الحمد للہ کہ یہاں سب خیریت ہے۔ تمہارا خط عرصہ سے نہیں آیا۔ والسلام۔ خاکسار
مشتاق حسین

یہاں اب شب کو اس قدر سردی پڑتی ہے کہ باہر میدان میں شکل سے سویا جاتا ہے۔ آج صبح بانات کے انگرکھے کی حاجت تھی۔

مشتاق حسین

(۲۱)

عزیزہ من سلامت۔

تمہارا خط آیا۔ جی خوش ہوا۔ ننھی کے بچے کو دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اب بتلاؤ کہ تم سب کب تک وہاں سے حیدرآباد

آسکتی ہو تاکہ میں غور کروں کہ مجھ کو فرصت اور رخصت مل سکے گی یا نہیں۔ نیاز محمدؐ کو بہتر ہے جو محمد احمد کے پاس متعین کیا جاوے مجھ کو کچھ عذر نہیں ہے۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین ۴ر جنوری۔ حیدرآباد

(۲۲)

عزیزۂ من سلامت۔

میں جمعرات کے دن بخیریت تمام یہاں پہنچا۔ مولوی مہدی علی صاحب کے ہاں ٹھہرا ہوں، اور ایک بہت خوبصورت کوٹھی کا بندوبست رہنے کے واسطے کر رہا ہوں۔ جس کو دیکھ کر تم بھی خوش ہو جاؤ گی۔ میرا تقرر آج پھر اسی پہلے عہدے پر جو نواب بشیر الدولہ بہادر کے محکمے کا عہدہ ہے ہو گیا اور میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ خدا کا بڑا شکر ہے۔ محمد احمد کے خطوط میرے پاس آتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں تمہارے پاس وہ خط بھیجتے ہوں گے۔ اب سے تین ہفتہ بعد وہ امروہہ آویں گے۔ میں نے علی گڑھ کو لکھ بھیجا ہے۔ خرچ میں عنقریب روانہ کروں گا، اور اس کے بعد پھر برابر خرچ لگاتار لگا رہے گا۔ سب کو دعا و سلام پہنچے۔ نیاز محمد بخیریت ہے۔ والسلام۔

بھائی تصدق حسین، فیاض رسول، حکیم احمد سعید سب بخیریت ہیں۔ خاکسار

حیدرآباد دکن۔ ۷ر مئی مشتاق حسین

(۲۳)

مہابلیشر۔ ۹ر رمضان

نور چشمی مشتاق فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

کل شام تمہارا خط پہنچا، جس کا مجھ کو ہر روز انتظار رہتا تھا۔ یہ کہنا تو مناسب نہیں کہ خوشی ہوئی اگرچہ ہوئی تو۔ مگر کہنا یوں چاہیے کہ اطمینان ہوا۔ مجھ کو پہلے ہی یہ اطمینان تھا کہ تم خدا کے فضل و کرم سے بہت صابر و شاکر بیٹی ہو۔ تاہم خط جب تک نہیں آیا، تب تک ایک قسم کی فکر رہی۔ مگر اب کامل اطمینان ہو گیا اور خدا سے صرف یہ دعا ہے کہ اس کا بہت اچھا بدلہ تم کو ملے۔ میں تو تم سب کو یہاں مہابلیشر میں بلوا لیتا۔ مکان کافی ہے۔ مگر تمہاری رستے کی تکلیف کے لحاظ سے ایسا ارادہ نہیں کر سکا۔ میں بخیریت ہوں۔ سب کو دعا و سلام۔ خاکسار۔ مشتاق حسین

(۲۴)

مہابلیشر

نور چشمی عزیز فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

دعاؤں کے بعد واضح ہو تمہارا خط آیا۔ مبارک فاطمہ نہ سہی زبیدہ خاتون سہی۔ یہ بھی اچھا نام ہے۔ مگر ابھی کیا ہے۔ ابھی خوب غور کر لو۔ یہ بچی جینے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ فرصت سے نام تجویز ہو سکے گا۔ والدعا۔

باقی سب خیریت ہے۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۲۵)

بچھراؤں۔ ۱۱ مئی ۱۹۱۵ء

برخورداری سلمہا اللہ تعالےٰ

نیاز محمد کا خط آج پہونچا۔ جس سے تمہاری خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ میرا خط اور تمہارا جوتا صابری یقین ہے کہ آج تم کو ملا ہوگا۔

ایک خاص بات ہے جس ضرورت سے یہ خط مجھ کو اپنے قلم سے لکھنا پڑا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ مسودہ وقف میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ مشتاق حسین کے بعد فلاں شخص متولی مقرر ہوگا اگر اس وقت تک مشتاق احمد نابالغ ہوں۔

اس کے متعلق میں نے اب تک برابر سوچا ہے اور اپنی رائے کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ اور اب میں اس کے متعلق اظہار رائے کرتا ہوں۔ بیٹے نزدیک عزیز القدر محمد صبغت اللہ اس کام کے لیے بہت موزوں اور موجودہ اشخاص میں سب سے بہتر ہیں مگر اس مسئلے کو تمہارے مشورے سے طے کرنا چاہتا ہوں۔ تم اپنی رائے سے بواپسی ڈاک اطلاع دو۔ والسلام۔ خاکسار

مشتاق حسین

(۲۶)

عزیزہ من سلامت۔

سید احمد خاں بہادر حیدرآباد آتے ہیں۔ ایک مہینے تک یہاں رہیں گے۔ میں ان کے لینے کے واسطے بمبئی کو آیا ہوں۔ کل صبح حیدرآباد سے چلا تھا۔ آج گیارہ بجے یہاں پہنچا۔ سید صاحب کل علی گڑھ سے یہاں آویں گے۔ یہاں سے ہم سب ساتھ ساتھ حیدرآباد کو جاویں گے۔ مولوی سید مہدی علی اور میں دونوں حیدرآباد سے آئے ہیں۔ باقی سب خیریت ہے۔ تم اپنے خطوط حیدرآبادی کو بھیجے جاؤ

بمبئی۔ ۲۲ ستمبر جمعہ خاکسار۔ مشتاق حسین

(۲۷)

عزیزہ من سلامت۔

محمد احمد نے آج تار پر مجھ کو لکھا ہے کہ میں امتحان میں پاس ہو گیا۔ یعنی پورا اترا۔ بہت خوشی ہوئی۔ ان سے وعدہ تھا کہ جب وہ امتحان میں پورے اتریں تو ان کی سواری کے لیے گھوڑا دیا جاوے گا۔ اب اس وعدے کو پورا کرنا ہوگا۔ تم کو بھی اس خبر سے ویسی خوشی ہوئی ہوگی جیسی اسے اس وقت ہوئی ہوگی۔ جب محمد احمد علی گڑھ سے آکر تم سے ملے ہوں گے۔ اور اگر حقیقت میں اس سے کچھ خوشی ہوئی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے۔ اس خوشی میں کچھ خرچ کر دو تو ہم بھی جانیں۔ مدرسہ علی گڑھ میں بہت سے غریب طالب علم ہیں ان کے واسطے کچھ نقد روپیہ نیاز محمد کے ہاتھ بھیج دینا مناسب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ماں اور دادی ایسے کاموں میں کس قدر نام کرنے کو پسند کرتی ہیں۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

اپنی مامی جان کو اطلاع دو آج میں نے پانچ سو روپیہ کے منی آرڈر بھیج دیئے ہیں لیکن خرچ سمجھ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ فضول باتیں تو بے فائدہ ہیں۔ البتہ جو دینا ہے وہ دیا جاوے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ایک دودھ پلانی بچے کے واسطے رکھی جاوے اور اس کا خرچ اپنے ذمہ لو۔ اس میں ہرگز کوتاہی مت کرنا۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین ۲۸ صفر

(۲۸)

عزیزۂ من سلامت

میں یہاں سے خدا نے چاہا تو منگل کے دن شام کو سوار ہوں گا اور بدھ کے روز صبح ہی صبح امروہہ پہنچوں گا۔ آج میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کو خط لکھا ہے اور پالکی مراد آباد کو منگائی ہے تاکہ رات میں آرام سے سفر کر سکوں۔ والسلام

محمد احمد وغیرہ بخیریت ہیں۔

خاکسار۔ مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۲۲ اپریل

(۲۹)

عزیزۂ من سلامت

آج حیدرآباد سے تار برقی آیا ہے کہ وہاں میری بحالی کا حکم ہو گیا۔ امید ہے کہ چار پانچ روز میں یہ حکم میرے پاس پہنچے گا۔ اب حیدرآباد کا جانا یقینی ہو گیا اور میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم کو بھی اب حیدرآباد چلنا ہوگا۔ اس کا ابھی کسی سے زیادہ ذکر مت کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی زیادہ مشہور نہ ہو۔ ایک ہفتہ بعد میں بھی امروہہ آؤں گا۔ اور صرف ایک دن یا دو دن رہنا ہوگا۔ والسلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۱۹ اپریل

محمد احمد۔ احمد الدین۔ صبغت اللہ۔ عبدالقدیر سب بخیریت ہیں۔

(۳۰)

عزیزۂ من سلامت

ننھی کی طبیعت شاید اچھی نہیں۔ جو اُن کا خط کئی دن سے نہیں آیا۔ تم بھی کسی وقت اپنی جان پر مصیبت بھر کر کوئی چھوٹا سا خط لکھ دو۔ میں آج شب میں یہاں سے واپس روانہ ہوتا ہوں۔ اب تک تو ہر روز حیدرآباد سے دور ہوتا جاتا ہوں۔ اور اب ہر روز نزدیک ہوتا جاؤں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اب سے ایک مہینہ میں میں حیدرآباد ہی پہنچ جاؤں گا۔ والسلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین

اس وقت تم سے خط نہ لکھنے کی شکایت کروں گا۔

(۳۱)

حیدرآباد ۲۰ رمضان۔ جناب والدہ صاحبہ مخدومہ معظمہ ام سلامت

تسلیم! آخر کار معلوم ہو گیا کہ آپ کا ارادہ آنے کا نہیں ہے۔ بوا کا صرف حیلہ معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے جیسی آپ کی مرضی

مجھ کو بھی اس میں عذر نہیں۔ اور اگر عذر ہو بھی تو چارہ ہی کیا ہے۔ اس عرصہ میں حیدرآباد میں رہنے کی مدت بھی ختم ہو جائے گی اور اپنی جگہ تعلق داری گلبرگہ پر جانا ہوگا۔ پھر وہ جاڑے کا زمانہ میرے دورہ کا ہوگا۔ پانچ چھ مہینہ میں دورہ ختم ہوگا اور اس وقت گرمی زیادہ ہوگی۔ سفر ممکن نہ ہوگا۔ اس کے بعد برسات کا موسم شروع ہوگا۔ غرض ابھی ایک برس کے لیے تو فراغت ہے۔ پھر اس عرصہ میں دیکھیے کون مرے اور کون جیتے زندگی باقی رہے گی تو اب اگلے سال دیکھا جاوے گا۔ زیادہ حد ادب

اس وقت تو یہ جھگڑا جس سے آپ کو بہت تکلیف تھی آپ کے حسب منشا ختم ہو گیا۔ خدا مبارک کرے۔

خاکسار مشتاق حسین

(۲۲)

عزیزۂ من سلامت۔

میں بخیریت ہوں۔ فیاض رسول صاحب اب وہاں پہنچنے والے ہیں۔ یہ تو اطلاع دو کہ ہمشیرہ صاحبہ مسیحاً اور حافظ صاحب کے گھر میں سے بھی آدیں گی اور کون کون آوے گا۔ آج تک مجھ کو یہ نہ معلوم ہوا۔

صوفی خدا بخش نے مجھ کو خط لکھا ہے ان کو ایک روپیہ میری طرف سے دے دیجیے۔ اور اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دو۔

والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۲۳)

عزیزۂ من سلامت۔

اطمینان رکھو کہ میں خیریت سے ہوں اور بھائی فیاض رسول و بھائی تصدق حسین اور نیاز محمد۔ علی حسین سب اچھی طرح ہیں میں کل شام ارال میں آیا ہوں۔ یہ ایک بستی حیدرآباد سے دس کوس (کے) فاصلے پر ہے۔ یہاں مولوی مہدی علی صاحب تبدیل آب و ہوا کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ میں بھی ان سے ملنے آیا ہوں۔ آج جمعہ کا دن کچہریوں میں تعطیل ہے۔ کل پھر حیدرآباد جاؤنگا۔ تمہارا وہ خط بھی پہنچا جس میں تم نے لکھا ہے کہ حیدرآباد سے خطوط آنے لگے اور اطمینان ہو گیا کہ امروہہ کے خطوط بھی حیدرآباد پہنچتے ہیں۔ والسلام۔ محمد احمد کے خطوط بھی آتے ہیں۔ والسلام

ننھی کو۔ عزیز کو۔ اشتیاق فاطمہ کو دعا۔ بوا کو اور سب کو سلام۔ خاکسار

از ارال بمتصل حیدرآباد دکن ۲۶ مئی مشتاق حسین

(۲۴)

عزیزۂ من سلامت

تمہارے خطوط برابر پہنچتے ہیں اور ان سے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اطمینان کے ساتھ اپنے خطوط بھیجے جاؤ۔

خرچ کی طرف سے شاید تکلیف ہوگی۔ دو روز سے روپیہ ڈاک خانے کو بھیجا جاتا ہے۔ منی آرڈر نہیں ہوتا۔ آج بھی نیاز محمد پھر آئے کہ کوئی تعطیل ہے۔ کل انشاء اللہ تعالیٰ چار سو روپیہ کا منی آرڈر بھائی مظہر اللہ صاحب کے نام پہنچے گا۔ والسلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین۔ حیدرآباد دکن ۲۴ مئی۔ چارشنبہ

محمد احمد بھی ہر روز خط بھیجتے ہیں۔ اُن کا بھی میں شکر گزار ہوں۔ ماں بیٹوں نے دونوں نے میرے ساتھ بڑی مہربانی کی ہے۔

(۳۵)

۲ مئی چارشنبہ عزیزۂ من سلامت

آج میں گلبرگہ میں ہوں صبح یہاں آیا ہوں۔ دن بھر رہوں گا۔ رات کو بھی رہوں گا۔ کل صبح سوار ہو کر شام کو انشاء اللہ حیدرآباد پہنچوں گا۔ نیاز محمد۔ علی حسین سب بخیریت ہیں۔ گلبرگہ حیدرآباد کی عملداری میں ہے۔ یہاں بہت سے دوست ہیں۔ اس لیے یہاں رہ جانا ہوا۔ کل میں حیدرآباد سے تار پر پہنچنے کی اطلاع دوں گا۔ والسلام

خاکسار

مُشتاق حسین

(۳۶)

حیدرآباد۔ ۲۵ شعبان۔ یکم جولائی

عزیزۂ من سلامت

یہاں بعنایتِ الٰہی سب طرح خیریت ہے۔ اطمینان رکھو۔ یقین ہے کہ محمد احمد علی گڑھ کو روانہ ہوئے ہوں گے۔ کہو یہاں آنے کی نسبت کیا ارادہ ہے۔ حکیم احمد سعید صاحب نے لکھا تھا کہ کنوار میں آنے کا ارادہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ساون میں یہاں آنا چاہیئے تاکہ بھادوں کی گرمی سے بچو۔ اور یہاں کا عمدہ موسم دیکھو۔ اگرچہ آج کل بھی نہایت عمدہ موسم ہے۔ آخر معلوم نہیں کہ دیر سے فائدہ کیا ہوگا۔ بھائی تصدق حسین صاحب کی شادی سے تو شاید قبل از رمضان فراغت ہوئی ہوگی۔ کوئی خط نہیں آیا۔ والسلام۔

خاکسار: مشتاق حسین

(۳۷)

عزیزۂ من سلامت۔

میں بخیریت ہوں اور بہت خیریت سے ہوں۔ محمد احمد کے خطوط بھی آتے ہیں۔ یقین ہے کہ تمہارے پاس بھی جاتے ہونگے اپنی خیریت کے خطوط بھیجتی رہو۔ میں جس روز سے امروہہ سے روانہ ہوا ہوں۔ کوئی خط مجھ کو نہیں ملا۔ ابھی میں ملیحدہ مکان میں نہیں گیا بھائی تصدق حسین صاحب و فیاض رسول و نیاز محمد بخیریت ہیں۔ سب کو دعا و سلام۔ امروز فردا میں کچھ خرچ میں زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ والسلام۔

خاکسار: مُشتاق حسین

حیدرآباد دکن ۱۵ مئی۔

(۳۸)

مہابلیشور۔ ۲۶ رمضان

عزیزۂ من سلامت

خدا کے فضل سے یہاں سب طرح خیریت ہے۔ اب رمضان تو ختم ہونے آیا۔ مگر اس کے بعد کا بھی جو مہینہ آتا ہے، وہ

بھی سب ایک ایک دن گن کر کٹے گا۔ برسات شروع ہوتے ہی خدا نے چاہا تو میں حیدرآباد آؤں گا۔ سنجلے بعد عید چلیں گے۔ ننھی۔ عزیز۔ اشتیاق جمال۔ آپا سب کو دعا سلام پہنچے۔ بھائی زین الدین کے مکان کا کیا ہوا۔ اور وہ بھائی مظہر اللہ کے پاس بھی اسی قسم کا پیام ان کے مالک مکان سے آیا ہے کہ کرایہ بڑھائیے۔ یہ دوسرا رقعہ باہر مولوی نور الحسن صاحب کے پاس بھیج دیجئے گا

والسلام خاکسار: مشتاق حسین

(۳۹)

عزیزۂ من سلامت۔

بعد سلام مسنون کے واضح ہو یہاں بعنایتِ الٰہی سب طرح خیریت ہے۔ اطمینان رکھو۔ محمد احمد کو دعا۔ ننھی۔ عزیز۔ اشتیاق کو مظہر کو ان کی چھوٹی بہن نور کو سلام۔ نیاز محمد اچھی طرح ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین حیدرآباد دکن ۱۴ شعبان

آج شب برات ہے تم یہاں ہوتیں تو ہم کو بھی حلوے کھانے کو مل جاتے۔

(۴۰)

عزیزۂ من سلامت

کل ننھی کا خط آیا۔ اور آج آپ کا خط آیا۔ محمد احمد کے حالات معلوم ہونے سے خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ اب دن بدن ان میں سمجھ زیادہ آتی جاوے گی۔ اور تین برس کے بعد وہ اس قابل ہو جاویں گے کہ ولایت کو جا سکیں۔ یہاں سب طرح خیریت ہے نیاز محمد۔ فیاض رسول۔ علی حسین سب اچھے ہیں۔ بھائی تصدق حسین معلوم نہیں وہاں پہنچے یا نہیں۔ آج دسواں روزہ ہے کچھ معلوم نہیں ہوا کہ رمضان ہے یا معمولی دن ہیں۔ اس قدر موسم عمدہ ہے کہ واہ جی واہ۔ سب کو سلام اور دعا۔ ننھی مشتاق فاطمہ کو بہت بہت دعا عزیز مشتاق مظہر وغیرہ سب کو دعا۔ جناب والدہ صاحبہ کو تسلیمات۔ خاکسار

مشتاق حسین ۱۰ رمضان

(۴۱)

عزیزۂ من سلامت

تمہارے خطوط برابر پہنچتے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ یہاں بھی سب طرح خیریت ہے۔ بھائی فیاض رسول صاحب اور بھائی تصدق حسین صاحب اور نیاز محمد بخیریت ہیں۔ خرچ ابھی تک میں نہیں بھیج سکا۔ کل چار سو روپیہ روانہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ والسلام۔ خاکسار: مشتاق حسین حیدرآباد دکن ۳ رجب

(۴۲)

عزیزۂ من سلامت

تمہارا خط پہنچا۔ میں خرچ کے لیے اس سے پہلے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھ چکا ہوں۔ یقین ہے کہ انہوں نے خرچ

دے دیا ہوگا۔ ایک ہزار روپیہ جو میں نے یہاں سے بھیجے تھے۔ چونکہ وہ رقم اکھٹی تھی لہٰذا ڈھائی میں دے دی گئی ہوگی۔ اگر یہ ارادہ نہ کیا جاتا تو خرچ کی کچھ تکلیف نہ ہوتی۔ محمد احمد اور امراؤ میاں اور سب لڑکے بخیریت ہیں۔ کلو آج صبح پہنچا اور مٹھائی بھی پہنچی۔ بوا کو سلام۔ ننھی، عزیز، اشتیاق کو دعا۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۸ اپریل

(۴۳)

امروہہ۔ متصل مراد آباد

مکان مشتاق حسین عزیزۂ من سلامت۔

الحمدللہ کہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کے دو خط کل بہت دنوں کے بعد آئے۔ میں اور سب اچھے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ محمد احمد کو دعا۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین

محمد احمد سے کہنا کہ نواب بشیر الدولہ بہادر مدراس میں تھے وہاں سے آگئے ہیں۔ اوّل سرکار نے تم کو پوچھا کہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ پس ایک عرضی انگریزی میں لکھ کر سیدھی سرکار میں بھیجو۔ عمدہ کاغذ اور عمدہ لفافہ ہو۔ ۵ شعبان

(۴۴)

عزیزۂ من سلامت

کل میں نے ایک خط الہ آباد سے بھیجا ہے آج پھر اپنی خیریت سے اطلاع دیتا ہوں۔ نیاز محمد اور علی حسین میرے ساتھ ہیں اور خیریت سے ہیں۔ کل الہ آباد تک گرمی کا موسم معلوم ہوتا تھا۔ لیکن آج جبل پور کے بعد سے موسم ٹھنڈا ہے۔ بادل آرہے ہیں۔ برسات کی سی کیفیت ہے۔ خوب خوشی سے سفر ہو رہا ہے۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین از بھاگل پور

(۴۵)

عزیزۂ من سلامت

بعد سلام مسنون کے واضح ہو آپ کے خطوط پہنچے۔ اطمینان ہوا۔ یہاں نواب صاحب کے رنج کے علاوہ اور سب طرح خیریت ہے۔ میں بہت اچھا ہوں۔ اُدھر بوا نے یہ کہتے کہتے کہ آتی ہیں آتی ہیں ایکا ایکی یہ حکم لگا دیا کہ ابھی بہت دنوں تک آنا نہ ہوگا دوسری طرف یہ حال ہے کہ میرا آنا اب سے برس دن تک بھی مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ والسلام۔ خاکسار

مشتاق حسین ۱۶ ربیع الثانی

(۴۶)

عزیزۂ من سلامت۔

خدا کا شکر ہے کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب اور فیاض رسول صاحب اور نیاز محمد و حکیم جی

وہ بہت اچھی طرح سے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ رات محمد احمد کا خط بھی آیا تھا۔ وہ بھی اچھی طرح ہیں۔ یہاں اس وقت اس سے آدھی گرمی بھی نہیں ہے جتنی کہ امروہہ میں میرے چلتے وقت تھی۔ آپکا ایک خط پرسوں پہنچا ہے اور نہایت خوشی ہوئی ہے جو مبارکباد آپ نے مجھ کو دی وہی میں آپ کو دیتا ہوں۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین حیدرآباد ۱۲ رمئی

(۴۷)

عزیزۂ من سلامت

یہاں بہ ہمہ وجوہ سب خیریت ہے۔ معلوم نہیں کہ بھائی تصدق حسین صاحب وہاں پہنچے یا نہیں یا کہاں ہیں۔ محمد احمد تو یقین ہے کہ امروہہ آئے ہوں گے۔ آخر تم ماں بیٹوں میں سے کسی نے نہ لکھا کہ علی گڑھ میں ایک دوسرے سے ملے تھے یا نہیں۔ نہ لکھا پر نہ لکھا۔ والسلام

خاکسار: مشتاق حسین

(۴۸)

حیدرآباد عزیزۂ من سلامت

بعد سلام کے واضح ہو یہاں خیریت ہے۔ اطمینان فرمائیے۔ اب بتلاؤ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب کی شادی سے تو یقین ہے کہ قبل از رمضان فراغت ہوئی ہوگی۔ اب رمضان کا انتظار ہوگا۔ پھر اس کے بعد عید ہے۔ پھر خیر سے بقر عید ہے۔ پھر محرم ہے۔ معلوم نہیں کس کس چیز کا انتظار آپ لوگوں کو وہاں روکے گا۔ والسلام

۲۸ شعبان - ۴ جولائی

خاکسار: مشتاق حسین

(۴۹)

عزیزۂ من سلامت۔

بعد سلام شوق کے واضح ہو یہاں خیریت ہے۔ اطمینان رکھو اور اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ یقین ہے کہ میاں تصدق حسین صاحب وہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ بھائی انتظام علی خاں صاحب کا چہلم بھی قریب ہے۔ اب اطلاع دیجئے کہ حافظ صاحب کی شادی اور آپ کا وہاں سے چلنا کب تک ہوگا۔

خاکسار مشتاق حسین ۶ شعبان

اب نہ آنا بڑا ہی غضب ہوگا۔ سرکار نے پھر وعدہ کیا ہے کہ کل اخراجات سرکار سے ملیں گے۔

مشتاق حسین

(۵۰)

عزیزۂ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو لوا کے نام کا خط ان کو دے دو۔ ہماری نوکری میں اور اس آدمی میں جو کہ قید ہو کر کالے پانی کو بھیجا جاوے اور وہاں سے گھر کو ہنڈوایاں بھیجتا رہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس کا نام رنج کی قید ہے اور اس کا نام خوشی کی نوکری

باقی خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار: مشتاق حسین

(۵۱)

عزیزۂ من

تمام لمبا راستہ ختم ہوگیا اور خدا کا شکر ہے کہ ہم سب اس سفر میں تندرست رہے۔ یہاں سے دوپہر کا راستہ گلبرگہ ہے جہاں شوکت حسین ہیں۔ کل صبح میں وہاں پہنچوں گا اور ایک دن اور ایک رات وہاں رہوں گا۔ پرسوں پنج شنبہ کے دن صبح روانہ ہوکر عصر کے وقت خدا نے چاہا تو حیدرآباد پہنچوں گا۔ آج جہاں سے خط لکھ رہا ہوں اس مقام کا نام ڈون ہے اور چار پہر یہاں قیام کیا گیا ہے اب رات کو ایک بجے یہاں سے گلبرگہ کو روانہ ہوں گا۔ ممکن ہے کہ تم نے خطوط بھیجنے شروع کیے ہوں گے۔ اگر تم ہر روز ایک خط لکھا کرو تو وہ جو میں نے تمہارے روپوں میں سے پانچ روپیہ نقد کے واسطے لے لیے ہیں وہ پانچ روپیہ تمہاری تنخواہ میں خطوں کے لکھنے کے واسطے اور بڑھا دوں۔ دیکھو مان لو بہت سستا سودا ہے۔ معلوم نہیں تمہاری سمجھ میں بھی آوے گا یا نہیں۔ امروہہ میں تو اگر اشتہار دیں کہ ایک چھوٹا سا خط روزانہ لکھنے کی تنخواہ پانچ روپیہ ہے تو ہزاروں آدمی دوڑ پڑیں گے۔ والسلام

خاکسار: مشتاق حسین

ڈون - ۲ مئی سہ شنبہ

(۵۲)

برادر عزیز اللہ محمود الحسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب سید صاحب وقبلہ کا یہ خط میرے پاس قبل شام آیا ہے وہ بھی میں بجنسہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ بعد ملاحظہ وہ واپس کیجئے اور جس بات کو تم اپنے لیے سہولت کا موجب سمجھو، اس سے مراد آباد پہنچ کر مجھ کو اطلاع کر دینا۔ اس وقت تم اپنا حساب کتاب سب مدرسہ بند ہوتے وقت تک کا صاف کرکے اس کی نقل بھی اپنے ساتھ مراد آباد لیتے آنا۔

اور علاوہ صورتہ گانہ مندرجہ نوازش نامہ جناب سید صاحب وقبلہ ایک چوتھی صورت یہ بھی ہے کہ پینتالیس روپے فاضل کو پانچ روپے ماہوار کے حساب سے محرر کو دیا جاوے یعنی آئندہ نو مہینے تک بجائے دس روپے کے تم کالج سے پانچ روپے لیتے رہو، مگر یہ جھگڑا ہے۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ تم حساب کو اپنے والد ماجد کے ساتھ کرکے رقم فاضل کالج کو بھجوا دینا اور اپنا دس روپیہ حسب ضابطہ پورا لیتے رہنا۔ بہرحال جیسا مناسب معلوم ہو ویسا کرنا۔

اور میں نے سید صاحب کو آج یہی جواب لکھا دیا ہے کہ محمود الحسن کے مراد آباد پہنچنے کے بعد میں اس کا جواب دوں گا۔ بالفعل آپ کا نوازش نامہ میں نے برادر موصوف کے پاس بھیج دیا ہے۔ والسلام

میں کر رکھتا ہوں کہ اس خط وکتابت سے جو محض حساب کی درستگی کے واسطے ہے تم کوئی خیال اپنے دل میں نہ لاؤ گے۔

والسلام

مشتاق حسین

مسوری ۳۰ اگست ۱۸۹۶ء

(۵۳)

نورِ چشمی عزیزہ فاطمہ سلمہا اللہ تعالیٰ

تمہارا ۲۲ رمضان کا خط آیا۔ باہر جو جھگڑا لوگوں میں ہوتا ہے۔ یہ بہت اندیشہ کی بات ہے۔ مذہبی جھگڑے میں زیادہ سخت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ میں نے سید بشیر علی صاحب کو لکھا ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ میرے پاس چلے آویں۔ وہ یہاں آنا چاہیں تو پچیس روپیہ ان کو خرچ کے لیے بھیج دیجیے۔

رمضان کے جلدی جلدی چلے جانے کا تو مجھ کو افسوس ہے کہ ابھی تک ایک روزہ بھی لوگوں نے نہیں رکھنے دیا جمیل احمد کا انگریزی کا سبق نورالحسن سے ہوتا رہتا ہے۔ میں بہت اچھی طرح ہوں۔ اور اب میرے وہاں آنے میں کوئی چار ہفتے باقی ہیں۔ والسلام۔

تمہارے خط میں دو جگہ غلطی ہے۔ میں اس لیے صحیح کیے دیتا ہوں کہ تم کو معلوم ہو جاوے۔

غلط	صحیح
آبد حسین	عابد حسین
نماز اسر کا وقت	نماز عصر کا وقت۔

سب کو دعا و سلام۔ چلو جمیل احمد کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا۔ م

اس سے خوشی ہوئی کہ تمہاری بوا نے اچار بہت سا ڈلوایا ہے۔ ہم نے بھی غریبانہ تھوڑا سا انناس کا مربا پرسوں سے ڈلوایا اور کل سے اس کا کھانا شروع کیا ہے۔ کریلوں کا اور بیگنوں کا بھی الگ الگ اچار ڈلوایا جاتا تو اچھا تھا۔ م

(۵۴)

نورِ چشمی مشتاق فاطمہ سلمہا اللہ تعالیٰ

تمہارے خطوں کا جواب میں علیحدہ نہیں لکھ سکا۔ لیکن گذشتہ تین دن میں جو ہر روز میں نے ایک خط جناب والدہ صاحبہ کو لکھا، اس سے سب حال معلوم ہوا ہوگا۔ میں سب طرح بخیریت ہوں۔

بڑی آپا صاحبہ نے جو اپنا روپیہ طلب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید محمد ابراہیم کی شادی قریب ہے۔ نہایت گول گول معاملہ ہے۔ کوئی صاف نہیں کہتا کہ بات کیا ہے اور سواریوں کا آنا کیوں اس طرح رک گیا جس طرح دوڑتی ہوئی بہلی کی دھری ٹوٹ جاتی ہے اور ایکا ایکی بہلی دھم سے زمین پر گر کر ٹھہر جاتی ہے۔ اب لوگوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ کوئی بات کھل کے مت کہو۔ عید بعد کا وعدہ یہ ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ عید کے کتنے دنوں بعد۔ مہینہ بھر بعد۔ چھ مہینہ بعد۔ برس دن بعد۔ کتنے دنوں بعد۔ نہایت جان عذاب میں ہے۔ نہ توقف کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ نہ روانگی کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

بوا نے تمہاری ایسی عقلمندی برتی ہے جس کا کچھ کہا نہیں جاتا۔ انہوں نے دیکھا کہ بڑا بننے کے لیے ایک پرانے وقتوں کی بامی جان موجود ہیں، پھر مجھ کو کوئی بات کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ بامی جان کا دم سلامت چاہیے۔ آپ ہی نہ ہوگا۔ ان کا یہ لکھنا کہ

نہیں ہے کہ میں تو تیار ہوں۔ ان کا کام یہ بھی تھا کہ جس طرح میں تقاضہ کرتا ہوں اس سے زیادہ وہ ہر وقت اپنی مامی جان کو یہاں آنے کی پٹی پڑھایا کرتیں۔ جب رات دن ایک ہی بات ان سے کہی جاتی تو آخر کب تک ان کا دل نہ پسیجتا۔ آخر تو ان کی مامی جان اور میری مادر مشفقہ ہیں۔ غرضیکہ الزام تمہاری بلا پر ہی ہے۔ اور اگر حقیقت میں بھی یہ بات ہے کہ اُن کا دل آنے کو بہت چاہتا ہے تو بھی ان پر یہ الزام ہے کہ وہ کچھ زیادہ عقلمند نہیں ہیں جو اپنی مامی جان کو اس وقت تک راضی نہ کر سکیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ جی ان کا بھی نہیں ہے کہ ایک آدمی کی خاطر سارے کنبہ کی مفارقت اختیار کریں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مامی جان خود سب کی سپر ہو رہی ہیں تو انہوں نے صرف یہ کہنا کافی سمجھا کہ مجھ کو عذر نہیں۔ میں چلنے کو تیار ہوں حالانکہ عذر نہ ہونا اور چلنے کے لیے تیار ہونا اور بات ہے۔ اور دل سے ایک بات کا عشق ہونا یہ اور بات ہے۔

مُشتاق حسین

نیاز محمد کا خط کل آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ تم اجازت دو تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو علی گڑھ بُلا لوں۔ منشی حیدر حسن صاحب کے مکان کے پاس ایک مکان لے لوں گا۔ محبُ اللہ بھی اس کے گھر کے لوگوں کو بلا دے گا۔ دونوں کا ساتھ ہو جاوے گا۔ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ سب لوگ اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے ساتھ رکھیں۔ میں کوئی پُرانے وقت کا آدمی نہیں کہ اللہ ہو کے باڑہ کے پڑوس کا چھوڑنا گوارا نہ کرتا ہوں۔ لہٰذا میں نے کل ہی لکھ بھیجا کہ بہت خوشی سے ایسی اجازت دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ نیاز محمد ایسا ارادہ کریں گے۔ لیکن ننھی تم جیا کو روکنا کہ وہ علی گڑھ جا کر عذاب میں نہ پڑے۔ امروہہ میں تو یہ بھی تھا کہ لڑائی ہوئی دوسرے کسی گھر میں آ بیٹھیں۔ علی گڑھ میں لڑائی ہوگئی تو قیامت ہی آجائے گی۔ جیا کو تم اپنے ساتھ حیدر آباد لانا یہاں کی آب و ہوا جیا کے مزاج کے بہت موافق آوے گی اور ہماری جیا ابھی سو برس اور جئیں گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ والدعا

خاکسار

مُشتاق حُسین

(۵۵)

عرض حالی میر سامنے

فدوی اس وقت جالین صاحب کے پاس جاتا ہے لہٰذا حاضر نہیں ہو سکا۔ کل شام کو نواب کرم الدولہ بہادر نے مجھ کو بُلا کر فرمایا تھا کہ ہمارے کسی علاقہ دار کی (جن کا نام اس وقت مجھ کو یاد نہیں) دو چھوکریاں مفرور ہو گئیں۔ کچھ لباس وغیرہ بھی ان کے پاس ہے۔ وہ چھوکریاں محمد شکور جمعدار یار رزاق علی بیگ کے پاس پہنچی ہیں محمد شکور جمعدار سے دریافت کرایا گیا۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا ہے کہ وہ چھوکریاں نواب بشیر الدولہ بہادر کے علاقہ میں پہنچ گئی ہیں۔ پس نواب کرم الدولہ بہادر نے فرمایا تھا کہ اپنی سرکار میں عرض کرنا کہ چونکہ وہ چھوکریاں ہمارے علاقہ کے کسی صاحب کی ہیں۔ لہٰذا ان کو مہربانی سے واپس فرما دیں۔

چونکہ آج حاضر نہیں ہو سکا لہٰذا بذریعہ عرضداشت کے عرض کیا گیا۔ دوپہر کو آج وہ پھر مجھے بُلا کر دریافت فرما دیں گے کہ ان چھوکریوں کا کیا ہوا۔ لہٰذا اُمید ہے کہ سرکار اُن کی حقیقت سے مطلع فرما دیں گے۔ زیادہ حد ادب۔

مورخہ ۱۹ ؍ ۱۲۹۵ھ عرضی فدوی مشتاق احمد

(۵۶)

عرضی نواز وقار الملک۔

بخدمت نواب افتخار الملک

بخدمت خداوند نعمت افتخار الملک دام اقبالہٗ

عنایت نامہ یافتم چون آں حضرت بندہ نواز جواب نیاز نامہ سر بلند نہ فرمودہ بداند فہمیدہ بداند کہ بندہ اکنون از نعمت وصال بخشید۔ کامیاب بدنہ فرمایند پس خاموش شدم۔ اکنون نہ دست آوردن فرمان والا مطمئن شدہ ام امروز تکلیف داران خالی از بے ادبی نیست فردا گزارش می گردنم و ہم فردا بروقت پسند فرمودۂ والا از ملاقات والا۔

فدوی مشتاق حسین

مورخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

(۵۷)

بعرض عالی میرساند

بتاریخ ۲۵ مہر محتاج خانہ بمقام کپل جاگیر سرکار حسب قواعد محتاج خانجات جاری شد تعداد محتاجان بتاریخ ۲۵ مہر ۳۸۰ بود و بتاریخ ۲۶ مہر ۵۳۴ معدود ۵۰۸ نیم کارگزار ۲۶۔ نرخ جوار فی روپیہ ۱۴ آنار بود است و بردد روز بارش شد عملدار صاحب کپل درکار و بار محتاج خانہ بتوجہ تمام سرگرم ہستند، و بکل یقین دارم کہ انتظام ایں محتاج خانہ بدرستی خواہد شد۔

از محتاج خانجات موجود محتاج خانہ کنگ گری ضلع لنگسگور راہم ہنوز نہ دیدہ ام و محتاج خانہ کپل ہم در ہماں نزدیکی جاری شدہ دست و میخواہم کہ یک مرتبہ دیگر از بلدہ برآمدہ بالتخصیص ایں ہر دو محتاج خانجات معائنہ کنم و در اثنائے راہ محتاج خانہ گلبرگہ و رائچور رانیز۔ فردا از جناب صدر المہام صاحب عرض خود ہم نمود۔

(۵۸)

بعرض بندگان عالی متعالی دام اقبالہم میرساند

بہترین موقع تو وہ ہوتا جب کہ اس درخواست کو سید عبدالکریم صاحب جمال ہم سب کی طرف سے خود اس وقت سرکار عالی میں پیش کرتے جبکہ وہ تمام پورپین ہوتے۔ جیسا کہ ان کا ارادہ تھا۔ لیکن چونکہ بعض سخت موانع کی وجہ سے ان کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا۔ لیکن ہم سرکار کے نیاز مند بہت ادب کے ساتھ اسی درخواست کے پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آئندہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس جو امسال رنگون میں ہونا قرار پایا ہے۔ سرکار بواہ خاوندی اس کی پریسیڈنٹی قبول فرما کر اپنی تمام درماندہ قوم کو عزت بخشیں۔ یہ کانفرنس آخر ہفتہ دسمبر ۱۹۰۹ء کو منعقد ہونے والی ہے۔ رنگون کو زیادہ تر اس لیے اس جلسہ کے لیے امسال منتخب کیا گیا ہے کہ وہاں مسلمان بڑے بڑے تاجر زیادہ ہیں اور علاوہ گیشت تعداد کے اگر وہ لوگ اس پر آمادہ ہوجائیں کہ کالج کو محمڈن یونیورسٹی بنانے کی غرض سے کوئی معین رقم سالانہ اپنے کاروبار ہائے تجارت میں سے نکالیں تو بہت

جلد انشاء اللہ ایک معقول سالانہ مدد کالج کو ملنے لگے گی۔ اور اس کی مدد سے کالج کا تعلیمی سامان بہت ترقی کر جاوے گا اور ہم اُس موقع کے بہت قریب پہنچ جاویں گے جس کے بعد ہم محمڈن یونیورسٹی بننے کی تعبیر جس کو اب تک ہم بطور خواب دیکھتے رہے ہیں عالم بیداری میں بھی دیکھ سکیں گے مگر اس قسم کی کامیابی اسی وقت ممکن ہے جبکہ کوئی بہت زبردست اثر اس کے لیے کام میں لایا جاوے اور اس کی یہی اور صرف یہی ایک صورت ہے کہ سرکار اس تکلیف فرمائی کو براہ نوازش شاہانہ منظور فرماویں

اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سرکار کی اس منظوری کی اطلاع ابھی سے عام طور پر مشتہر ہو جاوے۔ سرکار کی رونق افروزی رنگون کی خبر تمام انطاع ہندوستان سے مسلمانوں کو رنگون کھینچ لانے میں مقناطیسی اثر کا کام دے گی اور اللہ تعالےٰ جل شانہ نے جو قوی محبت سرکار کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ اس کا اثر بجلی کی طرح تمام جلسہ کے دلوں میں سرایت کرنے کا اور پھر اس کے بعد ایک ایسے دولتمند ملک میں جو اثر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

الغرض ہر اعتبار سے رنگون کی کانفرنس سرکار کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے بے نظیر ثابت ہوگی۔ زیادہ حد ادب

آفتاب دولت واقبال تابندہ باد۔ عرضی

فدویان مشتاق حسین آنریری سیکرٹری وآفتاب
احمد خاں جائنٹ آنریری سیکرٹری آل انڈیا
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس از علی گڑھ۔

مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(۵۹)

بنام احسان الحسن

علی گڑھ ۳۱ اگست ۱۹۱۱ء

برخوردار من احسان الحسن سلمہ اللہ تعالےٰ

ملفوفہ رقعے جن کے نام کے ہیں ان کو دیجئے اور جواب لے کر بھیجیے۔ حضور نظام کے انتقال کی خبر کل جب سے سنی ہے ہوش وحواس باختہ ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت کرے اور ریاست کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

منشی فضل کریم صاحب سے میں نے جنوبی حویلی کا انتظام طے تو کیا لیکن وہ نبہتا معلوم نہیں ہوتا کچھ تو خود اُن لوگوں کے مزاج اور کچھ منشی صاحب کی طبیعت۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف دوں۔ مشکل یہ ہے کہ فاطمہ اسی گھر میں ہے۔ اگر وہاں کوئی اصلی تکلیف خرچ وغیرہ کی ہو تو اس کا اثر فاطمہ غریب پر بھی پہنچے گا۔ اور تکلیف تو میں اس گھر والوں کے واسطے بھی گوارا نہیں کرتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو ضرور ہے وہ ضرور خرچ ہو اور حساب درستی سے اور اصلی طور پر رہے۔

آپ وہاں کی ضروریات پر خود توجہ کیجیے اور تکلیف نہ ہونے دیجیے۔ اگر خرچ کی میرے پاس سے آنے کی ضرورت ہو تو مجھ کو لکھیئے کہ ایک ہفتہ کے واسطے کس قدر خرچ کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تو ہر مہینے کے لیے خرچ پہنچ جاوے گا منشی عبدالحی صاحب کے پاس اگر کچھ روپیہ ہوگا تو وہ آپ کو دیں گے اور منشی فضل کریم صاحب کے پاس بھی خرچ ہو کر کچھ

بچے گا۔ والسلام

بچوں کو بہت بہت دعا خاکسار مشتاق حسین

دعا کہتی ہیں۔ حکیم شمس الاسلام مرحوم کے انتقال کے بعد سے وہ برابر کسی نہ کسی شکایت میں علیل جاری ہیں۔ آج کل پھوڑے پھنسیوں سے ان کو بہت تکلیف ہے۔ یہ سب اس رنج کو ضبط کرنے کی وجہ سے ہے۔

بچے کی طرف سے بہت بہت آداب۔

(۶۰)

از امروہہ

۲۳ اگست ۱۹۰۱ء

بعالی خدمت جناب آنریبل سید محمد محمود صاحب بہادر پریذیڈنٹ
سیلیکٹ کمیٹی قانونی۔ مدرسۃ العلوم

جناب مخدومی۔ تسلیم۔

مجھ کو معلوم ہوا ہے اور غالباً جناب کو بھی معلوم ہے کہ ممبران سیلیکٹ کمیٹی قانونی مدرسۃ العلوم میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ سیلیکٹ کمیٹی کی روئدادیں بھی چھاپی جاویں اور ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جاویں اور خود جناب کی بھی ایک وقت میں یہی رائے تھی۔ اس موقع پر میں یہ عرض کر دینے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ان روئدادوں میں بہت زیادہ طوالت ہو گئی ہے اور بعض اس قسم کے بیانات بھی ان میں آ گئے ہیں جن پر میں شروع سے عذر کرتا رہا ہوں کہ وہ امور روئدادوں میں درج نہ ہونے چاہئیں تھے۔ اگر مجھ کو کوئی موقعہ بھی روئدادوں کے چھاپنے یا نہ چھاپنے کے متعلق اپنی رائے دینے کا ملتا تو میں بھی عرض کرتا کہ ان روئدادوں کے چھاپنے سے انکا نہ چھاپنا بہتر ہے اور ان میں جو مباحث قانونی وغیرہ اس قابل ہیں کہ ٹرسٹیوں کے نوٹس میں ان کا لایا جانا مناسب اور ضرور ہے ان کو آخر رپورٹ سیلیکٹ کمیٹی میں درج کرنا کافی ہوگا اور جناب کو معلوم ہوگا کہ یہی میں پہلے سے عرض بھی کرتا رہا تھا۔ لیکن چونکہ اس کے بعد روئدادوں میں کچھ ایسے مضامین بھی داخل ہوئے ہیں کہ جن میں میری ذات خاص بھی حملوں سے محفوظ نہیں رہی ہے۔ تو اب مجھ کو کوئی موقعہ روئدادوں کے چھاپنے کے برخلاف عذر کرنے کا باقی نہیں رہا ہے اور میرے لیے صرف اسی قدر کافی ہے کہ جو کچھ مجھ کو اس قسم کے متعلق عرض کرنا ہوگا وہ میں ٹرسٹیوں کے سامنے اس وقت پیش کروں گا جب سیلیکٹ کمیٹی کے اجلاس ہوں گے۔ اور میں اپنے اس حق کو محفوظ کرتا ہوں۔ مہربانی سے میری یہ گزارش سیلیکٹ کمیٹی کے اجلاس میں پیش کر دی جاوے اور روئدادمیں اس کو داخل فرما لیا جاوے۔ والتسلیم خاکسار

مشتاق حسین

(۶۱)

امروہہ۔ ۹ اکتوبر ۱۹۰۱ء ——— بعالی خدمت جناب آنریبل سید محمد محمود صاحب بہادر پریذیڈنٹ سیلیکٹ کمیٹی

قانونی ۔ مدرسۃ العلوم

جناب عالی!

عرصہ سے میں اپنی یہ تحریک خدمت میں پیش کرنے کو تھا اور جس قدر زمانہ گزرتا گیا اس کی واجبیت اور بھی صاف طور پر ثابت ہوتی گئی ہے کہ مجھ کو سلیکٹ کمیٹی کی سیکرٹری شپ سے معافی بخشی جاوے اور مرزا عابد علی بیگ صاحب بہادر خواہ جناب سید محمد احمد صاحب بہادر اس عہدے پر مقرر کیے جاویں۔ پوزیشن وہیں تک ٹھیک ہوتی ہے جہاں تک کہ کوئی شخص اس پوزیشن کے مناسب کام بھی کرے اور یہ ایک ظاہر بات ہے اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری بہ نسبت حضرات ممدوحین نے آپ کی خدمت میں بہت زیادہ عرصہ تک حاضر رہ کر سلیکٹ کمیٹی کی خدمات کو انجام دیا ہے اور دے رہے ہیں اور میں آئندہ بھی اس بات کی امید نہیں کر سکتا کہ اس کام کی ضرورت سے میں سیتاپور آکر مقیم ہو سکوں گا۔ پس مہربانی سے میری یہ درخواست سلیکٹ کمیٹی بھی منظور فرماوے اور ۲۷ اکتوبر کو جو اجلاس ٹرسٹیان منعقد ہونے والا ہے۔ اس میں میری یہ گزارش پیش کر دیجاوے بحیثیت ایک ممبر سلیکٹ کمیٹی کے اگر میرا نام شامل رکھا جاوے تو اس کو میں اپنی عزت سمجھوں گا اور بالفعل اس سے زیادہ کوئی استحقاق سلیکٹ کمیٹی میں میرا نہیں ہے۔ والتسلیم۔

خاکسار

مشتاق حسین

سابق ٹرسٹی سلیکٹ کمیٹی

(۶۲)

بخدمت سرکار عالی متعالی حضرت ظل سبحانی مدظلہ العالی برسانید

اخباروں سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عالی ظل سبحانی کا ورود مسعود آمونہ کلکتہ میں ۲۲ ذی کو ہوگا۔ اور دو جنوری تک کلکتہ میں رونق افروز رہے گی۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں امسال میں ابتدا ۷ بجے ۳۰ دسمبر محمڈن اینگلو اورنٹل ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں پہلے سے قرار پا چکا ہے۔ جس میں فدوی بھی مدعو ہے۔ لیکن ایک ایسے وقت میں جب کہ حضرت ظل سبحانی کلکتہ میں رونق افروز ہوں مجھ سے ایک غلام کا کلکتہ آنا اوسی وقت اچھا معلوم ہوتا ہے جب کہ غلام کو حضرت ظل سبحانی کے حضور انور میں غلامانہ آداب بجالانے کی عزت بھی حاصل ہو والا فلا۔ پس غلام کا سفر کلکتہ صرف حضرت ظل سبحانی کے ایماء پر منحصر ہوگا اور اگر ایسا کوئی ایماء نہ ہو تو غلام اوس سے صرف یہی سمجھے گا کہ حضرات ظل سبحانی نے ایسی اجازت خلاف مصلحت تصور فرمائی ہے اور اس حالت میں فدوی اپنا کلکتہ آنا اور جلسہ کانفرنس میں شریک ہونا موقوف رکھے گا۔

آفتاب دولت و اقبال تابان و درخشاں باد۔

عرضی

فدوی مشتاق حسین وقار الملک

از امروہہ ہفتہ رجب ۱۳۱۷ھ نبوی ہجری صلعم

(۶۳)

بنام افسر الملک بہادر

بمبئی - مکان انجمن اسلام - آخری کیمپ

جناب نواب افسر الملک بہادر سلامت -

تسلیم - امید ہے کہ یہ عرضداشت آپ مہربانی سے حضور انور خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ میں پیش کردیں گے - میں اس وقت میں حج بیت اللہ کا عازم ہوں اور پرسوں صبح قرنطینہ میں چلا جاؤں گا جو مقام حرہ پر مالوں کسی سے نو میل کے فاصلہ پر ہے اور پھر ادھر سے ادھر جہاز پر سوار ہوجاؤں گا - قرنطینہ میں داخل ہونے کے بعد پھر کسی دوست سے آنے کی اجازت نہیں - لہٰذا اگر میری خوش قسمتی سے عرضداشت پر کوئی حکم اسی عرصہ میں جاری ہوجاوے تو امید ہے کہ اس سے بھی احقر کو جواب جلد مشرف افزوں فرماویں - والسلام

خاکسار

مشتاق حسین وقار الملک

اگر اس سرزمین مقدس کو روانہ ہونے سے قبل حضرت پیر و مرشد کی دولت قدم بوسی سے جو کچھ مرادات دینوی ہیں مشرف ہوسکوں -

واجب بود بعرض رسانیدن مذعا صاحب
آفتاب دولت و اقبال تابان بود

عرضی

فدوی مشتاق حسین - وقار الملک

(۶۴)

بنام مولانا ایچ ایم ملک

علی گڈھ ۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

صبا بہ گلشن احباب گر ہمی گزری
اذا لقیت جمیعی فقل لہ خبری

بعالیخدمت جناب مخدومنا و معظمنا مولانا ایچ ایم ملک صاحب بالقابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - جیسا کہ میں آج کے تار میں عرض کرچکا ہوں مجھ کو بہت ہی سخت افسوس ہے کہ اس سال میں کانفرنس ویلنگ کے اجلاس میں شریک نہیں ہوسکتا ہوں - میری مفصل رام کہانی ۲۱ ماہ حال کے علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں جناب عالی اور دیگر بزرگان قوم ملاحظہ فرماویں گے - مجھ کو اپنی اس مجبورانہ غیر حاضری کا جو میری مستقل علالت کی وجہ سے ہوئی افسوس نہیں ہے بلکہ صدمہ ہے - ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسہ ناگپور میں جو فخر قوم بزرگ پریذیڈنٹ کی کرسی کو عزت بخشنے والے ہیں ان کی

پریذیڈنسی کی تحریک کی عزت اجلاس کے سامنے خود یہ خادم حاصل کرنے والا تھا جس سے قدرت کے زبردست ہاتھ نے مجھ کو محروم کر دیا ہے اور خدا ہی اپنی مصلحتوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ اور اب اپنے معزز دوست آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں بہادر سے میں نے درخواست کی ہے کہ اس خدمت کو مہربانی سے وہ انجام دیں اور امید ہے کہ صاحب صدر جلسہ براہ الطاف اس کی اجازت دیں گے۔

نواب علاؤالدین علائی

بنام میر امام الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا امام یا دوست!

کہیئے فائز المرام ہوئے۔ جمّازہ سوار کیونکر پہنچے پیادہ میں کیا بیتی۔ قطع منزل و طے ارضی کیوں کر ہوا۔ فرمایئے ولادت باسعادت کا رنگ کیا ہے۔ کچھ آپ نے پایا۔ کچھ آپ کے گھر جایا۔ یہ سب سوال ہیں ان کا جواب بہ صراحت بھیجئے۔

یہاں کا حال سُنیئے کہ آپ کا جانا اور جاڑے کا جانا برابر ہے۔ وہ گرمی وہ آفت تو رہی کہ توبہ توبہ بُجھنے جاتے ہیں، جلے جاتے ہیں۔ حکیم جی صاحب اور منشی جی صاحب دو بیچارے قطبین ہیں۔ بیٹھے رہتے ہیں۔ حکیم صاحب تو اکثر خموش اور منشی جی خویشتن فراموش۔ اونگھ رہے ہیں۔ میں جیسا جانتے ہو اس سے بدتر۔ وہی کاوش وہی کاہش وہی ناسازی۔ آپ کا ذکر دو چار بار یہاں ہوا۔ مدعو بھی تمہاری خوبیٔ تقدیر سے خوشگوار ہو گئے۔ نواب صاحب کو بھی تمہاری جانب مائلِ دیدن پایا۔ کیا عجب کہ آپ کو یہ امور ملحوظ ہوں اور جلد آپ آویں۔ چار کتاب آپ ضرور تلاش کر کے نواب صاحب کے لیے بھیجیں۔ شاہنامہ چھاپ بمبئی — دبستان مذاہب مطبع یا غیر مطبع۔ قاموس چھاپہ۔ برہان قاطع۔ یہ دونوں ادب میں۔ یہ دونوں لغت عربی و فارسی کی۔ جلد خرید فرما کر ڈاک میں ارسال کرو اور قیمت سے مطلع فرماؤ۔ باقی جو خبریں ہوں ان میں دریغ حرام ہے۔ والسلام

حررہ علائی

از لوہارو۔ ۱۴ مئی ۱۸۵۹ء

(۲)

بھائی امام۔ السلام علیکم۔

میں کم بخت اس وقت گھر آیا تھا۔ تب ٹھیک دوپہر کو یہ مصیبت پڑی کہ خود لکھنا پڑا۔ کل والی تحریر کافی تھی کہ تم کو میری زندگی کی خبر دیوے۔ آج خامہ فرسائی عبث ہے اور تقاضائے بصرفہ جواہلِ دنیا کی شامتِ اعمال ہے۔ واضح ہو کہ تمہارے آنے کی خبر یہاں جلد سُنی گئی ہے بلکہ نواب صاحب نے رات کو میر صاحب سے بتقاضا کہا کہ تم کو بلوائیں۔ اُنہوں نے اپنا عجز اور میرے نیاز تم سے ظاہر کئے حکم شد کہ امام جی آج کے آٹھویں روز ضرور یہاں مع اہل و عیال داخل ہوں۔ واللہ موجب آزردگی خاطر ہے۔ آپ کی سوتیلی ساس یہاں میرے پاس بیٹھی خط لکھوا رہی ہیں آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ جہاں تلک سمجھے جاؤ یہی آؤ یہی آؤ۔

بھائی۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ شاہنامہ بمبئی اور قاموس و برہان بمبئی اور دبستان مذاہب خواہ مطبع و خواہ قلمی جو اور جس قدر داموں کو ملے جلد خرید لاؤ۔ تم پر اعتبار ہے حاجت پرسش قیمت نہیں۔ قیمت کی یہ صورت کہ اقبال حسین کے پاس جاؤ اور یہ خط دکھا دو۔ منشی صاحب فوراً اپنے نواب صاحب پر عنایت کر کر قیمت تم کو دے دیویں گے۔

اچھا بھائی۔ یہ تیرے نواب کے احکام تمام ہوئے۔ اب اپنا پیام ہے۔ ایک نہایت چھوٹی سی سلائچی آفتابہ اور نہایت چھوٹے چھوٹے دیگچے چار اور تھالی جوڑ یعنی یہ سب کھلونے تماشے کے برتن پاندان۔ روغندان۔ اوگالدان۔ خاصدان۔ یہ سب کھلونے برتن اور ایک چھتری تحفہ میرے کے کے لیے ضرور روپے والی سیاہ ہمراہ لانا اور خدا توفیق دے تو جانماز اور سیتل پاٹی بھی لیتے آنا۔ بھائی یہ میری فرمائش ہے اور میں نہایت نیازمندانہ یہ اشیا ہوں۔ اچھے میرے امام یہ سب چیزیں خرید لانا اور لے بھائی جلد آ۔ والسلام

باقی یہاں اب تلک کسی سے کوئی مواہنیں۔ لو چلتی ہے۔ جان جلتی ہے۔ آسمان پر خون چڑھا ہے۔ ادھو ہو۔ اس وقت کس بلا کی گرمی ہے۔ بھیتا مضمون گم شد۔ ڈرتا ہوں۔ ڈاک نہ چلی جاوے۔ فقط

از لوہارو — علاؤالدین

مرقوم ۳۰ رمئی سنہ ۱۸۵۹ء

(۳)

امام جی!

آج صبح کی ڈاک نے عرضی نواب صاحب کو اور مہربانی نامہ مجکو دیا۔ اور ہنگام چاشت شیخ کھیتا کاڑی کے ساتھ آئے ظاہر تو آدمی ہیں باطن لایعلم الا ہو۔ نواب صاحب کے نام عرضی پڑھی گئی۔ میں نے جواب طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ لکھے کون سردار سنگھ و سندر بعل و اقبال صاحب رخصتی ہیں۔ بالفعل نہ کاغذ۔ نہ قلم۔ دفتر بند ہے۔ اور فی الواقع سچ ہے۔ ہائے سچ ہے کہ وہ اندھیر ہے جس کی حد ہی نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ لڑکا بشدت بیمار ہے۔ سوا اس کے کہ تم جلد آؤ اور کیا لکھوں۔ یہ بھی نواب صاحب ہی کہتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر تاکید کہتے ہیں۔ آتے ہوئے سیتل پاٹی اور جانماز ضرور لانا اور نیز ایک جوڑا عود صلیب یعنی زرد مالہ لکڑی جو عطاروں کے ہاں ملتی ہے۔ ضرور لیتے آنا۔ لڑکے کے گلے میں ڈالی جاوے گی۔ نواب صاحب کو التفات باطنی آپ سے ہے۔ اگر آپ اب دریغ کریں تو دور از مردی ہے۔ سو کام چھوڑ دو۔ اور چلے آؤ۔ اے بھائی امام! کیا دہلی میں تم بشر نہیں آدمی نام کو نہیں ملتا۔ ایک عورت ضعیفہ پارسا شریفہ مجکو درکار ہے کہ وہ علاج وغیرہ بچوں کا جانتی ہو۔ جتنی تنخواہ پر آسکے لیتے آنا۔ مگر شرط یہ ہے کہ سینا اور کیکری وغیرہ ہر قسم کا کام جانتی ہو۔ وزیر جان اگر قناعت کرے اور پردہ پوشانہ تاداری چلی آوے اور اپنے کو مغلانی یا سیدانی ظاہر کرے تو کہلا بھیجو کہ دادری تک چلی آوے۔ وہاں سے بذریعہ آدمی مخبر مجھ کو اطلاع دے بلا لوں گا۔ فقط والسلام

علاؤالدین

پھر یہ بھی کہتا ہوں کہ اب کا خط اپنے روانہ ہونے کا لکھنا فقط۔ زیادہ۔ زیادہ

نبشتہ دوپہر جمعہ ۲ر جون سنہ ۱۹۵۹ء

(۴)

کیستم بیدے ستمزدہ خستہ۔ دل شکستہ غمزدہ سلام علیکم وقلبی لدیکم

میرا مذہب یہ نہیں کہ آپ کسی دوست کا عموماً مہربانی نامہ آوے اور جواب نگار نہ ہوں آپ کا عنایت مشحون صحیفہ دوسری کا لکھا ہوا آٹھویں کو میرے پاس پہنچا تھا۔ اس کا جواب اسی روز میں نے لکھ کر بھیج دیا۔ اب یقین ہے کہ وہ شرف اندوز ملاحظہ عالی ہوا ہو۔ اسی وقت مجکو دوازدہم جون دسویں کا خط پہنچا کہ جس کا یہ جواب ہے۔ خدا کرے یہ آپ کو جلد ملے۔ میں آپ کو مجملاً اتنا کہتا ہوں کہ میرے ہوش وحواس بجا نہیں۔ ہائے ہائے میرا طاہر سخت بیمار ہے۔ اور مجکو افضال حق سے تو شاید امید ہوگی مگر شومئی طالع نارسا سے یاس تمام ہے۔ کوئی دوا نہیں کہ نہیں کی اور کوئی عمل وتدبیر نہیں جس سے نفع دیا ہو۔ آہ آہ آہ

مائیم بعالم کہ دل شاد نداریم
ناشاد و لے چوں دل خود ہا دندایم

یہ نشتر جو میرے جگر میں ہے۔ یہ الماس جو میرے سینے میں ہے بیان نہیں ہو سکتا کہ کیا ہے۔ مجکو صرف آپ سے اب یہ جلد کہنا ہے کہ جس قدر ہو سکے جلد چلے آؤ اور گاڑی کا فکر گرا یہ نہ کرو خدا مالک ہے۔ اشیائے مطلوب میں صرف دو چیزیں ضرور ہیں۔ سیتل پانی صدر میں آپ کو خیمہ فرشوں اور لٹوں کی دوکان میں ملے گی۔ ایک ڈبیہ اور ایک لوٹہ مسی کہ سرپوش دار اور بڑا ہو مگر خوش وضع وخوبو کے قابل تنعیم کے لائق۔ آٹھ سات دستہ کاغذ انگریزی سفید مشق کے لیے انگریزی ۲ یا ۶ دستے کا۔ بس اور باقی سب مہجور ومہمل ہے۔ کچھ نہ لائیے۔ مگر ہاں اور جو کچھ چیز لائق خجہ نالائق کے پاؤ اس میں مجاز ہو۔

حرص قانع نیست بدیل ورنہ اسباب جہاں
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

ودھرٌ فلا تنقلٌ لها لفظاً طلقها = لاشیی منها مقبولٌ

شیخ اچھا ہے دوا سازی کرتا ہے۔ بس سوتی جامہ باریک ہو۔ متاع نیک ہر دوکان کہ باشد خواہ از دہلی وخواہ از آگرہ۔

اس وقت نواب صاحب آگئے ہیں اور میر صاحب بھی بوڈھیر کی راہ میں رخت سفر باندھے آتے ہیں۔ میں دل طاہر کے پاس چھوڑ کر خود بخود انہ پزیرہ جاتا ہوں۔ اور کپستان بیمار ہیں وردِ صدر وقضا۔ ان کے مکان میں فروکش ہونا کون مانع ہوتا ہے۔

والعاقبۃ بالخیر

علاؤالدین پریشان خاطر

دوازدہم جون از لوہارو ۱۸۵۹ء بقلم آمد

روز یک شنبہ دم طلوع خورشید

(۵)

امام صاحب!

آج مہربانی نامہ رقمزدہ سولھویں پہنچا۔ پہلے کا جواب صرف بہ انتظار اس کے کہ آپ روانہ ہوگئے ہوں گے۔ نہیں لکھا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ نہیں چلے۔ بھائی صاحب۔ مغلانی جی اگر چار روپیہ پر راضی ہوں اور کھانا۔ تو بیشک لیتے آیئے۔ بگر عفیفہ و پارسا تندین و دلسوز۔ نہ کوئی عورت بیہودہ و خراب۔ شرط یہ ہے کہ اگر میرے قبائل بخیریت آباد جاویں تو ان کو ہمراہ جانا ہوگا اور یہاں آنے کے بعد قبل از چھ مہینے یا برس دن کے رخصت اُن کو دشوار ہے۔ یہ نہ ہو کہ آتے ہی اُن کا فکر لاحق ہو۔ ایسے امور کی پختگی ضرور ہے۔ خواہ عورت جوان ہو خواہ ضعیفہ ولیکن کارجامہ دوزی و شگوفہ سازی خوب جانتی ہو۔ دو اصیل کھانا پکانے والی ضرور ہیں مگر دو دو روپیہ ماہوار اور کھانا ان کو ملے گا۔ ۱۲

کل نواب صاحب قبلہ کے حضور آپ کا اور منشی اقبال حسین کا ذکر آیا۔ آپ کو تو انہوں نے اس دیر کرنے پر ویسا جانا جیسا نہ جانتے ہوں۔ یہ امر مجکو شاق ہُوا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ خدا ہدایت دے کہ جلد عازم ہو۔ اور منشی جی کے باب میں مجھ سے فرمایا کہ لکھ کر جلد بُلا لے۔ یہاں کار تحریر مقدم پیش ہے اور رخصت بھی اس روز تمام ہو جائے گی۔ جس دن یہ خط آپ کو پہنچے گا۔ سچ کہا کہ بہمہ جہت ایک مہینا گھر رہنے کا اور دس روز رخصت راہ کے تھے۔ سوان کو گئے ہوئے ۲۱ جون تک پینتیس ۳۵ دن ہوں گے۔ پانچ روز کی راہ چالیس دن ہو گئے ——— میں نے التماس کیا کہ میں نہیں بُلا سکتا۔ شاید اعتبار نہ کریں خداوند نے تھانہ دار کو حکم دیا کہ بلاؤ۔ خداوند انہوں نے لکھا یا نہیں۔ غرضکہ اب زیادہ تحریرات عبث ہیں۔ آنا ہے تو اس خط کو پڑھ کر دونو صاحب ایک سواری میں اور ایک گاڑی میں مغلانی و اسباب کو لے کر چلے آؤ۔ کرایہ میں دوں گا۔ قصہ تمام ہوا۔

اور مجکو کیا پوچھ کر خوشی ہو گی۔ جس سے میرا روزگار زندگی تھا۔ جو میرا شغل خاطر اور یادگار بعد مردن تھا وہ مرگیا اور مجھ کو دنیا سے بے خبر کر گیا۔ کسر ظہری دانش قلبی۔ طاہر کا مرنا وہ گراں موت مرگ سخت ہے کہ میں نے اکل معاملات کو ترک کر دیا ہے اور یہاں ایسا تنہا اور بے خبر ہوں کہ سوائے اندوہ کوئی مونس نہیں۔ بس زیادہ کیا کہوں۔

رقمیہ علاؤالدین ماتم زدہ

بنشستہ ہجدم جون ۱۸۵۹ء از لوہارو

(۶)

نحمدہ ونستعین ونؤمن بہ ونتوکل علیہ

سلام علیکم وقبلی لدیکم امامنا وامام الخلق خلفا بشرک اللہ بخیر والعیش وخر اللہ لک الوقت الکرۃ والفراغ۔

درست ہے آپ کا ارشاد میرے بیان کا مصدق۔ اور میرا حال آپ کے تغافل سے نامافق مبرادہ نیاز نامہ جو ہنگام ورود آپ کے میں نے بھیجا تھا۔ اور آپ کا وہ خط جس کے انتظار جواب میں آپ اور اپنے کی پاسخ طلبگاری میں میں ہوں پہنچا تھا پہنچا سبحان اللہ ایک مانع طرفین کا باعث شکوہ ہوا۔ کل ظہر کے بعد گنہگار خداوند نعمت کی بزم میں حاضر ہوا کہ راہ میں میر غوغا صاحب نے مجکو آپ کا خط نامزد چھوپھی صاحبہ آپ کی دیا۔ اجمالی اشارہ میں نے اپنی طرف پایا۔ بس اب وہ تردد و انتظار رفع ہوا۔

حضرت۔ بندہ اچھا ہوں۔ زندہ ہوں۔ دنیولا از بس مورد مراحم جمیل خداوند نعمت ہوں۔ جو الطاف کہ مزاج یا بس لکھتے ہیں وہ مجکو گھول کر پلائے جاتے ہیں۔ نواب صاحب بہادر نے کل عصر کو یہ فرمایا کہ میں آپ سے تقاضا کروں اور آپ ایک آدمی معقول ہوشیار دوا ساز وہاں سے نوکر رکھ کر بھیج دیویں۔ بہتیرا۔ یہ شخص شیخ میتا کے عوض ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ غیر از دوا سازی کہانی بھی کہنی جانتا ہو۔ کتے سے دماغ زیادہ رکھے۔ تمام رات بھونکتا ہو۔ اُس شخص کو پانچ روپیہ مہینا ملے گا۔ اور اگر شیخ مردود کی مانند مساوات ہم سے کرے گا تو البتہ سلوک بالائی دریغ نہیں ——— امام کی جان کی قسم نواب صاحب نے چار مرتبہ آٹھ پہر میں تقاضا فرمایا۔ تب میں نے لکھا۔ سو اگر ایسا آدمی جلد بھیج دو تو نواب صاحب منت کش اور میں آپ کا سپاس گزار ہوں رہوں گا۔ اچھے میرے امام! ایسا آدمی اگر یہاں آوے تو ہمارا بھی شغل خطیر ہو جاوے۔ کیا تو ہماری خوشی نہیں چاہتا۔ خدا نے والدہ ماجدہ تمہاری کی صحت میرے خط کے وصول پر منحصر رکھی ہے۔ لو دیکھو یہ کرامت۔ خط پہنچا اور وہاں تم کو ان کی صحت سے خوشی ہو گئی۔ افسوس ہے کہ صرف مجکو دعویٰ اتحاد از بس تھا۔ اپنے احباب سے آپ دہلی میں مل لیے الا میں باقی رہا۔ اتنی دور تم کو بلا کر تعب میں ڈالوں۔ دل نہیں چاہتا مگر شوق نہیں مانتا کہ یہ آنکھ اس کو دیکھے جو آنکھ تم کو دیکھ چکی اور تم کو خود نہ دیکھا ہو۔ آپ کی بے غرضی و قناعت میں خوب جانتا ہوں۔ کچھ اس طلب میں میری مجال نہیں کہ اور مطمح نظر ہو۔ سوا اس کے کہ تم کو دیکھ لوں۔ موسم بھی اچھا ہے۔ دل بھی لوگوں کے فراغ سے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اگر اب نہ ملو تو پھر علاؤالدین کو تا مدت نہ پاؤ۔ لو آؤ مل جاؤ۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار — کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

میر صاحب نے دو سو روپے مجھے دیے۔ دو ہزار شکر میں نے ادا کیا۔ کیا آپ کے والد ماجد مجھ کو بھول گئے۔ میرا سلام نیاز فرما دیجئے اور دعائے خیر میرے واسطے طلب کیجئے۔ بچوں کو دعا کہہ دینا۔ خصوص رقیہ کو بہت پیار کرنا۔ اللّٰھم ادرقھا عفتہ عصمتہ وطھارا من مکر السوء۔ میر پھر تقاضا یہ ہے کہ تم یہاں ایک بار مل جاؤ۔ والسلام علیکم وقبلی لدیکم۔

مرقوم ۳ راگست ۱۸۶۰ء

فقط راقم علاؤالدین

(کذا) ——

(۷)

یکم رمضان روز شنبہ

بھئی جماہت کے امام۔ کل شام کو بڑا ابر غلیظ تھا۔ خانہ مست لوگ آسمان کے اور لوہارو کے مطالع و آفاق کو دیکھ رہے ہیں۔ خصوصاً ہاں مردود کی مسجد جدید البنا بالمال الربا[1] پر عالم سوار ہے۔ مرائی رویت کے تمنائی کہ ناگاہ حجاب مرتفع رفع ہوئے چاند دکھائی دیا فشھد وشھم الشھر فصاموا الیوم کلھم۔ پہلے رمضان کی زبان پر پہلا روزہ مونہہ پر لوگ پھرتے ہیں۔ ہائے ہائے نجملت نگر کہ در حسنا تم نیافتند جز روزہ درست بصحبا کشودہ یہ اپنا حال ہے۔

تمہارا خط آیا ہوا دھرا ہے۔ یہاں کے معاملات روز نئے کہ یہ ایک عالم ہے۔ اس کا لقائے بے بقا آذ یدگار یحیا میرے دادا کا سالا ہے۔ لہٗ علۃ الاسبنی۔ اس عالم کا ظلم وستم دریا انل داید ہے۔ میں اس عالم کا محرم اسرار ہوں کہ لقائے مردود پر لاعن بندہ حق پسند پروردگار ہوں۔ دو جانے کے بنیے کے چودہ پندرہ ہزار روپے مار کر کھا گیا۔ اوائل وقت میں قرآن اس نے[2] اٹھایا اولاد کی قسم کھائی۔ مسجد میں لے گیا۔ حلف کیا۔ بعد عہد و پیمان روپے لے کر بچا گیا۔ اب کرتا ہے۔ اس کے تصفیہ کو معتمد دو جانہ آیا تھا۔ کام سرکار سے تھا مگر مہمان گہنگار بنا۔ آج بے نیل مرام وہ گیا۔ قلم اٹھائی خط لکھا۔ سنو میاں امام۔ تم امین نہا! باپ دادا امین۔ جو شک لائے کافر۔ مگر یقینی کابل سٹے مچش۔ بھلا کب گھر سے چلو۔ کب مسجد سے چلو۔ مولوی نذیر حسین صاحب کے پاس کیوں جاؤ۔ شہاب الدین خاں کو اب منع کر آؤ۔ وہ خط کسی اور کو کیوں دکھائیں۔ آپ خود بزم میں پڑھ کر مزے اٹھائیں۔ اچھا نہ کہا ہو تو اب کہہ آؤ۔ ہائے افسوس۔ دستور بخواہ رہے جھپٹ کر چلے نہ آئے۔ واللہ آتے تو تم کو میں نہ کہتا کہ کیا ہو۔ ہاں اگر وہ سفہا اس جرم رکیک پر امامت میں خرابی کرتے تو میں یقینی پکار کر کہتا کہ یہ لوگ پاجی ہیں۔ اور اب بھی لعنت مجھ پر اگر باستبار دولت ان کو شریف تصور کروں۔ یہ نظر نہیں کہ وہاں کا نقصان یہاں سرانجام دینا برابر کر دینا مشکل ہے۔ مگر واللہ میں کب راضی کہ منصب قدیم یوں رائگاں جائے۔ سنو۔ اگر اپنا قائم مقام کسی کو گردان سکو۔ اپنا نائب کسی کو جان سکو۔ تو پھر کیوں نہیں آتے۔ بخدا سخت آزردے لقا ہے۔

کریم الرحمن خاں حافظ داود کے مکان پر رہتے ہیں۔ شاید آنے کو ہیں۔ ان کی معیت میں آرام سواری ہے۔

حکیم کا حال پوچھتے ہو۔ اسی عورت کو لیے پڑے ہیں جس کا بہ نکاح بھی گھر رکھنا اپنی شریعت میں حرام ہے۔ ان بچوں کو جو کچھ نسبت اپنے سے نہیں رکھتے پالتے ہیں۔ تربیت فرماتے ہیں۔ لوٹو کاٹی سو روپے لگائے۔ خورسند و خوشدل فرض خدا ادا کیے پھرتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ اس حماقت کا کیا نام ہے۔ مگر واللہ دوست صادق دیار موافق ہے۔ چکنم! حکیم چکنم۔

کپتان نے رمضان کی بڑی تیاری کی۔ حکم شدید ہے بلکہ امر شداد و فرعون و ما امر فرعون برشید۔ مسجد قلعہ میں جماعت نہ ہو۔ کوئی شخص تراویح و فرض یہاں نہیں پڑھتا۔ رئیس بے حمیت مالک پر غفلت۔ جابر۔ کافر۔ مسجد میں اللہ اکبر نہیں آسمان سے صدائے النواب ابتر آتی ہے۔

(۸)

[1] کذا بجائے "بمال الربا" [2] کذا بجائے "اس نے"۔

یرحمک اللہ یا امام الملک اللہ بدالایام

۱۴ صفر کے عنایت نامہ کا جواب تو یقیناً اس لیے لکھا گیا کہ عاصی حصار گیا تھا۔ وہاں صاحب کمشنر بہادر جدید سے ملا۔ لطف بیحد و مرحمت بے سود و مکرر بہت فرمایا۔ آج واپس پھر محبوس بہت حزن ہوا۔ تب نوبت جواب نگاری آئی۔ افسوس افسوس اچھا حافظ و امین قرآنی مرگیا۔ اللّٰھم اغفر وارحمہ انا بھم لاحقون۔ مجھے گو وداد نہ تھا۔ مگر آگہی ہے دل کڑھا۔ خدا اس کو برکت کلامی سے اور مجھے برکت افسوس سے بخشے۔

بہتیا لفظ اللہ صرف ایک موٹے کاغذ پر ہو۔ کہ جس کو لیئی لگانے سے نم کم پہنچے۔ اور حرف نہ مٹے۔ نہ دھلے۔ البتہ خوشخط ہو۔ پاکیزہ رقم ہو۔ شکل پان یا بصورت دل تاکہ ممازی سجدہ رہے۔ دوسرے جانماز سیتل پائی جیسی ملے۔ ایک مردانہ قد کے مکتفی۔ تیسرے یہ بات کہ ہم سے کب ملوگے اور کیوں مسامحہ کرتے ہو۔ آیا میرا دکھنا طفیلاً تھا کہ اوروں کو دیکھ کر سیر ہو چکے دیا خالصاً۔ بہرحال اپنا دل چاہتا ہے۔ آپ اگر نہ چاہیں۔

پیام آپ کا پھوپھی سے آپ کی کہہ دیا۔ جواب بہت بکھیڑا ہے۔ جس کو عورات کا راگ کہتے ہیں۔ خلاصہ سرانجام دعا ہے۔ میں نے یہ چھانٹ لیا ہے کہ وہ تم کو دعا دیتی ہیں اور دیسے تمہاری مداح و خیر طلب ہیں۔

اب میر صاحب کچھ کہتے ہیں وہ لکھنا فرض ہے۔ میر صاحب نے کپتان صاحب کا پرچہ پڑھ کر تمہارے اہل و عیال کی تمریض سے رنج پایا۔ دعائے صحت کرتے ہیں اور تاکید کہ جلد حال انکا اور اپنے مزاج کا لکھ بھیجو اور چھلے انگوٹھی کل سپاہی کے ہاتھ بھیج دیئے۔ مرزا علی محمد سے لے لینا اور دو کرتے تمہارے گھر کی تیار نہیں ہیں۔ بروقت تیاری پہنچے گی۔

گاڑی جس وقت کوئی آتی جاتی ہوگی تو چارپائی وغیرہ اسباب بھیج دوں گا۔ دس روپے جو سید محمد کو متعرق آپ نے دیے وہ شتر سوار کو دیئے۔ وہاں سے علی محمد بیگ سے لے لینا اور تفصیل کرتے کے روپے کی بھیج دو کہ کتنے لیے گئے۔ یہاں سے روانہ کردوں گا۔ فقط از جانب میر صاحب تا اپنے۔

رقیمہ علاؤالدین

مورخہ ۱۲ ستمبر آخری چارشنبہ

از لوہارو

(۹)

یاامام یا محمد سلامٌ علیکم وعلیکم السلام

اس خط کا جواب کیا۔ سوا اس کے کہ اللہ خوش رکھے میرے خبردار کو۔ میر صاحب کو پرچہ دے دیا۔ اور زبانی بہت کچھ کہا خدا داند جواب کیا دیا۔ میں بعید و غبی الذہن میر صاحب خوش گو و آہشتہ[1] بیان۔ ایسی غائیں شائیں کی کہ خداوند تعالےٰ سمجھا ہوگا۔ اب وہی تمہارے مطلب کا جواب دیں گے۔

---

[1] آہشتہ آہستہ

یہاں کی یہ خبر ہے کہ مردان و آلِ مردان کا حشراتِ ارض کی مانند زور ہے۔ بڑا جور و مشقی معون ہے۔ اب نہایت ستم پیشگی کرتا ہے۔ یہاں سوائے خداوند کے اور کسی کا زور و زر نہیں۔ بیچارگی کا مالک وہی ہے۔ میرا یہ مدعا ہے کہ اگر کوئی عمل مغلوبیِ اعدا کا یا ہلاکت اعدا کا مجرب ہاتھ آوے تو معہ شروط و ترکیب لکھ بھیجو۔ احسان ہوگا۔ اور گویا امداد مستحق و اعانت بحق میں اجر پاؤ گے۔ اپنے والد ماجد کو نیاز کہہ دینا اور طلب دعا سے خبر فرمانا۔ گھر میں بچوں کو دعا اور مکہ کو بھی سلام۔ یہاں سردی ظلم ہے اور ظلم نہایت گرم۔ اناج کو مہنگا کیا ہے۔ کمینے و مشقی نے۔ اپنا بگوایا ہے۔ غربا کو ستاتا ہے۔ لعنۃ اللہ و غضب اللہ علیہ عاقبت بخیر باد

علاؤالدین قریب الہلاک

نگاشتہ ۱۱ نومبر سنہ ۱۸۶۰ء لوہارو

بنام صدرالدین آزردہ یا بنام غالب

(۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الملک العلام۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا خیر الانام و آلہ العظام۔ اما بعد فہذا ہو کتاب الفراغۃ والارتسام من المسکین علاؤ الدین الاستہام۔ الی حضرت المخدوم المطاع رفیع الشان۔ منیع المکان۔ مصدر اصناف الکرم۔ منبع انواع النعم۔ المحترم بالاحترام والمختم بالاحشام۔ الساعی فی طاعات اللہ الغفار بالاحترام۔ والافی حمایات الخلق من الاشرار بالاحتشام۔ الی دنی نعمی حرس اللہ رباط دولتہ من الانقطاع والانسحال۔ وحفظ اللہ صراط شوکتہ من الاندراس والزوال۔ فی جواب الصحیفۃ الشریفۃ والمنیفۃ الانیقۃ التی وصلت الیّ اللیلۃ البارحۃ المشرقۃ من العافیۃ الی صلتہ فی العناصر اللطیفۃ التی تسل بالجنان واللسان لیلاً ونہاراً من حضرت المنان۔ المنبۃ فی استحکام الرکنۃ المرسولۃ والتمحض للاخری مشلہا۔ بامرع الزمان۔ وعن الحکم الشریف بمدل الحزم فی التنسیق والاستتباع وانتظام الانقطاع۔ فالحمد للہ علیٰ فرح قلبکم باستحسان الرکنۃ۔ بارک اللہ فی ارتیاحہا۔ ایہا المخدوم ان الخادم سیاع فی تمحض مشلہا۔ وان لہ یوجد اثر القرس فی بادی النظر فی اقطاعہا و اصلاعہا۔ ولکن اصرف ہمتی فی استحصالہا موفوراً والرجاء ان یکون سعی مشکوراً۔ فاما انتظام الانقطاع بعون القوی العزیز حاصلۃ باحسن الطرق والانحاف من افتراء الکذاب والتلفیق۔ والمرجوان یعلمن قلبکم من باب التنسیق واللہ ولی التوفیق وبہ نستعین والحمد للہ رب العلمین۔ والباقی بالامن والخیر والعافیۃ۔

حرر یوم الخمیس الثانی عشر من شہر ذی الحجۃ فی سنۃ مائتین وثمانین بعد الالف ہجرگستر و آسمان منزلت قبلہ گاہا۔ ایں نخستین دولت کہ بخدمتش تازی نامہ خامہ بر داشتم و بپے رہبری آموزگار و محک و اصلاح اُستادی دریں راہ علم برافراشتم خطایم بگیرد و بعفو کرم سبوم را بہ پذیرد کامرانی دروزگار ہمعناں و پیاکر باد۔

علاؤالدین پورنشن آئین

(۱۱)

یا محمد یا امام۔ السلام علیکم و قلبی لدیکم اللہ

۱۶ اگست بروہاں سے روانہ ہوا۔ وہ عنایت نامہ ۱۹ کو یہاں پہنچا۔ خط کو یونہی لیے چلا گیا۔ اور حضرت قبلہ و کعبہ نواب صاحب کو وہ خط دکھا دیا۔ ان کے ماموں صاحب کے رشتے پر خود طعنہ زنی اور نیز ان کو بھی لاعن علیہ کیا۔ اجازت بخشی کہ آپ

جاویں اور وہ حویلی جو برائے نام مرزا علی محمد بیگ کی حویلی کہلاتی ہے۔ اپنا مسکن اختیار فرماویں۔ چنانچہ یہ پرچہ بھیجتا ہوں، مرزا صاحب کو دے دو۔ حکم نامہ ہے۔ تعمیل سعادت تجہیل خرافت ہے تکلیف مت اٹھاؤ اور وہاں مکان میں جا رہو۔ کیا خوب شیخ کے عوض آدمی۔ واللہ ڈھور ڈانگر سے بھی سوا۔ لو ذرا جائے سے ہو۔ تاکہ کوئی بات آوے۔

اُستانی جی اگر خود تنہا بلا اطفال آنا قبول فرماویں تو سواری وزاد کی تدبیر ہو سکتی ہے۔ بہن میری بہر تجدید علم قرآن حمید کیا چاہتی ہے۔ سبحان اللہ اگر قدرت ہو تو ہم ذال علی الخیر کیوں بنے۔ صاحب خیر و فاعل خیر کیوں نہ ہوں۔ پیشتر لکھ چکا ہوں کہ جب خدا تعالےٰ دو چار روز میں کچھ مرحمت فرما دے گا حاضر کروں گا۔ اور نیز کمین میں ہوں جس وقت کسی کو مابہ درپایا بھیجا۔

رہے نواب صاحب، اُن سے کفن بھی طلب کرنا حرام جانتا ہوں، چہ جائے آنکہ کسی کے لیے کچھ چاہوں۔ نواب صاحب اس کے واسطے بھی نہیں چاہتے جس کو خدا چاہتا ہے۔

کیوں امام ایک اللہ مجکو خط نسخ جلی میں پان کی شکل کاغذ پر لکھا ہوا درکار ہے۔ اجر جمیل پاؤ گے اگر کسی سے کاغذ پان کی شکل پر لکھوا بھیجو۔

حصیر عمدہ بصورت جانماز ملے تو ڈھونڈ کر بھیج دو۔ کرم و احسان

علاؤالدین
۱۹ر اگست سنہ ۱۸۶۱ء

(۱۲)

۱۴ر محرم سنہ ۱۲۸۰ ہجری۔ ۳۰ جولائی سنہ ۱۸۶۳ء از لوہارو۔ علاؤالدین خستہ جگر۔

میرے امام! خداوند تعالےٰ تمام مصائب و آفات سے تم کو محفوظ اور تمنیات سے محظوظ رکھے۔ مجھے اپنے صدمات و اضطرار میں کیا آزار خود کم ہے کہ تمہارا حال سن کر اور بھی نہ مر جاؤں۔ مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ میں اس وقت اس معاملہ پر رضامند ہوں اگر قسام ازل پسند کرے۔ مجھے حل صعوبات دشوار اس قدر کثرت لذت آزار سے آسان ہو گیا ہے کہ اگر مشکل کو دنیا میں جانتا بھی ہوں۔ ہاں مرگ کہ جو میرے لیے باہمہ آسانی سخت جانی سے مشکل تر آسان ہے۔ اگر تم میری راحت سے اپنے آرام کو بدلنا چاہو اور میسر آجائے تو واللہ تمہارے لئے راحت تو چاہوں۔ اِلّا نہ اپنی راحت کہ عین زحمت ہے۔

افسوس میں جیسا مجھے سمجھانے والے بہت ہیں تم کو اس توحش پر کچھ سمجھاتا مگر بیدردی کی تواضع پند و انذار کی تعلیم سے اور اس کی کیفیات جو مجھ کو حاصل ہو گئی ہیں عنانگیر ہیں۔ حق جانب شماست۔ ہائے کدھر جانے کا قصد کرتے ہو۔ بہر کجا کہ رسیا آسماں در آنجا ہست۔ علم موہوم پر عقل کے نزدیک مجہول اور عقلمند مظنون امر پر تاریخ کی ترتیب کو نامعقول کہتا ہے۔ رہا وثوق و اعتماد الطاف الٰہی پر۔ سو وہ نہ موقوف مکانی نہ خود عیانی لطف نہانی ہے کہ ہر عبد کے ساتھ عموماً خصوصیت رکھتا ہے۔ دلی و آگرہ و اصفہان و انگلینڈ و عین و بطحا سب میں مشترک ساری ہے۔ ارے بھائی لطف باری ہے نہ معاملہ جہانداری ہے۔ وہاں خدائی ہے نہ

بادشاہی ہے۔ گویند سنگ لعل شود در مقام صبر آئے شود دیک بخوں جگر شود۔ یہ باتیں جانے دو۔ مجھ سے یہ بات سن کر مان لو کہ عربی رجب اور انگریزی دسمبر اور ہندی کاتک تک حرکت و جنبش نہ کرو۔ میں نے خواہی نخواہی تقویماً خواہی تعلیماً خواہی استخباراً خواہی اضطباراً یہ مدت اپنی نیل و ناکامی کی منتہی و مبتدیٰ سوچ لیا ہے۔ یا دولت آرزو ملے۔ یا دولت سعادت صبر و رضی حاصل ہو۔ بس ایسی مجنونانہ حرکت نہ کرنا۔ اور دنیائی تکالیف سے گزر کر تیری سخت سفر نہ خریدنا۔ اے بھائی جمعیت و جاہ نہیں نہ سہی۔ آوارہ وطنی میں آرام بیتوتت و خوابگاہ کہاں۔ زنہار زنہار آہستہ کہ رہ بردم تیغیست قدم را۔

مجھے پیوستہ اپنا حال لکھتے رہو۔ اور مجھ سے ملنے میں آیس نہ ہو۔ واللہ میں دیدار ظاہری اور معانقہ صوری کو میزانِ اعتبار میں تولتا ہی نہیں۔ سینہ گنجینہ محبت تست ؎

دل میں اپنے ثبت ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

میرا بھائی میرا عین بلکہ ایک معنی کر کے مجھ سے ہزار مرتبہ بہتر ہے۔ سعید ہے۔ حلیم ہے۔ طابع و رہے۔ خود سر ہے۔ امیر زادہ کہستان کا داماد ہے۔ خیر یہ ہنسی کی بات تھی۔ بات یہ ہے کہ میری جان یہ ہے میرا جہان یہ ہے۔ واللہ ثم باللہ میں ہرگز نہیں [چاہوں گا] کہ میں ہوں اور علی حسین نہ ہوا ہے۔ الٰہی دنیا میں بے علی حسین نہ رہوں۔ ان سے ملتے ہو خوب کرتے ہو۔ بلاسے دو چار گھڑی جا کر وہیں دل بہلا آیا کرو۔ ڈگری کی بابت وہ اس فکر میں ہے کہ کوئی صورت فیصل نکلے اور عجب نہیں اسی کی سعی کو تقدیر نے ازل میں اس کا سبب اور میرا رفع تعب رکھا ہو۔ کوئی عقدہ مشکل بن پڑے۔ اور یہ مرحلہ طے پائے۔ ذرا اس کے راز جو بن کر مشورت نیک اس کو دینا اور کوئی حصہ کوشش کا تم بھی اپنی جانب لینا۔ بھائی سے سوا میرا چارہ کر کیا۔ اور تم سے زیادہ غم خوار کہاں سے لاؤں۔

لو بھائی یہ تازہ شرسیادت تم کو ارمبارک۔ افزائش اولاد سعادت ہے۔ برکاتِ الٰہی اسی سے مراد رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اخلاق داؤدؑ سے اس کو مزین کرے۔ نگرنام بڑھا ہے۔ کوئی جوان کلمہ مہر خاں اور تجویز کرو۔

میر صاحب کو آپ کا رچہ دیا۔ مبارک باد دیتے ہیں۔ اور سُرت اندمز ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں تمہارے کنار عاطفت میں اتنی عمر پائیں کہ تم ان کے پوتوں کی ان کے سامنے تہنیت سنو۔ میں تو کیوں اُدس وقت تک اپنے جینے کی ہوس کروں۔ مگر تمہارے احباب کو اتحاف تہنیت فرمائیں۔ والسلام بچوں کو پیار کرنا اور میرے لیے اور میری اولاد کے لیے دعائے فلاحِ دارین نہ بھولنا۔

علاؤالدین از لوہارو
روز جمعہ بین الظہرین

(۱۳)

بنام نواب مرزا تحصیلدار جہانگیر آباد

علاؤالدین نوازا:۔ ہائے بھول ہی گیا تھا۔ شکر خدا کہ یاد آیا۔ بھائی میرا آدمی عبداللہ نوکری چھوڑ کر چل دیا۔ کیا کہوں کہ کیسا ہرج عظیم ہے۔ خدا کے لیے آپ جلد ایک معقول و معتبر آدمی کہ جس کو میں اپنے پڑے اسباب بے اندیشہ و وسواس حوالہ کردوں ہوشیار و فہیم آدمی خدمت گار ضرور بھیجد بیجیے۔ پانچ روپیہ مہینا اور روٹی دوں گا۔ یہ آدمی رات دن سوا بیٹھے رہنے کے یا کپڑے پہنانے کے اور کچھ کام نہیں کرے گا۔ مگر اس کو فی الجملہ سلیقہ و شعور رفو و دوخت میں بھی ہو۔ اور جوان آدمی میرا ہم عمر ہو۔ نہ یہ کہ بصورت شیخ و خطیب مجھ کو ہر بار صورت اس کی دکھنی مورث یبس و صداع ہو۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ کج بند یا آدمی نہ ہو محنت سفر و سواری اسپ کا متحمل ہو۔ آپ بذریعہ مہربانی نامہ اس کو جلد روانہ کردیں کہ میں آدمی نہ ہونے سے جانور ہو گیا ہوں۔ فقط

علاؤالدین

(۱۴)

روز شنبہ از لوہارو رقیمہ علاؤالدین

امامنا سیدنا۔ سید القوم امام الخلق سمی الرسول علیہ الصلوٰۃ و علیک السلام۔

مقدمہ کلام مبتدائی سلام و پیام۔ آپ کے آئین میں شکایت ہے زہے ڈھٹائی کہ اپنی بے پروائی کا عذر تو نہ کرو اور گلہ ناز جب کو آمادہ ہو جاؤ۔ میرے حضرت! اگر آپ کو مکارہ دنیائی سے فرصت کم تو مجھے بھی علائق و آلائش غم برائے سے وقت نہیں تم کو اگر معاش میں پریشانی ہے تو واللہ مجھے تلاش سے پشیمانی ہے۔ اگر آپ ناسوتی ہیں تو میں لاہوتی نہیں۔ میرے بھائی ایک ہی مجلس ہے جس میں میں اور تم محبوس ہیں ایک ہی زنداں ہے جس میں میں اور تم معنوس ہیں۔

ہر یکے را بہر کارے ساختند نکرا اندر دلش انداختند

بھائی میں ایک تار ہوں مجھے نہ چھیڑو۔ ورنہ ہزار ارغنون غم کی صدا سنو گے۔ ادھر سے گزرتا ہوں اور تم کو اپنا سا دیوانہ جان کر معذور رکھتا ہوں۔ مجھے داور حقیقی کی قسم۔ وہ داور جو میرا باپ اور ما اور خدا بود خداوند ہے۔ ارے کیسا خدا بود خالق ہے۔ پروردگار ہے کہ امام میرا دلی دوست اور حقیقی یار ہے۔ کافر مردوں جو مجھکو تجھ پر بھائی وہ اعتماد نہ ہو جیسا شاید اپنی جان پر آپ۔ اس میں شائبہ ریب نہیں کہ اگر تم امام مسجد بزرگ اور میں مغل لشکری نہ ہوتا تو اپنے کو تمہارا تم کو اپنا عاشق و مفتون کہہ دیتا۔ وہاں ادب مانع یہاں پیشہ عناں گیر۔ چلو یہ بس ہے کہ مجھے اپنا دوست یکتا تصور فرماؤ۔ اور اپنے میں مجھ میں گمان دوئی نہ لاؤ۔ الحق بر حق من المشرکینے۔

سید محمد کا حال پوچھتے ہو وہ اب تک میری ہی رائے پر لوہارو میں زحمت افگن ہے اور یہ وہ انجن ہے کہ آدمی یہاں کا دشمن اور صاحب قدرت یہاں کا مردم خوار و دشکن ہے۔ سید محمد کو اور اس کے باوا صاحب کہ جو تمام قد بہشتی تمام رُخ

جنتی ہیں۔ استاد پکاری شد و امیدواری نے گھبرا دیا ہے۔ مگر میں نے مصلحت نہ دیکھ کر کہ اس کو یاس آشنا کیجئے رد کا ہے اور عنقریب افضالِ الٰہی سے توقع ہے کہ جو چاہتا ہوں اس کے لیے اچھی صورت نکلے اور جو صورت نکلے وہ اچھی ہو۔ خداوند نعمت نے جو مراسم پرورش اس سے برتے ہیں۔ تمنائے جو نوازش میں اس کے لیے خود ستا رہوں۔ اس میں اگر ہنوز زیادہ نہیں تو حضرت کو الفا بھی نہیں۔ مگر پھر کہتا ہوں کہ ایں دیر آمدن درست آمدنست۔

حکیم محمد حسن خان کی نسبت بعض تکالیف سفیہہ محصل کے ہاتھ سے بخدا میری تکلیف ہے کہ تمہارا وہ عزیز دوست ہے۔ ایسے وقت میں آپ نے بھائی علی حسن خاں میرزا کو کیفیت لکھ بھیجی ہے۔ وہ میرا فرمانبر بھائی اور آپ کا مخلص دوست ہے۔ حکیم صاحب کو لیے ہوئے کوٹھی آجاؤ۔ وہیں دو جانے کا صغیر و کبیر وہی علی حسین خاں خوش تدبیر اسی لحظہ نواب دو جانہ اور ان کے بھائی سے ملوا دے گا اور رفع تکالیف ہو جائے گا۔ میں خط آنکھوں سے لکھ دوں اگر اس شکل سے سود مند تر ہو۔ یہ لوگ باہر کے ہیں۔ مذاق سے بے بہرہ معنوی اخلاق سے بے نصیب۔ کیا عجب مجھے بے اتفاقی سے شاکی اور حکیم صاحب کو اس سے بھی زیادہ ملول کریں۔ اگر یہ تدبیر بہتر ہے تو بہتر۔ والا نہ فرماؤ میں دس نامۂ تعارف و کتاب سفارش لکھ بھیجوں۔ حکیم ذیرالدین خاں یکتا دل گرم پوچھتے ہیں۔ اپنی والدہ کو میرا نیاز کہنا اور بچوں کو پیار کرنا۔ والسلام علیکم مع اہل البیت

علاؤالدین

۹ بجے رات کے

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

الاخ المعظم

چونکہ مجھ کو آپ کو مات دینی ہے۔ اس لیے عبارت کے ساتھ کاغذ بھی مختصر اختیار کیا ہے۔ جس کی اُمید آپ کو یقیناً پہلے سے نہ ہوگی۔

ندیۃ العلما اگر تین چار برس صرف چلی جائے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ کیا چیز بن جاتی ہے۔ مُنشا شرط ہے۔ سن کر اثر نہ ہو۔ یہ ممکن ہے؟

یہ بھی کچھ بات ہے ہم سا نہ ہو اور ہم میں رہے حقیقت یہ ہے کہ میں اور آپ مل کر کوئی تصنیف کریں تو بہت کام کی ہو۔ مگر افسوس ہے کہ آپ کو منظور نہیں۔

مولوی سید مہدی علی صاحب سخت بیمار ہیں۔ خدا شفا دے وہ قومی دلچسپی کے ایک بڑے رکن ہیں۔ کیوں؟ اب تو مختصر نویسی کی شکایت نہ کیجیے گا؟

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

دالسلام — نعمانی

۱۱ مئی ۱۸۹۲ء

(۲)

کارڈ پہنچا۔ بہتر چہ ارشاد

؎ مجھے تو خوف ہے کہ جو کچھ کہو بجا کیجیے

۵ اجلدیں الفاروق حسب ارشاد روانہ کی جاتی ہیں۔ لیکن روانگی کا محصول آپ کے ذمہ۔ بلی بیرنگ جائے گی۔

شبلی۔ اعظم گڈھ ۲۰ اگست

(۳)

جناب من۔

خط پہنچا۔ اگرچہ میں اس وقت ایسے اشغال میں مصروف ہوں کہ جمعیت خاطر مفقود ہے۔ تاہم تعمیل ارشاد سے چارہ

نہ تھا۔

اشعار جو ڈھونڈ کر نکالے ہیں۔ نظامی کے ہیں۔ شاید بعض الفاظ قابل تبدیل ہوں لیکن مجموعی طور سے نہایت عمدہ ہیں۔ ان میں جتنے اشعار پسند ہوں رکھ لیں۔

کتابہ کی عبارت کا خاص عنوان میرے خیال میں نہیں ہے۔ اور قبروں کے کتابے دیکھنے چاہئیں۔ البتہ عبارت فارسی میں لکھ دیتا ہوں۔ بسم اللہ شاید لکھنے کا دستور ہے۔

میں یہاں ۱۰ اکتوبر تک رہوں گا۔

سفرنامہ پر اگر آپ مختصر سا ریویو لکھ سکیں تو لکھ کر تہذیب الاخلاق میں بھیج دیجئے۔ زیادہ مقصد اس کا اشتہار ہو جانا ہے (جو) اس طریقہ سے اچھی طرح سے ہوگا۔

بیاد آور اے تازہ کبک دری	کہ چوں بر سر خاک من بگذری
گیا۔ بینی از خاکم انگیختہ	میان سودہ بالیں فرد ریختہ
تہی دست بر شوشۂ خاک من	بیاد آوری گوہر پاک من
فشانی تو بر من سرشکی زدور	نشانم من از آسماں بر تو نور
دردوم رسانی۔ رسانم درود	بیائی۔ بنایم زگنبد۔ فرود
مرا زندہ پندار چوں خویشتن	من آیم بہ جاں گر تو آئی بر تن
مداں خالی از ہم نشینی مرا	کہ بینم ترا۔ گر نہ بینی مرا
لب از خفتۂ چند خامش مکن	فرد خفتگان را فراموش مکن

عبارت لوح

سنگ تربت سید ... ... کہ بتاریخ شانزدہم از ۱۳۱۱ھ ہنگام دمیدن آفتاب در عمر چہار و بست سال۔ در عارضۂ عمیق النفس۔ سر بجاک نہاد۔ وچوں از باغ جوانی ہنوز برنخوردہ بود۔ و در مرحلۂ زندگانی ہمیں قدے چند برپردہ بود۔ پدر و مادر و برادرانش را بداں تیرہ روز ماتم نشاند کہ کار باندازۂ شکیب و توانائی نماند خدائش بیامرزاد۔ و در پہلوئے رحمت خویش جا دہاد۔ والسلام

شبلی اعظم گڈھ
۱۱ ستمبر ۱۸۹۳ء

(۴)

جناب من۔

تسلیم۔ میں کل یہاں پہنچا۔ آپ کا نامہ والا نجہ کو مصر میں اس شام کو ملا جس کی صبح کو میں مصر سے ہندوستان روانہ ہوا۔

عربی لغت کے متعلق تو کچھ نہ کر سکا۔ البتہ مختار الصحاح کا ایک نسخہ لیتا آیا (ہوں)

عورتوں کے متعلق آپ کے سوالات امتحان میں مجھ کو امید ہے کہ سو میں (۷۵) سو نمبر حاصل کر سکوں۔ آپ جب چاہیں کاغذات امتحان بھیج دیں۔

اورنٹیل کانفرنس میں جو اس سے پہلے اسٹاک ہالم بمقام یورپ منعقد ہوئی تھی۔ اس میں مصر سے جو سفارت گئی تھی۔ اس کے ایک معزز ممبر نے عورتوں کے متعلق ایک رسالہ کانفرنس میں پیش کیا تھا اگرچہ مضامین کے لحاظ سے چنداں قابل قدر نہیں۔ لیکن عبارت وزور تحریر بالکل قدما کا سا ہے۔ بہر نوع اس کا بھی ایک نسخہ حضور والا کے لیے لایا ہوں۔ دونوں کتابیں دو تین روز میں ارسال خدمت کروں گا۔

ترکی میں تعلق شاید اس کی اب آپ کو ضرورت نہیں اور بیشک ضرورت نہیں۔ تاہم اگر آپ اس کے متعلق گفتگو کرنی چاہیں تو پوری طرح کر سکتا ہوں لیکن نتیجہ یہ ہے کہ یہ خیال بے فائدہ ہے۔

خیر۔ یہ سب تو میں نے آپ کی نسبت لکھا۔ اب میری اغراض بھی سنیے۔ آپ نوکر ہوئے۔ بخدا (مجھے) بے انتہا خوشی ہوئی میں دل سے دعا کرتا تھا۔ لیکن یہ فرمائیے کہ آپ ہمارے کام کے رہے یا نہیں۔ یعنی سرکاری کام سے کچھ فرصت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی اور آپ صرف اوروں کی طرح سرکاری کارخانوں کے ایک پرزہ بن گئے ہیں، تو چنداں خوشی نہیں۔

میں ایک سلسلہ تالیف مشترکہ چھیڑنا چاہتا ہوں۔ جس میں آپ کو ایک مقتدر یہ پارٹ لینا تھا۔ لیکن معلوم نہیں (کہ) آپ کی حالت سے یہ توقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جواب لکھیے اور جلد لکھیے۔ والسلام

سیاح المصر والروم

۲۱ اکتوبر ۱۸۹۲ء ..... نامعلوم

ہم لوگوں میں بدگمانی اور غلط خبروں کے مشہور کرنے کی عادت نہایت افسوس کے قابل ہے۔ میں نے کانفرنس کے لیے نہ کوئی رسالہ لکھا تھا نہ پیش کرنے کا ذکر تھا۔ نہ کسی نے ناپسند کیا۔ مختصر سی تقریر میں میں نے قرآن مجید کے اعجاز کے متعلق جو ضمنی ذکر کر دیا تھا۔ جلسہ کے بعد متعدد علماء مصر تھے کہ میں اس کو قلم بند کر کے رد وتداد کے ساتھ شامل کروں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ نہایت مفصل مضمون ہے اور ایسے مختصر طور پر اس کا شائع ہونا اس کے لطف کو مٹا دینا ہے۔

الغزالی کے لکھنے کا ارادہ بہت مذبذب ہے۔ تین خیالی تصنیفیں سامنے ہیں قرآن مجید کا اعجاز۔ فارسی یا عربی شاعری کی ہسٹری۔ الغزالی۔ ان میں اب تک فیصلہ نہیں ہوتا۔ جس دن فیصلہ ہو جائے گا۔ لکھنا شروع کر دوں گا۔ اگر آپ اپنے قومی دلائل یا کسی اور طریقہ سے کسی کو مرجح ثابت کریں تو بہت بڑا احسان ہوگا۔

(۵)

۸ اگست ۱۸۹۸ء جناب من

تسلیم! میں اس وقت زیر رخصت ہوں اور ندوہ میں کام کر رہا ہوں۔ میں نے تمام پہلوؤں پر غور کر کے یہ

ضروری سمجھا ہے کہ آپ ندوہ کے ارکان انتظامی میں شامل ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب اور اور ارکان کی بھی یہی رائے ہے اس لیے آپ اس کے جواب میں اپنی منظوری ظاہر کر کے ہم لوگوں کی دلجمعی فرمائیں۔ والتسلیم

شبلی نعمانی ندوۃ العلماء

کان پور

(۶)

جناب من :

کل اخبار میں پڑھ کر معلوم ہوا کہ مشکوٰۃ معلّٰی میں فرزند بااقبال تولد ہوا چونکہ میں اپنے تئیں زمرۂ نیاز مندان میں سمجھتا ہوں (گو آپ کچھ ہی سمجھیں اور کیسی ہی بے اعتنائی کریں) اس لیے درحقیقت مجھ کو نہایت خوشی ہوئی۔ اور غایت صمیم قلب سے (آپ کو) مبارک باد دیتا ہوں۔ والسلام شبلی نعمانی

۲۷ رمضان المبارک

(۷)

مکرمی :

مسٹر ظفر کی وجہ سے بڑا دھوکا ہوا۔ انہوں نے کتاب کے اس قدر اجزا ترجمہ کیے تھے کہ اور کاموں میں مصروف ہو گئے۔ وہ نہایت متلون الطبع آدمی ہیں۔ مجھ کو سخت افسوس ہے کہ رپورٹ میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ لوگ مجھ کو کیا کہیں گے۔ انہوں نے اپنا ذاتی مطبع بھی کر لیا ہے۔ ایک دن کہتے تھے کہ میں اپنے ہی مطبع میں چھپواؤں گا۔ لیکن یہ بھی ایک بات ہے۔ کتاب تیار ہی نہیں اور نہ ایک مدت تک امید ہے۔ مقاصد الامین کی نسبت ایک مدت ہوئی میں نے آپ کو اطلاع دی تھی، کہ مجھ کو ملی ہی نہیں بلکہ مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے ڈاک رساں سے دستخط کر کے لے لی۔ میں نے ان (سے) پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کتاب میرے ہی نام آئی تھی۔ میں نے پھر کہا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ اُن ہی کو لکھیے۔ لیکن وہ دو تین روز میں رخصت لے کر پہاڑ پر جاتے ہیں۔ والسلام

شبلی

۳۰ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء

(۸)

مکرم و معظم۔

السلام علیکم : صاحبزادہ کے یہاں آنے سے مجکو گوناگوں خوشی ہوئی۔ اوّلاً تو مدت کی نیازمندی کے ثبوت دینے کا موقع ملے گا۔

دوسرے ندوہ کی تعلیم و تربیت کی نسبت آپ کا ذاتی تجربہ ہو جائے گا جو ندوہ کے لیے بھی مفید ہوگا۔ نگرانی تعلیم میں خود کروں گا اور بالکل اپنا عزیز سمجھوں گا۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ بورڈنگ میں مطلق جگہ نہیں۔ ذرا سا مکان ہے اور اس وقت ۹۲ بورڈر اس میں ہیں۔ ذرا ذرا سے

حجروں میں پانچ پانچ لڑکے رہتے ہیں۔ میں نے چار لڑکے اپنے مکان میں رکھے ہیں تین مولوی بدرالحسن منصف شہر کے گھر پر رہتے ہیں (کو کھانا بورڈنگ میں کھاتے ہیں) چار لڑکے ہیڈ ماسٹر کے گھر پر رہتے ہیں۔ اس لیے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رہنے کا کیا بندوبست کیا جائے۔ فرض کیجیے کہ مدرسہ کے قریب کوئی مکان مل سکے تو کیا آپ اس میں رہنا پسند فرمائیں گے۔

یہ مشکل حل ہو جائے تو اور سب باتیں حسبِ دلخواہ ہو جائیں گی۔ میں کل دلی جاتا ہوں وہاں سے علی گڑھ آؤں گا اور آپ کی زیارت ہوگی۔

کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ صاحبزادہ منشی احتشام علی صاحب کی کوٹھی پر رہے جہاں کہ منشی واحد علی صاحب کی نگرانی اور خبر گیری حاصل ہو سکے گی۔ والسلام

شبلی ندوہ

۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء

(۹)

جناب کرم و معظم

سلام مسنون۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ندوہ کی حالت بہت افسوسناک ہو گئی اور اس کا یہاں تک اثر ہوا کہ گورنمنٹ نے اس پر نوٹس لیا۔ اور بھوپال سے ۲۵ھ جو مقرر تھا وہ اس شرط پر روک لیا گیا کہ حالتِ موجودہ کی اصلاح کیجائے اس بنا پر بعض معزز بزرگوں نے یہ تجویز سوچی کہ دہلی میں ایک عام جلسہ مسلمانوں کا کیا جائے جس میں قوم کے پیش رو اصحاب جمع ہوں اور معاملات کو سلجھانے کی تدبیر نکالیں۔ جناب حکیم اجمل خاں صاحب اور دیگر معززین دہلی اور باہر کے معزز حضرات نے اس کے لیے دعوت کے خطوط اور اعلان بھیجے ہیں۔

چونکہ یہ ایک نہایت اہم مذہبی اور قومی معاملہ ہے۔ اس لیے آپ سے استدعا ہے کہ صرف چند سطریں اس مضمون کی تحریر فرمادیں کہ مسلمانوں کو دہلی کے مجوزہ جلسہ میں شریک ہونا اس وقت ضروری ہے تاکہ ندوہ کے معاملات کے رو براہ ہونے کی کوئی ایسی شکل پیدا ہو جس پر فریقین اور عام مسلمان اتفاق کر سکیں یا یہ کہ قوم علیحدہ آرا سے کوئی مناسب تدبیر اختیار کرے۔ آپ کے ہاں کی صرف دو تین سطریں کافی ہوں گی اور یہ ایک بڑی قومی خدمت ہوگی۔

شبلی نعمانی

۱۸ر اپریل ۱۹۱۴ء

مخدوم و مکرم!

میں بھی اس درخواست میں شریک ہوں۔

اجمل

۱۸ر اپریل

(۱۰)

جناب مخدوم و کرم

بعد سلام و محبت

اس غرض سے کہ گورنمنٹ ندوۃ العلماء کے مقاصد سے کافی طور سے واقف ہو کے ایک یادداشت طیار کی گئی۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر ارکان کے دستخط سے گورنمنٹ کے پاس بھیجا جائے گا۔ اس لیے اس کا مسودہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ آپ کی دانست میں جہاں کوئی امر مناسب نہ ہو۔ اس کی اصلاح فرمادیں۔ یا اگر آپ کی رائے میں اس کا پیرایہ بالکل بدلنے کے قابل ہو تو آپ کو تبدیل کا بھی اختیار ہے۔ والسلام

از دفتر
ندوۃ العلماء

محمد علی ناظم ندوۃ العلماء
بقلم شبلی نعمانی

نواب محسن الملک

دفتر آنریری سیکرٹری ایم۔ اے۔ او کالج
علی گڑھ۔ مورخہ ۹ رمئی ۱۹۰۱ء

جنابِ من!

آپ کی طبیعت کیسی رہتی ہے۔ بہت کم خط آپ کے آتے ہیں۔

آپ نے سن لیا ہوگا کہ سید محمودؒ نے کل بیتیا پور میں انتقال کیا۔ نہایت افسوس اور رنج کا مقام ہے۔ گو کیسی ہی حالت تھی۔ پھر بھی ان کی جان قیمتی تھی۔ اللہ ان کو غریقِ رحمت کرے۔

یہ فرمایئے کہ قانون ٹرسٹیاں جو ناتمام ہے۔ اس کی پریسیڈنٹی آپ قبول کریں گے اور اس کام کو پورا کر دینے کا ارادہ فرمائیں گے۔ مجھے تو امید ہے کہ آپ ضرور اسے منظور کریں گے۔ براہ مہربانی اجازت دیجئے تاکہ اس کام کو ختم کرنے کا انتظام کیا جائے [1]

مہدی علی
(محسن الملک)

(۲)

دفتر آنریری سیکرٹری ٹرسٹیاں مدرسۃ العلوم علی گڑھ
۱۲ ستمبر ۱۹۰۱ء

بخدمت جناب نواب وقار الملک بہادر
ٹرسٹی ایم اے۔ او کالج۔ علی گڑھ

جنابِ من!

۱۔ میرا تقرر عہدۂ آنریری سیکرٹری ٹرسٹیاں مدرسۃ العلوم علی گڑھ پر ۱۴ جنوری ۱۸۹۹ء کو جب کہ سالانہ اجلاس ٹرسٹیاں کا منعقد ہوا تھا

---

[1] نواب محسن الملک کے اس خط سے (جو بہت ہی مشکل سے پڑھا گیا) معلوم ہوتا ہے کہ سرسیّد کے فرزند سید محمودؒ کی وفات ۸ رمئی کو ہوئی۔ لیکن خط پر سنہ نہیں لکھا تھا، بڑی تلاش کے بعد پتہ لگا کہ سید محمودؒ کا انتقال ۸ رمئی ۱۹۰۱ء کو ہوا، اور اس کے دوسرے دن یعنی ۹ رمئی کو نواب محسن الملک نے یہ خط لکھا۔ اگرچہ خط سے پتہ نہیں لگتا کہ یہ خط کس کے نام ہے؟ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط نواب وقار الملک کو لکھا گیا تھا۔

عمل میں آیا تھا۔ اور بموجب دفعہ ۴ قواعد و قوانین ٹرسٹیان کے ہر ایک سیکرٹری اور جنٹ سیکرٹری اور اسسٹنٹ سیکرٹری کا تقرر صرف تین سال کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بعد دوبارہ منتخب ہو سکتا ہے۔

(۲) چونکہ اس بڑی ذمہ داری اور بڑے مشکل عہدہ کے کام (کو) انجام دینے کی طاقت میں نے اپنے میں نہ پائی اس لئے ۲۶ اگست ۱۹۰۰ء کو میں نے اپنا استعفےٰ بجٹ میٹنگ میں پیش کیا۔ مگر ٹرسٹیوں کے اصرار سے میں نے اس کو واپس لیا۔ اور تا ختم ہونے میعاد تقرر کے میں نے جس طرح ہو سکا اس بوجھ کو اٹھانا منظور کیا۔

(۳) چونکہ ۳۰ جنوری ۱۹۰۲ء کو میرے عہدہ کی میعاد سہ سالہ ختم ہو گئی اس لئے میں آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آئندہ اس عہدہ آنریری سیکرٹری کے قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوں اور نہ آئندہ اس بارگراں کو اپنے اوپر رکھنا منظور کر سکتا ہوں۔ اور ان ٹرسٹیوں کی خدمت میں جو براہ مہربانی اپنے حسن ظن سے مجھے اس خدمت کے لائق سمجھتے ہیں اور دوبارہ اس عہدہ کو میرے لیے تجویز کریں بکمال ادب ملتمس ہوں کہ وہ مجھے معاف فرماویں اور میرے دوبارہ تقرر کا خیال چھوڑ دیں۔

۴۔ چونکہ نومبر کے مہینہ میں سالانہ اجلاس کا جو جنوری ۱۹۰۲ء کی کسی تاریخ کو منعقد ہوگا۔ ایجنڈا جاری ہوگا اسلئے ضروری ہے کہ جو سیکرٹری آئندہ کے لیے تجویز کیا جائے اس کا نام اس میں درج کیا جائے اور بموجب دفعہ ۵ قواعد و قوانین ٹرسٹیان کے آنریری سیکرٹری کا تقرر ٹرسٹیوں کے اختیار میں ہے۔

(۵) میں نہایت ادب اور عاجزی سے ملتمس ہوں کہ آپ اس ضروری معاملہ پر غور فرما کر اور دیگر ٹرسٹیوں سے مشورہ کر کے یکم نومبر سے اوّل جس کو سیکرٹری کرنا منظور ہو اس کا نام اجنڈا میں مندرج کرنے کے لیے پیش کیجئے تاکہ سالانہ اجلاس پر اس کا فیصلہ ہو جائے۔

(۶) میں پھر نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ میرے دوبارہ انتخاب کا خیال نہ کیا جائے اس لیے کہ میں اس بارگراں کے اٹھانے کے لائق نہیں ہوں اور نہ آئندہ میں اسے اٹھا سکتا ہوں اور نہ اب میں آنریری سیکرٹری کا عہدہ قبول کر سکتا ہوں۔

آپ کا خادم
محسن الملک

آنریری سیکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علی گڑھ

(۳)

علی گڑھ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ ر ۱۵ ستمبر کا جواب بیماری کی وجہ سے نہ لکھ سکا۔ بخار آگیا تھا اور طبیعت نہایت خراب تھی۔ اب بھی اگرچہ اچھا نہیں ہوں۔ مگر بخار پہلے سے کم ہے۔

پریسیڈنٹ صاحب نے انگریزی چھپی کا مسودہ اب تک میرے پاس نہیں بھیجا صرف اردو کا بھیجا تھا۔ اب میں نے انگریزی کا مسودہ بھی ان سے طلب کیا ہے جس وقت آیا آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔

اب تک صرف سات دوٹ آئے ہیں اور جن میں اختلاف ہے وہ میں چھپنے کے لیے دینا چاہتا ہوں۔ اگر وقت پر جب بہت سے دوٹ آئیں گے اور لمبی لمبی تحریریں ہوں گی تو ان کا چھاپنا مشکل ہوگا۔ پانچ دن کی مہلت میں اگر تحریریں زیادہ ہوں تو چھپنا مشکل ہے۔ آئندہ کے لیے اس کا تصفیہ آپ ہی کریں اور آپ خود قانون بناتے ہیں کم سے کم پندرہ دن کی مہلت ضرور رکھیں۔ میں تو بفضلہ تعالیٰ اس جھگڑے قصہ سے جس میں میری طبیعت کو خلجان ہوتا ہے آزاد ہو جاؤں گا۔ ہاں آپ جو مدد مجھ سے لیں گے وہ دل سے خادمانہ کرتا رہوں گا۔ مگر آپ کو خوب معلوم ہے کہ میں کیا کام کر سکتا ہوں اور کیا نہیں۔ دفتر کا کام۔ قاعدگی پابندی اور صیغہ جات متعلقہ کی نگرانی نہ مجھ سے ہوئی نہ ہو سکتی ہے نہ ہوگی۔ ہاں بھیک مانگنے کا کام اور باہر جا کر لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دینا مجھ سے ہو سکے گا اور غالباً یہی کام آپ مجھ سے لیں گے اور یہ خیال آپ چھوڑ دیں کہ میں ٹرسٹیوں کے اصرار پر پھر سیکرٹری رہنا قبول کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے یہ کام ہو نہیں سکتا اور میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے اچھی طرح انجام نہیں ہوا۔ موجودہ حالت میں اس کام کا انجام دینا مجھ سے ناممکن ہے اور بغیر قواعد کی پابندی اور بغیر کسی مددگار کے دفتر کا کل کام کرنا اور ہر صیغہ کی نگرانی رکھنا مجھ سے ناممکن ہے۔ علاوہ بریں اس گرمی اور برسات میں یہاں رہنے سے میری صحت بالکل بگڑ گئی۔ میں سوائے جاڑے کے دنوں کے یہاں رہ نہیں سکتا۔ اور ابھی میں قوم کا ایسا فدائی نہیں ہوا ہوں کہ جان بھی نذر کر دوں۔ میں عنقریب ضابطہ کا نوٹس ٹرسٹیوں کو جاری کرنے والا ہوں کہ وہ ابھی سے دوسرے سیکرٹری کا (نام) پیش کریں۔ اس لیے نومبر میں سالانہ اجلاس کا اجنڈا جاری ہونا ضرور ہے۔ کوئی پولیس بھیج کر مجھے اس عہدے سے نہ نکالے میں خود انھیں چھوڑ دوں گا۔ ان عہدوں میں کسی قسم کی پیچیدگی ہے نہ دقت۔ نہ مصیبت نہ تکلیف۔ نہ لڑائی نہ جھگڑا۔ نہ اس کے لیے علی گڈھ میں ہمیشہ رہنا لازمی ہے۔ آپ کو لکھنؤ سے فارغ ہونے کے بعد کہاں اتنی مہلت ملے گی کہ سیتا پور میں کام کرنے کے لیے جا سکیں۔ اور اگر گئے بھی تو تین چار دن سے زیادہ آپ وہاں نہیں رہ سکتے۔ اور قانون کا کام اگر اس سال ہو جائے تو میں اس کو معجزہ اور کرامت سمجھوں گا۔

والسلام

محسن الملک

(۴)

علی گڈھ۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۴ ستمبر ہو پہنچا۔ جو اجلاس کونسل سشن ٹرسٹیاں کا ۲۲ اپریل کو ہوا تھا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس میں چھٹی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۰ء پیش کی گئی ہو۔

چونکہ یہ چھٹی بجٹ کی منظوری کے بعد آئی تھی اس لئے اس وقت سے پیشتر وہ چھٹی ٹرسٹیوں کی خدمت میں نہیں بھیجی گئی۔ اب کہ وقت دوسرے بجٹ کے تیار کرنے کا آیا اور آمدنی اور اخراجات پر غور کرنے اور رائے دینے کا اس لئے وہ چھٹی ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اور فنانس کمیٹی کے اجلاس میں یہ چھٹی پیش کر دی گئی تھی۔ والسلام

مہدی علی

(محسن الملک)

(۵)

علی گڈھ۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۰۱ء

جناب نواب وقار الملک بہادر

میں نے برسر سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ جو دو روپیہ اسکول بورڈروں سے لیے جاتے ہیں۔ اوس کی آمدنی اور خرچ کا حساب علیحدہ نہیں رکھا جاتا۔ جس قدر لڑکے سکول کے ہیں فی لڑکا دو روپیہ آمدنی سمجھ لینا چاہیے۔ یہ حساب کا طریقہ بہت ہی مجمل اور مہمل تھا۔ اب جو آپ نے تحریک کی ہے اوس کی منظوری کے بعد ایسے قواعد بنا دیجئے کہ آئندہ یہ دقت نہ رہے۔ بورڈنگ ہوس کا حساب سرسید مرحوم کے زمانہ سے ایسے طریقے پر چلا آتا ہے کہ تفصیل وار ہر صیغہ کی آمدنی اور خرچ کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ اب دو برس سے بورڈنگ ہوس کا جمع خرچ چھپتا ہے مگر اوس سے پوری تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ اب کی مرتبہ چند صیغوں خوراک اور ورزش جسمانی اور کالج میگزین وغیرہ کی کسی قدر تفصیل بھی کرائی گئی ہے۔ جس سے کسی قدر روشنی آمدنی و خرچ پر پڑتی ہے مگر درحقیقت اس کے لیے ایک صریح اور صاف قواعد بنانے کی ضرورت ہے۔ والسلام۔

آج مجھے پھر بخار ہے۔

مارسن صاحب کا مضمون پولیٹکل ایسوسی ایشن پر علی گڈھ اخبار میں چھپ گیا ہے۔ آپ اوس کو غور سے لاحظہ فرمادیں۔ اور جن مشکلات کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اوس کا سرسری اندازہ کریں۔ میرے نزدیک اون کا مضمون جہاں تک کہ متعلق مشکلات اور دقتوں کے ہے بہت غور کرنے کے لائق ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے ملازمت کی نسبت لکھا ہے اوس سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ میں آیندہ اخبار میں اوسن پر ریمارک لکھوں گا۔ ہندو اور مسلمانوں میں ملازمت کی تقسیم کا صحیح اصول وہی ہے جو کالون صاحب نے ایک موقع پر بیان کیا تھا کہ "برابر برابر ملنی چاہیے"۔

کیا آپ لکھنؤ کے جلسہ میں بالا بال تشریف لے جاویں گے۔ میں اوس سے پہلے آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ تو آ نہ سکیں گے۔ اگر میری طبیعت اچھی رہی تو میں ہی اودھ تک آنے کی کوشش کروں گا۔ جس کام کو لوگ آسان سمجھ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی میری طرح اس کو مشکل سمجھتے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلسہ صراط مستقیم اختیار کرے اور کوئی ایسی تجویز نہ کر بیٹھے جس سے مسلمانوں کی حالت اور بدتر ہو جائے۔

مبلغ دو روپیہ ماہانہ جو اسکول بورڈرز سے لیا جاتا ہے۔ میرے زمانہ سے پہلے کا ہے اور غالباً سرسید مرحوم کے وقت سے چلا آتا ہے چونکہ اس وقت نہ مسٹر ہارسن یہاں موجود ہیں اور نہ ہٹنگ صاحب۔ اس لیے اس کی صراحت میں نہیں کر سکتا کہ کب سے یہ لیا جاتا ہے۔ اور جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ آخر مارچ ۱۹۰۰ء تک کس قدر رقم وصول ہوئی اوس کو میں نے برسر سے دریافت کیا ہے مگر وہ پامر میں گئے تھے۔ اس لیے اب تک انہوں نے جواب نہیں دیا۔ آج آگئے ہیں اون سے پوچھا ہے۔ غالباً کل تک وہ جواب دے دیں۔

آپ کی رائے کہ سب پراکٹروں کی تعداد محدود نہ کی جائے بلکہ بدرجہ اوسط ایک خاص تعداد پر بورڈروں کے ایک سب پراکٹر رہے۔ نہایت مناسب ہے۔ غالباً ہر ایک ٹرسٹی اس کو پسند کرے گا۔ سب پراکٹروں کے تقرر میں کمیٹی دینیات کو دخل ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اگرچہ دیکھنے میں بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر بجائے دخل کے لفظ "مشورہ" کا استعمال کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ والسلام

آپ کا یہ فرمانا کہ میں یہ سوالات مخالفت کی نظر سے نہیں کرتا غیر ضروری ہے۔ مجھ سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ یہ وہ اختلاف ہے جس کو رحمت کہتے ہیں اور مجھ سے بڑھ کر کوئی اس کی قدر نہیں جانتا۔ والسلام۔

مہدی علی
(محسن الملک)

(۶)

علی گڈھ۔ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء

جناب من!

دفعہ ۳۲ قواعد و قوانین ٹرسٹیاں کی شق ۱ میں جو آپ نے تجویز کی ہے کہ اگر کسی تحریک مندرجہ اجنڈا سے کسی ٹرسٹی نے اختلاف کیا ہے اور کوئی ترمیم تجویز کی ہے تو یہ ترمیم اور اوس کی وجوہ کی نقل بجنسہٖ ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جائے گی۔ اس سے کیا آپ کی مراد ہے کہ جو تحریک منظور نہ ہوئی ہو خواہ ترمیم تجویز کی گئی ہو یا نہیں اور وجہ لکھی گئی ہو یا نہیں۔ وہ سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جائے؟ یا صرف وہی تجویز جس میں اختلاف کیا گیا ہو اور اوس کی ترمیم کی گئی ہو اور اوس کی وجہ لکھی گئی ہو؟ مثلاً کسی ٹرسٹی نے کسی ٹرسٹی (کی) تجویز پر یہ لکھا ہو۔

نیابیرا پر اکسی کا قاعدہ جو ووٹ دینے کے لیے دفعہ ۳۲ میں قرار دیا گیا ہے۔ کیا اوس کی رُو سے یہ طریقہ جائز ہے کہ کوئی ٹرسٹی اپنی طرف سے کسی کو ووٹ دینے کا اختیار دے اور کوئی تحریری ووٹ سیکرٹری کے پاس نہ بھیجے۔ اور جس شخص کو ٹرسٹی پر اکسی کا اختیار دے اور وہ جلسہ میں بذریعہ پراکسی کے دوسرے کی طرف سے رائے دے وہ جائز اور باقاعدہ سمجھی جائے۔ دفعہ ۳۲ کا مضمون مجمل ہے اور اوس سے اس طریقہ کی اجازت ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اون تحریری ووٹوں کیلئے ہے جو سیکرٹری کے پاس بھیجے جاتے ہیں مگر اس کے لیے ایسے ووٹوں کا میعاد معینہ دفعہ مذکور کے اندر آنا ضرور ہے۔ ازراہِ مہربانی میرے اس سوال کا جواب دینے کی تکلیف گوارہ فرمائیے۔

والسلام

مہدی علی
(محسن الملک)

(۷)

دفتر آنریری سیکرٹری مدرسۃ العلوم
علی گڈھ ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء

بخدمت جناب نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب۔ ٹرسٹی۔

جناب من!

۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو ٹرسٹیوں کا ایک خاص جلسہ ہوا تھا اور مفصلہ ذیل تار مبارکباد کا جلسہ کی منظوری اور اجازت سے از طرف آنریری سیکرٹری خدمت میں آنریبل جسٹس ڈی ٹوشن صاحب بالقابہ کے بھیجا گیا تھا۔ اس کے جواب میں جو چٹھی جناب ممدوح کی طرف سے آئی ہے وہ آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجی جاتی ہے۔

محسن الملک
آنریری سیکرٹری

(۸)

علی گڈھ - ۲۰ نومبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدومی

میں عریضہ روانہ کرنے کو تھا کہ آپ کا عنایت نامہ امروہہ سے بھیجا ہوا پہونچا۔ لاٹوش صاحب سے میں نے اپنے استعفا کا سبب ان کے پوچھنے پر صاف صاف کہا۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی ٹرسٹی کو پولیٹیکل معاملات میں شریک ہونے کے مانع نہیں ہیں۔ البتہ کالج کو اوس سے تعلق نہ ہونا چاہیے۔ میری نسبت ان کی جو خواہش تھی اگرچہ مجھ پر ظاہر کی تھی مگر غالباً سید محمود صاحب کے ملنے پر اونہوں نے میری طرف سے اوس کا اظہار پسند نہیں کیا اور اس معاملہ کو بالکل ٹرسٹیوں پر چھوڑ دیا اور ایک چھٹی پریسیڈنٹ صاحب کے نام بھیجی ہے کہ وہ ٹرسٹیوں میں گشت کرائی جاوے۔ اوس کا مضمون ہے کہ سیکرٹری کا انتخاب ٹرسٹیوں کو خود کرنا چاہیے وہ اس معاملہ میں آزاد ہیں۔ وہ چھٹی (امید ہے) کہ آپ کے ملاحظہ میں بھی پیش ہوگی۔

مجھے اپنے استعفا کے اصرار میں مشکل پڑتی اگر لاٹوش صاحب اپنی اُس خواہش پر قائم رہتے جو پرسوں ملاقات میں مجھ سے کی تھی الحمد للہ کہ میں اُدھر سے بچ گیا۔ اور اس جنجال میں پھنسنے پر مجبور نہ ہوا۔ اب ایجنڈا جاری کیا جاتا ہے۔ جس میں میں صاف صاف لکھتا ہوں کہ مجھے سیکرٹری ہونا منظور نہیں ہے اور آپ کا نام پیش کروں گا اور سید محمود صاحب نے بھی باضابطہ تحریک پیش کی ہے کہ آپ سیکرٹری کیے جاویں اور اور بھی کئی ٹرسٹیوں کے خطوط باضابطہ آپ کے انتخاب کے لیے آئے ہیں اور گویا یہ امر طے ہو گیا کہ آپ منتخب ہوں گے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

میرے گھر میں طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔ ذیابیطس کا زور ہے اور اب اوس کے نمایاں آثار ظاہر ہونے لگے ہیں۔ اون کو ایک مہینہ سے بخار آتا ہے۔ ۱۰۰ درجہ سے کم نہیں ہوتا اور ۱۰۶ درجہ تک ہو جاتا ہے۔ اس سے جو مجھے پریشانی ہوگی۔ اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں۔

مہدی علی
(محسن الملک)

(۹)

۱۸ فروری ۱۹۰۳ء

جناب من!

میں دہلی سے واپس آیا۔ وہاں بہت تکلیف اٹھائی۔ بیمار ہوا۔ پریشان رہا نہ دربار میں شریک ہوا۔ نہ کسی تقریب میں گیا۔ صرف کانفرنس کے بکھیڑوں میں مبتلا رہا۔ کانفرنس کا انتظام ایسا خراب رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مہمان نہایت ناراض گئے اور بہت تکلیف پائی۔ دہلی کے (لوگوں) نے بہت بے پروائی کی اور عدم قابلیت انتظام کے (جوہر) ثابت کر دکھائے۔ رئیسوں میں سے بھی کوئی شریک نہ ہوا۔ روپیہ بھی امید سے بہت کم ملا اور حکام انگریزی سرسید کی وجہ سے شریک ہوئے۔ مگر یہ تو ہمارے درد کی دوا نہیں ہے۔ میرے گھر کے لوگ بھی گئے تھے۔ سخت بیمار ہو گئے اور تپ لرزہ میں مبتلا رہے اور جب سے یہاں آئے ہیں دُبل اور پھوڑے نکلنے سے نہایت

تکلیف میں ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ ذیابیطس کا سبب ہے اور کاربنکل کی قسم کے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

پیش کار صاحب سے بھی ملنا ہوا اور ریذیڈنٹ صاحب سے بھی۔ (قلعہ) میں ہی گارڈن پارٹی تھی۔ خدا جانے کس غلطی سے میرے نام بھی کارڈ آیا اور میں گیا۔ دور سے سلام ہو گیا اور بس خوب ہوا کہ آپ نہ آئے ورنہ نہایت تکلیف اور زحمت ہوتی اور مہینوں اس کا غرہ اٹھانا پڑتا۔

یہ فرمائیے کہ ۲۶ جنوری کے سالانہ جلسہ میں آپ تشریف لاویں گے یا نہیں اگرچہ کوئی خاص کام ایسا نہیں ہے کہ آپ کے بلانے پر اصرار کروں، مگر اس بہانہ سے ملاقات ہو جاوے گی۔ فقط۔

مہدی علی
(محسن الملک)

(۱۰)

حیدرآباد دکن[1]

روحی فداک

بعد ایسی خاوندانہ اور مربیانہ اور مالکانہ مہربانیوں کے اگر میں ذرا بھی آئندہ اس بات کا نام لوں تو میں شریف نہیں ہوں۔ خداوند تعالےٰ کی یہ کیا کم مہربانی ہے کہ سرکار سا مالک اور آقا اور مربی مجھے دیا۔ مجھے اب کچھ رنج نہیں ہے۔ نہ اب اس رنج کا نام لوں گا۔ نہ میرے دل میں اب کچھ باقی ہے۔ مجھے سرکار سے غرض ہے نہ کسی اور سے ؎

نہ می گویم دریں گلشن گل و باغ و بہار از من
بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من

اب سرکار کسی بات کا خیال نہ فرمائیں۔ اس لیے کہ میں نے سب رنج اپنے دل سے دور کر دیے۔ اللہ سرکار کو سلامت باکرامت رکھے کہ ہم غریبوں پر ایسی مہربانی فرماتے ہیں اور اتنا خیال رکھتے ہیں۔

مہدی علی
(محسن الملک)

(۱۱)

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ میں نے اختلافات و ترمیمات کی نقلیں کرا کے اور چھپوا کر سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیج دی ہیں۔ میں نے کوئی علیحدہ یادداشت لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کیونکہ اتنی طول طویل تحریروں کو کون پڑھے گا اور کون سمجھے گا۔ جو لوگ دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لیے ان اختلافات سے واقف ہونا کافی ہے جو ٹرسٹیوں نے کیے ہیں۔ میں کہاں تک ہر ایک کی نسبت یادداشت لکھا

---

[1] اس خط پر کوئی تاریخ نہیں ہے۔ نہ یہ پتہ ہے کہ خط کس کے نام ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عریضہ نواب محسن الملک نے ریاست حیدرآباد کے مدار المہام سر آسمان جاہ کے نام بھیجا ہوگا۔ حیدرآباد میں نواب محسن الملک معتمد فنانس تھے۔

کروں۔ البتہ جو اعتراض اور غلطیاں میری نکالی گئی ہیں۔ ان پر کچھ لکھنا چاہیے تھا۔ مگر میں ان کو قبول کرتا ہوں اور اس کا یہی جواب ہے کہ اسی وجہ سے کہ میں اپنے کام کو انجام نہیں دے سکا اور نہ دے سکتا ہوں میں نے خود اپنے آپ کو اس عہدہ کے ناقابل سمجھ کر آیندہ کیلئے معذوری ظاہر کی ہے۔ جو ہوا اوس کی تلافی میں نہیں کر سکتا اور وہ ٹرسٹیوں کے نزدیک ضروری اور اہم تھیں۔ مناسب ہوگا کہ ملامت کا ووٹ جلسہ میں آنریری سیکرٹری کی نسبت پاس کر دیا جائے۔

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جن ٹرسٹیوں کو اختلاف اپنی پہلی رائے سے ہو وہ پھر اپنے دوسرے ووٹ لکھ دیں کہ فلاں شخص کو اجلاس میں اس ووٹ کے پیش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ یہ آپ کی رائے درست ہے میں مطابق اوس کے کل اون (۱۸) ٹرسٹیوں کو جن کے پاس ووٹ آئے ہیں آپ کے مشورہ کے موافق خط بھیج دوں گا۔

میں نے ٹرسٹیوں کے نام جو نوٹس اپنے متعلق جاری کیا ہے اوس کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ بعض ٹرسٹیوں نے مجھے خانگی خط لکھے اور خواہش کی کہ میں اپنا ارادہ ترک کروں۔ اور پھر اپنے لیے دوسری آفر کے قبول کرنے پر آمادہ رہوں۔ چونکہ یہ خیال کہ میں اپنے ارادہ میں پورا ثابت قدم نہیں ہوں اور لوگوں کو بھی ہو۔ اس لیے میں نے پہلے سے نوٹس دینا مناسب سمجھا اور اجنڈا جاری کرنے کا وقت بھی نزدیک ہے۔ کیونکہ بعدہ ۱۵ نومبر کے میں شاید دسمبر تک علی گڈھ میں نہ رہوں۔ اس لیے میں نے ٹرسٹیوں سے درخواست کرنا مناسب سمجھا کہ وہ نام پیش کریں اور میں تو اپنی تجویز سے جو بحیثیت ٹرسٹی کے مجھے حاصل ہے ضرور نام پیش کروں گا اور جو کچھ میری رائے میں کالج کے لیے مفید ہے اور جس کا تقرر کالج کو فائدہ پہونچا دے گا۔ اوس کا نام پیش کروں گا۔

میں اگرچہ کالج کے سیکرٹری (کا) عہدہ چھوڑتا ہوں مگر کالج کو نہیں چھوڑتا۔ اور اس لیے مجھ پر فرض ہے کہ جس شخص کو میں بلالحاظ ذاتی خیالات کے کالج کے لیے مفید سمجھوں اوس کے سیکرٹری ہونے پر جہاں تک جائز طور سے ہو سکے کوشش کروں۔ اکثر ٹرسٹیوں سے مجھے اُمید ہے کہ وہ اس میں میرے ساتھ اتفاق کریں گے اور جس کا نام میں پیش کرنے والا ہوں اوس کو پسند کریں گے۔

مسلمانوں کو سرکاری عہدوں کے ملنے کے متعلق میں سید صاحب مرحوم کی پچھلی تحریریں ڈھونڈ رہا ہوں عنقریب جو میری رائے ہے اوس پر مضمون لکھوں گا۔ مگر آج کل میں اپنے خانگی معاملات سے اس قدر پریشان ہوں کہ میں کوئی اچھا مضمون لکھ نہیں سکتا۔ دماغ افکار اور ترددات سے اس قدر پریشان ہو رہا ہے کہ کوئی خیال اچھی طرح جس کے لیے اطمینان خاطر ضروری ہے) قلمبند کر نہیں سکتا۔ بہرحال بُرا بھلا جو کچھ ہوگا وہ لکھوں گا۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۲)

جناب من!

میں اپنی اسپیچ لکھتا ہوں۔ میں خود داد سے آپ کے پاس بھیجنے کے لیے ارادہ کرتا تھا خوب ہوا کہ آپ نے خود دیکھنے کے لیے مانگ لی۔ اگر آپ میری اسپیچ میں کم و بیش کرنا چاہیں تو خوشی سے کر دیجیے۔ یا جو نامناسب اور نازیبا بات) ہو اسے مجھے بتا دیجیے۔ یہ بات کہ جو کچھ کہا تھا وہ بجنسہٖ لکھا جاوے مشکل ہے خصوصاً مجھ جیسے آدمی کو۔ اس لیے میں آپ کو استادی کا پورا حق دیتا ہوں۔ اصلاح کر دیجیے۔

مہدی علی

(۱۳)

جناب من!

کانفرنس نہایت خوبی سے ختم ہوا[1] دو ہزار سے زیادہ ممبر اور دو زیر پہنچے آٹھ ہزار روپیہ سے زیادہ ممبری اور وزیٹری کی فیس (کے) آئے۔ مدراس کے مسلمانوں نے اس کام میں بڑا حصہ لیا۔ اور وہ بہت مفید ثابت ہوئے) انگریزوں اور ہندوؤں پر یہ اچھا اثر ہوا۔ انگریزی اخباروں نے خوب تعریفی آرٹیکل لکھے۔ گورنر صاحب بھی آئے اور خوش گئے۔ میں مدراس میل کا آخری آرٹیکل آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں۔

میں یہاں آیا۔ بمبئی، بڑودہ۔ احمد آباد۔ سورت ہوتا ہوا اور اگر چندہ ملا تو وصول کرتا ہوا قریب ۱۵ جنوری کے علی گڑھ پہنچوں گا۔

مہدی علی

(۱۴)

۷ مئی

جناب من!

مجھ سے اور آفتاب احمد خاں صاحب سے بہت دیر تک سیکرٹری کے عہدہ کے متعلق گفتگو ہوئی وہ مجھ سے متفق ہیں کہ صرف سرسید میموریل فنڈ کا پریسیڈنٹ رہوں اور سیکرٹری کا عہدہ چھوڑ دوں اور اسی کے ساتھ اون کی بھی میری طرح یہی رائے ہے کہ آپ اس عہدہ کو قبول کریں۔ آپ کو اس میں دو مشکلات ہیں۔ ایک یہاں آکر رہنا۔ دوم آپ کو قوم کی خاطر اخت یار کرنا اور کچھ خرچ گوارا فرمانا ضرور ہے۔ دوسرے اور قومی خدمتوں سے کالج کے فائدہ کے خیال سے باز رہنا۔ یہ بڑا مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مگر جہاں تک (غور) کیا گیا۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ آپ (یا کوئی اور شخص اپنے آپ کو) یا قوم کو اور اس طرح سے فائدہ پہونچا سکے نہ کوئی مدد دینے والا ہے نہ کام میں شریک ہونے والا ہے۔ کوئی اتنا بھی نہیں ہے کہ اپنے خیالات کو اچھی طرح انگریزی میں ظاہر کر سکے اور کوئی اخبار تک اپنا ایسا نہیں ہے کہ اپنے مطالب کو عمدہ لفظوں میں لکھ سکے تو کیا امید ہے کہ کوئی شخص قوم کی خدمت اوس قسم کی کر سکتا ہے جس کا آپ کو خیال ہے۔ اس حالت میں کالج کو مدد نہ دینا اور اوس سے علیحدہ ہو جانا دانشمندی نہیں ہے بلکہ نقد را بہ امید نسیہ گذاشتن ہے۔ اس لیے آپ خوب غور کیجئے اور اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ اگر آپ نے سیکرٹری کے عہدہ کو قبول نہ کیا اور میرا چھوڑ دینا تو یقینی ہے۔ ایسی حالت میں دوسرا شخص سیکرٹری کے لائق معلوم نہیں ہوتا اور کالج جو ایک ضروری اور عمدہ ذریعہ قوم کی فلاح کا ہے نقصان سے محفوظ نہ رہے گا۔ اس مضمون پر زیادہ لکھنا فضول ہے کیونکہ آپ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ جواب اس کا جلد دیجئے اور ابھی اسے صیغہ راز میں رکھیے۔ فقط۔

مہدی علی

(محسن الملک)

---

[1] ہونی چاہیے مگر اصل میں یہی ہے

(۱۵)

۱۱ اگست

جناب من! آپ کے دو عنایت نامے پہونچے۔ میں بیمار ہوگیا تھا اور غیر معمولی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ دو روز تک شام کو دوران سر ہوتا اور غشی کی کیفیت طاری ہوتی اور ہذیان بکنے لگتا۔ بے خبری کی حالت میں مارنے کو اٹھتا۔ ڈاکٹر نے خود ایک روز یہ حالت دیکھی اور کہا کہ صرف گرمی اور دماغ پر حرارت کے اثر ہونے کا سبب ہے مگر تیسرے روز خوب بارش ہوئی اور یہ حالت جاتی رہی علی حسن اور عباس بھائی بھی یہ کیفیت سن کر آئے تھے اور ایک روز رہ کر علی حسن دہلی چلے گئے۔

آپ نے جو کچھ سیکرٹری شپ کے (لیے) لکھا اس سے معاملہ صاف ہوگیا۔ آپ کو خود کب خواہش تھی اور کسی بھی آدمی کو جو کہ درحقیقت کام کرنا چاہے اور صرف قوم کے خیال سے تکلیف اٹھانا منظور کرے، کب خواہش ہوگی کہ وہ کوئی عہدہ لینا پسند کرے۔ جس میں ہر سو (اس پر) خود غرضی کا الزام لگایا جاوے اور پھر ایک کے بعد ایک فریق سمجھا جاوے اور مخالفت کا ذریعہ مہیا کرے۔ آپ خاموش رہیئے۔ لیکن اگر قوم آپ سے کسی اور طرح پر نیت کہے تو بلاشبہ اپنے اوپر یہ مصیبت چند روز کے لیے گوارا کرنا چاہیے۔

اب رہا آپ کا اکتوبر میں پولیٹیکل جلسہ میں شریک ہونا۔ یہ پیچیدہ مسئلہ ہے جب آپ وعدہ کر چکے ہیں تو شریک ہونا ضروری ہے۔ مگر وہی دن انتخاب سیکرٹری کے ہوں گے اور بعد اس کے کہ آپ پولیٹیکل جلسہ کے ایک نامی ممبر ہوں مشکل ہوگا کہ اسی وقت آپ کا انتخاب کیا جاوے اور گورنمنٹ اسے بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھے۔ یا اگر ٹرسٹی جو ایک حالت دیکھ چکے ہیں، اس تجویز سے گو ان کی کیسی ہی دلی خواہش ہو بالائی دباؤ یا خیالی خوف سے اس کی نسبت اپنی رائے منظوری کی دیں۔ آپ کے الگ ہونے سے ضرور دقت پڑ جائے گی اور معاملہ زیادہ پیچیدہ ہو جاوے گا اور لوگوں کو مخالفت کرنے کے لیے اچھا موقع مل جاوے گا۔

(خط کا آخری حصہ نہیں ملا)

(۱۶)

۱۲ اگست۔

جناب من!

عنایت نامہ متعلق بورڈنگ ہوس کے پہنچا۔ اس معاملہ میں دو امر غور طلب ہیں ایک یہ کہ اس کا نام میکڈانل بورڈنگ ہوس رکھا جاوے۔ دوسرے یہ کہ کس نقشہ کا اور کہاں بنایا جاوے۔ امر اول کے لیے سب سے پہلے ہز آنر کی منظوری ہونی چاہیئے۔ بغیر اون کی منظوری کے نام نہیں رکھا جاتا اور اس کے لئے اجنڈا اجاری کرنا اور جلسہ وغیرہ ہونا کچھ ضرور نہیں۔ دوسرے بورڈنگ ہوس کا نقشہ اور اسٹیمیٹ چھاپ کر سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیجنا۔ ایسا نہ کبھی ہوا نہ ہو سکتا ہے نہ اس طرح پر کام چل سکتا ہے۔ بھلا جو ٹرسٹی دور کے ہیں اور جو کچھ جانتے نہیں وہ کیا رائے دیں گے۔ ہاں یہ مناسب ہوگا کہ جو ٹرسٹی اجلاس میں موجود ہوں اون کے سامنے نقشہ اور اسٹیمیٹ پیش کیا جاوے اور موقع بھی اون کو دکھا دیا جاوے۔

آپ براہ مہربانی دوبارہ غور کر کے پھر اپنی آخری رائے سے اطلاع دیجیئے۔ کہ ہز آنر کے نام پر بورڈنگ ہوس بنانے کی درخواست

ہز آنرسے کی جاوے یا اجلاس بجٹ پر ملتوی رکھی جاوے اور چونکہ اجلاس اکتوبر کے آخر میں ہوگا اوس وقت ہز آنر سے پوچھنے کا وقت نہ رہیگا۔

مہدی علی

ایک ضروری معاملہ پر توجہ فرمائیے۔ اب کی مرتبہ کانفرنس کی کہیں سے دعوت نہیں آئی نہ امید ہے۔ آپ کیا حامد علی خان صاحب کو آمادہ کر سکتے ہیں کہ لکھنؤ میں کانفرنس کے بلانے کا وہ انتظام کریں۔ مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۷)

۱۲ ستمبر۔

جناب من

میں نے دیر کر کے اپنے استعفا کے متعلق لاٹوش صاحب کو لکھا تھا۔ اس لیے اون کو اصل وجہ معلوم نہ ہوئی مگر اب معلوم ہو گئی ہوگی۔

آپ نے ترمیم قانون ایک سال کے لیے ملتوی کر دی اچھا نہ ہوا۔ اور آپ کے آنے کی توقع بھی نہ رہی (میرا) مرض قدیمی (کم ہے)

آپ کی ایجی ٹیشن کا چھپنا عموماً ناپسند کیا جاتا ہے اور سب میرے سے کہتے ہیں کہ آپ کو کیوں نہ روکا۔

مرا گویند ہر دم بزن دستے بہ دامانش
مرا دستے دگر بودے گریباں پارہ میکردم

اور اس کے دو سبب ہیں اول تو یہ کہ وہ بہت سخت تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے بعد آپ پر نظر تھی اور اب آپ مجھ سے بھی بڑھ گئے (اس کا سب کو بہت افسوس ہے۔ فقط) مہدی علی

(۱۸)

علی گڈھ۔ ۱۳ اکتوبر۔

آپ (کا) مکان ملا نہیں۔ کوٹھی میں (ٹھہر گیا) (میں اپنے) ارادہ پر قائم رہوں گا اور سیکرٹری شپ کا بار آپ کی گردن پر پڑے گا مجھے آپ اپنا بڑا مددگار اور سپورٹر پاویں گے۔ ہم آپ مل کر خوب کام کریں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ دو مختلف الخیال مختلف الطبیعت (اور) مختلف الرائے (اشخاص) مل کر قومی کام کیسے اتحاد اور اتفاق اور مل جل کر چلاتے ہیں۔ فقط۔

مہدی علی

(۱۹)

جناب مخدومی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر

آپ کا ووٹ پہونچا۔ بہت کوشش کروں گا کہ میعاد کے اندر چھپ جائے اور وقت پر اشتہار ہے کہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں روانہ

ہو جائے گا۔

میں نے اپنے استعفیٰ کا نوٹس جاری کر دیا۔ درحقیقت میری قدرت سے خارج ہے کہ میں اب اس عہدے کا کام کر سکوں۔ مجھ میں وہ قابلیت ہی نہیں ہے کہ جس کی اس عہدہ کو ضرورت ہے۔ اس عہدہ پر رہ کر آئندہ میں اپنی رسوائی اور فضیحت کرانی نہیں چاہتا۔ اور کون انسان تجربہ کے بعد اوس ذمہ داری کے کام کو اپنے ذمہ رکھے جس کو پورا کرنے کی اوس میں قدرت نہ ہو اور میری طبیعت بھی اچھی نہیں رہتی۔ ابھی اجنڈا کے کاغذات مرتب کرتے ہیں۔ عین بیماری کی حالت میں جو مجھے تکلیف ہوئی ہے (وہ ناقابل بیان ہے) میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی ٹرسٹی بھی سوائے آپ کے دوسرے کو تجویز کرے مگر میں آپ کو پھر یقین دلاتا ہوں اور صدق دل سے کہتا ہوں کہ جس کام کے لائق میں ہوں اگر وہ آپ مجھ سے لینا چاہیں گے تو میں برابر کرتا رہوں گا اور آپ کی سیکرٹری شپ کو اپنی ہی سیکرٹری شپ سمجھوں گا۔ اگرچہ آپ نے جیسی مدد چاہیے وہ نہیں دی، اور جیسا کام آپ کو کرنا چاہیے تھا وہ آپ نے نہیں کیا۔ مگر جیسا وقتاً فوقتاً آپ نے لکھا کچھ خائلی اور کچھ ذاتی اور کچھ اپوزیشن کے وجوہ ایسے ہیں کہ آپ یہاں نہ رہ سکے اور نہ خود جو آپ کرانا چاہتے تھے نہ کر سکے۔ مگر پھر بھی جو مدد آپ نے دی اوس کا میں دل سے مشکور ہوں۔ اور یہ آپ کا لکھنا بالکل سچ ہے کہ جہاں تک میری اور آپ کی ذات کا تعلق ہے ہم دونوں میں کالج کے معاملات میں کسی بڑے اختلاف کا ہونا شاذ اور اشذ ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ بھی سیکرٹری شپ کو دل سے پسند نہیں کرتے۔ اور اوس کی مشکلات سے بچنا چاہتے ہیں صرف ایک قوم کا خیال انکار کا مانع ہے۔ ورنہ کانٹوں کے بستر پر لیٹنا کون پسند کرے گا اور اب تو سیکرٹری شپ درحقیقت کانٹوں کا بچھونا ہے۔

مولوی نذیر احمد صاحب نے ٹرسٹی شپ سے استعفا نہیں دیا۔ جیسی کہ اون کی عادت ہے کبھی کبھی لکھ دیا کرتے ہیں کہ میں ووٹ دینے کے جھگڑے میں کیوں پڑوں۔ میں ٹرسٹی شپ ہی چھوڑتا ہوں۔ کانفرنس میں جب اون کو تکلیف دی جاتی ہے۔ تب بھی وہ ایسا ہی کہا کرتے ہیں۔

مجھ کو افسوس ہوا کہ آپ نے ابھی سے مدراس جانے سے انکار کر دیا۔ چونکہ آپ جس بات کو طے کر لیتے ہیں پھر نہیں اٹھتے مجھے اس معاملہ میں لکھنا فضول ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ سال آئندہ جب آپ ہی آنریری سیکرٹری کانفرنس کے بھی ہوں گے۔ کیونکر جانے سے انکار کریں گے۔ میرے گھر میں آداب کہتی ہیں اور میرا آداب بھی اپنے محل میں کہہ دیجئے۔ یہ تو فرمائیے کہ قانونی کمیٹی میں کیا ہو رہا ہے اور آپ کب پھر سیتاپور تشریف لے جائیں گے۔ محمد احمد صاحب جس سے ملتے ہیں کہتے ہیں کہ کالج کی حالت بہت خراب ہے اور کالج برباد ہو رہا ہے مکنزی بریلی اور سر ڈیرن اسٹنٹ گورنر بنگال سے بھی انہوں نے یہی فرمایا۔ حقیقت میں کیسے اچھے اسسٹنٹ ہم کو ملے ہیں۔

یہ تو فرمائیے کہ اسسٹنٹ سیکرٹری کا عہدہ بھی دو برس کے واسطے ہے یا قانون میں ان کے نام مندرج ہو جانے سے لائف اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں۔ پہلی صورت میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر بھی ٹرسٹیوں کو کسی شخص کا نامزد کرنا ہوگا۔ مگر اس جائنٹ سیکرٹری اور کا کیا بنے گا۔

مہدی علی

(۲۰)

جناب من! اس وقت دو بڑے مشکل سوال اس مسئلہ کے متعلق حل کرنے کے لائق ہیں۔ ایک یہ کہ—

لائق انگریزی خواں اور انگریزی داں کہاں ملیں گے۔ اور دوسرے روپیہ کیونکر جمع ہوگا۔ کسی قسم کی کوئی مجلس قائم کی جائے۔ آزیری اور فیروزہ دار آدمیوں کے بھروسہ پر چل نہیں سکتی۔ اور کم سے کم خرچ ماہانہ اتنا ہونا چاہیے جو مارلسین صاحب نے تجویز کیا ہے۔ بظاہر امید نہیں ہوتی کہ پانسو روپیہ ماہوار مستقل طور پر مسلمان اس کام کے لیے دے سکیں اور ڈیفنس ایسوسی ایشن میں یہی دقت پیش آئی۔ میں نے اس کام میں خرچ کیا اور اس کو ایک بڑا بھاری حصہ گرہ سے دینا پڑا۔ آزیری و مرجبا کا انبار بہت جمع ہو سکتا ہے۔ مگر روپیہ کا فراہم ہونا مشکل ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مشکل لائق انگریزی داں کی ہے۔ بہرحال آپ کی ذات ایک ایسی ہے جس پر بھروسہ ہو سکتا ہے کہ جلدی میں اور بغیر سوچے سمجھے کوئی کام نہ ہوگا۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں پبلک ایجی ٹیشن نہایت مضر ہے نہ اس کا اثر گورنمنٹ پر ہوگا نہ اس میں کامیابی ہوگی۔ بیک صاحب کی تجویز کو ضروری اصلاح کے ساتھ جاری کرنا زیادہ قرین مصلحت ہے۔ مگر اس میں بھی مشکلات ہیں اور علم اور قلم اور روپیہ کی مدد اتنا بہت دشوار ہے۔ مگر اگر منتخب اور لائق آدمی ممبر کیے جاویں اور ایک خاص انتظامی مجلس کام کرنے کے لیے علیحدہ مقرر کی جاوے اور ایک خاص عملہ کام چلانے کے لیے رکھا جاوے تو اس کی وقعت بہ نسبت پبلک میٹنگ کے گورنمنٹ کی نظر میں بھی زیادہ ہوگی اور نہایت معتدل اور دور اندیشی کے ساتھ گورنمنٹ میں درخواستیں پیش ہو سکیں گی۔ بہرحال مجھے اطمینان ہے کہ آپ اس اہم اور نازک اور پیچیدہ مسئلہ کے ماہ اور ماعلیہ پر غور کر کے کوئی عمدہ اور مفید تجویز قرار دیں گے۔

بعد خط لکھنے کے برسر کی باضابطہ رپورٹ آئی وہ بجنسہ آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں جیسے نزدیک آئندہ کے لیے اصلاح کر دیجیے اور کچھ باتوں پر صلاح بھیجیے یہ میں پرائیویٹ طور پر لکھتا ہوں۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے کیونکہ ہر شخص کی طبیعت آپ کی سی نہیں ہے بعض طبیعتیں ایسی ہیں کہ ذرہ سی بات کو پکڑ کر اپنے دل کا غبار نکالتے ہیں اور بورڈنگ ہوس کے انتظام پر جواب تک ہوتا چلا آیا (ہے) زیادہ لکھنا پرنسپل پر الزام لگانے کا موقع دے گا۔ مگر یہ میری خانگی رائے ہے جو میں آپ کو لکھتا ہوں۔ آپ خود جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ والسلام۔ دیکھیے آپ کو کوئی ایسا خادم نہ ملے گا جو بخار اور بیماری کی حالت میں۔ (اتنا لمبا اور طول طویل خط لکھے)

مہدی علی

عبدالحلیم شررؔ

(۱)

۶ اگست ۱۸۸۶ء

2 Arnold Villas
Slough
(England)

عزیزہ ام محسنہ زاد عمرہا۔

دعا ہا۔ اس ہفتہ میں جو ڈاک آئی اس سے جناب دادا صاحب قبلہ کے انتقال کی خبر سن کر انتہا سے زیادہ صدمہ ہوا۔ واقعی عجیب بات ہے کہ گویا پھوپھی صاحبہ کے انتقال ہی کے لئے زندہ تھے۔ اور یقیناً ان کو پھوپھی صاحبہ کی بیماری اور انتقال کا ایسا صدمہ ہوا ہوگا کہ اس ضعیفی کے عالم میں اس کے متحمل نہ ہو سکے۔ بہت بزرگ تھے اور صرف برکت ہی برکت ہے۔ درحقیقت مجھے ان کے انتقال سے بڑا سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمہاری بیماری کے حالات سن کے میں اور پریشان ہو جاتا ہوں۔ شاید مجھے خط لکھنے سے تمہاری طبیعت پر کچھ بار پڑتا ہو اور بیماری (میں) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات ذرا سا کام کرنے میں بھی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ اگر ایسا اندیشہ ہو تو ہرگز نہ لکھو۔ میں ہفتہ وار جس طرح خط تمہارے نام روانہ کرتا ہوں برابر بھیجے جاؤں گا۔ سب سے مقدم تم کو اپنی طبیعت کا خیال کرنا چاہیے اور خصوص آنکھوں کے دکھنے میں تو پڑھنا لکھنا دونوں کاموں سے احتراز کرنا چاہیئے۔

فاروق کی شرارتوں کے متعلق یہاں سے میں اور کیا کر سکتا ہوں بجز اس کے کہ والد صاحب قبلہ کو لکھ بھیجا ہے کہ اس کو بھی لے جا کر اپنے ساتھ رکھیں، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ عورتوں میں رہ کے لڑکے کیوں خراب ہو جاتے ہیں۔ یہاں لڑکے عورتوں کے پاس ایسے اچھے اور نیک رہتے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسز نائلز کے دونوں بچے صرف ماں اور نانی اور خالاؤں میں رہتے ہیں مگر ایسے اچھے اور نیک ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی ایک ہمارے یہاں ہے کہ عورتوں کے ساتھ رہ کے لڑکے ایسے خراب ہوتے ہیں کہ آخر ہر طرف سے ہائے ہائے مچ جاتی ہے۔

یہ سن کے اطمینان ہوا کہ تمہاری باجی بہت اچھی ہیں اور خیریت سے ہیں۔ صفیہ بہت پیاری باتیں کرتی ہے۔ مگر تم نے اس کے کان تو نہیں چھید ڈالے۔ اگرچہ میں نے منع کر دیا تھا مگر کوئی میرے کہنے کا خیال کیوں کرنے لگا۔ خواہ مخواہ غریب کو تکلیف دی ہوگی میں حقیقت میں کانوں میں پچاس پچاس سوراخ کر دینے کے بالکل خلاف ہوں بہت سے بہت ہو تو اتنا کافی ہے کہ ایک سوراخ ناک میں اور ایک دونوں لوؤں میں۔ یقین ہے کہ یہ خط تم لکھنؤ میں آ کے پاؤ گی۔ اس لئے کہ ۲۵ صفر کو تم لکھنؤ میں آؤ گی۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۲)

Slough (England.)

۲۶ دسمبر ۱۸۹۵ء پنجشنبہ

عزیزہ ام فاطمہ و محسنہ زاد عمرہا

دعا ہا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اب کی ہفتہ کو نہ تمھارا کوئی خط آیا اور نہ عزیز کا۔ حالانکہ مجھے ہر ہفتہ کی ڈاک میں تمھارے خطوں کا انتظار رہتا ہے اور اگر گھر کا کوئی خط نہیں ملتا تو نہایت ہی تکلیف ہوتی ہے۔

تم نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ مکان کا نقشہ روانہ کروگی۔ وہ نقشہ و کنار خط ہی غائب ہو گیا۔

میں الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ کل یہاں انگریزوں کی کرسمس تھی جس کو تم لوگ "بڑا دن" کہتے ہو۔ ہر جگہ بڑی خوشی تھی۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا تھا۔ بچے کھلونے لئے ہوئے خوش خوش پھرتے تھے۔ دعوتیں تھیں اور بچہ کیا بوڑھے تک طرح طرح کے کھیل کھیل رہے تھے۔

کل رات سے برف پڑنا شروع ہو گئی۔ اس سے پہلے نہ کبھی برف میرے سامنے پڑی تھی اور نہ میں نے برف پڑتی کبھی دیکھی تھی۔ آج رات کو خوب برف پڑی۔ اِس وقت تک جبکہ دن کے بارہ بجے ہیں برابر برف پڑ رہی ہے۔ آسمان سے سفید سفید روئی سی یا بھوسی سی گرتی ہے اور زمین پر گرتی جاتی ہے۔ تمام در و دیوار چھتیں اور سڑکیں سفید ہو رہی ہیں اور ہر جگہ برف کا فرش بچھا ہوا ہے اسی برف کی وجہ سے سردی بھی خوب زوروں پر ہے۔ میرے کمرے میں آگ روشن ہے۔ دروازے بند ہیں۔ مگر یہ عالم ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں اور صرف ٹھنڈے نہیں بلکہ سردی کی شدت سے چہرے اور ہاتھوں پر چیونٹیاں سی کاٹ رہی ہیں۔ مگر آگ بڑی خوبصورت اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔

صفیہ کے ٹیکے لگوائے یا نہیں، محسنہ! تم اپنی باجی سے پوچھ کے مجھے لکھو کہ اُن کا مزاج کیسا ہے اور یہ بتائیں کہ ابا ہر مہینہ میں کتنا خرچ اُن کو بھیجا کرتے ہیں؟ میری تنخواہ جو وہاں ملتی ہے وہ کیا ہوتی ہے اور کیونکر صرف ہوتی ہے؟ لکھنؤ میں انہوں نے کوئی آدمی نوکر رکھا یا نہیں؟ ایک خدمت گار کی سخت ضرورت ہے۔ اگر نہ رکھا ہو تو اب رکھ لیں۔ اُن سے کہو کہ بیکار اور خواہ مخواہ تکلیف اُٹھانے سے کوئی فائدہ نہیں، اُن کو آرام سے رہنا چاہیئے اور بچوں کی اچھی طرح خبرگیری کرتی رہیں۔ اور سب سے مقدم یہ امر ہے کہ بچوں کو پاک صاف رکھیں۔ روز نہلائیں، کپڑے روز بدلوائیں، اُن کو کوئی میلے کپڑے پہنے نہ دیکھے۔

ان باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ اور اُن سے کہو کہ ہر ہفتہ میں اپنا اور بچوں کا حال لکھوا کر بھیج دیا کریں۔ یہ بھی بتائیں کہ گھر کا انتظام کیونکر ہے اور کون کرتا ہے۔

اماں کا حال بھی لکھو کہ کیا کرتی ہیں اور کیسی ہیں؟ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۳)

Slough (England)

۹ جنوری ۱۸۹۶ء پنجشنبہ

عزیزہ ام فاطمہ و محسنہ طول عمرہا

دعا ہا۔ تمھارے خط مجھے دو مہینے سے نہیں ملے۔ جس کی وجہ سے بہت تعلق خاطر رہتا ہے۔ اپنے حالات سے

ہر ہفتہ میں اطلاع دے دیا کرو۔ میں ہر ہفتہ میں تم کو برابر خطوط روانہ کر دیا کرتا ہوں۔ شاید اس وقت تک کوئی ہفتہ میرے خطوں سے خالی نہ گیا ہوگا ماموں کا کوئی خط آیا؟ اور وہ اب کہاں ہیں؟ کچھ اُن کے حالات لکھو۔

میں اچھا ہوں کوئی شکایت نہیں۔ موسم یہاں روزانہ بدلتا رہتا ہے۔ کل کا دن گرم تھا۔ اور آج ایسی سردی ہے کہ آگ کے پاس بیٹھے ہیں اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں۔ برف ایک دن گر کے موقوف ہو گئی۔ اُس کے بعد سے آج تک پھر نہیں گری۔ آج پندرہ بیس دن کے بعد آفتاب نکلا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ جس روز آفتاب نکلتا ہے اُس روز سردی سب دنوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اماں کو۔ نانی اماں کو۔ خالہ کو۔ بھابھی کو۔ چچا کو اور سب کو آداب کہہ دینا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴)

۲ Arnold Villas
Slough England.

۳۰ رجب ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء

روز پنج شنبہ

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا۔

دعا بعد، تمہارا خط اس گذشتہ ڈاک میں ملا، اور سب حالات معلوم ہوئے۔ فاروق کے پڑھانے کے بارہ میں میں نے جو کچھ تم کو لکھا ہے اس پر حتی الامکان عمل ہونا چاہیئے میں اس امر میں پیشتر تم کو بہت تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اس کی خوشی پر نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اگر ایسا ہی ہوا تو کچھ نہ ہوگا۔ اور کچھ نہیں تو اتنا کرو کہ کٹورہ کے سکوں میں بھرتی کرا دو اور پتو جی اور طوطا رام سے کہہ دو وہ نگرانی کرتے رہیں گے۔ اور گھر میں تم دیکھ لیا کرو۔ یا کسی انگریزی دان کو نوکر رکھ دو کہ وہ کچھ شد بد پڑھاتا رہے۔

مقن یقین ہے کہ اپنی سسرال جا چکی ہوں گی۔ اس کی کوئی شکایت نہیں اور نہ تم کو کسی بات پر ناراض ہونا چاہیئے۔ مگر عزیز کی یہ حماقت تھی کہ انھوں نے لکھا۔ یہ رشتہ بُرا ہوتا ہے۔ ایسی باتیں کبھی کبھی زبانی کہہ دی جایا کرتی ہیں۔ ایسے جملے خطوط میں کہیں نہیں لکھے جاتے ہیں اور اس پر اگر وہ بگڑے تو انھوں نے اور زیادہ حماقت کی۔ عزیز کے لکھنے پر ان کو بگڑنا نہ چاہیئے تھا۔ باقی رہا یہ کہ باہر سوتے اور گھر میں جگہ نہ دی ہوتی۔ یہی باتیں ہیں ان کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ وہاں کے لوگوں میں ایسی ایسی ذرا سی باتوں پر بننے بگڑنے کا بہت مادّہ ہے۔ باقی رہا فاطمہ کا جانا۔ یہ ضروری تھا۔ اور اماں کو یا کسی اور کو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور اچھا کیا کہ کسی قسم کا عذر نہیں کیا۔ اور اب اس کی شکایت بھی نہ کرنا چاہیئے عزیز نے درحقیقت حماقت کی کہ خط کے ذریعہ سے یہ امر ظاہر کیا کہ مقن کے روانہ کرنے میں یہاں لوگوں کو کسی قسم کا عذر ہے۔ علاوہ بریں جب طلبی کا خط ضیاء الدین نے بھیجا تھا تو اس کی شکایت ظہیر الدین سے کرنے کے کیا معنے۔ تمام معاملات ضیاء الدین کے ہاتھ میں ہیں اور خود ظہیر الدین کسی امر میں دخل نہیں دیتے تو تم ہی بتاؤ کہ ان کو خط لکھنے کا کیا نتیجہ تھا۔

ابّا کو مکان کے بارہ میں میں نے لکھ بھیجا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ ہزار روپیہ سے زیادہ رقم کہاں سے دیں گے۔

ماموں صاحب قبلہ کی بیماری اور سفر کا حال معلوم ہوا۔ بھیکم پور میں بھی عزیز کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بیکار ہیں اور عبدالشکور خاں صاحب سے ملتے بھی نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے خیال ہے کہ نوری کے لئے پریشان ہوگی۔ مگر سب پر مقدم صحت ہے اور افسوس ہے کہ ان کی طبیعت کبھی اچھی نہیں رہتی۔

تمھارا خط اگر ہر ہفتہ میں مجھ کو ملتا رہے گا تو نہایت اطمینان رہے گا۔ اور اپنی باجی سے پوچھ کے جو باتیں وہ کہا کریں تم مجھے لکھ بھیجا کرو۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ تم کو الحمدللہ کوئی فکر نہیں ہے اور بھابھی اور ماموں تمھاری تکلیف کا کبھی مداوا نہ ہوں گے۔ مگر میں نے یہ خرچ اس لئے بھیج دیا کہ تم اگر مناسب دیکھو تو ٹکٹ لے کے رکھ لو۔ یا اپنے اور کسی کام میں لاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ میرے بھیجنے میں اور تمھارے لینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ بڑی خرابی یہ ہے کہ تم بھی بیمار ہو۔ اور تم کو بھی دوران سر کی شکایت پیدا ہوئی۔ تم مجھے خط لکھنے میں اپنی صحت کا بھی خیال کر لیا کرو۔ اگر دوران سر کی زیادہ شکایت ہو تو تم ہرگز نہ لکھنا۔ اس لئے کہ دماغ کے لئے پڑھنے سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ سات جلاب ہوئے اور طبیعت صاف نہیں ہے۔

میری طرف سے سب کی خدمت میں آداب کہہ دینا۔ صفیہ کیا کچھ باتیں کرتی ہے۔ فاروق کی تعلیم کا ضرور خیال رکھو۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۵)

۱۲ رمضان ۱۳۱۳ھ
۲۷ فروری ۱۸۹۶ء

2 - Arnold Villas
Slough

عزیزہ ۱۰ام سلمہا

دعا۔ اس ہفتہ میں ہندوستان کی ڈاک آئی ہی نہیں اور وجہ یہ ہوئی کہ نہر سویز میں سے ہو کے ہندوستان کے جہاز یہاں آتے ہیں اس میں دو جہاز لڑ گئے۔ اور ایک جہاز کنارے پر ریت کے تودے پر جم گیا۔ اس کی وجہ سے راستہ رک گیا۔ اور وہ جہاز ابھی تک یہاں نہیں پہونچا جس میں ہندوستان کی ڈاک آتی ہے۔ غالباً پرسوں یعنی ہفتہ کے دن ڈاک آئے گی۔ مطلب یہ کہ تمھارا جو خط مجھے گذشتہ اتوار کو ملنا تھا ابھی تک مجھے نہیں ملا۔ اور میں یہ خط کسی خط کے جواب میں نہیں لکھ رہا ہوں۔ بلکہ صرف ہفتہ میں ناغہ ہونے کے خیال سے تم کو مطلع کر دیتا ہوں کہ میں خیریت سے ہوں۔

فی الحال یہاں سات آٹھ روز سے بڑی قیامت کی سردی ہے ہاتھ پاؤں بالکل ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ ہر وقت آگ کے پاس بیٹھا رہتا ہوں اور اس پر بھی کسی طرح چین نہیں آتا۔ رات تو رات۔ دن دوپہر کو پانی جم جاتا ہے۔ ابھی مسٹر ناٹس کے بزنس میں دوپہر کو پانی جم کے برف ہو گیا۔ راستوں میں اور سڑکوں پر جہاں جہاں تھوڑا بہت پانی ہے سب جما ہوا ہے۔ اور گو آفتاب نکلتا ہے مگر اس کی گرمی گھلانے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ ہر جگہ سڑکوں پر خشک برف پڑی ہوئی ہے اور آٹھ آٹھ دن پڑی رہتی ہے۔ کسی طرح گھلتی نہیں۔

کل رات کو میں ۹ بجے باہر سڑک پر نکلا۔ کوئی آدھ ہی گھنٹہ باہر رہا تھا کہ ہاتھوں کا یہ حال ہو گیا کہ بالکل سُن ہو گئے اور انگلیوں کے اندر ہڈی میں درد ہونے لگا۔ میں نے جب یہ حال دیکھا تو جلدی سے کمرے میں آ کے ہاتھ سینکنے لگا۔ مسز نائس دوڑی ہوئی آئیں اور کہا کہ ہاتھوں کو آگ میں نہ سینکو۔ اس سے انگلیوں میں درد رہ جائے گا۔ اور پھر کسی طرح نہ جائے گا۔ وہ دوڑ کے گرم پانی لائیں اور اس میں میں نے کچھ دیر ہاتھ رکھے تو جا کے تسکین ہوئی۔ اس سے تم اندازہ کر سکتی ہو کہ یہاں کیسی سردی ہوتی ہے۔ والدعا۔ باقی حال اور تمھارے خطوں کا جواب آئندہ ہفتہ کو لکھوں گا۔

راقم، محمد عبدالحلیم شرر

(۶)

۹ Arnold villas. ۲۶ مارچ ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام عطیہ

دعا۔ تمھارا خط مورخہ ۱۴ رمضان مجھے گذشتہ میل میں ۲۳ مارچ کو وصول ہوا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ میں اسلیے بہت خوش ہوں کہ تم ہفتہ وار خط بھیجتے رہتی ہو۔ اور کوئی ڈاک تمھارے خطوں سے خالی نہیں جاتی۔ جب تک تم لکھنؤ میں ہو اس وقت تو تم لکھتی ہی ہو۔ مگر تم جہونہ جا کے بھی برابر خط لکھتی رہنا۔ اور میں تم کو برابر وہاں جواب روانہ کیا کروں گا۔ صرف تمھاری وجہ سے مجھے اتنی دور ہونا ناگوار نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ میں ہفتہ وار تمھارے ذریعہ سے گھر کے سب لوگوں کو گویا دیکھ لیا کرتا ہوں۔ اور اگرچہ خط کا جواب قریب قریب دو مہینہ کے بعد آتا ہے مگر ہفتہ وار خطوں کا سلسلہ جاری رہنے سے یہ دُوری گراں نہیں گذرتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں وہیں بیٹھا ہُوا ہوں۔ جہونہ جا کے خط لکھنا موقوف نہ کر دینا۔

چچا صاحب قبلہ کی دھڑکن کی شکایت سُن کے نہایت تشویش ہوئی۔ خدا کرے ان کو جلدی صحت ہو جائے۔ صفیہ کے ٹیکے لگانے کے لئے اسی سبب سے میں جلدی کرتا تھا۔ مگر غفلت اور سستی میں پڑے رہنے کی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی۔ اور دیر کرنے اور ٹالنے کا حال بھی تمھاری باجی کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ ٹیکہ لگانا ہمیشہ کمسنی میں اچھا ہوتا ہے۔ مٹی کھانے کی یہ بہت بری عادت ہے۔ اس کو چھڑانا چاہیئے۔

میرے امتحان کو کیا پوچھتی ہو۔ روپیہ داخل کیا جائے تو شروع ہو۔ اور شروع ہونے کے بعد سے پورے تین برس اُس میں محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ کوئی سخت محنت نہیں ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے تین سال تک شرکت کی جائے۔ جس کو اگر میں شروع کروں گا تو پھر تین سال تک رہنا ضروری ہو جائے گا۔ والد روپیہ کا بندوبست کر رہے ہیں۔ خیر یہ اچھا ہُوا کہ انھوں نے چھ سو روپیہ مکان کے لئے گھر روانہ کر دیئے یقین ہے کہ اتنے روپیہ میں مکان بن جائے گا۔

مکان کا نقشہ روانہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ عزیزہ فاطمہ نے ایک نقشہ بھیجا تھا جس سے اس کی صورت میری سمجھ میں آ گئی۔ اب کچھ ضرورت نہیں کہ تم نقشہ بنوا کے روانہ کرو۔

صدیق کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی خط میرے پاس نہیں آیا۔ نہ انگریزی میں اور نہ اردو میں۔ بلکہ ابا نے مجھے لکھا تھا کہ صدیق خط لکھنے والے ہیں اور ایک جیبی گھڑی مانگتے ہیں۔ میں نے لکھا کہ میں گھڑی تو بھیج دوں گا۔ مگر جب ان کا خط آئے گا۔

فاروق کے بارہ میں میں نے لکھا ہے۔ خدا جانے انھوں نے کیا انتظام کیا۔ اس لئے کہ جب تک اس کے پڑھنے کی طرف خاص توجہ نہ کی جائے گی۔ مجھے اطمینان نہ ہوگا۔ یہ سن کے شاید تم کو تعجب ہوگا کہ یہاں انگلستان میں تمام شہروں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں تک میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لئے قانون کی رو سے لازمی ہے اگر کوئی اپنے لڑکوں کو نہ پڑھائے یا لڑکیوں کو اسکول میں نہ بھیجے تو ان کو حاکم اور عدالت کے وہاں سے سزا ہو جاتی ہے۔ اسکول کے ماسٹر اور لڑکیوں کے اسکولوں کی ماسٹرنیاں اپنے حلقہ میں اگر کسی لڑکے یا لڑکی کو دیکھتے ہیں کہ وہ اسکول میں نہیں آتے تو سرکار میں اطلاع کرتے ہیں۔ جہاں سے ماں باپ کو سزا ہو جاتی ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج یہاں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور، مزدور نی یا گھسیارا بھی نہیں ہے جو پڑھا لکھا نہ ہو۔ یہ ذرا اپنی باجی کو سنا دو اور کہو کہ ہندوستان میں بھی کوشش ہو رہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جبریہ تعلیم ہو جائے۔ اگر جبر اور تشدد سے پہلے ہی وہ اپنے لڑکوں کی تعلیم کی فکر رکھیں تو اچھا ہو۔ والدعا۔

راقم، محمد عبدالحلیم شرر

(۷)

۱۰ر اپریل ۱۸۹۶ء جمعہ لندن

عزیزم محمنہ طولعمرہا۔

دعاہا۔ اس ہفتہ کو جو خط میں نے روانہ کیا تھا وہ یہاں ڈاک خانہ میں تعطیل ہونے کی وجہ سے ڈاک میں نہ جا سکا۔ اور شاید تم کو بڑا تعجب معلوم ہوا ہوگا کہ خلاف معمول تم کو ایک ہفتہ میں میرا خط نہیں ملا۔ تم کو پہلا اور یہ پچھلا دونوں خط ایک ساتھ ملیں گے۔

ان دنوں میں نے تین ہفتہ کے لیے سلو کو چھوڑ کے خاص شہر لندن میں قیام کیا ہے۔ ذرا تبدیلی آب و ہوا بھی ہو گئی اور لندن میں کچھ دنوں رہنے کی مجھے ضرورت بھی تھی۔ مگر تم اپنے خطوط اسی معمولی پتہ پر روانہ کرتی رہو۔

میرے پاس اس وقت گذشتہ ہفتہ کا تمھارا خط نہیں ہے۔ لہٰذا میں تمھارا جواب نہیں لکھتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ تمھارے خط میں کیا لکھا ہے جس کا جواب مجھے دینا چاہیئے۔ آئندہ ہفتہ میں مفصل خط روانہ کروں گا۔ والدعا۔

راقم، محمد عبدالحلیم شرر

(۸)

۲۴ر اپریل ۹۶ء ۲۔ آرنلڈ ولا

عزیزہ ام محمنہ طولعمرہا

تمھارا خط گذشتہ ڈاک میں مجھے ملا اور مجھے افسوس ہے کہ اس سے پہلی ڈاک میں میں تم کو کوئی خط نہیں بھیج

سکا۔ وجہ یہ ہوئی کہ میں یہاں لندن میں تھا اور ایک دوست نے جو یہاں سے باہر سات آٹھ کوس پر رہتے ہیں انہوں نے میری دعوت کی تھی اور میں ان سے ملنے کے لیئے اور ان کے وہاں کھانا کھانے کے لیئے ڈاک کے روز چلا گیا۔ اور شام تک وہیں رہا۔ آنے کے بعد خیال آیا کہ ڈاک کا وقت نکل گیا۔ آج تک مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ڈاک کے روز میں نے تم کو خط نہ لکھا ہو — ایک دفعہ اور ایسا ہوا تھا۔ مگر اس روز یہ نہیں ہوا بلکہ یہ ہوا تھا کہ میں نے خط لکھ بھیجے اور ڈاک خانہ میں معلوم ہوا کہ وقت گزر چکا اور اب ڈاک نہیں جا سکتی۔ لیکن گزشتہ ہفتہ میں مجھے خط لکھنے ہی کی فرصت نہیں آئی۔

تم کو عزیز کے خطوں سے کیا تعلق۔ تم برابر ہفتہ وار خط لکھتی رہو۔ عزیز جب چاہیں اپنا خط لکھ سکتے ہیں۔ میں نے ان کے خطوں کا جواب بھی ہمیشہ دے دیا ہے پھر ان کو تمہیں خط لکھنے سے منع کرنے کی کیا وجہ ہے۔ تم جس طرح لکھتی ہو اسی طرح برابر لکھتی رہو۔

ماموں صاحب قبلہ کے گھر آنے کی خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اگرچہ تم کہو گی، تمہیں کیا۔ مگر دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمہاری خوشی سے مجھ کو خوشی ہے۔ اور دوسری یہ کہ منّن کے علاج کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اگرچہ اسی ہفتہ میں منّن نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں وہ لکھتی ہیں کہ ایک ہفتہ سے ان کی طبیعت اچھی ہے اور بخار نہیں ہے۔ مگر تاہم ماموں صاحب قبلہ کی توجہ سے ان کی طبیعت کی طرف سے پورا اطمینان ہو جائے گا۔ افسوس ہے کہ ماموں صاحب گھر میں زیادہ نہیں رہ سکتے۔ آہا اس وقت وہاں نہ پہونچ سکے۔ یہ بھی افسوس کی بات ہے۔ اگر وہ بھی وہاں ہوتے تو بڑا اطمینان ہو جاتا۔ مکان تو یقین ہے کہ اب جس قدر بننا تھا بن چکا ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ اماں کا وہاں کب اٹھ کے جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے عزیز کو لکھ دیا تھا کہ اس میں نل لگوا دیں۔ خدا جانے اس کا انہوں نے انتظام کیا یا نہیں۔

میں لندن میں ابھی ایک ہفتہ اور ہوں۔ کل کا ہفتہ گذار کے دوسرے ہفتہ کو یعنی ۱۲ مئی کو سلو میں واپس جاؤں گا۔ یہاں کے رہنے سے یہ فائدہ ہوا کہ نواب ولی الدین خان کو روز پڑھانے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے کہ آج کل وہ بھی یہاں ہیں اور ان کے سکول میں چھٹی ہونے کی وجہ سے وہ مسٹر لاڈر کے گھر میں رہتے ہیں۔ اگرچہ میرے مکان سے ان کا مکان کوئی تین چار میل ہے۔ میں خاص شہر کے صدر مقام میں رہتا ہوں اور وہ ایک کونہ پر ہیں۔ لیکن سواری یہاں اس قدر آسان ہے کہ صبح تڑکے سے بارہ بجے رات تک ہر وقت ہم جا سکتے ہیں۔ ایک تو ریل ہے جو مکانوں کے نیچے زمین کے اندر جاتی ہے اور ہر پانچ منٹ کے بعد ایک ٹرین چھوٹتی ہے۔ دوسری ایک اور گاڑی ہے جس کو یہاں "بس" کہتے ہیں۔ تین پنس میں وہاں تک پہونچا دیتی ہے ہے تو گھوڑوں کی مگر اس پر چالیس آدمی تک بیٹھ سکتے ہیں

موسم یہاں اب اچھا ہے۔ جاڑا نکل گیا۔ گرمیاں یا بہار کا موسم ہے۔ آفتاب روز نکلتا ہے۔ دوسرے تیسرے بارش بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن تاہم اتنی سردی ہے جتنی تمہارے وہاں جاڑوں میں ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے کسی قدر زیادہ۔ اس لیئے کہ اب اس وقت تم کو خط لکھ رہا ہوں اور چونکہ آگ بجھ گئی ہے لہٰذا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے برف ہو گئے ہیں۔ بغیر بڑا بھاری لبادہ (جس کو یہاں اوورکوٹ کہتے ہیں) اوڑھے گھر سے باہر نہیں نکلا جاتا۔ نہ دن کو نہ رات کو۔ آج کل اکثر رات کو بجلی جیسی چاندنی

ہوتی ہے۔ اس لیے کہ چاند ہر وقت دھوئیں میں ڈوبا نظر آتا ہے۔ مگر یہاں کے لوگ اس چاندنی کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں! اور راتوں کو اسی چاندنی میں مرد و عورت بوڑھے بچے شہر کے تمام لوگ سیر کرتے ہوئے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۹)

مورخہ ۲ مئی ۱۸۹۶ء انگلستان

عزیزہ ام محسنہ فاطمہ طول عمرہا

دعا۔ آج کی ڈاک میں تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ یہاں خیریت ہے۔ مجھے ہر ہفتہ تمہارے خط کا انتظار رہتا ہے۔ لہٰذا حتی الامکان پابندی کے ساتھ خط لکھتی رہا کرو۔ اور شاید میرا خط تم کو ہر دوشنبہ یا اتوار کو مل جایا کرتا ہوگا۔ میں الحمدللہ کہ بہت اچھا ہوں کوئی شکایت نہیں۔ پہلے سردی بہت زیادہ چمک گئی تھی۔ چنانچہ دو دن تک برابر برف گری۔ مگر اس کے بعد پھر ویسے ہی گرم دن شروع ہو گئے۔ ادھر دو روز سے ایسا موسم ہے کہ یہاں کے لوگوں کو گرمی کی شکایت ہے۔

فاروق کے پڑھانے کا کچھ انتظام کیا گیا یا نہیں؟ ابا سے تھوڑا بہت پڑھایا تھا اگر تم لوگ بھی کچھ گھنٹہ دو گھنٹہ محنت کیا کرو تو اچھا ہو۔ مگر بچوں کے پڑھانے میں بڑی محنت پڑتی ہے۔

تمہیں یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ صدیق امتحان میں پاس ہو گیا جس کی مجھے بالکل امید نہ تھی خصوص اس آخر زمانہ میں جب اُس کا لکھنؤ جانے کا حال سنا تو بالکل مایوسی ہو گئی تھی۔ لیکن غنیمت ہے کہ وہ پاس ہو گیا اور آئندہ سال انشاءاللہ اب سے اچھا رہے گا۔ کیونکہ پورے برس تک اُسے محنت کرنے کا موقع ملے گا۔

آج مجھے اس وقت لندن جانا ہے اور جلدی میں ہوں۔ لہٰذا خط کو ختم کرتا ہوں۔ انشاءاللہ آئندہ ہفتہ میں زیادہ مفصل حالات لکھوں گا۔ والدعا

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۱۰)

۱۴ مئی ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ زاد عمرہا۔

تمہارا ۷ ذی قعدہ کا خط مجھے گذشتہ ڈاک میں ملا۔ تمہارے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا خط تم کو ایک ڈاک میں نہیں ملا۔ یہ تو وہ ڈاک تھی جو میں نے روانہ کی مگر ڈاکخانہ میں تعطیل ہونے کی وجہ سے پڑی رہ گئی اور غالباً اسی وجہ سے ناغہ ہو گیا ہوگا۔ لیکن اس کے بعد کئی ہفتہ ناغہ گئے ہیں جن کے متعلق میں تم سے معذرت کر چکا ہوں۔

خرچ نہ بھیجنے کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ شاید وہاں حیدر آباد میں تنخواہ کے ملنے میں دیر ہوئی ہوگی۔ کبھی کبھی وہاں ایسا ہو جاتا ہے اور باقی یہ خواہ مخواہ کا وہم ہے کہ صدیق کے پیچک نکل آئی ہوگی۔ ایسے وہموں کے ایجاد کر لینے کا مادہ بھی عورتوں

میں خوب ہوتا ہے۔

تم جو لکھتی ہو کہ وہاں کے مزدور پڑھ جائیں گے تو ان کے دماغ ہو جائیں گے اور پھر وہ زمین پر قدم نہ رکھیں گے۔ حقیقت میں صرف اسی بات کی ہندوستان میں ضرورت ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی قدر معلوم ہو جائے تو پھر سارا ملک ترقی کرنے لگے۔ وہاں کی شامت تو یہی ہے کہ سوا چند خاص لوگوں کے جو اپنے آپ کو شریف خیال کرتے ہیں باقی سب لوگ پاجی سمجھے جاتے ہیں اور وہیں کے شریفوں نے ان کو یہاں تک ذلیل کیا کہ آخر وہ خود اپنی نظر میں ذلیل ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ جانور سے بدتر ہو گئے۔ یہاں تعلیم کا یہ نتیجہ ہو گیا ہے کہ درحقیقت خدمت گار اور آقا میں کوئی فرق نہیں رہا۔ خدمت گار روپیہ کے معاوضہ میں کام تو کر دیتا ہے مگر اپنی عزت اتنی ہی خیال کرتا ہے جتنی کہ آقا کے دل میں اپنی عزت ہو گی۔ اب ہمارے یہاں ایک پیش خدمت جس کا نام ہے "اینی" یہ کوئی سولہ سترہ برس کی لڑکی ہے۔ اور تمام کام وہ چاہے کسی قسم کے ہوں اور کیسے ہی سخت ہوں بلاعذر کرتی ہے۔ لیکن یہ مجال نہیں کہ کسی کام کے لئے حکم کے ساتھ اور سختی سے کہا جائے۔ جب اس سے کسی کام کو کہا جاتا ہے خواہ میں کہوں یا مسز "نائٹ" کہیں۔ یوں کہیں گے کہ "مہربانی کر کے یہ کام کر لاؤ"۔ فرض اور واجب ہے کہ "پلیز" کا لفظ کہا جائے جس کے معنے مہربانی کے ہیں۔ اور اگر نہ کہیں تو وہ اپنی یہ نوکری چھوڑ دے گی۔ یہ بات کچھ "اینی" ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہاں کے تمام نوکروں اور مزدوروں کا یہی خاصہ ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ سلطنت ہماری ہے اور بادشاہ تو صرف زبردستی کے لئے ایک بت بنا رکھا ہے۔ مگر یہاں بادشاہ کی یہ بھی تو مجال نہیں کہ کسی امر میں ذرا تامل کر سکے۔ ہندوستان کی اصلی ذلت کا سبب یہی ہے کہ وہاں کے لوگ خود آپس میں ایک دوسرے کو ذلیل سمجھتے ہیں اور ذلیل کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ لطف کی یہ بات ہے کہ جو انگریز ہندوستان میں کچھ دنوں رہ کے اور وہاں نوکری کر کے آتے ہیں۔ یہاں آ کے ان کو نہ تو کوئی خدمت گار کام کا ملتا ہے اور نہ کوئی اپنے گھر میں ان کا رکھنا پسند کرتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ وہ سب کے سب ہندوستان کے خدمت گاروں پر حکومت اور سختی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر یہاں کے خدمت گاروں سے بھی ویسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ راہ چلتا ان کو ذلیل کرتا ہے اور ہر ادنیٰ مزدور اور خدمت گار ان کو اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتا۔

والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

جناب چچا صاحب کی بیماری کا حال سن کے بڑی فکر ہوئی۔ ان کو دستوں کا آنا بہت برا ہے۔ خدا ان کو جلدی صحت دے۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

آج کوئی بارھواں دن ہے میں نے تمباکو کا استعمال بالکل چھوڑ دیا۔ یہ تو تم جانتی ہو کہ وہاں حقہ کا کس قدر عادی تھا۔ یہاں آنے کے بعد حقہ کی جگہ حسب معمول چرٹ پینے لگا تھا۔ ادھر کچھ ایسا برا معلوم ہوا کہ بالکل چھوڑ دیا۔ اور آج بارھواں دن ہے کہ چرٹ کی صورت نہیں دیکھی ہے۔ زکام ہوا۔ کھانسی ہوئی۔ پیٹ میں درد ہوا۔ قبض ہوا۔ سب کچھ ہوا اور سب مرحلے ہو گئے۔ مگر ایک

خرابی باقی ہے اور وہ یہ کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تمہیں خط لکھتے لکھتے اُکتا سا جاتا ہوں اور یہ حقیقت میں بڑی خرابی کی بات ہے۔ دیکھو کب تک یہ باتیں رہتی ہیں، مگر یہ تو عہد کر لیا ہے کہ اب تنبا کو نہ چھوؤں گا۔ میں نہیں کہہ سکتا گذشتہ دس بارہ دن کیسے کٹے ہیں؟ گذشتہ ہفتہ کو میرا خط اسی وجہ سے بالکل مختصر اور خراب تھا۔

محمد عبدالحلیم شرر

(۱۱)

۲۱ مئی ۱۸۹۲ء

Slough.

(England)

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ تمہارا خط مورخہ ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ ملا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ فاروق اور صفیہ کی صحت کا حال دریافت کر کے اطمینان ہوا۔ خیر غنیمت ہے پتر جی کے ذریعہ سے حیدرآباد کا حال معلوم ہوا اور صحت اور خیر و عافیت صدیق کی معلوم ہو گئی ورنہ شاید اور زیادہ تشویش ہوتی۔

یقین ہے کہ تم سب لوگ اب مہو نہ جا چکے ہو گے۔ اس لیے کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری موسائی صاحب کا اصرار ہے کہ آم کھانے کے لیے مہو نہ چلو۔ اچھی بات ہے مہو نہ چلی جاؤ۔ مگر اپنی باجی سے کہہ دو کہ بچوں کو زیادہ آم نہ کھلا دیں ورنہ وہ بیچارے بیمار ہو جائیں گے۔

ہاں مہو نہ سے تم مجھے یقین ہے کہ برابر خط لکھتی رہو گی۔ اور میں تو تمہارے لکھنے کے مطابق لکھنؤ ہی خط روانہ کیا کروں گا۔

راقم عبدالحلیم شرر

(۱۲)

۵ جون ۱۸۹۶ء

Slough

ENGLAND

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ گذشتہ ڈاک میں تمہارا کوئی خط نہ ملنے کے بعد مجھے کسی قدر تشویش اور پریشانی ہوئی ہو گی۔ باوجود بڑی پابندیوں کے دو ڈاکیں میرے خطوں سے خالی گئیں مگر ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا کہ تمہارا کوئی خط کسی ڈاک میں نہ ملا ہو اور خصوص زیادہ تر اس خیال سے کہ تم نے چند روز ہوئے ایک خط میں لکھا تھا کہ جب تک تم کو کوئی ایسی ہی مجبوری نہ ہو یا کوئی سخت بیماری (خدانخواستہ) نہ ہو اُس وقت تک تم خط لکھنے سے کبھی باز نہ رہو گی۔ اب اس مرتبہ خط کے نہ ملنے سے خیالات ہر طرف جاتے ہیں، مگر کوئی خاص بات سمجھ میں نہیں آتی۔ امید ہے کہ آئندہ ڈاک میں تمہارا خط ضرور ملے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ اس خط نہ آنے کا باعث کوئی معمولی بات ہی تھی۔

میں اچھا ہوں اور یقین ہے کہ تمہارے وہاں سب لوگ خیریت سے ہیں۔ والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۳)

۲۴ جون ۱۸۹۶ء

2- Arnold villa
Slough
(England)

عزیزہ ام حسنہ طول عمرہا

دعا! تمہارا خط پچھلے تین ہفتہ کے بعد گزشتہ ڈاک میں ملا۔ پہلے ہفتہ میں برخلاف معمول کے خط نہ آنے کے خیال سے نہایت ہی پریشانی رہی۔ اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ خود تم نے کئی ہفتہ ہوئے لکھا تھا کہ جب تک خدانخواستہ تم کو کوئی سخت بیماری کا عذر نہ ہو اس وقت تک تم خط نہ ناغہ کروگی۔ لیکن دوسرے ہفتہ میں جب منّن کا خط آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یکبارگی تمہارا بیمار پڑ جانا ہوگیا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ اسی وجہ سے غالباً تم خط نہ بھیج سکی ہوگی۔

میں یہاں خیریت سے ہوں۔ گذشتہ ہفتہ میں میں خود کوئی خط نہ روانہ کرسکا اور وجہ یہ ہوئی کہ آج کل نواب وقار الامرا بہادر کے بڑے صاحبزادے یہاں لندن میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے بہت کم فرصت رہتی ہے۔ اکثر ان کے پاس لندن جانا پڑتا ہے۔

ڈاک کے زمانہ میں تین دن تک ان کے پاس لندن ہی میں رہا۔ اور خود ان کے دو تین ضروری کام تھے جن کی وجہ سے انہوں نے آنے نہ دیا۔

آج کل یہاں موسم بہت اچھا ہے۔ سردی نام کو نہیں۔ گرمیوں کا موسم ہے اور بہار کا زمانہ ہے۔ ہر جگہ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اور لوگ تفریح کے لیے مل کر چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جاتے ہیں۔ یہاں ایک دریا ہے جس کا نام ہے ٹیمس۔ اس کے اندر ہر وقت ہزارہا کشتیوں پر عورتیں سوار ہوکے خود ہی چلاتی ہوئی سیر کرتی پھرتی ہیں۔

فاروق اور صفیہ کا آم کی فصل میں مہونہ میں رہنا تو بہت اچھا ہے۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ زیادہ آم نہ کھا جائیں اور بچوں کو بھی زیادہ کھلانے سے بچائیں کہ میرا کچھ لکھنا فضول ہے۔ میں کوئی بات کہوں وہ وقت پر تم کو معلوم ہی نہیں ہوسکتی۔ تم نے جب یہ خط لکھا ہے اس وقت تک آموں کی فصل تمام ہوچکی ہوگی۔ لہذا میرے کہنے کا کیا فائدہ۔ یہاں آموں کا نام تو لوگوں نے سنا ہے۔ لیکن صورت آج تک میں نے نہیں دیکھی۔ اور خربوزہ کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ اس ملک میں ایک چھوٹا پھل ہوتا ہے جس کو "اسٹابری" کہتے ہیں۔ آج کل اسٹابری کی فصل ہے۔ لوگ اس کو شکر اور رابڑی میں ملا کے کھاتے ہیں۔ حقیقت میں بڑے مزے کی ہوتی ہیں۔ میں تو یہاں سے تمہارے لیے بھیجنے کی کوشش کرتا۔ لیکن یہ اتنا نازک پھل ہے کہ آج کا ٹوٹا ہوا کل کام کا نہیں رہتا۔ وہاں تک کیا پہونچے گا۔

مومانی صاحبہ کی شکایت ہمیشہ چلی جاتی ہے اور ہمیشہ انتہا سے زیادہ دبلی رہتی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ حکیم عبدالحی صاحب کے علاج سے ان کو کوئی مستقل فائدہ نہیں ہوا۔

مجھے زکام ہوگیا تھا اور کھانسی بھی تھی۔ مگر اب بالکل اچھا ہوں۔ مجھے تو یہاں کی آب و ہوا ہر جگہ سے زیادہ موافق آئی۔ میں یہاں آکر کچھ قدر موٹا ہوگیا ہوں۔

ایسے دوست نہیں ہیں جن کی وجہ سے خط لکھنا چھوڑ دوں۔ تم کو خط برابر لکھتا رہوں گا۔
پرچی صاحبہ کے انتقال کا حال سن کر بڑا صدمہ ہوا۔ دعا۔

راقم الحروف۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۴)

۲، جولائی ۱۸۹۶ء

2 Arnold villas
Slough
England

عزیزہ ام عمرہ سلمہا اللہ تعالیٰ!

دعا! مہینہ سے تمہارے خط برابر مل رہے ہیں۔ مگر میں مجبوراً تم کو لکھنؤ ہی کے پتہ سے خط لکھے جاتا ہوں اور وجہ یہ ہے کہ تم محرم میں لکھنؤ واپس آنے کو لکھتی ہو جس حساب سے یقین ہے کہ تم اب لکھنؤ میں آچکی ہو گئی۔ اس لئے کہ آج محرم کی ۲۲ ہے۔

تمہاری باجی کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔ اگرچہ وہاں حکیم عبدالحی صاحب کی موجودگی کی وجہ سے فی الحال ان کا مہینہ میں ہونا بمقابلہ لکھنؤ میں ہونے کے زیادہ قابل اطمینان ہے مگر ہاں والدہ صاحبہ لکھنؤ میں زیادہ پریشان ہوں گی۔ اور خاصتہً اس وجہ سے کہ فاطمہ بھی اناؤ چلی گئیں۔ بچے سب مہینہ چلے آئے وہ اکیلی وہاں بہت پریشان اور تنہائی میں گھبراتی ہوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسی خیال سے سب لوگ اب تک لکھنؤ واپس آچکے ہوں گے آم تم سب نے اچھی طرح کھائے ہوں گے۔ یہاں آم کیا منہ وہاں کا کوئی پھل نہیں ہوتا۔ یہاں دو قسم کے میوے ہیں۔ ایک تو "اسٹرابری" اور ایک "چری" دونوں بہت اچھے ہیں۔ تم جانتی ہو میں تو کسی چیز کے کھانے کا زیادہ شائق نہیں ہوں۔ مگر یہاں مسز نائس ہر کھانے کے ساتھ لاکے ضرور رکھ دیا کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے روز تھوڑے بہت کھا ہی لینا پڑتے ہیں۔

پیارے نے بڑا غضب کیا کہ غریب آدنی کو مار ڈالنے کے قریب پہونچا دیا۔ اسی وجہ سے تو مسلمان خراب ہیں۔ اگر وہ عدالت میں چلا جاتا اور خبر کر دیتا تو سب عزت و آبرو خاک میں مل جاتی۔ اپنے گھر میں ہر شخص آزاد ہے جو چاہے کہے کسی کو برا ماننے سے مطلب۔ اور اگر ایسا ہی ناگوار ہوا تھا تو دو چار تھپڑ مار دیے ہوتے۔ مسلمانوں کی شامت یہ ہے کہ حکومت ہاتھ سے چلی گئی اور وہ آج تک ویسے ہی اکڑے ہوئے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر مرتبہ ذلیل ہوتے ہیں۔ یہاں انگلستان میں ایک ادنی سے ادنی فرد اپنی اور ملکہ وکٹوریہ کی عزت میں فرق نہیں سمجھتا۔ سارے لوگ ایک قوم اور عدالت کے سامنے برابر خیال کئے جاتے ہیں۔ اور صرف اسی وجہ سے ساری قوم ترقی کر رہی ہے اور اقبال روز بروز چمکتا جاتا ہے۔

مکان خوب بنا ہوگا۔ اس لئے کہ والد کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ دو ہزار سے زیادہ لگ گیا۔ اب خدا کرے اماں اس میں جا کے خوش ہوں۔ دعا۔

راقم الحروف۔ محمد عبدالحلیم شرر

آج کل یہاں دن بہت بڑا ہوتا ہے۔ اب تم دیکھو کہ تین بجے آفتاب نکل آتا ہے اور رات کو ساڑھے نو بجے غروب ہوتا ہے۔ نو بجے تک اچھا خاصہ دن رہتا ہے۔ اٹھارہ گھنٹہ کا دن اور صرف چھ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے۔

محمد عبدالحلیم شرر

(۱۵)

9, جولائی ۱۸۹۶ء

2 Arnal Villas
Slough
England

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تمہارا ۴ر جون کا خط مجھے ۹ر جولائی کو وصول ہوا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مہونہ چلی گئیں۔ اگرچہ اچھا ہوا کہ اب انھوں نے بلایا اور جناب بھائی صاحبہ نے تم کو خوشی کے ساتھ رخصت کر دیا۔ تاہم میرا یہ خیال ہے کہ تم کو ان کے بلانے کی بھی پروا نہ کرنا چاہیئے۔ تمہارا گھر ہے۔ اپنے گھر جانے میں کوئی کسی کے بلانے کا منتظر نہیں رہتا ہے۔ آخر ماجد رسول کی بیوی تم سے کیوں خفا ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو اس سے کیا تعلق۔ اور آخر ان کو خفا ہونے کا کیا حق ہے۔ اور سب کے علاوہ تم کو اس کی ذرا بھی پروا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر خفا ہیں تو اپنے گھر خوش رہیں، تم اپنی پریشانیوں کا صاف صاف حال مجھے لکھو۔ اس سے (پہلے) خط میں تم نے کچھ لکھنے کا وعدہ کیا تھا مگر لکھا کچھ نہیں آخر تمہاری سسرال کے لوگ تم کو کیا ستاتے ہیں اور تم کو ان کی وجہ سے کیا پریشانی ہے۔ جناب ماموں صاحب قبلہ کی بیماری کا حال سن کے طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ خدا جانے کیا ہے کہ وہ ہمیشہ بیمار رہتے ہیں اور ان کی طبیعت کبھی اصلاح پذیر نہیں ہوتی۔ اللہ کرے اب کے لکھنؤ آکے بالکل اچھے ہو گئے ہوں۔

تمہاری موسائی کی بیماری کا حال سن کے بڑی تشویش ہوئی۔ تم لکھتی ہو کہ اکثر یہ گمان ہوتا ہے کہ اب دم نکل گیا۔ یہ صرف ضعف کی وجہ سے ہے۔ میرے سامنے تو ان کو درد کی شکایت نہ تھی۔ خدا جانے کیا سبب ہے کہ ایسا سخت درد ہوتا ہے اور علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں اب بہتر ہوگا کہ چند روز کے لیئے ان کو لکھنؤ لے جا کے ڈاکٹری علاج کیا جائے یا کسی دوسرے حکیم ہی کا علاج ہو۔ اتنے دنوں تک جب بیماری ٹھہر گئی تو اب علاج کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اور اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ تبدیل آب و ہوا بھی ہو جائے گی۔ یہاں تو سو علاجوں کا ایک علاج یہ سمجھا جاتا ہے کہ آب و ہوا بدل دی جاتی ہے اور اس سے میں نے ہمیشہ دیکھا کہ فوراً فائدہ ہوا۔

یہ سن کے بڑا اطمینان ہوا کہ تمہاری باجی کی طبیعت اب اچھی ہے اور فاروق اور حنیفہ بھی اچھے ہیں۔ یہ تجھے نہیں معلوم ہوا کہ وہ لکھنؤ کب تک جائیں گی۔ اور کب سے نئے مکان میں رہنا شروع کریں گی۔ افسوس ہے کہ فاروق کے پڑھنے کا وہ کچھ انتظام نہیں کرتیں۔ تم نے لکھا تھا کہ تم اس کو پڑھا دیا کرتی ہو مگر یہ نہیں لکھا کہ اب وہ کیا پڑھتا ہے اور کچھ اور پڑھنے لگایا نہیں۔

میں نے تمہارا پتہ نہیں بدلا۔ اسی خیال سے کہ تم جلد لکھنؤ واپس آجاؤ گی میں برابر لکھنؤ ہی کے پتہ پر خط روانہ کیئے جاتا ہوں لکھنؤ میں کوئی لکھنے والا نہیں ہے ورنہ یہ آسانی سے ہو سکتا ہے کہ میرے خطوط پر مہونہ کا پتہ لکھ کے ڈاک خانہ میں واپس کر دیے جایا کریں۔ دوسرے دن بغیر کسی زحمت کے تم کو مل جایا کریں۔ فی الحال یہ خرابی ہوتی ہے کہ تم کو کوئی لکھنؤ سے جا کے خط دے تو لے۔

یہاں کا موسم آجکل بہت اچھا ہے۔ بلکہ اس ہفتہ بھر بڑی گرمی رہی۔ مگر تمہارے وہاں کی سی گرمی نہیں۔ موسم اعتدال پر ہے جیسا

وہاں ہوتا ہے ایسا ان دنوں یہاں ہے۔ رات ذرا سی اور دن پہاڑ ہوتا ہے۔ کاٹے نہیں کٹتا۔ دن ہی ہوتا ہے جب سوتے ہیں اور دن ہی ہوتا ہے جب اٹھتے ہیں۔ یہ خبر کبھی نہیں ہوتی کہ رات کب ہوئی اور کیسی تھی۔

تمہارا خط مجھے ٹھیک وقت پر مل گیا۔ اگرچہ تم کو بھیجنے میں دیر ہو گئی تھی۔ مگر اسی دن کی ڈاک میں روانہ ہو گیا۔ افسوس کی بات ہے۔ اور وجہ یہ ہو گی کہ خط آتے ہی کم ہوں گے۔

تمہارے وہاں لوگ چاند دیکھا کرتے ہیں۔ یہاں کبھی اس کی خبر ہی نہیں ہوتی کہ کب چاند ہوا اور آج کونسی تاریخ ہے۔ تاریخ درکنار یہاں ہندوستانی مہینوں کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

گذشتہ ہفتہ میں ایک رات لندن میں کچھ ایسا بھیجنا پڑا کہ مجھے دوسرے دن بخار آ گیا دو تین دن تک طبیعت بہت خراب رہی۔ آخر میں نے مسز نائٹ کی رائے سے مسہل لے لیا۔ تین دن تک برابر صبح کو مسہل پیا۔ اور دو تین دست آ جایا کئے۔ اب طبیعت بہت صاف ہو گئی اور بالکل اچھا ہوں۔ والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۶)

Slough.
ENGLAND

۱۰ر جولائی ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تعجب ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ ہفتہ بھر تشویش رہی۔ اور معلوم نہیں کہ اس ہفتہ کی ڈاک میں بھی تمہارا خط ہے یا نہیں؟

مجھے آج ڈاک میں دیر ہو گئی ہے۔ دیکھوں یہ خط تم کو پہونچتا ہے یا نہیں۔ یہاں ہر طرح خیریت ہے اور تمہاری اور وہاں سب لوگوں کی خیریت سننے کا مشتاق ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اب تم اور سب لوگ لکھنؤ میں آ گئے ہو گے۔

نواب سلطان الملک بہادر کل لندن سے روانہ ہو گئے اور انہیں کی وجہ سے بالکل موقع نہیں ملا کہ میں تم کو وقت پر خط لکھ سکتا۔ جلدی ہے اور زیادہ لکھنے کا موقع نہیں ہے۔ لہٰذا اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں والسلام۔

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۱۷)

Slough
(England)

۱۳ر اگست ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا۔

دعا۔ اس ہفتہ میں تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ جس کے متعلق تم مجھے پہلے ہی لکھ چکی تھیں مجھے یقین ہے کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو گئی ہوں گی اور آپکل صدیق اور والد صاحب قبلہ سب لکھنؤ میں ہوں گے۔ صدیق نے اگلے ہفتہ میں ایک خط حیدرآباد سے بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ خط لکھنے کے دوسرے دن وہ آپا کے ساتھ لکھنؤ روانہ ہوں گے اور لکھنؤ پہونچ کے وہاں کے حالات لکھنے

کا وعدہ کیا تھا۔ آیا کو میں نے حیدرآباد میں لکھا ہے کہ فاروق کو اپنے ساتھ حیدرآباد ہی میں رکھیں۔ وہ خط حیدرآباد میں ہی پڑا رہے گا اور اُن کو نہ پہونچے گا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بہت مناسب ہو اگر فاروق کو لیتے جائیں۔

مجھے کل رات کو بڑی چوٹ آگئی۔ اور بات یہ ہوئی کہ رات کو بائیسکل پر سوار جا رہا تھا ایک موڑ پر مجھے مُڑنا تھا۔ میں اُدھر مُڑا۔ اور اتفاق سے اُدھر سے اُسی وقت ایک گاڑی آگئی میں نے ہزار روکا مگر بائسکل گاڑی پر جا پڑی۔ اور میرا منہ زور سے گاڑی سے جا لڑا۔ بائیں طرف کے کان میں ایک بہت گہرا زخم ہو گیا۔ میں اُسی وقت واپس آکر ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے یہ خیال کر کے کہ زخم کا منہ بڑا ہے اور ذرا بھی ٹھہرا تو ورم بہت پھیل جائے گا اور پھر اُس کا نشان کبھی نہ جائے گا۔ دو ٹانکے لگا کے باندھ دیا۔ اب تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ ایک خفیف سی سوزش ہے اور ڈاکٹر کا بیان بھی یہی تھا کہ دو دن میں اچھا ہو جائے گا۔ بہرحال کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ مگر خدا نے بڑا فضل کیا اگر بائیسکل ذرا بھی اور آگے بڑھتی تو میں گھوڑے کے نیچے اور پھر پہیوں کے نیچے جا پڑتا۔

باقی سب خیریت ہے انشاءاللہ آئندہ ہفتہ میں مفصل حالات لکھوں گا۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۸)

Slough (England) ۱۸ ستمبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ گھر میں جانے کے لئے کسی خاص خوشی کی ضرورت بھی نہ تھی اور اچھا ہوا کہ یوں ہی اطمینان کے ساتھ اب اماں گھر میں رہیں گی۔

ماموں نے بہت خون نکلوایا۔ تین پاؤ خون بہت ہوا۔ اور تعجب یہ کہ اتنا خون نکلنے کے بعد بھی خون کا رنگ نہیں بدلا جب طبیعت صاف نہیں ہوتی تھی تو چند روز لکھنؤ میں ٹھہرنا چاہیئے تھا اُن کی طبیعت علی گڈھ کی اصطلاح میں کبھی صاف نہیں رہتی اور ایسی حالت میں ضرورت ہے کہ ہر سال کم از کم دو مہینہ گھر میں ٹھہر کے اپنی طبیعت کو درست کر لیا کریں۔

یہ تعجب ہے کہ میرے خط سے ایک ہفتہ ناغہ ہو گیا۔ میں تو برابر ہر ہفتہ کو خط لکھ کے بھیج دیا کرتا ہوں۔ اور مجھے یاد نہیں کہ کبھی سے اور کبھی کوئی ہفتہ ناغہ کیا ہو۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس ہفتہ کا خط دوسرے ہفتہ کی ڈاک میں چلا جاتا۔ اور اگر ایسا ہوا بھی تو یقین ہے کہ اس کے بعد کی ڈاک میں تم کو اکٹھے میرے دو خط ملتے ہوں گے۔

میاں لطیف الدین کے انتقال کی خبر سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ اور یقین ہے کہ ماجد رسول کو بڑا صدمہ ہوا ہوگا۔

میں اچھا ہوں لیکن آجکل موسم بدل رہا ہے۔ جاڑا شروع ہوتا ہے اور گرمیوں کا خاتمہ ہے پانی روز برستا ہے۔ جس کی وجہ سے رطوبت بہت زیادہ رہتی ہے۔ انھیں تغیرات کی وجہ سے اس ہفتہ بھر طبیعت ٹھیک نہیں رہی۔ والدعا

اس خط میں تم نے اپنی باجی کا کچھ حال نہیں لکھا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۹)

۲۴ ستمبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محمدہ طول عمرہا

دعاہا۔ تمھارا خط آیا جس میں تم نے اپنی اور تمام گھر کی اور والدہ صاحبہ کی پریشانی میرے منہ کے زخم کے متعلق ظاہر کی ہے۔ اب اُس کی کوئی شکایت نہیں۔ چونکہ فوراً چوٹ لگتے ہی ڈاکٹر صاحب سے مدد لی گئی۔ لہٰذا زخم دو ہفتے میں بالکل اچھا ہوگیا۔ مگر خرابی یہ ہے کہ اُس کا نشان باقی ہے اور اُمید نہیں کہ یہ نشان مٹے۔ اب میں بہت اچھا ہوں۔ اب جاڑا شروع ہوگیا ہے اور دو تین روز سے بڑے غضب کی سردی ہے۔

باقی سب خیریت ہے۔ لہٰذا خط کو یہیں پر ختم کیے دیتا ہوں۔ والدعا۔

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۰)

عزیزہ ام

یہ خط میں نے اگلے ہفتہ کو لکھا تھا۔ مگر افسوس کہ ڈاک میں دیر ہو جانے سے پڑا رہ گیا۔ تم کو شاید اور سارے گھر کو برابر دو ہفتہ خط نہ ملنے سے بڑی تشویش ہوئی ہوگی۔ اب انشاء اللہ آئے انتظام رہے گا اور کسی ہفتہ میں خط ناغہ نہ ہوگا۔[1]

محمد عبدالحلیم شرر

(۲۱)

۵ اکتوبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محمدہ طول عمرہا

دعاہا۔ تمھارا ۱۵ ستمبر کا خط مجھے گذشتہ ڈاک میں ملا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ آبا، فاروق اور صدیق دونوں کو حیدرآباد لے گئے۔ یہ اچھا ہوا۔ وہاں غالباً دونوں اچھے رہیں گے۔ مگر میرے خیال میں یہ اچھی تدبیر تھی کہ فاروق منّن کے پاس رہتا۔ جیسا کہ میں تم کو گذشتہ خط میں لکھ چکا ہوں۔

تمھاری باجی کی ایک آنکھ کا حال سن کے بڑی تشویش ہوئی۔ اُن سے کہو کہ جہاں تک بن پڑے علاج کی مستعدی سے کوشش کریں۔ غفلت میں ڈال دینے کا نتیجہ بہت خراب ہوتا ہے۔ اور آنکھوں کا معاملہ بہت نازک ہے۔ مجھے اُن کی اس بیماری کا حال سن کے بڑی فکر ہوئی۔ وہ دوا کا سٹمک لوشن جو میں نے بتائی وہ صرف معمولی اوقات میں کام دینے کے

---

[1] اس خط پر کوئی تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہے لیکن یہ خط مولوی صاحب نے غالباً انگلینڈ سے ۱۸۹۶ء میں لکھا ہے۔

یہ اچھی ہے۔ لیکن جب معاملہ طول کھینچ جائے۔ تو بغیر ڈاکٹر کے مشورہ کے کوئی دوا استعمال نہ کرنا چاہیے۔ یہ مجھے یقین ہے کہ لکھنؤ میں اچھا علاج اُن سے نہ کیا جا سکے گا۔ اس لئے کہ کوئی شخص توجہ سے خبرگیری کرنے والا نہیں ہے۔ مگر بہتر ہوگا کہ چند روز کے لیے اتاؤ چلی جائیں اور وہاں بھائی ظہیر الدین صاحب کی توجہ سے اچھا علاج ہو سکے گا۔ بہرحال غافل نہ رہنا چاہیئے اور تم نے ایسا لکھا ہے کہ مجھے اُن کی آنکھ کی طرف سے بڑی فکر پیدا ہو گئی ہے۔ والدعا

راقم، محمد عبدالحلیم شرر

(۲۲)

۱۵ر اکتوبر ۱۸۹۶ء — Slough. ENGLAND

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا ہا۔ تمہارا خط اس ہفتہ میں آیا تھا جس سے تمام حالات وہاں کے معلوم ہوئے اور اطمینان ہوا۔ میں الحمدللہ کہ خیریت سے ہوں اور کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ موسم بدلتا جاتا ہے اب سردی زیادہ ہونے لگی ہے۔ بارش قریب قریب روزانہ ہوتی ہے۔ مگر اس پر بھی موسم کا تغیر جاری ہے۔ دن بھر میں دو دو حالتیں بدل جاتی ہیں۔ کسی وقت قیامت کی سردی اور کسی وقت گرمی۔

آپا کا خط حیدرآباد سے آیا وہ لکھتے ہیں کہ فاروق اُن کے ساتھ بہت خوش ہے۔ اور ہر وقت اسی اطمینان میں رہتا ہے کہ وہاں اُس کا گھر کے مقابلہ میں زیادہ جی لگتا ہے۔ چونکہ زیادہ فرصت نہیں لہٰذا ختم کرتا ہوں والدعا۔

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۳)

23rd October 96 — 2 Arnold Villas, Slough, England

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا ہا۔ تعجب ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں تمہارا خط نہیں آیا۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگی۔ میں اچھا ہوں۔ اور میری طلبی کے لئے حیدرآباد سے تار آ گیا۔ لہٰذا دو ایک ہفتہ میں یہاں سے روانہ ہوتا ہوں۔ اب اس خط کے دیکھنے کے بعد تم مجھے کوئی خط نہ لکھو۔ اس لیے کہ مجھے نہیں ملے گا۔ میں تم کو حسب معمول برابر خط بھیجا کروں گا۔ ابھی میری روانگی کا انتظام نہیں ہوا۔ اور نہ یہ معلوم ہوا ہے کہ کس جہاز پر چلوں گا۔ غالباً آئندہ ہفتہ تک معلوم ہو جائے گا۔

والدعا

محمد عبدالحلیم شرر

(۲۴)

۳۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء

2 Arnold Villas
Slough.
ENGLAND

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ اب تمھیں کوئی خط یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں ۳ نومبر کو یعنی آج کے چوتھے دن یہاں سے ہندوستان کو روانہ ہوں گا۔ لہٰذا اس کے بعد تم میرے خط کا انتظار نہ کرنا اب میں اگر درمیان میں موقع نہ ملا تو حیدرآباد پہونچ کے خط لکھوں گا۔ باقی خیریت ہے۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۲۵)

۱۲ نومبر ۹۶ء

از مقام جبرالٹر۔ ملک اسپین

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ میں لندن سے ۲ تاریخ روانہ ہو کے لیورپول نام ایک شہر میں گیا اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کے آٹھ بجے صبح ہندوستان کو روانہ ہوا اور یقین ہے کہ دسمبر کی ۴ یا ۵ کو بمبئی پہنچ جاؤں گا۔ گذشتہ دو دن جہاز بہت خراب حالت میں رہا۔ اور سمندر میں غضب کا تلاطم تھا۔ لیکن اب آج صبح کو ہم جبرالٹر پہونچ گئے اور یہاں سے ۵ گھنٹہ کے بعد روانہ ہوں گے۔ تم کو اطلاعاً لکھ دیا گیا کہ اطمینان رہے۔ والدعا

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۶)

حیدرآباد دکن۔ کینٹ
مکان مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی

۷ جنوری ۱۹۰۲ء روز سہ شنبہ

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا دعا

تمھارا خط آیا۔ پرسوں وہ خط مجھے ملا تھا۔ مگر مجھے جواب لکھنے میں اس لیے دیر ہوئی کہ تین روز سے کئی صاحب میرے پاس مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں اور اُن کی وجہ سے مجھے خط لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ میں اب بالکل اچھا ہوں۔ مگر پرسوں سے زکام ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے حرارت بھی ہے باقی اور کسی قسم کی شکایت نہیں۔ مجھے افسوس اور بڑی فکر ہے کہ اب کی مرتبہ تمھاری تنخواہ ابھی تک روانہ نہیں ہو سکی۔ جیسا کہ میں پرسوں ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ اس مہینے میں میری تنخواہ رکوا دی گئی جو غالباً اسی مہینے میں

ملے گی۔ اُس وقت خرچ روانہ کروں گا۔ مسرت و تکلیف سے جس طرح بسر ہو بسر کرو۔ اس لئے کہ میں بالکل مجبور ہوں۔ اگرچہ سب لوگ اطمینان دلاتے ہیں (مگر) مجھے اب اپنی نوکری رہتی نہیں معلوم ہوتی۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ تلاش روزگار میں کہیں اور جاؤں گا۔ میں بھی اب حیدرآباد کے رہنے سے اُکتا گیا ہوں اور کوشش کروں گا کہ قریب ہی آ کے رہوں۔ لیکن وہاں یہ ہوگا کہ تھوڑے میں ہم سب کو صبر و شکر کے ساتھ بسر کرنا ہوگا۔

میں نے اس زمانہ میں تزکیہ و صفیہ کے خیال سے اور نیز اس سانحہ جانکاہ کی وجہ سے ارادہ کیا تھا کہ جس طرح بنے چلا آؤں۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور یہ جھگڑے پیدا ہو گئے۔ جن کی وجہ سے اب بغیر تصفیہ ہوئے واپس آنا غیر ممکن ہے۔

اس سانحہ کا تم لوگوں کو جس قدر صدمہ ہو کم ہے۔ درحقیقت میری زندگی بیکار ہو گئی اور اب مجھے کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ نوکری اور جو کچھ ذلتیں مارے مارے پھرنے کی اٹھانی جاتی ہیں سب بیکار ہیں۔ باقی رہا بے حیائی یا غیرت کا خیال جیسا کہ تم لکھتی ہو بالکل لغو ہے۔ کوئی اختیاری معاملہ نہیں اور نہ انسان کا ایسے امور میں کچھ بس چل سکتا ہے۔ جب تک خدا کو منظور ہے ہر شخص کو دنیا میں رہنا اور بُری بھلی طرح جیسا اُسے منظور ہو زندگی بسر کرنا ضروری ہے۔

پریس وغیرہ جو بند ہو گیا جانے دو۔ میری واپسی کے بعد دیکھا جائے گا! والدعا

راقم الحروف

محمد عبدالحلیم شرر

(۲۷)

جام باغ۔ محبوب پورہ ۲۵ جون ۱۸ء

عزیزہ محمدہ سلمہا

دعا! مجھے خود اس کا افسوس ہے کہ حیدرآباد آتے وقت مہو نہ جانے کی نوبت نہ آئی۔ یہ تو میرا خیال کبھی نہ تھا کہ تم نے کسی قسم کی کمی کی۔ مجبوری کو کیا کروں۔ مگر اصل سبب یہ ہوا کہ اوّل تو مجھے فرصت ہی کم تھی۔ دوسرے مجھ میں چلنے کی طاقت کم ہو گئی ہے اور پہلی بار آنے سے مجھے پیدل آنا آسان معلوم ہوتا ہے۔ انھیں خیالات کی بنا پر نہ آ سکا۔ تمھاری مجبوریاں بھی ظاہر ہیں۔ خیر اگر زندگی باقی ہے تو آؤں گا اور ضرور ملاقات ہو گی۔ تھوڑے ہی دنوں کے لئے آیا ہوں۔ سلمیٰ سلمہا کے متعلق جو کچھ پوچھو گی اس میں اپنی سمجھ کے مطابق مشورہ دوں گا۔ مہو نے کے حالات سے بمقابل میرے تم زیادہ ہوشیار ہو اور واقف بھی ہو۔ مگر مجھے اپنی رائے بتانے میں کوئی عذر نہیں۔

یہاں سب اچھے ہیں اور خیریت سے ہیں۔ صدیق واپس گئے۔ دو چار روز بعد لکھنؤ پہونچیں گے۔ عذرا اچھی ہے۔ اماں بھی ویسی ہی ہیں۔ والدہ عذرا بھی اچھی ہیں۔ میں البتہ آتے ہیں آدھے سر کے درد میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جس کی بڑی تکلیف تھی۔ اب خدا خدا کر کے دماغ کام کرنے کے قابل ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے تمھارے خط کا جواب دیر میں دے رہا ہوں والدعا۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۲۸)

محبوب پورہ - جام باغ
حیدرآباد، دکن

۱۱ر جولائی ۱۸ء

برادر مکرم السلام علیکم

متھار اکارڈ مورخہ ۶ جولائی اور تینوں عطر پہنچے۔ میں نے تو کہا تھا کہ وی۔ پی بھیجو مگر تم نے محبت و یک جہتی کے خیال سے پیڈ بھیج دیا۔ فی الحال یہاں پینے کے تمباکو کی سخت تکلیف ہے۔ مہینے میں دس سیر تمباکو دوسرا چھوٹی شاہزادی کے دہاں کا جو ذرا کڑوا ہو بھجوا دیا کرو تو بڑا آرام ملے۔ افتخار کی خیریت معلوم ہونے سے تسلی ہوئی مگر حکیمن کو پریشان نہ رہنا چاہیے۔ اُن کی پریشانی سے افتخار کو تکلیف ہوگی۔ یہاں سے دس روپے حکیمن کو بھیج دیے گئے ہیں۔ عزیز الدین کے موفق ہو جانے سے صدمہ ہوا۔ یہاں سب خیریت ہے۔

تین ہی چار روز میں مکان بدل دوں گا۔ آج رات کو قصر شاہی میں ڈنر ہے۔ اور اُس میں بھی بُلایا گیا ہوں۔

یہاں ۲۹ کا چاند ہوا۔ مشکل کی رویت باوجود ابر کے مانی گئی اور چار شنبہ کو عید ہوئی۔

(محمد عبدالحلیم شرر۔)

(۲۹)

محبوب پورہ - جام باغ
حیدرآباد، دکن

۱۴ر شوال ۳۶ھ
(جولائی ۱۹۱۸ء)

برادر عزیز سلمہ - السلام علیکم

۱۷ر جولائی کا خط ملا اور تمباکو بھی وصول ہو گیا۔ یہاں تو عید بدھ کو ہوئی۔ محمد افضل صاحب کو میں کیسے بُلا سکتا ہوں۔ بلکہ یہاں کوئی جگہ خالی نہیں موجود ہے۔ اگر آئندہ ضرورت پیش آئی تو انھیں لکھوں گا۔ اُن کا خط بہت اچھا ہے مگر زود نویس نہیں ہیں۔ اور یہاں عموماً ضرورت زود نویس کی ہے۔

اُنھوں نے جو قطعات لکھے ہیں۔ یہ بیشک اچھے ہوں گے۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ اُن کو یہاں آنے کی زحمت دی جائے۔ یہاں کی حالت آج کل نہایت نازک اور متوحشانہ ہو رہی ہے میں ریاض حسن کو لکھ رہا ہوں کہ مطبع کو بند نہ رہنا چاہیئے۔ والسلام۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

(۳۰)

از حیدرآباد ۱۶ر اگست ۱۸ء

برادر عزیز سلمہ۔ السلام علیکم! اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ اب تو پیٹ میں درد نہیں ہے۔ دو تین روز سے جڑا بند

ہونے کی تکلیف سے۔ کچھ کھایا نہیں جاتا۔ دو ایک روز میں جاتا رہے گا۔ مطبع کا کیا حال ہے۔ کوئی پریس مین ملا یا نہیں، مہدی کی حالت یہاں اچھی نہیں اور سچ یہ ہے کہ اُن کو لاکے میں بہت پچھتایا۔ اُن کو دفتر میں کسی جگہ پر مقرر کر دیا جس کی وجہ سے معہ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ مگر وہ ہر ایک کے سامنے یہی ڈکٹار دیتے پھرتے ہیں کہ میں بڑا شریف ہوں اور کبھی ایسی بے عزتی نہیں ہوئی اور روز جانے کی خبر اُڑتی ہے۔ اُن کی بیوی کی البتہ کوئی شکایت نہیں۔ اگر یہی حالت ہے تو اگر خود نہ گئے تو میں مجبور ہو کے نکال دوں گا۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر

اور حالات صدیق کے خط سے معلوم ہوں گے۔

بنام حکیم عبدالحی صاحب

(۳۱)

۲۰ اگست ۱۹۱۰ء — اسٹیشن روڈ۔ حیدرآباد دکن

السلام علیکم۔ میرے متعلق کل حکم ہو گیا کہ بشمول وظیفہ سارا چھ سو روپیہ ماہوار پر میں اپنے وطن لکھنؤ میں بیٹھ کے تاریخ اسلام لکھوں۔ لہٰذا میں اگر تعبرات ۲۲ اگست کو نہ روانہ ہو سکا تو بروز شنبہ ۲۴ اگست کو ضرور مع زنانے کے یہاں سے روانہ ہوں گا۔ ابھی تو خوشی کی بات ہے کہ میں وہاں بیٹھ کے دونوں کام کر سکوں گا۔ اور مطبع کی حالت بھی شاید زیادہ سنبھل جائے۔ روانگی اور پہونچنے کے وقت سے تم کو پہلے وقت بذریعہ تار اطلاع دوں گا۔

بہتر ہوتا کہ تم حکیمن اور افتخار کو میرے پہونچنے سے پہلے لکھنؤ میں بلا لو۔

جو عرضداشت حکیمن کی جانب سے میں نے بھیجنے کو لکھی تھی اسے یقین ہے کہ تم نے روانہ کر دیا ہوگا اور اگر نہ بھیجا ہو تو فوراً بھیج دو۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

بنام محمد صدیق حسن

(۳۲)

اسٹیشن روڈ۔ حیدرآباد دکن — یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

چہار شنبہ — (ستمبر ۱۹۱۸ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ کل میں نے جو خط تم کو بھیجا ہے وہ حضور کا حکم ملنے کے بعد بھیجا تھا۔ اس کے بعد کل شام کو باضابطہ فرمان پولیٹیکل سیکرٹری کے دفتر سے مل گیا۔ اس میں میری روانگی سے پہلے چند امور کے اجرا پانے کی ضرورت ہے۔ ان کی تکمیل ایک دو دن میں

نہیں ہو سکتی۔ فقط آج کا دن کارروائی کے لئے ملا ہے۔ اور آج چہار شنبہ ہے۔ کل پنجشنبہ ہے اور پرسوں جمعہ کی تعطیل ہے۔ لہٰذا جو کچھ ہو سکتا ہے ہفتہ کے روز ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ بجائے پنجشنبہ یا جمعہ کے اتوار کا دن گزار کے رات کو یعنی دوشنبہ کی شب کو یہاں سے روانہ ہوں گی۔ اس سے پیشتر روانگی غیر ممکن ہے۔

دوسرے بادی النظر میں یہاں سے لکھنؤ تک رزرو کمپارٹمنٹ کا انتظام غیر ممکن ہے۔ ٹریفک منیجر کو بھی لکھا ہے۔ مگر کامیابی کی امید نہیں اور ایسی صورت میں میں بجائے میل کے تھرڈ کلاس ایکسپریس میں جھانسی تک اور وہاں سے سیکنڈ میں لکھنؤ تک آؤں گا۔

اس زمانے میں تم کو روزانہ یا دوسرے روز خطوط بھیجتا رہوں گا۔ ان سے تم کو میرے ارادوں کا حال معلوم ہوتا رہے گا۔

میرے لئے علاوہ وظیفہ کے دو سال کے لئے پانچ سو روپیہ ماہوار یعنی جملہ چھ سو روپیہ کی منظوری دو سال کے لئے ہوئی ہے جیسا کہ پہلے میں دو سال کے لئے بتایا گیا تھا۔ مگر کل کے فرمان میں لکھا گیا ہے کہ اب دو سال یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ سے محسوب ہوں گے یعنی یکم ذی الحجہ سے دو سال تک مجھ کو چھ سو روپیہ ماہوار گھر میں ملتے رہیں گے۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

بنام محمد صدیق حسن۔ دفتر دلگداز۔ لکھنؤ

(۳۳) بنام سید محمد جامع صاحب، کانپور

دلگداز

کٹڑہ بزن بیگ خاں۔ لکھنؤ

۲۹/اپریل ۲۱ء

برادر مکرم و محترم۔ تسلیم

رشید سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق گو نہ مطمئن ہو گیا تھا کہ ہومیوپیتھک علاج سے فوری اور نمایاں افاقہ ہوا۔ اگرچہ آپ کی تحریر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر ان کی حالت ابھی تک قابل اطمینان اور خطرے سے باہر نہیں نظر آتی۔ دماغی حالت کا درست نہ ہونا اور فالج کا اندیشہ ایسی باتیں ہیں جو نہایت ہی پریشان کرتی ہیں۔ حکیم عبدالمجید صاحب مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے کہ "خدا کے لئے لکھئے کہ سر رو کی فصد لے لیں۔ فوراً نمایاں افاقہ شروع ہو جائے گا۔" مگر مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ بغیر خود طبیب کے موجود ہونے کے ایسے خطرناک مرض کا علاج دور سے بتایا جائے۔ ارادہ ہوا تھا کہ ان کو ایک روز کے لئے لے آؤں۔ مگر خیال کیا کہ سول سرجن اور مستند ڈاکٹروں کے سامنے ان کی کون سنے گا۔ مگر متعدد تجربوں کے باعث میری بھی یہ رائے تھی کہ ابتدا میں اگر فصد لے لی جاتی تو یہ خطرناک صورت نہ پیدا ہوتی۔ اور اب تو معلوم ہوتا ہے کہ پیچیدگیاں بڑھ گئی ہیں۔ بہرحال خدا سے دعا ہے کہ ان کو صحت عطا کرے۔

میں نے تو خود دیکھا تھا کہ اگرچہ التوائے سفر سخت مضر ہے مگر آپ مجبور ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی جانے کا مشورہ نہ دیتا۔ بہرحال اب خدا کرے رشید سلمہٗ جلد تر اچھے ہوں اور مجھے آپ کے اور بچوں سلمہم اور ان کی والدہ سلمہا کے دیکھنے کا موقع ملے۔ رشید احمد سلمہٗ کے حالات صحت سے ضرور اطلاع دیتے رہئے۔

میں بھی آج کل پریشان ہوں۔ داروغہ محفوظ علی صاحب ایک پچپن کے پرانے دوست تھے۔ کل بیچارے کا انتقال ہوگیا۔

والسلام۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۳۴)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۸۔ محرم ۱۳۴۱ھ دوشنبہ
(اگست ۱۹۲۲ء)

برخوردار من سلمہ دعائے ترقی عمر و اقبال

مژدۂ تازہ یہ ہے کہ رات کو ۲ بج کر ۲۰ منٹ پر اختر سلمہ کا بھائی پیدا ہوا ہے۔ اور صد شکر کہ کوئی زیادہ زحمت اور تردد کی نوبت نہیں آئی۔ ابھی تک کوئی تاریخی نام خیال میں نہیں آیا۔ ایک نام ہے "مظہر الاسلام" جو اختر الاسلام کی جوڑ کا ہے۔ مگر اس میں کل ۱۳۲۸ھ آتے ہیں ۱۳ اور بڑھائے جائیں تو پورے ۱۳۴۱ھ ہوتے ہیں۔ اگر "آزاد" کا لقب بھی اس میں سے قرار دے دیا جائے تو یہ کمی پوری ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آزاد کے عدد ۱۳ ہیں۔ ایک اور نام ہے جس میں پورے ۱۳۴۱ھ آتے ہیں۔ وہ نام "محمد منظور احمد" ہے۔ تم کو ان میں سے جو نام پسند ہو رکھ دیا جائے۔ تاریخی نام رکھنے کے ساتھ یہ دفع نہیں ہو سکتی کہ ناموں کا قافیہ بھی ملتا رہے میں تو محمد منظور احمد کو پسند کرتا ہوں۔

ایک دوسرا امر مشورہ طلب یہ ہے کہ ہذرا، کے متعلق قاضی صاحب اور نور رشید ——— کے یہاں تو ان کی بے پروائی سے قطع تعلق ہوگیا۔ ادھر اُدھر فکر کی جاتی ہے اور سخت تردد ہے۔

اختر کی والدہ کی طبیعت تمہارے جانے کے بعد اچھی نہیں رہی۔ قلب نہایت کمزور ہے اور ایک دورہ سا ہوتا ہے جس میں ٹھنڈا پسینہ اس قدر آتا ہے کہ پانی برستے میں بھی سارا کرتا پسینہ سے تربتر ہوگیا۔ اور ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی کمزوری اور سستی یہاں تک بڑھتی ہے کہ غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کل میں نے حکیم عبدالمجید صاحب کو بلایا تھا انھوں نے ایک نسخہ لکھ دیا۔ جو کل سہ پہر سے پلایا گیا۔ مگر ابھی تک کوئی نمایاں افاقہ نہیں نظر آتا یقین ہے کہ دو ایک روز میں ضرور فائدہ ہوگا۔ والدعا

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر

(۳۵)

دلگداز۔ کٹڑہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۱۱ محرم الحرام ۴۱ھ
(اگست ۱۹۲۲ء)

لخت جگرم سلمہ اللہ تعالےٰ

دعا۔ کارڈ مورخہ ۲۹ اگست ملا۔ پرسوں میں خیریت کا خط بھیج چکا ہوں۔ بیشک والدہ اختر پر ضعفِ قلب اور ناتوانی کا سخت حملہ تھا۔ مگر دو بجے تین نسخوں میں شکایت جاتی رہی۔

آجکل تو سب سے بڑی پریشانی حکیم سید حسن کی بیماری کی ہے۔ اس وقت تک حکیم سید عبدالمعید کا علاج رہا۔ آج مہوتے سے تنھے آئے ہیں اور سنا ہوں ڈاکٹر انصاری کے لانے کو گئے ہیں۔

سید کا ورم تو اعضائے اسفل اور ٹانگ دونوں میں کم ہو گیا۔ کمزوری کی تکلیف بدستور ہے۔

والدہ اختر سلمہ کی طرف سے اطمینان رکھو۔ اختر کو دعا۔ والدہ کا۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

(۳۶)

دلگداز۔ کٹڑہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۲ ربیع الثانی ۴۹ھ چہارشنبہ
م۔ ۲۲ اکتوبر ۲۲ء

برخوردار من سلمہ اللہ تعالےٰ

تمھارا ۱۷ نومبر کا خط مجھے آج ۲۲ کو ملا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں بھی نہ انکار کیا ہے نہ پوری امید دلائی ہے۔ آجائیں تو اچھا ہو۔ مدت سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔

ابھی تک روپیہ مجھے ملا تو نہیں لیکن عنقریب ملنے کی امید ہے باقی طرف سے کارروائی مکمل کر دی ہے۔ نذیر حسین سلمہ نے فنانس کا مراسلہ موصولہ محاسبی کا نشان و تاریخ لکھا تھا۔ اسی کے حوالے سے میں نے صدر محاسب صاحب کو لکھا ہے کہ رقم منظور شدہ بذریعہ بنگال بینک حسبِ معمول سابق ایصال کرائیں اور اس کا ثمن مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کے دفتر فنانس دفتر معتمدی تصانیف دفتر نظامت تالیف و ترجمہ کو بھی دے دیا ہے۔

احسن سلمہ مع زکیہ اور بچوں کے ۱۵ نومبر کو یہاں آ گئے۔ اسی تاریخ میں دو اور والدہ عذرا کان پور میں مولوی جامع صاحب کے یہاں کی تقریب میں شریک ہونے کو گئے تھے اور سولھویں کی شام کو واپس آئے۔

تنھے کی والدہ اور بہنیں مہونے سے پرسوں شام کو آ گئیں۔ میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ بیٹھکے کے مکان اور شوالہ والے مکان میں راستہ کر کے ان کی صفائی کرا دی اور اس میں زنانہ کر دیا۔ یہ دونوں مکان زیادہ وسیع ہوں گے اور شاید کم تکلیف ہو۔ پنڈت لالتا پرشاد کا نیا مکان تنھے کے لئے لے لیا ہے۔ ان کی والدہ وغیرہ اسی میں آئی ہیں۔ پتو جی کے مکان

ہیں اور اودے نرائن کے مکان میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا ہے۔ تم یہاں آکر جو مناسب دیکھنا کرنا۔ خیال یہ ہے کہ اپنا زنانہ مکان خالی کرا کے اور خوب صاف کر کے اس میں محفل نکاح اور سامان دعوت ہو۔ آئندہ جو تمھاری رائے اور تجویز ہو۔ تم کو کم از کم پندرہ روز کے لئے آنا چاہیئے۔ بغیر اس کے نہ کام چلے گا۔ اور نہ اس سے پہلے تم کو فرصت ہو سکے گی۔

نتھے کی اچکن کے لئے ابھی تک انتظام نہیں ہوا۔ اب بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے جامہ دار کا ایک تھان جو مردانہ وضع کا نفیس ہو اپنے ساتھ لیتے آؤ۔ یہاں میں تم کو اس کی قیمت دے دوں گا۔ میں ۲ر دسمبر کو تمھارا منتظر رہوں گا۔ ۳۰ سے پہلے روانہ ہو سکو تو اچھا ہے۔ تاریخ عقد میں کوئی رد و بدل نہیں ہوا۔ ۱۹ ربیع الثانی ۹ر دسمبر کو ٹھیک دس بجے صبح کے عقد ہوگا۔

والسلام۔

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر

(۳۷)

دفتر دلگداز۔ کٹڑہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ
سہ شنبہ (جنوری ۱۹۲۴ء)

برخوردار من سلمہٗ

کئی ہفتوں سے تمھارا خط نہیں آیا۔ بمبئی سے واپس آکر تم نے کوئی اطلاع نہیں دی وہ صاحب جو اورنگ آباد سے یہاں آئے اور واپس جانے والے ہیں آج تک نہیں آئے۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ کہاں ہیں اور کب جانے والے ہیں۔ تم نے جن چیزوں کو منگایا ہے۔ تیار رکھی ہیں۔ مگر ان کا پتہ نہیں۔

یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحق صاحب کو کوئی باورچی ملا یا نہیں۔ جتنے سے مجھے اتنا معلوم ہوا کہ اگر کوشش کی جائے تو اچھا باورچی بھی ہفتہ عشرے کے اندر مل جائے گا۔ مگر یہ بتاؤ کہ تنخواہ کہاں تک دی جا سکتی ہے۔ اچھا باورچی تیس روپیہ سے کم پر مشکل سے ملے گا۔ معمولی درجے پر اور اوسط درجے کا بیس یا پچیس پر۔ جب وہ فرمائیں مجھے خبر دو کہ پوری کوشش کی جائے۔

فی الحال مقبول حسین صاحب وصل مولوی محمد سبحان اللہ خاں صاحب کی نوکری چھوڑ کے میرے یہاں دلگداز پریس میں آنے کو تیار ہیں۔ کام یہ کہ مطبع کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر اسے ترقی دیں گے۔ اور جب ترقی دیں گے بغیر کسی تنخواہ کے اور جتنی ترقی دیں اسی کے مناسب ماہوار کے مستحق ہوں گے۔ میں نے کہا میرا پریس مردہ پریس ہے۔ اس پر اپنی زندگی کیوں خراب کیجیئے۔ مگر وہ مستعد ہیں۔ لیکن یہ ایسی بات ہے جس کا وجود میں آنا امکان سے باہر معلوم ہوتا ہے) اس کے علاوہ ان کی خواہش یہ ہے کہ میں تم کو اور مولوی محمد عبدالحق صاحب کو خط دوں کہ خواہش کریں کہ انجمن کے کام میں ان سے مدد لیں۔ میرے خیال میں وہ بڑے مستعد دوڑنے والے اور غیر معمولی درجے کے کارگزار آدمی ہیں۔ اگر مولوی صاحب ان سے کام لیں گے تو بے نتیجہ نہ رہے گا۔ اس کے علاوہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک وسیع و مستند لغت اردو دس سال کی محنت میں تیار کیا ہے جس میں ترتیب کا کام صرف باقی ہے مواد سب جمع ہو گیا ہے۔ اگر لغت کی ترتیب میں بھی ان سے کام لیا جائے

تو وہ نا اہل نہ رہیں گے۔ بہرحال مولوی صاحب سے تذکرہ کرو۔ میں بھی انھیں بلاواسطہ لکھتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ چالاک اور بجلی کے بنے ہوئے ہیں اگر انسان ہوشیار رہے تو ان سے غیر معمولی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اجمار کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ جب میں کام کو ترقی دے کے فائدہ پہونچاؤں گا اسی نسبت سے دی جائے۔ غرض اس بارے میں تمہارے اور مولوی عبدالحق صاحب کی جو رائے ہو اس سے اطلاع دو۔ فقط۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۳۸)

دلگداز۔ کٹڑہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۶ رجب ۱۳۴۲ھ سہ شنبہ
(فروری ۱۹۲۴ء)

دعا۔ بہت دنوں سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ نہ خیریت معلوم ہوئی۔ جن صاحب کو تم نے بھیجا تھا اور ان کے ہاتھ کچھ چیزیں منگوائی تھیں میں منتظر رہا اور وہ نہیں آئے۔ پھر سنا کہ وہ اورنگ آباد پہونچ گئے اور شنا کی ہیں کہ یہاں آئے اور کسی سے ملاقات نہ ہوئی۔ بادی النظر میں یہ دشوار معلوم ہوتا ہے اور شاید وہ سہ پہر کو آئے ہوں یا مغرب کے وقت آئے ہوں۔ اور بغیر کسی سے کہے سنے کسی کا موجود نہ ہونا مس کے بے خبر کہے چلے گئے ہوں۔ اس کا افسوس تھا کہ تم نے جو چیزیں مانگی تھیں نہ جا سکیں۔

اب میں نے کل ایک پارسل ڈاکخانہ کا جس میں چار سیر کے قریب پڑی حلوا سوہن۔ جوزی اور بادام کی لوزات ہیں روانہ کر دیا ہے۔ اور آج بیس سیر کا بیوے پارسل علیحدہ روانہ کیا ہے جس میں چار کو بھی کے پھول۔ مٹر کی پھلیاں۔ دو فیض آبادی بنڈے بڑے بڑے جو وزن میں تین سیر ہیں۔ ماش اور بڑیاں ہیں۔ رسید سے اطلاع دینا۔

یقین ہے کہ اختر سلمہٗ اچھا ہوگا۔ اب کس درجے میں ہے اور کیا پڑھتا ہے۔ علامہ علی صاحب کے جانے کے بعد سے افتخار کی تعلیم بھی میں نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے جس سے امید ہے کہ نکل جائے گا اور اچھا رہے گا۔ فارسی کی دوسری کتاب بھی ختم ہو گئی۔ دو تین روز میں تیسری شروع کرے گا۔ فارسی میں ایک گونہ استعداد پیدا ہو گئی ہے اور ایک اور مولوی صاحب مولوی محمد ظہیر آتے ہیں۔ وہ قرآن پڑھاتے ہیں۔ بائیسواں پارہ پڑھتا ہے۔ اور رمضان سے پہلے قرآن ختم ہو جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ مولوی ظہیر کے کہنے سے اُسے میزان الصرف کی پوری آخر تک کی گردان زبانی یاد کرا دی ہے۔ اور اب منشعب کے ابواب شروع کریں گے۔

قرآن ختم ہونے پر میں عربی شروع کرا دوں گا۔ جس کے لئے میں نے مصری مدرس کا کورس منگوا لیا ہے۔ اس کے علاوہ روز مدرسے میں جاتا ہے جہاں اردو پڑھتا ہے۔ مولوی صاحب یعنی وہاں کے ہیڈ ماسٹر کو پانچ روپیہ مہینہ دیتا ہوں۔ گھر پر آ کے حساب اور اس کی خاص طور پر تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کا خط بھی درست ہوتا جاتا ہے اور حساب جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم سکھا دیے۔ بیس تک پہاڑے یاد کرا دیے۔ اور اب جمع مرکب شروع کرائی ہے۔ یہ چیزیں تقریباً آٹھ ماہ سے خوب پابندی کے ساتھ چل رہی ہیں۔ اگر یہ تعلیم تین سال بھی جم کے ہو گئی تو نکلنے کے قابل ہو جائے گا۔ انگلش کی نسبت ارادہ ہے کہ جب عمر نو سال کی پوری ہو جائے گی تو گھر میں میں خود شروع کرا دوں گا۔ اور اپنی مدد کے لیے کوئی ماسٹر مقرر کر دوں گا۔ ابھی اس کی عمر سات سال ۴ مہینے کی ہے۔ ایک برس اور آٹھ ماہ میں

نو سال کا ہو جائیگا۔ اس مدت میں اگر پرائیویٹ تعلیم اچھی اور مسلسل جاری رہے تو عام مدارس کے لڑکوں سے وہ اچھا ہو جائے گا۔
مذہ۔ اکھ ہونے گئی ہیں اور ننھے خلیل آباد میں ہیں۔ زاہد کا مقدمہ تو جوڈیشل میں ختم ہو گیا۔ مگر ابھی فیصلہ نہیں سنایا گیا ہے
وزیر حسن اور ایک دوسرے انگریز جج کے متحدہ اجلاس پر تھا۔

مولوی محمد عبدالحق صاحب امید ہے کہ اچھے ہوں گے۔ دلگداز میں ایک مختصر سا ریویو "اردو" پر کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں جم کے مضامین لکھتا رہا۔ جس سے یہ ہوا کہ دسمبر ۲۳ء تک کے پرچے مکمل ہو گئے۔ جنوری اور فروری ۲۴ء کے بھی اسی سلسلے میں لکھنے کے بعد ناول نگارانہ لکھنا شروع کروں گا۔ ارادہ ہے کہ روم کا عہد قدیم اور آغاز مسیحیت کا ایک تاریخی ناول لکھوں۔ جس کا مواد گبن وغیرہ سے لیا ہے۔

اپنی خیریت سے جلد اطلاع دو۔ سلیمن سلمہا اور بچوں کو دعا۔

(عبدالحلیم شرر)

(۳۹)

دلگداز پریس۔ کٹرہ یزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۷ شعبان ۴۲ھ روز چہارشنبہ
(مارچ ۱۹۲۴ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ تمہارا خط آیا۔ "ہسٹری آف میڈیسن" کی قیمت تھیکر اینڈ سپنک نے بھی یہی ۱۲ روپے بتائی ہے۔ تاراپور والا نے کوئی کمی یا تخفیف نہیں کی۔ ہمایوں نامہ آج میں روانہ کرتا ہوں۔ نگلستان کا ترجمہ پہونچا اور اصل کتاب بھی آئی۔ منشی فضل حسین صاحب پھر نہیں آئے۔ ورنہ میں نے ایک ان کے حوالے کر دیا ہوتا۔ دشواری یہ ہے کہ میں کل جمعرات کو حکیم عبدالمعید صاحب کے ساتھ دہلی جانے والا ہوں۔ سات آٹھ روز میں واپسی ہو گی۔ اب اس وقت تک کیلئے خطوط کا سلسلہ ملتوی رہے گا مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اس کتاب کے خاص اہتمام سے چھپوانے اور عمدہ ڈرائنگز کی تصویریں داخل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہندو آرٹسٹوں نے اس ڈراما کے متعلق تصویریں تو بہت بنائی ہیں۔ مگر اصلیت سے سب دور ہو گئے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب نے جو تجویزیں بتائیں وہ بہت بکار آمد ہیں اور اگر ان پر عمل ہو سکا تو اردو ڈراما بلحاظ چھپائی کی نوعیت کا پہلا اور سب سے اعلیٰ ہو گا۔ ضرورت ہے کہ ہر سین کی تصویر جدا ہو۔

مولوی عبدالحق صاحب تجھ سے وعدے تو بہت کر گئے ہیں اور یقیناً وہ ان وعدوں کے پورا کرنے کی کوشش بھی کریں گے لیکن ان کا پورا ہونا ان کے اختیار کی چیز نہیں ہے۔

حاجی صاحب کے اضطراب کا یہ حال ہے کہ علاج شروع کرنے سے آٹھ ہی دس روز بعد صرف ایک دست پر نڈھال پن پیدا ہونے سے گھبرا کے حکیم عبدالحسیب صاحب کا علاج شروع کر دیا۔ حکیم عبدالحسیب صاحب سل اور دق کی رائے قائم کر چکے تھے لہٰذا ان سے رجوع کرنے کا کوئی نتیجہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ ان کا علاج شروع ہونے کے تیسرے دن اتفاقاً مجھ سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ تو میں نے پوچھا کہ آپ نے تو سل تجویز کی ہے کہا ہاں میری رائے یہی ہے اور علاج میں صرف دفع الوقتی کرنے اور طبیعت میں

وقتی انتعاش حرارت کی کوشش کرتا ہوں۔ آٹھ روز ان کے علاج نے بالکل ناطاقت کر کے حالت ابتر کر دی، اب ایک ہومیوپیتھک بنگالی ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے۔ وہ ڈاکٹر چیف کورٹ میں نوکر اور پرائیویٹ علاج کرتے ہیں۔ اور مولوی جامع صاحب کا بیان ہے کہ ان کے علاج سے دست صرف دو تین آجاتے ہیں اور اجابت ملین ہوتی ہے۔ حرارت ۹۸-۹۹ کے قریب رہتی ہے اور ۱۰۰ سے نہیں تجاوز کرتی — کچھ قوت بھی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نے بہت سے تھائیس کے مریض اچھے کئے ہیں اور ہمارے یہاں سل لاعلاج مرض نہیں ہے۔

اختر سے قلم کے لئے کہہ دوں گا۔ وہ ستاتا تو نہیں، مگر افتخار، اختر اور ضیا کی لڑائیوں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ ایک استاد سے پڑھ ہی نہیں سکتے۔ زکیہ تینوں سے خفا ہو گئیں اور ماسٹر صاحب (کو) بلا کے کہا میرے لڑکے کو یہاں آ کے پڑھا جایا کیجئے۔ ماسٹر صاحب نے مجھ سے کہا اگر الگ وہاں پڑھانا ہو تو پوری تنخواہ صرف کروں گا۔ حالاں کہ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ آپ اس کو بھی پڑھائیے۔ چھ ماہ بعد جب پاس ہو جائے گا۔ تو [1] روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو اکٹھا معاوضہ ادا کر دوں گا۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب تینوں کو بمشکل پورے دو گھنٹے ہی پڑھاتے ہیں۔ لہٰذا مناسب یہ نظر آتا ہے کہ ہر لڑکے کے لئے جداگانہ ماسٹر مقرر کر دیا جائے۔ بلکہ اسکول بھی بدل دیا جائے۔ کیونکہ ایک ساتھ رہ کر سب خراب ہوتے ہیں۔

بہرحال دہلی سے واپس آ کر کوئی انتظام کروں گا۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۰)

دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ
(جولائی ۱۹۲۴ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ تمہارا خط مورخہ ۳۰ جولائی ۲۹ اگست کو ملا۔ ان دنوں تمہارا کوئی خط نہ آنے سے سخت تردد تھا۔ یہ خط پا کر بخوبی اطمینان ہو گیا۔ میری حالت یہ ہے کہ روز بروز کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔ جو پرہیز ضروری ہے ہو نہیں سکتا۔ مگر جب دو چار دانے نکل آتے ہیں اور خطرناک صورت پیدا کرتے ہیں تو سختی سے پرہیز کرنا پڑتا ہے اور وہ ضعف و ناطاقتی کو بڑھا دیتا ہے۔ ابھی حال میں غالباً آم کھانے سے چند دانے داڑھی کے اندر اور پیشانی پر نکل آئے تھے۔ جب کسی طرح نہ اچھے ہوئے تو مجبوراً ڈاکٹر عبدالحمید کے مشورے سے پرہیز شروع کیا۔ اس بارہ روز کے پرہیز میں ان دانوں میں صحت کے آثار نمایاں ہوئے اور جب خشک ہو گئے تو میں نے پھر دوبارہ آم کھائے۔ پیشانی پر پھر ایک دانہ نکلا اور اس نے اس قدر زور کیا کہ دائیں طرف کا نصف چہرہ متورم ہو گیا۔ آنکھ کے پپوٹے اوپر اور نیچے کے بہت سوج گئے۔ آنکھ بند ہونے کے قریب پہونچ گئی۔ پھر وہی سختی

---

[1] یہاں اصل خط میں ایسا دھبہ پڑ گیا ہے کہ رقم پڑھی نہیں جاتی۔

پرہیز میں شروع کر دی۔ اب کل سے ورم اترا اور وہ دانہ روبہ اصلاح ہوا ہے۔ داہنا ہاتھ شانے کے پاس سے اکھڑا ہوا سا ہے۔ کوئی چیز ہاتھ بڑھا کے اٹھانی دشوار ہے۔ ہزار تدبیریں کیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ غنیمت یہ ہے کہ لکھنے میں مطلق تکلیف نہیں ہوتی۔

تمھارے دیکھنے کو جی چاہتا ہے! اور تمھاری معذوریاں بڑھتی جاتی ہیں۔ کام کی یہی صورت ہے تو کسی برابر کے درجے کے مددگار کا ہونا ضروری ہے۔ خود پریس کے کام کے لیے کہیں باہر جانے کی ضرورت پیش آئے گی تو کیا کروگے۔ تم نہیں آتے تو میں ہی دو دن کے لیے چلا آتا بلکہ افسوس کہ میں نہیں آسکتا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے اس زمانے میں زوردار دعوے کے ساتھ مجھے وہاں بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ خدا جانے وہ کس زمانے پر محمول ہے۔ اور اگر اور نہیں وہ اتنی کوشش فرماتے کہ مجھے کبھی کبھی وہاں آکر دو ایک ہفتہ رہنے اور خصوصاً خار آباد کے کسی بنگلے میں قیام کی اجازت مل جاتی تو خوب ہوتا۔

اب میں نے تاریخ اسلام کا آگے کا حصہ لکھنا شروع کر دیا۔ حضرت معاویہ کا عہد لکھ رہا ہوں۔ اور ارادہ ہے کہ ایک جلد مرتب ہونے کے بعد صاف کر کے بندگان خسروی کے ملاحظہ میں بھیج دوں۔ چاہیں لیں یا واپس کر دیں۔

عذرا یہیں ہیں۔ ان کی ایک بہن پیدا ہوئی ہے۔ کوئی مانوس نام (نہ) ملا۔ تو میں نے تاریخی نام "سعید عالم خاتون" رکھ دیا۔ جس سے ۱۳۴۳ھ نکلتے ہیں۔ ظفر الاسلام کی صحت سے اطلاع دو۔ ان دنوں یہاں بھی چیچک کا زور تھا۔ فیاض کو اور شبراتی کو نکلی۔ مگر اچھے ہو گئے۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالعلیم شرر

اختر یقین ہے بالکل اچھا ہو گا۔

(۴۱)

دلگداز پریس۔ لکھنؤ

۱۹ شوال ۱۳۴۳ھ روز چہار شنبہ

(اپریل ۱۹۲۵ء)

برخوردار من سلمہٗ

دو۔ چھ پنیری خربوزے آج روانہ کئے گئے ہیں۔ جو چار چھابوں میں ہیں۔ پرسوں میں نے تم کو اطلاع دے دی تھی۔ امید ہے کہ اس خط کے پہونچتے پہونچتے اور بلٹی ملتے ہی تم نے منگوا لیے ہوں گے۔ بلٹی اس خط میں ملفوف ہے۔

آج نتھے کے مقدمہ کی پیشی ہے۔ سراج اور سب لوگ لڑکے اور بوڑھے عدالت مجسٹریٹی میں گئے ہوئے ہیں۔ کل بھی پیشی ہے اور اب اس کے بعد صفائی طلب ہو گی۔

ابھی ابھی مولوی وحید الدین صاحب سلیم تشریف لائے تھے، جو تھوڑی دیر بیٹھ کے چلے گئے۔ اور میں ان کی کوئی خاطر مدارات نہ کر سکا کیونکہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ فقط دو ناول نذر کر دیئے۔ ایک طاہرہ اور دوسرا نیا بازار، وہ تم سے مل کے آئے ہیں۔ اور تمھاری مستعدی و کارگذاری کے بڑے مداح ہیں۔ کہتے تھے پہلے انھیں آپ کے پریس سے کبھی تعلق نہیں

رہا ہے۔ مگر اس کام کو انہوں نے ایسی خوبی سے انجام دے لیا ہے اور دے رہیں کہ جس قدر تعریف کی جائے کم ہے والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۲)

دفتر دلگداز۔ کٹڑہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۳ ذی الحجہ ۴۳ھ
(جون ۱۹۲۵ء)

برخوردار من۔ دعا

میری حالت و صحت اب اچھی نہیں رہتی، ہاتھ کے درد کے علاوہ ذیابیطس کا بھی ان دنوں زور ہو گیا ہے کئی دانے چہرے پر نکل آئے جو اچھے ہونے کو نہیں آتے۔ میں نے آج سے پھر لوپا پرہیز شروع کیا ہے۔ روٹی اور چاول ترک کر دیئے۔ تمہارے لیے کل یا پرسوں ۵۰ آم سفیدے اور ایک ڈھیری دسہری کی روانہ ہو گی۔ اور بٹی بند میں آئے گی۔ سٹیشن پر آدمی بھیج کر منگوا لینا۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۳)

دلگداز۔ کٹڑہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۵ شوال ۴۴ھ
(اپریل ۱۹۲۶ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ کل تمہیں کارڈ بھیج چکا ہوں۔ مگر رات کو تمہارا جو کارڈ آیا، جو اختر کے نام ہے۔ اس میں تم نے لکھا ہے کہ دوسرے تھان سے میں اپنی شروانی بنا لوں۔ اور لڑکوں کے لیے تم اور تھان روانہ کرو گے۔ اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ لڑکوں کی شروانیاں بن گئیں۔ اور گرمیوں کا موسم آ گیا۔ اب کسی تھان کے میرے لیے بھیجنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس بقدر ضرورت کافی شروانیاں موجود ہیں لہذا تم اب اس کی مطلق کوشش نہ کرنا۔ فقط والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۴)

دلگداز پریس۔ کٹڑہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۱۵ شوال ۱۳۴۴ھ بروز چہار شنبہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۶ء

لخت جگر م سلمہٗ

دعائے ترقی و عمر و اقبال۔ تمہارا خط پرسوں ملا تھا اور اسی دن مولوی عبدالحق صاحب کی رپورٹ و موازنہ انجمن ترقی اردو پہنچے۔ جن پر مختصر نوٹ لکھ کے اور دستخط کر کے میں نے کل واپس کر دیئے ہیں۔ مولوی صاحب مجھ سے وعدہ کر گئے تھے کہ جس روز حیدرآباد جائیں گے

تو مجھے تار دے دیں گے کہ میں تار پاتے ہی بارگاہ خسروی میں ایک عرضداشت صرف اس مضمون کی کہ مجھے حیدرآباد میں کبھی کبھی آنے اور ٹھہرنے کی اجازت عطا ہو، مولوی احمد حسین ایم جنگ بہادر کی معرفت روانہ کردوں۔ چنانچہ آج میں نے وہ عرضداشت روانہ کردی۔ مولوی صاحب تشریف رکھتے ہوں یا جب آئیں ان سے کہہ دینا۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ کوشش کرکے منظور کرا دیں گے۔ اور مجھے طبقات ابن سعد کا ترجمہ دلوانے کا بھی وعدہ کر گئے ہیں۔ اگر یہ وعدہ یاد رہا تو وہ بھی یاد ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اس درخواست کے ملاحظہ کرنے پر حضور کو میری کارروائی بھی یاد آجائے گی۔ تم ایک قلم مجھے دے گئے تھے اور میں اس وقت تک اسی سے لکھتا رہا اور میں اب فاؤنٹین پن سے لکھنے کا عادی ہو گیا ہوں۔ مگر یہ تمہارا دیا ہوا قلم موٹا پڑ گیا ہے جس کا لکھا ہوا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تم نے جو قلم لڑکوں کے نام بھیجے ہیں ان میں سے افتخار اور ضیا کے قلم تو ہیں مگر اختر کا قلم آنے کے دوسرے ہی دن ٹوٹ گیا۔ وہ کہیں گیا تھا۔ اختر نے خدا جانے کھو لینے کے لیے کیا کیا کہ ٹوٹ گیا۔ ضیا کے قلم سے میں نے کل اور آج لکھا۔ تم تو اس کی تعریف کرتے ہو اور بے شک اس کا نب میرے مذاق میں اچھا ہے مگر خرابی یہ ہے کہ بار بار اور جلد جلد روشنائی بھرنا پڑتی ہے۔ پرانے قلم میں روشنائی تین چار روز چلتی ہے مگر اس قلم میں چار ہی پانچ سطریں لکھنے سے روشنائی ختم ہو جاتی ہے۔ ارادہ ہے کہ کسی دن آپ کے وہاں سے ایک نیا قلم لے آؤں۔ تم چونکہ اس کے مصر ہو کہ کسی کارخانے اور میکر کے قلم کا پرزہ نہیں زیادہ چلنے والا اور اچھا ہوتا ہے اور گراں قیمت کے قلم لینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

جلیل کا معاملہ نہایت نازک اور افسوسناک ہو گیا۔ جس کو اس کی بے عقلی اور بدمزاجی نے بڑھا دیا۔ یہاں کے حکیم علاج کرتے تھے اور آخر تک علاج کرنے پر تیار تھے۔ اس میں گیارہ انجکشنوں کے بعد میں گیا۔ وہ بھی پہونچا۔ تمہارا خط گھر میں پڑھا تھا کہ خلیل کی لڑکی سن رہی تھی۔ اس نے خلیل سے جا کر کہہ دیا اور ان سے عزیز تک پہنچ گیا۔ عزیز آج کل ناراض ہیں اور یہاں نہیں آتے۔ عذرا کی ماں سے خفا ہیں۔ انہوں نے شاید ان کی لگائی بجھائی کی عادت پر ان کو برا بھلا کہا۔ ان کو خبر ہو گئی اور خفا ہو گئے۔ بہرحال ایسی حالت میں جلیل کو وہاں ہرگز نہ رکھنا چاہیے۔ تم بندوبست کرکے اسے لکھنؤ پہنچا دو اور فوراً روانہ کرو۔ اس لئے کہ اب اس کا زیادہ قیام تمہارے اور تمہارے احباب اور ملازمین پر برا اثر ڈالے گا۔ اور وہاں اسے تکلیف بھی ہوگی۔ ماں سے لڑنا اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ بارہا ایسی حرکتیں کر چکا ہے میں نے سنا ہے کہ عزیز کی بیوی اس کا حال سن کر بہت روئی اور واقعی رونے ہی کی بات ہے۔

میری حالت یہ ہے کہ حکیم عبدالمعید کے علاج نے دماغ کو ایسا فائدہ پہنچا دیا کہ اب بالکل مشین کی طرح لکھتا پڑھتا ہوں اور بجز اس کے کہ دماغ جلدی تھک جاتا ہے اور کوئی شکایت نہیں۔ مگر بہرا پن بڑھتا جاتا ہے جو یقیناً والد اور والدہ مرحومین کا ورثہ ہے۔ نظر کی خیرگی تو مرتضیٰ خاں کا سرمہ بالاتزام لگانے سے کم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔ مگر ثقل سماعت دور ہونے کی کوئی تدبیر ہی نہیں پڑتی۔ ریاض اور محسن کے چیچک نکل آئی تھی اور اگرچہ بڑے دانے تھے مگر چوتھے روز مر گئے اور دونوں کھیتے کھیتے میں اچھے ہو گئے۔ ابھی کچھ پپڑیاں باقی ہیں۔ اس لیے نہلائے نہیں گئے۔ افتخار اختر اور ضیا اسی طرح سکول میں جاتے اور ماسٹر صاحب سے پڑھتے ہیں۔ مگر تینوں میں ایسی رقابت ہے کہ بجائے نفع کے ——— ضرر پہنچتا ہے۔ خصوصاً افتخار کی یہ حالت ہے کہ اپنی ضد کی

طبیعت سے جب بگڑ جاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے سیدھا نہیں کر سکتی۔ نہ ماسٹر صاحب کا زور چلتا ہے نہ میرا۔ سوچتا ہوں کہ ماسٹر جدا جدا کر دوں۔ اب امتحان کا زمانہ آیا ہے۔ اس کا نتیجہ دیکھنے کے بعد ارادہ ہے کہ تینوں لڑکوں کو سکول میں داخل کرا دوں اور انہی ماسٹر کو پرائیویٹ تعلیم پر رکھوں۔ باقی خیریت ہے۔ والدعا

محمد عبدالحلیم شرر

(۴۵)

دلگداز۔ لکھنؤ ۴ مئی ۲۶ء سہ شنبہ

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ خربوزے اب کے جاتے رہے اور اچھے نہیں ہیں اور شاید فصل ہفتہ ہی بھر میں ختم ہو جائے۔ لہٰذا ۱۸ سیر خربوزے دو چھابوں میں احتیاط سے روانہ کئے جاتے ہیں۔ یہ کل چہار شنبہ ۵ مئی یا پرسوں پنجشنبہ ۶ مئی کو روانہ ہوں گے آدمی بھیج کر دریافت کرتے رہو اور جیسے ہی پہونچیں منگوا لو۔ بلٹی شاید بعد میں پہونچے والدعا

محمد عبدالحلیم شرر

خدا کرے مولوی صاحب حیدرآباد سے واپس آ گئے ہوں۔

(۴۶)

دلگداز پریس، لکھنؤ ۲۱ مئی ۲۶ء

برخوردار من سلمہٗ

دعائے ترقی و عمر و اقبال۔ کل تمہارا تار ملا تھا۔ جس کا مختصر جواب کل ہی چلا گیا آج ۷ کے لکھے ہوئے خط اور کارڈ لے کارڈ کو جیسے کسی نے پانی میں دھو ڈالا ہے۔ غور سے دو چار الفاظ پڑھے۔

میں اس زمانے میں بہت اچھا ہو گیا تھا۔ دماغ پوری طرح کام دینے لگا تھا۔ چنانچہ دس بارہ روز کے اندر دلگداز کے دو پرچے طیار کر دیے اور بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ یکایک دس بارہ روز ہوئے پھر پیٹ میں درد پیدا ہوا۔ ابتداءً اس کا تعلق صرف امعاء سے معلوم ہوتا تھا مگر بعد کو وہ موضع چھوڑ کر درد کبد میں ہونے لگا۔ اور وہاں سے بڑھ کر داہنے پہلو اور اسی جانب پشت پر ہوتا تھا۔ یہ درد ایسا شدید اور جاں گداز تھا کہ کسی پہلو پر قرار نہ آتا تھا۔ دن تو یار احباب کی باتوں میں بہلا کٹ جاتا مگر رات کسی طرح کاٹے نہ کٹتی۔ نہ آنکھ لگتی اور نہ کسی پہلو پر قرار آتا۔ ابتداءً حکیم عبدالمجید صاحب کا علاج رہا۔ انھوں نے درد کبد کی تجویز کیا اور جب تین راتیں اس حالت میں گذر گئیں ہر ایک ایک دوسرے سے سخت تر اور ناقابل برداشت تر ہوئیں تو انہوں نے اپنے بھائی (شفاء الملک) کو بھی شریک کر لیا۔ لیکن جب دو راتیں اسی حال میں پہلے سے زیادہ تکلیف دہ گذریں تو حکیم عبدالحفیظ صاحب کو دکھلا کر ان کا علاج شروع کیا گیا۔ دو دن ان کا علاج ہوا مگر حالت اور زیادہ ابتر ہوتی گئی اور ساعت بساعت روح کے تحلیل ہونے سے ناتوانی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر ایک صبح کو میں نے سید احمد حسین صاحب کو بلا بھیجا۔ جنھیں ابھی تک میری بیماری کی خبر

نہ تھی۔ وہ آئے اور اسی وقت جا کے ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کو اپنے ساتھ لے آئے۔ انہوں نے اپنے نسخے پینے پینکنے کے لکھے جن سے معلوم ہوا کہ درد کبد کے پاس سے ہٹ کر فم معدہ پر یعنی کوڑی کے نیچے ہونے لگا۔ یہ درد مکلف پہلے ہی سے تھا لیکن اتنی زیادتی تھی کہ معلوم ہوتا کہ سارے پیٹ کے ریاح سمٹ کر فم معدہ پر جمع ہو گئے اور ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ اس کی وجہ سے بڑی سخت تکلیف تھی اور بڑی خرابی یہ کہ پانی یا غذا کی قسم سے کوئی چیز بھی معدہ میں جاتی تو پہلے فم معدہ پر درد شدید ہوتا اور اس کے بعد وہ درد معقرحہ میں اتر کے دیر تک تکلیف دیتا۔ حکیم صاحب نے عمل تجویز کیا تھا مگر میں نے غیر عادی ہونے کی وجہ سے نہیں قبول کیا تھا۔ اس رات کو حکیم صاحب حسب معمول ۱۱ بجے رات تک بیٹھے رہے۔ جب تک وہ رہے تکلیف بہلی رہی لیکن ان کے جاتے ہی ہجوم ریاح نے اس درجہ پریشان کیا کہ مجھے مجبوراً خود اپنے سے عمل لینا پڑا۔ اس سے بڑی تسکین ہوئی۔ اور بہت سے مادے کے نکل جانے کے باعث چین پڑا اور آنکھ لگ گئی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو اس وقت درد تھا اور نہایت ہی تکلیف تھی جمعہ کو ڈاکٹر عبدالحی صاحب تشریف لائے اور ایک مسہل لکھا اور ایک پینے کی دوا۔ زیادہ سینکنے کی تاکید کی اور غذا مطلقاً ترک کر کے صرف اتنا بتایا کہ دودھ پھاڑ کے اس کا پانی پیو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ خلوئے معدہ میں بھی درد ہونے لگتا ہے۔ لیکن آج اس کی بھی ضرورت نہیں ہوئی۔ تاہم ابھی تک نان پاؤ بجز سینکے ہوئے توس کے اور کسی چیز کے کھانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کھانے کے قابل ہوں کیوں کہ پیٹ بالکل صاف نہیں معلوم ہوتا۔ جا بجا کوئی چیز گڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

نواب امین جنگ بہادر کے الفاظ بہت امید افزا ہیں۔ ان کی اور میری کوشش چاہے اب بیکار بھی جائے مگر ان کے یہ الفاظ مجھے سب سے زیادہ مسرت بخشنے والے اور مطمئن کرنے والے ہیں۔ اگر مولینا پھر کبھی ان کو خط لکھیں تو میری جانب سے ان کے اس حسن ظن اور دلی ہمدردی کا شکریہ ادا کر دیں۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۷)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ شنبہ
(جون ۱۹۲۶ء)

برخوردار من سلمہ۔ دعا۔

تم یقین ہے کہ اب اورنگ آباد آ گئے ہو گے۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ اب کہ تم نے موٹر کتنے کو لی۔ کے سلنڈر اور کتنی سیٹوں کی ہے۔ اس زمانے میں تو سنتا ہوں کہ اطراف میں بھی سخت مان سون ہے اس وجہ سے تم کو پہاڑوں کا سفر کرنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہو گی۔ اپنی خیریت سے جلد ہی اطلاع دو۔ اختر و افتخار و ریاض اچھے ہیں۔ مگر عذرا کی لڑکی کو کب سخت بیمار ہو گئی۔ شدید پیچش ہے۔ منٹ منٹ پہ دست آتے ہیں اور ڈھیروں آؤں اور خون گرتا ہے۔ بخار ۱۰۳ ڈگری ہے اور ساتھ ہی جو پیتی ہے گر جاتا ہے آج مرض میں کمی محسوس ہوئی ہے مگر حد سے زیادہ کمزور اور نڈھال ہو گئی ہے۔ خدا رحم کرے۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۸)

۷۸۶

دلگداز پریس
کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۷ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء[1]

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ پرسوں تمہیں خط لکھا تھا۔ لیکن کل مجھے پہلے ہی کا سا دماغی دورہ پھر ہوا جو قریباً دس بارہ منٹ میں ختم ہو گیا۔ لیکن کل دن کو اور رات بھر تمام قویٰ میں بے حد کمزوری رہی اور آج بھی دماغی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ اس دورے کے بعد سے نظر میں اور زیادہ خیرگی محسوس ہوتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ معذوری کب تک رہے گی۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۹)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۲ محرم سنہ ۱۳۴۵ھ سہ شنبہ
(جولائی سنہ ۱۹۲۶ء)

برخوردار من سلمہ

دعا۔ ۱۱ ربرلائی کا کارڈ ملا۔ اچھا ہوں۔ اس دورے کا اثر دو روز تک رہا۔ مگر اس کے بعد بھی دو بار بہت ہی خفیف دورے کا سا دورہ ہوا۔

حکیم صاحب اور ڈاکٹر اور احباب سب منع کرتے ہیں کہ لکھنا پڑھنا بالکل چھوڑ دوں۔ لیکن آخر کیا کروں اور کس طرح زندگی گذاروں۔

اب کی آشفتہ بے کہ اگر لکھنا پڑھنا چاہوں تو ہو سکتا ہے۔ پہلی مرتبہ کی طرح کی معذوری نہیں ہے کہ کچھ کر ہی نہ سکوں۔

ابرارالحق کل پہنچ گئے۔ آج حکیم کے لئے فوراً انھیں آرٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب (سے) ملوا دیا۔ ۲۳ کو سکول کھلے گا۔

میرے لئے خرابی یہ ہے کہ اب دلگداز نکالنا ہے جن تک کے پرچے نکل گئے تم مبتی گئے مگر شاید تمہیں چولھا بھبھا بھول گیا۔

(۵۰)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۲۱ صفر سنہ ۱۳۴۵ھ روز سہ شنبہ
(اگست سنہ ۱۹۲۶ء)

لخت جگر سلمہٗ۔ تمہارے کارڈ جو اختر سلمہٗ کے نام آتے ہیں ان سے وہاں کی خیریت اور تمہاری مصروفیت و عدیم الفرصتی

---

[1] اصل خط پر تاریخ ۷ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء پڑی ہوئی ہے۔ مگر یہ سہو ہے۔ کیونکہ مولوی عبدالحلیم شرر کا انتقال دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں ہو گیا تھا۔ غالباً مولوی صاحب سنہ ۲۶ء لکھنا چاہتے ہوں گے مگر قلم سے سنہ ۳۶ء لکھا گیا اس لیے اس خط کو سنہ ۱۹۲۶ء ہی کے خطوط میں رکھا گیا ہے۔

کا حال معلوم ہوا۔ اور یہ بھی کہ میرے خط کا جواب تم (نے) ابھی تک کیوں نہ دیا۔ ان دنوں اینٹھن میں ہیضہ کی اس قدر شدت ہوئی کہ مدرسے بند کر دیئے گئے۔ چنانچہ آٹھ روز ہوئے باجی صاحبہ بہو کو لیے ہوئے اپنا مدرسہ بند کر کے یہاں چلی آئیں۔ کل تک یہاں اچھی رہیں۔ مگر گذشتہ شب کو ۲ بجے ایک دست آیا۔ جس کے بعد پیہم دست آنے لگے۔ تین ہی دستوں میں پائخانے تک جانے کے قابل نہیں رہیں۔ صبح کو میں نے دیکھا تو آنکھیں گڑھے میں گھس گئی ہیں اور بر و اطراف سے۔ بعد ازاں ہاتھ پاؤں میں تشنج بھی شروع ہو گیا۔ حکیم عبدالمجید صاحب کا فوراً علاج شروع کر دیا گیا ہے۔ اور تدابیر مستعدی کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ خدا جلد صحت دے۔ باقی حال کل لکھوں گا۔ فقط۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۵۱)

دفتر دلگداز۔ لکھنؤ

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ سہ شنبہ
(اکتوبر ۱۹۲۶ء)

لخت جگرم سلمہ دعا

تم نے میرا لکھا ہوا مسودہ "ابوالحسن اشعری" کی لائف (مجھ سے) لے کر کہیں رکھا تھا اس کو تمہارے پاس ہو تو بھیج دو اور یہاں رکھا ہو تو بتاؤ۔ میں آج کل مسلم اکاڈمی کے لئے ایک بڑا دو سو صفحہ کا لکچر تیار کر رہا ہوں۔ جو فرقہ معتزلہ کی تاریخ اور اس کے عروج و زوال پر ہے اس کے لئے کتابوں کی ورق گردانی کرنے میں اس کے لیے تیار ہو گیا ہوں کہ اس لائف کو ایک ہفتہ میں تیار کر دوں۔ لہٰذا یاد کر کے اور کوشش کر کے اس کا پتہ دو تاکہ ایک اچھی سی کتاب تیار ہو جائے۔ والدعا

جواب فوراً دو!

خاکسار
محمد عبدالحلیم شرر

میرزا یگانہ

لکھنؤ

۸ جون ۴۹ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

بھئی اب تو میں پھر واپس چلا۔ اگرچہ ہاتھ پاؤں کمزور ہو چکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ پر بہت سختیاں گزر رہی ہیں۔ میری پنشن وہی پندرہ روپے۔ لڑکے نوکر تو ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ ۔ ۔

میرے واپس جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال - Rs 240/- کا سخت تقاضا ہو رہا ہے۔ ۲۱ جولائی تک مہلت مانگی ہے۔ جا تو رہا ہوں مگر نہیں معلوم کہ وہاں یہ رقم کیوں کر فراہم کر سکوں گا۔ حالات بالکل بدل گئے ہیں۔

غالباً ۱۰ جون تک روانہ ہو جاؤں گا۔ بچی کو دعائیں۔

یگانہ

(۲)

میرزا یگانہ چنگیزی

سلطان بہادر روڈ منصور نگر۔ لکھنؤ

۲۴ مئی ۱۹۵۱ء

(یگانہ)

جزائے خیر دے اللہ اس دیرینہ دشمن کو
بلائے زندگی لپٹی ہے اب تک نیم بسمل سے!

حضرت سیدی و مولائی دامت الطافکم

بعد دائے مراتم تسلیم گزارش خدمت عالی یہ ہے کہ والا نامہ مورخہ ۲ فروری ۵۱ء جو مجھے کراچی میں ملا تھا میرے سامنے ہے۔ خدا کا شکر ہے میں اس کا جواب دینے اور لکھنؤ تک پہونچنے کے لیئے زندہ رہ سکا۔ کیا عرض کروں میں وہاں کس روحانی ایذا میں مبتلا تھا کہ کہیں وہاں کی خاک دامن گیر نہ ہو جائے۔ وہاں اور یہاں بہتیرے اصحاب کو حیرت ہے کہ کیونکر گورنمنٹ آف انڈیا اور یوپی گورنمنٹ سے مجھے یہاں دوبارہ مستقل سکونت کی اجازت مل گئی۔ بات یہ ہے کہ عارضی پرمٹ لے کر چند دنوں کے لیے وہاں گیا تھا فقط اپنے لڑکوں کو دیکھنے کے لیے۔ درمیان میں ایسے واقعات پیش آگئے کہ پرمٹ کی مدت گزر گئی اور اس طرح پاکستان سے واپس آنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔ مگر خدا بھلا کرے دو شریف النفس بندوں کا جنھوں نے نہایت محنت اور ہمدردی کے ساتھ مجھے پرمٹ دلا کر تین گھنٹے کے اندر کراچی سے دہلی پہونچا دیا اور وہاں سے پھر لکھنؤ آگیا۔ اب میں بڑی خوشی سے مرنے کو تیار ہوں۔ حالات ہی ایسے ہیں۔ سینہ نہایت کمزور ہے۔ تنفس کا مرض تو برسوں سے تھا۔ اگرچہ سات مہینے پاکستان میں سختیاں اٹھا کر اور بڑھ گیا۔ علاج تو کر رہا ہوں مگر طاقت

گھٹتی ہی جارہی ہے۔ اب زیادہ دور تک چل نہیں سکتا۔

(۳)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر لکھنؤ ۱۴ر جون ۱۹۵۲ء

دوا کا پارسل پہونچا اور خط بھی ملا۔ افسوس ہے لالہ رتن پنڈت آپ کی ان بن ہو گئی۔

ع بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

یہ دیکھ کر رنج ہوتا ہے کہ تمہاری مالی حالت پریشانی کا باعث ہے۔ خیر زمانہ پر نہ سہی دل پر اختیار رہے۔

معلوم ہوا ہے کہ ریاست میں کوئی مضمون میرے متعلق شائع ہوا ہے۔ وہ پرچہ کسی طرح حاصل کر کے مجھے بھیج دو۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

میرزا یگانہ

بھائی میرے مسودات جو کچھ بھی ہیں منتشر پڑے ہیں مگر اب ان کا میرے پاس رہنا بیکار ہے۔ تم کہو تو ایک بکس میں بند کر کے بھیج دوں۔

(۴)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر۔ لکھنؤ

۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۲ء

پیارے عزیز۔ سلامت رہو۔

دوا کا پارسل مل گیا۔ اور خط بھی۔ امید ہے اب تمہارا مزاج بحال ہو گا۔ بیمار پڑنا تو اب میرا کام ہے تمہیں بیمار پڑنے کی کیا ضرورت۔ مشاعرے میں میرا آنا مشتبہ ہے۔ اگر طبیعت بحال رہی تو چلا آؤں گا۔ زیادہ شوق دید۔

رباعی

اللہ کا سُرا ہے کہ سالا تو کون ؟ قرآن پہ حاشیہ چڑھانے والا تو کون ؟

قرآن کو ہم سمجھیں گے خود قرآن سے ہٹ سامنے سے چھوڑ اجالا تو کون ؟

حاشیہ چڑھا کر اندھیرا ڈال دیتا ہے کم بخت۔

میرزا یگانہ

(۵)

لکھنؤ

۲۵ر فروری ۱۹۵۳ء

عزیزی خوش رہو۔

میں تو اپنی علالت کے سبب کیا کہوں کس حال میں ہوں۔ طاقت گھٹتی جارہی ہے۔ کشمکش حیات جاری ہے۔

یگانہ

(۶)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر لکھنؤ
۱۲ مئی ۱۹۵۳ء

پیارے عزیز خوش رہو آباد رہو۔

دیکھو تو سہی میں اب تک جی رہا ہوں۔ رنجیدہ قویٰ ہوا نہیں۔ البتہ ناتوانی اور سخت جانی کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھا رہا ہوں۔ کہتے ہیں مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔ اور سو مصیبتوں کی ایک مصیبت ہے وجہ معاش کی تنگی۔ خدا کی پناہ۔

MAIDACO نے مجھے کچھ یوں ہی سا سہارا تو ضرور دیا۔ مگر جو شیشی آپ نے بھیجی تھی وہ بس کچھ دن کی تھی۔ کم سے کم ۲۲ دن کے لیے کچھ شیشیاں بھیج دو۔ تمہاری والدہ محترمہ اب آگئی ہیں تو ان کے لیے دو بوتلیں تیل کی بھیج دو۔ بچی کو اور بچہ کو دعائیں۔ درگا داس سلمہٗ کو دعائیں۔

میرزا یگانہ

(۷)

لکھنؤ
۲۹ اگست ۵۳ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

آخر اہل محلہ نے مجھے گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ گرہستی کا سارا سامان اور اپنی بیش قیمت کتابیں۔ آیات وجدانی کی قریباً پچاس جلدیں۔ برتن باسن۔ الگ پلنگ میز کرسیاں سب چھوڑ آیا۔ یاروں نے سب لوٹ لیا۔ نہایت قیمتی مسودات میرے لکھے ہوئے نہ معلوم کن ہاتھوں میں پڑیں گے۔

میں اپنی حالت سے سخت ایذا میں ہوں۔ تھوڑی دور چلتا ہوں تو ہانپنے لگتا ہوں نہایت غیر مستقل اور تکلیف کی حالت میں۔ مکان کوئی ملتا نہیں۔ خدا جانے کہاں جاؤں گا۔

(۸)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ
۲۹ ستمبر ۵۳ء

عزیز من سلامت رہو۔

آپ کے کئی خط ملے۔ میرا مزاج ناساز ہے۔ گھر ہی میں تھوڑی دور چلتا ہوں تو سانس پھولنے لگتی ہے۔ میرے پاس اب نہ کوئی بیاض رہی نہ کوئی مجموعۂ کلام۔ تمام گرہستی کا سامان لوٹ لیا گیا۔ نہایت قیمتی کتابیں اور میرے قلمی مسودات لٹ گئے میرے پاس کوئی کتاب نہیں۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانسی کی شدت رہتی ہے۔ سینہ کمزور ہے۔ پاؤں کمزور ہے۔ پاؤں روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں۔

زیادہ کیا لکھوں۔ خدا تم کو خوش رکھے۔

میرزا یگانہ

(۹)

میرزا یگانہ چنگیزی۔ پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۱۷ر دسمبر ۱۹۵۳ء

پیارے عزیز۔ خوش رہو۔ تمہارا خط پاکر ذرا سکون ہوا۔ خدا کرے جلد سے جلد تمہیں صحت نصیب ہو۔ تم نے آج حضرت یگانہ کا ذکر کیا۔ کیا کہوں زندگی گزر گئی اور کبھی اتنا موقع نہ ملا کہ اون کے پاس بیٹھتا اور دل کھول کر باتیں کرتا۔ وہ خاصان ادب میں ہیں بڑے نکتہ شناس ہم سب کے محبوب لیڈر۔ افسوس تو یہ ہے کہ پارسال میں کشاں کشاں دہلی گیا اور مشاعرہ میں شریک بھی ہوا اور وہ بھی مشاعرہ میں تشریف لائے تھے مگر اپنی ناسازیٔ مزاج نے مجھے اتنا موقع نہ دیا کہ اون سے مل سکوں۔ اونھیں میری پنشن کے بارہ میں جو اطلاع ملی ہے وہ اک حد تک صحیح ہے مگر لائف پنشن نہیں ہے فقط ایک سال کے لئے الاؤنس منظور ہوا ہے۔ سو روپیہ ماہوار۔ چونکہ یہ معمولی سی بات تھی اس لئے میں نے اب تک کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ گورنمنٹ کی یہ مہربانی یقیناً قابل تشکر ہے مگر یہ نہیں معلوم یہ الاؤنس ملے گا کب؟ الہ آباد کے اکاؤنٹنٹ جنرل صاحب چناں چنیں کر رہے ہیں۔

مسٹر محروم کو میرا بہت بہت سلام کہو۔ میں اپنی طبیعت کا حال کیا لکھوں ؎

جو دم غنیمت ہے کیا جانیے کل کیا ہو!

یگانہ

(۱۰)

لکھنؤ
۳ر جولائی ۵۴ء

حضرت سیدی و مولائی دامت الطافکم

تسلیمات۔ والا نامہ مورخہ ۲۵ر جون مجھے ۳۰ جون کو ملا۔ یہ امر میرے لئے کس قدر باعث تسکین ہے کہ آپ نے اس ۵۴ء تک مجھے یاد رکھا۔ میں کیا عرض کروں کس حال میں ہوں۔ گو ادھر دو ہفتہ سے کسی قدر بہتر حالت میں ہوں اور وہ یہ کہ پڑا رہتا ہوں تو غنیمت ہے مگر اٹھ کر جہاں دس پانچ قدم چلا ہانپنے لگتا ہوں۔ کئی سال سے دمہ کا مریض ہوں۔ کئی بار موت قریب آکر پلٹ گئی۔ مر رہا ہوں مگر مر نہیں چکتا۔

مین پوری کے ایک مشاعرے میں میں نے ایک شعر پڑھا تھا اور آپ سامنے ہی بیٹھے تھے غالباً یاد ہوگا۔

عمر گھٹنے کے لیے ہے وقت کٹنے کے لیے — مفت دن گننے کو ہم پکڑے گئے بیگار میں

اب اپنا شعر فال مطابق حال یعنی جگ بیتی سے آپ بیتی بن گیا۔ اب معلوم ہوا کہ دن کٹنا کسے کہتے ہیں بھیج ہوتی ہے چلئے

پی لیتا ہوں اور دوپہر کو ایک روٹی کھا لیتا ہوں صبح سے شام شام سے صبح ہوتی ہے اور میں یوں ہی پڑا رہتا ہوں۔ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اب تو کوئی کتاب بھی پاس نہیں سارا گھر، مکان بہادر روڈ والوں نے لوٹ لیا۔ افسوس ہے زندگی بھر کا سرمایہ یعنی میرے قلمی مسودات بھی لٹ گئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دعا فرمائیں کہ اب جلد چھٹکارا ہو۔

یگانہ

(۱۱)

لکھنؤ

۹ اگست ۵۴ء

پیارے حیدر بیگ سلامت رہو۔

تمہارا خط مورخہ یکم اگست سامنے ہے۔ میں کوئی پندرہ دن سے ناسازیٔ مزاج کے سبب بے چین ہوں۔ اور یہ تو ہونا ہی ہے سمجھی ہوئی بات ہے۔ خیر ادھر کی فکر چھوڑ دو۔ اپنے کام کی طرف دھیان رکھو۔ خدا تمہیں کامیاب کرے۔

میں اپنا کام کر چکا۔ کبھی کبھی یگانہ صفت، سقراط صفت انسان بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن سے قوم بھی ہار جاتی ہے سبات کا جواب دے نہیں سکتی تو تشدد پر اتر آتی ہے۔ یہی ہوتا رہے گا۔

رباعی

کرنا جو کچھ تھا کر چکے اپنے حساب — بھرنا جو کچھ تھا بھر چکے اپنے حساب
اب دل ہی نہیں تو موت کا ڈر کیسا؟ — مرنا برحق ہے مر چکے اپنے حساب

یہ رباعی پچیس تیس سال قبل کی ہے اور اب لفظ بہ لفظ حسب حال ہے۔

یگانہ

(۱۲)

بیلا مکان۔ شاہ گنج۔ لکھنؤ

۱۹ دسمبر ۵۴ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

کتنے دن ہو گئے۔ تمہارا کوئی خط نہیں آیا عرش میانی سے بھی تمہاری خیریت دریافت کی۔ وہاں سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔

ایک مہینہ بیس دن سے دن نہایت سختیوں میں گزار رہا ہوں ڈاکٹری علاج چھوڑ کر اب یونانی علاج کر رہا ہوں۔ فقط دل کی تسلی کے لیے گھڑی بھر میں دل دماغ کی حالت کچھ سے کچھ ہو جایا کرتی ہے

لہ جو کہ کھینچ کر پڑھنا چاہیے۔

گورنمنٹ آف انڈیا میں میرے الاؤنس کی تجدید کی کارروائی پیش کی تھی۔ ذرا دریافت کرو کیا فیصلہ ہوا؟ خدا تمہیں خوش رکھے۔
جوشش دو گزشتہ تین مہینے میں کوئی تین خط لکھ چکا ہوں کچھ جواب نہیں ملا۔

یگانہ

(۱۳)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ
۶ مئی ۱۹۵۵ء

عزیز من سلامت رہو۔

تمہارا کارڈ مورخہ ۸ مئی پہونچا۔ میں نے کون سی رباعی تمہیں بھیجی تھی کچھ یاد نہیں۔ اوس کا مصرع لکھ بھیجو۔
ماہنامہ ساقی کراچی میں میرے خطوط کی پہلی قسط شائع ہونے کی مجھے کوئی اطلاع نہیں۔ قریباً اٹھارہ سال سے شاہد احمد صاحب سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ مگر یہ اون کی مہربانی ہے جو اس ناکسار کو یاد کیا۔
ساقی کے جس پرچے میں یہ خطوط شائع ہوئے ہیں وہ مجھے بھی بھیج دو۔ دیکھ کر واپس کر دوں گا۔

میرزا یگانہ

(۱۴)

پھر وہی
پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

پیارے عزیز۔ سلامت رہو۔

وہاں پروفیسر مسعود حسن کے باغ میں چھپر ڈال کر ایک مہینہ چوبیس دن رہا۔ مگر برسات کا زور بندھا تو پھر میں زمین پر۔ تھا آب و گل میں پڑا تھا اور مرض کی شدت نے اور زیادہ پریشان کیا۔ آخر مجبور ہو کر ۲۰ اگست کو پھر یہاں چلا آیا۔ کیا کہوں صبح سے شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے۔ دن میں کئی بار حالت خراب ہو جاتی ہے۔
وہ تو چالیس برس کا ساتھ چھوڑ کر ۲ ستمبر کو کراچی روانہ ہو گئیں۔ اب میں ہوں اور تمہاری توجہ۔ جلد ایک نوکر مہیا کر دو چھپن روپیہ ماہوار خشک ——— تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں۔ دن کو تو خیر ایک آدھ آدمی خبر گیری کر لیتے ہیں مگر ہر وقت کون خبر لے؟ حالت نازک ہوتی جا رہی ہے۔

یگانہ

(۱۵)

پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۵ء

آغا جان ——— سلامت رہو۔ کیا کہوں مر رہا ہوں۔ ہر تیسرے چوتھے مرنے لگتا ہوں۔ مگر مرتا نہیں چکنا۔ کئی دن سے تمہارے خط کا انتظار کر رہا ہوں ——— کچھ خیر خبر ہے؟

میرزا یگانہ

(۱۶)

پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء

جان پدر۔ سلامت رہو۔

تمہارا خط مورخہ ۱۵ ستمبر ملا اور اس سے پہلے بھی اک خط ملا۔ شعلہ کی طرف خیال کرنا بیکار ہے۔ اوان کی مالی حالت درست نہیں ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر کس درجہ صدمہ ہوا کیا کہوں۔ میری زندگی شرمندگی بن کر رہ گئی ہے۔ آپ مجھے باپ سے زیادہ عزیز ہیں اور میری ناسزائی برداری کی حد یہ ہے کہ مدتوں سے آپ کی پریشانیوں کو دیکھ رہا ہوں مگر تماشائی کی حیثیت سے۔ کبھی کوئی خدمت نہیں کی۔ ہمدردی بھی ظاہر ہوئی تو زبانی، جو اور جیسے کے کام کی نہ بچانے کے۔ میں اپنی نظروں میں اس درجہ کبھی ذلیل نہ ہوا تھا جتنا اب ہوں

"ناقدر شناسی کی انتہا ہو چکی ہے۔ ہندوستان کا شاہ اعظم مغلوک الحالی میں جھونپڑی میں آخری وقت بسر کر رہا ہے۔ قوم تو خیر مجھ ایسے احسان ناشناس کو یقیناً شرم آنی چاہیئے"

جھونپڑی ڈال کر رہنے کا واقعہ یوں ہے کہ تمہاری اماں نے مجھے اتنا عاجز کیا کہ میں تنگ ہو کر پروفیسر مسعود حسن صاحب کے باغ میں اک حجرے میں دو آگے چھپر ڈال کر جا کر ٹھہر گیا۔ ۱۴ جون کو حسن بانو یہاں سے روانہ ہو گئیں اور ۱۵ جون کو میں مسعود صاحب کے ہاں چلا گیا۔ آخر جولائی سے بارش کی شدت ہونے لگی اور یہاں طبیعت کا یہ حال کہ قدم چل نہیں سکتا۔ پیٹ میں سانس نہیں سماتی۔ گھڑی گھڑی نڈھال ہو کر پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔ ایک بڈھا نوکر مل گیا تھا جو خبر گیری کرتا تھا۔ مگر جب وہ کھانے پینے کے لیے باہر چلا تھا تو پھر میں اکیلا رہ جاتا پھر خدا یاد آتا۔ آس پاس کوئی نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہو گئی تو پھر میں یہیں پہلے مکان میں واپس آ گیا۔ نثار حسین صاحب نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خدا انہیں خوش رکھے۔ مگر تمہاری اماں میری اس چند روزہ زندگی سے اتنی بیزار ہیں کہ میرا ساتھ رہنا انہیں گوارا ہی نہیں تم یہاں کیوں آئے۔ میرے ٹھکانے پر کیوں آئے۔ جب جانتے تھے کہ میں یہاں رہتی ہوں تو کیوں آئے (کرایہ کے مکان سے میں شہنشاہ حسین وکیل کے مکان میں مولانا ناصر حسین صاحب کے مکان کے سامنے رہتا تھا۔ وہاں سے دوبار مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی آئیں۔

خیر اب شہر میں سجاد حسین کی بیوی کراچی جانے لگیں تو تمہاری اماں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور ہمیشہ کے لیے مجھے تنہا چھوڑ گئیں خدا معلوم اوان پر کیا گزری۔ سرحد پر روک لی گئیں۔ قانون کی حدوں میں جو کچھ بھی ہو۔

میرا خیال ہے نومبر میں تمہیں خود ایک سو روپیہ بھیج سکوں گا اور ایک سو ہاشم صاحب سے دلوا دوں گا۔

اس سن میں ایسے مریض کو اس طرح مارنا چاہا کہ پانی دینے والا بھی نہ ہو۔ بار بار فرماتی تھیں کہ اب مزہ مل جائے گا تنہائی کا۔

نہایت کرب و ایذا میں ہوں کیا کہوں۔

یگانہ

(۱۷)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء ——— جان پدر۔ سلامت رہو ——— تمہارا خط دیکھا جو تم نے اپنے خالو جان کو بھیجا ہے

مجھے بھی تمہارے خط کے جواب جوڑنے سکا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ چار سطریں لکھنے کے لیے اب مجھے کتنی کوشش کرنا پڑتی ہے۔ پلنگ پر اٹھ کے بیٹھنا، پھر بستہ اٹھانا، بستہ کھولنا، کاغذ نکالنا، لفافے، ڈرکٹ نکالنا۔ قلم نکالنا۔ روشنائی بھرنا پھر لکھنا۔ ٹکٹ لگانا اور ڈاک میں بھیجنے کی فکر، اب کیونکر سمجھاؤں کہ یہ سب کیسی منزلیں طے کرنا پڑتی ہیں۔ اک ایسے شخص کو جس کی سانس قابو میں نہیں ذرا سی جنبش میں ہنسنے لگتا ہوں۔ خط کا جواب نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ۲۴ ستمبر کے بعد ہاشم صاحب کا کوئی خط نہیں آیا۔ آیا تو کل آیا جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ غالباً ۱۶ اکتوبر تک بمبئی پہونچیں گے۔ وہ آئیں تو پھر میں ان سے تمہارے بارے میں گفتگو کروں میں اپنا حال کیا لکھوں کیونکر سمجھاؤں۔ کوئی میرے پاس نہیں۔ خدا زکیہ بیگم اور بھائی نثار حسین کو خوش رکھے کہ مجھے سنبھالے ہوئے ہیں بقدر امکان۔ مگر بیمار کے پاس جو زندگی کے دن گن رہا ہو کوئی تیماردار نہیں تو رات کیوں کر؟

میرزا یگانہ

(۱۸)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ (انڈیا)

۲۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء آغا جان! سلامت رہو۔

۱۵ اکتوبر کو میں نے ایک ضروری خط تمہیں لکھا ہے جس کا جواب اب تک نہیں آیا۔ شہریار میرزا سے رقم تمہیں وصول ہوگئی یا نہیں۔ جلد اطلاع دو۔

میرزا یگانہ

وہ جانِ ادب، خاصۂ خاصانِ ادب
ساتھ اپنے یگانہ لے گئے شانِ ادب

مرزا کا قدم غلط نہ پڑتے دیکھا — ناحق کبھی یاروں سے نہ لڑتے دیکھا
سیدھے سے آدمی تھے بالکل سیدھے — جھکتے کبھی دیکھا نہ اکڑتے دیکھا

(۱۹)

موجودہ پتہ — معرفت کوٹھی ادبستان

دین دیال روڈ ——— لکھنؤ

پیارے عزیز۔ خوش رہو

اکیلا رہ گیا ہوں۔ یہاں جب پڑی ڈال کے پڑا ہوں۔ دنیا بڑی بے وفا ہے، ادھر کئی دن سے طبیعت زیادہ نڈھال ہے۔ موسم بھی برسات کا۔ کیا بات ہے کیوں اپنے دنوں سے بے خبر ہو۔ کیسے ہو صحت کا کیا حال ہے؟

غالباً ۱۹۵۵ء یگانہ

(۲۰)

۱۸ دسمبر ۵۳ء

رباعی

(ایک راوی کے بیان کا خلاصہ)

کھایا ہوگا نہ باپ دادا نے کبھی
سیروں پی جائیں وہی ہو کر کڑھی (وہ کیسا ہی ہوگا)
مل جائے جو رامپور والے کا اُلش
اک لقمہ میں چٹ جائے پھپھوندی منہ کی

MAN MOHAN TALKH

(۲۱)

۱۹۵۳ء

یگانہ آرٹ

(۱)

کہنے کو تو لکھنؤ بھی ندا کا گھر ہے — دیکھا تو وہی اینٹ ہے یا پتھر ہے
حق کا مرکز ہے حق شناسوں کیلئے — یہ سینہ بے کینہ عجب مندر ہے

(۲)

کافر کوئی اپنا ہے نہ دیں دار اپنا — اچھا نہ سہی کوئی خریدار اپنا
ٹیکا ہے نہ گھٹتا ہے یہاں ماتھے پر — سیرت اپنی ہے اور کردار اپنا

MAN MOHAN TALKH. 105 NEW RAJINDRANAGAR
SHANKAR ROAD NEW DELHI

(۲۲)

۱۹۵۴ء

یگانہ آرٹ

اتنا سادہ تو کوئی انساں بنے
محفل میں قدم رکھتے بنی داں بنے

گہرے اتنے کہ تھاہ دیتے ہی نہیں
بیٹھے ہیں جو کھوئے ہوئے انجان بنے

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

عزیزی من موہن تلخ زاد لطفہ، ۱۰۵۔ نیو مارکیٹ
شنکر روڈ۔ راجندر نگر نیو دہلی

(۲۳)

سنہ ۱۹۵۵ء

رباعی

ناکامیوں سے حوصلہ ہوتا نہیں پست
بدنام سہی بحال میں اپنے ہیں مست
لکھی تھی میرزا یگانہ کے لیے
باطن کی فتح اور ظاہر کی شکست

یگانہ

شاہ دلگیر

بنام قمر زمانی بیگم

۱۵ نومبر ۱۸۱۶ء

کیسی معصوم بن رہی ہیں آپ!
جان گویا کسی کی لی ہی نہیں

سرکار! مجرا عرض ہے!

دوسرا محبت نامہ ملا، شرمندہ ہوں۔ کیا جواب دوں، جس نے آپ کو ذلیل کیا۔ خدا اسے ذلیل کرے۔ آہ! میں تو بے درد ہوں، دردمند دل میرے پاس کہاں؟ ہوتا تو آپ کو شکایت کیوں ہوتی؟ ہاں اپنے ہے

اس دل سے مجھے لاگ ہے بے مہر تو میں ہوں
تم شانِ وفا، کان دغا، جان وفا ہو

خدا آپ کو بایں مہر و محبت سلامت باکرامت رکھے کیا کروں اپنی کم بخت طبیعت سے مجبور ہوں۔

نازک مزاج ہیں بھی ہوں گو نازنیں نہیں

آپ نے جس خلوص و محبت سے مجھے بلایا اور میں بدنصیب چلا آیا، اس کے شایان وہ جواب نہ تھا جو ترا گیا۔ آپ کو بے تکلف ہو کر لکھنا تھا کیونکہ دو ٹوٹے ہوئے دلوں میں کوئی بیگانگی اور پردہ نہیں ہوتا۔ میں ایسا بدنظر بھی نہ تھا کہ کوئی گستاخی حسن کی سرکار میں مجھ سے سرزد ہوتی، پھر!

مشتاق سے شرم ایسی؟ عاشق سے حجاب ایسا؟

اس لیے میں نے آپ سے بادب عرض کیا تھا کہ یہ حجاب باقی نہ رکھیے جو میری بدقسمتی سے قبول نہ ہوا اور میری التجا شاہانہ لب و لہجہ میں نامنظور کر دی گئی، ٹھکرا دی گئی،

ہائے ؎

بات کی تم نے یوں کہ کی ہی نہیں
لطف کیا جب نظر ملی ہی نہیں

اس بیگانگی کی ادا کا مجھ پر فوری اثر ہوا اور میں نے سمجھا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں، بس یہ خیال مجھ دیوانہ سر کے لیے تھا جس نے مجھے اس قدر جلد جدائی پر مجبور کر دیا۔

تم سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

اس پر آپ نے یہ قیامت کی کہ چلتے وقت نہ اپنے ہاتھ سے دوڑ کر پکڑا نہ زبان سے روکا۔ ع

کمند ناز پہ اک اور کا زیانہ ہوا

ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایک قدم بھی میں ہل سکتا۔ میں تو مرنے کے ارادہ سے گیا تھا اور صبح تک زندہ نہ رہ سکتا، لیکن افسوس!

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید
تغافل سے تیرے مگر ہو گئی

اور کیوں نہ ہوتی؟ جب دعوت نامہ کا زیب عنوان یہ مسلم شعر تھا۔

میری تقدیر میں دلگیر رہنا ہی مقدر ہے
نہ نکلی آج تک حسرت میں وہ حسرت بھرا دل ہوں

اب تو خوش ہوئیں!

لو وہ تمہارا ہی کہا ہو گیا۔

آپ مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کو بُرا کہیں اور میں شرم نارسا کو؟ ہائے اس ظالم سے خدا سمجھے! شرم ہو تیرا بُرا دونوں کا ارمان رہ گیا۔

اف! شوق دل سنانے کا کس قدر ارمان تھا، لیکن اب معلوم ہوا یہ میری غلطی تھی۔

شوقِ دل تم سے کیا بیاں کرتا
کہنے سننے کی بات تھی ہی نہیں

آپ دیکھتیں تو میں دکھاتا!

کس قدر چھالے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اور اس وقت آپ کو میرے دل دردمند کا حال معلوم ہو سکتا، اب میں تو بے درد ہوں،

آپ باور کریں تو عرض کروں کہ شوق دل سنانے سے زیادہ آپ کے "درد دل" سننے کا اشتیاق مجھے کشاں کشاں وطن سے بے یار و مددگار ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی گھر سے نہیں نکلتا، لیکن آہ! اپنی شوریدہ طالعی کو کیا کہوں؟

اے لیلا آرزو کہ خاک شدہ!

آپ کو نہیں معلوم کہ میں آپ کی صحبت سے کس طرح اٹھا اور اٹھنے کے بعد کیا گذر گئی؟ یہ کیفیت تھی:

درد کی طرح آئے، گر پڑے آنسو کی طرح!

وہ رات، آہ! وہ دلگیر رات، میرے لیے قیامت تھی، جس بے چینی اور الم سے... بیتی ہے لوح دل پر اس کا نقش ثبت ہے، نہیں

خبر .... میں کیونکر زندہ رہا؟ اور پھر صبح ہوتے ہی لوگوں نے دیکھا
کہ ایک زندہ جنازہ ریل میں سفر کر رہا ہے .. ..
کاش میں زندہ واپس نہ آتا!!

کیا کہوں، کس قدر رنج و غم اور دلگیر واپس آیا ہوں؟ آپ کبھی دیکھیں تو دکھاؤں ؎

لاکھ زخموں پر بھی اک گوشۂ سلامت دل میں ہے
یہ جگہ کس کے لئے "خالی" بھری محفل میں ہے

"کس کے لیے کی ضمیر" جس طرف راجع ہوتی ہے اس کا فیصلہ کرنا آپ ہی پر منحصر ہے!

تمھیں یہ فیصلہ چھوڑا تمھیں کہہ دو خدا لگتی

میری طبیعت اور آپ کی طبیعت میں بس اتنا ہی تو فرق ہے۔ آپ فرماتی ہیں چند روز تلخی ہونے کے بعد طبیعت سنبھل جائے گی اور مجھ دنادرست کی طبیعت کا یہ حال ہے کہ اب حشر تک سنبھلنے والی نہیں ؎

آندھی کی طرح آئی طبیعت جدھر آئی

خیر، یہ تو بدیاناتِ محبت تھے جو بے ساختہ زبانِ قلم سے نکل گئے۔ اب میں اپنی بے ادبی، دل شکنی اور گستاخی کی بار بار آپ سے معافی چاہتا ہوں، خدا کے لیے معاف کر دینا.... ورنہ مر جاؤں گا!

چاہتا ہوں کہ جب تک حیات مستعار باقی ہے۔ آپ سے خط و کتابت ترک نہ ہو، فرصت ہو اور جی چاہے تو کبھی کبھی یاد فرماتی رہیئے۔

آپ کا تصور وار
"دل گیر"

(۲)

ہوالقادر

۲۲ نومبر ۱۹۱۶ء

سرکار!

گرچہ تقدیر سے ہم آپ کے شامل نہ رہے
ایسے نظروں سے گرے خط کے بھی قابل نہ رہے

اللہ! اللہ!! اس قدر تغافل، آپ نے میرے ۱۵ نومبر کے خط کے جواب کو اب تک لاجواب رکھا!

کیا وہ اسی قابل تھا؟

خدا کے لیے جواب فوراً دیجیے ورنہ مر جاؤں گا۔

اتنا معلوم ہو جائے کہ وہ خط آپ تک پہونچ گیا؟

بس تسلی ہو جائے گی ؎

یہ جانتا ہوں کہ تم اور پاسخ مکتوب!
مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

(۳) آپ کا دل گرفتہ

مزار دل
۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ ارباب وفا ہو جانا

حضور اقدس! ہدیۂ محبت قبول ہو۔

اس سے قبل دو خط ارسالِ خدمت کر چکا ہوں، میری بدقسمتی کہ دونوں لاجواب رہے کس منہ سے شکایت کروں کہ خود قصوروار ہوں ؎

تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

ہاں! عفو قصور کا طالب ہوں ؎

لطف مجرم پہ یہ مانا کوئی دستور نہیں — ہاں تیری بندہ نوازی سے مگر دور نہیں
تم ہو مختار مداوا کے، کرو یا نہ کرو — اپنے قابو میں تو اب یہ دل مہجور نہیں

خدا شاہد ہے، آپ کی خاموشی سے میری حالت تباہ ہے جس کے صرف دو ہی علاج ہیں ؎

دل وہی چارہ ہے یا ترکِ محبت لیکن — اس پہ راضی نہیں تم، یہ مجھے منظور نہیں

اُف رے مایوسی!

ہائے اگر آپ کے تغافل و استغنا کی یہی شان قائم رہی تو باور فرمایئے ؎

جان دے دے کوئی الفت میں تو کچھ دور نہیں

خدا کے لئے، جواب دے کر میری حالت سنبھالو۔ اتنا ہی لکھ دو کہ خطوط مل گئے، جرمِ نبت معاف کر دیا گیا — اور — اور یہ بھی نہ کر سکو تو ؎

تمنا کو تم اپنی منع کر دو — ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے

بس اب اگر یہ مجبور آگے کچھ نہیں لکھنے دیتا، جبراً ختم کرتا ہوں، مگر نظرِ لطف و نگاہِ رحمت کا امیدوار ہوں ؎

تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

بدستور مہجور
"دلگیر فتہ"

(۴)

لکھنؤ ۲۶ دسمبر ۱۶ء

سرکار

تحفۂ نیاز! آپ کا روح نامہ مجھے ۲۴ دسمبر کو ملا تھا جس کا جواب اسی روز لکھ کر خود ڈاک میں ڈالا تھا۔ غالباً نظر کیمیا اثر سے گذرا ہوگا۔

میں کل ۲۵ دسمبر کو لکھنؤ پہونچا، اور بڑے دن کی تعطیل ڈاک خانہ میں نہ ہوتی تو کل ہی یہ خط پوسٹ کر دیتا۔

آج سب سے پہلے یہ خط لکھ رہا ہوں اور اپنے خط کے جواب کا نہایت شوق اور بے صبری سے منتظر ہوں۔

خدا کے لیے جلد روانہ فرمائیے، میں یہاں ۳۱ دسمبر تک جواب کے انتظار میں قیام کروں گا۔

اپنا پتہ میں نے پہلے خط میں لکھ دیا ہے، اب پھر لکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میرا پہلا خط نہ ملا ہو۔ اس لیے مختصراً پھر لکھتا ہوں کہ میں پہلی اور دوسری جنوری کو صرف آستان بوسی کے لیے بریلی آنا چاہتا ہوں اور میں ضرور آؤں گا۔

اگر آپ چند منٹ کے لیے مجھ سے مل سکتی ہوں تو اس کی تدبیر بتائیے اور مجھے مفصل جلد لکھیے، ورنہ میں یہ کروں گا کہ بریلی حاضر ہو کے کسی جگہ مقیم ہوں اور آپ کے بھائی صاحب سے ملنے کے لیے درِ دولت پہ آؤں اور طوافِ خانہ کر کے ناکام و نامراد لوٹ آؤں۔

اب چلانا یا مارنا صرف آپ کے اختیار میں ہے۔

اگر درِ دولت کی حاضری میں کچھ رسوائی کا اندیشہ غالب ہو تو فوراً مطلع فرمائیے۔ ورنہ میں ضرور چوکھٹ کو سلام کرنے آؤں گا۔

میرا پتہ:- دفتر دگمدار۔ کٹرہ بزن بیگ خان، لکھنؤ

معرفت مولانا مولوی محمد عبدالحلیم کاشرو

بجز اشتیاق قدمبوسی اور کیا لکھوں۔ منتظرِ جواب

آپ کا "دل"

(۵)

بریلی ۴ جنوری ۱۷ء

ہائے!

کیا ہی دلگیر چلے ہیں دل مہجور سے ہم
آئے تھے تیری زیارت کو بہت دور سے ہم

آہ! بے تابی سے، تمام دن انتظار میں گذرا، پھر بھی آپ کا خط نہ ملا۔

تھک تھک کے گڑ پڑی نگہ انتظار آج

لو، مایوس جاتے ہیں، خدا حافظ! پھر نہ آئیں گے۔
اچھا، رخصت ۔۔ اور ۔۔ ہمیشہ کے لیے
چلتے وقت فقیروں کی یہ دعا قبول ہو جائے ؎

"سلامت رہے نوجوانی کسی کی
بلا سے نہ ہو زندگانی کسی کی"

دنیا سے جانے والا
"بدنصیب"

(۶)

بریلی ۲۰ جنوری ۱۹۱۷ء — ل قمر

چھانتا ہوں، کو بکو کی خاک اس اُمید میں!
کوئی، ہنس دیتا مرا حالِ پریشاں دیکھ کر

حضور! وطن چھوڑا، لکھنؤ آیا، لکھنؤ سے ٹھوکریں کھاتے کھاتے یہاں تک پہونچ گیا ہوں ؎

آگے تقدیر کی رسائی ہے!

ہائے، یہ آپ نے کیا ستم کیا کہ میرے دونوں خطوں کو اب تک لاجواب رکھا! لیکن .....

قیامت کی کشش ہے تیرے اندازِ تغافل میں
دلِ ناکام ہے محوِ ادائے بے رخی اب تک

آپ کی تلاش یہاں لے آئی ہے ؎

ملے گا کھوج نہ کب تک یہ دیکھنا ہے ہمیں — ہم اپنی جان لڑا دیں گے جستجو کے لیے

(اُدھر دیکھئے)

میرے حاضر ہونے کی کیا غرض ہے؟ آہ! بس یہ ؎

تمہیں دکھانے کو لایا ہوں چاک پیراہن — تمہارا تارِ نظر چاہیئے، رفو کے لیے

اگر ممکن ہو اور جی بھی چاہے تو صرف اتنی تمنا ہے ؎

کبھی تو سامنے آجاؤ نقشِ آرزو بن کر
کبھی تو امتحانِ خوبیٔ تقدیر ہو جائے

اگر ایسا کر سکو تو ؎

تصدق تم پہ جانِ عاشقِ دلگیر ہو جائے

میں اس خط کے جواب کے انتظار میں یہاں ۴ جنوری تک ٹھہرا ہوا ہوں، اس پتہ سے فوراً جواب دیجئے :-
بریلی۔ عقب کوتوالی۔ بر مکان سید واجد حسین صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر

. . . . . .

آج دس بجے دن کو صادق حسن صاحب سے ملنے حاضر ہوں گا، خدا کرے میرے آنے کی اطلاع آپ کو فوراً ہو جائے اور میں آپ کے نازک ہاتھوں کا بنایا ہوا پان کھا سکوں۔

کل ۳۰ جنوری کو، دس بجے دن کے پھر حاضر ہوں گا اور اس وقت تک میرے آنے کی اطلاع آپ کو اس خط کے ذریعہ ہو چکی ہوگی، اپنے ہاتھوں، دلگیر ہاتھوں کے بنائے ہوئے پان ضرور کھلا دیجئے گا، یاد رکھئے!

پرسوں، ۴ جنوری کو بھی اسی وقت حاضری دوں گا اور خط کا جواب اس روز تک نہ ملا (خدا ایسا نہ کرے) تو دل شکستہ مایوس وطن واپس چلا جاؤں گا۔۔۔۔۔ اتنا خیال رہے کہ وہاں ایسے ناکام و نامراد پہونچ کر زندہ نہ رہ سکوں گا!!

"ٹکڑے ہوں گے بس جگر کے گھر کو ویراں دیکھ کر"

ہاں، خوب یاد آیا، اگر ممکن ہو تو اس کا جواب کسی معتبر آدمی کے ہاتھ (دستی) بھیج دیجئے کہ جلد مل جائے ورنہ فوراً بذریعہ ڈاک ارسال فرما کر جلا لیجئے۔

کاش! آنکھوں نے جو خواب دل میں دیکھا تھا اس کی تعبیر بریلی میں ملے۔ آمین۔

دیکھئے آتی ہے وہ کون مبارک ساعت
آپ دیکھیں گی ہمیں آپ کو ہم دیکھیں گے

اشتیاق کے ساتھ آنے والا
آپ کا "دل"

(۷)

بریلی ۳۰ جنوری ۱۷ء

خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

بندہ نواز! کل یہاں پہونچ کر مفصل خط لکھ چکا ہوں، یقین ہے کہ ملا ہوگا، خط لکھنے کے بعد درِ دولت پر حاضر ہوا، آستان بوسی کے بعد واپس آیا۔ آج بھی گیا تھا اور کئی گھنٹے بیٹھنے کے بعد ابھی جائے قیام پر واپس آیا ہوں، اس وقت جو دل کی حالت ہے کیا عرض کروں؟

آئے ہوش کھو کے تیری جلوہ گاہ سے
ہائے اس طرح گئے تو نہ جاتے تو اچھا ہوتا

حضورِ یار گئے بھی تو کیا ہوا حسرت
سلام کہہ نہ سکے ہم سوال ہو نہ سکا

آج، ہاں آج پورا یقین تھا کہ خط کا جواب مجھے مل جائے گا لیکن نہ ملا۔ اب کہ چار بج چکے ہیں اور تیسری ڈیلیوری کا وقت بھی نکل گیا میں جواب ملنے سے مایوس ہوں، آہ! کیا شرطِ وفا یہی ہے؟

براہ کرم اس خط کو ملاحظہ فرماتے ہی فوراً جواب لکھیے کہ کل شام تک مجھ کو مل جائے اور دل پر جو کرفتار صدمہ ہے وہ دور ہو۔ خدانخواستہ اگر کل بھی جواب اور خطوط کی رسید نہ ملی تو میں تباہ ہو جاؤں گا اور شاید میری تباہی ابھی آپ کو منظور نہ ہو۔

بہر تقدیر کل رات تک جواب کا انتظار کر کے واپس چلا جاؤں گا اور پھر کون کہہ سکتا ہے کہ گھر زندہ پہونچوں؟

کل، ۲۰ جنوری کو، ۱۲ بجے دن کے، آخری مرتبہ حاضر ہو کر اس چوکھٹ کو چوموں گا جس سے قسمت نے وابستہ کر دیا ہے آہ! بڑی حسرت یہ ہے کہ آپ کا کوئی زبانی پیام بھی نہ ملا جس کی آپ سے (پوری) توقع تھی۔

کیا جس کو "دل دے دیا کرتے ہیں" اس کو بھول جاتے ہیں؟

ظالم، یہ محبت کا تو دستور نہیں ہے

اور کیا لکھوں؟ بند اول بھر آتا ہے .....

تم پر فدا ہو جانے والا
حسرت نصیب "دل"

(۸)

ارض تاج ۱۲ فروری ۱۷ء

جانِ دلگیر!

میں یہ القاب لکھتے ہوئے ڈرتا تھا مگر اب آپ ہی نے تجویز فرما دیا تو آئندہ بھی لکھ کروں گا، قربان جاؤں اس سے پیارا اور دلفریب القاب آپ کے لئے ہو نہیں سکتا، یہ معلوم ہوتا ہے میری روح ان دو لفظوں میں کھنچ کر آ گئی ہے۔

خدا کرے آپ ہی "جانِ دلگیر" ثابت ہوں۔

وقت پر میرا نامہ ملا، جی اٹھا، ورنہ دو دن بعد کچھ نہ تھا۔

زہر تک پیس کے رکھ چھوڑا تھا کھانے کے لئے

شکریہ ادا کر کے اس احسان کو بے وقعت نہیں کرنا چاہتا۔

عاشق نواز، دلگیر نواز، میں ہوں یا تم؟

تمہیں پر فیصلہ ٹھہرا تمہیں کہہ دو خدا لگتی

آپ کا خط دیر سے پہونچنے یا نہ پہونچنے کی اب کبھی شکایت نہ کروں گا، چاہے اس کے انتظار میں دم ہی کیوں نہ نکل جائے۔

جس میں تم خوش ہو جو تمھاری خوشی

کینہ توزی کے ذکر میں "اب" کے انڈر لائن کرنے نے مار ڈالا، اُف!

یہ بے پناہ تیر!!

نہ کہو، اچھا نہ کہو! لیکن بدگمانی بھی نہ کرو۔ "جان دلگیر" کہنے والی کوئی ہستی دنیا میں ہوتی تو میں دلگیر نہ ہوتا.....

معاف کیجیے، مجھے دہلی نہ بلوائیے، وہاں کی داد سے میں بہت ڈرا ہوا ہوں، اس لئے دہلی نہ آؤں گا۔

میں آپ کی خاطر سے دلی اور بریلی گیا تو کیا آپ میرے لئے آگرہ نہ آئیں گی؟ آئیے جدا گانہ آئیے، شاید وصل یہیں مقدر ہو۔

ہائے اللہ! یہ کیا لکھ گیا ہے کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آنا اور بتا دیجیے کہ بغیر آپ کے صبر کیونکر کروں؟ ہائے ؎

کچھ صبر کیے سے بن نہ آیا یوں بھی تو بہت دنوں بسر کی

خدا ناموں کی داد دینے کا وقت جلد لائے۔ کہیے آمین!

میں نے وہ خط قصداً بھیجا تھا جس سے یہ معلوم کرنا مقصود تھا کہ آپ کو دخلِ غیر کہاں تک پسند ہے؟ الحمد للہ کہ جواب حسبِ منشا ملا، اس ادا شناسی پر مرمٹا! آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔

اچھا، یہ تو فرمائیے، اگر آپ نقاد کی ادارت اپنے ہاتھ میں لیں تو میں مرحوم کو زندہ کرنے کا سامان کروں؟ دیکھئے کسی عنوان انکار نہ کیجیے گا۔ ورنہ ؎

دل ٹوٹ جائے گا کسی امیدوار کا

صرف اس تمنا کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں کہ جواب اور رسید فوراً ارسال فرمائیے اور زیادہ منتظر نہ رکھئے۔

آپ کا حسرت خمیر

دلگیر

(۹)

ارضِ تاج ۸ مارچ ۱۷ء

تمنائے دلگیر

افتتاحیہ اور میسجانا مرحلا، کس زبان سے شکریہ ادا کروں؟

اس قدر اضطراب کیوں؟ ہائے انھیں ادا وں پر جان دیتا ہوں ؎

وعدہ نہ وفا کرنا پھر اس پہ یہ تاکید یں

تا حشر ٹھہر جاؤ کیوں جان نکلتی ہے

نقوش، خطوط نمبر ۔۔۔

سے کیا نکل جائے جو شاید آپ کو ناگوار ہو اس لیے بہتر ہے کہ آپ میری طرف سے بھی افتتاحیہ لکھ کر فوراً ارسال کریں کہ دونوں ساتھ ساتھ شائع ہو جائیں۔

اسے کسرِ نفسی نہ خیال فرمائیے گا نفس الامر یہی ہے جو عرض کر رہا ہوں۔ میرا افتتاحیہ فوراً نہ آیا تو پرچہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں شائع نہ ہو سکے گا۔ اس لیے بوا ایسی ڈاک مرحمت فرما کر ممنون کیجیے۔

افتتاحیہ کے متعلق میری خاموشی سے اس کی تعریف کا اندازہ کر لیجیے۔ کاش میں ایسا لکھ سکتا ؎

ہر بات تری فسانۂ حسن!

پہلے نمبر کے لیے اپنا ایک مضمون جلد بھیج دیجیے۔ اور

عکس رُخِ موتیوں کے دانوں میں

دکھائیے تو سب سے پہلے جس کی طرف سے داد ملے گی۔

وہ میں ہوں آپ کا

دلدادۂ تحریر

دیگر

(۱۰)

۱۴ مارچ ۱۷ء

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

میری جان!

اپنی حالت کیا عرض کروں؟ ؎

جب سے ہوئے ہیں تیرے بیگانہ ہیں جہاں سے

اپنے خیال سے بھی نا آشنائیاں ہیں،

ہائے عجب حالت ہے!

آپ کے خیال کے سوا کوئی مونس تنہائی نہیں۔ حافظ نے گویا میری زبان سے کہا ہے ؎

بر آستانِ خیال تو میہ ہم بوسد بر آستانِ وصال تو نیست دست نیاز

ذرا اس شعر کی حسرت دیکھیے گا۔!

آہ ———

آپ کی اور میری حالت کا اندازہ اس شعر سے بخوبی ہو سکتا ہے ؎

منم آنکہ خدمتِ تو کنم دنمی توانم
توئی آں کہ چارۂ من نہ کنی توانی

سچ کہو، یہ شانِ بے نیازی کب تک دلگیر رکھے گی؟

نقاد کی اشاعت کے سامان کے بعد، تعویقِ جواب سخت دل شکن ہے، جلد جلد جواب لکھتے رہیے اور میری طرف سے افتتاحیہ لکھ کر بواپسی ڈاک بھیج دیجیے کہ کتابت میں ہرج نہ ہو اور نقاد مقررہ وقت پر شائع ہو جائے۔ آپ کا افتتاحیہ بلاک بنوا کر چھپوانے کا ارادہ ہے یقین کیجیے، مجھ میں لکھنے کی بالکل حالت نہیں ہے۔ کل سے حرارت زیادہ ہے۔

آپ کا
بیمار

(۱۱)

۱۷ مارچ ۱۹۱۷ء

تم دلگیر!

خوش رہو، میرے دونوں خطاب تک لاجواب رہے۔

میری طرف سے افتتاحیہ تو کیوں لکھتیں، مزاج پرسی تک نہ کی، اس ناخوشی کا کیا ٹھکانا ہے؟ خیر

گو نہیں پوچھتیں اپنا وہ مزاج
ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

تم سلامت رہو!

مرمر کے افتتاحیہ کی تقریب کی ہے، گویا آپ کا منہ چڑایا ہے۔ بغرض تکمیل و اصلاح بھیجتا ہوں، نظرِ ثانی بھی نہیں کی۔ دیکھ کر جلد واپس فرمائیے۔ دیر نہ ہو۔

پہلے نمبر کے لیے اپنا کوئی مضمون بھی فوراً عنایت ہو کہ ضرورت ہے۔ آپ کا افتتاحیہ بلاک بننے اور چھپنے کے لیے بھیجا جا رہا ہے۔ نقاد دو جزو تک لکھا جا چکا، تیسرا جزو لکھنا باقی ہے۔ پرسوں سے چھپنا شروع ہو جائے گا۔ حیران ہوں اب کے نقاد خدا جانے کیا ہوگا؟

واللہ لوگ دیکھتے ہی مرجائیں گے!

وہ جن کی مسیحائی نے نقاد کو دوبارہ زندہ کر کے اس کی حیاتِ ثانیہ کو خدا جانے کس رنگ میں رنگ دیا ہے۔ دنیا کے عمدہ ادب میں یہ چوتھی مثال ہے کہ ایک ادبی رسالہ کو ایسا قابل، ذہین اور غیر معمولی پاکیزہ مذاق ادب رکھنے والا نسوانی دماغ تہذیب و ترتیب کے لیے میسر آیا ہو۔

آپ ایک بار دیکھ تو لیں

انشاء اللہ تعالیٰ حسب وعدہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں نقاد آپ کے دست ناز میں ہوگا اور یہی امتحانِ محنت ہے!
لیکن نقاد کے نظامِ ہستی کو برقرار رکھنے کے لیے ضرورت ہے کہ آپ جلد جلد لکھتی رہیں اور اپنے افکارِ ہمیلہ سے محروم نہ رکھیں ورنہ اب میری موت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔
مضمون بغیر اصلاح واپس کیا تو لڑوں گا، گو لڑنا نہیں آتا۔

صرف
آپ کا

(۱۲)

۱۸ مارچ (۱۹۱۷ء)

کیا لکھ دیا تھا خط میں ستمگر کہ پڑھتے ہی
بے چین کر دیا، دلِ خانہ خراب کو!

دلگیر قمر!
خدا خوش رکھے، مایوس ہو کر کل ۱۷ مارچ کو ایک لمبا خط اور بھیجا ہے جس میں افتتاحِ افتتاحیہ بھی ملفوف ہے۔ نقد کیا اثر سے دیکھ کر جلد واپس فرمایئے۔ آج صبح سے بہت بے تاب و پریشان تھا، خدا جانے کیوں قلب کے ٹکڑے اڑے جاتے تھے کہ اسی حالت کرب و اضطراب میں نہایت نامہ طا۔ جس کو پڑھ کر رو دیا، اب تک رو رہا ہوں اور جب تک یہ خط پیشِ نظر رہے گا روئے جاؤں گا۔ الامان!
میں اور تم سے روٹھ جاؤں، میں اور تم سے خفا ہو جاؤں تمام دنیا ملنے پر بھی ممکن نہیں! ارے توبہ! یہ آپ نے معافی کیوں چاہی، توبہ کیوں کی، جس سے میں تباہ ہو گیا، کھو گیا، کہیں کا نہ رہا ——— ہائے تم نے یہ فقرہ نہیں لکھا بلکہ ؎

کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

خدا بایں ہمہ محبت سلامت رکھے کہ دلگیر کی زندگی کا سہارا اب صرف تمہیں ہو۔
جانے دیجئے، مارچ کے لیے کچھ نہ لکھیے، اپریل ہی کے واسطے لکھئے۔ مگر جلد بھیج دیجئے کیونکہ دوسرے نمبر کی کتابت بھی اسی ماہ میں شروع ہو جائے گی۔
دو سطر کے ٹکڑے کو میں نے دل میں جگہ دی ہے۔ دیکھیے گا، کہاں رکھا ہے؟ اس دل کے ٹکڑے پر، جس سے آپ کے جذبات عیاں ہیں، دفتر کے دفتر نثار ہیں۔
چند سطریں کہ عطرِ زندگی! ظالم، اس میں تو نے بڑے بڑے نازک مضامین کا رس کھینچ لیا ——
نقاد کے پہلے نمبر میں بہت پاکیزہ مضامین ہیں۔ بڑی پیاری نازک خیالیاں ہیں مگر سچ کہتا ہوں سارے نقاد میں اس چاند کے ٹکڑے کا جواب نہیں ؎ لوگ دیکھیں گے تو مر جائیں گے

اسے دیکھ کر، میرا جی چاہتا ہے، اب کبھی قلم ہاتھ میں نہ لوں۔
"ایک کلی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تھک کر گر پڑی"
آہ! ——— اس خیال کی حسرت کوئی میرے کلیجہ سے پوچھے یا ——— آپ سے ——— دل ——— سے ———!
پھر دل میں ہے کہ بریلی کی رنگین گلیوں کی خاک چھانوں، وہیں کہیں، تھک کر گر پڑوں اور خاک ہو جاؤں۔ لوگ اس "غبارِ رنگین" کو اٹھائیں اور دریا تک پہونچا دیں۔ فہو المراد!

میں تو انجامِ محبت کے لیے تیار ہوں
کیا کروں ہے بارِ خاطر تم کو آسانی مری

خاکسار
جان نثار
دیگر

(۱۳)

۲۴ مارچ ۱۷ء

پیاری قمر

میری تباہی میں جو کسر رہ گئی تھی وہ اس خطاب نے پوری کر دی۔ اللہ تمہیں سلامت رکھے اور مجھے اس خطاب کا اہل ثابت کرے۔ کہو آمین!

میں شرمندہ ہوں کہ مجھ سے، آپ کی تعریف، آپ کی شان کے لائق نہ ہو سکی، اس پر بھی آپ شرمندہ ہوں تو ظلم ہے کہ نہیں؟

اب جو کچھ ہو، یہ مجھے سو جھی خوب، اس پر میں ناز کر سکتا ہوں۔ اپنی خوش خطی کا حال مجھ سے پوچھیے جس کی نوک پلک دل میں پیوست ہے ——— آہ!

بس آپ چپ بن رہیے اور کرنے دیجیے جو میرا دل چاہے۔

کل ۲۳ کو بمبئی سے بلاک کا تخمینہ آیا تھا جو آپ کے ملاحظہ کے لیے ارسال ہے، کل ہی تار دے دیا گیا کہ فوراً بلاک بنا کر زیادہ سے زیادہ ۳۱ تک روانہ کر دیا جائے۔ خدا کرے وقت پر بلاک بن کر آ جائے ورنہ پرچہ کی اشاعت میں ناحق مخواہ دیر ہو گی جو مجھے کسی طرح منظور نہیں۔ نقاد پریس میں ہے اور چھپ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ۳۱ مارچ کو چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس وقت تک بلاک بن کر آ گیا تو فوراً پرچہ روانہ ہو سکے گا۔ کہیے، آ جائے گا؟

اللہ کا شکر ہے کہ افتتاحِ انتساب آپ کو پسند آیا، یہ قدر دانی نہیں قدر افزائی ہے۔ اور وہ بھی نا اہل کو سچ یہ

ہے کہ آپ کے کلماتِ محبت اور جذباتِ قدر افزائی کا شکریہ میں ادا کرنا چاہوں بھی تو نہیں کر سکتا۔

تعریفِ محبت کا اہل بننے کی تدبیر مجھ سے پوچھی جاتی ہے، اے سبحان اللہ! اس قدر ستم ظریفی!! اسے میں کیا بتاؤں؟ خود اپنے دل سے پوچھیے وہی سب بتا دے گا۔ اتنا میں بھی جانتا ہوں ؎

تم چاہو اگر ..... کہنا ہو نہیں سکتا
یاں ہو نہیں سکتا کہ وہاں ہو نہیں سکتا

آپ کو یہ باتیں اچھی معلوم نہ ہوں گی لیکن دیکھیے کس قدر سچ کہہ رہا ہوں!

یہ ارمان رہ گیا کہ میرے مختصر مضمون میں کسی جگہ آپ کا قلم نہ لگا۔ کاش ایسا ہوتا تو اس کی آبرو بڑھ جاتی مگر جب آپ کو میری آبرو بڑھانی منظور بھی ہو۔

اب بھی آرزو پوری کرنے کا موقع ہے۔

توبہ! میں آپ سے لڑ سکتا ہوں ؎

کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا۔

مجھے خبر ہے کہ نقاد کیا ہوگا؟ خدا نظرِ بد سے بچائے اور آپ کی آغوشِ محبت میں جوان کرے! اُف!! مجھ کو دیکھو! اسے دیکھو، یہ تمنا دیکھو۔

اللہ آپ کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں سن لے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور سنے گا۔

ہائے تفصیل نہ لکھ کر آپ نے بہت بے چین کر دیا۔ خدا کے لیے صاف صاف لکھیے، مفصل لکھیے اور جلد لکھیے کہ اپنی داستانِ درد آپ کب سنائیں گی، کب سنیں گی۔ کہاں سنائیں گی، کہاں سنیں گی؟ سچ کہتا ہوں۔ اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ خدا جانے کس کس طرح اپنے غمگین اور وحشی دل کو سمجھا رہا ہوں، بہلا رہا ہوں۔ پھسلا رہا ہوں۔ لیکن یہی بیگانگی و لاعلمی قائم رہی تو چند مہینوں سے زیادہ نہیں جی سکتا۔ اس لئے چاہتا ہوں، آہ کس قدر چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں آپ کی داستانِ درد سن لوں، اپنی غم بھری کہانی آپ کو سنا دوں اور پھر

تم پر، ہاں تم پر، نثار ہو جاؤں، مر جاؤں!

آہ! کیا کوئی تدبیر ایسی نہیں کہ ہم ہمیشہ کے لئے، مدت العمر نہ چھوٹنے کے لیے کبھی نہ بچھڑنے کے لیے، ایک دوسرے سے مل جائیں ———؟

اس سوال کے جواب پہ میری موت اور حیات منحصر ہے، خدا کے لیے سوچ سمجھ کر دینا، اور وہ بات لکھنا جو حقیقتاً تمہارے دل میں ہو۔

ہائے اللہ! کس قدر حسرت ہے کہ آپ کے سفر کے پروگرام (نظام) میں کبھی غریب دربے کس آگرہ شامل نہیں ہوتا!!

پیاری! کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ بریلی میں وجہِ بے اطمینانی کیا ہے؟ پیاری! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ دلی یا پھر

لکھنؤ جانے کا ارادہ کس لیے ہے؟

میں جواب اور مضمون کا بے صبری و شوق کے ساتھ منتظر ہوں۔ آپ
نقاد کا انتظار کیجیے۔

جو ۱۰ ار ۱۱ تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔
پرچہ تیار ہے، صرف بمبئی سے بلاک چھپ کر آنے کا انتظار ہے۔ آج پھر تار دیا ہے۔
خدا کے لیے، مختصر خط نہ لکھا کیجیے، یہ مجھ پر ایسا ظلم ہے جو کسی طرح بھی برداشت نہیں ہو سکتا۔
آخر میرے شوق کی کچھ تو رعایت ہونی چاہیے ع

گل نہیں تو گل کی نگہت ہی سہی

آپ کی طرح لکھنا نہیں آتا۔ ورنہ خدا جانے کیا لکھتا۔

جان نثار
ولگیر

(۱۴)

۲۸ ار مارچ ۱۷ء

آپ کا محبت نامہ ۲۵ ار مارچ کا لکھا ہوا آج مجھے ملا ہے۔ اس سے قبل ۲۴ مارچ کو ایک خط اور لکھ چکا ہوں، خدا جانے وہ بھی آپ کو ملا یا نہیں؟

مگر اب مل کے کیا ہوگا۔؟

اس خط کے آخری فقرے پڑھ کر دل پر بجلی گر پڑی اور میں اس قابل نہ رہ گیا کہ آپ کو کسی بات کا برا بھلا جواب دے سکوں۔

آپ کو میری قسم "انکار نہ کیجیے" خدا مبارک کرے۔

میں بدنصیب رہ کر بھی زندگی کاٹ دوں گا۔ آپ اس کا غم نہ کریں۔ بے کس نقاد کے مر جانے کا البتہ افسوس ہوگا!
خیر اپنے ساتھ اس کا بھی صبر کر لوں گا۔

حسرت نصیب
ولگیر

(۱۵)

آگرہ ۱۴ ار اپریل ۱۹۱۷ء

پیاری

جذب محبت دیکھیے، آج آپ کا (چاند سا) خط ملا اور آج ہی آپ کو نامہ دیگر (نقاد) مل گیا ہوگا۔ کل جس وقت آپ کا خط پوسٹ ہوا ہے (۱۰۳ . P.M) ٹھیک اسی وقت نقاد بھی ڈاک میں ڈالا گیا تھا۔ لیکیے کب ملا؟

میرے طویل خط کا مختصر و تشنہ جواب، میرے شوق کی یہ رعایت ملحوظ، داد قبول فرمائیے!
میرے سراپا آرزو سوال کو آپ نے اب تک لاجواب رکھا، آپ کی مرضی۔ لاجواب ہی رکھیے۔ اس ادا پر بھی جان نثار ہے ؎

مطلب کی کہی نہ ایک ظالم کیا بات ہے تیری گفتگو کی

اب کسی طرح صبر نہیں ہو سکتا، ہائے اللہ کیا کروں؟ "کلی" نے اور آگ لگا دی۔ نقاد کچھ کہہ تفصیلی رائے لیجیے، کیسا نکلا؟ جو نقائص رہ گئے ہوں مطلع فرمائیے کہ دور کر دیے جائیں۔ میں چاہتا ہوں نقاد آپ کے خیالات کی تصویر مری بن کر نکلے۔ اس لیے ہمیشہ ٹوکتی رہیے۔

"حسن" کا منتظر ہوں — جلد آئیے۔

غزل اور کلی دیکھی، کیا بتاؤں پر افسردہ دل پر کیا گذر گئی؟ ایک گھنٹہ سے کم نہیں رویا۔ اب بھی آنکھیں نم ہیں یہی ان کی داد ہے۔

غزل سراسر حال ہے، کس کس شعر کی داد دوں، خصوصاً مطلع اور ان اشعار نے تو کلیجہ نکال لیا ہے ؎

(۱) روح آئی الخ (۲) یہ نہ سمجھیں گے الخ (۳) آنکھ ملتی تھی الخ

"اے کلی"

اُف، اس دلگیر عنوان نے کہیں کا نہ رکھا۔ کلی کے پردہ میں مخاطب صحیح کون ہے؟

آہ! یہ میں نہیں جانتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ جیسے کوئی مجھ پر گذری ہوئی بپتا کی کہہ رہا ہے اور اس "شب دلگیر" کی یاد دلا رہا ہے جب چاند نظر کے سامنے آتے ہی چھپ گیا تھا، اوجھل ہو گیا تھا۔

آہ! میں اس چاندنی رات کے خواب کو اب تک نہیں بھولا جسے میں نے بیداری میں کبھی دیکھا تھا۔

مضمون سر سے پا تک تخیل ہی تخیل ہے۔ کن کن نزاکتوں کی داد دی جائے؟ اگر قوت انتخاب مجروح ہے تو میرا قصور نہیں۔ میں وہ زبان کہاں سے لاؤں جس سے "رعایت جذبات" کی داد دوں۔ تاہم جہاں آپ کی نازک خیالی میری آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکی۔ اسے تو میں (ہی) میں سے کر ظاہر کرتا ہوں، آپ بھی ایک چٹکتی ہوئی نگاہ ڈال لیجیے:۔

۱۔ (اے گرہ زلف دوتا، اے عقدۂ بہار) اس خطاب پر شعرا کے ہزاروں دیوان نثار۔

۲۔ (اور تیری حسن کی قائل ہوں کہ صبح تک تو میرے ہم نفس ہونے کا بھی یارا نہ اٹھا سکی)

آپ نے کس قیامت کی چٹکی لی ہے۔ دل کا گذرا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔ آہ کس قدر شرمندہ ہوں۔

۳۔ (جب چاند کی کرنیں ..... میری انگڑائیوں سے ایک مدوجزر کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔)

ہائے کتنی حسرت ہے، اس وقت جب یہ عالم کیف طاری تھا، میں موجود نہ تھا ورنہ میری جان نثاری سے ان اداؤں میں جان پڑ جاتی۔ بتائیے!

کیا میری قسمت میں کوئی ایسی رات نہیں ؟!

۴ - (میری نیند میں تو اپنی آنکھیں کھول کر تباہ و برباد ہو جائے) کاش یہ موقعہ مجھے نصیب ہو۔

۵ - (تیرا تن نازنیں ..... تو ہمیشہ اسی خواب کے پاس رہے گی)

۶ - (میں تجھے مرقع میں ..... خواب ہی دیکھ رہی ہوں)

۷ - (اے کلی ..... میرے دامن میں رہے گی)

۸ - (ے میں قبائے تصویر میں ..... میری صورت کے لئے تڑپ رہا ہے، بے قرار ہے)

کیا ان جذباتِ لطیف و خیالاتِ نادرہ کی داد دی جا سکتی ہے؟ کیا ان دل کے ٹکڑوں کا کوئی مول ہو سکتا ہے۔ جن کے معاوضہ میں جان سی شے بھی حقیر ہے؟

سچ یہ ہے کہ نہ اس سے بہتر تمہید ہو سکتی ہے اور نہ خاتمہ، خاتمہ پر میں جس قدر ناز کروں کم ہے کہ اس کا مخاطب دنیا میں دلگیر کے دل کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

"ایک نغمہ سا مزار"

آپ کی پیاری زبان سے سنتے ہی دل اچھل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ "وہ کلی" بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ اچھل رہی تھی اور زبانِ حال سے گویا تھی :-

"میں وہاں پہونچ گئی جہاں مجھے پہونچ جانا چاہیے تھا۔"

کیا میں اس چاند سی صورت کو دیکھ سکتا ہوں جس کے یاسمینی سینہ پر اس کلی نے ایک رات، پوری ایک چاندنی رات بسر کی ہے؟ کیا مجھے بھی یہ شرف و افتخار حاصل ہو سکتا ہے کہ ایک رات مل کر بسر کر لینے کے بعد میری خاک آزاد ہی آپ کے دامن رنگین میں رہے؟ خدا کے لئے ان سوالوں کا عملی جواب دیجئے ورنہ حسرت ہی میں تمام ہو جاؤں گا جو شاید آپ کو منظور نہ ہو۔

ایک جگہ آپ نے لکھا ہے "اے پژمردہ کلی" "پژمردہ" کی جگہ "دلگیر" لکھ دیتیں تو میری آبرو یقیناً بڑھ جاتی۔ مگر ایسی قسمت کہاں؟

آپ ہنسیں گی اگر میں یہ کہوں کہ اپنے سخن و غزل کی معرفی کے لیے خود ہی نوٹس لکھ دیجئے کیونکہ میں اپنی قابلیت کو اس فرض کی ادائیگی سے قاصر پاتا ہوں، کم از کم میری یہ خواہش تو پوری کرنی ہو گی۔

دیکھو! تمہیں ہماری قسم، انکار نہ کرنا۔

جواب فوراً آئے اور مفصل۔

کیونکر کہوں

آپ کا

دلگیر

(۱۶)

۱۶ر اپریل ۱۹۱۷ء

ماہِ التفات

روحی فداک۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ آپ کے خط کا جواب ۱۴ر کو لکھنے کے بعد خود بخود جی بھر آتا ہے، رو تا ہوں مگر تسکین نہیں ہوتی۔ ہائے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ؎

جان برباد کرم ہے، دل تباہِ التفات

کل کی رات جس کی صبح کو یہ خط لکھ رہا ہوں، آنکھوں میں کٹ گئی، تاروں کو دیکھا کیا ہے۔

"چاند" یہاں بھی نظر نہ آیا!

اپنی حسرت کی داد کس سے لوں؟

نہ معلوم کیوں؟ رات نیند نہ آئی، مرمر کے صبح ہوئی، بس وہی "افسردہ کلی" پیش نظر تھی جس نے آپ کے دھڑکتے ہوئے سینہ پر ایک رات بسر کی تھی۔ رہ رہ کے خیال آتا تھا۔

"مجھ سے تو وہ کلی ہی اچھی"

اس خیال سے کلیجہ میں ہوک اٹھی، دل کی بے تابی بڑھی اور یہ نالے خود بخود موزوں ہو گئے۔ افسوس جن کی داد دینے والا بھی یہاں موجود نہیں آپ کے پاس اصلاح کی غرض سے بھیجتا ہوں۔ خدا کے لئے کہیں ان پر اپنا نازک قلم لگا دینا۔ آبرو بڑھ جائیگی۔

آہِ دلگیر

مرنے والے! یہ ترے دل میں خیال اچھا ہے — جان جاتی ہے مگر کہتا ہے حال اچھا ہے!
اب ہے کیا ذکرِ شبِ ہجر جو دل پہ گذری — پوچھنے والے سلامت رہیں، حال اچھا ہے
جی اٹھے گا ابھی یہ ہجر میں مرنے والا — آپ پوچھیں تو سہی اتنا کہ حال اچھا ہے
آپ آزردہ نہ ہوں، روئیں نہ تربت پہ مری — آپ کی جان سے دور، اب مرا حال اچھا ہے
ہائے اس حال سے سب عمر ہوئی اپنی بسر — یہ نہ پوچھا کبھی تم نے "تیرا حال اچھا ہے"
سن لیا جب کہ بُرا حال ہے تم نے پوچھا — چارہ گر پوچھتے ہیں مجھ سے کہ حال اچھا ہے
ان کے جلوہ سے ہیں محروم ہماری آنکھیں! — آہ! دلگیر، یہ نیرنگِ جمال اچھا ہے

وہی اچھا ہے کہ ہو جس میں "کسی" کی مرضی
ہجر اچھا ہے نہ دلگیر وصال اچھا ہے

ہائے، یقین کرو، اب میری وحشت بڑھتی جاتی ہے، کسی طرح ضبط اور صبر نہیں ہو سکتا۔ دل، وہ باتیں چاہتا ہے،

ایک روزانہ خط، دوسرے قدمبوسی —

تمھیں میری جان کی قسم، سچ سچ بتاؤ، تمھارے قدموں میں جان دینے کے لیے کب تک صبر کروں؟ بس تاریخ مقرر کر دو نہیں تو مجھے خدا پر چھوڑ دو اور کرنے دو جو میرا دل چاہے — پیاری! جی چاہے تو اس کا ضرور کچھ انتظام کرو کہ تمھارا خط مجھے روزانہ مل جایا کرے ورنہ میں اپنے حواس میں نہ رہوں گا۔ پاگل ہو جاؤں گا۔

آپ کے مراسلات نے ایک نیا لٹریچر پیدا کر دیا ہے، باور فرمائیے۔ آپ کا خط نہیں ملتا تو میں کھویا کھویا سا رہتا ہوں ہائے کسی کام میں جی نہیں لگتا، خدا جانے یہ آپ نے کیا کر دیا ہے؟ مسز! اگر میری آرزوئیں پوری نہ کی گئیں اور صاف صاف جواب ہر بات کا نہ ملا تو بس پھر میں ہوں اور بریلی ہے اور دربار کے سمدھے!

دیکھ لینا، نقاد کو چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوں گا۔ ان گلیوں کی خاک چھانوں گا جہاں "قمر منزل" ہے۔

اور اپنی قمر کی جان نواز پر چوکھٹ پر جان دے کر دم لوں گا۔

پیاری! انھیں محض الفاظ نہ سمجھنا، دل کی حالت یوں ہی رہی تو یہ اک روز ہو کر رہے گا۔ خطوں کا جواب اور نقاد کی رسید، پیاری لکھ اور جلد لکھ۔

دیوان حسرت موہانی پر آپ ریویو کرنا چاہیں تو بھیج دوں۔ نقاد میں کچھ نقد کا سلسلہ بھی آپ کی طرف سے رہے تو مناسب ہوگا۔ دنیا ویسے ہی حیران ہے۔ یہ دیکھ کر اور آئینہ بن جائے گی۔

بیگم حسرت نے مجھ سے پوچھا:۔

"نقاد ایک خاتون کے ہاتھ میں"

کے عنوان سے جو اشتہار شائع ہو رہا ہے اور جس کی تعریف بے حد دیکھی وہ کون ہیں؟ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو منصل کیفیت سے اطلاع دیجیے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی چیز کی تعریف سن کر اس کے دیکھنے یا کم سے کم اس سے واقفیت بہم پہونچانے کی جستجو رہتی ہے۔"

میں نے ان کو لکھ دیا ہے ؎

"آہ نہیں رخصت افشائے راز قصہ تو معلوم ہے سارا مجھے

اگر آپ ان کو دیکھنا چاہتی ہیں تو نقاد میں دیکھیے جو عنقریب حاضر خدمت ہوگا۔ ہاں اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ "وہ "ایک دکھتا ہوا جی اور ایک جان ناتوان ہے جس کے تالے نقاد میں دیکھیے گا۔"

آپ ہی بتائیں اور کیا لکھتا؟

جی نہیں چاہتا ختم کروں مگر سیع خراشی آخر کہاں تک؟

لیجیے آداب، اب جاتے ہیں ہم۔

ہلاک آرزو

دلگیر

(۱۷)

۱۷ اپریل ۱۷ء

تمنا کو تم اپنی منع کر دو
ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے

جانِ دلگیر

آج، ہاں آج غالب توقع تھی، پوری امید تھی کہ آپ کا مسیحا نامہ لے گا، لیکن آہ نہ ملا۔ کیا بتاؤں غم نصیب جن پہ کیا گذر گئی۔ ہائے خدا کسی کو امیدوار نہ کرے!

جواب نہ سہی، کم سے کم نقاد کی رسید فوراً دینی تھی۔

پرسوں رات سے بُرا حال ہے، خبر نہیں کیوں؟ کل کی رات بھی جیسی گذری۔ الامان بیان کر کے آپ کو افسردہ کرنا نہیں چاہتا ؎ ہاتھوں پہ ساری رات دلِ ناصبور تھا

اضطراب شبی میں یہ شعر اور ہو گئے جو بہ نظرِ اصلاح بھیجتا ہوں۔

یادِ ایام کہ مر مر کے کٹی ہجر کی شب — جو گذر جائے کسی پہ وہی حال اچھا ہے
گو نہ آئے مری بالیں پہ دمِ نزع یہاں — خیر پوچھا تو سہی تم نے کہ حال اچھا ہے
نہ خوشی جینے کی مجھ کو نہ ہے مر جانے کا غم — آپ جس حال میں رکھیں وہی حال اچھا ہے
لکھی دلگیر نے خاطر سے تمنا کی یہ غزل — اس کو جو حال پسند آئے وہ حال اچھا ہے

پہلے مقطع میں صرف آپ کے لیے یہ ترمیم کر دی ہے ؎

وہی اچھا ہے کہ ہو جس میں قمر کی مرضی — ہجر اچھا ہے نہ دلگیر وصال اچھا ہے

رات تو یوں گذرتی ہے اور دن بھر وہ کلی دیکھتا رہتا ہوں جسے کاغذی پیراہن دے کر حیاتِ ابدی بخش دی ہے۔ اس فریب کی دل گرفتگی و دلگیری دیکھ کر طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے۔ بے اختیار رو دیتا ہوں۔ سارے "آنسو" کلی "پر گرتے ہیں۔ جن کی نمی شاید اسے کبھی شگفتہ و شاداب کر سکے۔

کیا کوئی صورت ایسی نہیں کہ میں بریلی حاضر ہو کر اک نظر آپ کو دیکھ لوں؟ خدا کے لئے صاف صاف لکھو۔ بے چین ہوں۔ آ گرہ تو آپ کیوں آنے لگیں؟

کیا آپ کی کوئی تصویر ہے؟ ہو تو اسی کو بھیج دیجیے۔ غم غلط ہو جائے گا۔ اچھا یہ بھی نہ سہی، اپنا رومال ہی میرے آنسو پونچھنے کے لیے بھیج دیجیے (ابھی ابھی ایک ہچکی آئی، شاید آپ نے یاد کیا) ہائے ؎

آتا نہیں کوئی آنسو پونچھے — کیا روؤں میں اپنی بے کسی کو

"حسن" کا بے صبری و شوق کے ساتھ منتظر ہوں۔ خدا جانے کس قیامت کا ہو گا؟ •

(کہہ دیجئے "کسے خبر ہے") شاید میں اس آئینہ میں آپ کو دیکھ سکوں جس کی بڑی تمنا ہے۔ فرصت ہو اور جی بھی چاہے تو "مہندی" یا "اتری ہوئی مہندی" پر کچھ لکھ ڈالیئے کہ یہ آپ کا حصہ ہے۔ جان دینے کے لئے میں حاضر ہوں۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

دل سے تمہارا
دلگیر

(۱۸)

۲۰ اپریل ۱۹۱۷ء

جان دلگیر

سلامت رہو۔ دعائے نیم شبی قبول ہوئی، وہ خط جس کے لیے بے تاب تھا، ملا، بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا، دل میں رکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ آپ بھی اسے سچ سمجھ گئیں — اب حضور! وہ تو (ادبی) اپریل فول تھا۔

کیا میرے پریشان خطوں کا فائل رکھا جاتا ہے؟ للہ ان سب کو پھاڑ ڈالیے، جلا دیجئے، وہ مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ان میں سے کتنے خط ایسے ہیں جن کا فائل رکھا جا سکے؟ قسم لو، ایک نہیں!

بے ہوش تو ضرور ہوں (اور خدا مجھے بے ہوش ہی رکھے) مگر اتنا ہوش ہے کہ میرے قلم سے آپ کی توہین نہیں ہوئی، یہ صرف کاتب نقاد کی عنایت ہے جس نے مجھے آپ سے شرمندہ کیا۔ میں نے اس طرح لکھا تھا:-

"لکھنے والی نے بڑے بڑے نازک" خیالوں" کا ستب کھینچ لیا"

کاتب نے علامات اوقاف اڑا کے ذم کا پہلو پیدا کر دیا۔ مجھے بھی صحت کے وقت اس کا خیال نہ رہا۔

میں سنا کرتا تھا "عاقلاں پیر دِ نقطہ نہ شوند"

یہ بات غلط ثابت ہوئی۔

بر تقدیر، میری نیت آپ کی توہین کی ہرگز نہ تھی، نادانستہ جو توہین ہو گئی ہے اس کی بادب معافی چاہتا ہوں اور اس غلطی کی تصحیح کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ جلد لکھیے کہ کن الفاظ میں معذرت کروں؟

جاندار پتی کو آپ مجھ سے جدا دیکھنا چاہتی تھیں مگر یہ مجھ سے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ میں اسے اپنی آغوش سے علیحدہ رکھوں۔ دل میں جگہ دی اور کہاں رکھتا؟

بے شک وہ اشتہار معلوم ہوتا ہے مگر اشتہار محبت

ایک ادیب اور سخت کافر نقاد نے اس کی نسبت مجھے لکھا:

"جاندار پتی اسی نوٹ اور اسی جگہ کی مستحق تھی جو اس کو دی گئی۔ حقیقت میں نقاد ہو، تمہارے انتخاب کا کیا کہنا، خود

منتخب ہو، اُف! کمال کر دیا۔"

آپ کا مضمون واقعی بلاک سے نہیں چھپا، اس بالغ نظری کی داد قبول فرمائیے۔ جب بلاک بننے میں دیر ہوئی تو میں نے کھا کر فوٹو زنکو سے چھاپ کے بھیج دیں۔ چنانچہ یہ اسی طریقہ سے چھپ کے آیا ہے۔ بلاک وقت پر بن جاتا تو اور چار چاند لگ جاتے، اس پر بھی پسند آیا، اپنے خلوص کی تعریف کیجیے۔

خوش ہوا کہ آپ نے مخلصانہ نقد و نظر سے مستفید فرمایا۔ اسی طرح آپ ٹوکتی رہیں تو نقاد ایک دن کچھ ہو جائے گا۔ مضامین کی نسبت آپ کی رائے درست ہے۔

نیازہ کو آپ کی طرف سے مبارکباد لکھ دی۔

گلاب، آسکر وائلڈ کے مضمون کا ترجمہ ہے، خوب اندازہ کیا۔

گیتان جلی، لطیف سے لے کر اور شاعر کا انجام الہ آباد سے منگا کر روانہ کروں گا۔ صرف پلیٹر صاحبان کی تحریک پر اپنی جانب سے اشتہار دے دیا ہے، کتابیں دونوں میرے پاس نہیں۔

نقاد کا سرورق اکٹھا (چند ماہ کے لیے) چھپ گیا ہے اس لیے مجبور ہوں، آئندہ سرورق پر نقاد عربی خط میں خوبصورت لکھواؤں گا۔

آپ "شاہ" کا لفظ نکلوا کر میری روحانیت مجھ سے چھیننا چاہتی ہیں، بہت اچھا میں اپنی روحانیت بھی (جسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں) آپ پر قربان کر دوں گا۔ جب تک موجودہ سرورق باقی ہے "شاہ" پر چپی لگ جائے گی اور نئے سرورق پر صرف "دلگیر" ہوگا آئندہ آپ کی خوشی ہوئی تو دلگیر بھی نہ رہے صرف قمر ہی قمر۔ اعراب غلط ہے، صحت ہو جائے گی، اس محبت آمیز انتباہ کا دلی شکریہ!

محسن اب تک نہیں آیا۔ جلد بھیجیے۔ غزل بھی بعد اصلاح جلد آنی چاہیئے۔

خوش خبری سننے کے لیے تیار رہوں، آہ! ایسی تقدیر کہاں؟

کل کی ڈاک سے یہ خط اور مضمون ملا۔ جسے بھیج رہا ہوں، شائع کرنے کی رائے ہو تو اپنے نوٹ کے ساتھ واپس فرمائیے۔ میرے اور خط ابھی تک لاجواب ہیں۔ آہ۔

دلگیر

(۱۹)

۲۵، اپریل (۱۹۱۷ء)

خط تجھ کو وہ لکھے جو تری یاد چھوڑ کر
دل محوِ فکرِ واپسیِ نامہ بر کرے

پیاری

بہت شتابی ہو، خطوں کے جواب میں اتنی دیر، کل نہ مرا تو آج مر جاؤں گا! آپ یہ سن کر ہنسیے اور میں روؤں کہ ۱۲، اپریل

کو جب آپ کا خط نہ ملا تو طبیعت میں الجھن پیدا ہوئی، دل کی وحشت بڑھی اور مجھ سے کسی عنوان ضبط نہ ہو سکا۔ سیدھا اسٹیشن پہونچا۔ ٹکٹ لیا اور روانہ ہو گیا۔ راستہ میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ قلب میں پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ خیر، دیارِ محبوب کے شوق میں رات کٹ گئی، صبح ہوتے ہی بریلی میں تھا (یعنی ۲۴ کو) دن بھر اس پیارے شہر کی گلیوں کی خاک چھانتا پھرا۔ پہلے ذخیرہ کیا، پھر میر کے دروازہ کو بوسہ دیا، سجدہ کیا اور الٹے پاؤں واپس آیا۔ پھر اس تلاش میں ہر جگہ گیا کہ کسی طرح "قمر منزل" کا پتہ مل جائے تو وہیں پاؤں توڑ کے بیٹھ رہوں مگر تیرہ بختی ساتھ تھی، ناکامی ہوئی، آپ کا کھوج نہ لگا۔ آہ مجھے اس دل کی بیتابی نے مارا۔ یہ دل جسے پسند کرتا ہے، کہاں سے لاؤں اس آرام جان کو۔ اپنی دیوانگی و شوریدہ سری کی داد نہیں چاہتا۔ میں یہ سمجھ کر خوش ہوں ؎

مری ناکامیوں پر تم کو رحم آجائے گا آخر　　مری امید میری سعی لاحاصل سے نکلے گی

خیال تھا کہ وہاں پہونچ کر تسکین ہو جائے گی مگر کچھ سکون نہ ہوا۔ اختلاج اور بڑھا۔ اسی وحشت کا یہ نتیجہ اضطراری تھا کہ رات کی گاڑی سے واپس آیا۔ راستہ کی یادگار یہ شعر ہے جسے آپ بھی سن لیجئے ؎

پھر ترا تغافل جاں گسل نہ کرے کہیں تجھے منفعل　　کہ بہت ہی زار و شکستہ دل ترے در سے اہلِ وفا گئے

آج یہاں آکر بھی کوئی خط نہ پایا۔ اپنی دل شکستگی کس سے کہوں؟ خدا جانے بخیر گزرے حسن، کب تک آتا ہے، غزل کی اصلاح کون کرتا؟ رسید تک ندارد" نا بیدہ" کے مضمون کے متعلق کوئی رائے نہیں، نوٹ نہیں۔ رسید نہیں، اللہ رے استغنا!

آپ کے پوچھنے والوں نے تنگ کر رکھا ہے۔ کس کس کو جواب دوں؟ مسز سجاد حیدر کا خط آیا ہے جسے بجنسہٖ ارسال کرتا ہوں۔ ان کو خواہ براہ راست جواب دے دیجئے۔ یا میری معرفت۔

آپ کو کیونکر یقین دلاؤں کہ خط جلد نہ ملنے سے میری حالت تباہ ہو جاتی ہے، اپنے ہوش میں نہیں رہتا، نقاد کے کام میں بھی دل نہیں لگتا۔ اس لیے جس طرح ممکن ہو جلد جلد یاد فرماتی رہیئے اور مفصل۔ ورنہ آپ کا صبر آزما سکوت کسی دن میری جان لے لے گا!

ہائے اللہ! اختر میاں کب آئے گی؟

بدستور دیگر

(۲۰)

آہ

یہ خانہ وہی ہے اور وہی سوزِ غمِ فرقت
مرے کس کام آیا آپ کا رشکِ قمر ہونا

آزردہ

۲۸ اپریل (۱۷ء)　　دیگر۔

(۲۱)

۲ر مئی ۱۷ء

اے عیسیٰ بیماراں از ہجر تو رنجورم
شاید نہ خبر داری از حالتِ بیماری

آنکھوں میں بسنے والی، دل میں سمانے والی!
تجھ پر سلام!!

ہائے خدا جانے آپ کیسی ہیں؛ کس حال میں ہیں کہ اب تک سوادِ خط سے آنکھیں پُر نور نہیں ہوئیں ؎

گوش بر پیام و چشم محروم جمال
اک دل تسپر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

کم سے کم اپنی خیریت تو لکھیئے۔

یہ بدنصیب آنکھیں جس طرح آپ کے خط کو روزانہ ڈھونڈھتی ہیں۔ انھیں آنکھوں سے پوچھیے۔

آہ! میری حالت کون دیکھے؟ ؎

دمِ بے کسی ہے کہ پرسانِ حال کوئی نہیں — تھا ایک دل وہ تمھارا ہی جاں نثار ہوا

خیر پیاری، تم سلامت رہو، میں ایک ارادہ کر چکا ہوں اور وہ جلد پورا ہوگا۔

جب سے مرنے کی جی میں ٹھانی ہے
کس قدر ہم کو شادمانی ہے!

جان سے بیزار
دیگر

(۲۲)

۳ر مئی (۱۷ء)

سرکار

عتاب نامہ ملا۔ پڑھ کر اپنے حال میں نہ رہا، غصہ وہ بھی بیمار کا کیونکر برداشت کروں؟ آپ کی علالت سے جی نڈھال ہوگیا۔ آہ تیمارداری اور مزاج پرسی کیسے کروں؟ صرف دعا کرتا ہوں، خدا قبول کرے۔

علالت کی تفصیل نہ معلوم ہونے سے اور وحشت ہے

میں اور آپ کے مضمون میں کسی جگہ اصلاح دوں ؏

یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

دیگر صرف اظہار شوق کے لیے لکھ دیا تھا۔ آپ کا مضمون بجنسہٖ لکھ گیا۔ بیگم حسرت کو اچھا جواب نہ دے سکنے پر شرمندہ ہوں آئندہ احتیاط رکھوں گا۔ غزل پسند آئی، حسنِ نظر کی داد قبول فرمائیے۔ میں نے اپنی غزل روک لی۔ اجازت ہوگی تو دوسرے نمبر میں شائع کر دوں گا ورنہ نہیں۔

میں اپنی تاویلات منفعل پر سخت نادم و پشیمان ہوں اور گذشتہ بے ادبیوں کی باادب معافی چاہتا ہوں۔ اب ایسی خطائیں نہ ہوں گی۔

میں رومانیت کا زبانی وعدہ واپس لیتا ہوں اور غلط اظہارِ خیال پر منفعل ہوں۔

آئندہ "شاہ" نہ رہے گا۔

آہ میری شان، مجھ بے چارہ کی شان ہی کیا؟

ناہید کا خط اور مضمون واپس ملا۔ جواب اور نوٹ کی تعریف کرنے کی قابلیت مجھ میں نہیں ہے۔

نذر سجاد کو آپ نے جواب لکھ دیا؟

کیا ۱۷، ۲۵، ۲۸ اپریل اور ۲ مئی کے خطوط آپ کو نہیں ملے؟ ممکن ہو تو خیریت روزانہ لکھتی رہیے۔

معتوب و شرمسار
دیگر

(۲۳)

۱۱ مئی (۱۷ء)

مجھ سے خفا ہو جانے والی
کیا اب یہ خفگی دور نہ ہوگی؟

بے دل ہو تو آؤ مجھ سے دل لو
روٹھی ہو گلے لگاؤں مل لو

متواتر خطوں کا جواب نہیں، نہ سہی، خیریت تو لکھی ہوتی کہ صبر آتا۔ ۹ مئی کو گیتان جلی بذریعہ رجسٹری روانہ کی ہے جی چاہے تو رسید دیجیے۔ شاعر کا انجام ابھی الہ آباد سے نہیں آیا، جس وقت آئے گا اسی وقت روانہ کر دوں گا۔ دیوانِ حسرت بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ علی گڈھ سے ایک خاص نسخہ آپ کے لئے منگایا ہے۔

تیسرے نمبر کی کتابت "حسن" کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔ آپ بھیجیں تو شروع ہو۔ میں حسن کو اس نمبر کا عنوانِ اولیں بنانا چاہتا ہوں۔ جس طرح ممکن ہو فوراً ارسال فرمائیے اور کوئی غزل بھی۔

اس طرف دیکھیے۔

"کل" کی تقریب لکھی ہے لیکن جب مجھے ہی پسند نہیں تو آپ کو کیا پسند آئے گی؟ میں کیسا ہوں؟ نہ پوچھیے، ہائے

مٹنے والے دلوں کی کار فرمائی نہ پوچھ
یاس اور اُمید کی ہنگامہ آرائی نہ پوچھ
ہجر میں کیا کیا ہوں وقفِ ناشکیبائی نہ پوچھ
"کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا"

اگر اس خط کا جواب اور حُسن نہ آیا تو پھر تکلیف نہ دوں گا۔

اپنی جان سے خفا
دل گیر

(۲۴)

آگرہ ۱۲ مئی ۱۹۱۷ء

پیاری قمر

ابھی ابھی مسیحا نامہ ملا۔ مر رہا تھا چلا لیا تم نے۔

کل ہی مایوس ہو کر ایک خط اور بریلی بھیجا تھا۔ خدا جانے اب اس کا کیا حشر ہوگا؟ اس خط سے قبل ۹ مئی کو گیتان جلی بذریعہ رجسٹری (بریلی) روانہ کر چکا ہوں کالج کو ملی ہوگی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ بریلی سے گیتان جلی اور میرا ۱۱ مئی کا خط منگا لیں اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے افسوس ہوگا۔

افسوس ہے کہ آپ اُدھر مطمئن نہ رہ سکیں۔ خدا اب اطمینان دے دلی کا نام نہ لیجیے، یہ نام سُن کر خدا جانے میں کیوں کانپ جاتا ہوں؟ آپ کی بیگانگی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ نقاد کا کس کافر کو ہوش رہا۔ اب آپ کا خط آیا ہے تو نقاد کا کام بھی ہوگا۔ پرچہ لکھا ہوا کب کا تیار رکھا تھا اور آپ کا خط اس سے قبل مل جاتا تو اب تک چھپ کر آپ کے ہاتھ میں ہوتا۔

اس قدر پریشان تھا کہ نقاد چھپوانے کو جی نہ چاہا۔ جمعہ سے چھپنا شروع ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ کے اندر تیار ہو جائے گا۔ اس تعویق کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً میں نہیں۔

حُسن کو بہت جلد پورا کر کے بھیج دیجیے کہ تیسرے نمبر کی کتابت اسی کے انتظار کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے۔ میں حُسن کو اس نمبر کا عنوانِ اولین بنانا چاہتا ہوں۔ اپنی محبت کا واسطہ جلد بھیج دیجیے۔ ورنہ یہی لکھ دیجیے کہ اس کے لیے نقاد کے کتنے صفحے محفوظ رکھے جائیں کہ اس کے آگے کتابت شروع کرا دوں۔

میں اور آپ سے خفا، تمام دنیا ملنے پر بھی ممکن نہیں ہے

ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر
خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے

آہ - آخر مئی سے اب جون ہو گیا، یوں ہی آج کل میں قیامت نہ آجائے - "ہم ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کریں گے" کیا ہوئے؟

کھاؤ تو قسم میرے لہو کی!

آہ! خدا جانے کیوں باور نہیں آتا؟ خیر زندگی ہے تو یہ چند دن بھی گذر جائیں گے خدا اس خواب کی تعبیر پوری کرے کہو آمین

ہائے اللہ! یہ انیس دن کیسے کٹیں گے؟

مختلف اخبارات و رسائل نقاد پر ریویو کر رہے ہیں - اس وقت تک سب سے اچھا ریویو گلچیں نے کیا ہے - (جو آج آپ کے خط کے ساتھ ہی مجھے ملا ہے اور جسے حضرت ریاض نکالتے ہیں) جسے میں نقاد میں نقل کروں گا -

گلچیں نے آپ کی جانبداری بھی اپنے دامن میں لی ہے یعنی ریویو کے ساتھ نقل کی ہے - اس کے بعد خطیب دہلی کا دلکش ریویو ہے جسے آپ کی رائے لینے کے بعد نقاد میں نقل کرنے کا ارادہ ہے -

ستارۂ صبح نے اپنی تازہ اشاعت میں نقاد پر تفصیلی نگاہ ڈالی ہے اور آپ پر بھی نظر انتقاد ہے جس کا جواب آپ کو نقاد کے ذریعہ سے دینا چاہیئے - اور جلد - ارشاد ہو تو ستارۂ صبح بھیج دوں - یہ بھی کہیے گا کہ بذریعہ رجسٹری روانہ کروں یا معمولی طور پر -

ناظر لکھنؤ نے آپ پر اور نقاد پر نہایت ناپاک نگاہ ڈالی ہے، مئی کے پرچے میں خوب زہر اگلا ہے، بے نقط گالیاں دی ہیں - جن کا میری رائے میں سوائے اس کے کچھ جواب نہیں ہو سکتا ع

"نہ فوری فشاند و سگ بانگ می زند"

آپ کو دیکھنا بھی نہ چاہیے - اس لیے اُسے بھیجنے کا خیال بھی نہیں -

ہاں آپ کے دہلی گزٹ دہلی نے بہت کمینہ حملہ مجھ پر اور آپ پر کیا تھا جو ذاتیات کی حد تک پہونچتا تھا مگر میں نے ان بھونکنے والوں کی کچھ پرواہ نہیں کی - آپ بھی قطعاً نظر انداز کر دیجیئے ع

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

اور اخبارات نے جو ریویو کیے وہ قابل ذکر نہیں - سب نے معمولی تعریف کی ہے -

عام طور پر آپ کی نسبت میں شک کیا جاتا ہے اور لوگ باور نہیں کرتے کہ یہ مضامین کوئی عورت لکھ سکتی ہے - اس کے علاوہ اکثر پڑھے لکھے لوگ آپ کا پتہ، نشان اور صحیح نام دریافت کرنے کے لیے بے چین ہیں - زیادہ تر یہی خیالات آپ کی نسبت ستارۂ صبح نے بھی ظاہر کیے ہیں - اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان تمام شکوک و شبہات کا تسکین بخش جواب آپ کی طرف سے نقاد میں جلد شائع ہو جائے ورنہ آپ جانتی ہیں تمام دنیا و لیکچر نہیں اور میں بدگمان طبیعتوں کو کس طرح یقین دلاؤں کہ آپ مرد نہیں عورت ہیں اور عورت بھی کیسی؟

مجھ کو مجھ سے چھین لینے والی

حامد حسن قادری نے نقاد میں آپ پر بہت پاکیزہ نگاہ ڈالی ہے - جسے پڑھ کر میں خوش ہوں اور نقاد میں درج کرنے پر

مجبور۔ آپ بھی اسے جلد دیکھ سکیں گی۔

انھوں نے آپ کی نسبت میں شک کیا ہے اور عورت سے یہ خیالات منسوب کرنے میں وہ بھی متامل ہیں لیکن نہایت شریفانہ اور مہذب پیرایہ اختیار کیا ہے جس سے آپ کی تنقیص نہیں توصیف نکلتی ہے۔ بہرحال میری رائے ہے کہ ستارۂ صبح اور قادری کی لئے دیکھ کر آپ کو ایک مضمون لکھ دینا چاہیے۔ جس سے لوگوں کا اطمینان ہو جائے اور یہ بحث ہمیشہ کے لیے ختم۔

ہائے آپ کو خط لکھتا ہوں تو ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ باتیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ ایک آپ ہیں کہ چند سطروں سے زیادہ کبھی مجھے نہیں لکھتیں، وہ بھی مدت بعد، اچھا یہ صحبت ختم پھر ملیں گے۔

خدا کرے یہ خط آپ کو مل جائے اور جواب حسبِ وعدہ جلد آئے کہ مجھے پھر اخبارِ آرزو پر مجبور ہونا پڑے۔

سراپا شوق
دلگیر

(۲۵)

۲۳ مئی (۱۹۱۷ء)

خدا کا شکر ہے خط تو ملا، یہاں اس کی بھی امید نہ رہی تھی۔

آپ نامراد نہ رہیں مگر میں تو یقیناً نامراد ہوں اور نامراد رہوں گا۔ ایسا ہی نظر آتا ہے۔ خیر اللہ کی مرضی۔

آخر مئی نوٹ کی تھی۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ شوں کا پہلا ہفتہ بھی اک خواب ہے وہ بھی پریشان۔ میں اب بالکل مایوس ہوں اور کوئی امید نہیں رکھتا ؎

سب حسرتوں کا پاس نے کھٹکا مٹا دیا جن سے خلش تھی دل میں وہ کانٹے نکل گئے

مجھ گمنام خلائق اور رسوائے زمانہ کے حالات ہی کیا کہ آپ پوچھیں! آہ

میں تو رسوائے جہاں آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں

اور سوالات کا جواب زبانی دے سکتا ہوں لیکن اس زندگی میں آپ سے ملنے کی کوئی توقع اب مجھے نہیں ؎

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

ایاز قدر خود بشناس کے مقولہ پر نظر ہوتی تو آج یہ صدمہ مجھے نہ ہوتا۔ اللہ رے آپ کی محبت کے طلسم جمیل کی سحر کاریاں! لیکن میں اس نامرادی ہی میں خوش ہوں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

بدنصیب
دلگیر

۲۶

۱۱ جون (۱۹۱۷ء)

پیاری قمر

خدا کی قسم آپ کی محبت دیکھ لی۔ یاں جان پر بنی ہوئی ہے اور آپ ہیں کہ جواب تک نہیں دیتیں؟

ظالم یہ محبت کا تو دستور نہیں ہے

میں اب بھی شکایت نہ کرتا اگر آپ وعدہ نہ کرتیں کہ جلد جلد جواب دیتی رہوں گی۔ آہ! تعلق اس کا ہے ؎

ہنسے گی دیکھ کر دنیا یہ ظالم کیا طریقہ ہے کہ سچے چاہنے والوں کو جھوٹا آسرا دینا!

ماہ مئی گذر گیا، جون بھی گذرا جا رہا ہے۔ ہائے پھر کون سا وقت آئے گا کہ

"ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کریں گے"

شوال کے پہلے ہفتہ میں؟ آہ اس وقت تک کون زندہ رہے گا؟

سنتا ہوں رمضان المبارک میں مرنے والوں کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔

اچھا رمضان شریف کی ۲۹ تاریخ ابھی سے نوٹ کر لیجئے۔

دیکھنا ہے کون بچا نکلتا ہے۔

مجھ سے تو آپ خفا ہیں ہی لیکن غریب نقاد سے خفگی کا سبب تو بتائیے۔ کیا ہے؟ دوسرے نمبر کی رسید تک نہیں دی، اس پر اظہار رائے کیا؟

حسن اب تک عنایت ہوتا ہے۔ منزل اب تک ملتی ہے اور مضامین کا کیا ذکر۔ آپ کی قسم تیسرے نمبر کی اشاعت محض آپ کے مرحومہ مضمون کے انتظار کی وجہ سے رکی ہوئی ہے ورنہ اب تک وہ شائع ہو جاتا۔ تیسرا نمبر آپ سے خالی رہا تو کیا ہوگا! آپ کو اتنا بھی خیال نہیں۔ اسی سے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ مجھ بدنصیب کے ساتھ آپ نقاد سے بھی خفا ہیں۔ جواب میرا نہیں صرف آپ کا ہے۔

خدا کے لئے حسن یا اور کوئی مضمون جلد، بہت جلد بھیج دیجیے۔ ورنہ تمہاری جان کی قسم زہر کھا لوں گا۔ پھر نہ رونا!

دلگیر

(۲۷)

آگرہ ۱۴ جون ۱۷ء

سمجھا دے جا کے تو ہی انھیں اے نگاہِ یاس
اب کوسنے کا وقت نہیں ہے دعا کریں

میری جان

ترسنے والی آنکھوں کا شکریہ تو قبول ہو کہ ۳۰ مئی کا لکھا ہوا خط ۱۲ جون کو ملا۔ "پیارے دلگیر" سے "دلگیر صاحب" ہوا۔ کیوں نہ آپ کی خفگی کا احساس کروں! ہائے کیوں کر عرض کروں کہ اس خطاب سے مجھے کتنا صدمہ ہوا؟

آپ تو مجھے بدنصیب دلگیر لکھا کیجئے۔ میری روح خوش ہوگی۔ دعائیں دوں گا۔

آپ مجھے پاگل سمجھئے، سچ کہتا ہوں ۳۱ مئی کے بعد سے اپنے ہوش میں نہیں ہوں، خدا جانے مجھے کسی نے کیا کر دیا

ہے؟ اکثر بہکی بہکی باتیں کرتا ہوں۔ لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں۔ اور حق بجانب ان کے ہے۔ اپنے ہی شعر کا مصداق ہو رہا ہوں ؎

ہر بات پہ روتا ہے ہر بات پہ کڑھتا ہے
یہ دل بھی عجب دل ہے یہ جی بھی عجب جی ہے

سنو، پیاری قمر سنو، جوشِ دیوانگی میں وہ بات کہے دیتا ہوں جو شاید اور کسی حالت میں نہ کہہ سکتا۔ بات یہ ہے کہ آپ کو اس درجہ مہربان اور اس درجہ شفیق و غم گسار دیکھ کر مجھے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ یہ خواب نہیں واقعہ ہے۔

میں کم بخت، ازلی نامراد ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ ہمیشہ دلگیر رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ اس لیے امید بھی میرا دل توڑ دیتی ہے۔ ہائے خود ہی کہا ہے اور بالکل سچ کہا ہے ؎

ٹوٹ جاتا ہے یہ اُمید سے آہ
نامرادوں کا جی بھی کیا جی ہے؟

خدا نہ کرے کہ کسی سے امید قائم ہو اور پھر ٹوٹ جائے۔ آہ!

آپ کی محبت دیکھ کر امید پیدا ہوئی اور اس کے پیدا ہونے ہی سے میں سمجھتا ہوں کہ نامراد رہوں گا۔ نامرادی قسمت میں نہ ہوتی تو یہ اُمید بھی پیدا نہ ہوتی۔ ہائے اپنے گذشتہ تجربہ سے ڈرتا ہوں، اپنی قسمت سے خائف ہوں۔ اور آپ کی دلگیر نوازیوں کے باوجود مایوس ہوں۔ سمجھتا ہوں اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اب کے یہ آرزو جان لینے ہی کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ اور میں جان دوں گا ؎ میں بھی جان دینے کو تیار ہوں دل کہتا ہے
جان لیتا ہے اگر عشق طرح داروں کا

ہائے آپ بھی کہتی ہوں کس دیوانہ سے پالا پڑا ہے، لیکن یاد رکھیے ؎

ایسے دیوانے ریاض اور کہاں، نازک طبع وہ اگر پھول بھی ماریں تو فریاد کریں

سچ یہ ہے کہ آپ کی عدیم النظیر قابلیت و فقید المثال محبت اور میری مسلمہ بے کمالی و بدقسمتی ہی نے مجھے اس بات کا اب کامل یقین دلا دیا ہے کہ آپ کے قدموں تک (اُف!) رسائی پانا محال ہی نہیں جنون ہے اور اس یقین کے بعد صرف ایک ارادہ میں نے کر لیا ہے جو وقت پر پورا ہوگا، کبھی سن لینا۔

اے اس وقت کے تصور سے میری روح کس قدر مسرور ہے۔ آپ بھی دعا کریں۔ خدا وہ وقت جلد لائے اور میری مشکل آسان ہو۔

میں خود تباہ ہوں، کسی کو تباہ کیا کروں گا؟

جس کا دیوانہ ہوں، جب تک وہ خود سمجھانے نہ آئے میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ آہ! زبانی کہانی سنانے کی عزت کسے حاصل ہوتی ہے؟ اسی حسرت میں جان نکلے گی!

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک؟!

ہائے اللہ! کیونکر اطمینان دلاؤں کہ میں مایوس نہیں ہوں، یہ اطمینان تو آپ ہی کے ہاتھ ہے، جس کی طرف سے خبر نہیں کیوں، مجھے مایوسی ہے۔ اتنی تمنا تھی کہ قدموں میں گر کر جان نکلتی لیکن آہ یہ تمنا بھی دل ہی میں رہتی معلوم ہوتی ہے! اچھا نہ نکلے، جان تو نکلے گی یا یہ بھی نہیں۔

"حسن" اب تک نہ آیا، تیسرا نمبر بغیر آپ کے حسن سے معرا رہے گا۔ خیر آپ کی مرضی! مرنے والا اب کس منہ سے شکایت کرے۔ خدا حافظ۔

جانِ نہاد
دلگیر

(۲۸)

۱۵ جون ۱۷ء

جانِ دلگیر

اللہ کا شکر ہے آپ کا خط ملا۔ دل کا بار ہلکا ہوا۔

خدا آپ کا "صاحب" مجھے کرے پھر کوئی شکایت نہ ہوگی۔ میں آپ کی طرف سے بے اعتباری کروں۔ قیامت تک ممکن نہیں۔ مجھ دیوانے کے پاس ہوشیاری و احتیاط کہاں!

رے دیوانہ ہائے نادانی مری

یہ صرف آپ کا خیال ہی خیال ہے۔

پھر آپ بھی یقین رکھئے کہ مجھ سے کبھی وہ بات نہیں ہو سکتی جو آپ کے نزدیک بری ہو۔

تم جس سے بدگمان ہو جس کا خیال ہے — وہ آدمی نہیں ہے دلِ بے قرار کی

استغفر اللہ! میرے وہم و گمان میں بھی وہ بات نہ تھی جس کا آپ کو خیال ہوا

کدھر خیال گیا۔ کیا جنبل کر بیٹھیں؟

ہائے آپ اب تک نہیں جانتیں کہ دلگیر آپ سے کیا چاہتا ہے؟

جن وجوہ سے میں مایوس ہوں ان کو میری بدقسمتی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا! سچ ہے، خدا کی مرضی میں آپ کیا کر سکتی ہیں؟

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم — ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں

کیسے ممکن ہے کہ مجھے وہ منظور نہ ہو جو آپ کو منظور ہے۔ اب تو جان بھی آپ کی بغیر مرضی کے نہیں دے سکتا۔

خدا جانے کیوں، اس وقت میں نے ٹال دیا تھا۔ لیکن اس سے مقصود آپ کو خفا کرنا نہ تھا۔ خیر اب آپ معمولی اور غیر معمولی باتیں شوق سے پوچھیے۔ میں ہر ایک بات کا جواب دوں گا۔ اور پھر میری تقدیر!

نہیں یہ بات تو نہیں کہ التفاتِ عشق آپ کو حاصل نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ میں التفاتِ حسن کے قابل نہیں ہوں۔

مایوس ازل دلگیر

(۲۹)

۲۲ر جون (۱۹۱۷ء)

پیاری قمر

خوش رہو۔ ۱۷ر جون کا خط پڑھ کر جی خوش ہو گیا۔ خدا تمہیں بایں مہر و محبت سلامت رکھے کہ مجھ مردہ دل کی تنہا آرزو اب تمہیں ہو۔

۱۵ر جون کا خط مل گیا۔ جس کا جواب اسی روز آپ کو لکھ چکا ہوں۔ کیا وہ آپ کو نہیں ملا؟ غالباً لکھنے کے بعد مل گیا ہوگا جو کچھ آپ نے اپنی نسبت لکھا۔ اس کی ضرورت تھی۔ خوشی ہے کہ آپ نے اسے میری خاطر سے لکھا۔ اور جیسا میں چاہتا تھا ویسا ہی لکھا۔

حسن کے لئے آپ زیادہ منتظر نہ رکھیے۔ جلد بھیج دیجیے کہ چوتھے نمبر کا عنوان بنا سکوں۔ جواب کے ساتھ ہی مل گیا تو میری شکر گذاری کی انتہا نہ ہوگی۔

میں فکر نہیں کرتا، اچھا کچھ حکم دیجیے؟

میں بہت خوشی سے حاضر ہوں گا۔ اور ہمیشہ کے لیے آپ کا بن سکا تو اس دلگیر ہستی پر ناز کروں گا۔

پہلی تحریروں کا جواب دے چکا ہوں اور اب آپ جو کچھ دریافت فرمانا چاہیں شوق سے پوچھیے۔ ہر ایک بات کا جواب آپ پائیں گی۔

خوش ہوں کہ نقاد اور نوٹ پسند آیا۔

آئندہ نمبر سے کام لوں گا۔ اس باضابطہ انتباہ کا شکریہ۔ ہمیشہ ٹوکتی رہیے۔ میں یہی بات آپ سے چاہتا ہوں۔

تیسرا پرچہ آپ کے مضمون کا منتظر تھا۔ اب یہ جلد شائع ہوگا۔ بخدا اگر اس میں آپ جلوہ گر نہ ہوتیں تو میرے ملال کی کوئی حد نہ تھی۔ بروقت دل نوازی نے جلا لیا۔

دیوان حسرت بھیجتا ہوں۔ رسید دیجیے اور تنقید لکھ ڈالیے۔ کوئی اور چیز بھی تنقید کے لیے جلد روانہ کروں گا۔

آپ جلد جلد لکھتی رہیے۔ پھر تعمیل ارشاد میں کوتاہی کروں تو مجرم! کیا گیتا جلی آپ کو نہیں ملی؟ اگر مل گئی ہو تو اس پر ریویو کر دیجیے۔ میں ممنون ہوں گا۔ اردو لٹریچر شکر گذار ہوگا۔

پوری کینیت کا منتظر ہوں۔ دیکھئے یہ بے گانگی کب دور ہوتی ہے؟

بیگم حسرت نے مجھے لکھا کہ میں قمر زمانی بیگم سے ملنے آگرہ آتی ہوں۔ میں نے انھیں (یہ حسرت) لکھا کہ وہ آگرہ میں نہیں ہیں۔ آج ہی خط آیا جس میں پوچھا ہے کہ "وہ کب تک آگرہ تشریف لائیں گی؟ میں ان سے ملنے کی مشتاق ہوں"۔ آپ ہی فرمایئے کیا جواب لکھوں؟

آپ کا غلام

دلگیر۔

(۳۰)

۲۳، جون ۱۷ء

پیاری قمر

مفصل خط لکھ چکا ہوں۔ نظر کیمیا اثر سے گذرا ہوگا۔ محبت میں ڈوبا ہوا۔ جواب جلد چاہتا ہوں۔
آج دیوانِ حسرت بھیجتا ہوں۔ رسید فوراً دیجئے۔
حسن کا بے صبری سے منتظر ہوں۔ اگر جواب کے ساتھ نہ ملا تو مر جاؤں گا۔

تمہارا

دلگیر

(۳۱)

۸۶ء

جان کس بے قرار نے دی ہے — خون کی بوند بوند، بجلی ہے
وہ سلامت رہے قیامت تک! — جان جس نے ہماری لے لی ہے
ٹوٹ جاتا ہے یہ امید سے آہ! — نامرادوں کا جی بھی کیا جی ہے
اس طرف کیا ہے نالۂ و فریاد — اس طرف کیا ہے کس مپرسی ہے
اپنا غم بھیج دو بہلنے کو! — دل میں حسرت مری اکیلی ہے
مدتوں میرے دل کی بے تابی — تیری شوخی کے ساتھ کھیلی ہے

طے ہوئے تنگ سب منازلِ عشق — دل دیا پہلے جان اب دی ہے
ان کے پیکاں کو دی ہے دل میں جگہ — نوکِ نشتر جگر میں رکھ لی ہے
میرے ملنے کا اور ان کو خیال! — کیفیت ایک خواب کی سی ہے
قلبِ مضطر کا حال کیوں پوچھا — غمگساری نے جان لے لی ہے
یہ نہ آتا نہ جان یوں جاتی — خط کے آنے نے جان لے لی ہے
حال پوچھو گے تم تو رو دوں گا — کیا کروں میں دکھا ہوا جی ہے
تم بنا لو جو ہار کے قابل! — اک فسردہ کلی یہی دل کی ہے

اس کو سننا پڑے گا حرف بحرف — یہ فسانہ تو آپ کا ہی ہے

آگے دلگیر کو ہوا معلوم! دل گرفتوں کا دل بریلی ہے

دلگرفتہ ہے آگرہ و دلگیر دل ستاں جاں ستاں بریلی ہے

ہے نا؟

دل چاہے تو اتنا بتا دیجئے کہ کون سا نالہ زیادہ پسند آیا

کیا جواب کا متوقع رہوں؟ آپ کا

"ناامید زیست"

(۳۲)

ارض تاج

۲۳ فروری ۱۷ء

"جان آرزو لکھوں یا آرزوئے جاں"

آپ نے یہ لکھ کر خطاب کا خاتمہ کر دیا اب میں کیا لکھوں؟ اچھا بے خطاب ہی سہی خدا آپ کی دلگرفتگی کو قائم رکھے جس سے میری دلگرفتگی و دلگیری وابستہ ہے۔

دیکھئے "جانِ قمر" لکھنے کی عزت کب حاصل ہوتی ہے؟

آشفتہ حال کی "جاں" دلگیر سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے؟ آپ ہی فرمائیے! اگر میں "جانِ قمر" بن سکوں تو اپنی جان تک دے دینے کے لیے تیار ہوں۔

آپ بھی لینے کے لئے راضی ہیں۔ ہائے یہ شعر ؎

تو ہماری زندگی، پر زندگی کی کیا امید تو ہماری جان، لیکن کیا بھروسہ جان کا

آپ نے اس وقت لکھا جب میں ۱۹ فروری کو خط لکھنے کے بعد سے اس شعر کی پیہم تکرار کر رہا تھا۔ اور آپ کو لکھنے والا تھا ؎ دلگیر جگر سوختہ کی جلد خبر لو

کیا ورنہ بھروسہ ہے چراغِ سحری کا

اس یکسانی خیال پر مرمٹا! واللہ، جذب محبت اتنا تو ہو۔

میں نے وہ فقرہ اور شعر (تاریخ محبت الخ) لکھ کر اپنا رازِ محبت آشکارا کر دیا تھا۔ اچھا، اب کے جواب جلد نہ دینا، خاموش ہو رہنا اور پھر تمہاری جان سے دور ؎

ہم دکھا دیں گے کہ یوں مرتے ہیں مرنے والے

بریلی کی شب ہائے دلگیر میں چند موزوں نالے دل سے نکل گئے تھے، دیکھنے کی فرصت ہو اور جی چاہے تو بھیج دوں؟

دونالے، دل چاہے تو ابھی سن لو، آہ! ؎

ہر بات پہ روتا ہے، ہر بات پہ کڑھتا ہے
یہ دل بھی عجب دل ہے، یہ جی بھی عجب جی ہے

آجکل یہی حالت ہے باور نہ آئے تو آکے دیکھ لو،
دوسرا نالہ شاید نہ سنا جائے، خیر دل تھام کر عرض کرتا ہوں ؎

دم جس پہ نکلتا ہے، دل جس پہ تصدق ہے
وہ مشکل بھی آنکھوں سے اب تک نہیں دیکھی ہے

کیا اس نالہ گیری کی داد آپ سے چاہوں؟

"دلگیر دلنواز کی دلگرفتہ"

ہائے، ترکیب الفاظ ہی تو ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دل میں چٹکیاں سی لے رہا ہے۔ میں ان خوبصورت اور جچے تلے الفاظ کو اگر اس طرح ترکیب دے سکتا تو سچ کہتا ہوں تین تولوں سے کم نشہ نہ ہوتا۔

ہے یہ کہ ع لکھ جاتی ہیں جو آپ، کوئی لکھ نہیں سکتا

آخر میں ان تہنیاتِ محبت کی باادب معافی چاہتا ہوں اور تمنائے قدم بوسی کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ! فی امان اللہ!!

جلد یاد فرمائیگا اور مفصل! ورنہ یقین کیجیے مرجاؤں گا!

صرف تمہارا
دل گرفتہ
"دل"

(۳۳)

جانِ دل گیر

عالمِ خیال میں حد شرعی بھی جاری نہیں ہوتی۔ چونکہ وہ ایک خیالی اور فرضی بات تھی اس لیے اپنی گستاخی اور بے ادبی کی معافی بھی نہیں چاہتا ؎ گر من آلودہ دامن چہ عجب؟

ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست

مطمئن رہیئے! آپ کی محبت کی یادگار "نقاد" اپریل کے پہلے ہفتہ میں آپ کے دستِ مبارک میں ہوگا۔ میں ہر قربانی کے لیے تیار ہوں لیکن "امتحانِ محبت" میں پورا اترا تو انعام کیا ملے گا؟ ابھی سے فیصلہ فرما دیجئے۔

خوش ہوں کہ آپ نے اس کی ادارت منظور فرمائی۔ اب پہلے پرچہ کے لیے "افتتاحیہ" بواپسی مرحمت فرمائیے کہ آپ ہی کے مبارک نام سے بسم اللہ کی جائے ؎

ہائے اُن نامہ کی خوش عنوانیاں ابتدا جس کی ہو تیرے نام سے

لوح پر آپ کا نام کس طرح اور کس عنوان سے ظاہر کروں؟ صاف صاف لکھیے اور جلد۔ میں تو یہ چاہتا ہوں اب نقاد صرف آپ ہی کے نام سے منسوب رہے کہ اُس میں چار چاند لگ جائیں۔ لیکن کیا پورا نام ظاہر کر دیا جائے؟ ہائے یہ مجھ سے نہ ہوگا۔

نقاد کے پرچے جواب سے پہلے پہنچیں گے۔ جو کل ۲۲ فروری کو آپ کا خط ملتے ہی بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت کر دیے گئے۔ یہ تعداد میں ۲۳ ہیں۔ صرف چار پرچے کم ہیں جو تلاش کرنے سے بھی نہیں ملے۔ تلاش ہنوز جاری ہے۔ مل جانے پر وہ بھی بھیج دیئے جائیں گے۔

اس خط کا جواب اور رسید فوراً دیجیے۔ تمھیں اپنی محبت کی قسم!

غلام ق۔ ز

(غلام قمر زمانی)

(۳۴)

کسی کہا ہے ؎ عشق است و ہزار بدگمانی

"ہائے اللہ! کتنے ارمان تھے؟"

ارے معاذ اللہ!

آپ کی قسم کھاتے ہوئے ڈرتا ہوں ورنہ کہہ دیتا کہ آپ کی قسم، اس فقرہ پر بے اختیار جان دینے کو جی چاہتا ہے۔

ہائے، رکھ رکھاؤ اتنا تو ہو، ایک چھوٹا سا فقرہ اور عطر زندگی۔

آپ نے سارے خط میں جوانی کا زور دکھایا ہے اکثر جگہ آپ کی نزاکت خیال پر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے خدا جانے کیا بات ہے؟ آپ کی تحریر سے دل پر چوٹ لگتی ہے، اور اس فقرہ میں تو آپ نے بڑے بڑے نازک خیالوں کا رس کھینچ لیا!

آپ کے فقروں کا سوائے اس کے کہ دل میں رکھ لے اور کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے:

کیا یہ ارمان کبھی پورے ہوں گے؟

خود ہی جواب عرض کرتا ہوں ؎

سہارا ڈھونڈتا ہوں زندگی کا جو تم چاہو تو کچھ مشکل نہیں ہے

اپنے فقروں کے زخم سے انکار ہو تو میرا چھلنی دل دیکھیے۔ اُف!

قادر اندازی اتنی تو ہو!

خدا کے لیے، اتنا نہ بنائیے کہ میں شرمندہ بھی نہ ہو سکوں، اس آشفتہ بیان کی آپ تعریف کرتی ہیں جسے ابھی تک قلم ہاتھ میں لینے کی بھی تمیز نہیں، ہاں آپ کے فیض قلم سے صرف اتنا سلیقہ آیا ہے کہ اردو کے نمائندہ ادب کو تازہ لیتا ہوں اور بس۔

بہر حال مجھ ہیچمدان و گمنام خلائق کے لیے آپ کا یہ گراں بہا فقرہ :-

"آپ ہی کے سر کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ انداز تحریر ہی تو تھا جس نے مجھے تباہ کر دیا۔ (جب تک زندہ ہوں، وجہ ناز و سبب افتخار رہے گا ؎

وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے
تری نگاہ جسے آشنائے راز کرے

زندگی کی تصویر بذریعہ رجسٹری بھیجتا ہوں، خلائی میں قبول فرمایئے۔ ع

یہ صورت ہے جب کی کہ میں بھی جوان تھا

"جان دیگر کی قسم" اس ناز آفرین قسم پہ میری جان تک نثار، لیکن اب یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ آپ دیگر کے ہوتے نقاد کو دیکھیں۔ میں اب نقاد سے بہت بدگمان ہو چلا ہوں، بہت کھٹکنے لگا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کمبخت پہ پیار آ جائے اور غریب و لاچار دیگر ناشاد و نامراد ہی رہے۔ مگر آپ نے قسم اس قدر سخت دلائی ہے کہ اب مجبور ہوں۔ فرمایئے کس پتہ سے بھیجوں؟

یہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ پہلے احتیاطاً آپ تک پہونچ جائیں اور ضائع نہ ہوں۔ کیا ادھین جاتے ہوئے آگرہ میں ملنا ممکن نہیں ہے؟

پھر بھی کہوں گا۔ ع

جو تم چاہو تو کچھ مشکل نہیں ہے

"جہاں ممکن ہوا آپ سے ملوں گی، لو اب تو من جاؤ" کیا عرض کروں، اس فقرہ نے مجھ پہ کیا ستم ڈھایا؟ ہائے ظالم!

ڈال کر باہیں گلے میں کر دیا پانی مجھے

سچ یہ ہے کہ آپ کا ہر فقرہ ریویو کے لیے مستقل عنوان چاہتا ہے اور میں لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے جستہ جستہ داد دیتا رہوں گا۔

تکلیف کی بھی ایک ہی کہی، میری ساری راحتیں اور تمام خوشیاں آپ کی اس آرزو پہ نثار کہ نقاد آپ کے مطالعہ میں رہے لیکن میں اس کی مطلا و مہذب جلدیں (جو خاص اہتمام سے آپ ہی کے لیے تیار کرائی گئی ہیں) بھیجوں گا نہیں، خود اپنے کانپتے ہوئے پرشوق ہاتھوں سے نذر کروں گا۔ (خدا وہ دن جلد لائے، آمین)

یہ میری تمنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسے آپ کو منظور کرنے میں عذر نہ ہوگا ہاں، ارشاد ہو تو اپنی زندگی کی تصویر آپ کا غم غلط کرنے کے لیے بذریعہ رجسٹری بھیج دوں، شاید لطف دے۔

یہاں تک تو آپ کے خط کا جواب ہوا، اب میری ایک بات کا آپ ہی تسکین بخش جواب دے کر چلا لیجئے اور وہ یہ ہے

کہ جب آپ کو میرے سب خطوط ۵ جنوری کو مل گئے تھے تو ان کا جواب ۱۸ جنوری کو کیوں لکھا؟ کیا یہ خیال نہ تھا کہ کوئی تنگ آکر جان دے دے گا؟ ہاں نہ تھا!

ہائے ؎

تاریخ محبت کا فسانہ ہے یہ مصرعہ
دلگیر ہوا جب سے کہ میں دل نہیں رکھتا

صدقہ اس تخاطب کے! آپ مجھے "اپنا دلگیر" کہئے۔ ہزار بار کہئے ع

اللہ رے اس لائے اپنا غلام کہنا

ہائے یہ کیا کہا؟ "مگر میرے ہو کر رہنا۔ بے وفائی نہ کرنا" سچ کہتا ہوں۔ اس فقرہ نے مجھے بہت صدمہ دیا۔ کیا میری محبت کا یہی انعام ہے؟ بیوفائی ضمیر میں ہوتی تو آج دلگیر نہ ہوتے۔ خیر اس بے وفائی کا حال عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا ع

یاد آئے گی تمھیں میری وفا میرے بعد

"ورنہ مر جاؤں گی۔ مر مٹوں گی اور جان دے دوں گی"۔ ہائے یہ تینوں نشتر دل میں اتر گئے۔ خدا ہی ہے جواب جاں بچے۔

میں اور آپ کو معاف کروں؟ للہ اتنا گنہگار نہ بنایئے کہ بخشا نہ جاؤں۔ میں آپ سے اپنی خطاؤں کی بادب معافی چاہتا ہوں اپنی محبت کا صدقہ معاف کر دیجئے۔

آپ میرے دل سے نکلی ہوئی داد کو تحسین ناشناس سمجھ کر نہ قبول فرمایئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کے زور قلم کا مقابلہ مجھ ناتوان سے دشوار ہے۔ میں اکثر دفتر کے دفتر لکھتا ہوں۔ اشعار کی بھرتی بھی اس میں ہوتی ہے۔ لیکن سب بیکار لاطائل محض۔ آپ کبھی لکھتی ہیں، وہ بھی مختصر اور شعر تو بہت ہی کم۔ مگر عبارت اتنی جامع، اتنی موثر اور اتنی دل نشین ہوتی ہے کہ میرا دل ہی جانتا ہے بلا تصنع عرض کرتا ہوں کہ آپ کا ایک سادہ فقرہ بھی شعر ہوتا ہے۔ جس کی داد دینے کے لیے آپ ہی کی زبان اور آپ ہی کا سحر آفریں قلم چاہیئے اور میں ہیچ مدان سے اپنا مرتبہ دیکھ لیجئے۔ اچھا خدا حافظ!

آپ کا دلگیر

قمر زمانی بیگم

بنام شاد دلگیر (ایڈیٹر نقاد)

بریلی - ۳۰ نومبر سنہ ۱۶ء

معاف فرمایئے گا آپ کی تحریروں کا جواب میں اس وقت تک نہیں دے سکی۔ میں اس زمانہ میں بہت بیمار ہوگئی تھی اور اب بھی بہت نقیہہ ہوں۔ میری اس بیماری کی وجہ خود اپنے دل سے پوچھ لیجئے۔ اس وقت اس سے زائد کچھ نہیں لکھ سکتی۔ آپ کی تحریریں مفصل جواب چاہتی ہیں انتظار کریں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی تاب مجھ میں اس وقت نہیں۔

آپ کی

ق - ز

(۲)

بریلی

۱۲ دسمبر سنہ ۱۶ء

کرتے ہیں جور و جفا مہر و وفا کہتے ہیں یہ بھی کیا لوگ ہیں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں؟

دل-گیر۔ اے سبحان اللہ۔ آپ دلگیر ہو کر بھی دل نواز بنتے ہیں۔ اور اس دل نوازی پر مجھ سے شرم و حجاب کی شکایت ہے۔ کاش آپ میری جگہ ہوتے اور میں آپ سے پوچھ سکتی۔ خیر

حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے

آخر گناہ گار ہوں کافر نہیں ہوں میں

چلیئے آپ سچے اور ہم جھوٹے۔ اقرار جرم اور پھر دلگیر کے سامنے۔ میں اس پر کیوں نہ ناز کروں۔ آپ کی بے مہری کی شکایت اور میرے لب سے۔ توبہ توبہ کیونکر ممکن ہے۔ خوب کیا جو کچھ کیا۔ اگر قسمت میں لکھا ہے تو پوچھوں گی اور پوچھ لوں گی کہ تصور کس کا تھا اور گناہگار کون تھا؟ اپنی مجبوریوں کو روتی ہوں کہ اطمینان سے خط تک لکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ اول تو مجھ دلگرفتہ کے لیے میری بے تابیاں ہی کچھ کم نہ تھیں اوس پر رسوائی کا خوف اور گھر بھر کا ڈر۔ کیونکر لکھوں۔ صبر کرتی ہوں کبھی تو اس صبر کی داد ملے گی۔ دیکھیے کوشش کر رہی ہوں کہ آپ سے اخیر دسمبر میں دلی میں ملاقات کی صورت نکل آئے۔ موقع اچھا ہے۔ کانفرنس میں ہمارے یہاں کے لوگ سبھی جاتے ہیں۔ اگرچہ آپ وہاں جانے سے محروم رہ جائیں گے۔ اور پھر مجھ سے شکایت ہوگی۔ مگر قیامت تو یہ ہے کہ سوائے اس کے اور تدبیر بھی تو سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ تشریف لائیے کانوکیشن پر اور احسان ہوگا۔ آخر عیادت بھی تو فرض ہے۔ دیکھیے میں نے کس یقین سے سمجھ لیا کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

تم یہاں آکر تو دیکھو ہجر میں کیا حال ہے　　دل کے ہاتھوں آج سو سو حشر ہیں ٹوٹے ہوئے

ماشاء اللہ۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ کیا پیاری تحریر ہے اور کیسا بے ساختہ انداز۔ میں کیوں نہ رشک کروں۔ مگر میں کیوں رشک کرنے لگی۔ آخر آپ کی قابلیت میری اپنی قابلیت نہیں۔

مجھ میں اتنا سما کہ تو نہ رہے　　اور پھر کوئی گفتگو نہ رہے

خیر۔ درد دل کے ظاہر کرنے کے لیے میری ناقابلیت بھی بری نہیں۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہیں۔ دیکھیے جو اثر ہو۔

فریاد کی کوئی لَے نہیں ہے　　نالہ پابندِ نَے نہیں ہے

میں پھر کہتی ہوں۔ کہ اگر میری شرم نے آپ کو دلگیر بنا دیا ہے تو بلا سے مجھ پر کچھ ہی گذرے میں حضور کے حکم کی تعمیل کروں گی اور ضرور کروں گی۔

خطاوار

ق۔ ز۔

یہاں تنہائی میں جی بہت گھبراتا ہے۔ کتابیں بھی ساتھ نہیں لائی۔ اگر زحمت نہ ہو تو نقاد کے سالہ پرچے ویلو ایبل دیکھیے۔ ادھر سے جی بہلاؤں گی۔ اور سچ پوچھیے تو وہی آپ کی یاد تازہ کرنے کا اچھا ذریعہ ہوگا۔ اوس پر پتہ صرف لفافہ کا ہونا چاہیے۔ میرے نام کی ضرورت نہیں

(۳)

جنوری ۱۷ء

مجھ سے روٹھ جانے والے۔

اللہ اللہ اس خفگی کا کچھ ٹھکانہ ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ آپ اس قدر حساس ہیں خیر میں معافی چاہتی ہوں۔ اور آئندہ کے لیے توبہ کرتی ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اس مسئلہ کو زیادہ نہ بڑھائیں۔ خودداریاں تو آپ ہی کی ہیں۔ مجھ غریب کو کیا یہ مسئلہ کہ میں ان میں ٹھیس لگا سکوں۔ بگڑ جائیے۔ روٹھ جائیے۔ اچھا صاحب اپنی محبت کو واپس طلب کر لیجیے۔ کون ہے جو پرائے درد دکھ کا شریک ہو میری قسمت میں تو ہمیشہ برائی لکھی ہے۔ آپ کیا کریں مجبور ہیں۔ ہائے اللہ کوئی اپنی ناز برداری کرنے والا نہیں قسمت ہی ایسی ہے اس پر آپ کا یہ اور ظلم کہ مجھ سے جواب افتتاحیہ کی فرمائش ہے۔ کیوں بناتے ہیں۔ آہ جس وقت سے آپ کا نامہ عتاب آیا ہے۔ میں اپنی زندگی سے سخت بیزار ہو گئی ہوں۔ میں نے ایک مضمون شروع کیا تھا وہ بھی رہ گیا۔ خدا کے لیے اس قدر نہ ستائیے کہ پھر آپ کو بھی رنج ہو۔ مارچ کے لیے تو اب مجھ سے کچھ نہ لکھا جائے گا۔ اپریل کے لیے لکھوں گی اگر آپ نے اس قابل بنا دیا اور اگر ایسی ہی کوئی تحریر آ گئی تو بس خیر صلا ہے۔ دو سطر کا ایک ٹکڑا پیش ہے کہیں رکھ دیجیے۔

ق۔ ز۔

ایک جاندار پتی

ایک زرد رنگ کی خشک سی خزاں رسیدہ پتی ہوا سے اڑی اور اڑتی گئی۔ روشوں کا چکر لگاتی ہوئی گھاس پر سے گزرتی ہوئی ایک شاخ گل سے لپٹ گئی۔ ایک کلی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تھک کر گر پڑی۔ مجھے کتنی حیرت ہوئی جب قریب جا کر دیکھا کہ وہ تو ایک

تیتری ہے۔

(۴)

۱۱ فروری ۱۵ء

میرے دونوں خط آپ کو مل گئے ہوں گے۔ صرف ایک کا جواب آپ نے دیا۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ میں کیا کرتی اگر آپ ایک کا جواب بھی لطف نہ فرماتے۔ دل پر کیا گزر گئی؟

مجھے معلوم مگر اس علم سے مجھے سوائے اس کے اور کوئی اندیشہ نہیں کہ کہیں آپ پھر عالم یاس و نامرادی میں جس کے آپ اس زمانہ عدوئے اخلاق میں تنہا مالک و فرماں روا ہیں کسی ایسے عزم کا اعلان مجھ پر نہ کر دیں جس کا جواب میرے پاس سکوت اور صرف سکوت ہو۔ کیوں بناتے ہو؟ اللہ اللہ جس شخص کے دل پر اس وقت تک کچھ نہ گزری ہو مگر ایک ناگفتنی وہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ یہ سب کچھ واقعہ ہے۔ خیر میں اس کے تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہوں اگر آئندہ کے لیے آپ میری محبت آزمائی سے باز آجانے کا وعدہ فرمائیں۔ میں سچ عرض کرتی ہوں کہ دلگیر صاحب آپ کی طرف سے میرا دل شکایتوں سے لبریز ہے اور یقیناً میں کسی نہ کسی دن اپنا دل اون کے بیان سے ہلکا کروں گی لیکن ابھی نہیں۔ ورنہ آپ کہیں گے کہ عجیب بداخلاق عورت ہے کہ خط و کتابت شروع ہوتے ہی بے تکلفی پر اتر آئی ——— میرے دو کے خط میں شاید آپ نے کوئی بات ایسی نہیں پائی کہ جواب دینے کی تکلیف گوارا فرماتے۔ مارچ میں میرا بھوپال جانا یقینی ہے اور اگر آپ نے اجازت دی تو ایک وقت کے لیے آگرہ اتر کر تاج دیکھنا بھی ایسا ہی ہے۔

اور ہاں یہ کیا حرکت ہے کہ آپ نے دفتر نقاد کا چھپا ہوا فارم لے کر چھدا سا اتار دیا کیا آپ کوئی کاروباری خط لکھنے بیٹھے تھے؟

آخر نقاد کی اس بے رنگی کا کیا سبب ہے؟ کیا آپ کی رنگینیاں اب اس سے بہتر کسی مصرف کی متلاشی ہیں؟

نہ آپ نے مجھے کسی ایسے مسئلہ میں رازدار بنایا ہے نہ بنائیں گے۔ پھر میں غریب کیا کر سکتی ہوں اور کیا رائے دے سکتی ہوں۔ سوائے اس کے کہ نقاد اور صاحب نقاد کی خیر مانگوں۔

میں لیڈیز کانفرنس میں شرکت کی تیاریاں کر رہی ہوں اس لیے جلد مضمون بھیجنے کا وعدہ تو نہیں کرتی لیکن یہ ضرور یقین دلاتی ہوں کہ آپ چاہے خفا ہو جائیں لیکن اب نقاد کو ناراض نہ کروں گی۔

چوتھے صفحہ پر کچھ خیالات پریشان جمع کر کے پیش کیے جاتے ہیں خدا کرے پسند آجائیں اور نقاد کے صفحات میں بار پا سکیں۔

آپ کی - ق - ب

(۵)

بریلی - ۱۸ فروری ۱۷ء ——— کنیز نواز ——— عذر گناہ اور پھر وہ بھی میری زبان سے۔ مجھے شرمندہ اور آپ کو زیادہ دلگیر

بنا دے گا۔ آپ فرمائیں کہ معذرت کروں یا نہ کروں۔ نہ کروں گی اچھا نہ کروں گی صرف مجبوریوں کا اظہار کروں گی۔

مجھے درحقیقت آپ کے سب خط مل گئے ہیں۔ ایک آگرہ کا (ہاں اس قرار دل نے تڑپا دیا۔ کیا کہوں کہ یہاں کیا گزر گئی۔ اپنا نہیں میرا قرار دل کہیے) دوسرا لکھنؤ کا اور تین وہ جو بریلی جہاں میں نصیبوں جلی اپنی قسمت کو بیٹھی رو رہی ہوں کاش میں گرد راہ ہو کر قدموں سے لپٹتی۔ نثار ہوتی۔ آنکھوں کا فرش بچھاتی۔ خدا کے لیے خفا نہ ہو جانا۔ واقعہ یہ ہے لکھنؤ اور آگرہ کے خط بھی مجھے اس دن ملے جب آپ خیر سے بریلی تشریف لا چکے تھے اور مجھ بدنصیب کو خبر نہ تھی۔ آپ کے باقی خط مجھے اس وقت ملے جب آپ واپس جا چکے تھے یہی وجہ تھی کہ میں ان تین خطوں کا فوراً جواب نہ دے سکی اور نہ ہی آپ سے ملنے کی کوئی تدبیر نکال سکی۔ آپ کے سر کی قسم جس وقت دہ رنجوری کو آپ کے تینوں خط ایک ساتھ ملے جو بریلی سے لکھے گئے تھے۔ سر پیٹ لیا۔ جی چاہتا تھا کہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جاؤں اور اپنے دل گرفتہ دل گیر کو جس طرح بنے منا لاؤں۔ لیکن وقت نکل چکا تھا اور ہم سے روٹھ کر جانے والے جا چکے تھے

کام دورِ چرخ میں بگڑے ہوئے اکثر بنے
تم سے جب بن کر بگڑ جائے تو پھر کیونکر بنے

مگر نہیں میں مایوس نہیں۔ میں مناؤں گی اور آپ من جائیں گے۔ ہمیں منانا آتا ہے۔ حضور قصہ یہ ہے کہ جن صاحب کے ذریعے خط منگواتی ہوں وہ میرے بہت دور کے عزیز ہیں۔ اور ان کا مکان بھی فاصلہ پر ہے۔ ان کو یقین دلا دیا گیا ہے کہ ق۔ ز کے خطوط دراصل ایک اور خاتون کے لیے ہوتے ہیں۔ مگر آپ نے تم کر دیا خدا جانے آپ نے ان سے کیا کہا ہوگا اور وہ کیا سمجھے ہوں گے۔

اندازِ جنوں کون سا ہم میں نہیں جنوں
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے۔

مجھ سے ضبط و تحمل سیکھئے۔ خیر۔ ہماری بدقسمتی سے اس زمانے میں وہ دہلی چلے گئے تھے اور خط کا لانے والا کوئی نہ تھا۔ ممکن تھا کہ وہ کسی طرح ان خطوط کو مجھ تک پہونچا دیتے مگر ان کے اور نیز میرے ایک عزیز کا انتقال ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ ان پریشانیوں میں مبتلا رہے اور نہ بھجوا سکے۔ اب فرمائیے کہ اپنے کو کوسوں یا اپنی قسمت کو روؤں۔ میری قسم سچ سچ کہنا کیا آپ واقعی آئے تھے۔ یہ سب سچ سہی مگر خدا جانے کیوں یقین نہیں آتا۔ ہائے اللہ کتنے ارمان تھے۔ دیکھئے میں کوشش کر رہی ہوں۔ بنارس یا امین جہاں ممکن ہوا آپ سے ملوں گی۔ واب تو من جاؤ۔ ہاں اگر تکلیف نہ ہو تو فقاد کے پرچے مجھے بھجوا دیجئے۔ یہ نہ پوچھیے کہ کیوں منگواتی ہوں۔

دلگیر دل نواز کی
دلگرفتہ
ق۔ ز۔

(۶)

بریلی ۱۹ فروری ۱۹۳۸ء

جانِ آرزو لکھوں یا آرزوئے جان۔ اچھا دونوں سہی۔ اس دارفنگی کا برا ہو خدا جانے میں نے بے خودی میں آپ سے کیا خطاب کیا۔ جی چاہتا تھا۔ کہ آپ کو جانِ قمر لکھتی لیکن ڈرتی ہوں کہ آپ مجھ سے آشفتہ حال کی جان بن کر کیا کریں گے۔ آہ وہ جان جو ہر وقت مبتلائے رنج و ملال ہے۔

تو ہماری زندگی ۔ پر زندگی کی کیا امید؟
تو ہماری جان ۔ لیکن کیا بھروسہ جان کا؟

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "جانِ دیگر کہنے والی کوئی ہستی دنیا میں ہوتی تو میں دیگر نہ ہوتا" آپ کو میری قسم سچ کہیے کیا کوئی اور ہستی بھی ایسی ہی تھی جس کی طرف سے آپ یہ آرزو رکھتے ہیں۔ دیکھیے میں آپ کی طرف سے بدگمان ہو چلی ہوں آپ اس کا جواب صاف صاف دیجیے ورنہ میں بگڑ جاؤں گی واللہ نہ مانوں گی۔ جبھی تو میں نے لکھا تھا کہ میرے ہو کر رہنا بے وفائی نہ کرنا۔

تحسین ناشناس نہیں تحسین قدر شناس سمجھ کر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ مگر آپ کی تحسین میرے لئے شاید ہی کچھ معنی رکھتی ہو۔ اپنوں کے عیب بھی ہنر نظر آتے ہیں۔ ابھی تو نہیں لیکن امید کرتی ہوں کہ شاید آئندہ کمال ہمنشیں مجھ میں یہ خوبی پیدا کر دے تصویر دیگر بھی بھیج دیجیے کہ اس نذر دیگر سے جو خود دیگر ہے میری کیا حالت ہوئی۔ یہ آپ نے کیا لکھا کہ "یہ تصویر جب کی ہے میں بھی جوان تھا" کیا اب آپ جوان نہیں جوانی نام ہے صرف دل میں سما جانے کا آنکھوں کی راہ سے کلیجہ میں اتر آنے کا۔ سو یہ میرے دل اور کلیجہ سے پوچھیے دیکھیے صاحب نقاد جلد دلائر فرمائیں ورنہ میں لڑوں گی۔ پتہ دیجیے۔ مجھے یقیناً مل جائے گا۔

بہت اچھا دل نہ آئیے مگر (میں) آگرہ کیونکر آسکتی ہوں۔ خیر سے آپ جوشِ انشاء پردازی میں ہر زہ سرائی پر بھی اتر آتے ہیں۔ "شاید" ... یہی مقدر ہو" چلو مٹھو بھی یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ نقاد کی دوبارہ زندگی میری محبت کی یادگار ہے۔ اس لیے اس یادگار کا واسطہ دلاتی ہوں کہ اسے سند رجاری فرمائیں۔ اپریل کے پہلے ہفتہ میں پرچہ میرے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔ اور یہی امتحان محبت ہے۔ اڈٹ کرنے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے کچھ آئے یا نہ آئے لیکن آپ پر اعتماد ہے سنبھال لیجیے گا۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو اپنے نام کے ساتھ میرے نام کا بھی اعلان کر دیجیے۔ لیکن پتہ ظاہر نہ کر دیجیے گا۔ نقاد کے پرچے اس کے جواب کے ساتھ ساتھ آنے چاہئیں۔

کنیز
ق ۔ ز ۔

(۷)

بریلی ۳۰ مارچ (۱۹۱۷ء)

آرزوئی بیدلان ۔

جان پر بننے کے لیے اس قدر اضطراب آخر کیوں؟ اس القاب کا مستحق اب سوائے آپ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈرتی ہوں کہ میری بدمذاقی کا اثر کہیں آپ کی آئندہ زندگی پر نہ پڑے۔ شکر ہے آج آپ نے اس محبت کا اقرار کر لیا جس کے کچھ بکھرے ہوئے جذبات میرے اوپر صرف ہو رہے ہیں میں چل بسی تو آپ کی پُرشوق نگاہیں کس اور کو ڈھونڈیں گی آخر اس محبت میں کیا دھرا ہے کیوں آپ میری مٹی خراب کرتے ہیں۔ آپ کو کیا ہے اور کوئی سہی ۔ آہ ۔

مجھے یہ سن کر نہایت مسرت ہوئی کہ آپ محض میری خاطر سے نقادی اشاعت کی زحمت گوارا فرما رہے ہیں۔ کس طرح شکریہ ادا کروں۔ آپ انعام طلب کرتے ہیں۔ مجھ غریب کے پاس کیا ہے۔ ایک دل تھا سو وہ بھی کب کا خون ہو کر آنکھوں سے بہہ گیا۔ آپ افتتاحیہ مضمون مجھ سے مانگتے ہیں۔ لیجیے حاضر ہے۔ خدا معلوم آپ اپنے ناظرین سے میری معرفی کس طرح کریں گے۔

نقاد کے پرچہ ملنے میں شکریہ ادا نہیں کرتی۔ باقی پرچے بھی تلاش کیجئے۔ مضامین اور بھی لکھ رہی ہوں۔

آپ کی

ق۔ ز

نقاد کی زندگی کا دوسرا دور

اور:

میں !!

جب کوئی عزیز یا محبوب اپنے سے جدا ہوتا ہے تو رنج اس بات کا نہیں ہوتا کہ وہ جدا ہو گیا بلکہ تکلیف کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خدا جانے کب ملے ؟ اگر انھیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قدر مدت کے بعد وہ ضرور مل جائے گا تو یقیناً ہماری تکلیفیں بہت کچھ گھٹ جائیں۔

موت کا صدمہ اس خیال سے سخت صدمہ کہلاتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے پھر کبھی نہ ملنے کے لیے ہماری چیز کو ہم سے چھین لیتی ہے۔ ذرا تنہائی میں کبھی اس پر غور کیجئے۔ کیسی سخت دہشت ہوتی ہے۔ چونکہ موت نام ہے ایک ابدی جدائی کا۔ ایسی مفارقت کا جس کی کوئی حد نہیں، ایسے قفلِ سکوت کا جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ اس لیے آدمی جتنا بھی تڑپے کم ہے۔

ان عاشقوں سے پوچھو کہ اگر ان کے محبوب کسی طرح پھر زندہ ہو کر دنیا میں آ جائیں تو وہ کیا کچھ نہ کریں۔ ماؤں سے دریافت کرو، اگر ان کے لال جن کو خونِ جگر پلا پلا کر پالا تھا۔ پھر ان کی خالی گود میں آ جائیں تو ان کی کیا حالت ہو۔ اس حالت کے سامنے دیوانگی تو ہوش میں داخل ہے۔

ہم کبھی ذرا فارغ ہو کر بیٹھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ "کیوں جی اگر فلاں شخص کسی طرح زندہ ہو کر پھر ہمیں مل جائے تو کیا ہو" یہ جانتے نہیں کہ نہیں ملے گا۔ یہ یقین ہے کہ وہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن صرف اس خیال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے ہم اپنی اس مسرتِ فکر سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہماری تمنائیں یہاں تک فریب دینے لگتی ہیں کہ فوراً ذہن قدرتِ خداوندی کی طرف چلا جاتا ہے کہ "اس کے اختیار میں تو سب کچھ ہے۔ ممکن ہے اس وقت کی دعا ہماری سن لے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ خدا نے اپنے قانون کو کبھی نہیں توڑا اور نہ آئندہ کے لیے بھی یہی حکم لگا دیتی اگر نقاد کی زندگی کا معجزہ میرے سامنے نہ ہوتا

نقاد فنا ہو چکا تھا، مٹ چکا تھا، کون کہہ سکتا تھا کہ وہ پھر زندہ ہو جائیگا کس کو یقین تھا کہ پھر اس کی صورت ہمیں نظر آئے گی۔ اس کی مسیحائی کی کس کو خبر تھی۔ لیکن نہیں۔

اے نقاد !

نہ تجھے کسی نے زندہ کیا اور نہ کسی کی مسیحائی نے اثر کیا۔ تو اپنی حیات کے لیے خود اپنی خاکستر کو عالم میں لایا اور اب ہمارے سامنے اسی طرح نغمہ زن ہے۔

سچ بتا تو موسیقار تو نہیں ؟

مجھ کو جس قدر محبت نقاد سے تھی اس کا علم صرف حضرت دلگیر کو ہو سکتا ہے یا پھر مجھے۔ اگر خود اپنی الفت کے اندازہ کر لینے کا سلیقہ مجھ میں ہو اور اسی پر قیاس اس صدمہ کا کر لیجیے جو نقاد کے بند ہونے سے مجھ کو پہونچ سکتا تھا؟

میں غالباً اس کے اظہار پر مجبور نہیں کی جا سکتی کہ مجھے نقاد سے کیوں محبت تھی؟ اور اس کے لیے کیوں اس قدر بے تاب تھی۔ لیکن آپ بغیر وجہ سنے کیوں نہ یقین کر لیں کہ مجھے اس سے الفت تھی اور میں اس کے لیے بے قرار بھی تھی۔

اس دورِ سکوت میں کیا کیا ہوا۔ کس طرح گزری۔ اس کو دلگیر سے سنیے۔ اگر وہ سنا سکیں اور مناسب سمجھیں۔ میں تو صرف حال کو دیکھتی ہوں کہ اب وہ پھر ہماری آغوش میں ہے۔ خدا کرے مآل بھی نیک ہو۔

ناظرین نقاد کو غالباً یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوگی کہ اب اس کی ترتیب و تہذیب میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔ گو دماغ نہیں۔ لیکن کیا عرض کروں جناب دلگیر کے اصرار سے میرے انکار کو مغلوب ہونا ہی پڑا اور سچ تو یہ ہے کہ میں اس مغلوبی سے ناخوش بھی نہیں ہوں!

ہندوستان کے حلقۂ علم و ادب میں اگر محض عورت ہونا ہی سنگین جرم نہ ہوتا تو شاید آپ مجھ سے اس قدر اجنبی نہ ہوتے اور اس وقت صرف میرے نام کا اظہار ہی کافی ہوتا۔ مگر اپنے ہاں کی سوسائٹی اور اصولِ معاشرت کی مخالفت کرنا تنہا ایک جانِ ناتواں کا کام نہ تھا۔ خاموش رہی لیکن اب جبکہ میں نسبتاً آزاد ہوں۔ ان بندشوں کو قطع کرتی ہوں اور آپ کے سامنے اس حیثیت سے آنا چاہتی ہوں جس حیثیت سے مجھ کو اس سے قبل آجانا چاہیے تھا۔

میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت قدرتاً آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہے ہوں گے کہ "یہ کون ہے؟" "کیا ہے؟" اور شاید میں جواب بھی دے دیتی اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ سوسائٹی کی اخلاقی حالت اس قدر بلند ہو گئی ہے کہ وہ عورت کی ہر بات سننے کے لیے اپنے اندر کافی احساس ان ذمہ داریوں کا پاتے ہیں جن کا صرف احساس ہی ان دونوں طبقوں میں حدِ فاصل قائم کر سکتا ہے۔

میں اگر نقاد کی ترتیب میں حصہ لیتی ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مجھے مرد بننا ہی پسند ہے۔ آپ کو اپنی جنس کی قدر ہو یا نہ ہو مگر میں تو اپنی نسائیت پر جان دیتی ہوں اور اس لیے اگر آپ کے سوالات کو تشنہ رکھتی ہوں تو یہ میری فطرت ہے خواہ آپ کی بے قراری میں اس سے اضافہ ہو یا سکون۔

اس قدر تمہید کے ساتھ اب میں اس باب کا افتتاح کرتی ہوں جو نقاد کی دوسری زندگی کا عنوان ہے اور التجا کرتی ہوں کہ خدا کے لیے اب اس کو فنا نہ ہونے دیجیے گا کہ اب اس میں ایک نسوانی عزت بھی شامل ہے جس کی توہین شاید آپ کو گوارا نہ ہو۔

اس خطاب میں خریدارانِ نقاد بھی شامل ہیں جن کی کوشش پر اس کی زندگی کا ایک حد تک انحصار ہے اور مضامین نگار بھی جن کی اعانت پر اس کا حسن منحصر ہے۔

ق۔ ز

(۸)

بریلی ۲۵ مارچ ۱۹۱۷ء

قمر زمانی۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ آپ کے خطوط مجھے بہت دیر میں ملتے ہیں۔ جن صاحب کے ذریعے سے خطوط ملتے

ہیں وہ اکثر باہر رہتے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر اون کے مجھے مل جایا کریں اب آپ کا ۱۸ کا لفافہ مجھے آج ملا ہے اور ادھر قیامت یہ ہے کہ جہاں جواب میں ذرا دیر ہوئی آپ جدا برہم ہوتے ہیں اور مجھے الگ تکلیف ہوتی ہے کہ خط کیوں دیر سے ملا۔ آپ جواب کے منتظر ہوں گے۔ اس لیے آپ اپنی محبت کی بنا پر انتظار تو ضرور کیا کریں لیکن خدا کے لیے تاخیر کی شکایت نہ کیا کریں کہ میرا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے اور علاج میرے بس کا نہیں۔

آپ کی یہ تحریر خلاف توقع نہیں اس لیے میرے لیے زیادہ خوشی کی بات بھی نہیں اگر آپ ایفاء محبت کا وعدہ کرتے ہیں تو کوئی بڑا کمال نہیں۔ کیونکہ میرے نزدیک یہ لازمۂ شرافت ہے اور میرے نزدیک تو دنیا میں عہد شکنی کا وجود ہی نہیں ہے جس کو زمانہ عہد شکنی کہتا ہے وہ فی الاصل عہد ہی نہیں ہوتا۔ ایک عہد کا حال تو اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے یعنی عہد کو عہد اس وقت کہہ سکتے ہیں جب اس پر قائم رہنے کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اس لیے میں تو اس اقرار کو بھی لغو جانتی ہوں۔ کہنے کی ضرورت کیا۔ انسان کے عادات واطوار خود بتانے والے ہیں۔ دیکھیے آپ ہمیشہ خیال کو بلند رکھیے بعض دفعہ آپ بہت سبک باتیں کرنے لگتے ہیں اور مجھے سخت ایذا ہوتی ہے۔ اول تو پہلے آپ کا مجھ پر غصہ اور پھر میری تحریر پر آپ کا اعتراض کہ "نہیں اب محبت واپس نہ لوں گا۔ اب میں ناز نہیں نیاز برداری کروں گا" خود ہی غور فرمائیے کہ یہ کیا ہے۔ کیسا ناز کیسی ناز برداری۔ یہ آپ کے ذہن میں خیال کہاں سے پیدا ہوا۔ میں آپ کو چاہتی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ فرض پورا کرتی ہوں۔ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو یقین کیجیے کہ یہ آپ کا فرض تھا۔ پھر اس میں یہ نمائش کیسی۔ کس کا ناز اور کیسا نیاز۔ آپ کو معلوم ہے قوس قزح میں کتنے رنگ ہوتے ہیں سب الگ الگ لیکن بھلا کوئی یہ تو بتا دے کہ کون رنگ کہاں سے شروع ہوا ہے۔ آہ کھل جانا نوائی نظرت سے کیسے۔ شیر شکر دو جدا چیزیں ہیں لیکن ملوث ہونے کے بعد دونوں کا مزہ الگ الگ معلوم ہو سکتا ہے۔ پھر اگر دودھ فخر کرے کہ لذت میرا ہے یا شکر کہے کہ مزہ تو مجھ سے پیدا ہوا ہے۔ لغو ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ دو دل کر ایک ہو جانے میں جو حدت ہے وہ نری وحدت میں بھی نہیں۔ خیر یہ تو ایک فسانہ ہے، نہ موقعہ نہ ضرورت، لیکن اس قدر لکھ دینا ضروری سمجھا کہ آپ کو میری نسبت کچھ اندازہ تو ہو جائے آپ نے جس ٹکڑے کی اس قدر تعریف کی ہے وہ اس قابل تو نہ تھا لیکن اب آپ کی رائے نے اس کی وقعت البتہ بڑھا دی شکریہ مت پوچھیے میں اس زمانہ میں بہت پریشان رہی اور اب بھی ہوں۔ تاہم مضمون ضرور لکھوں گی۔ میں پہلے خط میں بھی لکھ چکی ہوں اور اب پھر کہتی ہوں کہ میرا قیام یہاں بہت کم رہے گا اور یہ ایک بڑا نکتہ ہے۔ اور یہاں میں زیادہ آزاد رہی لیکن دہلی یا لکھنؤ جا کر میں بہت پابند ہو جاؤں گی آج کل میرے متعلق ایک خاص مسئلہ پر غور ہو رہا ہے لیکن میں اب کسی طرح اس کی تحریک نہیں چاہتی۔ آپ ہی فرمائیں کیا کروں؟ سچ ہے، ایک عورت کے لیے انکار جتنا سہل ہے اسی قدر دشوار بھی ہے۔ آپ فکرمند نہ ہوں کیوں کہ دنیا میں کوئی کام میرے لیے اتنا سہل نہیں جتنا وہ جس کے لیے کوئی ارادہ کر چکی ہوں۔

آپ کی

قمر

(۹)

بریلی۔ یکم اپریل ۱۹۱۷ء ——— پیارے دل گیر۔ ۲۲ اور ۲۸ دونوں تاریخ کے نامہائے محبت وصول ہوئے۔

پہلے عذر تاخیر قبول کیجیے۔ اور پھر اس بات پر اظہار تاسف کہ آپ نے بھی کس قدر کمزور دل پایا ہے۔ دیکھیے خدا کے لیے ایسا نہ کیجیے کہ میری ہمت ٹوٹ جائے آپ کو اس سے آخر بحث ہی کیا۔ میں اب پچھتاتی ہوں کہ کیوں لکھا۔ آپ اطمینان رکھیں کہ قمر سوائے آپ کے کسی کی نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو یہ خبر خوش سناتی ہوں کہ وہ جھگڑا طے ہو گیا اور بالکل میری مرضی پر چھوڑ دیا گیا اب آپ خود غور فرمائیے کہ میری مرضی کیا ہو سکتی ہے۔ آپ ذرا سی بات میں مایوس ہو گئے۔ ابھی تو زندگی پڑی ہے اور خدا جانے کیا کیا برداشت کرنا ہے۔ ذرا مرد بنے رہیے۔ مجھ کو تو آپ پر بڑا اعتماد ہے۔ اگلے خط میں مضمون کا انتظار کیجیے۔ نقاد کا سخت انتظار ہے۔

صرف آپ کی
قمر

(۱۰)

حافظ عزیز الدین نقشبندی
ذریعہ پوسٹ ماسٹر ——— دہلی

۱۱ مئی ۱۸۷۴ء

پیارے دلگیر ———

خدا کی قسم اور آپ کے سر کی قسم کہ میں اس زمانہ میں سخت پریشان رہی۔ اپنی بیماری کی خبر پہلے دے چکی ہوں اور اب یہ سنیے کہ میں بریلی سے ایک خاص ضرورت سے مجبور ہو کر بنارس گئی اور وہاں سے لکھنؤ ہوتی ہوئی اب دہلی آئی ہوں۔ ہاں وہی دہلی جہاں سب سے پہلے یہ آزار مجھے لگا۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے کون کون سے خطوط مجھے ملے ہیں اور کون کون نہیں۔ بہر حال معافی چاہتی ہوں۔ اور آئندہ کے لیے وعدہ کرتی ہوں کہ بہت جلد جواب دیتی رہوں گی۔ میرا پتہ نوٹ کر لیجیے۔ بڑی مشکل سے یہ تدبیر نکالی ہے۔ لفافے کے اوپر میرا نام نہ ہو۔ صرف حافظ عزیز الدین کا ہونا چاہیے۔ اس کے اندر جو دوسرا لفافہ ہو اس پر صرف ق۔ ز۔ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد میں اور زیادہ محفوظ طریقہ بتاؤں گی۔ اس وقت عجلت میں ہوں۔ اس لیے پوری کیفیت عرض نہیں کر سکتی جس کو اب پورا کروں گی۔ نقاد میں کیوں دے دیا؟ آپ خفا تو نہیں ہو گئے؟ دیکھیے اس کا ضرور لحاظ رہے کہ بغیر میرے بلائے ہوئے آپ کبھی مجھے ملنے کی کوشش نہ فرمائیے گا آپ کو کیا خبر کہ کس طرح آپ سے یہ خط و کتابت بھی کر لیتی ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ ہم جب یہیں پر ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے کی میری کوشش جاری ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیابی ہو چکی ہے۔ چند دن کی دیر اور ہے۔

نذر سجاد کو جواب میں نے دے دیا۔

آپ کی
قمر

(۱۱)

دہلی ۳۰ مئی ۱۸۷۴ء

دلگیر صاحب ——— میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کو کیا خیال کروں! کبھی تو آپ کی طرف سے میری توقعات

اس قدر بلند قائم ہو جاتی ہیں کہ مجھے اپنی قسمت پر خود رشک آنے لگتا ہے اور کبھی ایسا تنگ بدلتے ہیں کہ اپنی جان سے بیزار ہو جاتی ہوں۔ خدا کے لیے تباہ نہ کیجیے اور مجھے دنیا میں کچھ کرنے دیجیے۔

اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے ۲۲ کے خط نے تو مجھے باں بیکار کر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر آپ کو سمجھاؤں۔ بہتر ہے آپ خط ہی نہیں لکھتے نہ لکھیے۔ مگر زبانی تو کہیے گا یا یہ بھی نہیں؟

خدا کے لیے اس کے جواب میں مجھے اطمینان دلائیے کہ آپ مایوس نہیں ہیں۔

آپ کی
قمر

(۱۲)

۷ جون ۱۹۱۷ء

وہ آئے بھی اور اٹھ کے چل بھی دیئے
یہ مدت بھی کیا مختصر ہو گئی

آداب عرض کرتی ہوں۔

خوب قدر بڑھائی۔ اچھا وہیں کیا (آپ نے) درد مند دل والے ایسے ہی تو ہوتے ہیں آخر پھر تکلیف فرمانے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ ملازم کے ہاتھ ہی کہلوا دیا ہوتا کہ ہم نہیں آ سکتے۔ میں کیا کہوں مجھے کیسی شرم آئی اور میں نے کس قدر اپنے اوپر ملامت کی۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ آپ ایسی رکھائی برتیں گے تو میں ہرگز گھر سے باہر قدم نہ رکھتی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے مجھے برقعہ اتارنے پر کیوں اس قدر مجبور کیا اور میرے انکار پر آپ کیوں بگڑ گئے اور چل دیئے۔

الٰہی توبہ! آجکل کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ بھی کیسے بے درد ہوتے ہیں۔

خیر طبیعت کو ہوگا قلق چند روز
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

میں پرسوں بریلی جا رہی ہوں اور کہہ نہیں سکتی کہ کب تک وہاں رہوں گی۔ اگر آپ کی شان کے خلاف نہ ہو تو اس پتہ پر خط کا جواب دیجیے۔ مجھے یہ تو بتلائیے کہ آخر بات کیا تھی پتہ یہ ہے:

بانس بریلی محسنہ ذخیرہ
معرفت صادق حسن صاحب

لفافے کے اندر میرے نام کا خط دوسرے لفافہ میں بند کر کے رکھیے گا۔ میرے خط کے لفافے پر صرف ق۔ ز۔ ہونا چاہیے۔

آپ کی خطاوار
ق۔ ز۔

(۱۳)

۱۲ جون ۱۹۱۸ء

"پیارے دلگیر" لیجیے اب تو آپ خوش ہوئے "صاحب" کہنے کا آتا رنج۔

بت کہہ دیا تو منہ سے وہ اب بولتے نہیں
اتنی سی بات کا تمہیں اتنا ملال ہے

کیا آپ میرے صاحب نہیں؟ میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ آپ کی تکلیف ملال اور رنج نومیدی سے میرے اوپر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ میں تو لکھتے لکھتے تھک گئی ہوں۔ آپ نے میری باتوں کا جواب ٹال دیا۔ خیر میں جان گئی جو بات ہے۔ لیکن صدمہ اس بات کا ہے کہ آپ کے انداز تحریر سے کچھ بے اعتنائی سی پیدا ہوتی جس کو میں اس وقت تک ٹالنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ خیر اگر آپ کی بے رخی آپ کے قابو کی نہیں تو خدا کی مرضی میں کیا کر سکتی ہوں۔ افسوس ہے کہ آپ کی محبت محتاط کی ہوشیاریاں ایک عورت کی سمجھ سے اسی طرح باہر ہیں جس طرح ایک عورت کی شیفتگی معصوم مرد، ہوشیار مرد کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

یہ آپ یقین رکھیے کہ مجھ سے کبھی وہ بات نہیں ہو سکتی جو خود میرے نزدیک بُری ہے۔ آپ کی مایوسیوں کا علاج میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی نہیں تھا جو ظاہر کر چکی ہوں۔ اگر آپ کو وہ منظور نہیں تو جانے دیں۔ جب آپ معمولی باتوں کا جواب دینے سے گریز کرتے ہیں جو لازمی طور سے پوچھی جاتی ہیں تو پھر نتیجہ معلوم۔

جی ہاں حسن ہنوز نامکمل ہے اور شاید رہے گا کیونکہ تکمیل حسن کے لیے التفاتِ عشق ضروری ہے اور وہ مجھے حاصل نہیں۔

بدنصیب
قمر

(۱۴)

یکم جولائی ۱۹۱۸ء

حضرت دلگیر سلمہٗ

لیجیے چوتھے نمبر کے لیے مضمون حاضر ہے۔ اب تو کوئی شکایت نہ ہوگی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس مضمون کا دوسرا رنگ ہے۔ پہلا اور تیسرا مضمون کاروباری لٹریچر تھا دوسرا مضمون نزاکت تخیل کا نمونہ تھا اور یہ صرف جذبات کا۔ آگے آگے دیکھتے جائیے کہ آپ کی جنس کو پریشان نہ کر دوں تو سہی۔ میرے پچھلے خطوں کا جواب ہنوز واجب ہے۔

یکم جولائی
قمر

(اس کے ساتھ ایک مضمون بھیجا گیا)

(۱۵)

۹ ستمبر ۱۹۱۸ء ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بہت برہم ہوں گے اور ہونا بھی چاہیے۔ لیکن جب آپ کو پورا حال معلوم ہوگا تو غالباً

آپ معاف فرمادیں گے۔ میرا سارا رمضان قریب قریب سفر میں کٹا اور شوال کا اتنا حصہ دیگر تقریبات میں جو میرے خاندان میں ہوئیں اور ہو رہی ہیں، میں پورا انتظام ڈاک کا کر گئی تھی لیکن میرے عقصہ کی کوئی انتہا نہ رہی جب واپس آکر معلوم ہوا کہ میرے نام کی ساری ڈاک تلف ہوگئی جس میں یقیناً آپ کے خطوط بھی ہوں گے۔ بعض خطوں کے چند پرزے ملے لیکن وہ آپ کے نہ تھے۔ قصہ یہ ہوا کہ جس خادمہ کے سپرد میں یہ کام کر گئی تھی اس نے احتیاط نہیں کی اور اوس کے بچے نے کچھ خط پھاڑ ڈالے اور کچھ جلا دیئے۔ میں سوائے اس کے اور کیا کر سکتی تھی کہ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ خدا کے لیے دلگیر صاحب معاف کر دیجئے۔ مجھے سخت الجھن رہے گی جب تک آپ معاف نہ کردیں گے۔ میں نے ایک غزل روانہ کی تھی۔ معلوم نہیں پہونچی یا نہیں۔ آپ مفصل خط لکھیے کہ اس زمانہ میں کیا کیا ہوا تاکہ مجھے بھی تفصیل کے ساتھ جواب دینے کی ہمت ہو۔

جولائی کا پرچہ جلد شائع فرمائیے سخت انتظار ہے۔

خطاوار

قمر

(پتہ وہی ہے)

مولانا عبیداللہ سندھی

بنام ڈاکٹر چوتھ رام پریزیڈنٹ کانگرس کمیٹی سندھ

از عبیداللہ سندھی۔ ۳۰ رجب ۱۳۵۶ھ

بخدمت شریف جناب ڈاکٹر چوتھ رام صاحب پریزیڈنٹ کانگریس کمیٹی سندھ

ڈاکٹر اشرف کا بیان اخبارات میں دیکھا کہ محترم المقام جناب پنڈت جی پریزیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس نے انہیں میری واپسی کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کی دعوت پر علماء دارالعلوم دیوبند اور جمعیت العلماء نے میری واپسی کی تجاویز منظور کیں۔ پھر میری محبوب ملک سندھ کی کمیٹی نے آپ کی ہدایت پر کام کیا۔ پھر آپ نے مجھے کونسل کے مباحثہ کی اطلاع دہی سے یاد فرمایا۔ ان سب کوششوں کا میرے دل پر خاص اثر ہے۔ میری طرف سے سب بزرگ اور دوست اور بھائی بہت بہت شکریہ قبول فرمادیں۔

(الف) آپ کا ارشاد تھا کہ تار میں جلدی مختصر خبر بھیج دوں۔ اس کی تعمیل نہ کر سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے مختصر بیان میری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ میری دعویٰ ہے کہ کمیونسٹ ریوولیشن کو میں نے کبھی اپنا سیاسی عقیدہ (کریڈ) نہیں بنایا اور نہ آئندہ میرے جیسے لوگوں سے یہ ممکن ہے۔ گورنمنٹ اپنی معلومات پر احتیاط سے نظر ثانی کرے گی تو وہ خود اس کی شہادت دے گی۔

(ب) میں نے کمیونسٹ تھرڈ انٹرنیشنل کی تھیوری اور پروگرام اور آرگنزیشن کا ماسکو میں سات مہینے سرکاری مہمان رہ کر مطالعہ کیا ہے۔ باوجود یکہ میں کوئی یورپین زبان نہیں جانتا۔ اپنے رفیقوں کی مدد سے جس میں نیشنلسٹ اور کمیونسٹ دونوں فریق تھے ہزارہا صفحہ کا زبانی ترجمہ سنا۔ سینکڑوں صفحہ کا انہوں نے اردو میں ترجمہ لکھ دیا۔ تاکہ میں بار بار مطالعہ کر سکوں میں نے پروفیسروں کے لکچر ان اپنی رفیقوں کی ترجمانی سے باقاعدہ سنے۔ میں نے اعلیٰ ذمہ داری کے مالک افسروں سے مباحثے کیے۔ مگر میں نے کمیونسٹ نظریہ پر اپنے کریڈ کو نہیں بنایا۔ چونکہ ایک نادر موقع میسر آیا تھا۔ میں نے اس سے علمی فائدہ حاصل کرنے میں قصور نہیں کیا۔ چنانچہ ہماری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار مجھے یورپ میں ملے تو چند سوالات کے بعد ان کی یہ رائے تھی کہ میں اس نظریہ کو ان کے پروفیسروں سے زیادہ جانتا ہوں۔

(ج) جو لوگ میرے علمی سائیکلوجی سے واقف ہیں وہ کبھی مان نہیں سکتے کہ میں کمیونسٹ کریڈ قبول کر سکتا ہوں۔ میں ۱۶ سال کی عمر میں اسکول سے فارغ ہوا چار سال محنت کر کے دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ سب کچھ پڑھنے کے بعد میرا اطمینان نہیں ہوا میرے استاد مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہند نے مجھے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی طرف توجہ دلائی۔ سات سال کی مسلسل محنت کے

بعد مجھے شاہ ولی اللہ کی اسلامی تشریح پر اطمینان ہوا۔ اس کے بعد ہر ایک مسلمان عالم کی ہر ایک بات ماننے کا قائل نہیں رہا۔ سندھ میں ایک مدرسہ بنا کر سات سال تک اپنی تحقیقات پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے ساری توجہ قرآن کریم شاہ ولی اللہ کی فلاسفی سے حل کرنے میں صرف کر دی۔ آخر میں شیخ الہند سے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی سب سے اعلیٰ کتاب کا درس لیا۔

(د) میری ننھیال کے پنجاب کے سکھ حکمرانوں سے دور کے تعلقات تھے۔ اس لیے پنجاب کی آزادی کے خواب میرے بچپن کے کھیل ہیں۔ اسلامی تعلیم جب مکمل کر چکا تو ان خیالات پر نظر ثانی کرنے سے وہی جذبہ دلی کی آزادی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ کی فلاسفی ایک خاص سیاسی اسکول کی رہنمائی کرتی ہے۔ ان کے سیاسی اسکول کے متبعین کی تاریخ سامنے رکھ کر میں نے اپنے لیے ایک پروگرام بھی بنا لیا۔ وہ اسلامی بھی تھا اور انقلابی بھی۔ مگر ہند سے باہر کے مسلمانوں سے اس کو کوئی تعلق نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے شیخ الہند سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس میں اصلاح کا مشورہ دے کر اسے اتحاد اسلام کی ایک کڑی بنا دیا۔ اس کے بعد میں جس طرح علمی تحقیقات میں شیخ الہند سے خاص تعلق رکھتا تھا، سیاسیات میں بھی ان کی اتباع میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے مجھ پر پورا اعتبار کر کے اپنی خاص جماعت میں شامل کر لیا۔

(ہ) بارہ سال میں شیخ الہند کے حکم سے سندھ میں کام کرتا رہا ہوں۔ میرا درجہ بڑھا کر چند سال انہوں نے مجھے دیوبند اپنے پاس رکھا۔ اور اپنے لوگوں سے تعارف کرا دیا۔ دو سال دلی میں علی گڈھ پارٹی سے ملنے کے لیے چھوڑا۔ میرے استاد نے میرا تعارف ڈاکٹر انصاری سے کرایا اور ڈاکٹر نے مولانا محمد علی سے ملایا۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد سے تعارف کرایا اس کے بعد مجھے کابل بھیج دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ الہند نے ایک عرصہ سے مجھے اس کام کے لیے معین کر لیا تھا جس قدر ضرورتیں مجھے کابل میں نظر آئیں گی۔ ان امور کو وہ پہلے سے طیار کرتے رہے، فقط ایک خانہ میرے لئے خالی چھوڑ رکھا تھا۔ جسے پُر کرنے کے لیے مجھے حکم دیا۔ میں نے یہ حکم نہایت تنگ دلی سے قبول کیا۔ میرے لیے اپنی طبیعت کے موافق ہندوستان میں کام کا بڑا میدان تھا۔ اور میں اپنے آپ کو کابل سے بالکل غیر مناسب پاتا تھا۔ مگر اب شکر کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنے بزرگ کا حکم ماننے کی توفیق دی۔

(و) میں کابل میں حکومتِ افغانیہ کے ساتھ کام کرتا رہا۔ امیر حبیب اللہ خاں نے مجھے حکم دیا کہ میں ہندوستانی کام ہندوؤں کے ساتھ مل کر کروں۔ اب تک میں ایسے کام کی خود جرأت نہیں کر سکتا تھا، مگر اس حکم نے مشکل حل کر دی۔ ایسے معاملات میں امیر المسلمین کا حکم ماننا اس کام کو اسلامی فرض بنا دیتا ہے۔ اس وقت سے میں نے کانگریس کی تائید شروع کی۔ بیرونی لوگوں سے اس کا تعارف کراتا رہا۔ کہ ہندوستانی حکومت کے لیے وہ پارلیمنٹ کا درجہ رکھتی ہے۔ میں ۱۹۰۱ء سے مسلسل اخبار پڑھنے والا ہوں۔ کانگریس کو اور تقسیم بنگال میں اس کی کامیابی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے دوست پروفیسر جیوت رام کرپلانی اچھی گواہی دے سکتے ہیں۔ میں اس رستہ پر تیزی سے بڑھتا گیا۔ آخر امیر امان اللہ خاں کے زمانہ میں میں نے کابل میں کانگریس کمیٹی بنائی۔ جسے ڈاکٹر انصاری نے گیا سیشن میں کانگریس سے الحاق منظور کرا دیا۔ جہاں تک میرا علم ہے برٹش ایمپائر سے باہر یہ کانگریس کی پہلی کمیٹی ہے۔ اسی سال ہم روس پہنچے وہاں میرا تعارف کانگریس کمیٹی کابل کے پریزیڈنٹ کے نام سے ہوا۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر نور محمد حیدر آبادی میرے سیکرٹری تھے۔ کیا کوئی عقلمند تجویز کر سکتا ہے کہ میں اپنی نیشنل تحریک سے غداری کر کے اس انٹرنیشنل جماعت سے عزت کی امید کروں گا۔ جہاں نیشنلسٹ ہندوستانیوں کی

کافی تعداد موجود ہے۔ اس لیے بھی میرے لئے ناممکن تھا کہ کمیونسٹ کریڈ قبول کروں۔

(ز) کابل تک صحیح معنوں میں میں بین اسلامسٹ تھا۔ اسلام کے فائدہ کے لیے انڈین نیشنل کانگریس میں داخل ہوا۔ لیکن ٹرکی کی شکست کے بعد اتحاد اسلام کا کوئی مرکز نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی مستقبل قریب میں کسی پورے آزاد مرکز کی توقع کی جا سکتی تھی۔ اتحاد اسلام کے عوض روس کا لادینی انٹرنیشنلزم ہمارے نوجوانوں کے دلوں کو لبھا لیتا تھا۔ اس سے میں سخت حیران ہو گیا۔

(ح) اس کے بعد ہم ٹرکی میں رہے۔ جب سے ٹرکی نے اپنا اسلام اپنی قومیت کا جزو بنا لیا۔ اس کا میں نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے اسی طرح میرا یہ فیصلہ بھی قطعی ہو گیا ہے کہ مجھے اسلام کی حفاظت کے لیے ہندوستانی مسلمان کے اسلام کو نیشنل کانگریس کا جزو بنا دینا چاہیئے۔ میری تحقیق میں ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً ادنیٰ طبقہ کے لوگ میری طرح ہندوؤں کی اولاد ہیں ان کا قدرتی وطن اور ملک ہند کے سوا دوسرا ملک نہیں ہو سکتا اور جو بزرگ باہر سے آئے گریبین کے ہو رہے۔ وہ بھی ہماری طرح ہند سے باہر اپنا کوئی ہمدرد نہ پائیں گے انہیں بھی اپنی ملکی طاقت کے زور پر اپنا مذہب چلانا چاہیئے۔

(ط) اس کے لیے کافی وقت صرف کر کے میں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی رہنمائی میں اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی شروع کی اس کو ایسا کر دیا کہ ہندوستانی قومیت کے ساتھ جمع ہو سکے۔ تاکہ تمام ہندوستانی قوموں سے مسلمانوں کی مذہبی جنگ ختم ہو جائے۔

میں نے اپنی قوم کی سائیکالوجی جانتے ہوئے اس پر اعتماد کیا ہے کہ جب ہم ہندوؤں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں گے تو وہ کبھی ہم پر ظلم نہیں کریں گے۔ آج بھی مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے لوگ ہندوؤں کے سیاسی غلبہ سے ڈر رہے ہیں۔ میرا جواب ان کے لیے یہ ہے کہ شاید وہ پہلے ہندوؤں پر زیادتی کر چکے ہیں اور اب بھی اسی قسم کے کام مذہب کے نام سے جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ضرور ڈرنا چاہیے۔ مگر جو مسلمان اس انقلاب سے پہلے کی تاریخ کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتا۔ اس زمانہ کے کام اس زمانہ کے لوگوں کی ذمہ داری پر مخصوص کر دیتا ہے اور آئندہ ہمارے پروگرام پر چلتا ہے اسے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔

(ی) اس قدر اصلاح کے بعد بھی ہندوستانی مسلمان کے لیے ایک زبردست خطرہ نمودار ہوتا ہے۔ ہماری کانگریس آزادی پسند ترقی کن جماعت ہے۔ آج اگر ہم قوم کی پرانے سائیکالوجی پر مطمئن ہیں جس میں سرمایہ داری بھی ہے، برہمنزم بھی ہے۔ اس صورت میں چھوٹے چھوٹے جھگڑے تو کافی دیر تک ہوتے رہیں گے مگر کسی بڑے انقلاب کا خوف نہیں۔ جو اسلام کو ختم کرنا چاہے۔ لیکن جس صورت میں کانگریس ترقی کرتی ہے اور سوشیلسٹ پارٹی یا بالآخر کمیونسٹ پارٹی غلبہ حاصل کر لیتی ہے تو اس وقت ہمارا اسلامی وجود کانگریس میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

وہ مسلمانوں پر خاص ظلم نہ کرے بلکہ ہندو مسلمان سے مساوی برتاؤ کرے اور ممکن ہے کہ ہندو اسے منظور بھی کرے۔ لیکن میرے جیسے مسلمان کے لیے اسلام کی یہ تخریب کسی طرح خوش آئند نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک مفکر کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس وقت کانگریس کو چھوڑنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے اپنا علیحدہ نظام قائم کریں۔

(ک) لیکن دوسرے ملکوں کے انقلاب کا مطالعہ کرنے کے بعد میری یہ رائے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کامل غور و خوض کے بعد شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی روشنی میں میں نے ہندوستانی مسلمان کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام کو اس درجہ منظم کر دیا ہے کہ نہ کوئی سوشیلسٹ پارٹی

اور نہ کمیونسٹ پارٹی ہمارے اسلام کی اس پالیسی سے جنگ کرنا ضروری سمجھے گی۔

اس پر اعتماد اس لیے کیا جا سکتا ہے کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل ہماری سکیم ماننے والے مسلمان کے ساتھ لڑنا ضروری نہیں جانتا۔ بلکہ بعض پروفیسر تو جلسوں میں کہتے رہتے کہ اگر ایسی مذہبی جماعت منظم موجود ہوتی تو ہم اس مذہب کو قبول کر لیتے اور یہ کاشت کاروں کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے بیحد مفید ہوتا۔

(ل) محترم پریزیڈنٹ! میں نے آپ کا بہت سا وقت اپنی سرگذشت سنانے میں لے لیا۔ میرا خیال ہے کہ جب تک کوئی مفکر ہمیں خاص طور پر پہچاننے کی کوشش نہ کرے وہ ہمارے جوابات پر مطمئن نہیں ہوگا۔ آج کل ڈپلومیٹک میں جھوٹ سچ ۱۲ امتیاز نہیں کیا جاتا۔ مگر ہم اپنی مذہبی تعلیمات کے اثر سے ایسے فیصلہ کن مسائل میں جھوٹ بولنا بہت بڑا جرم مانتے ہیں۔ کم از کم اس قدر صداقت کا اظہار تو ضروری ہے جس قدر ایک منصف کے سامنے شہادت دیتے ہوئے عام انسان سچ بولنا پسند کرتے ہیں۔

(م) اب میں آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں (۱) میرا سیاسی عقیدہ یا کریڈ اسلام کی اس تفسیر و شرح میں ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ نے پیش کی ہے چونکہ میں اس سیاسی عقیدہ کو انڈین نیشنل کانگریس کی عام پالیسی عدم تشدد وغیرہ کے اندر کانگریس کی ایک پارٹی بنا کر آخر تک چلا سکتا ہوں۔ اس لیے دوسرے درجہ پر انڈین نیشنل کانگریس کریڈ میری کریڈ بن جاتی ہے۔

میرا یقین ہے کہ جس قدر حملے عام مذہبی تحریکوں پر یا خاص اسلامی تحریک پر اس وقت ہو رہے ہیں۔ وہ بے بنیاد ہیں)

عبیداللہ سندھی

متفرق خطوط

مولانا حالی

علی گڈھ مدرسۃ العلوم
۱۵ اگست ۱۸۹۴ء

والاجناب۔

عنایت نامہ مع دو جلد تجویز تعلیم مذہبی کے پہنچا۔ اور میں نے کل اطمینان کی حالت میں اس کو پڑھا۔ سرکاری مدرسوں یا کالجوں میں تعلیم مذہبی شامل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ بظاہر خیال میں نہیں آتا۔ جو آپ نے تجویز فرمایا ہے اور جہاں تک کہ میں خیال کر سکتا ہوں گورنمنٹ کو اس کے منظور کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ گورنمنٹ کو میرے نزدیک جب سے نیشنل کانگریس کا غلغلہ ہندوستان میں ہوا ہے، ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم دیے جانے کا خیال ہو گیا ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو گورنمنٹ ایسی تجویز کو نہایت غنیمت سمجھے گی اور اس کو خوشی سے منظور کرے گی۔ لیکن جیسا کہ آپ نے خود آخر میں لکھا ہے مسلمانوں سے بہت ہی کم توقع ہے کہ وہ یہ دردسر گوارہ فرمادیں اور مذہبی تعلیم کے انتظام کے لیے کمیٹیاں مقرر کریں۔ اور ہر ایک کمیٹی اپنے فرائض پورے پورے ادا کریں۔ رہی یہ بات کہ اس اقلِ قلیل وقت میں جو مذہبی تعلیم دی جائے گی آیا وہ ان خرابیوں کا انسداد کر سکے گی یا نہیں جو انگریزی تعلیم سے متصور ہیں۔ اس کی مجھ کو ہرگز امید نہیں۔ لیکن بہ حال اگر آپ کی حسن سعی سے یہ تدبیر چل نکلے تو نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے اور تعلیم مذہبی کے ساتھ نماز روزہ کی پابندی کا انتظام کرنا بھی نہایت ضرور ہے بلکہ اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو صرف پانچ وقت کا التزام اس محدود مذہبی تعلیم سے زیادہ مفید ہے اور محمڈن کالج نے بھی اب تک جو کچھ مذہب کے متعلق کوئی عمدہ انتظام کیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ یہاں کے طالب علموں کو نماز کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اُمید ہے آپ مع متعلقین بخیریت ہوں گے زیادہ نیاز

نیازمند
الطاف حسین حالی

داغ دہلوی

مسافر نواز نواب نامدار بادشاہیار دام الطافکم۔

تسلیم! میں کبھی رمضان المبارک میں اپنا عریضہ بار نظر نہ کرتا۔ مگر مجبوری ہیں یہ خوب جانتا ہوں اور سنتا ہوں کہ آپ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ شرط اسلام اور مومن کی پہچان یہی ہے۔ کیا مسافر نوازی نواب نہ ہوگی۔ اب تک باریابی کی نوبت نہیں آئی۔ ہر روز ذکر خیر آتا ہے۔ ہفتہ میں ایک لفافہ کلام تازہ کا بھجوا دیتا ہوں۔ داور مرزا صاحب نے کئی بار عرض میری حضوری اور پرورش کے باب میں کی۔ ارشاد ہوا بیشک بیشک۔ خانساماں صاحب حج کو گئے۔ چلتے وقت بہت تسلی کر گئے کہ انشاء اللہ بہت جلد کامیاب ہوئے جس وقت میری طلب کے واسطے ارشاد ہوا تھا اس وقت ڈاکٹر میر احمد علی صاحب بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کی نسبت طلب داور میرزا صاحب سے یہ ارشاد ہوا تھا۔ پہلے برس دن سے زیادہ رہ کر چھ ہزار کا زیر بار ہو کر چلا گیا تھا۔ اب معاملہ الجھتا نظر آتا ہے۔ اب روپیہ کہاں جو کچھ حال ہے وہ زبانی بھی عرض کر چکا ہوں کہ نہ مجھ کو اہل کاری کی ہوس نہ مصاحبت کی خواہش۔ دعاگو ہوں۔ سید باقر حسین صاحب نے جو روایت بیان کی میرا جی چھوٹ گیا کہ جب تک حضوری نہ ہوگی نواب مدار المہام بہادر نہ ملیں گے۔ صاحب کیوں نہ ملیں گے۔ اس کا جواب ندارد ہر چند کہ میرا جی چھوٹا ہوا ہے کہ پیشگاہ نواب صاحب بہادر میں کئی عرضیاں بھیجیں جواب کیسا توجہ بھی نہ ہوئی۔ آپ کی خدمت میں کئی نیاز نامے روانہ کیے۔ البتہ بالواسطہ جواب باصواب ملا جس کی تعمیل کی گئی۔ اب فرمائیے کیا منظور ہے۔ کیا ہدایت ہے۔ مجھ سے ایک دوست جلیل نے یہ کہا ہے کہ شاید بندگان عالی نواب مدار المہام بہادر کی گزارش کی راہ دیکھتے ہیں۔ کسی طرح ہو۔ ہو تو چکے کہ دو برس تو گزر چکے۔ انشاء اللہ ماہ شوال میں ملاقات ہوگی مگر خیال ہر گونہ ضرور ہے۔ والسلام مع الاکرام۔

راقم دعا گو داغ دہلوی

۱۷ رمضان ۱۳۰۶ھ ہجری

(۲)

ھو المستعان

نواب صاحب۔ عالی مناقب۔ تسلیم۔

یہ تو میں جانتا ہوں کہ جب سلطنت کا کام ہو تو فرصت کہاں، مگر کیا کروں کہ آپ دریائے فیض اور میں تشنہ مراد، اگرچہ آپ کی تشریف آوری میں میرا فخر و آبرو ہے ہر چند کار سرکار اور ضیق فرصت کا کیا علاج؛ مجھ کو حاضر ہونا ضرور اور عرض مطالب

ضرورتر، متفکر ہوں۔ کیا کروں۔ حیدرآباد داغ کا آنا اور جانا اور پھر آنا نہایت دشواری سے ہوا ہے جو مجبوری واپس لے گئی تھی
مبادا کہ خالی قیام میں پریشانی زیادہ تر ہو۔ ڈر رہا ہوں۔ اندیشہ مند اس سبب سے ہوں کہ ہنوز نابلد ہوں۔ اہل بلدہ کی طبائع سے،
مبادا کوئی امر خلافِ ہدایت سامی ہو کر مضر ہو، آپ کا خلوص مشفقانہ کشاں کشاں لایا ہے۔ ہدایت مربیانہ سے اب بھی محروم
نہ رہوں۔ بعد الملاقات بھی اسی قدر مختصر عرض کرتا جو تحفہ یہ ہذا میں ادا کیا گیا۔ میری شہرت کثیر، باعث ملامت کبیر و صغیر ہوئی
زیادہ کیا عرض کروں۔ دو برس سے سرکار عالی وقار کا امیدوار ہوں۔ کسی غرض سے نہیں رکھی اگرچہ کم و بیش رزق تو اکثر جگہ سے
مقرر ہوتا تھا۔ چند اشخاص بلکہ میرے احباب کے واسطے جو زمانہ قلیل میں آپ کی وجہ سے دستگیری دائمی ہوئی۔ یہ آفتاب نیک
نامی ابدالدہر روشن رہے گا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

فقط۔ ملتمسہ

داغ دہلوی

تحریر ۱۵ شعبان ۱۳۰۷ھ ہجری

(۳)

چونکہ سال فصلی تمام ہوتا ہے۔ اس سے پہلے یہ رقم ملنی چاہیے۔ آپ کو نہ کار سرکار سے فرصت۔ نہ حمایت احباب
سے نجات۔ واللہ کہ حال ناسازی مزاج سن کر سخت ملال ہوا۔ خدا آپ کو دیرگاہ زندہ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ملتمسہ

داغ دہلوی

۱۰ صفر ۱۳۰۹ھ

(۴)

حکم جاری فرما دیجئے کہ مرض کی شدت ہے اور سخت ضرورت ہے۔ بطور یاددہی ملتمس خدمت ہوا۔ زیادہ ایام
جمعیت بکام باد۔

۱۰ آذر بوقت آٹھ ساعت شب ملتمسہ

محبوب گنج رنجور و سوگوار

داغ دہلوی

مولانا محمد علی جوہر

رام پور۔ ۱۵ مارچ

جناب والا، تمام عنایت نامے اور تار ملے۔ بے حد ممنونِ بندہ پروری ہوں۔ معظم کے قلب پر آپ کی محبت بھری تحریر کا بہت اثر ہوا اور وہ خود علی گڑھ آکر آپ کا شکریہ ادا کرے گا۔

میں آج ہی چلا آیا ہوتا مگر سرکار نامدار کا ارشاد ہے کہ آج لفٹننٹ گورنر صاحب کو جو بینکویٹ دیا جا رہا ہے اس میں شریک ہو۔ کل گارڈن پارٹی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ علی گڑھ کے واقعات پر حکام سے گفتگو ہو۔ اس لیے مناسب یہی جانا کہ اتوار تک آنے میں التوا کیا جائے۔ اس دن چوتھا اجلاس کمیشن کا ہوگا اور میں شہادت دے سکوں گا۔ اس عرصہ میں اور شہادتیں بھی دی جا چکی ہوں گی۔ جن سے معلوم ہوگا کہ کن کن امور پر زیادہ زور دینا چاہیے۔

لیکن اگر حکم ہو تو میں کل صبح ہی کو علی گڑھ پہنچ جاؤں۔ کل ہی تار دیا تھا۔ اس کا جواب اب تک نہیں ملا ہے۔ اگر ضرورت معلوم ہوئی اور آپ نے یا جو کوئی بھی پریسیڈنٹ کمیشن ہو، اس نے تار دے دیا کہ ہفتہ ہی کو شہادت دو تو فوراً چلا آؤں گا۔

شہادت کو قلمبند آج شام کو کر دوں گا۔ مگر مصالحہ سب تیار ہے۔ اس عرصہ میں یہاں بھی ایک جلسہ ہوا تھا جس کی رپورٹ خدمت عالی میں ارسال ہو چکی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قدر عجلت اس کمیشن کے بیٹھنے میں کیوں ہوئی۔ اس کے فیصلہ پر تو طلبا کا آنا منحصر ہے نہیں کیونکہ سیکرٹری صاحب اور پرنسپل صاحب کے خطوط سے ایسا نہیں معلوم ہوتا۔ اتنی جلدی میں غور بھی نہ ہو سکے گا اور بر سرکار لوگ اس وقت آ بھی نہ سکیں گے۔ جو رائے رام پور کے جلسے نے دی ہے وہ ناقابلِ غور ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن ایسٹر میں ضرور اجلاس کرے۔ خواہ کمیشن نیا ہی کیوں نہ بنانا پڑے۔

ع اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اس علی گڑھ نے اب تک اس قدر پریشان رکھا ہے کہ لیگ کا کام بہت کم ہو سکا۔ آخری پروف درست کر کے چھپنے کو دے دیئے گئے۔ امید کہ ایک ہفتہ میں انگریزی کاپیاں دو ہزار تیار ہو جائیں گی۔ اردو کے مترجم صاحب نے اب تک ترجمہ کر کے نہیں دیا۔ انگریزی کاپیوں کی قیمت ٹیلیگراف پریس نے "تار روپیہ" رکھی ہے اور یہاں حافظ صاحب کے مطبع میں ۵۰۰ کاپیاں غالباً تار میں تیار ہو جائیں اور شاید کانسٹی ٹوشن کو بھی مرتب کر سکوں۔ سرکلر خط آج ہی چھاپنے کو بھیجا ہوں۔ اس میں سرت رودادِ دیر کا باعث اور کانسٹی ٹوشن کے متعلق رائے مانگنا بھی ہوگا۔ مسودہ کانسٹی ٹوشن یکم تک بھیجنے کا وعدہ کیا جائے گا اور ممبرانِ کمیٹی کو جلسہ سے تین دن قبل بلانا مناسب ہے تاکہ خود وہ سوچ کر آخری فیصلہ اپنا دے دیں۔

یک من دخیل آرزو دل یکہ مدعا دہم
تن ہمہ داغ داغ شدہ پنبہ کجا کجا نہم

صرف آپ کی توقع پر یہ سب کام ہو رہا ہے۔ خدا آپ کی عمر، عمرِ خضر سے کم نہ کرے۔ آمین ثم آمین

آپ کا عزیز نیاز مند

محمد علی

اکبر الہ آبادی

بنام آرزو لکھنوی

الہ آباد ۲۲ رجون ۹ء

حبیبی و مکرمی آرزو سلمہٗ

مدت سے آپ کا کلام سننے میں نہیں آیا۔ گلدستہ میں دیکھ نہیں سکتا۔ اگر تو تصنیف غزلیں بھیج دیجئے تو ممنون ہوں گا۔ مجھ کو گلہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے وعدہ کیوں نہ کیا۔ ضرورتِ وقت نے مجبور کیا ہوگا۔ بہرکیف لکھنؤ آؤں گا تو ملاقات ہوگی۔ اہلِ کمال کی طرف دل کھینچتا ہے۔

اکبر

مولوی عبدالحق سیکرٹری انجمن ترقی اردو

اورنگ آباد دکن

۳ جنوری ۱۹۳۳ء

مخدومی و مشفقی زاد لطفہٗ

تسلیم! آپ کا عنایت نامہ پہنچا جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے بہت غلطی ہوئی۔ میں اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں اور اس پر نادم ہوں۔ انشاء اللہ اب اردو آپ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہے گا آپ نے اردو زبان کی جو خدمت کی ہے اس کی قدر نہ کرنا یا بھلا دینا ایک قسم کا کفرانِ نعمت ہے۔ امید ہے کہ آپ میری اس خطا کو معاف فرمادیں گے۔

میں آپ کی خدمت میں ایک مطبوعہ مسودہ اصلاحاتِ علمیہ کا بھیجتا ہوں براہ کرم اسے بنظرِ تنقید و اصلاح ملاحظہ فرمائیے اور بلا تامل دل کھول کر اس پر نکتہ چینی کیجئے۔

میں نے اور چند احباب کی خدمت میں بھی یہ مسودہ بھیجا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ طبع سے پہلے اہلِ نظر اسے دیکھ لیں جو تنقیدیں وصول ہوں گی انہیں میں ایک مجلس میں فیصلہ کے لیے پیش کروں گا اور اس کے بعد طبع کا انتظام کیا جائے گا۔

آپ کو جو الفاظ قابلِ اعتراض معلوم ہوں ان کا اظہار فرما دیجئے۔ اور کوئی بہتر لفظ آپ بتا سکیں تو اسے بھی لکھ دیجئے میں بہت ممنون ہوں گا۔ اور جس کسی کو آپ اس قابل خیال فرمائیں تو ان سے بھی مشورہ کیجئے۔ یا جن صاحبوں کا آپ پتہ دیں گے اُن کے پاس بھی یہ مسودہ بھیج دیا جائے گا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جن جن صاحبوں سے میں نے یہ استدعا کی انہوں نے بہت کم اس طرف توجہ کی۔ مجھے امید ہے کہ جناب ضرور اسے بنظرِ امعان و تنقید ملاحظہ فرمائیں گے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اگر موقع ملا تو ضرور حاضر ہوں گا۔

نیاز مند عبدالحق

عماد الملک سید علی بلگرامی

پنج شنبہ
(تاریخ نہیں لکھی)

سوا نو بجے شب

مکرمی و مخدومی۔

میں بہ دل آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میر شاکر علی صاحب کی قدردانی فرما کر ان کو ایک مدت کی مصیبت سے نجات دے دی۔ مجھے یہ مژدہ اسی وقت معلوم ہوا۔ اور میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ ملال مجھے اپنے شملہ جانے کا تھا، وہ بالکل رفع ہو گیا خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ فقط

سید علی بلگرامی

سید حسین بلگرامی

۱۱ رمضان المبارک

مخدومی و مکرمی!

عنایت نامہ پہنچا۔ الحمد للہ کہ لڑکوں نے فراغت پائی۔ سید ہاشم نے ڈگری بھی حاصل کی۔ تاریخ میں آنریری پائے۔

میں لڑکوں باؤں کو بانچگنی لے جاتا ہوں۔ جمعہ کو انشاء اللہ روانہ ہوں گے۔ زین العابدین اور ہاشم مئی کے مہینے میں وہیں آن کر مل جائیں گے۔ میں تو فقط چار پانچ روز کے واسطے جاتا ہوں۔ واپس جلد آؤں گا۔ مگر مئی کے مہینہ میں انشاء اللہ ایک مہینہ کی رخصت لوں گا۔ محمد احمد کا مطلق حال معلوم نہیں ہوتا۔ اس قدر معلوم ہے کہ بنگلور میں ہیں۔ مگر کام کیسا چلتا ہے اور عیال کا کیا حال ہے۔ کچھ نہیں معلوم۔

آپ کا مزاج کیسا رہتا ہے؟ سنا تھا کہ معدہ کی شکایت رہا کرتی ہے۔

سید حسین

(۲)

مخدومی مکرمی!

میں نے اس وقت سنا ہے کہ میرے بھائی سید علی سے مارشل صاحب کی جگہ کے واسطے عرضی دلائی گئی ہے یا انہوں

نے خود دی ہے۔ ان سے کچھ مجب نہیں ہے کہ عرضی دی ہو یا شاید ان سے دلائی گئی ہو۔ میں نے عرضی دینا مناسب نہیں سمجھا اور نہ مناسب سمجھتا ہوں۔ جناب نواب صاحب قبلہ اور اعلیٰ حضرت بندگان عالی جس کو مناسب سمجھیں گے مقرر فرمائیں گے۔ اس پر بھی اگر نواب صاحب حکم فرمائیں کہ درخواست پیش کرو تو مجھے عذر نہیں۔ اگر مناسب معلوم ہو تو یہ رقعہ میرا جناب نواب صاحب قبلہ کے ملاحظہ میں لا سکتے ہیں۔

سید حسین

مولوی سید ممتاز علی

بنام سرسید احمد خاں

قبلہ و کعبہ من

بعد لوازم عبودیت آنکہ کتاب تحفۃ الفلاسفہ براہ عنایت ارسال فرمادیں۔ بہت جلد واپس کر دوں گا۔ انشاء اللہ اور انشاء اللہ کے وہ معنی نہیں جو مولوی صاحبان سمجھا کرتے ہیں۔

بہت عرصہ ہوا حضور کے واسطے مشکوٰۃ الانوار کی نقل لی تھی وہ بہت غلط تھی۔ اس کی تصحیح حتی المقدور کر لی گئی ہے۔ اگر اب تک حضور کو کہیں اور سے نہ ملی ہو تو میں بھیج دوں۔ والسلام مع الاکرام

بہتر ہو کہ حضور ایک رسالہ بشارات پر بھی تحریر فرمادیں۔

حضور کا خادم

ممتاز علی

(اس خط پر کوئی تاریخ نہیں ہے۔ مگر اس کا جو جواب سرسید نے دیا ہے اس پر ۳۰ جون ۱۸۹۰ء کی تاریخ پڑی ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط جون ۱۸۹۰ء کے آخری عشرہ کا لکھا ہوا ہے۔ اسماعیل)

(۲)

مولانا مرشد

بعد لوازم عبودیت آنکہ دفتر میں ۲۴ سے لغایت ۳۰ تعطیل ہے۔ اس واسطے میں نے درخواست ۲۰ مارچ سے رخصت کی دی تھی اور ۲۴ کو ارادہ روانگی کا تھا۔

افسوس کہ رجسٹرار صاحب نے رخصت نامنظور فرمائی مگر یکم اپریل سے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بلحاظ خاص حالات آفس ان کو چند در چند تغیر و تبدیل کرنے پڑتے ہیں جو بصورت یکم اپریل کی رخصت کے نہیں کرنے پڑیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں ہمرکاب خدمت عالی ہونے کی عزت حاصل نہ کر سکوں گا۔ مجھے خوف ہے کہ حضور نے ریل والوں سے کوئی انتظام نہ کر لیا ہو۔ اگر کر لیا ہو تو مجھے بذریعہ تار اطلاع فرمادیں کہ میں صاحب رجسٹرار سے دوبارہ عرض معروض کروں۔ ورنہ احقر ۳۰ تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو کر حیدرآباد خدمت عالی میں پہنچے گا۔ زیادہ حد ادب

۱۱ مارچ ۹۱ء در لاہور

خاکسار ممتاز علی

انجمن خدام کعبہ

دفتر جمعیت اصلیہ دہلی — نمبر ۲۳۷۴

تاریخ ۳ مارچ ۱۹۱۴ء

جناب قبلہ معظم دام مجدکم

بعد سلام نیاز التیام آنکہ تحریریت نامہ شریف صدور لاکر باعث عزت ہوا۔ علالت مزاج والا کی خبر سخت صدمہ ہوا۔ خداوند کریم آپ کی ذات بابرکات کو سرسبزاں پر قائم رکھے۔ ہرچند کہ حضور والا کو شرکت انجمن کی نہ ضرورت ہے نہ حاجت لیکن انجمن کو ضرور ذات بابرکات پر فخر و اعتماد ہے آپ کا اسم گرامی ہی انجمن کے اعتبار کے واسطے کافی ہے۔ اگر ارشاد عالی ہو تو گاہ گاہ ہی کارروائی انجمن کی خدمت مبارک میں عرض کر دی جایا کرے۔ یا جو رائے عالی ہو۔ بہرحال انجمن کو شرکت حضور کی واقعی حاجت ہے اور نظر عاطفت ضرور چاہیے۔

یہ بھی عرض کروں گا کہ کیفیت مزاج سے مجھے معزز فرمایا جائے۔ اور میں ذات گرامی کو انجمن کے واسطے بڑا اعتماد سمجھتا ہوں اور ساتھ اس کے یقین دلانے کی جرأت کرتا ہوں کہ انشاء اللہ کوئی کارروائی انجمن کی طرف سے ایسی نہ ہوئی نہ آئندہ ہوگی جس پر حضور کو تاسف ہو۔ انجمن کے متعلق جو خیالات لوگوں کے ہیں وہ حضور پر روشن ہیں۔ ایسے وقت میں حضور جیسے محترم کی سرپرستی کی اشد ضرورت ہے۔ کاغذات انجمن کے آئندہ بنظر عدم تکلیف وہی پیش کیے جائیں گے۔ اگر حضور کی علیحدگی کسی طرح گوارہ نہیں ہو سکتی۔

رام پور میں چچا بہت بیمار ہیں۔ خدا رحم کرے۔ — شوکت علی

مولانا حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کان پور۔ مورخہ ۴ اگست سنہ

مکرمی۔ السلام علیکم!

کارڈ آپ کا ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ بیشک میرا ارادہ اس سال بذریعہ ہوائی جہاز سفر حج کا ہے۔ اور نیٹ ایئرویز کے جہاز سے براہ کراچی جانا طے پایا ہے۔ خاص کر اس لیے کہ پاکستانی سکے میں سفر خرچ کی میزان ہندوستانی سکے کے مقابلے میں کم ہو جاتی ہے۔

میرا قصد یہاں سے ستمبر کے پہلے ہفتے میں کراچی چلے جانے کا اور وہاں سے ۱۱-۱۲-۱۳ تک بذریعہ ہوائی جہاز حجاز کے سفر کا ہے۔ اطلاعاً عرض کیا۔

میں جب جاؤں گا اور جس راستہ سے جاؤں گا۔ حج کے زمانہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ سے مکے میں ملاقات

ضرور ہوگی۔ نیازمند فقیر حسرت موہانی

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین

مجھے خیال ہے کہ غالباً عزیز القدر مولوی صبغت اللہ صاحب نے اس کا تذکرہ کیا ہوگا اور آپ کی منظوری حاصل ہوگئی ہوگی۔ اور مولوی صبغت اللہ صاحب اس وقت تین دن سے مراد آباد ہیں۔ ان سے زبانی دریافت کرنے کا اس عرصہ میں موقع نہیں ملا اور بہرحال جناب کی تحریری منظوری کی ضرورت ہے اور میں مشکور رہوں گا۔ اگر جناب اپنی منظوری اور رضامندی سے مجھ کو ممنون فرمادیں گے۔ مشتاق حسین (وقار الملک)

عبدالرحمٰن بجنوری (سہواروی)

بجواب عارض ہوں کہ مجھ کو برخوردار عزیز از جاں مولوی شتاق احمد سلمہٗ کی تعلیم کے متعلق مذکورہ صدر خدمات کا بجالانا تہ دل سے منظور ہے۔

میں اپنے فرائض ایمان داری اور توجہ اور دلدہی سے انشاء اللہ تعالےٰ بجالاؤں گا۔ لہٰذا اپنی رضامندی کی یہ تحریری اطلاع دیتا ہوں۔ کمترین غلام غلاماں

عبدالرحمٰن بجنوری (سہواروی)

بیرسٹرایٹ لاء۔ بقلم خود

مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی

جناب والا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سابق میں ایک مراسلہ بطلب خیریت ارسال خدمت عالی ہوا تھا۔ جواب سے مشرف نہ ہوا۔ اب تو میں اس امر کے خیال سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ علی گڑھ سے تشریف بری کے بعد یہ بیگانہ سا ہوگیا۔ مگر محض بخیال رخصت گرامی مراسلت کو ملتوی رکھتا ہوں۔ جب زیادہ زمانہ ہوجاتا ہے تو تقاضائے قلبی مجبور کردیتا ہے۔

جواباً اگر خیریت وکیفیت ومزاج عالی سے معروض کیا جاؤں تو عین شفقت بزرگانہ ہے۔

حبیب گنج ۸ مئی ۱۹۱۳ء نیازمند حبیب

(سر) شیخ عبدالقادر

شملہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۱ء ——— جناب کرمی ومخدومی نواب صاحب بہادر ——— السلام علیکم! آپ کے دونوں

عنایت نامے پیم شرف صدور لائے۔ تقریر آپ کی آبزرور میں چھپ گئی ہے۔ آخیر کے حصہ میں میں نے کسی قدر اختصار کر لیا ہے۔ معاف فرمائیے۔ اگر آبزرور کی کاپیاں جس میں وہ تقریر درج ہے آپ کو نہیں ملیں تو عنقریب مل جائیں گی۔

میں نے نواب محمد حیات خاں صاحب کو آپ کے دونوں خطوط کے پیغام دے دیئے تھے۔ وہ جواب میں سلام شوق عرض کرتے ہیں۔ اور یاد آوری کے ممنون ہیں۔ مگر آپ نے جو ڑسٹیان پنجاب میں کسی کے سیکرٹری ہونے کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ اگر نواب محسن الملک صاحب استعفے پر مصر رہیں۔ اس کی توقع نہیں ہو سکتی۔ نواب محمد حیات خاں صاحب اپنے کاروبار میں اس قدر منہمک ہیں کہ ان کا چھٹکارا مشکل ہے۔ آپ کو معلوم ہے پنجاب کی کونسل کے ممبر ہیں۔ راولپنڈی میں آنریری ڈسٹرکٹ جج ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہیں۔ دو تین ضلعوں میں زمینداری رکھتے ہیں۔ اور اور کئی جھگڑے ہیں جو وہ اپنے ذمہ لیے ہوئے ہیں وہ جب تک ان سب کو خیرباد نہ کہہ دیں علی گڑھ میں نہیں آسکتے۔ اور اس قدر ایثار اس زمانہ میں کس سے ہو سکتا ہے۔

خان بہادر برکت علی خاں صاحب کی نسبت آپ خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ وہ بہت بوڑھے ہیں۔

نواب محمد حیات خاں صاحب نے محسن الملک بہادر کے استعفے کا ذکر آنریبل مسٹر رداز سے جو گورنمنٹ انڈیا کے ہوم سیکرٹری ہیں کیا ہے۔ انہوں نے نہایت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ ہم ہرگز مسٹر انٹونی مکڈانل سے یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ ٹرڈیشن کی مخالفت کی ناراضگی کا کالج پر کچھ اثر ہونے دیں۔ اور کم از کم گورنمنٹ آف انڈیا کو نواب محسن الملک سے کوئی ناراضگی نہیں۔ انہیں اپنے کام پر بدستور رہنا چاہیے۔ اس لیے نواب محسن الملک صاحب کو یہاں سے زور کا خط استعفے واپس لینے کے لیے لکھا گیا ہے۔ زیادہ نیاز

بندہ عبدالقادر

(یہ خط غالباً نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام ہے۔)

(۲)

بشملہ

۹ ستمبر ۱۹۰۰ء ، جناب مخدومی و کرمی نواب صاحب بہادر دام الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو تفصیل نواب محسن الملک بہادر کے استعفے کی وجوہات کی آپ نے تحریر فرمائی اس کا شکریہ ہے۔ نواب صاحب بہادر کا خط بھی اس سے پہلے اس مضمون کا پہنچ چکا تھا۔ مگر نواب محمد حیات خاں صاحب نے پھر زور سے ان کو تاکید واپسی استعفے کی لکھی ہے۔ انہوں نے آنریبل مسٹر رداز ممبر کونسل عالیہ سے اس باب میں مشورہ کیا تھا، اور صاحب موصوف نے جواب میں کہا کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے گورنمنٹ آف انڈیا سیکرٹری کالج کی جانب سے بدستور مطمئن ہے۔ اور شاید سر انٹونی ویسے ہی سیکرٹری صاحب اردو ڈیفنس کی وجہ سے ناراض ہوں۔ مگر یہ نہیں کہ وہ اس سبب سے کالج کو نقصان پہنچائیں۔ نیز یہ کہا کہ ان کی رائے میں نواب محسن الملک کی تقریر اور جو تجاویز اس میں پیش کی گئی ہیں معقول معلوم ہوتی ہیں۔ ان سب باتوں کی اطلاع نواب صاحب کو دے دی گئی ہے۔ اب یہ بھی قرار پایا ہے کہ آنریبل نواب محمد حیات خاں صاحب در سوال اردو کے متعلق ۵ اکتوبر کی کونسل عالیہ میں کریں جن کا مضمون حسب ذیل ہو:-

نمبر ۱ - کیا گورنمنٹ آف انڈیا کو اس اضطراب سے آگاہی ہے جو ممالک غربی و شمالی کے مسلمانوں میں لوکل گورنمنٹ کے رزولیوشن ۱۸ اپریل ۱۸۹۱ء کے نفاذ سے پیدا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے ناگری کا رواج عدالتوں میں جائز کیا گیا ہے۔ اور جس کی ترمیم میں عدالتی عہدوں کے لیے ہندی زبان کا جاننا لازمی ٹھہرایا گیا ہے؟

نمبر ۲ - کیا گورنمنٹ آف انڈیا الفاظ "عرضی و استغاثہ" کی تشریح کی بابت ہائی کورٹ الہ آباد اور عدالت جوڈیشل کمشنر اودھ میں اختلاف ہوا ہے۔ تاکہ اس تشریح سے ناگری حروف کے استعمال کی اجازت ایسے لوگوں تک کر دی جائے جو سوائے ناگری حروف کے اور کوئی حروف نہیں جانتے اور جو اپنی عرائض بواسطہ اصحاب قانون پیشہ کے اپنے ہاتھ سے پیش کریں۔

میں جانتا ہوں یہ سوالات عین آپ کی منشا کے مطابق ہوں گے۔

رقعہ نواب محسن الملک بہادر واپس ارسال خدمت شریف ہے۔ از جانب آنریبل نواب صاحب سلام شوق۔

آپ کی تقریر میں ترمیم کا مجھے کوئی منصب نہیں۔ آپ نہ صرف میرے بزرگ رہیں، بلکہ قوم کے بزرگ ہیں۔ وہ جتنا بھی اختصار ہوا ہے یوں ہوا ہے کہ ایک ہی مطالب کا کسی قدر اعادہ تھا۔ اور وہ انگریزی میں شاید مستحسن نہ معلوم ہوتا۔ زیادہ نیاز

بندہ عبدالقادر

(یہ خط غالباً نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام ہے)

سر سالار جنگ

مقام حیدرآباد دکن ۲۷ جون ۱۸۷۲ء بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی سیکرٹری کالج کمیٹی بنارس۔

جناب من!

چونکہ ہم کو معلوم ہے کہ آپ ریاست ہائے ہندوستان کی بہتری پر زیادہ تر متوجہ ہوتے ہیں۔ ہم اس چھوٹے کے مطلب کی بابت تکلیف دہی میں عذر خواہی نہیں کرتے ہیں۔ ہم کو ضرورت خدمات چند نہایت عمدہ اور قابل اشخاص ہندوستانی کی واسطے انجام دہی امور محکمہ جات مال گزاری و فوجداری و حساب کی ہے۔ ہم کو زیادہ تر اعتباران اسناد پر نہیں ہے جو ان کے پاس ہوں بلکہ آپ اپنی ذاتی واقفیت اور آزمودہ کاری نسبت امیدواروں کے موصوف سے اطمینان فرما کر امتیاز فرمائیں۔ ایسے لوگ تجربہ کار منصف مزاج۔ دیانت دار اور مستعد ہوں نہ کہ بدحواس اور صرف وہ کام انجام دیں جس کے لیے حکم دیا جائے بلکہ ایسے تیز فہم ہوں کہ ترقی اور بہبودی کی تدابیر نکال سکیں۔ ہم تنخواہ ماہواری ہمارے سامنے تک روپیہ بلکہ شاید دیں گے اور ان کی ترقی انہیں پر منحصر رہے گی۔ اگر امیدوار کو علم انگریزی میں مہارت حاصل ہو تو زیادہ عمدہ بات ہے اور ہم کو بالکل اس بات پر اصرار نہیں ہے کہ در صورت مقرر ہونے امیدوار کے وہ کسی ذات کا ہو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر آپ کو ایسے اشخاص دستیاب ہوں اور آپ ان پر اعتبار بھی فرماتے ہوں (تو) براہ عنایت ہم کو ان کے مفصل حالات سے آگاہ فرمایئے تو ہم آپ کو اطلاع دیں گے کہ آیا ان کو یہاں ملازمت ملیں گی یا نہیں۔ ہم نے ایک اور صاحب کی خدمت میں بھی اسی بارہ میں تحریر کیا ہے۔

راقم نیاز سالار جنگ

(۲)

منعقام حیدرآباد دکن ۱۸ اگست ۔ بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی مقام بنارس۔

جناب من !

میں آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۲ ماہ حال مشعر اس کے کہ چند صاحبان ہندوستانی کے نام جن پر آپ کو اعتماد ہے واسطے ملازمت میں سرکار کے سفارش فرمائی ہے موصول ہونے سے ممنون ہوں۔

مولوی مہدی علی صاحب ڈپٹی کلکٹر مرزاپور آپ کی تحریرات سے لائق شخص معلوم ہوتے ہیں اور ہم بخوشی عہدہ بمشاہرہ ۹/۳ نصف جو سرکار سرکار ہذا کے برابر ہے دیں گے اور بعد انجام دہی خدمت تین سال تا پانچ سال ماہ مشاہرہ ایزاد کیا جائے گا۔ ہم قواعد پنشن مرتب کر رہے ہیں مگر ان کو بموجب قواعد مروجہ سرکار انگریز کے پنشن وغیرہ دی جائے گی۔ اور اس قدر ماہواری ٹیکے جانے سے جو کچھ حساب ہوگا وہ بھی پنشن میں محسوب کیا جائے گا۔

دیگر صاحبان کی نسبت جو آپ نے ارقام فرمایا ان کے حالات موجودہ سے آگاہی نہیں بخشی اور نہ یہ تحریر فرمایا آیا وہ بزبان انگریزی گفتگو کر سکتے ہیں یا نہیں۔

میں خوش ہوں گا اگر آپ مجھ کو امور مندرجہ بالا کی نسبت اطلاع دیں۔

(سالار جنگ)

(۳)

۲ ستمبر ۱۸۷۳ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی بنارس

جناب من !

ہمارے پاس آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۲ ماہ گذشتہ پہنچا۔ ہم آپ کے خیال نسبت اس امر کے کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہندوستانی صاحبان کو اس سرکار کی ملازمت کے لیے اپنی جوابدہی پر سفارش کرنے میں بوجوہ تامل کیا۔ نہایت عمدہ سمجھتے ہیں۔ مگر آپ نے کسی قدر ہمارا مطلب نہیں سمجھا کیونکہ ہم نے بالکل یہ خیال نہیں کیا کہ آپ آئندہ کو ان کے طریق اور افعال جیسے شخص کے ذمہ دار رہیں گے۔ بلکہ آپ ان لوگوں کی سفارش کر سکیں کہ جن کی لیاقت سے آپ کو اطمینان ہو اور تا ہنوز ان کے طریق آپ عمدہ سمجھتے ہوں۔ ہم آپ کے ساتھ اس امر پر متفق نہیں ہیں کہ اشخاص معزز اور دل سوز طبیعت والے باتوقیر ریاست بانے ہندوستانی میں بسر نہیں کر سکتے۔ ہماری رائے ہے کہ اس خاصیت کا شخص کہ جس کی آپ کو جستجو ہے۔ اگر وہ واقعی معزز ہے تو اس طرح پر ہر خراب سے خراب ملک میں بھی بعزت بسر کر سکتا ہے اور بجائے اس کے خود قصوروار ہے اس ملک کو بے عیب کر دیتے ہیں۔ اور یہی ان پر واجب ہے۔ اور بسبب عام ریاست ہائے ہندوستانی اور خصوصاً اس ریاست کے آپ کو بآسانی معلوم ہوگا کہ اگر دیانت دار اور نیک آدمیوں کی ضرورت نہ ہوتی اور ان کی قدر و منزلت نہ کی جاتی تو ہم کیوں تکلیف اٹھاتے

اور آپ کو اور اور صاحبوں کو تکلیف دیتے کیونکہ صرف —— لوگ آپ کو معلوم ہے کہ بآسانی مل سکتے ہیں۔ آپ کو ضرور ان اشخاص کی لیاقت ہائے مطلوبہ کا حال جس کو میں چاہتا ہوں معلوم ہے۔ اور میں قبل اس سے تحریر کر چکا ہوں کہ میں نے اور لوگوں کو بھی لکھا ہے کہ چند دیگر اشخاص کی سفارش فرما دیں۔ اگر آپ مجھ کو ایک شخص کے حالات مفصل سے اطلاع دیویں تو کافی ہوگا۔

ہم آپ کو ایک لائق اہل کار سلیم مزاج بیدار مغز جانتے ہیں۔ لہذا ہم کو کچھ پس و پیش اس سوال کے پوچھنے میں نہیں ہے کہ اس کی بابت جو بھی کہ پہلی مرتبہ آپ نے ارقام فرمایا کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کی سفارش ہم باعتبار اور رہ، اطمینان کر سکیں۔ کیا ہمارا یہ خیال درست ہے کہ آپ نے اپنے ذمہ جواب دہی لینا پسند نہ فرمایا بلکہ آپ نے خیال کیا کہ لیاقت کا ان انگریزی —— ہم آپ کے وجوہ کے معلوم کرنے سے زیادہ خوش ہوں گے۔ کیونکہ انتخاب کرنے میں ان کے ذریعہ سے غالباً بہت مدد ملے گی اور یہ رائے ایسے بیدار مغز منصف کی ہم کو ملے گی۔

شکر گزار آپ کی تکلیفات کا
آپ کا نیاز مند
سالار جنگ

(۴)

حیدر آباد دکن
۱۰ فروری ۱۸۷۴ء بنام سید احمد صاحب سی ایس آئی۔

جناب من!

آپ کا شفقت نامہ مورخہ ۲۶ جنوری موصول ہوا۔ آپ مولوی مہدی علی صاحب کو مطلع فرما دیں کہ ہم کو ذرا بھی اعتراض منظور کرنے اس میعاد میں جو انھوں نے اپنا کام ختم کرنے کے لیے چاہی نہیں ہے۔ اور یہ بات مناسب ہے کہ قبل جانے کے سب کام باقی ماندہ طے ہو جاوے۔ منشی مشتاق حسین بھی مولوی صاحب کے ساتھ حیدر آباد کو آسکتے ہیں۔ چھٹی ۱۰ بجے صاحب ہم واپس کرتے ہیں۔ فقط

راقم۔ سالار جنگ

(۵)

حیدر آباد دکن
۱۷ اپریل ۱۸۷۴ء سید احمد صاحب بہادر سی ایس۔ آئی

ہم کو اس بات سے افسوس تھا کہ اس قسم کی رپورٹ ہوئی ہے کہ مولوی مہدی علی نے اس سرکار کی ملازمت کے ارادے کو فسخ کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ اگر رپورٹ صحیح ہے تو ضرور کوئی وجہ معقول اس کی ہوگی۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ اس امر کی صداقت سے آپ مطلع فرما دیں۔ گو کہ ہم کو بہت زیادہ خیال اس کے بے اصل ہونے کا ہے۔

راقم نیاز
سالار جنگ

(۶)

حیدرآباد ۲۸ اپریل ۱۸۷۳ء

بنام سید احمد خاں صاحب سی ایس آئی

جناب من!

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ ماہ حال پہنچا۔ یہ خبر معلوم ہونے سے بہ کو خوشی حاصل ہوئی کہ مولوی مہدی علی نے اپنا ارادہ یہاں آنے کا ملتوی نہیں کیا اور ہم کو لحاظ وجوہ سے نسبت نہ آئے مولوی صاحب کے تا اختتام سال ہم کو خوشی اور طمانیت دونوں حاصل ہوئے۔ ملازم وفادار پر شرط ہے کہ جو کام اس کے سپرد ہو اس کو باحسن وجوہ انجام دے۔ خصوصاً ایسی ضرورت کے وقت جیسی کہ اب ہے اور آپ کو معلوم ہے ہمارے اور سرکار انگریزی کے درمیان جیسا کچھ رابطہ اتحاد ہے تو جو کچھ خدمات کہ مولوی صاحب اس سرکار میں انجام دیں گے وہ باعث رضامندی ہماری کا ہوگا۔ جب مولوی صاحب اپنا کار مفوضہ ختم کر کے حیدرآباد میں پہنچیں گے تو ہم ان کی ملاقات سے خوش ہوں گے۔ ترقی منشی مشتاق حسین سے ہم خوش ہوئے اور ہم ان سے فوراً چلے آنے سے خوش ہوں گے۔

راقم۔ سالار جنگ

(۷)

حیدرآباد ۲۵ مئی ۱۸۷۳ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی گورکھ پور

نوازش نامہ مورخہ ۲۰ اپریل پہنچا۔ ہم کو یہ خبر سن کر خوشی حاصل ہوئی کہ مولوی مہدی علی جلد حیدرآباد کو تشریف لاویں گے۔

راقم۔ سالار جنگ

(۸)

حیدرآباد دکن

۳ نومبر ۱۸۷۳ء بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس آئی

جناب من!

قبل تحریر خط ہذا کے بوجہ عدم ترسیل جواب عنایت نامہ ۱۷ ستمبر ۱۸۷۳ء کے ہم پر عذر خواہی لازم ہے۔ مگر جب آپ کو یہ حال معلوم ہوگا کہ ایام گزشتہ میں ہم کو کیسے کیسے کارہائے عظیم کا انتظام کرنا پڑا، تو آپ ہمارے عذر کو تسلیم فرماویں گے۔ ہم نے خوب غور اور لحاظ جملہ امور پر جو آپ نے نسبت مولوی مہدی علی و منشی مشتاق حسین کے بتفصیل ارقام فرمائے کیا۔ نسبت صاحب اول الذکر کے یہ بات آسان ہے کہ خدمات صاحب موصوف کا تبادلہ بمنظوری ریذیڈنٹ صاحب ہو جاوے مگر ہم کو امید ہے کہ آپ کی رائے بھی ہمارے ساتھ متفق ہو کہ ملازم آقا کی خدمت عمدہ کرے گا اور آقا ملازم سے اس صورت میں زیادہ تر رضامند ہوگا کہ جب ان کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو۔ لہذا ہم آپ کی تجویز نسبت حصول رخصت اور آنے حیدرآباد کے نسبت مولوی مہدی علی کے پسند کرتے ہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ مولوی صاحب یہاں رہنے

سے نہایت رضامند ہوں گے۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے یہ بات ضروری بھی کہ چند شرائط تحریر کر دیئے۔ خصوصاً جبکہ قبل اس سے انہوں نے خود اور اپنے متوسلان کے ذریعے سے اس سرکار میں ملازمت پسند کی تھی۔ اس وقت ہم نے انتظام سے فرصت نہ پائی تھی کہ ہم ان کو خدمت دے سکتے ہمارا مقصد حال یہ ہے کہ مولوی صاحب کو کسی عہدے پر جو مثل مہتمم بندوبست یا جج عدالت دیوانی کے ہو مقرر کریں۔ مگر عہدہ آخر الذکر خواہ مخواہ نہ ان لینا چاہیے کیونکہ ان کے پہنچنے سے تین چار مہینے تک ہم مقرر نہ کر سکیں گے۔ اس عرصہ میں مولوی صاحب اس عدالت کا کام اور دیگر کارہائے رعایا انجام دیں گے۔ اگر مشتاق حسین بھی چند روز بعد مثل مولوی صاحب کے رخصت لے کر چلے آویں یا ان کے بعد آویں تو ہم ان کو ایسی جگہ دیں گے جو ان کی پہلی جگہ کے مناسب حال ہو۔ راقم نیاز سالار جنگ

(۹)

حیدرآباد ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی

جناب من!

آپ کا عنایت نامہ ۱۳ ماہ حال موصول ہوا۔ حال انتقال پسر مولوی مہدی علی صاحب کا سن کر بڑا رنج ہوا۔ مولوی صاحب اور مشتاق حسین کو اطلاع فرمائیے کہ اب وہ زیادہ تر منتظر ہماری تحریر کے نہ رہیں۔ ان کو جب فرصت ہو تب حیدرآباد کی جانب روانہ ہو آویں۔

نسبت آپ کی اس تحریر کے کہ کچھ خرچ پیشگی ان کو حیدرآباد تک پہنچنے کے لیے ملنا چاہیے۔ ہم کو افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ پیشگی بھیجنے کا دستور نہیں ہے۔ مگر جب وہ یہاں پہنچ جاویں اور ان کو ضرورت خرچ کی ہوگی تو اس کا انتظام کر دیا جاوے گا اور تنخواہ میں وہ رقم محسوب ہوگی۔

عزیمت رزانگی بجانب پنجاب کا حال سن کر ہم کو خوشی حاصل ہوئی۔ اور اگر آپ اپنا ارادہ پورا کریں اور دوسری تعطیل میں مدراس اور غالباً حیدرآباد کو تشریف لاویں تو ہم آپ کی مہمانداری سے نہایت خوش ہوں گے۔

راقم نیاز سالار جنگ۔

نواب مزمل خان

بھیکم پور ۱۱ مئی ۱۹۰۳ء

جناب مخدوم و مکرم و محترم حضرت الحاج نواب صاحب قبلہ مدظلکم

سفر حج سے فراغت مع الخیر واپس آنے پر تہ دل سے عاجزانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

الحمد للہ علی احسانہ کہ خدا تعالیٰ نے جناب کی آرزو کے دیرینہ بدیں خوبی پوری کی۔ اور خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو آپ کی طرح ہمت استقلال اور استقامت کی توفیق عطا کریں۔ اُمید ہے کہ دو کلمہ خیریت مزاج و خیر و عافیت حاضرین سے مصدع فرما کر اس احقر خلائق اور نیازمند دیرینہ کو منتظر فرما دیں گے۔ والسلام۔

علیکم نیاز خاکسار
مرتضیٰ اللہ

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

بنام نواب وقار الملک

از علی گڑھ
۳۱ مئی ۱۸۹۹ء

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ میں کالج کے معاملات کی نسبت آپ کا کسی قدر وقت لینا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ معاف فرما دیں گے۔ کالج کی موجودہ حالت کے لحاظ سے میری یہ رائے ہے کہ اس وقت کالج کو کام کرنے والوں کی سخت ضرورت ہے۔ سرسید کی زندگی میں بھی ضرورت تھی۔ لیکن وہ خود ایک ایسے زبردست انجن تھے کہ تمام کل ان کی قوت کے زور سے ٹھیک ٹھیک چل رہی تھیں۔ لیکن اب مجموعی سمی کی از حد ضرورت ہے۔ کالج کا کام دیسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے کہ لائق اور آزاد ٹرسٹی اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اس کی خدمت میں صرف کریں۔ لیکن سوائے نواب محسن الملک کے اور کوئی بھی اس وقت کالج کی خدمت کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ علی گڑھ میں اس وقت حسب ذیل ٹرسٹی موجود ہیں۔ نواب محسن الملک۔ حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب۔ خان بہادر مولوی زین العابدین خاں صاحب اور میں۔ ان میں سے حاجی صاحب موصوف تو اکثر آگرہ رہتے ہیں اور جب یہاں بھی ہوتے ہیں تو وہ میرے علم میں کالج کے امور میں توجہ نہیں کرتے۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ کالج کی خدمت جس قسم کی ہے وہ ان کے مذاق کے موافق نہیں ہے۔

مولوی زین العابدین خاں صاحب کی حالت یہ ہے کہ نہ انھوں نے کالج کے عملی کام میں کبھی حصہ لیا اور نہ غالباً وہ کبھی لیں گے۔ اول تو مجھ کو پورے طور پر قابلیت نہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو میں اپنی حالت کے لحاظ سے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ کئی سال تک اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اپنے پیشے کے کام میں صرف کروں۔ اس لیے اس وقت سوائے محسن الملک کے اور کوئی بھی ٹرسٹی نہیں ہے جو کالج کی خدمت کرتا ہو۔ یا محسن الملک کی مدد کرتا ہو۔ میں سب طرف نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھ کو سوائے آپ کے اور کوئی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو اس کام کے لیے زیادہ تر موزوں ہو۔ جب آپ حیدرآباد سے تشریف لائے تھے تو میرا خیال یہ تھا کہ جناب علی گڑھ قیام فرما دیں گے اور کالج کے کام میں عملی طور پر حصہ لیں گے۔ خیر۔ سرسید اپنی زندگی میں

صرف ٹرسٹی بلکہ سیکرٹری کالج بنانا چاہتے تھے۔ آپ کی اس رائے کے اکثر لوگ مخالف تھے خود میں بھی پورے طور پر مخالف تھا خود مجھ کو اس امر پر ہمیشہ حیرت ہوئی ہے کہ آپ جیسے خیالات اور اصول کا شخص مولوی صاحب موصوف کی کالج کے معاملات میں اس قدر طرف داری کرے۔ بہرحال مجھ کو اس وقت اس امر پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے کہ آیا آپ نے جو طرف داری مولوی صاحب موصوف کی کی وہ کالج کے لیے مفید تھی یا کیا۔ میں اس وقت صرف اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ غالباً اب سب کچھ ہونے کے بعد آپ بھی اس امر کو مناسب نہ سمجھتے ہوں گے کہ آئندہ مولوی صاحب موصوف کا کالج سے کوئی تعلق ہو۔ اگر جناب کا ایسا خیال ہے تو پھر میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ جناب میں اور منتظمین کالج میں مخالفت کیوں ہو۔ اور آپ کی خدمات کے نفع سے کالج محروم کیوں رہے۔ بہرحال میری یہ رائے ہے یہ بھی سوال ہو سکتا ہے کہ آپ یہاں قیام کرنے کی حالت میں کالج کے عملی کام میں کس حیثیت سے حصہ لیں۔ اس کی نسبت میری عرض ہے کہ کام کرنے والوں کے لیے کسی عہدہ یا ضابطے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جیسے لوگ عہدے کی وجہ سے کام نہیں کیا کرتے بلکہ عہدہ آپ کے کام کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی جناب کو لکھتا ہوں کہ جناب کو معلوم ہوگا کہ نواب محسن الملک نے بحیثیت سیکرٹری کالج مجھ کو جوائنٹ سیکرٹری کالج کے عہدے کے لیے نامزد کیا ہے۔ اور اس تجویز کو ٹرسٹیوں کے پاس بھی بھیج دیا ہے اور بجٹ میٹنگ میں جو ۱۰ جون ۱۸۹۹ء کو ہونے والی ہے پیش بھی ہوگی۔ لیکن عرصہ سے میں خود یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس عہدے کو فی الحال قبول نہیں کر سکتا۔ اس کی خاص کر دو وجوہ ہیں:

اول تو مجھ کو فی الحال اس عہدے کے کام کی پورے طور پر قابلیت نہیں۔

دوسرے اگر قابلیت بھی ہو تو جیسا میں اوپر عرض کر چکا ہوں میں اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس کو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ کئی سال تک اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اپنے پیشے کے کام میں صرف کروں۔

ان وجوہ سے میرا ارادہ ہے کہ میں اس عہدہ کو قبول نہ کروں لیکن جب میں نے نواب محسن الملک یا مسٹر بیگ سے انکار کیا ہے تو ہمیشہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر تم نہ ہو تو پھر کون ہو؟ اور ان کے خیال میں حالت ایسی ہے کہ مجبوراً مجھ کو یہ عہدہ قبول کرنا چاہیے لیکن اگر آپ یہاں موجود ہوں تو جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ان کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے گی کیونکہ میں اپنے خیال میں آپ کو اس کام کے لیے سب سے زیادہ لائق اور موزوں سمجھتا ہوں۔ میں نے اس معاملہ میں کل شام نواب محسن الملک سے گفتگو کی اور مجھ کو اندیشہ تھا کہ شاید وہ اس امر میں میرے پورے طور پر ہم خیال نہ ہوں۔ لیکن انہوں نے نہایت صداقت کے ساتھ مجھ سے اتفاق کیا اور مجھ سے فرمایا کہ میں ان کی طرف سے آپ کو لکھوں کہ ان کے خیال میں جس قدر آپ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا۔

پس میری استدعا ہے کہ جناب اس امر پر غور فرمائیں اور ضرور اپنے وقت کو کالج کی نذر کریں اور قوم پر احسان فرمائیں۔

میں آپ کا اس قدر وقت لینے کی معافی چاہتا ہوں۔ جس امر کو کالج کی موجودہ حالت کے لحاظ سے میں نے ضروری سمجھا اس سے آپ کو اطلاع دی میرا اصول ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جس چیز کو میں کالج کے لیے مفید سمجھتا ہوں اسی کے لیے میں اپنی ناچیز

حیثیت کے لحاظ سے کوشش کرتا ہوں۔ میں نہایت ممنون ہوں گا اگر جناب اس کا جواب جلد مرحمت فرما دیں گے۔

خاکسار آفتاب احمد

نواب فتح علی خاں قزلباش

مئی ۱۹۰۸ء

از لاہور۔ ایمپریس روڈ

نواب پیلس

مشفق مہربان دوستان جناب مولوی مشتاق حسین صاحب زاد لطفکم

بعد سلام و مسنون آں کہ یہ معلوم کر کے کہ جناب کو ہز ایکسی لینسی نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے اپنی تشریف آوری علی گڈھ کے موقع پر خطاب نوابی عطا فرمایا ہے، نہایت خوشی ہوئی۔ خدائے تعالےٰ آپ کو یہ خطاب مبارک فرماوے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور کاروبار مالکتہ سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ فقط والسلام۔

آپ کا صادق

فتح علی قزلباش

آرزو لکھنوی

مہربان من!

تسلیم! ذیل کے تینوں مصرعے یقیناً ناموزوں ہیں۔ بحر منسرح کا وزن مفتعلن فاعلات مفتعلن فع۔ صرف اتنا تغیر قبول کر سکتا ہے کہ آپ مفتعلن کے عین کو ساکن کر کے مفعولن کا موزن بنالیں۔ چاہے رکن اول میں۔ چاہے رکن سوم میں چاہے دونوں میں۔ مثلاً مفعولن فاعلات مفتعلن فع۔ یا مفتعلن فاعلات مفعولن فع۔ یا مفعولن فاعلات مفتعلن فع۔ اور دریافت طلب مصاریع میں ان میں کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا بحر منسرح میں تو یہ ہیں ہی نہیں جا سکتے۔

اگر کسی دوسری بحر میں مداخلت زحافات سے ان کو جائز وزن قرار بھی دے لیا جائے تو بحر منسرح کے لیے یہ ناموزوں ہی سمجھے جائیں گے اس لیے کہ عروض میں خلط اوزان جائز نہیں۔ بس یہ ہے میری رائے۔

مد پڑ گئی کبھی کبھی پھسل تو گیا ہے۔ ۲ شعر کا زبان پر مدار نہیں ہے مد خود بھی شاعری سے دستگار نہیں ہے۔

ناچیز آرزو لکھنوی

یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء

محشر لکھنوی

از محشر لکھنوی

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات

مالکِ ملک سخن دانی حاکمِ شہرِ شیرا بیانی شاعرِ حسن شناس

جناب میر ذاکر حسین صاحب یاس

نور اللہ مرقدہ

شاعرِ شیریں زباں ذاکر حسین — مرثیہ خوانِ حسین ابن علی

کرد رحلت از جہانِ بے ثبات — شد میان کنج مدفن منزوی

در محرم صبح روزِ ہیجدہ — بہر ما آمد چو شامِ بیکسی

مرغِ روحش آشیاں در خلد ست — یافت آزادی ز دنیائے دنی

گفت محشر مصرعِ سالِ وفات!

سوئے جنت رفت مداحِ نبیؐ!

۱۳۲۴ ہجری

نذر سجاد حیدر

بنام قمر زمانی بیگم

نمبر ۵ - چارباغ روڈ لکھنؤ

۲۳ اپریل ۱۹۱۷ء - پیاری جانٹ ایڈیٹر صاحبہ نقاد

اب تک تو نقاد کے ناپید ہو جانے کا بیحد افسوس تھا لیکن آج دو سال بعد اس کو قمر زمانی بیگم کے ہاتھوں دوبارہ زندگی پاتے ہوئے دیکھ کر بے انتہا خوشی نہ صرف اس امر کی کہ پیارا نقاد دوبارہ زندہ ہو گیا بلکہ اس کی کہ اب کے وہ ایک روح پرور جان بخش چھوٹے نازک نازک ہاتھوں میں پیدا ہوا اور پرورش پائے گا۔ اسی نقاد نے آپ کا ہم سے تعارف کرایا۔ ورنہ اب تک قمر بے مثال کی روشنی سے دنیا محروم تھی۔

خود ہمیں ہی معلوم نہ تھا کہ ہمارے فرقہ میں بھی ایک چمکتا تارہ پوشیدہ ہے جس کی شعاعیں "نقاد" کے ذریعہ اب عالم کو منور کریں گی۔ لیکن بہن۔ میں تو ابھی آپ کے گول مول تعارف سے کچھ مطمئن نہیں ہوئی لیجیے اب بھلا مجھ سے کیا پردہ؟ گو آپ سے نہیں لیکن ہم میاں بیوی کے شاہ دیگر صاحب سے پرانے مراسم ہیں۔ بس آئیے اور زیادہ نہیں تو میرے برقعہ میں میرے نقاب ہی کے اندر قمر کا چہرا کر دیجیے تاکہ اور کوئی نہ دیکھ سکے اور میں دیکھ لوں۔ اچھی طرح پہچان لوں اور رونمائی جو کچھ آپ طلب کریں "نقاد" کے دے دوں۔ کہو منظور ہے؟ بیٹی ہم سے پوشیدہ نہ رہو۔ بے نقاب ہو کر میرے نقاب میں آؤ ۔

ہم سے پردہ نہ کرو قمر درخشاں ہو کر
آؤ مل جاؤ گلے اب تو مہرباں ہو کر

کیا یہ مناسب نہیں کہ ایڈیٹر نقاد پر حد درجہ کی مہربانی کر کے انہیں "دنیا سے بے نیاز کر دیا" اور ہم سے یہ بے پروائی۔ کج ادائی دیکھ مروتی کہ قمر ہو کر بدلی کی آڑ چاہتی ہو۔ نہیں بہن! یہ نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں مفصل حالات کا خط لکھیں کہ آپ آگرہ میں کب سے قیام پذیر ہیں؟ اور اس سے قبل کسی اور زنانہ اخبار وغیرہ میں بھی اسی نام سے کچھ لکھتی رہی ہیں یا نہیں؟

یہ نام تو پہلے بھی نظروں سے گزرا ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ آپ ہی تھیں یا کوئی اور؟ امید ہے اس کا جواب شاہد دیگر صاحب شافی لکھوائیں گے تاکہ پھر مجھے کسی اور سوال کی ضرورت نہ رہے۔ میں آج کل بیمار ہوں۔ آپ کا نقاد خود پڑھ بھی نہیں سکی۔ سجاد صاحب سے پڑھوا کر سنا اور اب لیٹے لیٹے اپنی بہن سے یہ خط لکھوا کر بھیجتی ہوں۔ جواب ذرا جلدی دینا۔ والسلام

خاکسار

نذر سجاد حیدر

متفرق خطوط

عطیہ نادم سیتاپوری

بنام مختار شاہجہانپوری

(۱)

رام پور - ۴ جون ۱۹۰۰ء

مجتی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون

ایک لفافہ سربند اور ایک "نامہ سربازہ" جسے پوسٹ کارڈ کہتے ہیں۔ دونوں ساتھ پہونچے۔ مع اظہر وطن پہونچنے کی خبر تسلی بخش خاطر مسطر ہوئے۔

چاؤ بڑے چھوٹے دونوں قسم کے مطلوب ہیں۔ چھوٹے ان چاقوؤں سے جن کی نوکیں ترشوانے کو دی تھیں کم نہوں اور بڑے اون سے سوائے ڈیوڑھے ہوں۔ حتی الامکان خوش قطع بھی ہونا چاہیئے دستے بھی موزون اور خوش قطع ہوں ـــــ اور تاکید کر کے جلد بنوا دیئے تاکہ مجھے سفر سے پہلے ملیں۔ اور قیمت سے اطلاع دیجیئے۔ مولینا میاں محمد شاہ صاحب سے پیام پہونچا دیجیے گا۔ ہمیشہ اپنی خیریت مزاج سے مطمئن اور مسرور کیا کیجیئے۔ سب عزیزان و احباب ما وجب گذار ہیں۔

امیر فقیر

از طرف جلیل حسن تسلیم اور یاد آوری کا بہت بہت شکریہ! سپاس نامہ جداگانہ لکھوں گا۔

کارڈ کا پتہ: شاہجہان پور ـــ بہادر گنج

محب دلنواز حافظ سید مختار احمد صاحب زاد لطفہ[1]

SHAH JAMAN PUR

(۲)

۱۵ - جون ۱۹۰۰ء رام پور — محب دلنواز - سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون

محبت نامہ آکر مسرت افزا و کاشف ما فیہا ہوا۔ بالفعل چھ چاقو بنوائے جائیں۔ اگر پسند آئینگے تو اور چاقو بنوا لینے

---

[1] حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوری امیر کے ایک ذی علم شاگرد ہیں۔ ایک مطلع میں فرماتے ہیں - ؎

مرے سودا نہو کیونکر سخن آرائی کا — نام لیوا ہوں "امیر احمد مینائی" کا

ربوہ (پاکستان) میں قیام ہے۔ نادم سیتاپوری

کی تکلیف دی جائے گی۔ میرے سفر میں توقف جن اسباب سے ہے میں یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ وہ موانع کے اکتنے روز میں رفع ہوں گے۔ خدا سے امید ہے کہ اس ماہ سفر کی کسی تاریخ میں روانگی کا اتفاق ہو؟ ایک ہفتے سے میری طبیعت زیادہ ناچاق ہے اور میرے دو فرزندان کی طبیعت بھی جادۂ اعتدال سے منحرف ہو گئی ہے زیادہ تر یہی وجہ توقف ہے۔

آپ کی یاد آوری اور مہربانی کا شکر گذار ہوں اور آپ کی خیریت و صحت کا خواستگار — سب عزیزان و احباب ماوجب گذار ہیں۔

فقیر — امیر احمد امیر مینائی

پتہ: محب و دلنواز حافظ سید مختار احمد صاحب سلمہم اللہ ..... (عبارت پڑھی نہیں گئی)

بہادر گنج — شاہجہان پور SHAH JAHANPUR

مہر رام پور	مہر شاہجہانپور
15-JUN.00	15-JUN.00

بنام اشہر لکھنوی

(۱)

محمود آباد ۷۸۶

مخلص صادق اودود، گرامی نامہ پہونچا۔ حسب ارشاد گرامی چند نوٹ تحریر کرتا ہوں:

۱۔ میری خالص اردو پر اعتراض ہے۔ میر جس کی اردو زبان مسلم ہے، اوس کو قصیدہ کے دامن میں دیکھئے:

فلک کے جور و جفا نے کیا ہے مجکو شکار — ہزار کوس پہ ہے جائے اک چمیدن وار

اس قصیدہ میں کہتا ہے:

بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام — بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار

بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا — باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار

بجیل خیل خرابی بگوشۂ صحرا — بخوش سوادی شہر و بقربہ و بدیار

بہر پوچ کوئی بقین دہ بے خرابی — بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنوں — بجرگہ جرگہ غزالاں بدیدۂ خونبار

بدیر و برہمن و کفر و بت صنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنار

ذرا دریافت فرمایئے کہ دیر و برہمن و کفر و رشتۂ زنار و بت کی قسمیں کھانے پر مولوی صاحب کا کیا فتویٰ ہے؟ اسی طرح تقریباً تیس شعر ہیں ملاحظہ ہو دیوان میر

۲۔ معترض کو تشبیب و مدح میں کوئی امتیاز نہیں۔ نہ براعت استہلال سے کوئی واسطہ فقط اعتراض کرنا مقصود ہے۔

سمجھتے ہیں محلِ غیبت اپنا از رہِ شوخی وہ گہرا سا کسی کا زخمِ پنہاں دیکھنے والے

۲- ملی تفسیرِ بیضاوی میں شرحِ ملتِ بیضا رخِ مہدیؑ کو دیکھیں مہرِ تاباں دیکھنے والے

اعتراض یہ ہے کہ دونوں مصرعے بے ربط ہیں۔ اس کے اوپر کے شعر حذف فرما دیتے گئے

جہانِ مہرِ عالم تاب پہونچا بحرِ ابیض تک اٹھے آنکھوں کو ملتے روئے جاناں دیکھنے والے

قمیصِ یوسفِ خورشید لائے صبح ہوتے ہی بیاضِ چشم ہائے پیرِ کنعاں دیکھنے والے

ملی تفسیرِ بیضاوی الخ

تفسیرِ بیضاوی استعارہ ہے۔ صبح یا خورشید عالم تاب سے۔ شرحِ ملتِ بیضا سے مراد ذاتِ ممدوح جو کہ صبحِ ولادت کا وقت ہے۔ اس لئے ان اشعار میں اسی واقعہ کی طرف اشارات ہیں۔

۴- دفورِ شوق میں بڑھ کر لگا لیتے ہیں سینے سے جنابِ نرجسِ خاتون کو لرزاں دیکھنے والے

اس سے پہلے یہ شعر ہے:

بہت حیرت سے کرتے ہیں نظر نرجس کے چہرے پر نظیرِ مادرِ موسیٰؑ عمراں دیکھنے والے

شعرِ بالا میں یہ تلمیح ہے

"حکیمہ ہمشیرہ امام علی النقیؑ روایت می کند کہ در انشب آنحضرت مرا طلبیدہ باو طارا (کذا باو طاق صبح) گفت ہمراہ نرجس باش کہ حجتِ خدا در ایں شب بظہور میرسد۔ من ماندم واثر حمل نبود۔ تا نزدیک بصبح من و نرجس مشغول نماز تہجد بودیم۔ ناگاہ نرجس مانند ہیدر لرزیدن گرفت من او را بسینہ ضم کردہ سورۂ توحید و انا انزلناہ و ایۃ الکرسی بوے می خواندم۔ ناگاہ نور سے ظاہر شد"۔

روایت سے ثابت ہے کہ اوس وقت کوئی نہ تھا سوا نرجس و حکیمہ کے۔ معترض اس سے مراد تماشائی لیتا ہے۔

۵- جنابِ عسکریؑ لیتے ہیں یوں رخسار کے بوسے چلے آتے ہیں سب قرآں پہ قرآں دیکھنے والے

امام اپنے بچے کے رخسار پر رخسار رکھے ہوئے بوسے دے رہے ہیں۔ اس طرح قرآن پر قرآن بنایا گیا ہے۔

معترض کے نزدیک ایک شارح کی ضرورت ہے۔ تشبیہ میں البتہ کوئی جدت نہیں۔ مگر طرزِ ادا نے سلفِ تشبیہ کو دوبالا کر دیا ہے۔ معترض کے نزدیک تماشا ہے۔ اس سوقیانہ تہذیب کا کیا علاج۔

۶- اگر تو حسنِ ہلالِ عیدِ عرفاں دیکھنا چاہے تو دل پر نقش کر لے اس خفیفہ کا خطِ ابرو

کیا خطِ ابرو کا تصور دل پر نقش نہیں بٹھا سکتا۔ بغیر دیکھے کسی کی صورت و سیرت کا اثر اخبار و تاریخ سے نہیں ہو سکتا؟ اکابرِ اسلام کو آپ نے کب دیکھا ہے؟ پھر ان کے اثرات دلوں پر کیوں ہیں؟

۷- اچھا ہے سرانگشت حنائی کا تصور الخ

حنا، اور خون کے ساتھ تشبیہ پرانی ہے۔ ہزاروں شعرا کے یہاں ملے گی۔ انداز و ادا میں فرق ہونا چاہیے۔ وہاں سرانگشتِ

حنائی سے لہو کی بوند ٹپکتی ہے۔ یہاں دستِ حنا بستہ سے چلوؤں خون پیدا ہوا ہے۔

۸۔ غالب۔ نیند اوس کی ہے دماغ اوس کا ہے الخ

عزیز۔ شوخیاں اوس کی ہیں ناز اوس کے الخ

خدارا اس شعر سے اوس شعر کو کیا تعلق ہے۔ نہ مضمون سے تعلق نہ مفہوم سے، اگر اندازِ ادا میں پیروی ہے۔ تو کیا قباحت؟

۹۔ ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب الخ

خونِ دل وقتِ مژگاں ہونا مختلف انداز سے شعرا نے کہا ہے۔ اس سے غالب کے شعر کو کوئی علاقہ نہیں۔

دبیر ابرو کی دیکھ بھال کے تصویر کھینچنا مشکل ہے منہ پہ شیر کے شمشیر کھینچنا

عزیز ابروؤں نے کھینچ دی چہرے پہ شکلِ ذوالفقار
چشمِ حق بیں میں نگاہیں شیرِ یزداں ہوگئیں

ابرو کی تشبیہ تیغ سے پرانی ہے۔ ہاں منہ [پر] کھینچنا کسی محاورہ کے ساتھ دوسری بات ہے۔ یہاں صرف تشبیہ ہے۔

مرزا صاحب کے شعر کو جس کو آپ بے نظیر فرماتے ہیں بالکل تیر کا شعر ہے۔ اس کا نام تصادم خیال ہے۔

کیونکر نقاشِ ازل نے نقشِ ابرو کا کیا کام ہے اک تیرے منہ پہ کھینچنا شمشیر کا

خدا جانے معترض کے نزدیک سرقہ اور توارد کی کیا تعریف ہے؟

"علی" کی قوتوں کی انتہا کو کوئی کیا جانے کہ پہلی مشق میں اژدر کے کلّے چیر ڈالے ہیں۔

ترے حیدرؑ کا کوئی کیا جانے یا نبی جانے یا خدا جانے

یہ سرقہ ہوگیا۔

۱۰۔ اسی طرح واقعات کا نظم کرنا یہ بھی سرقہ ہے؟

ٹکڑا نمک سے کھائے جو نانِ شعیر کا
حصیرِ فقر میں اور آرزو جو کے نوالے ہیں

یہ سب سرقات ہیں۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
تہ بتہ پردوں سے گل کے سب نمایاں ہوگئیں

لالہ و گل کی تشبیہ جلوہ و رخسار سے معمولی ہے۔ جس کو مختلف انداز سے شعرا نظم کرتے ہیں۔ اگر نقد اسی کا نام ہے۔ تو تمام شعرا کے دواوین مسروقہ ہیں۔ انجم رخشندہ غالب کے یہاں ہے میرے یہاں انجم تابندہ آگیا۔ اور تصادم ہوگیا؛ ملاحظہ کیجیے میرے شعر سے غالب کے شعر کو کیا تعلق ہے؟

۱۱۔ دانش کاتب کی غلطی ہے۔ اور بے شک قافیہ میں ایطا ہے۔ مگر جناب نقاد اس کو عروضی غلطی بتاتے ہیں! آج تک

اون کو یہ نہیں معلوم کہ عروض کس کو کہتے ہیں۔ اور قافیہ کیا ہے۔ اگر اوزان میں خلل ہوتا۔ تو عروضی غلط فرما سکتے تھے۔ مگر پہلے اون کو یہ معلوم کرنا چاہیے۔ کہ عروض کو قافیہ سے کوئی علاقہ نہیں۔ یہ فن علیحدہ ہے۔

داعی و معتدر و مذکر
امی و مزمل و مدثر

۱۲۔ راکب۔ حامل۔ عاقب۔ امی۔ مقدر وغیرہ یہ سب القاب حضرت کے ہیں۔ دیکھئے "جنات الخلود"۔

ہر قرآن پڑھنے والا جانتا ہے کہ مزمل۔ مدثر مشدد ہیں۔ مگر بر بنائے تصرفات اہل ایران صحیح ہے۔ دیکھئے! ارکان، تحریک، زیادت، تخفیف و تشدید، قلب و ابدال کی بحثیں۔ غم۔ ہم۔ زقوم۔ سجل۔ نبت۔ کیفیت۔ خاصیت۔ بدیہ مشاطہ وغیرہ اسی تحت میں ہیں۔ الفاظ قرآن میں بھی بہت کچھ تصرفات ایرانیوں کے ہیں اس وقت میرے پاس "البطال الضرورت" نہیں۔ ورنہ اوس میں شاید اشلہ موجود ہوں۔ "مجمع البحرین" لغت حدیث میں بھی اس کا پتہ مل جائے گا۔ برادرمن۔ میں معصوم نہیں۔ نہ مجکو دعویٰ تبحر ہے۔ کہ جو کچھ کہوں وہ آیت و حدیث ہے۔ لغزش اگر واقعی لغزش ہے۔ تو اوس کے تسلیم کرنے میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس شخص کو مجھ سے عداوت ہے۔ اس خاندان کی یہ عادت ہے کہ جو کچھ ہمارے منہ سے نکلے وہی صحیح ہے۔ ایک دن مرحومہ والدہ صاحب کو پڑھا رہے تھے:

(قصیدہ عرفی)

از لذتِ دنیا الم آشوب نگردم این باد پریشان نکنم زلفِ الم را

الم کو علم پڑھا رہے تھے۔ صرف اس بنا پر کہ تکرار لفظ مخل فصاحت ہے۔ میں نے کہا کہ الم ہی ہونا چاہیے۔ اوس پر شمس العلما صاحب نے بھی بھائی صاحب کی تائید کی۔

۱۳۔ یا علیؑ ہم کو شہ ارض و سما ہونا ہے الخ

اس پر اعتراض کہ حضرت کس زمانہ میں شہ ارض و سما نہ تھے۔ حقیقت و مجاز میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں۔ قطعہ ولادت امیر المومنینؑ کے متعلق ہے۔ بچہ کی ولادت کہ اوس کے آثار سے آئندہ کا اخبار ہے۔

۱۴۔ مخلوط اردو کے عنوان میں جو افادات فرمائے گئے ہیں۔ اور جن ترکیبوں کو آپ مخصوص عرفی کی ترکیبیں فرماتے ہیں۔ وہ تقریباً ہر فارسی گو شاعر کے یہاں موجود ہیں۔ عشوہ فروش وغیرہ غمزہ ستاں ان کی نظر سے نہیں گزرا کتاب منظر العجائب[1] ۔ صفات حسن۔ غمزہ ستاں۔ غمزہ ریز۔ غمزہ آفریں وغیرہ تاک و تاز۔ صبر گداز۔ لعبت باز۔ یہ بھی عرفی کی خاص ترکیبیں اور مخصوص نفرے بتائے جاتے ہیں۔ ایسے قرائی اگر شعرائے فارسی (جو عرفی سے متقدم ہیں) کے قصیدے آپ دیکھیں تو معلوم ہو جائے۔

---

[1] اس کتاب کے حوالہ کی ضرورت نہیں ہے کہ مرزا قتیل کی ہے۔ میرے نزدیک فارسی کی کتب درسیہ میں ملے گی غالباً مخزن الشعرا ہی میں ہو (عزیز)

۱۵۔ "شبل" ابن الیث کو جناب صحیح نہیں سمجھتے ؛ کیونکہ "شبل" خود بچہ شیر کو کہتے ہیں ابن اللیث نمائش (کذا) ہے۔
عربی کے مستند ادیب مولوی محمد مہدی صاحب کی کہ اکب دریہ ملاحظہ ہو جو ان کے بھائی صاحب کے استاد ہیں:

الفاضل الکامل العلیم العامل الوبل ابن الغیث الشبل ابن اللیث

۱۶۔ یہی موئے مژہ جس سے پڑے ہیں بال شیشوں میں جو گھٹ جائیں تو خنجر ہیں جو بڑھ جائیں تو بھالے ہیں

اس پر اعتراض یہ تھا، کہ خنجر سے موئے مژہ کی تشبیہ نہایت غریب اور سراسر اختراع۔ شاید اخبار حق میں جو جواب آپ کے اعتراضات کا شائع ہوا تھا۔ وہ نظر سے نہیں گزرا۔ خیر میں پھر لکھے دیتا ہوں کہ خنجر سے تشبیہ میرا اختراع نہیں ہے آپ کی کوتاہ نظری ہے۔

سلمان ساؤجی

چشمت بہ خنجر مژہ عالم خراب کرد — کس خنجر کشندہ بہ مستے چناں دہد

اس کے ضمن میں یہ فرمانا کہ موکی لفظ بے کار ہے۔ ان اعتراضات پر معترض کو بہت ناز ہے۔ کہ ہندوستان کے کسی گوشے سے آواز نہیں اٹھی۔ آتش کا شعر ہے:

موئے مژہ اوں آنکھوں نے دل کو دکھایا — صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

۱۷۔ رمد کے لئے سرخی لازم نہیں۔ اس کو طبی لغت بحر الجواہر میں ملاحظہ ہو:۔

"الرمد بالتحریک قال العلامہ انہ کان یطلق عند الاقدمین علی الورم الحار الدموی الحادث فی الملتحم ومتی کان حاصلا من غیر ھذہ المادہ فانہ لا یسمی رمدا بل تکدرا۔ واما عند المتاخرین فانہ یطلق علی ورم یحدث للملتحم سواء کان سببہ مواد احارۃ وبادرۃ"

بحر الجواہر

ظاہر ہے کہ اگر دموی مادہ ہوگا تو سرخ ہونا لازم ہے۔

۱۸۔ شراب کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے۔ سبحان اللہ شراب سے سنو مراد لیجئے۔ مگر خمر نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ چیز جو پی جائے اوس کو شراب کہتے ہیں۔ مگر طب میں خصوصیت سے شراب خمر ہی کو کہتے ہیں۔ بحر الجواہر ——— "الشراب کل مایشرب من المایعات والاطباء اذا اطلق الشراب اراد وا بہ الخمر اذا قالوا الشراب المخروج اراد وبہ مایمزج بالماء"

خدا معلوم معترض صاحب سرقہ و توارد کی تعریف کیا سمجھے ہیں۔ ذرا اپنی طرف ملاحظہ فرمائیں۔ ابھی حال ہی میں سرفراز کے رجب نمبر میں سب سے پہلے آپ کی چند رباعیات چھپی ہیں۔

مرسل بلد علم و درش بود علیؑ — روشن شدہ معنی حدیث نبویؐ
ایماے صریح کردہ در گشتہ جدار — کعبہ شدہ مولد در علم نبیؐ

(۱) مرسل کی تعمیم نے یہاں کیا فائدہ دیا؟ احمد ہونا چاہیے۔

(۲) ملاحظہ ہو صحیفۂ ولا ص۲۰۶

باب شہرِ علم کی آمد خدا کے گھر میں ہے — کیوں نہو دیوار میں کعبے کے در کیونکر نہو

اس کو سرقہ فرمائیے گا یا تصادم؟

حیدرؑ کہ نبضِ حق امام دوسرا است — گر مولدِ او بیت خدا گشت بجا است
عالم بگمان ایں کہ کعبہ قبلہ است — تسلیم بہ یقیں ایں کہ آں قبلہ نما است

صحیفہ ولا ص۳۲۸

دلِ حیدرؑ کا صدقہ کعبہ ہے قبلہ نما جس کا — مجھے محبوب کر پایہ شناسانِ محمدؐ ہیں
از ہیئت خاص خود در مدح بسنت — یعنی ززبانِ خامشی حرفے گفت
چوں غنچہ لبش بہ بست و خندید چو گل — بشگافت جدارِ کعبہ یعنی بشگفت

ززبان کا تنافر محسوس نہیں ہوا؟ یا شاید الکن کی زبان میں مصرع ادا ہوا ہو؟

صحیفہ ولا

غنچے کی طرح چٹکی دیوارِ حرم دیکھو — اک نو گلِ وحدت کے آئے ہیں قدم دیکھو
جلوۂ گل سے بڑھی اور بہارِ کعبہ — کھل گئی فرطِ مسرت سے جدارِ کعبہ
نو گلِ باغِ امامت کی تجلی تھی عزیزؔ — کھل کھلا کر جو ہنسی آج جدارِ کعبہ

اسی طرح اور بہت سے اشعار ہیں۔

بر عتبۂ او انس و ملائک زدہ صف — عالم بدرش گدائے کچنول یکف
بطحا بحریست از امانت مواج — کعبہ صدفیست درِ او شاہِ نجف

از امانت مواج ؟؟

صحیفہ ولا ص۲۵۰ — صدفِ کعبہ کا وہ درِ یتیم — حکمتِ شرعِ احمدی کا حکیم
ہے یہ اوس کے گروہ کی عصمت — ان من شیعتہ الا براہیم

پہلے مصرع کو چوتھا مصرع بنایا ہے۔

یکے از شعرائے ایران

بسوئے کعبہ رود شیخ ز من بسوئے نجف — برب کعبہ کہ ایں جا مراست حق بطرف
تفاوتے کہ میانِ من ست و او ایں ست — کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

یہاں ان تشبیہات کا لطف دیکھیں۔ مداحین میں یہ تشبیہات عامۃ الورود ہیں۔ مگر حضرت معترض کے نقطۂ خیال سے یہ سب مسروقہ

ہیں۔ غالباً آپ تائید کریں۔

بے خبری کے ساتھ سخن پروری کی انتہا نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تحریر میں کس قدر چالاکیاں دکھائی گئی ہیں۔

السیف والخنجر وعیاننا وات علی النرجس والکاس

شرابنا الخ

کاس بھی شراب بھی ریحان بھی نرجس و آس بھی — پھر بھی شراب سے مراد سفید لیجیے خمرہ لیجیے۔

اے سبحان اللہ!

کسی طرح ان کو بے نقاب کیجیے۔ تو ان کو ان لغویات کے لکھنے میں کچھ پس و پیش ہو۔ ذرا اپنی تحریریں دیکھئے اور معترض صاحب کی بدتمیزیاں دیکھئے۔ اس طرح اگر لکھ دیجیے تو مضائقہ نہیں ہے۔ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ تحریریں فلاں کی ہیں۔ اس وجہ سے ان الفاظ پر تعجب ہے یہاں اون کے وہ الفاظ نوٹ کر دیجیے یا جیسی آپ کی مصلحت۔

سرفراز نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اب سلسلہ مضامین وہ ترک کر دیں گے میرے نزدیک اخبار حق میں شائع کرا دیجیے۔ یا جہاں بھی شائع ہو۔ سرفراز میں ایک نوٹ دے دینا ضروری ہے۔ چونکہ خواجہ صاحب سرفراز میں یہ سلسلہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس مقالہ کا جواب جو مورخہ ۲۵ نومبر شائع ہوا ہے۔ فلاں پرچہ میں درج ہوگا ناظرین جن کو دلچسپی ہے اوس کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

آخر میں آپ سے خواہش ہے کہ انصاف سے کام لیں۔ انصاف تو جب ہی ہے کہ اون کے ہمنوا ہو جائیں، آپ نے دیکھا ہے کہ کسی اعتراض کو وہ ماننے کے لئے تیار نہیں؟

آپ پر جذبۂ ہم وطنی کا الزام ہے مگر خود جذبہ عصبیت و عداوت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

توضیحات یا صفت کاشفہ کے واسطے زیادہ تر مناسبت مقام کی قید بیکار ہے۔ بعض مقامات پر نہیں بھی ہے۔ مہر درخشاں، ماہ تاباں، رود روشن، وغیرہ میں تو تاویلیں ہو گئیں۔ برق درخشاں، برق تاباں میں کیا تاویل ہوگی۔ وہ تو زیر سحاب ہی چمکتی ہے۔ علاوہ اس کے ان اشعار میں کیا فرماتے ہیں:

قرب یک ہفتہ گفتی از خلار — سیل اندر بادۂ احمر

بنشیں و بیار خندۂ شیریں — برخیز و بیار بادۂ احمر

احمر کی مناسبت اور اقتضائے مقام کیا ہے۔ صرف بادہ سے بھی کام چل سکتا ہے — اسی طرح صہبا خمر سرخ شراب کو کہتے ہیں اوّل تو صفات میں اختلاف ہے ملاحظہ [ہو] " الاصہب بعیر لیس شدید البیاض کالصھالی والا سد والصہبا الخمر او المعصورۃ من عنب" (القاموس)

اسی طرح صاحب منتہی الادب نے رنگ کی تخصیص نہیں کی۔ صرف یہ لکھا ہے " می و فشارده انگور سفید و لہا

اسماء کثیرۃ اخرجناھا فی رسالتی المسماۃ بضرورۃ الادیب" اگر صبا کا رنگ سرخ بیان میں توصیف کا شفہ کے طور پر ظاہر کرنا کیا گناہ ہے؟ پھر جب کہ رمد کا قرینہ موجود ہے۔ اب رمد کے لئے سرخی لازم ہے یا نہیں اس کے متعلق بحرالجواہر کی عبارت لکھ چکا ہوں۔

تصادم خیال۔ شعرا میں بعض تشبیہات وخیالات عام طور سے مروج ہیں۔ جو تھوڑے تھوڑے فرق سے نظم ہوئے ہیں۔ حضرت والا کا کلام جس وقت شائع ہوگا۔ تو بتا دیا جائے گا کہ کتنا سرقہ ہے۔ سردست ملاحظہ ہو سرفراز رجب نمبر میں ایک صاحب ظفر مہدی صاحب کی جن کی چند رباعیاں شائع ہوئی ہیں۔ اس کے متعلق آپ کے نقطۂ خیال سے عرض کیا جاتا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ فرمائیں کہ تصادم ہے یا توارد یا سرقہ یہاں وہ رباعیاں اگر مناسب ہو تو درج فرما دیجئے۔

تحریر فرماتے ہیں۔ جب رمد کے معنوں میں جناب اشہر کی نگاہ الرمد یجان العین پر پڑی تو وکل مایولمھا سے کیوں اچٹ گئی۔

پہلے تو جناب عبارت منجد کی غلطی تحریر فرمائیں۔ آپ کے مطلب کے خلاف اگر لغت شہادت دے۔ تو وہ غلط ہے۔ اس کے بعد وکل مایولمھا کے ترک کر دینے سے معنی میں کیا نقصان ہوا۔ جس کی تصریح آپ نے خود فرما دی۔ اپنا مفید مطلب بیان کرنے کا اختیار ہے۔ مگر قرآن اور واقعات بھی کوئی چیز ہیں لگے ہاتھ یہ بھی تحریر فرما دیجئے کہ نگاہ اچٹ جانا بھی کوئی محاورہ ہے نیند اچٹ جانا تو سنا تھا۔ اگر ہو تو شاہد عنایت فرمایئے۔

امیرالمومنینؑ کاسۂ سر میں خون اعدا پینے کی خواہش فرماتے ہیں۔ شراب ناس دم اعدا تو یہ خون تو ظاہر ہوگا۔ بھلا اس دھاندلی کی کوئی حد ہے۔

لالے کے متعلق آپ نے نقاد اول کا قول درج فرمایا کہ "اس مقام پہ سرخ کا استعمال تخییل حاصل ہے" تسنیم میں درج ہے کہ "لالے کی صفت سرخ یہ وہی تخییل حاصل ہے جو حشو کے مرادف اور عجز شاعری کی دلیل قوی ہے"۔ اشلہ ملاحظہ کرنے کے بعد اور بہار عجم میں لالے کے اقسام دیکھنے کے بعد آپ نے اس عبارت کو کمزور کر دیا۔ آگے بڑھ کر نقاد بدایونی پر الزام رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ "اگر وہ ہر مقام کے لئے لالہ کا سرخ لانا حشو سمجھتے ہیں۔ تو میں ان سے متحد نہیں"۔ تسنیم کی عبارت میں تعمیم ہے اور یہاں اس مقام کی تخصیص اور عبارت کا فرق اب عرض کرتا ہوں کہ بھ شدہ دو نرگس شہلا و لالۂ احمر اور بھ میان گلشن وحدت یہ وہ دو سرخ لالے ہیں۔ ان کا فرق بیان فرمائیے۔ وہاں کیوں درست ہے یہاں کیوں حشو۔ اگر مراعاۃ لفظی دیکھئے تو اوس کے آپ قائل نہیں۔

یہ خوب ارشاد ہوا۔ سرخی چشم اس بات پر قرینہ قوی ہے کہ شاعر نے لالہ زرد یا لالہ سفید نہیں مراد لیا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی طرح سرخ درست نہ ہو سکے۔ جہاں پوچھا ہے کہ دیکھئے ایسے سخن پرور شاید ہی دنیا میں ہوں۔

مولوی عبدالشکور سے مناظرہ کرتے کرتے یہ مشق بہم پہنچائی ہے آپ کے رسالہ کا عنوان اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔ ..... کہ دست غیر گرفت است پائے مادر او۔ یہ تہذیب ہے یہ سرسری طور پر چند نوٹ لکھ دیئے ہیں خذما

صفدر وغیرہ مالک ہے۔ اگر اخبار حق میں آپ بھیجیں تو اُن کو لکھ دوں۔ مگر سرفراز میں نوٹ ضرور ہونا چاہیئے۔

مخلص عزیز

(۲)

ریاست محمود آباد ۱۳ر جنوری ۳۳ء

مجی و کرمی تسلیم۔ خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ حضرت شاداں[1] کا مضمون حسب فرمائش اُن کے میں نے بھیج دیا تھا۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ شائع نفرمائیں گے۔ (کذا) ایک بات اور عرض کرنا ہے۔ "مدثر" جہاں باب تفعل اور افعال سے آیا ہے۔ وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے۔ چنانچہ صاحب منجد لکھتے ہیں: "اِدّثره: اهلکه، عطاه مالاً کثیراً" اسی طرح مذکر بھی جہاں اور ابواب سے آیا ہے۔ وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے۔ "تذکیر (منجد) ذکره الشئ وذکّره به، ای جعله یذکره والقوم وعظهم"۔

مزّمل: مصدر ازمّال و زدحال، و تزمّل و تزامل و مزاملہ کے ساتھ "تزمیل" بھی مستعمل ہے۔ "زمّل الشئ بثوبه، ای لفّه" المزمّل: "الملفف بالثیاب" ملاحظہ ہو، منجد۔ اگر قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہو مگر جب قاعدہ نحوی اور لغات اس کے جواز کی سند دیتے ہیں۔ تو پھر کیا غلط ہے ——— آفرینش اور دانش میں اگر نون کو روی قرار دیجیئے تو کیا مضائقہ ہے۔ مضمون کے شائع کرنے یا نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ سرفراز اور حق پر موقوف نہ کیجیے اور اخبار بھی ہیں۔ مگر جیسی آپ کی رائے ——— چونکہ بحث چھڑ گئی تھی اس لئے آپ کی خاموشی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوئی ممتاز صاحب ان باتوں میں نہ حصہ لیں گے اور نہ وہ کچھ ایسے ہی ——— کام کے آدمی ہیں۔ دور جدید کا آپکی عنایت سے جو ایک چہ پھیجا گیا تھا مجھے ابھی تک وہ پرچہ نہیں پہنچا۔ حالانکہ میں نے آپ کو لکھ دیا تھا ——— مگر پھر بھی نہیں ملا۔

عزیز

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

الہ آباد۔ ۱۴ر نومبر ۱۵ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ میں اچھا نہیں ہوں۔ کام کاج میں دل نہیں لگتا۔ حضرت اقبال[2] تو اب پولیٹکل حریت کی طرف متوجہ ہیں۔ تصوف اور دنیا کی بے ثباتی کو وہ قوم کے حق میں مضر سمجھتے ہیں۔ خدا ان کا بھلا کرے کہ زندگی کی فکر میں ہیں۔ لیکن میں ہوں مگر افسوس میں تو مر چکا ہوں۔

بے ثباتی اور کاہلی کا دلدادہ ہوں۔ آپ اُن مضامین کو بھیج دیجیئے۔ کچھ نہ سہی آپ کو داد ہی دوں گا۔ ایسے

---

[1] علامہ شاداں بلگرامی۔ [2] ڈاکٹر اقبال مرحوم

مضامین میں فن اور زبان سے زیادہ بحث نہ ہونی چاہیے۔

دعاگوئے شما

اکبر

بنام پروفیسر اشہر لکھنوی

(۱)

کلکتہ - ۲۸ مارچ ۲۸ء

مکرمی۔ پارسل اور محبت نامہ کا دلی شکریہ قبول کیجیے۔ میری حالت میں تبدیلی آج کل قابلِ اطمینان نہیں۔ آج دس دنوں سے تنگ آکر میں نے دوا ترک کر دی اور اپنے خدا کے سوا کسی کا زیرِ علاج نہیں۔ کب تک یہ حالت رہے گی۔ اور اسے برداشت کر سکوں گا۔ نہیں جانتا خدا معلوم نقصان کے عوض فائدہ محسوس کر رہا ہوں۔ آگے اللہ مالک ہے۔ آپ کی ملاقات سے میں جس درجہ خوش اور بالیدہ ہوا اسی نسبت سے مجھے آپ کی جدائی کا احساس ہوا، اور جب تک آپ پھر کلکتہ نہ آئیں اور مجھے مژدۂ عزت نہ دیں بیچینی ہوگی۔ دشت صاحب دوسرے تیسرے آتے ہیں اور آپ کا ذکرِ خیر برابر رہتا ہے۔ ہاں پرسوں بھی وہ آئے تھے اور ہمارے اصرار پر ایک غزل انہوں نے سنائی۔ مطلع آپ بھی سماعت فرمائیں سخن بھی اسے سن لے

کر گزر بے خوف گر کرنے کا تیرے کام ہے

رو نہ کر اے دل اسے، ہمت کا یہ پیغام ہے!

الحمدللہ اب ہمارا مذاق شاعری بدل رہا ہے!

بیحد خوش اور ممنون ہوا کہ آپ نے "جادو" کے پرچے طلب کئے۔ وہ مضمون - ۳ خطوط اور ساتھ ہی ۳ نمبروں میں شائع اور ختم ہوا ہے۔ پہلے ہمارا خط ہے پھر مولانا کا جواب۔ بعد کو جواب الجواب۔ یہ تینوں نمبر جب تک نظر سے نہ گذر جائیں مضمون کے متعلق حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لئے آرزو تھی کہ آپ پورے مضمون کو ملاحظہ کر لیں۔ یہ چیز علیحدہ شائع کر دینے کے لائق ہے اور اگر آپ اس طرف متوجہ ہوں تو مذاقِ سلیم اور ادبِ اردو کے بخت جاگ جائیں۔

میں یہ خط پڑے پڑے اور تکلیف کے ساتھ لکھ رہا ہوں بہت کچھ تحریر کرنا چاہتا تھا مگر نہ دل بس میں ہے اور نہ دماغ قابو میں۔ صلاحیت آئے تو آپ سے باتیں کروں اور تکلیف دوں۔ امیر نواب تسلیم عرض کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ مجھے اسی طرح یاد اور سرفراز کرتے رہیں گے کیا بتاؤں بس مع الخیر ہوں۔ شہنشاہ حسین صاحب کو خط لکھئے تو میرا سلام تحریر کر دیجئے گا۔ والسلام

خیال

لہ سید شہنشاہ حسین رضوی مرحوم سابق ایڈیٹر ماہنامہ "خیابان" لکھنؤ۔ خادم سیتاپوری

(۲)

45, BANIAPUKHR RD
CALCUTTA

۷- محرم ۴۷ھ

آہ اے دنیا وہی ایام غم پھر آگئے
جس میں ہم سے پہلے والے اشک خوں برسا گئے

مکرمی اشہر۔ عنایت نامہ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ بدایں محبت و یاد آوری خداوند عالم آپ کو خوش و مطمئن اور تادیر سلامت رکھے۔ آمین! شکر کہ جس خبر کے سننے کا منتظر تھا وہ نسیم سحر کی طرح آج صبح اس کعبۂ احزان تک پہنچ کر ہمارے لئے باعث مسرت و اطمینان ہوئی۔ یہ سچ کہ ایام عزا میں دل و دماغ کسی بھی طرف نہیں جاتا۔ مگر حق یوں ہے کہ ؎

اجارہ کیا ہے ناصح کا خوشی میری ہے غم میرا

الحمد للہ۔ ایک بڑے کام سے فراغت ہوئی اور اب طبیعت کو یکسو کر کے کسی معقول بات کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں مشغول رہ کر کچھ کرنا اور کر جانا چاہیئے۔ میں نے اس فراغت کو "بڑا کام" اس لئے کہا کہ ہمارے ملک میں یہ دو حرف بہت بڑے اور جلی سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کے سے حضرات کے لئے ایسی تہجی کوئی خاص رتبہ و درجہ نہیں رکھتی۔ اس سے قبل بھی وہی حاصل تھا جو اب اوروں کی نظریں کچھ اور دکھائی دے گا۔ "معقول بات" کی طرف توجہ اس لئے دلائی گئی کہ اس موٹو کا جلد سے جلد اظہار ہو جائے ؎

غرض نالہ ہے احساس کی دنیا جاگے
نہ کہ سوتے ہوئے عالم کا پریشاں کرنا!

کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے شروانی[2] صاحب کے "مکاتبات" (خط پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں) کے شائع کرنے کی آپ پر فرمائش کی تھی۔ اب آپ کو قدرے فرصت ہے جلد متوجہ ہو جایئے! انیس کی شاعری اور مذاق صحیح کی یہ بہترین خدمت ہے۔ وہ تینوں نمبر ایڈیٹر صاحب رسالہ "جادو" محلہ رمنہ ڈھاکہ سے طلب کر لیجئے۔ میں اپنی حالت کیا تحریر کروں! زندگی سے بیزار ہوں اس لئے کہ بیکار ہو گیا ہوں یہ خط بھی ذرا تکلیف سے لکھا گیا اور اس سے زیادہ کیا بدیہی ہو سکتی ہے۔ امیر نواب اچھے ہیں ان کی تسلیم قبول ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

دعاگو — خیال

لفافہ کا پتہ: جناب کرم آغا اشہر صاحب لکھنوی ملاحظہ فرمائیں - محلہ شیخ سرائے - سیتاپور
مہر کلکتہ 26-JUN-28
مہر سیتاپور 28 JUN-28 SITAPUR. U.P.(O.T.R) VIA — LUCKNOW

---

[1] نواب نصیر حسین خاں خیال مرحوم آغا اشہر لکھنوی کو جب خط لکھتے تھے تو اکثر اشہر صاحب کے کسی شعر کو "سرنامہ" قرار دیتے تھے یہ مطلع بھی آغا اشہر لکھنوی کا ہے۔

[2] صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی مرحوم۔

(۱)

بنام نادم سیتاپوری

عزیزی۔ آپ نے ۲۰ اگست تک مضمون مانگا۔ ۲۸ کو جواب لکھ رہا ہوں۔ اس سے زیادہ درستی ہوش وحواس کیا ہوسکتی ہے منفعل ہوں معذرت خواہ ہوں۔

میرے پاس کوئی نظم نہیں اگر ہوتی بھی تو اس قابل نہ ہوتی۔

کبھی سیتاپور آیا تو آپ لوگوں سے ضرور ملوں گا۔

اشہر[1] صاحب سے ملاقات ہو تو سلام شوق کہیے گا۔

ریاض خیرآباد۔ ۲۸ اگست ۲۸ء

کارڈ کا پتہ۔ نادم سیتاپوری بنیرہ حضرت ناظر۔ قضیارہ۔ سیتاپور

بنام مولانا عبدالرزاق راشد حیدرآبادی

(۲)

آج ہی دونوں کارڈ ملے ہے

یہ کہنی جب ہوا ہو جائے گی جان سے اچھی جوانی جائے گی

مجھے پیری نے کسی کام کا نہ رکھا۔ نظم پہلے بھی کم بلکہ کبھی لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ شعراب نہیں کہا جاتا۔ یاد فرمائی کا شکر گذار ہوں۔ دیوان چھپنے کا اہتمام کر رہا ہوں ابھی تو اس کی قیمت عہ احباب نے تجویز کی ہے۔ کیا آپ اشاعت میں کچھ مدد دیں گے؟ میں نے یونہی لکھ دیا بار خاطر نہ ہو۔ جواب کی بھی ضرورت نہیں۔

ریاض

خیرآباد اودھ ضلع سیتاپور ۶ اکتوبر ۲۸ء

اوروں کا کلام انتخاب کردوں یہ زحمت گوارا نہ ہوگی۔ اپنا کلام انتخاب کروں میں اپنے ہر شعر کو منتخب سمجھتا ہوں۔ طرحی کلام ہوتا تو اس کے ساتھ خیر طرحی کچھ بلا انتخاب بھیج دیتا۔ آپ ہی فرمائیں مہمل ذخیرے سے انتخاب ہو تو کیا ہو؟ دو ایک شعر یاد آئے بھیجتا ہوں۔

---

[1] پروفیسر آغا اشہر لکھنوی،

چشم و دل ہیں مقام عزت کے ۔ بنگئے جگ کے سینہ مینا

آہ پردے پڑے ہیں غفلت کے ۔ راز ہوں کیسے واعجت کے؟
عرصۂ حشر میں کہاں انسان ۔ کچھ بگوے میں خاکِ تربت کے
شاعری ہے ریاض کے دم تک ۔ پھر کہاں لوگ اس طبیعت کے

کارڈ کا پتہ: جناب سید عبدالرزاق صاحب ایچ۔سی۔ایس۔ اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل۔ حیدرآباد دکن۔
مکڑی کا پل۔ ظفر جنگ کا باغ

بنام سید محمد وصی صاحب (۳)

مکرمی بتسلیم

بن کے مہماں ایک رند روزہ دار آنیکو ہے ۔ شام ہونیکو ہے میرے گھر اُدھار آنیکو ہے

میں تو روزے سے ہوں آپ بھی ضرور روزے سے ہوں گے۔ تین چار مہینے ہوئے آپ مجھے قیصر باغ سے امین آباد جاتے ہوئے چوراہے پر ملے اور ارشاد فرمایا مینار ڈرا[۲] منی آرڈر) لکھ کر چپراسی کو دے آیا ہوں آپ جاتے ہی اسے بھیجے ۸ر (آٹھ آنے) کیوں خائع ہوں۔ میں اس فرمائش کا نہایت شکر گذار دل ہی دل میں ہوا زبان سے شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ ملا۔ یہاں تک کہ ۱۰ دسمبر کے مینار ڈر نے پھر میری یاد کو تازہ کیا مگر کاہلی نے اجازت نہ دی۔ جنوری کے مینار ڈر کا بھی وہی اثر ہوا۔ قصد تھا کہ ۵ فروری کو جب حضور وائسرائے تشریف لائیں تو ہم بھی آپ کی خدمت میں پہنچ کر سپاس گذار ہوں۔ آج ۵ فروری ہے اور ہم خیرآباد میں ہیں۔ آپ کا تحریر کی شکریہ ادا کیا جاتا ہے جس کا بار مہینوں سے تھا حاضر ہو کر پھر شکریہ ادا کروں گا بھول جاؤں تو آپ یاد دلا دیں۔

میں زیادہ بیمار رہا اب بفضلہٖ اچھا ہوں۔ عنوان میں جو شعر اپنا نہیں ہے لکھا ہے وہ اس بنا پر کہ میں اس شعر کا اس وقت لطف اُٹھا رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ کوئی مہمان آجائے۔ خدا جانے آپ کی یاد کیوں آئی۔ شعر مزے کا تھا عنوان میں لکھ دیا آپ کو لطف آئے یا نہ آئے اس سے غرض نہیں۔

---

[۱] مولانا عبدالرزاق راشد حیدرآبادی۔ حیدرآباد کی ایک خاموش ادبی شخصیت۔ جنھوں نے سب سے پہلے کلیات اقبال شائع کر کے ڈاکٹر اقبال کے فن سے اہل نظر کو روشناس کرایا۔ (نادم بیتاپوری)

[۲] ریاض خیرآبادی کو مہاراجہ مرحوم محمود آباد ساڑھے سات روپیہ ماہوار پنشن دیتے تھے جو ایجنٹ لکھنؤ (قیصر باغ) کی معرفت بھیجی جاتی تھی۔ جون ۱۹۳۰ء مہاراجہ کی وفات تک یہ پنشن پابندی کے ساتھ جاری رہی۔ ٹرسٹ کے زمانے میں کچھ دنوں تک بند رہی۔ راجہ محمد امیر احمد خان (آف محمود آباد) کے زمانے میں دوبارہ جاری ہوئی اور ریاض کی زندگی بھر جاری رہی۔ ریاض کا انتقال جولائی ۱۹۳۴ء میں ہوا۔ (نادم بیتاپوری)

یہ بھی جو کچھ ہے روزے کے اثر سے ہے اللہ روزہ قبول کرے اور آپ شکریہ قبول کریں۔

سید ریاض احمد ریاض

خیرآباد ضلع سیتاپور۔ ۵ر فروری سنہ ۳۰ء

(۴)

مکرمی۔ کل منی آرڈر ملا شکر گذار کیا۔

ایک ہفتہ ہوا میں سرکار میں حاضر ہوا تھا آپ سے ملنے گیا مگر آپ کچہری گئے ہوئے تھے اب پھر کسی روز حاضر ہوں گا جناب محمد میاں[1] صاحب اور مکرمی صادق علی[2] خاں صاحب نے "حرم سرا" ہر دو جلد ناول کی فرمائش کی ہے آپ کی خدمت میں بھی ہدیتہً پیش کروں گا۔ قابل دید ہے نہایت دلچسپ آپ دیکھ کر خوش ہوں گے۔ کارڈ کے جواب کی ضرورت نہیں۔ آشوب چشم میں مبتلا ہوں۔ والسلام

سید ریاض احمد ریاض، خیرآباد ضلع سیتاپور

۲۷ر اپریل سنہ ۳۰ء

(۵)

بنام وصی صاحب

چوتھا مہینہ بھی ختم ہوتا ہے تنخواہ اب تک نہیں آئی۔ کیا اپنی خیر و عافیت کے ساتھ دو حرف تنخواہ کے متعلق میری تسکین کو آپ لکھ سکتے ہیں۔ بعد عید انشاء اللہ "سرکار"[3] کے سلام کو حاضر ہوں گا آپ سے بھی ملنے کا شرف حاصل کروں گا۔

جوابی کارڈ اس لئے روانہ ہے کہ بوا پسی ڈاک آپ خیر و عافیت اور تنخواہ میں تاخیر کا سبب لکھ دیں گے ——— زیادہ نیاز۔

ریاض ۲۳ر اپریل سنہ ۳۱ء

مسٹر غلام علی کو سلام

(۶)

بنام نادم سیتاپوری

مکرمی۔ نوازش نامہ ملا۔ دلی شکریہ آپ کے لئے اور دلی دعائیں با چشم پر آب نور نگاہ عزیزہ بیگم صاحبہ

---

[1] سر مہاراجہ محمود آباد مرحوم کے بہنوئی۔ علاقہ کرسی کے تعلقدار رہتے ہیں [2] صادق علی خاں معتمد ریاست محمود آباد

[3] سر مہاراجہ مرحوم محمود آباد۔ [4] قاضی سید محمد وصی۔ ایجنٹ محمود آباد اسٹیٹ۔

میر احمد حسن[1] ہاتف مرحوم کے لئے۔

گو بہت معذور ہوں مگر بالضرور حاضر ہوں گا اتنا انتظام فرما دیجیے گا کہ میں بغیر پاؤں لٹکائے فرش مجلس پر بیٹھ نہیں سکتا اور قریب مجلس کسی بلند چیز پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنا خلافِ ادب ہے اس لئے ایسی جگہ بیٹھنے کا انتظام فرما دیجیے گا کہ میں راجہ صاحب بہادر کو سن سکوں[2] اور وہ بھی اچھی طرح۔

اسٹیشن پر سواری بھیجنے کی ضرورت نہیں میں بسر و چشم امام باڑے میں حاضری سے فخر حاصل کروں گا۔

دعاگو

بوڑھا ریاض

۱۹ر جنوری ۳۴ء خیرآباد

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

نواز گنج، لکھنو ۱۱ر اگست ۱۱ء

نظر نواز۔ تسلیم و نیاز

عنایت نامہ کا شکریہ! "ادیب" کو چھوڑنے کے بعد سے اب تک اتنا اطمینان نہیں ہوا کہ اردو علم و ادب کی کچھ خدمت کر سکوں۔ انشاء اللہ آپ کے مشاعرے کے لئے کچھ کہوں گا اگر حریفوں کی نیش زنی نے کچھ مہلت دی۔

"عالم خیال" کا جو تعارف "ادیب" میں چھپا ہے سب رُخ پورے ہو جائیں تو اس پر ایک تنقید لکھی جائے جو دنیائے ادب میں یادگار رہے گی۔

میں لکھنؤ سے کوئی رسالہ نکالنے کا ارادہ نہیں کر سکتا! یہاں چھپائی کا انتظام آسان نہیں ہے اور تصاویر کا انتظام تو بالکل ہی نہیں ہو سکتا۔ "خدنگ نظر" کو بند ہوئے اتنی مدت ہو (گئی) کہ اب اس کا زندہ کرنا فضول ہے سرمائے کی کمی سے رسالہ نکلنے کا حوصلہ اور بھی پست ہو گیا۔ مجھے یاد ہے کہ آپ کی کوئی نظم مجھے الہ آباد میں ملی تھی لیکن یہ حریفوں کی چال بازیاں ہیں کہ میں اسے ہمراہ لیتا آیا۔ مجھے اُس وقت اس کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ اس طرح کا خیال پیدا ہوا۔ ضرورت ہو تو احباب

---

[1] میرے حقیقی چچا زاد بھائی۔ اپنے عہد کے ایک مقبول و متصفہ ادیب! جن کے تعلقات اس دور کے اکثر ادیبوں اور شاعروں سے بہت ہی قریبی تھے۔ ریاض خیرآبادی نے ہاتف کی وفات پر ایک درد انگیز قطعہ لکھا تھا جو "ریاض رضوان" میں شامل ہے۔

[2] بڑا امام باڑہ سیتاپور میں ایک مجلس عزا منعقد ہوئی تھی جس میں راجہ محمد امیر احمد خان صاحب (آف محمود آباد) نے اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھا تھا۔ (نادم سیتاپوری)

ب بھی ویسی ہی عنایت کے لئے موجود ہیں۔ حضرت ارشد تھانوی سے میرا دست بستہ سلام کہیئے اور یہ کہ میں بخیریت ہوں۔ آپ کی عنایتیں میرے دل پر ہمیشہ نقش رہیں گی۔

اخلاص مند
نوبت رائے نظر

بنام محمد یوسف قیصر بھوپالی

بھوپال کے باقیات الصالحات میں قیصر کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ فروری ۱۸۸۸ء میں مقام بھوپال پیدا ہوئے جوان ہو کر ریاست کے محکمہ مال میں ملازم ہو گئے ۱۹۰۷ء میں عبدالمتین تجاروی کے تعاون سے "مالوہ ریویو" جاری کیا اور ۱۹۰۸ء میں بھوپال ہی سے ماہنامہ "الحجاب" جاری کیا۔ ۱۹۱۰ء میں ریاست کے محکمہ تعلیم کے منظور کردہ نصاب تعلیم پر کڑی تنقید کرنے کے جرم میں ریاست بھوپال سے اخراج ہوا۔ لکھنو پہنچے مولانا حلف الملک صوی کے ماہنامہ "الناظر" (لکھنو) میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا کچھ دنوں بعد نول کشور پریس میں ملازم ہو گئے اور مشنریوں کے "تھوڈیسٹ پریس" میں بھی انجیل اور بائیبل کے اردو ایڈیشنوں کی عام فہم زبان سنوارنے کا کام کرتے رہے۔ مولانا شبلی نعمانی کی سفارش پر والیہ بھوپال نواب سلطان جہان بیگم نے اخراج کا حکم منسوخ کر کے انھیں بھوپال واپس آنے کی اجازت دی۔

۱۹۱۲ء میں "درباری شاعر" کی حیثیت سے بھوپال واپس آئے کچھ دنوں بعد ریاست کے "دفتر تاریخ" میں مولوی محمد امین زبیری کے مددگار کی حیثیت سے کام شروع کیا اور اسی جگہ سے پنشن پائی۔ بقید حیات ہیں اور مستقل قیام بھوپال میں ہے۔ میرے ساتھ بہت ہی شفقانہ اور عزیزانہ محبت فرماتے ہیں۔

نادم سیتاپوری

(۱)

رام پور اسٹیٹ۔ یو پی کوٹھی منشی وحید علی صاحب انڈر سیکرٹری
۱۰ جون سنہ ۱۹۱۳ء

عنایت و ذائے من حضرت قیصر صاحب زادہ عنایتکم۔ سلام شوق

آپ کا پوسٹ کارڈ پاکر بیحد مسرور ہوا کرتا ہوں۔ آپ بے تامل اپنی نظمیں جن کو چھپنے اور چھپوانے کا شوق ہو بھیج دیا کیجئے۔ اصلاح سے کسی کا رنگ سخن نہیں بدلتا ہے۔ اگر کوئی غلطی ہوتی ہے تو وہ نکال دی جاتی ہے یا اتفاق سے بجائے ایک لفظ کے جو نظم میں کہا گیا دوسرا لفظ ترقی دیتا ہوا نظر آیا وہ بدل دیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا کم ہوتا ہے کہ زیادہ تر لفظ کی یا محاورے کی غلطی ہوتی ہے۔ مولوی محمد کی نظم میں جہاں رد و بدل کرتا ہوں وہاں انھیں لکھ کے آگاہ بھی کر دیتا ہوں کہ

یہ نقص تھا جو رفع کیا گیا تاکہ اس نقص سے وہ آئندہ خود بچتے رہیں۔ واللہ باللہ۔ جو بات آج آپ نے مجھ سے کہی ہے اسی کو بجائے خود اور بھوپال کی موجودگی میں میں اکثر اپنے مرحوم دوست منشی شبیر حسن کو کہتا تھا کہ میرے دوست منشی نظم علی کے بیٹے قیصر، طباطبائی۔ ذی علم اور ہر معنی سے ہوشیار۔ مگر ستم یہ ہے کہ وہ چوک جاتے ہیں اور تصحیح پہ توجہ نہیں کرتے۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ خود ہی آپ کو ایسا خیال ہوا۔ اور جب میں آپ کی نظموں کو درست کرکے آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اور ہر ایسی جگہ جہاں میں دخل دوں گا۔ وہاں دخل دینے کی وجہ میں لکھ دوں گا۔ تو چند ہی دنوں میں آپ خود اپنی نظمیں کیا۔ دوسروں کی نظموں پر بھی تصحیح کی عمدہ نگاہ ڈال سکیں گے۔ جو محبتانہ خیال مجھے آپ کی نظموں کی تصحیح پر ہمیشہ رہا۔ وہ اس نظم پہ بڑا تھا جو ابھی ابھی ظل السلطان میں چھپی ہے۔ غلطی سے بچنے کا بڑا ذریعہ یہ ہے کہ جس لفظ یا محاورے کی صحت میں ذرا بھی شک ہو۔ اوّل وقت چھوڑ دیا۔ نہ کہا۔ جب تحقیقات کر لی۔ تب کہا۔ میری عمر کے کوئی ۴۰ سال اسی فن میں گزرے ہیں اور آج کتب خانہ مگر کی کا اعلیٰ تر سامان میرے سامنے ہے جہاں تحقیق کے لئے تمام کتابیں یہ بیت سامنے ہیں۔ مگر آپ یقین فرمایئے کہ بعض وقت ایک لفظ یا ایک محاورے کی تحقیق میں ایسے شکوک پیدا ہو جاتے ہیں کہ پوری تحقیق کے بعد بھی صحیح مذہب اختیار کرتا ہوں۔ زبان کی غلطیوں سے کوئی بڑا سے بڑا استاد تک نہیں بچا۔ مگر استاد اور واقف کار چوکتا ہے۔ مبتدی متوسط اور ساتھ ہی نا واقف متواتر غلطیاں کر بیٹھتا ہے بدتر غلطی نظم میں ایطا جلی ہے جسے فارسی میں شایگان کہتے ہیں۔ اس کو میں ایک طویل خط میں کسی وقت آپ کو لکھوں گا۔ مولوی محمدی کو میں نے بھوپال میں زبانی اس سے آگاہ کیا تھا۔ پھر بھی جب وہ چوکے۔ تب میں نے یہاں سے ایطائے جلی کے بارے میں لکھ کر سمجھایا۔ اب جا کے وہ بچنے لگے ہیں۔ کل ہی میں ایک لفظ کو بہ بحث لئے ہوئے تھا۔ جلال سے استاد نے تین مثالیں دی ہیں۔ صحیح — اور دو مثالوں میں دو دھوکا کھا کے نزدقافیے کی نازک بحث میں چوک گئے ہیں۔ ابھی ابھی ایک بحث میں مولانا نظم طباطبائی ایک مثال حضرت برق کے مصرعے کی دے گئے تھے اور نور دھوکا کھا گئے تھے۔ بحث چونکہ شائع ہو چکی تھی۔ میں نے معیار میں صاف لکھ دیا کہ حضرت نظم اس مثال میں خود سہو فرما گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قافیہ نازک بحثیں اور نازک اغلاط رکھتا ہے۔ آپ ہوں۔ یا میں ہوں۔ سب چوک سکتے ہیں۔ بس وہی فرق ہے کہ واقف کہیں چوک جائے گا۔ یہ سمجھ جائے گا۔ اور نا واقف سے دس غلطی متواتر ہوگی۔ اگر آپ کی کسی نظم میں ایسی کوئی چوک نظر آئے گی تو میں آپ کو مفصل خط سے واقف کروں گا۔ اور قافیے کی ضروری باتیں سب لکھ دوں گا۔ اور رفتہ رفتہ لکھتا رہوں گا تاکہ آپ خوب سمجھ لیں۔ جلال وغیرہ جہاں چوکے ہیں۔ اس سے بھی واقف کر دوں گا۔ تاکہ تحقیق بڑھتی جائے۔ معیار میں ایک بحث چھپے گی۔ ابھی میں نے حضرت امیر مینائی اور حضرت جلال دونوں سے ایک لفظ میں اور ترکیب نادر میں اختلاف کیا ہے اور لکھنؤ میں شائع کیا ہے۔ تاکہ محاورہ طے ہو جائے۔ وہ دونوں متفق ہو گئے ہیں۔ بہ خدا میں دل سے خواہش ہوں کہ ہمیشہ آپ کی نظمیں تصحیح کیا کریں گی اور عام شاعروں کی نظموں کی طرح انہیں نہ سمجھوں گا۔ ابوالاثر و حضرت نظم کا تلامذہ

نہیں کرسکتے۔ صفدر اتنے تو نہیں جتنا کسی وقت غلطی سے اونھیں کسی نے لکھ دیا تھا۔ مگر ابوالرشاد سے زیادہ پختہ ہیں۔ یہ جواب مرزا پور کی ایک کمیٹی کا لکھا ہوا ہے۔ جہاں صفدر صاحب بھی تھے میں کہتا ہوں کہ قیصر (یعنی آپ) اصولی نقائص سخن سے جس وقت واقف ہو کے اپنی نظموں کو خود بچانے لگے۔ اوس وقت آپ کا سا کوئی خوش فہم اہل ادب میں نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو کم ہوگا۔ اس لئے کہ علمی قوت تحقیق کے ساتھ مل کے نظموں کو بہت بلند لے جائے گی۔ اوس وقت آپ کو لطف آئے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ تحقیق ہے کیا چیز۔ صفدر صاحب نے آگے تحقیق پر جواب کو بہت مرتب کیا ہے۔ وہ علم ادب کا ایک معقول ذخیرہ ہے۔ بھلا ابوالرشاد کیا اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ حسن تخیل پر قصد فرمائیں گے تو میں آپ کو ہر ہر غلطی سے واقف کردوں گا۔ وہ ذخیرۂ اغلاط ہے۔

آپکا سچا خیر طلب
احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۲)

رام پور اسٹیٹ، یوپی۔ کوٹھی منشی واحد علی۔ انڈر سیکرٹری
۲۸ مئی سنہ ۱۹۱۳ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب زاد عنایتکم۔ سلام شوق

آپ کا پوسٹ کارڈ پا کر میں بیحد خوش ہوا۔ خدا آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے تاکہ مزید خوشی مجھے حاصل ہو۔ میں آپ کے مفصل خط کا منتظر ہوں۔ اپنے والد کو آپ میرا سلام ضرور ضرور فرما دیجیے گا۔ آپ میرے دوست ہیں۔ میں دوستوں کو کبھی نہیں بھولتا۔ یہ تو ہاجیوں کا کام ہے کہ ساتھ کی دوستی اور غائبانہ دشمنی۔ نیم سرکاری پرچہ وہاں ہونا بھی چاہیئے۔ آزاد پریس علم ادبی کا ستون یہاں نہیں چل سکتا ہے۔ آپ خوب واقف ہیں کہ میں تنقیدی مضمون نگاروں کے حال سے خوب واقف ہوں مگر میں نے خود مولوی محوی صاحب اثیر، اور دوستوں کو جواب لکھنے سے قطعی روک دیا تھا۔ صفدر صاحب نے مجھے بھی خبر نہیں دی۔ مولوی محوی کو بھی خبر نہیں ہوئی۔ نقاد کے نکلنے پر ہم سبھوں نے جواب کو دیکھا۔ حق یہ ہے کہ صفدر صاحب نے قابلیت کا حق ادا کیا ہے۔ بھوپال میں آپ یا مثل آپ کے ایک یا دو اصحاب ہوں گے جو پورے طور پر اسے سمجھیں ورنہ سوا اوپری باتوں کے حرب کے فلسفہ عشق و حسن (پر) جو کچھ لکھا ہے اوسے عام کیا سمجھیں گے۔ اب تو دوسرے نمبر کا انتظار ہے کہ اوس میں صفدر صاحب نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ صفدر صاحب نے صحیح لکھا کہ ابوالرشاد فرضی اور اسحٰق دونوں جاہل اور بے مذاق ہیں۔ وہ جواب کی نزاکتوں کو خاک بھی نہ سمجھیں گے۔ صفدر صاحب نے قابل داد محنت کی ہے۔ میں تو کچھ انھیں لکھ نہیں سکتا۔ میرا ہی معاملہ ہے۔ آپ ہیں، مولوی محوی صاحب ہیں۔ صفدر صاحب کو خطوں سے داد دینی چاہیے۔ آپ کو اندرونی بیضیاں نہیں معلوم ہیں۔ اگر پیئے تو حیرت ہو جائے۔ مخمر پاگل بھر پاگل ہے۔ آپ جہاں جو کچھ لکھیں۔ دو کاپیاں منگا لیجیے گا تاکہ ایک کاپی مجھے مل سکے اور دیکھ سکوں۔ مجھے ایک دوست کی تحریر سے معلوم ہوا کہ تنقید کے جواب میں کچھ ظریف پرچے ہندوستان کے ابوالرشاد یا صاحب رسالہ کی خبر لینے والے ہیں۔ واللہ خوب ہے۔ مجھے اور کچھ نہیں معلوم ہے کہ ابوالرشاد کو جواب سے کیا

احساس ہوا ہو بے غیرت اور بدمزشت کو احساس ہی کیا۔ یہ حصہ جو چھپا ہے اس میں زیادہ تر جذبات کا فلسفہ ہے۔ محمد صفدر صاحب کا قلم اصلی جواب پر ذرا تیز ہو چلا ہے۔ عجب نہیں کہ بقیہ حصے میں انھوں نے قلم کو اور بھی شوخ کیا ہو۔

آپ کا شکر گزار ——— احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۳)

رام پور اسٹیٹ، یو۔پی، موتی مسجد
۱۹ مئی ۱۹۱۴ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب، سلام شوق

جس حکمت عملی پر نظم کہی گئی تھی، اوس میں کچھ تغیر نہیں ہوا ہے، البتہ جذبات انسانی بہت بڑھ گئے ہیں۔ پہلے اول رُخ صرف ۷۵ شعروں کا تھا۔ اب ترمیم میں پانچ سات شعر نکل گئے اور نئے بہت بڑھے، اب پہلا رُخ ۱۷۸ شعروں کا ہے، اب یہ بہت سجھا ہوا ہے۔ ایک ایک خیال کے قائم کرنے میں بعض وقت چار چار دن صرف ہوئے اور پانچ پانچ ترکیبوں سے کہہ کے پھر چاک کر کے چھٹی ترکیب سے خیال کو جمایا۔ اگر ایشیائی مذاق بدلا جاتا۔ تو یورپ میں قدر نہ ہوتی، یورپ ایشیائی مذاق ہی کو چاہتا ہے اور وہ بدت پسند ہے۔ اس نظم میں صرف ایک محاورہ ایسا ہے، جس کو میں نے انگریزی حرف و نحو پر لکھا ہے، اگر یہاں کی بول چال پر نظر رکھتا۔ تو ترجمہ نہ ہو سکتا، اس میں صرف "میرے" اور "ان کے" آنا ہی ردوبدل ہے، وہاں چند قابل ہندوستانی جو شاعر بھی ہیں، وہ ترجمے میں قوت دیں گے، یہ بھی ایسے شاعر ہیں کہ لندن سے اُن کی نظمیں میرے پاس اصلاح کے واسطے آئی ہیں، بہرحال اب یہ نظم دیکھنے کے قابل ہے۔ دوسرا اور تیسرا یہ دونوں رُخ البتہ اس قدر بدلے ہوئے ہیں کہ گویا نئے ہیں، مخاطب کی صورت ہی بدل گئی، دونوں خیال پر کھنچے ہیں اور ان میں بھی فطری جذبات بہت ہی بڑھے اور بدلے ہیں۔ میں پہلے رُخ کو ۷ مئی ۱۹۱۴ء کی ڈاک میں لندن کو انشاء اللہ روانہ کر دوں گا۔ پھر آپ کی نظموں کو دیکھوں گا۔ کیا کروں وقت ہی نہیں ملتا ہے، لندن کی نظمیں آئی ہیں، رکھی ہیں، اور ٹی سے دیکھنے کو ایک کتاب آئی ہے، ہزار خدا پر ایک صاحب نہیں مانتے، گوالیار سے، دیکھنے کو ایک کتاب بھیج رہے ہیں، انکار پر بعض احباب کی سفارش بھجوائی۔ بالکل وقت نہیں ملتا ہے، ابھی چوتھائی ترتیب کو پڑا ہے۔ بھوپال میں تو مجھے فرصت مل جاتی تھی، یہاں لوگوں نے مجھے گھیر لیا ہے، کسی طرح وقت نہیں ملتا

احمد علی، شوق۔ قدوائی

(۴)

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ۔ یو۔پی
۱۱ جون ۱۹۱۵ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب ——— سلام شوق

کارڈ پہونچا۔ اور کوئی خط نہیں پہونچا۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر میں دو حادثے موتوں کے ہوئے۔ ایک یہاں، ایک

وطن میں رہا۔ یہاں پہنچنے سے حادثہ ہوا تھا ہیضہ اور پلیگ دونوں پھیلے۔ میں اور سب اعزہ یہاں سے چلے گئے۔ کئی مہینے میں اور رتی، میں رہا۔ وہاں میرے بڑے بھتیجے اکزکیوٹیو انجینیر ہیں۔ اب رام پور میں آیا ہوں۔ حقیقت میں نظموں میں دیر ہوئی۔ مگر کیا کروں۔ بے حد کم فرصت ہوں۔ اور اظہار نجات نہیں دیتے۔ بھوپال میں تنہا تھا۔ کچھ غم نہ تھا۔ یہاں تمام اعزہ ہیں اور وطن بھی قریب ہے۔ اب میں آپ کی نظموں کو نکالوں گا۔ اور دیکھنے کا وقت نکالوں گا۔

جو نیا کام آپ نے اپنے ذمے لیا ہے یا یہ کہوں کہ آپ کے ذمے پڑا ہے۔ یہ بہت سخت ہے۔ آپ کا مذاق سخن جس رنگ پر ہے۔ اوس سے یہ مذاق نظموں کا بالکل علیحدہ ہے۔ آپ نے اپنی طبیعت کو خود ایک ایسے رنگ کا خوگر فرمایا جس کا رواج بہت کم ہے۔ آج کا مذاق سلاست کا جویا ہے اور بچوں کی نظموں کے لئے سلاست اور سیدھی سادی روانی کی ضرورت ہے۔ صحیح یہ ہے کہ نثر کو نظم کرنا بہت مشکل کام ہے۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ میں اس قدر کم فرصت ہوں کہ مجھے اپنا ہی کام کرنا محال ہو رہا ہے۔ سرکاری کام ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ذاتی کام بہت ہیں۔

انگریزی نظموں کے ترجمے اردو میں بعض لوگوں نے کئے۔ میں نے بھی دیکھے۔ مگر میری یاد میں اب تک کوئی صاحب سچے سور پر کامیاب نہیں ہوئے۔ شاید ہی کوئی ہوں۔ جو سید سے اتر سکے ہوں اردو کا مفہوم اردو میں دشوار ہے نہ کہ انگریزی کا مفہوم اردو میں۔ مگر ہر کام مشق سے تعلق رکھتا ہے۔ کامیابی کچھ غیر ممکن نہیں ہے۔ البتہ دشوار ہے۔ مگر ہر دشواری محنت سے آسان ہو سکتی ہے امید ہے کہ آپ آسان فرمائیں گے۔

سب سے سخت بات یہ ہے کہ شاعری اطمینان قلب و دماغ چاہتی ہے۔ جب دل متوجہ ہو آپ لکھا۔ میں جب اپنی نظم میں دل اور دماغ کو متوجہ نہیں پاتا۔ تب مہینوں کے لئے طاق نسیاں پر رکھ دیتا ہوں۔ اگر کوئی مجھے مجبور کرے تو کچھ نہ کہہ سکوں۔

ایک مشکل اور بھی ہے یعنی جو نظمیں تعلیمی ضرورت سے چھپیں۔ اگر ذرا بھی محاورے سے تجاوز ہوئی۔ یا غلطی ہوئی۔ تو فوراً پبلک کا اعتراض رہا ہے۔ اس لئے کہ وہی نقص تعلیم پر عائد ہوگا۔

بہرحال۔ خدا کرے یہ سب دشواریاں حل ہوں۔ آپ کو غدر کا موقع تھا کہ شاعری دماغ کی شے ہے اور دماغ سکون چاہتا ہے۔ بجائے اس کے کہ اتنی شکایتوں کے اسباب آپ کے دل اور دماغ کو پیش آتے ہیں۔ تو ایک غدر اچھا تھا۔ اب تو آپ کو شش فرما رہے ہیں۔ خدا کرے حضور سرکار عالیہ زاد اقبالہا آپ سے اور آپ کے کام سے خوش ہوں۔ میں ہی جانتا ہوں کوشش اری کیا کام ہے۔ واللہ ہے کبھی مصرع پر دماغ اٹک جاتا ہے تو دو دو تین تین دن تک مصرع نہیں ٹھیک آتا۔ مولوی محمدی کا خط میرے نام بھی کم آتا ہے۔ میں لکھتا بھی کم ہوں۔ آپ پوسٹ کارڈ سے انہیں تنگ کیجئے۔ جواب دیں گے۔

اور خیریت ہے۔ بھوپال میں کس کو سلام لکھوں۔ کس کو پوچھوں۔ سب مجھے بھول گئے۔ تو مجبور ہو کے میں بھی بھلانے پر آمادہ ہوا۔ منشی صاحب کی خیریت کا جویا ضرور رہتا ہوں۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۱)

بنام سید محمد یوسف قیصر

تحصیل نارہ - الہ آباد ۱۵/۴/۴۲ء

پیارے جناب۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ آپ معاف فرمائیں گے آپ کے عنایت نامہ کا جواب جلد اس لئے نہ دے سکا کہ امتحان کے لئے لکھنؤ گیا ہوا تھا۔ براہ مہربانی پہلے یہ بتایئے کہ آپ انگریزی جانتے ہیں؟ پھر تفصیل کے ساتھ تعمیل ارشاد کروں گا۔ آپ پہلے شخص ہیں جو "براؤن" سے اس حد تک اظہار دلچسپی کر سکے۔ اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ اس ملک میں ان کی تحقیقات کی گنجائش کہاں تک ہے؟ نمونہ کی ایک آدھ جلد آجاتی ہے۔ میں قبل از وقت تاک میں رہتا ہوں مرحوم شبلی بھی اہتمام رکھتے تھے میری طرح استفادتاً نہیں بلکہ وہ اپنی تحقیقات کو "براؤن" سے کرانا چاہتے تھے۔

آپ نے بہت اچھا کیا براہ راست مجھے یاد فرمایا۔ "مولانا عبدالرزاق[1] کے بوڑھے غزوں میں یقیناً ہرج کا رتھا۔

آئندہ تفصیل سے لکھوں گا۔ مہدی

(۲)

علی حسن ہاؤس گورکھپور ۱۵/۵/۱۴ء

پیارے جناب۔ آپ کے عنایت نامہ کا جواب دلمن سے لکھ رہا ہوں۔ پچھلے دنوں مصروفیت زیادہ رہی اس لئے آپ کو جلد نہ لکھ سکا۔ اب دو مہینے کی رخصت ہے اور آپ ہیں — ذرا تفصیلی باتیں ہوں گی۔

آپ صرف میرے ڈھب کی چیز نہیں بلکہ خیر سے میرے اچھے خاصے رقیب نکلے۔ آپ لکھتے ہیں "میں اچھی کتابوں پر جان دیتا ہوں۔ پاکیزہ لیٹر پریس ہو لکھائی اچھی ہو۔ عمدہ جلد بندی ہو بس دیکھ کر بیقرار ہو جاتا ہوں"

یہ نئی آواز ہے جو میرے کانوں میں پڑی۔ لیکن اس سے آپ کے مذاق حسن پرستی کی ایک کافی حد تک غمازی ہوتی ہے۔

مجھے آپ سے اکثر بے تکلف ہونا ہے ورنہ کہہ گذرتا کہ یہ خیال صرف اس کا حصہ ہے جس کی نگاہیں ادھی ادھی پلکوں کے بیچ دم بخود یعنی عقبی کھینچ "مان" کے ساتھ قالب پر چڑھی ہوئی محرم کے جائزے کے لئے مدتوں وقف رہی ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ اپنی "قدیم عربیت" سے پوچھیئے بڑی گنجائش کی چیز ہے!

شرافت علم دیکھئے۔ میں باوصف رقابت۔ آپ کو "عشق ناکام" سے لذت آشنا کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ آپ کو حصول مقاصد میں مدد دوں گا۔ کیا یہ آئین عشق کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

---

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف ابراہکہ و نظام الملک۔ نادم سیتاپوری

"براؤن" کی جدید تصنیف بمبئی کے "تھیکر" سے منگوائیے۔ ۱۰/- قیمت ہے یہاں نہ ہوگی تو ۶ ہفتے میں۔ ولایت سے آجائے گی اس میں اس کی تصنیف و تالیف کی آپ جامع تفصیل پائیں گے! اس کے بعد "انقلاب ایران" منگانے کی چیز ہے اور پھر ایران کی ادبی تاریخ دو جلدوں میں۔

آپ فرانس کے "پیر لوئی" کو جانتے ہیں؟ کوئی تصنیف اس کی آپ کے منتخب کتب خانے میں ہے۔ آپ کی "نازنیان حرم" میں بعض نہایت ہی لچکدار حسن صبیح کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن میں آپ اور آپ کے گریجویٹ حلقہ احباب کے مذاق لٹریچر کا پہلے اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔ کافر ادبی یعنی مؤلف نظام الملک[1] کو سلام۔

آپ کا مہدی

(۳)

علی حسن ہاؤس گورکھپور ۲۰/۶/۱۵ء

مکرمی۔ "پیر لوئی" نے عرصہ ہوا ایک نہایت دلچسپ کتاب شایع کی تھی جس نے تمام یورپ میں ہل چل دی خاتونان ٹرکی کی طرف سے ان کے گھٹے ہوئے جذبات کا مگر زیر نقاب اظہار تھا۔ "یعنی القصہ" یعنی ہیروئین کی حیثیت سے اس میں زینب اور ملک پیش پیش تھیں۔ یہ لیڈیاں خیالی نہیں بلکہ واقعی تھیں۔ کتاب کی اشاعت کے بعد دور حمیدیہ کی جاسوسی ان دنوں ان کو ان دونوں کا آبی کفن نہ بنانے پائی تھی کہ یہ دبے پاؤں گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ دو ہفتہ کے بعد پیرس کا ایک ڈرائینگ روم ان جذبات مجسم کو۔ آزاد دنیا کے سامنے جلوہ گر کر رہا تھا۔

دور جدید کے ساتھ یہ پریان جو "وطنیت" میں ڈوبی ہوئی تھیں ٹرکی واپس آئیں اور خوب صورت زینب نے اپنے خیالات کی پہلی قسط ایک کتاب کی صورت میں شایع کی جس میں مغربی تمدن پہ دلچسپ نوک جھونک تھی۔

اس کے بعد "ملک" نے ایک کتاب شایع کی۔ جس میں "عید مظلم" کا ایک رخ دکھایا گیا تھا جس کے دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑا کہ "عظمت جنابی" اصل واقعات کو بدل نہیں سکتی! یہ دونوں کتابیں یورپ میں شائع ہوتے ہی ہر طرح ہاتھوں ہاتھ بکیں۔ ان کی شایع کرنے والی ایک انگریزی خاتون "مس گریسی ایلی سن" تھی جو "پیر لوئی" کی طرح ترکوں پر مٹی ہوئی ہے۔ اور اس قوم کو گئی گذری حالت میں بھی اخلاقی حیثیت سے متبوع صفات کا یہ انسانی سمجھتی ہے۔ ۵ برس کے مسلسل قیام ترکی کے بعد اس نے خود ایک کتاب شایع کی جو پچھلے مہینے ہی میرے پاس ولایت سے آئی ہے۔

یہ تصریحات مختصراً آپ کی خیافت طبع کے لئے ہیں۔ زیادہ تر اس لئے کہ تاخیر جواب کا آپ کو خیال ہی نہ آنے پائے جس کی معذرت سے بھی مجھے شرم آتی ہے۔

---

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف البراکہ و نظام الملک!

آپ مجھ سے فیاضانہ توقعات رکھتے ہیں۔ لیکن ملک میں علمی زندگی کسی طرح ممکن نہیں۔ ایک آدھ کتاب اردو کی کبھی نظر آجائے تو اسے اہل قلم کا اثیار سمجھیے! محرکات میں دراصل کچھ بھی نہیں ہے جسے دیکھئے ہر سے اطمینان کئے ہیں۔ فرد تو مشاغل اعلیٰ تر مصروفیت کا موقع نہیں دیتے۔ میں کبھی کچھ لکھ لیتا ہوں تو صرف تفریحاً۔

مجھے ایک طرح کا "دھوبی" سمجھیے جو بلا بار تہدید و فرمائش کوئی حرکت کر گذرے۔

ہندوستان میں تصنیف و تالیف کا دور ختم ہو چکا۔ "نقاد"[1] میں اردو لٹریچر کے عناصر خمسہ کے عنوان سے میں نے ایک مرتبہ اظہار خیال کیا تھا۔ جو بات آپ چاہتے ہیں۔ وہ "خاتم المصنفین" شبلی میں تھی اب یہ جنس گران قیامت تک کے لئے ختم ہو گئی۔

میرا خیال ہے۔ آج کل کے رائج الوقت اہل قلم شبلی نہیں ہو سکتے! لیکن ان کو دنیا کے سامنے آنے کے لئے لازماً "عبدالرزاق"[2] ہونا پڑے گا۔ اور یہ آسان نہیں!

میں تو حاشیہ نشینوں میں ہوں۔ صرف باتیں بنانی آتی ہیں۔ ہاں پڑھنا خوب ہوں۔ کاغذات پٹواری سے فرصت ہوئی تو اپنے حصہ پر نظر ہوتی ہے لیکن ملک کا مذاق اس قدر گرا ہوا ہے کہ جو ترکیب آپ چاہتے ہیں ممکن نہیں! انسانیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ بیوی کو خوش و خرم رکھے اور یہ قید آپ سمجھ سکتے ہیں کس قدر مشکل ہے۔

مہدی

"کچی بریانی" (رزاق) کو ابے آلو (مہدی)[3] کا سلام۔ شرقی اور مغربی تمدن کی رعایت سے۔

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

شفیق مکرم، وعلیکم السلام والتحیات

ذوق کے دیوان کی خصوصیت کیا ہے؟ ہر دیوان انتخاب محترم! یہ بات ہے کہ بندش میں روانی ایسی ہو جس سے ایک کیفیت سننے والے پر طاری ہو یعنی شعر دلکش ہو اور خوش آئند! اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے کہ اغراق سے پاک ہو۔ تصنع و تکلف نہ ہو۔ جھوٹی خوش آمد نہ ہو! طرز بیان معمولی نہ ہو۔ کچھ امتیاز رکھتا ہو! مگر الفاظ اور ترکیبیں مغلق اور پیچدار نہ ہوں۔ شاعر کے مقصود میں اشتباہ نہ واقع ہو۔ کہ مطلب شاعر کا دو پہلو رکھتا ہو۔ نجانے کون سا پہلو اوس نے اختیار کیا اس کے کوئی کچھ معنی سمجھے

---

[1] ماہنامہ نقاد آگرہ جس میں مہدی الافادی کا مضمون "اردو لٹریچر کے عناصر خمسہ" پہلی بار شایع ہوا تھا۔ یہ مضمون "افادات مہدی" میں شامل ہے۔

[2] مولانا عبدالرزاق مصنف "ابراہیم" جو اس زمانے میں بھوپال ہی میں تھے۔

[3] خود مہدی الافادی۔ (نادم سیتاپوری)

کوئی کچھ ——!

بعض اشعار گو دلکش نہوں لیکن اون کے طرز بیان میں ضرب المثل سے مشابہت پائی جائے ۔ وراسی سبب سے نثر میں درج کرنے کے قابل ہوں وہ بھی انتخاب میں لے لینا چاہیئے ۔

قصیدوں میں ان شعرا کے فشیب میں سے کچھ اچھے شعر نکلیں گے ۔ مدح تو سراسر پوچ ہوا کرتی ہے ۔ یہ تعمیم میں نے اکثر اپنے خیال سے بکسی کے لحاظ سے کی ہے بعض بعض شعر مدح کے بھی انتخاب میں لینا چاہیئے ۔ میں پھر اس بات کو لکھتا ہوں کہ شعر دلکش ہو مگر دلکش ہونا کیا شے ہے ؟ یہ ایک راز ہے اس کے حل کرنے کے لئے فہم چاہیئے بلاغت کی کتنی کتابیں تصنیف کی گئیں مگر کچھ زیادہ اون سے بصیرۃ نہ حاصل ہوئی ۔ "خلیل ابن احمد" کی یہ بات البتہ میرے دل میں چبھ گئی کہ اول کلام آخر کلام پہ دلالت کرے ۔ اس کے معنی میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قافیہ بولتا ہو اور ردیف محاورہ میں دوبی ہوئی ہو ۔ اس کے ساتھ معنی کی خوبی بھی میری رائے میں ضرور ہے ۔ حسن و جمال دلفریب ہو اور اوس کے ساتھ رذالت ہو تو کیا لطف رہا ! بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ معنی شعر کے معمولی اور پامال نہو گئے ہوں ۔ وہ بات ہو جو اوروں نے نہ کہی ہو ۔ وہ نزاکت ہو جو اور لوگوں کو نہ سوجھی ہو ۔ اس میں شک نہیں کہ معنی کی یہ جدت اگر برجستہ بندش اور طرز بیان کی خوبی سے عاری ہے تو وہ بھی قابل التفات نہیں ہو سکتی ۔ آپ نے مشکل سوال کیا تھا میری سمجھ میں جو آیا وہ لکھ دیا ۔ گو نہایت مختصر ہے کہ آپ سے صاحب ذوق و نکتہ رس کے لئے ایک اشارہ کافی ہے ۔

موتیا پارک ۔ ریاست بھوپال

تیار مند علی حیدر طباطبائی

بنام پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

(۱)

تسلیم ۔ آپ کا پہلا خط بھی وصول ہوا اور کل چٹھی بھی ——

گورنمنٹ ہائی اسکول کے پرنسپل سے کی طرف سے کوئی اطلاع ایسی پنجاب یونیورسٹی سے نہیں آئی کہ انگلش والوں کے امتحان کا سنٹر کہاں ہے ؟ اور کل کتنے فارم بھے اور وہ کل ہی روانہ ہو جاتا مگر اوس پر آپ نے ۱۵ تاریخ لکھ دی ہے اس وجہ سے آج روانہ کیا جائے گا ۔ بیگم آج شب کو انشاء اللہ روانہ ہوں گی ۔ میں انشاء اللہ تعالے ۲۰ ماہ حال کو دہلی سے روانہ ہوں کلکتہ —— وہاں سے انشاء اللہ تعالے تاریخ مشاعرہ تک لکھنؤ پہنچنے کا قصد ہے ۔ محبوب میاں اور بیگم کی جانب سے تسلیم و دعا قبول کیجیے ۔ اس وقت تک مصرع دوبارہ دیکھنے کی نوبت نہیں آئی شعر کی فکر تو درکنار ؛ لکھنو مجھے غیر جگہ نہیں معلوم ہوتی ۔

آمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے ۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۵ جنوری سنہ ۲۴ [1]

---

[1] اصل خط میں ۱۵ جنوری سنہ ۲۴ ہی کی تاریخ ہے جو سہو معلوم ہوتی ہے کیونکہ ڈاکخانے کی مہر پر ۱۵ جنوری ۱۹۲۵ء ہے ۔ مقام پیتاپوری

(۲)

۷۸۶

مکرمی اشہر صاحب تسلیم۔ میرا قصد انشاء اللہ تعالیٰ قریب تر لکھنؤ حاضر ہونے کا ہے۔ کیا آپ مجھے جواباً اس سے مطلع کریں گے کہ "چپ تعزیہ"[1] کس تاریخ سے ہے۔ اس "ضریح مقدس" کی زیارت کا مجھے اشتیاق ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی اوس تاریخ لکھنؤ تشریف فرما ہوں گے اچھا ہو کہ بقیہ کشاکش دونوں انجمنوں کے دلوں سے اوس موقع پر دور ہو جائے۔ زیادہ سے زیادہ وہاں تین روز قیام کر سکوں گا نواب صاحب بہادر رام پور کا عنایت نامہ میری طلب میں آیا تھا اوس کا جواب میں نے بھلا یہ دیا ہے کہ چپ تعزیہ کی زیارت سے فارغ ہوتا ہوا شرف قدم بوسی حاصل کروں گا چنانچہ لکھنؤ سے واپس ہو کر مجھے ڈیرہ دون جانا ہوگا کہ وہ وہاں تشریف فرما ہوں گے۔ باقی خیریت۔ مجھے کاہ کاہ اختلاج کی شکایت ہو جاتی ہے۔ گھر اور بچوں کو دعا کہہ دیجئے۔

۱۵۔ جولائی ۱۸۹۹ء — اتم ابوالمعظم سراج الدین احمد خان سائل

(۳)

۷۸۶

مخلصی و محبی اشہر صاحب سلامت رہیے! اسلام مسنون کے بعد مدعا ہے۔ ۱۸ ماہ سال کا عنایت نامہ آپ کا مجھے لاہور میں وصول ہوا تھا۔ وہاں میرے جانے کی وجہ یہ تھی کہ میرے برادر کلاں مرحوم کی دختر کے فرزند کی انتڑی کا اوپریشن ہوا تھا دو ہفتہ بعد وہاں سے آیا ہوں۔ واپس آئے مجھے دو روز سے زیادہ نہیں گذرے میری مراجعت اس قدر جلد بھی اس وجہ سے ہوئی کہ قدسیہ بیگم کے نواسہ کی بدلی سیالکوٹ میں ہوئی ہے وہ ایک روز میں جانے والی ہے وہ چار ماہ سے یہاں مقیم تھی حکیم نابینا صاحب یعنی ڈاکٹر انصار کے بڑے بھائی کا علاج تھا گو شفا سے کلی تو نہیں ہوئی تاہم کچھ افاقہ ضرور ہے۔ میں نے آپ کے خط کا تذکرہ گھر میں کیا تھا۔ وہ بہت محجوب ہیں اور میں انفعال کے ساتھ پر غیظ اس معاملے میں ہوں کہ کیوں اتنی تاخیر ایک ایسی رقم کے ادا کرنے میں ہوئی جو میری روسیاہی کے لئے کافی ہے۔ اونہوں نے یہ عذر کیا کہ چار ماہ سے جو کچھ رقم قدسیہ کے علاج میں اور مہمانوں کی آمد و شد میں ہوئی اور اب اون کی روانگی اور اون کے ساتھ میرے جانے میں جو صرف ہوگا وہ کیا تم سے پوشیدہ ہے؟ میری طرف سے یا اپنی طرف سے دعا دے کر لکھ دو کہ ستمبر یا اکتوبر میں یونیورسٹی سے جو رقم وصول ہوگی وہ آپ کو براہ راست بھیج دی جائے گی۔ مطمئن رہیں۔ میں اس مرتبہ لکھنؤ گیا تھا آپ کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کا تبادلہ جھانسی میں ہو گیا ہے جو کافی دور لکھنؤ سے ہے۔ محجوب میاں نے کالج اٹینڈ کر لیا ہے۔ محمد میاں اپنی غیر حاضری کی کثرت سے جو بوجہ علالت ہوئی امتحان میں شریک نہیں ہو سکے رہ گئے نیز وہ تعلیمی

---

[1] لکھنؤ کا آخری جلوس عزا۔ جو زمانۂ شاہی سے "چپ تعزیہ" کے نام سے ہر سال ۸ ربیع الاول کو "کنکر کنوئیں" سے اٹھتا ہے۔ ناظم سیتاپوری

اعتبار سے کمزور بھی تھے اس مرتبہ کچھ زور لگا رہے ہیں۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو امتحان دیں گے۔ (زیادہ، زیادہ والدعا۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خان سائل

۳۱۔ جولائی سنہ ۳۰ء

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

۲۲۔ جولائی سنہ ۳۷ء — بلگرام۔ ضلع ہردوئی۔ محلہ سید واڑہ۔ یو، پی

شاداں نواز تسلیم۔

میں ۱۸ر جولائی کو لاہور سے روانہ ہو کر ۱۹ کو لکھنو پہونچا اور ۲۰ جولائی (۲۲ر جولائی) کو بلگرام آگیا۔ اب ۱۸ر ستمبر تک بلگرام میں رہوں گا۔

گو آپ کا نام یاد نہ تھا مگر آپ کا لاہور میں میرے پاس تشریف لانا اور مجھے سرفراز کرنا یاد ہے جب بھی آپ تشریف لائیں آپ کا گھر ہے اور آپ کی تشریف آوری میرے اعزاز کا باعث ہوگی۔ یہاں بارش کم ہے۔ حبس ہوا بھی ہو جاتا ہے دھوپ نکلنے پر سخت گرمی ہوتی ہے اب تک ایک مرتبہ بھی موسلا دھار پانی نہیں برسا۔ دیگر مقامات پر بارش ہوئی ہیں۔ والسلام

سید اولاد حسین شاداں بلگرامی

[علامہ شاداں بلگرامی مرحوم اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ اپنے عہد کی ذی علم شخصیت! مجھ سے کچھ دور کی قرابت بھی تھی سنہ ۳۲ء سنہ ۳۳ء میں جب میرا قیام لاہور میں تھا علامہ کی خدمت میں برابر حاضر ہوا کرتا تھا۔ یہیں ڈاکٹر اقبال، محمود شیرانی۔ تاجور نجیب آبادی اور پنجاب کی بہت سی عظیم ادبی شخصیتوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ نادم سیتاپوری]

بنام آغا شہر لکھنوی

(۲)

۴ ستمبر ۲۵ر رمضان یوم دوشنبہ۔ — ریاست رامپور۔ یو پی۔ محلہ لال قبر

سلمہ اللہ۔ دعا۔ "پیر" میں اضافت کو سیر پڑھ کے یائے بطنی پیدا کی تو پیرے ہو کر وزن فعلن ہو گیا۔ پوچھے کے پو کو سیر پڑھنے کے معنی میں نہ سمجھ سکا۔ سیر پڑھ کے کیا وزن چاہتے ہیں۔ واؤ اور پو ایک حیثیت نہیں رکھتے جو ایک کا قیاس دوسرے پر کیا جائے۔ پیرِ بروزن فعلن مان کر مصرع کا وزن فعل فعولن فعلن فعولان ہوگا۔ اور دوسرے مصرع استغفر اللہ کا وزن

فعلن فعولان فعلن فعولاں ہوگا جبکہ ال نہ نہیں بلکہ ال لاہ پڑھیں۔ اور ال لہ سے وزن فعلن فعولن فعلن فعولن ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں مصرع ہموزن نہ ہے۔ پھر دیکھنا یہ ہوگا کہ اجتماع ان دونوں کا مانا ہے یا نہیں۔ اور یہ فعل فعولن (یا فاع فعولن) فعلن فعولان کوئی فرع مسلمہ ہے یا نہیں۔ نہ تو اجتماع ہی جائز ہے اور نہ یہ فرع اب تک مانی گئی ہے۔

پوچھو ہو سے جو وزن تم فعلن فعلن فعلن فعولان دو بار نکالنا چاہتے ہو تو بیشک یہ وزن اس شعر کا ہوتا ہے مگر اس غزل کے دوسرے شعر ہو استغفر اللہ استغفر اللہ، کو اس وزن پر کیسے لاؤ گے۔ ایک غزل کے دو شعر دو وزنوں سے کیسے ہوں گے۔

رباعی میں فوز حاف کو دخل دینے سے ایسے ہزار وزن نکلتے ہیں۔ اون میں سے صرف چوبیس رکھے باقی ترک کر دیئے۔ اس لئے کہ باقی میں ترنم۔ روانی۔ دلکشی بنائی۔ اچھا بائیہ طور سے زحافات کو دخل دے کر متروک اور غیر مسلم بحر نکالو مگر ایک غزل کے کل اشعار کو تو ایک وزن پر لاؤ۔ کوئی شعر یا مصرع کسی وزن میں ہو اور کوئی کسی وزن میں ہو اسے تو تم بھی پسند نہ کرو گے اب حال اپنا ہے اوس کے دلخواہ کا جو وزن ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ کو بھی اوسی وزن فعلن فعلن فعلن فعولان پر اگر تم لا سکتے ہو تو ضرور اس غزل کا یہ وزن مان لیا جائے گا۔ اگر اس وزن پر کل مصرع اس غزل کے نہ آ سکیں تو اس طور سے اس کا وزن فعلن فعولان (یا فعولن) فعلن فعولاں ماننا ہوگا۔ اور یہ وزن ہے کیا پوچھتے ہو الحمد للہ نہ کا ہی ہوتا ہے نہ پوچھو ہو سے۔ جب پوچھتے ہو کے وزن سے اور مصاریع کے اوزان بھی موافقت کرتے ہیں۔ تو اس سے انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

اگر تمہارے نکالے ہوئے وزن پر اس غزل میر کے کل مصاریع اوتر جائیں تو تمہارا نکالا ہوا وزن بھی ضرور مانا جائے گا۔

کسی ایک بحر کے کسی رکن میں جائز طور پر اگر کسی زحاف کو دخل دیا جائے تو کل مصاریع کے اوسی رکن میں اوس زحاف کا لانا ضروری ہوگا ورنہ یکسانی نہ رہے گی۔

اگر متروک بحروں میں کوئی کہے تو کچھ حرج نہیں یا نئی ترکیب الفاظ گڑھے۔ اس کا ہر شخص کو اختیار ہے۔ مگر رواج اوس کا جب ہی ہوگا جب بہت سے لوگ اوس کا تتبع کرنے لگیں۔ ورنہ بغیر رواج قابلِ اعتراض ہی رہے گا۔

تبییغ و افالہ۔ حذف و ضرب میں غیر مستعمل و مذال غیر۔ معروف و متعود کے ساتھ اس فن کے ماہرین کا مسلمہ ہے تمہاری ایجاد بھی اگر رائج ہو جائے گی تو قابلِ پیروی ہوگی۔ ان چیزوں میں تقلید سے چارہ نہیں۔

مجھے بنا الایمان کی جگہ بنا الاسلام نام یاد پڑتا ہے۔ جو مصنفہ جناب سید محمد حسین المعروف بہ جناب عین صاحب مجتہد ہے بڑے آغا مرحوم کا نام سید محمد تھا۔ جو اون کے پردادا کا نام ہے۔ اور ہلال تخلص تھا۔ مجتہدی کا اجارہ کربلا میں سے چلتے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوا عمر تیس سال کی تھی۔ روضۂ امام حسینؑ کے ایک حجرے میں دفن ہیں۔

ایسی باتوں میں میرا دل لگتا ہے۔ اگر کوئی اور بات اس میں تم نکالو تو اوسے بھی مجھ سے معلوم کر سکتے ہو۔ اس میں بھی عروض کے متعلق تقریباً وہی باتیں بعبارت دیگر سن جو میں لکھ چکا ہوں۔ زوجہ اور میری طرف سے تم کو، بہو اور بچوں کو دعا۔

(علامہ اولاد حسین شاداں بلگرامی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور) شاداں

(۳)

۱۶ ستمبر ۴۴ء

۲۷ رمضان المبارک یوم شنبہ

سلمہ اللہ تعالیٰ۔ دعا

جوابی کارڈ ۱۲ ستمبر کو پہنچا جو سات کا لکھا ہوا تھا۔ مگر ڈاکخانہ جھانسی کی مہر ۱۱ ستمبر کی ہے۔ شاید ایک نشست میں تحریر ختم نہوئی اور دس کو بے وقت لٹر بکس میں ڈالا گیا اس لئے ڈاکخانہ جھانسی کی مہر گیارہ کی ہے۔

"ثلم کی تعریف یہ ہے کہ" جو رکن خماسی کہ شروع بیت میں ہو اور اوس رکن میں قد مجموع جزء اول ہو اوس قد مجموع سے پہلا حرف متحرک نکال ڈالا ثلم کہلاتا ہے پس فعولن سے عُولن بروزن فعلن ہوگا۔ یہ زحاف مخصوص فعولن سے بوجہ اپنی تعریف کے ہوگیا۔

خلیل اور محقق طوسی کہتے ہیں کہ یہ عمل مفاعین میں کیا جاسے تو خرم ہے اور اگر فعولن میں ہو تو ثلم ہے تعریف ثلم میں انڈر لائن کئے ہوئے قیود قابل غور ہیں۔ میر شمس الدین فقیر دہلوی سے چونکہ بکثرت مسامحات ہوئے ہیں اس لئے اون کی تحریر قابل تمسک نہیں۔ جبکہ خلیل اور محقق سے مختلف ہو۔

جب میں خود لکھ چکا ہوں کہ تسبیغ کا تسبیغ کے ساتھ و اذالہ کا اذالہ کے ساتھ اجتماع ہوتا ہے۔ البتہ حذف و قصر وغیرہ کا اجتماع عروض و ضرب میں مسلمہ ماہرین فن ہے۔ اور تسکین و تحنیک کی پیروی ضروری نہیں یعنی ایک مصراع مسکن یا محنک ہو۔ اور دوسرا نہ ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ یا رباعی کا ہر مصراع جو بیس اوزان میں سے کسی ایک وزن میں ہو اور دوسرا کسی وزن میں تو یہ مسلمات میں سے ہے۔ اور عروض و ضرب سے مخصوص زحافات کسی مصراع کے حشو میں لا تو سکتے ہیں مگر جبکہ بحر مسمط چہار گوشہ ہو یعنی ثمن چار برابر کے حصوں پر تقسیم ہو سکتی ہو۔ تو پھر مصراع مبحوث عنہ میں ان کا ذکر اوس وقت کر سکتے ہیں جبکہ اوس مصراع میں ان چیزوں کو دخل دیا جا سکتا ہو۔ اس قسم کے اختلاف سے تو ہم کام نہیں لے رہے ہیں بلکہ مقید اختلاف سے استدلال مطلق اختلاف اور ان مصاریع یا بیت پر کر رہے ہیں جو قیاس مع الفارق ہے۔

بحر مسمط میں اساتذہ نے رکن دوم و ششم حشوی کو بمنزلہ عروض و ضرب مانا ہے۔ اس لئے رکن دوم و ششم میں زحافات مخصوص بعروض و ضرب آتے ہیں۔

یہ مسائل پیچیدہ ہیں۔ بہت غور و فکر کے بعد حقیقت مسئلہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس بات سے تمہارا اختلاف کہ "بیت کے دونوں مصرعے ہموزن ہونا چاہئیں" تعجب خیز ہے اختلاف وزن مصراع بیت کی خاص صورتیں ہیں جن کو میں نے بلا احصا لکھا ہے۔ مصراع مبحوث عنہ ان کے تحت میں نہیں آتا۔

بہر طور اصل اصول یہی ہے کہ بیت کے دونوں مصرعے ہموزن ہوں۔ جن اختلافات کو جائز قرار دیا ہے اون کا حصہ کر دیا ہے تو اون کے بعد اختلاف جائز نہیں۔ علاوہ اختلافات مصرح اہل فن بیشک ساری شعری ایک وزن میں ہونی چاہیئے۔

یہ بھی میں لکھ چکا ہوں کہ ایجاد کو کوئی مانع نہیں مگر قابل تسلیم وہ ایجاد جسمیں ہو کی جب لوگ اوسے قبول کرلیں اور تتبع کرنے لگیں ورنہ مردود اور قابل اعتراض رہے گی۔ کیونکہ زبان ایک شخص کی ملک نہیں چاہے نظم ہو یا نثر۔

ہاں کوئی نقصان اصول میں ہو یا اوس سے بہتر کوئی قاعدہ ہاتھ لگے تو ترمیم اور ایجاد کرنا فن پر احسان کرنا ہے لیکن تم تو "پوچھو" کو "داؤد" پر قیاس کرکے جو بالکل متضاد ہیں اوس کی پیروی کرتے ہو۔ آپ چاپ کو تو انسیا ما اگر پُو بناؤ۔ تو خیر بناؤ مگر لفظ پو کو پوچھو بنا کے واو کو متحرک کس قاعدہ سے کیا۔ اور "پو" کا مشبع پوو کیسے ہوا۔ قانون تقطیع میں تو لفظ کے حروف اصلی ہیں اگر دو ساکن برابر برابر ہوں تو پہلے کو ساکن رکھتے ہیں اور دوسرے ساکن کو متحرک کردیتے ہیں تم پوچھو کے واو اول کے بعد ایک اور واو بڑھاتے ہو اشباعاً اور پھر دو سے متحرک کرتے ہو تو کوئی قاعدہ تقطیع کا نہیں۔ "پو" کا لفظ تو خود ہی سیر ہے۔ اس کو اشباعاً سیر کرکے کہاں سے جاؤ گے۔ اس طرح تو اس لفظ "پوچھو" نے عجیب صورت اختیار کرلی۔ زیادہ توضیح آگے دیکھو:

عربی میں ہمزہ (یعنی الف متحرک نہیں) کوئی چیز نہیں۔ کبھی واو مضموم کی جگہ اور کبھی یائے مکسور کی جگہ ہمزہ لکھا کرتے ہیں لہذا داؤد گویا داوُود ہے۔ اشباع کو اس میں دخل نہیں۔ تم پوچھو کو داؤد کا مثل قرار دے رہے ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ بصورت تقطیع میں تم کسی جگہ کبھی بناؤ گے۔ داؤد کا ہمزہ بدل واو ہے اور اشباع حرکت میں ہوتا ہے نہ حرف میں تو پھر داؤد میں اشباع کیسے ہو۔

تسبیغ کے لئے آخری رکن کا سبب خفیف اور اذالہ کے لئے آخری رکن کا وتد مجموع ہونا لازم ہے اور عروض و ضرب سے یہ دونوں زحاف مخصوص ہیں۔ لہذا مقید و مشروط کیوں نہ ہوتے یہی حالت حذف و قصر وغیرہ کی بھی ہے اگر عروض و ضرب کو محذوف یا مقصور لائیں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی مصراع اس کے ساتھ سالم ہے آئیں۔ مثلاً مفعولن مفعولن فعولن فعل یا فعول ہیں ایک مصراع ہو اور دوسرا فعولن فعولن فعولن فعولن کے وزن کا اوس کے ساتھ نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ ورنہ ہیں اتحاد مصرعین لازم ہے علاوہ اختلاف مسرع کے۔

ہاں تسکین اور تحنیک ہی ایسے زحافات ہیں کہ ان کے لئے کوئی محل معین نہیں ہے اور نہ ان کی مطابقت لازم ہے۔ ہیں متحرک متوالی کسی جگہ کسی طرح ہو جائیں تو ان زحافات کو لاسکتے ہیں۔ لانا ضروری نہیں۔ اور دوسرے مصراع میں ان کی مطابقت بھی لازم نہیں۔

بحر متقارب کو ہر نظم کے لئے اختیار کرلینا بے اعتدالی ہے اور نہ بدعت۔ ایرانیوں کے تتبع میں اب متدی بھی اس بحر میں اسے شاذ و دقیق کرکے زیادہ تر استعمال کرتے ہیں۔

محقق کے نزدیک ہر وہ بحر جو شمن سے بڑھ جائے معیوب ہے کیونکہ دوائر سے خارج ہو جاتی ہے مگر عمل ان کے خلاف ہے اکثروں سے سنبھلتی بھی نہیں۔ اور دھوکے کھاتے ہیں۔ تم بھی اگر ایرانیوں کے اشعار سے اپنی مجوزہ تقطیع کی مثال اور سند پیش کردو گے تو پھر کس کی مجال ہے کہ اوس سے انحراف کرسکے کیونکہ اردو شاعری تتبع فارسی شاعری کی ہے۔

پہلے مستزاد کہنے کا یہ طریقہ تھا کہ کسی بحر میں اشعار کہتے تھے اور ہر مصراع کے بعد اوس بحر کے اول اور آخر رکن کے ہموزن ایک ٹکڑا بڑھا دیتے تھے۔ اب ایرانی اصل بحر اور مستزاد ٹکڑے کے درمیان ایک ٹکڑا اور بڑھا لیتے ہیں۔ لہذا دس اقسام نظم کی جملہ گیارہ ہو گئے اور اس میں کیا ہرج ہے۔

یہ میں اوپر لکھ چکا کہ ایک مصراع بیت وزن میں کس طرح دوسرے مصراع بیت سے مختلف ہوتا ہے اون کے علاوہ اور اختلاف مسلم نہیں۔ گو کل اختلافات میں نے بیان نہیں کیئے مگر اہل فن نے بتایا ہے کہ فلاں زحاف کا فلاں زحاف کے ساتھ اجتماع جائز ہے۔

بعد عمل زحاف کسی رکن کا خفیف یا ثقیل ہو جانا یہ اور بات ہے[1]۔ یہاں تو بحث اس میں ہے کہ شاید تم اثلم کے کے ساتھ اثرم یعنی فعلُ کو ملاتے ہو۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا ہے تو یہ دیکھنا ہے کہ اثلم کے ساتھ اثرم کا اجتماع جائز بھی ہے یا نہیں۔ چونکہ پہلے ہی خط پر تم نے جواب مانگا تھا اور میں نے اوسی خط پر جواب لکھ کے بھیج دیا تھا۔ لہذا خطوط میں وہ خط نہ ملا۔ اس لئے اعتماد نہیں کر سکتا کہ "تمہارے زحاف" سے تمہاری مراد اثرم ہی ہے یا کچھ اور۔ اس کارڈ میں بھی نسیم رشتی کے اس مصراع حرفِ بد و خوب ہر جا شنیدم کی بھی تقطیع تم نے فعلُ فعولن فعولن فعولان کی ہے جس پر آیندہ کچھ لکھوں گا۔ اشباع اور تسبیغ درمیانی سے تم نے کام نہ لیا۔ لہذا تمہاری تقطیع غیر حقیقی ہو گئی۔

تقطیع دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک حقیقی یعنی الفاظ کو ارکان کے ساتھ اس طرح برابر کیا جائے کہ اون ارکان سے کوئی بحر بنتی ہو جو مسلم اور رائج بھی ہو۔ دوسری غیر حقیقی یعنی ایسے ارکان سے الفاظ بیت برابر ہو جائیں جن سے کوئی بحر مرکب یا مفرد مسلم ہو اور نہ رائج۔ مثلاً ع

کروں حمد پروردگارِ قدیم

تقطیع حقیقی اس کی فعولن فعولن فعولن فعول ہے۔ اور غیر حقیقی کروحم فعولن قدیر۔ دِ پروردِ مفاعیلن۔ گارے قدیر مستفعلن۔ ارکان تو بیٹھ گئے۔ مگر ان ارکان کی کوئی بحر نہیں ہے۔ تم بہار اور نسیم کے اشعار میں ایسی ہی تقطیع سے کام لے رہے ہو۔

غزل کے ہر شعر کا مفہوم جداگانہ ہوتا ہے (بیشک ہوتا ہے) مگر اس سے وزن کیوں مختلف ہو جائے اور غزل پر کیا منحصر ہے ہر صنف نظم کے ابیات کے مضامین مختلف ہوتے ہیں۔ قصیدہ کے اشعار کو اس لئے متحد المضامین کہتے ہیں کہ تمام دس شعر ہیں اور دسوں میں ممدوح کی تعریف ہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ دسوں میں بات بھی ایک ہے۔ تمہارا یہ استدلال اس بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ اور نہ حدِ استدلال میں ہے

بہار اور نسیم کے اشعار بھی اوسی وزن میں ہیں جو وزن مابی البحث ہے صرف اون مصرعوں کی تقطیع کروں گا

---

[1] بلکہ اہل فن کے نزدیک کوئی رکن چاہے سالم ہو چاہے مزاحف مگر رائج ہو تو کوئی ثقیل نہیں۔

جو مشتبہ ہو سکتے ہیں:

آسودہ شدہ مُلک اَلْمُلْکُ لِلّٰہ	آ اسو فعلن دَ شدہ مُلک فعولان۔ ال مُل فعلن کِ لل لاہ فعولان۔
کوسِ شہی کوفت بر رغم بدخواہ	کو سے فعلن۔ شہی کوف فعولان۔ بر رغ فعلن۔ مِ بدخاہ فعولان
	کوفت کی (ت) تیسرا ساکن ہونے کی وجہ سے ساقط ہے۔
شد صبح طالع۔ طے شد شبانگاہ	شد صب فعلن۔ ح طالع فعولن۔ طے شد فعلن شبانگاہ فعولان۔
چندے زبیداد۔ فرسودہ کشتیم	چندے فعلن زبیداد فعولان۔ فرسو فعلن۔ دگشتیم فعولان۔
چوں کہ خدا دید جورِ شان را	چو کے فعلن۔ خدا دید فعولان۔ جو رے فعلن۔ شہا را فعولن

یہ مصراع غلط چھپ گیا ہے اس طرح ہونا چاہیئے کہ

چونکہ خدا دید جورِ شہان را

اس غلط مصراع کی بھی اگر تم نے کئی طرح تقطیع کی ہے تو ہو سکتا ہے کہ اون میں سے ایک حقیقی اور باقی غیر حقیقی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب غیر حقیقی ہوں۔

اگر کہ خدا۔ اور شان ہی پڑھیں تو "شان" کا مرجع کون ہوگا۔ اور کہ خدا بیچارہ ستار خان کو کیا اوٹھا کر اصلاح کے لئے کھڑا کر سکتا ہے۔ یہ خدا ہی کا فعل ہے اس تصحیح کو نہ ماننا اپنی بات کی آپ ہی کی۔

اسی طرح مصاریع جن کے دوسرے رکنوں میں دو حرف ساکن آئے ہیں اون کا وزن فعولان ہے۔ اور جس میں ساکن آئے ہیں تیسرا ساکن ساقط ہے اور اوس کے بعد وزن فعولان ہے۔

از خون دشمن دزمغز بدخواہ	اس میں تسبیغ تو عروض ہی میں ہے پھر اسے تم نے انڈر لائن کیوں کیا تسبیغ حشوی کا البتہ تم کو علم نہیں۔ عروض و ضرب کی تسبیغ کو مان کے ہی تو تم خود تسبیغ حشوی پر اعتراض کر رہے ہو۔

نسیم رشتی

بر ہند بسیار زحمت کشیدیم	و بسیار بروزن فعولان ہے۔ اور تسبیغ ہے۔
حرفِ بد و خوب ہر جا شنیدیم	حرفے عین یائے بطنی ہے اور بد و خوب میں تسبیغ۔ لہٰذا وزن وہی فعلن فعولان۔ فعلن فعولان ہوگا۔ اور حرف بد و خو فعلُ فعولن اب ہر جا۔ فعولن شنیدیم فعولان تقطیع غیر حقیقی ہے۔ حرفِ کی (ف) کے

کسرہ سے یا بطنی پیدا کرنے کو تم خواہ مخواہ کہتے ہو۔ حالانکہ وزن کی یکسانی اسی سے ہوتی ہے۔ اور تم اشباع فد کے بگاڑنے کو خواہ مخواہ نہیں کہتے۔ اور تسبیغ درمیانی کو بھول گئے تیسرے رکن کا وزن بعد اشباع (ف) و بلفظ "حرف" بھی فعولن کہتے ہو۔ حالانکہ اشباع اور تسبیغ کے بعد تقطیع یوں ہوتی ہے۔ حرفے فعلن۔ بدو خوب فعولن یا ہر جا فعلن شنیدیم فعولان تیسرا رکن فعولن کہاں رہا۔

فضل اللہ نوری

آں خواب۔ ا شیخ۔ تعبیر کردہ ——— ۱۱ خا فعلن۔ ب را شیخ فعولان۔ تعبی فعلن۔ رکردہ فعولن

چونکہ تم تسبیغ درمیانی سے واقف نہیں۔ اور ابیات کے مساویں کا ہموزن ہونا (علاوہ اون موقع کے جس کو عروضیوں نے بتا دیا ہے) ابھی تم نے مانا نہیں۔ اس لئے تقطیع غیر حقیقی کی طرف تمھارا ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔

یا زنگیے زنگ۔ با رومیے روم ——— زنگیے میں ایک ی نسبت کی اور دوسری وحدت یا تنکیر کی ہے اور اس میں کیا حرج ہے۔ جبکہ وزن دونوں مصرعوں کا یکساں ہو جاتا ہے۔ یہی صورت رومیے کی ہے۔

پوچھو ہو کر اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ صورت اشباع ابھی تک مسلم نہیں۔ آئندہ رائج ہو جائے تو روک کون سکتا ہے۔

پو میں اشباع کر کے پو و بنانا پھر اس تصرف والے ساکن و دم کو بقاعدہ تقطیع متحرک کرنا بالکل نئی بات ہے اور پو میں اشباع کو میں نہیں سمجھ سکتا۔ پو تو خود بصورت اشباع ہے۔ ان پ مشبع ہو کے بعد پو ہو سکتا ہے۔

کا پو فعلن۔ بنے ہو فعولن تو ہے۔ خواہ مخواہ "پوچھو ہوں کے اور اوت سمیٹ کھساٹ کے بقاعدہ بروزن فعولن لانے کی کیا ضرورت۔ جہاں میر کے زمانہ میں پوچھو ہو بولتے تھے تو پوچھتے ہو بھی بولتے تھے۔

اشباع کی تعریف یہ ہے کہ کسی حرکت کو اتنا بھر پڑھنا کہ اوس سے ایک حرف اوس حرکت کے مناسب پیدا ہو جائے شاید تمھارے نزدیک بھی یہی تعریف ہو۔ مگر تم بجائے حرکت حرف کو بھر پڑھ کے اوس کا مماثل حرف پیدا کرتے ہو اور پھر اوسے متحرک بھی کرتے ہو۔ یہ بالکل نئی بات ہے۔ اب بھی اگر اپنے عمل کو جو تم "پوچھو" کے ساتھ کر رہے ہو اس کے نقصان کو نہ سمجھو تو میرے اس مضمون کے سمجھانے کے لئے آئندہ انتظار نہیں۔ اور اپنی تحریر پر مجھے افسوس بھی ہوگا (حالانکہ جو حرف اشباع حرکت سے پیدا کیا جاتا ہے وہ ساکن ہوتا ہے۔

کوئی شعر (بیت) جو اوس کے دونوں مصرعوں کا وزن یکساں ہونا چاہئے (علاوہ اون مواقع کے جن کا ذکر اہل فن نے اپنے مصنفات میں کیا ہے[1]) اور تسبیغ و اذالہ وغیرہ کا حشو میں ہونے کو جب تک تم نہ سمجھو گے اوس وقت تک ایسے

---

[1] یکسانی و مطابقت وزن مصرعین تو لازم ہے اور اختلاف مقیدہ کی صرف اجازت ہے۔

دھوکوں میں مبتلا رہے ہوں گے۔

جناب قدر بلگرامی جو میرے نانہالی دُور کے عزیز ہیں وہ بھی تسبیغ و اذالہ و ترمیانی اور رکن سباعی میں اذالہ و تسبیغ وغیرہ کے لانے سے جس پر عمل اساتذہ جاری ہے بہت چڑتے ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے اس کی تاویلیں کیا کرتے ہیں۔ مگر بعض جگہ مجبور ہو کے بجب کوئی تاویل بنائے نہیں بنتی تو قبول بھی کر لیتے ہیں۔

رکن سباعی میں اذالہ و تسبیغ وغیرہ و قدر و حقق دونوں معیوب سمجھتے ہیں مگر قدر نون غنہ کے ساتھ مناسب سمجھتے ہیں بوجہ خفت۔ حالانکہ محقق دائرہ سے متجاوز ہو جانے کی وجہ سے معیوب ہی مانتے ہیں۔ کیونکہ ارکان میں سباعی سے زیادہ کوئی رکن نہیں لہٰذا کوئی مثمن سالم کا مصراع اٹھائیس حرف سے زیادہ نہ ہوگا۔ لیکن اساتذہ نے اسے اس کثرت سے استعمال کیا ہے کہ مخدوش سند نہیں ہے۔

"تلاش وصل این سیمبران آخر کدام کرد ——— شدم منفعل ز فکر کیمیا آہستہ آہستہ

"کرد" کی جگہ اگر ساخت بھی پڑھیں تب بھی ثقیل نہیں معلوم ہوتا۔ اگرچہ دیکھنے میں ساکن آگئے۔ گو تقطیع میں (ت) ساقط رہے گی۔ اور یہ تسبیغ بلا نون غنہ ہے۔

[1] [2]
یا اسے مہ کہ در گلشن نواے مرغزار افتاد ——— ز خنداں دل ہمیں سادہ مرغزار افتاد

دونوں مصرعوں میں تسبیغ بلا نون غنہ سے فواصل ہیں دوبارہ تقطیع دیکھو۔ ایک فاصلہ تو رکن سباعی ہے اس مثمن سالم میں تسبیغ دیکھو۔

تا بنے گریم ہمدمی بچہ اہر تو ہمساراں ——— از سر اندوہ حسرت در فراق گلعذاراں

یہ بھی دائرہ سے متجاوز ہو گئی اگرچہ تسبیغ بہ نون غنہ ہے۔ تسبیغ بلا نون غنہ مخالف مسلمہ قدر دیکھو

گر کسی را سوے عالم عاشقان پرواز دہند ——— در جدا سازی سر از تن بیدلان دم باز دہند

بحر رمل ہے جس رکن سالم اور عروض مضرب تسبیغ بلا نون غنہ۔ اردو میں تو رمل مثمن سالم بھی مستعمل نہیں چہ جائیکہ مسبغ۔ چونکہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں اس لئے اسے یہیں پر ختم کرتا ہوں۔

اذالہ و تسبیغ وغیرہ و ترمیانی (یعنی حشوی) سے استدلال کرتا ہے اس لئے اب اوسے چھیڑتا ہوں کہ کیونکر جائز ہے۔ اور عمل اساتذہ اس پر کیوں جاری ہے۔

جناب قدر تسبیغ وغیرہ ترمیانی سے منکر ہو کر تاویلیں کیا کرتے ہیں ان تاویلوں کو لکھ کر طول نہ دوں گا۔ صرف اوس کے جواز اور مطرد ہونے سے بحث ہوگی۔

قافیہ اوس حرف یا حروف کو کہتے ہیں جو اواخر مصاریع یا اواخر مصراع بیت میں بمنزلہ آخر مصراع بیت (نا کہ ردیف بھی شامل ہو جاتے) میں مکرر لاتے ہیں مگر لفظاً یا معناً مختلف ہونا ضروری ہے۔ بمنزلہ آخر کی قید عربی میں نہیں کیونکہ اون کے یہاں ردیف نہیں ہوتی ہے۔ ردیف ایجاد ایرانیوں کی ہے۔

---

[1] مرغزار" ۔ [2] سبزہ زار" [3] ای ابدل کرہ اضافت اور دوسری یائے بمعنی لیتی اشباعی

اگر نظر وقت سے دیکھا جائے تو صرف مطابقت حرف روی اور حرکت توجیہ کا نام قافیہ ہے اور بس۔ کیونکہ چار حرف قبل روی والے اور چار بعد والے ضروری نہیں قافیہ ان سے خالی بھی ہوتا ہے مگر روی اور توجیہ سے خالی نہیں ہو سکتا ہے قواعد زبان جیسے قافیہ سر بانظر اور استعمال کو دیکھ کے بنائے گئے ہیں۔ جب کسی قاعدہ سے نہیں گھڑتے تو مستثنیٰ اور شاذ کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ حرکت توجیہ کی مطابقت لازم ہے مگر جب حرف بروی متحرک ہو جائے تو حرکت توجیہ کی مطابقت بھی لازمی نہیں رہتی۔ جیسے سعدی کا شعر لازم است ——— اور ہیزم است ؛ یا قوافی عنصری۔ لشکری۔ خون گری جائز ہیں۔ یہ مستثنیات میں ہیں۔ ان کو صحیح بوجہ استعمال مان کر قاعدہ بنا لیا کہ روی متحرک کے ساتھ اختلافِ توجیہ جائز ہے

جب بحر مثمن مسمط چہار گوشہ ہوتی ہے تو اساتذہ اوسط چار برابر حصوں پر تقسیم کر کے رکن اول و سوم و پنجم و ہفتم کو صدر و ابتدا۔ اور ارکان دوم و چہارم و ششم و ہشتم کو عروض و ضرب قرار دے کر زحافات مخصوص صدر و ابتدا ارکان اول و سوم و پنجم و ہفتم میں لاتے ہیں۔ اور زحافات مخصوص عروض و ضرب ارکان دوم و چہارم و ششم و ہشتم کو بمنزلہ عروض و ضرب قرار دے کر لاتے ہیں اس میں حشو میں ہوئی۔ فخر الزمان بدر چاچی ؎

آں شاہد تب رزہ دار سر طاقش چوں ساز و نزار
آتش شود بر خاک و خار از تف حمّیٰ ریختہ

اس شعر کا وزن مستفعلن مستفعلان مستفعلن مستفعلان ہے۔ دوسرے مصراع کا چوتھا رکن مذال نہیں باقی شل اول۔

دیکھو اذالہ درمیانی بھی ہے۔ اور عروض میں اذالہ بغیر نون غنہ بھی ہے۔ اور تین قافیے لرزہ دار۔ نزار۔ خار غیر از قافیہ اسلی قصیدہ بھی ہیں۔ اصلی قوافی قصیدہ کے حمّیٰ۔ سودا۔ جا وغیرہ ہیں۔

قافیہ بھی تو اواخر مصاریع کے ساتھ مخصوص ہے اور اوسے درمیان مصراع میں لاتے ہیں۔ تو پھر عروض و ضرب کے احکام ان پر کیوں جاری نہ کئے جائیں۔

ناسخ ؎ یہ ساعدوں کا ہے اوس کے عالم کہ جس نے دیکھا ہوا وہ بیدم
قوافی درمیانی نیام تیغ قضا ہے برہم۔ لقب ہے قاتل کی آستیں کا!

پہلے مصراع کے رکن دوم اور چہارم میں اور شعر کے لحاظ سے مصراع دوم کے رکن دوم میں یا بیت کے لحاظ سے رکن ششم میں قوافی موجود ہیں حالانکہ قافیہ کی جگہ آخر مصراع ہے۔

بعض جگہ جناب قدر تسہیل و اذالہ درمیانی کو کتابیوں سے رفع کرتے ہیں اون کے لکھنے کی اس محل پہ ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم اندازہ بحث ہیں۔

تم نے جو مثالیں مخمس اور مسدس سے اختلاف اور ان مصاریع کی اپنے نزدیک پیش کیں۔ ایک بھی خلاف قاعدہ نہیں اور یہ تمہارے مطلب کے متعدد ہیں۔ اگر اختلاف اوزان ان مثالوں سے ثابت ہو جاتا تو میں خواہ مخواہ تم پر کیوں دباؤ ڈالتا کہ بایں ہمہ اساتذہ شعر کے دونوں مصرعوں یا پوری نظم کو متحد الاوزان اب بھی ہونا چاہیئے۔ میں ایسا ہٹ دھرم نہیں۔ بلکہ میں اپنے مسلمہ اصول

سے ہٹ کر اپنی غلط فہمی کی اصلاح کر لیتا کہ بیشک ایک بیت یا ایک نظم کے مصاریع مختلف الاوزان ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے استدلال کے ساتھ بتا دیا کہ اس مسدس اور مخمس کے بھی مصاریع متحد الاوزان ہیں۔

تقطیع کے قواعد منضبط اور مکمل ہیں۔ تمہارا قاعدہ "پوچھو" والا کسی نے نہیں لکھا۔ جب "پوچھتے" ہو تقطیع قواعد معینہ کے موافق ہوتی ہے اور پوچھو سے نہیں تو ضرور "پوچھو ہو" قابل اعتراض ہے۔ اور "پوچھو ہو" کی بے قاعدگی میں پورے طور سے اوپر ثابت کر چکا ہوں۔

میری اس تحریر کے سب الفاظ کو بہت غور اور فکر سے پڑھنا چاہیے کہ یہ لفظ کس غرض سے صرف کیا گیا۔ تب امید ہو سکتی ہے کہ حقیقت مسئلہ واضح ہو جائے سرسری نظر سے کام نہ چلے گا۔ دو ایک جگہ بعض الفاظ کی تشریح میں نے خود بریکٹ کے اندر والی عبارت میں کر دی ہے۔

مسٹر بیرٹ کی نسبت میں نے نہیں سنا۔ البتہ سید مسعود الحسن صاحب ڈپٹی کمشنر (کلکٹر) ہردوئی کی نسبت سننے میں آتا ہے کہ وہ مسٹر ساوے صاحب ریونیو منسٹر موجود کی جگہ آ رہے ہیں (اکتوبر میں)

خان بہادر جناب ہاشمی صاحب یہاں تشریف فرما ہیں۔

تمہارا گھر ہے جب جی چاہے آؤ۔

میتن میاں یہاں ہیں — اور ہادی علی دامق لاہور میں ملازم ہیں چھٹیوں میں بھی کم آتے ہیں۔ اور اپنے بھائی کی امداد کرتے ہیں کیونکہ میتن میاں مدت سے برسر کار نہیں۔

جناب قدر نے کا۔ کی۔ کے کی طرح۔ نا۔ نی۔ نے کو بھی حروف اضافت بتایا ہے میں نے بہت فکر کی مگر میں کوئی نشان نہ پیدا کر سکا۔ اگر تمہیں معلوم ہو یا کسی واقف سے معلوم ہو سکے تو مجھے بتاؤ۔ میں نے ہارا۔ اور۔ ارا۔ ہاری۔ اور۔ اری کو البتہ حروف اضافہ پایا ہے جیسے تمہارا۔ تمہاری۔ ہمارا۔ ہماری۔ اور ما اور ری جیسے تیرا اور تیری۔

مجھے ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ انٹرڈیٹ کورس جمع کر کے منگاتا اور تمہارے لکھے ہوئے اشعار کی مطابقت کرتا۔ تم نے خود ضرور صحیح نقل کئے ہوں گے۔ مگر غلطی کتابت کی طرف تم کیوں غور کرتے کیونکہ تم کو تو وزن سے کام لینا تھا۔ اور تمہارے موافق غلطی طباعت ہی ہو سکتی ہے نہ صحت۔

چوں کہ خدا دید (غلط) چونکہ خدا دید (صحیح) اشباع حرکت کاف بیان محتاج سند نہیں

بازنگی زنگ۔ بار دمی روم (غلط) بازنگیے زنگ بار دیسے (صحیح) ہے

بہو اور بچوں کو ہم دونوں کی دعا کہو۔ والدعا

سید اولاد حسین شاداں

زنگیے اور دیسے میں سے کسی میں کوئی (ی) بطنی (اشباع حرکت) نہیں ہے بلکہ پہلی (ی) نسبتی اور دوسری (ی) وحدت یا تنکیر کی ہے۔

وقت تقطیع ساکن اور متحرک کرنے کے قواعد منضبط ہیں اس لئے تو پوچھا کہ بہاے حرکت حرف میں شباع کرنا اور پھر اشباع سے پیدا کئے ہوئے ساکن کو متحرک کرنا کس قاعدہ کی بنا پر ہے۔ مثلاً حرکت دسکون کا ایک یہی قاعدہ ہے کہ جب ایک لفظ میں تین ساکن جمع ہو جائیں تو تیسرے ساکن کو ساقط اور دوسرے کو متحرک کر دیتے ہیں اور اول کو بحال رکھتے ہیں۔

مسبغ اور مذال ہر گز ایک بیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر پہلا مصرع مسبغ ہے تو دوسرا بھی مسبغ ہوگا۔ اور اگر ایک مذال ہے تو دوسرا بھی مذال ہوگا۔ تسبیغ و مذال جمع کیسے ہوں۔ تسبیغ سبب کا زحاف ہے اور اذالہ وتد کا حذف و قصر بلکہ ایک بیت میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اذالہ فاعلن، در مستفعلن وغیرہ میں ہوتا ہے اور تسبیغ مفاعیلن اور فعولن وغیرہ میں۔

لفظ مشبع اور غیر مشبع کے تلفظ میں فرق ہوتا ہے پو مشبع کے آگے (ر) اور غیر مشبع کے آگے (ر) کا اضافہ کیا۔ دونوں کا تلفظ الگ الگ کیجئے کہ یہی پورے اور وہ بھی پو۔ اس سے معلوم ہوا کہ "پو" مشبع ہوا ہی نہیں۔ ہاں پُو مشبع پور ہوتا ہے۔ اس لئے مشبع نہ ہوا کہ حرکت کو سر پُو ہونے سے اشباع ہوتا ہے اور یہاں حرف سے اشباع بنایا جاتا ہے تو کیسے ہے۔ پو و میں پہلا واو حرف تو تھی مگر حرف علت تھا اس لئے لفظ ایک ساکن اور بڑھانے سے بھی بو ہو جاتا ہے۔ کئی طرح سے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ پو و مشبع پو کا نہیں ہو سکتا۔

(علامہ شاداں بلگرامی)
پروفیسر اورینٹل کالج، لاہور

بنام محمد یوسف قدیر

جونا گڈھ ۲۸ اگست ۲۷ء

صدیقی افاضل۔ تحیہ مسنون

عرصہ سے آپ کی خیر و عافیت نہیں معلوم ہوئی۔ امید کہ مزاج خانی بخیر ہوگا۔

ملک حبیب احمد خان صاحب جو آپ کی کورنٹ[1] کے پنشن یافتہ ہیں ہمارے ہاں بعہدہ جنرل سکریٹری و وزیر تعلیمات مقرر ہوئے ہیں۔ ان کی ملاقات کے سلسلے میں آپ یاد آئے۔ نجد (بھوپال) کے ساتھ یاران نجد کی یاد آوری ایک لازمی بات تھی گو اس عرصہ میں آپ کی یاد میرے حافظہ سے کبھی محو نہیں ہوئی۔ تاہم کچھ مدت کے ٹوٹے ہوئے رشتہ مودت کو جوڑنے کے خیال سے یہ مراسلت کا آغاز کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وقتاً فوقتاً اس سلسلہ کو جاری رکھ کر "نصف ملاقات"

---

[1] سابق ریاست بھوپال

سے بہرہ اندوز فرماتے رہیں گے۔
ممکن ہو تو اپنے مشاغل علمی سے مطلع فرمائیے گا۔
مہدی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام نیاز ان کی خدمت میں پہونچائیے۔
نیاز کیش
اختر

بنام آغا اشہر لکھنوی

(۱)

جمعہ ۵ ستمبر (سنہ ۱۳ء)

حبیب مکرم زاد لطفہ،

تسلیم۔ مدت ہوئی آپ نے میری خبر نہ لی۔ آپ کا مضمون دہلی اور اردو کا تشقش کل ہی دیکھا۔ معلوم ہوا کہ آپ نظم کی طرح نثر کے بھی طبیب حاذق ہیں۔ خوب لکھا اور بہت خوب لکھا۔ اب شعبان کے جلسے میں کیوں نہ تشریف لائے مزاج کیسا تھا اور کیا تھا۔ آفتاب محشر میرے قصائد کا مجموعہ انشاء اللہ ۱۰ شوال تک بالکل چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے ذریعے سے بھی شیعان فرخ آباد کچھ کاپیاں خرید کر لیں جس کی قیمت صرف ۶ ہوگی کاغذ لکھائی چھپائی سب اعلیٰ درجے کی۔ آپ سے اس کا بھی خواہاں ہوں کہ جب میں آپ کو روانہ کروں آپ صرف کسی اخبار میں ریویو کریں فقط۔

نیازمند محشر عفی عنہ

(۲)

۸ اپریل سنہ ۱۹ء

مکرمی بندہ۔ تسلیم! آپ کو معلوم ہو کہ دیوان پریس میں گیا، تھوڑی کاپی بھی لکھی جا چکی۔ یاد ہے؟ آپ نے "دیباچہ" کا کام اپنے ذمہ لیا ہے، جس میں میری لائف بھی ہوگی۔ کیا آپ کا امتحان ۱۹ اپریل سے ہوگا۔ غالباً امتحان بعد آپ اس کام کو ضرور شروع کریں۔ فقط۔

نیازمند محشر عفی عنہ

(۳)

۱۲ اپریل (سنہ ۱۹ء)

حبیبی زاد لطفہ،

تسلیم۔ "صاحب دیوان ہونا مبارک"! آپ کے اس محبتانہ جملے (سے) دفعتہً جو دل پر اثر ہوا ہے اوس کو خدا جانتا ہے ——— یہ جملہ نہ تھا بلکہ صفائے باطنی کی اصلی تصویر تھا۔ خدا آپ کو بھی میری زندگی ہی میں یہ داد نصیب کرے۔ آمین ——— دہلی سے امتحان دے کر جب لکھنؤ واپس آئیے گا تو جس طرح اور جس کوشش سے ممکن ہو سکے مجھ

سے ضرور بھیجے گا ورنہ دیوان کے متعلق اکثر ضروری امور رہ جائیں گے۔ نیازمند۔
محشر عفی عنہ

نوٹ: محشر کا دیوان "خورشید محشر" ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا دیباچہ پروفیسر آغا اشہر لکھنوی نے لکھا ہے۔ یہ خط اس کی اشاعت کے بعد کا ہے۔ نادم سیتاپوری

بنام محمومی لکھنوی

(۱)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً ومسلماً

نوازندۂ احقر! سرِ تسلیم خم!!

نوازش نامہ صادر ہو کر باعثِ توضیحِ حالات ہوا۔ سبحان اللہ۔ کیا عجیب اتفاق حسنات ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے فعل سعید کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمائش کرتے ہیں جس پر کاربند رہنا میرا اصولی منتہائے نظر ہے۔ اور میں ہمیشہ اپنے احباب کرام سے یہی استدعا کیا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے لئے دعا کیا کریں۔ میں ان کے لئے دعا کیا کروں گا۔ لہٰذا میری پُرمحبت و اخلاص دعائیں قبول فرمایئے۔ اور اپنی خصوصی اوقات کی دعاؤں میں مجھے یاد فرمایا کریں۔ جواب میں التوا کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ وظیفۂ ازدواجی کی پیہم کوششوں کے نتیجہ کا وقت قریب تھا۔ اس لئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ممکن ہے۔ اگر "ریذلٹ" (Result) برخوردار کی شکل میں ظہور پذیر ہو جائے۔ تو آپ کو خوش خبری کے ساتھ یہ اطلاع بھی عرض کروں گا۔ کہ آپ کے تابعداروں کی فہرست میں ایک تابعدار کا اضافہ مبارک ہو۔ لیکن ؎

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

نہ صرف یہ کہ برخوردار والی تمنا ہی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بچی پیدا ہوتے ہی راہیٔ ملک عدم ہو گئی۔ یعنی ؎

آگے بیٹھی بھی نہ تھی اور نکالی بھی گئی

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

خداوند حکیم آپ کے عزائم و مقاصد میں آپ کو بامراد کامیابی نصیب فرمائے۔ "جنوبی ہند" میں آپ کا محض "اردو" کی خدمت کے لئے مقیم ہونا "پنجابی" رسائل کی خدمت سے بدرجہا اولیٰ بہتر و مفید ہے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین! آپ کے اس تجاہل عارفانہ نے غضب کر دیا۔ کہ "محب عزیز مولوی صفتہ اللہ صاحب شیدا (رشید) نے خدا جانے کیا کیا کہا ہوگا؟"۔۔۔۔

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے؟

مولانا موصوف نے نہ تو اظہارِ محبت میں مبالغہ سے کام لیا ہے (اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ ساحرانہ انداز

بیان کے مالک ہیں) اور نہ ہی کچھ اور ایسی اَن ہونی بات کہی۔ بلکہ سیدھے سادے الفاظ میں وہی کچھ کہا۔ جو کہ وہاں دیکھا۔ سنا۔ اور پیش آیا۔ مثلاً جہاں ان کو آپ کی مہمان نوازی۔ دوست پروری۔ احباب داری اور وسعتِ قلبی کا اعتراف ہے۔ وہاں وہ اس بارے میں شکوہ سنج بھی ہیں کہ آپ نے ان کی مسلسل منتوں۔ متواتر لجاجتوں کے علاوہ مولوی صاحب عبدالرزاق[1] کی دلی سفارش کو بھی ٹھکراتے ہوئے انتہائی بخل سے کام لیا۔ اور گھر کا موجود ناشتہ اسے مہیا نہ کیا۔ اور خواہ مخواہ بے چارے کو بازار دیش وینک مولوی عبدالرزاق صاحب کی قیادت میں نصف رات تک در در کی ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ اگر آپ دیگر عظیم الشان قربانیوں کے ساتھ اس ایک اور صرف ایک ایثار کو شامل کر دیتے۔ تو سونے پر سہاگے کا کام کرتا۔ اور ان حضرت کو گلہ کا موقعہ بھی نہ ملتا ؎

تمہارا پردہ رہ جاتا انھیں دیدار ہو جاتا

حضرت محوی صاحب! واللہ جب اس قصہ کو وہ سناتے ہیں۔ تو بسا اوقات آپے سے باہر نکل کر ایسی بدحواسی کے عالم میں آجاتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ اگر چند منٹوں کے لئے دل پر پتھر رکھ لیتے۔ تو یہ شور اشوری کب ہوتی۔ اور تعریفوں کے انبار کے ساتھ ساتھ یہ پلندے کیوں جمع کئے جاتے؟ اے کاش کہ اس وقت میں ہوتا۔ تو یقیناً اس گتھی کو احسن طریقہ پر سلجھا دیتا۔ لیکن اب بھی میں آپ کا دلی حامی ہوں۔ کتنی دفعہ انہیں دھر لیتا ہوں۔ کھبرائیے نہیں عصائے پیر بجائے پیر تو ہے ہی نا۔ اس وقت بھی نزدیک بیٹھے کچھ غوں غاں کر رہے ہیں۔ لیکن پروا ندارد۔ وہ بکتے رہیں گے۔ ہم سنتے اور کرتے جائیں گے۔

میرے ادبی رنگ میں آپ کی تعریف و توصیف محض آپ کا حسنِ ظن اور تابعدار نوازی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم اگر "المکتوب نصف الملاقات" شائع ہو چکا ہوگا یا ہونے والا ہوگا؛ خدا آپ کو اپنے مشن میں دلی تمنا کے ساتھ پوری کامیابی نصیب فرمائے! اور دوستوں پر نوازشات کریمانہ کی اس سے بھی زیادہ توفیق عنایت فرمائے ؎

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آخر میں میں اپنی صادقانہ اور قطعی تابعداری کا یقین دلاتے ہوئے رخصت چاہتا ہوں۔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔ والسلام

دبندر ریاست امب ضلع ہزارہ ڈاکخانہ کرپیاں
۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء

آپ کا ....
(شبیر جنگ)

(۲)

فغاں از قاصدانِ بے تصرف
زخود یک بار پیغامے نہ سازند

مکرمی علامہ محوی صاحب قبلہ سلامت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مزاج گرامی۔ عرصہ سے کوائف مزاج عالیہ سے بے خبر رکھا ہوا ہوں۔ سخت افسوس ہے کہ

---

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف "البراکہ"

آپ جیسے دوست پل مہربان اتنے طویل عرصہ میں اپنے ایک تابعدار سے اس طرح لاپرواہی و خاموشی اختیار کرے۔ نیازمند نے ایک نیازنامہ عرض خدمت کیا تھا جس کا اس وقت تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ وجہ نامعلوم باعث خیر ہو؟

آپ کا پتہ کاغذات میں اول بدل ہو گیا تھا۔ آج دل پہ آپ کی یاد اس طرح تازہ ہوئی کہ جس کی بابت کیا عرض کروں تمام کاغذات کی تلاش کرتا رہا۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ کی مسلسل کوشش و تلاش سے آپ کا پتہ دستیاب ہوا جس پہ رب العزت کی بارگاہ میں شکریہ ادا کیا گیا۔ لہٰذا نیازنامہ ہذا دو سال خدمت اقدس کر کے متمنی ہوں کہ ازراہ نوازش اپنے اخلاق کریمانہ کے ماتحت حالات خیریت و کاربار لائقہ سے مطلع فرما کر مشکور و ممنون فرماویں۔ نیازمند کی طرح مولینا صبغتہ اللہ (شیدا) بھی آپ سے گلہ مند ہیں۔ خدا جانے آپ اُن کے گلہ کو کس طرح چکائیں گے۔ تمام موسم گرما حضور نواب صاحب بہادر والیٔ اسٹیٹ کے ہمراہ تقریباً سفر میں گذارا ہے۔ نیازنامہ ہذا بھی آپ کو کیمپ شیر گڈھ (ریاست انب) سے لکھ رہا ہوں۔ اب ہفتہ عشرہ میں انشاء اللہ العزیز ورنبد چلے جاویں گے۔ اس لئے آپ مجھے ورنبد کے پتہ پر ہی نوازش نامہ عافیت و دیگر حالات تحریر فرما کر سرفراز فرماویں۔ والسلام ونیاز۔

(میرا مستقل پتہ یہ ہے) شاید آپ کو یاد بھی ہوگا: ورنبد۔ ریاست انب۔ ضلع ہزارہ ڈاکخانہ کرپیاں۔ صوبہ سرحد۔

شیر گڈھ ۸ر اکتوبر ۱۹۳۷ء

آپ کا تابعدار "شیر جنگ"

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

رازیزدانی

محفوظ و لا۔ بازار ملاظریف۔ رام پور۔ یوپی

معظمی و محترمی۔ آداب ونیاز

رام پور کے نیازمندانِ ادب اردو نے عرشی صاحب (مولانا امتیاز علی خاں) کی ساٹھویں سالگرہ کے مبارک موقعہ پر ان کی خدمت میں ایک یادگار کتاب پیش کرنا طے کیا ہے موضوعات حسب ذیل ہوں گے:[1]

۱۔ تنقید و تحقیق پر علمی مقالے۔

۲۔ عرشی صاحب کی شخصیت اور اُن کا فن۔

۳۔ عرشی صاحب کے خطوط۔

ہم "نیازمندان رام پور" کی ذاتی خواہش ہے کہ اس کتاب کو آپ کا تعاون حاصل ہو تاکہ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو سکے۔

---

[1] اس کتاب کے لئے مضمون ملکہ کر رازیزدانی کو بھیج دیا تھا اور مولانا عرشی کے اصل خطوط بھی۔ مگر رازیزدانی کی اچانک موت نے اس تمام منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ سنا ہے کہ اس کتاب کی تکمیل کے لئے جناب مالک رام کا تعاون حاصل کیا گیا ہے۔ نادم سیتاپوری

کیا آپ ہماری اس خواہش کا کوئی احترام کر کے ہمیں شکر گذاری کا موقع دیں گے۔

توقع ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ فقط

جواب کا منتظر

۱۸/۹/۶۲

رازیزدانی بقلم

(۲)

محفوظ، بازار ملا ظریف، رام پور۔ یوپی

۲۵/۹/۶۲

جناب محترم تسلیم و نیاز۔ کل آپ کا جواب ملا۔ آپ کی فراست[1] مومن کا قائل ہوا۔ یعنی ذاکر صاحب کا نام جلسہ کو پریزائیڈ کرنے کے لئے لسٹ پر آچکا تھا۔ عرشی[2] صاحب کے خطوط اس وعدے پر مجھے بھیج دیجئے کہ آپ کو واپس کر دیئے جائیں گے یا زیادہ بہتر نقلیں ہوں گی جن کی واپسی کا سوال نہ ہو۔ مگر آپ کو زحمت زیادہ ہوگی ہاں یہ بھی بتائیے کہ ذاکر صاحب آپ کو ۷۸۶ APPRO کریں گے تو کامیابی کا کیا یقین آپ کے ساتھ ہوگا؟

توقع ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والسلام

مقالے[3] کے لئے موضوع آپ کو ۴۔ دن کے بعد بھیجوں گا۔

نیاز مند

رازیزدانی بقلم

بنام قیصر بھوپالی

(۱)

چھاؤنی بھوپال

۷ اکتوبر ۳۴ء

محترم بھائی مولوی یوسف قیصر مدیر و سرویر جریدہ عالی "رہبر وطن" بھوپال

آپ نے جریدہ محترم "رہبر وطن" کی تازہ اشاعت میں مجھ ناچیز کے لئے جن گرامی پایہ اور حوصلہ افزا جذبات کا اظہار فرمایا ہے وہ آپ کے اونہی لائق احترام و شکر جذبات کا ایک عکس ہے، جن کے اثر سے آپ باشندگان بھوپال اور تعلقات بھوپال کی ذہنی و ضروری خدمات طویل عرصہ سے انجام دے رہے ہیں اور ہر آئینہ آپ کے پُر مدار اور نتیجہ خیز خدمات میری ناچیز تحریروں سے بہت بلند اور نفع بخش ہیں اور آپ کی خدمات اور جذبات کی قدامت اور عالی ظرفی بھی ہے جو آپ نے مجھ ایسے ننگ وطن خادم کے لئے اتنے بلند الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ "جریدہ وطن" کے مالک و مفخم حضرت عالی ڈاکٹر دوست محمد خاں صاحب کے

---

[1] ایک ادبی جلسہ کی صدارت کے لئے یزدانی مرحوم نے مشورہ طلب کیا تھا، میں نے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں (نائب صدر جمہوریہ ہند) کا نام تجویز کیا تھا۔

[2] مولانا امتیاز علی خاں عرشی رام پوری۔

[3] مولانا عرشی کی "جوبلی" منانے کے سلسلے میں یزدانی مرحوم مولانا پر ایک کتاب ترتیب دے رہے تھے۔ اس سلسلے میں ایک مقالہ لکھنے کی خدمت میرے سپرد بھی کی۔

نادم سیتاپوری

لئے بھی سراپا سپاس ہوں جن کا جذبۂ قدر ہمدردی دوسرے بندگان خدا کی طرح میرے لئے بھی بے قید و شرط وقف و حاضر ہے۔ فقط۔

مُلّا رموزی

بنام علامہ محومی لکھنوی

(۲)

بھوپال ۲۳ اگست ۱۹۴۱ء

قبلہ و کعبہ سلامت!

آپ کے مدراس میں اگر کوئی مسلمان نجومی یا جفّار ہو تو براہ کرام اس کا پتہ عنایت فرمادیجئے شدید ضرورت ہے آپ کے حلقۂ احباب میں ضرور کوئی صاحب ایسے نجومی کا پتہ جانتے ہوں گے۔

خادمُ مُلّا رموزی

بنام مولوی مفتی حافظ سید فخر الحسن صاحب خیرآبادی مرحوم

برخوردار نور چشم زاد عمرہٗ و قدرہٗ

بعد دعا آنکہ عرصہ ہوا میں نے برخوردار کو خط نہیں لکھا فرصت بہت کم رہی اور پریشانی کا ہجوم معلوم ہوا برخوردار نے قیام سیتاپور پسند کیا مقام کی ضرورت اس کی مقتضی ہوگی مگر خیرآباد ویران ہوگیا مدرسہ کی آبادی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ برخوردار کی سعادت برخوردار کی محبت اقتضا کرتی رہتی ہے کہ برخوردار کی خیریت دریافت کرتا رہوں ورنہ خیرآباد میں کوئی سبب ایسا نہیں کہ اس کا خیال بھی ہو میں ۱۳۳۲ھ ہجری ربیع الثانی میں خیرآباد سے حیدرآباد آیا دو برس ہو گئے مصارف زائد رہے اور آمدنی کچھ نہیں اس وجہ سے زیرباری اور قرضداری بہت ہو گئی ۷ ماہ سے وظیفہ جاری ہے ۷۰ وظیفہ ہمراہ پچھلی رقم جو ملی قرضہ میں گئی ۶۰ وظیفہ کے مصارف کو کافی نہ تھے بعد اجرائے وظیفہ بھی مصارف کی تکمیل قرضہ سے کرنا پڑی ۳ ماہ سے علاقہ کردرگیری میں منجانب سرکار وکیل مقرر ہوگیا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ۷۰ وظیفہ کے اور ۱۵۰ سرکاری وکالت سے جملہ ۲۲۰ ملتے ہیں گذر کو کافی ہیں مگر ایک بڑا حصہ قرض میں دیا جاتا ہے اور بچوں کی تعلیم میں اس وجہ سے کسی قدر ضرورتوں سے قطع نظر کرلی جاتی ہے بہرحال خدا کا شکر ہے حسام و مبین زیر تعلیم ہیں دونوں بچوں کی فکر ہے کہ روپیہ کمانے کے قابل ہو جاویں برخوردار اپنی خیریت سے اطلاع دیا کرے کبھی کبھی اطلاع دیتے رہیں سب بچوں کو دعا حسام و مبین آداب عرض کرتے ہیں۔

محمد جعفر خیرآبادی

از حیدرآباد دکن افضل گنج قریب ڈاکخانہ انگریزی

وکیل سرکار عالی علاقہ کردرگیری

نواب بہادر یار جنگ

زیر نظر مکاتیب وہ ہیں، جو قائد ملت علیہ الرحمہ نے بلاد اسلامیہ کے دوران سفر میں لکھے تھے اور جو مولوی سید یوسف صاحب تصوّر کے پاس محفوظ تھے۔ تصوّر صاحب کے تعلقات قائد ملت علیہ الرحمہ کے ساتھ بہت دیرینہ اور انتہائی مخلصانہ تھے اور اہم ترین معاملات میں قائد ملت آپ سے مشاورت میں دریغ نہ فرماتے تھے۔ ان مکتوبات میں بھی قائد ملت نے تصوّر صاحب کے ذریعے اپنے تمام احباب کو مخاطب فرمایا ہے۔ ان مکاتیب کے ذریعے قائد ملت نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے احباب کے سامنے مختلف مقامات، حالات اور شخصیتوں کا ایک اچھا اور نہایت واضح خاکہ کھینچا ہے۔ اسی لئے ان خطوط کو ایک تاریخی حیثیت دی جاسکتی ہے۔

سید اللہ بخش (سکریٹری قائد ملت علیہ الرحمہ)
یکم آذر ۱۳۵۵ف

(۱)

بیت المقدس روز پنجشنبہ۔ ۱۰ جون ۱۳۳۱ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمد اللہ خیریت سے ہوں۔ بواسیر نہیں ستا رہی ہے لیکن داد ابھی پریشان کر رہی ہے معلوم ہوتا ہے خون کچھ خراب ہو گیا ہے۔ بغل میں ایک دو چھوٹی پھنسیاں بھی ہو گئیں ہیں۔ میرا پروگرام جو بلدے میں مرتب ہوا تھا وہ تو یہ تھا کہ حج و زیارت حرمین سے فارغ ہو کر مصر جاؤں گا اور وہاں سے بیت المقدس۔ یہی سیدھا راستہ بھی تھا۔ لیکن کچھ تو مشیت کو منظور نہ تھا اور کچھ مصریوں کی عجیب و غریب سیاست جس کا ذکر بعد واپسی تفصیل سے کروں گا اور لکھوں گا بھی۔ غرض مصری حکومت نے ایک قانون یہ بنا رکھا ہے کہ جو شخص حج کرے وہ حجاز سے براہ راست مصر نہ آجائے اور نہ مدّو مصر میں داخل ہو۔ مجبوراً بیروت کا ٹکٹ لینا پڑا۔ "جہاز بلاق" نے بھی بہت ستایا۔ جدہ پر ہم کو سوار کرنے کے بعد حاجیوں کے انتظار میں دو روز ٹھہرا رہا اور اس طرح ینبوع پر مدینہ سے واپس ہونے والے شامی حاجیوں کا دو روز انتظار ہوا۔ طور کے قرنطینہ میں ڈاکٹر صاحب نے دو روز روکا اور مرغیوں کی طرح ایک ڈربے میں بند رکھا۔ سویز اور پورٹ سعید پر جہاز ٹھہرا لیکن جن سے ادائے فریضہ حج کا قصور سرزد ہوا تھا وہ اترنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے تھے۔ بحر متوسط میں تموج تھا۔ جہاز رینگنے لگا اور جدّے سے روانگی کے بارھویں روز بیروت پہنچے یہاں پر ہم کو نہلایا اور ہمارے سامان کو بھپارہ دیا گیا۔ ایک روز قرنطینہ میں بھی ٹھہرنا پڑا اور دوسرے روز آزادی نصیب ہوئی۔ بیروت میں لوکندہ (ہوٹل) القصر الملکی میں مقیم ہوتے۔ دو روز بیروت کی سیر کی۔ جو شام کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ مغربی تمدن سے پوری بہرہ اندوز چوڑی اور کشادہ سیمنٹ کی سڑکیں۔ اونچے اونچے مغربی وضع کے چار چار منزلہ مکان ہر قدم پر ہوٹل سجے ہوتے۔ دکان اخبارات کی کثرت وغیرہ وغیرہ جس کی

تفصیل بعد واپسی بیان ہوگی۔ قدرت نے بیروت بلکہ شام کو اپنی فیاضیوں سے مناظر و سرسبزی سے مالامال کر دیا ہے۔ نہریں بہتی ہیں آبشار گرتے ہیں۔ میوے اُگتے ہیں۔ درختوں سے گھری ہوئی پہاڑیوں کو صرف دیکھ کر جسم میں خون بڑھنے لگتا ہے امریکن مشن کی عظیم الشان یونیورسٹی دیکھی جو ترقی کرنے والوں کا بہترین کارنامہ اور خواب غفلت کے متوالوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔ گزشتہ ہفتے کو موٹر پر بیروت سے بیت المقدس چلے۔ صبح نکلے تھے شام کو پہنچ گئے۔ درمیانی فاصلہ ۲۵۰ میل سے زیادہ ہے۔ سیمنٹ کی پختہ سڑک کھیتوں کے درمیان باغات کے کنارے، سمندر کے سواحل، چٹیل میدان، پہاڑوں کی چوٹیوں، دامنوں اور وادیوں در یہودی نوآبادیوں کے قریب سے گزری ہے۔ مناظر قابل دید اور ناممکن البیان ہیں انبیاء کی اس سرزمین پر پہنچے آج پانچواں دن ہے۔ بوڑھے ابراہیمؑ کے چھوٹے داؤدؑ کے نغمے اور یعقوبؑ فرزند گم کردہ کی آہ و زاری کانوں میں گونجنے لگی ہے۔ اشوریوں کا ظلم، مصریوں کا قتل عام، رومیوں کا جلال و جبروت مسلمانوں کی رواداری اور حسن سلوک ہر قدم پر نظر آرہا ہے۔ سلیمانؑ کی عظمت (CITY OF DAVID) داؤدؑ کے شہر کے ہر ایک پتھر سے ظاہر ہو رہی ہے۔ غرض آنکھیں دیکھ رہی ہیں کان سن رہے ہیں۔ قلب سوچ رہا ہے اور ہاتھ لکھ رہے ہیں۔ بعد واپسی انشاءاللہ یہ سب واقعات سناؤں گا اور اگر آپ کے دل میں درد ہے تو اپنے ساتھ آپ کو بھی رلاؤں گا۔ یہ سن کر تعجب ہوگا کہ یہاں قدس میں جاتے گرمی کے ایسی سردی ہے جیسی ہمارے یہاں آذر و دے میں ہوتی ہے۔ میرے ساتھ گرم کپڑے نہیں تھے خریدنے پڑے۔ دو تین دن یہاں اور رہوں اور بیت المقدس کی خاک چھان رہا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ اسحاقؑ، یعقوبؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ اور یوسفؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ آج حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا۔ اور اگر خدا نے چاہا تو دو تین روز بعد مصر کا قصد کروں گا۔ ممکن ہے مولانا سید شہاب الدین صاحب اور حاجی محمد علی خاں صاحب وغیرہ کا ساتھ یہاں سے چھوٹ جائے اور وہ شام و عراق کا قصد کریں۔ وہ میرے ساتھ مصر اور استانبول نہیں آنا چاہتے ہیں۔ والسلام۔

دور از وطن بہادر یار جنگ

(۲)

قسطنطنیہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۳ء یکشنبہ

برادران عزیز وطنیان مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ غالباً مصر سے میں نے اپنا ایک عام خط لکھا تھا۔ جس سے جائیوں کو میرے سفر کی مختصر معلومات ہوتی رہیں مصر سے قدس واپس آیا۔ دو روزہ کر لبنان کی پہاڑیوں پر چڑھ گیا اور وہاں قدرت کی گلکاریوں کے نظارے دیکھے۔ پھر دمشق آیا۔ سلاطین بنی امیہ کا پایۂ تخت انبیاء علیہم السلام کا مسکن صحابائے رسول کا میدان جنگ، قتل حسینؓ کے منصوبوں کا مرکز وہ جگہ جہاں پہنچ کر خلافت رسول سلطنت سے بدل گئی۔ حضرت بلال حبشیؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت زینب بنت فاطمہؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عبید اللہ ابن الجراح، حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص، حضرت ام سلمہ و ام حبیبہؓ (ازواج رسول) حضرت صہیب رومیؓ، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ، حضرت محمد ابن حنیفیہؒ وغیرہ وغیرہ کی زیارت اور بنی امیہ کی مسجد میں امیر سعید بن علی الجزائری، شیخ تاج الدین رئیس الوزراء محمد علی بک ابن عابد پاشا مولانا بدر الدین محدث دمشق، شیخ عبد الرحیم مشائخ سلسلہ شاذلیہ وغیرہ وغیرہ اکابر و علماء کی ملاقات سے مستفید ہوا۔ دعوتیں کھائیں۔ دمشق کی نہروں کے کنارے شربت کے دور اڑا کر حوض کے فوارے آب رکن باد اور گلگشت مصلیٰ کی ہنسی اڑائی۔ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ راجدھانی پر فرانسیسیوں کا غلبہ دیکھ کر دوڑے ہوئے سلطان

صلاح الدین ایوبی کی قبر پر گئے اور رو رو کر پوچھا کہ کیا یہی زمین ہے جس کے لئے تم نے خون کی ندیاں بہائی تھیں؟ سارے یورپ کے متفقہ سیلاب کا انگلستان، فرانس، جرمنی، اور اٹلی کی متحدہ فوجوں کا تن تنہا مقابلہ کیا تھا؟ کیا یہ اعتقاد غلط ہے کہ روحیں سنتی اور جانتی ہیں۔ اگر سنتی اور جانتی ہیں تو کیا بیت المقدس کو یہودیوں کا وطن اور شام کو فرانسیسیوں کی آماجگاہ دیکھ کر عرش کے کنگورے یہیں ہلا سکتیں؟ کان نے کچھ سننا شروع کیا قلب نے کچھ محسوس کیا آواز شاید یہی تھی کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بعلبک کے دو ہزار برس قبل والے رومی آثار دیکھے اور ان کھنڈروں میں کھڑے ہو کر: فانظروا کیف کان عاقبت الذین من قبلکم) کی تعمیل کا اعلان کر دیا لیکن دل نے کیا حاصل کیا اور باہر آنے کے بعد کتنا باقی رہا اس کی کچھ نہ پوچھئے۔ "حمص" بہت قدیم شہر ہے۔ اس کے مسلمانوں کی دینداری دیکھ کر دل سے دعا نکلی کہ خدا ان کی چھاؤں ساری دنیا کے مسلمانوں پر پڑائے۔ (یہ فلاں محاورہ استعمال کیا ہے ہم حماۃ کے مسلمانوں نے دعوت بھی دی تھی لیکن ٹھہر نہ سکا۔ حلب جس کا نام ہندوستان اور خصوصاً حیدرآبادی مسلمان حلبی آئینہ (بہ تشدید یاء) کی نسبت سے جانتے ہیں۔ عربی ممالک کے شمال میں مشرق و مغرب کا اتصالی مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر ہندوستان کی گرمیوں کا لطف آنے لگا تین دن ٹھہرا۔ امیر معظم ایک زیردست شیخ قبائل عرب جو اپنے قبائل پر تیمور و چنگیز کے اختیارات آج بھی رکھتا ہے، ہمارے ہم ہوٹل تھے۔ بنی بیک والی حلب عبدالجلیل الدار مدیر الاوقاف، و کنور عبدالرحمان الکیالی، عبدالقادر البسیلی وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ جب ۱۵ جولائی کو حلب سے چلے ہیں تو ان سب نے اسٹیشن پر پہنچایا۔ حلب سے قسطنطنیہ تک ہر دوسرے روز ریل چلتی ہے جو دو رات ایک دن مسلسل چل کر استانبول پہنچا دیتی ہے ہمارے پاس سیکنڈ کلاس ریل کا اور فرسٹ کلاس سلیپنگ کار کا اور پھر پانچ وقت کے کھانے کا ٹکٹ یکدم لیا۔ مس کوک کے پاس سے تقریباً ایک سو کلدار میں خریدا اور دو رات سوتے اور ایک دن جاگتے، ایشیائے کوچک کے قدرتی مناظر کا لطف اٹھاتے پرانے ترکی میں نئی تہذیب کی بہاریں دیکھتے ہفتہ کے دن ٹھیک اس وقت جب حیدرآباد میں پرانی حویلی کی توپ چلتی ہے قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ اس استانبول میں پہنچ گئے جس کی فتح کے لئے دس دفعہ عربوں نے اور سات دفعہ ترکوں نے حملے کئے جس کی دیواروں کے نیچے صحابائے۔ رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ کو دفن کر کے اپنے آئندہ قبضہ کرنے کا اعلان کر گئے تھے۔ جس کو قسطنطین اعظم نے اٹلی والے روم کے مقابلے میں تعمیر کیا تھا اور جس کو محمد فاتح نے پندرھویں صدی عیسوی میں فتح کیا جس کے قصر دولمہ باغچہ میں بیٹھ کر عبدالحمید ثانی پون اسلامی مبزم کے مقدمے سوچا کرتا تھا۔ اور جس کے قصر مابرزے جمہوریہ ترکیہ نے اعلان کیا کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور جس کا تیسرا قصر سلاطین آل عثمان کے آثار و جواہر کی نمائش گاہ بنا ہوا ہے جس کی مسجد آیا صوفیہ مسلمانوں کی عظمت کی گواہ اور اس کے مینارے ان کی رفعت شان کے شاہد ہیں (معاف کیجئے آپ کا بہت وقت لے لیا) غرض استانبول کے یورپ والے جانب پیرا کے ایک سب سے بڑے ہوٹل پیرا پلاس میں ہوں۔ ماندو خاں کل شاید یہاں پہنچیں گے اور مجھ سے ملیں گے کچھ دن میرے ساتھ رہیں گے انہوں نے مجھے بہت کچھ لکھا تھا کہ اس سفر میں یورپ بھی جاؤں لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ کل شام کو دریائے باسفورس اور سمندر مارمورا کے مغربی کنارے پر کھڑے ہوتے خیال آیا کہ کس کو مجال سخن ہے کہ یہ کہے کہ میں نے یورپ کا سفر نہیں کیا۔ یا تو اسے قسطنطنیہ کو یورپ سے خارج کرنا پڑے گا یا ماننا پڑے گا کہ میں یورپ کا سیاح بھی ہوں اور سچ پوچھئے تو یورپ کے دوسرے شہروں سے قسطنطنیہ میں فرق بھی کیا ہے۔ اب تک میں نے سوائے مساجد کے بلند میناروں اور سلاطین آل عثمان کے کھنڈروں کے استانبول میں مشرقیت کی کوئی

علامت نہیں پائی ہے۔ میری ترکی ٹوپی ترکی کے دارالسلطنت میں ترکوں کی نگاہوں میں ایک تماشا بنی ہوتی ہے۔ ہر راستہ چلنے والا اور چلنے والی (جن کی چلنے والوں کی بہ نسبت بازاروں میں کثرت ہے) حیرت کی نگاہوں سے دیکھتی یا دیکھتا ہے کہ یہ مجرم تعزیری استنبول کی گلیوں (تو یہ) سڑکوں پر اس آزادی سے کیسے چلتا پھرتا ہے (کیونکہ سلطنت ترکیہ جمہوریہ میں ترکی ٹوپی پہننا تین ماہ کی قید کو اپنے اوپر لازمی کر لینا ہے) ابھی استنبول میں دو دن ہوتے ہیں کوشش کر رہا ہوں کہ ترکوں کے متعلق صحیح اور مفصل معلومات لے کر آؤں۔ انشاء اللہ مصطفےٰ کمال پاشا اور وزراء سلطنت سے ملاقات کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔

نوٹ :- یہ پرچہ تمام احباب و پرسان حال کی خدمت میں پہنچا دیا جائے اور ہر دیکھنے والا جب میرے دوسرے عنایت فرما سے ملے تو میرا دلی سلام پہنچا دے۔ اگر ربیع الاول کی مجالس میلاد کسی سے خالی نظر آئیں تو اس کی بصحت و عافیت واپسی کی دعا کر لیجئے۔ والسلام

بہادر یار جنگ۔

(۳)

استانبول یکم ستمبر ۱۹۳۱ء روز جمعہ

برادران عزیز محبان محترم دامت محبتکم و زادت مودتکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ دو ہفتے سے خلفاء آل عثمان کے پایہ تخت[1] میں ہوں۔ جواب صرف استنبول ہے۔ مصر اور شام کی مختصر کیفیت لکھ دی تھی۔ ترکی کی مجمل حالت بھی سن لیجئے اور تفصیل کے لئے میری واپسی کا انتظار فرمایئے۔ وہ سلطنت جس کے حدود مشرق میں خلیج فارس اور دریائے ہند، شمال میں قفقاز و روس، جنوب میں بحر احمر و مصر اور شمال میں اسٹریا و فرانس ہوا کرتے تھے اب وہ دنیا کے نقشے پر صرف ایشیائے کوچک پر ترکی جمہوریہ کے نام سے باقی ہے۔ بیسویں صدی کی ابتدا اور انیسویں صدی کے اواخر میں اس نے کچھ تو خود اپنے لئے اور کچھ صرف دوسروں کی محبت میں جو لڑائیاں لڑیں اس نے دست و پا شل کر دیئے ہیں۔

اقتصادی، معاشی اور فوجی ہر حالت کمزور ہے لیکن طبیب اپنی کوششوں میں مشغول ہیں، ذرا توقع ہے کہ تھوڑے دنوں میں روح سنبھال کر کے جسم ترکی کو کچھ آراستہ کر دیں گے۔ آپ ترکی کے ذہنی انقلابات کے متعلق جو کچھ سنا کرتے تھے۔ اس کا بڑا حصہ صحیح اور کچھ غلط ہے۔ موجودہ ترکی نسل کا بڑا حصہ مسلمان ہے لیکن آئندہ نسل کے اسلام کی کچھ زیادہ توقع نہیں کیونکہ حکومت نے مدارس سے دینی تعلیم اٹھا دی۔ اپنا قانون بدل دیا اور متروکہ وراثت کی تقسیم تک میں سوئیزرلینڈ کے قانون کی اتباع شروع کر دی ہے۔ مذہبی کتب عربی و فارسی رسم الخط میں ہیں اور نوجوان ترکی اپنی زبان لاطینی حروف میں لکھ رہا ہے اور کوئی انتظام نہیں ہے کہ مذہبی کتب کو لاطینی خط میں تبدیل کیا جائے۔ ترکی حکومت نے اعلان کر دیا ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ابھی ترکی میں مذہب کو دوست رکھنے والوں کی کثرت ہے۔ میرے نوجوان گائیڈ عماد الدین نے کل بڑی مزے کی بات کہی کہ ترکی، انقلاب کے ایک طوفان میں بغیر سوچے سمجھے بہی چلی جا رہی ہے لیکن جب کبھی مخالف ہوا کا ایک جھونکا بھی چلے گا۔ اندیشہ ہے کہ ردعمل کہیں اس سے زیادہ خطرناک نہ ہو۔

قسطنطنیہ عجیب و غریب تاریخی مقام ہے۔ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بے نظیر خوبصورت مناظر اور فرحت بخش سیر گاہیں اس کو قدرت نے عطا کیں ہیں میں نے اس کو مخاطب کر کے چند شعر کہے ہیں ان میں سے تین چار نیچے لکھ دیتا ہوں۔

---

[1] کذا بجائے "پائے تخت"

میزبانی جس نے کی تھی سرورِ کونین کی　　تیری دیواروں کے نیچے ہے وہ تیرا مہمان

اس شعر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی طرف اشارہ ہے جن کا مزار اقدس رومیوں کی قدیم دیوار کے قریب واقع ہے جو گولڈن ہارن سے بحر مارمورہ تک فصیل کے طور پر انہوں نے اٹھائی تھی۔

گود میں پل کر بڑھا تو شاہِ قسطنطین کے　　تجھ میں پوشیدہ ہے بیزنطینیوں کی داستاں
تیری رفعت کا پتہ دیتے ہیں مینارے ترے　　اور تیری مسجدیں ہیں تیری عظمت کا نشاں
وہ جزیرے جن میں آدم آکے جنت بھول جائے　　اور وہ چشمے کہ ہو تسنیم و کوثر کا گماں
ہاں نہ بھولیں گے نہ بھولیں گے نہ بھولیں گے کبھی　　وہ جبالِ سبز پوش اور گل بداماں وادیاں

موسم نہایت خوشگوار ہے۔ گرمی ہے لیکن صرف دوپہر میں، دن بہت بڑا ہے۔ صبح ساڑھے چار بجے آفتاب نکلتا ہے اور شام کو ساڑھے سات بجے غروب ہوتا ہے۔ اپنے لباس اور ٹوپی کی وجہ سے یورپ زدہ ترکیوں میں تماشا بنا ہوا ہوں۔

آج انگورہ جا رہا ہوں۔ صرف دو روز وہاں رہ کر انشاء اللہ بغداد شریف جاؤں گا۔ تمام احباب کی خدمت میں آداب و تسلیمات اور استدعا کہ جب کسی عنایت فرما سے ملیں میرا سلام پہنچا دیں۔

آپ کا دور افتادہ :- بہادر یار جنگ

(۴)

بغداد ۔ واقع ۶ مہر ۱۳۴۰ف روز پنجشنبہ

برادران محترم و عزیزان مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ استنبول سے جس دن آپ کی خدمت میں عرائضہ لکھا تھا اسی روز شام کو وہاں سے روانہ ہو کر دوسرے دن انگورہ پہنچا۔ اناطولیہ کے تقریباً وسط میں حد درجہ یورپ سے بہت دور بسا ہوا، چٹیل اور غیر ذی زرع میدان اونچے پہاڑیوں سے گھرا ہوا اور دور دور تک جدید عمارتوں سے پھیلا ہوا۔ جو شہر ملے وہ انقرہ (انگورا) ہے۔ قدیم شہر ایک پہاڑی پر یونانیوں کے زمانہ قبل مسیح کی ایک فصیل میں گھرا ہوا تنگ گلیوں، غلیظ بازاروں، پست مکانوں اور میلے کچیلے کپڑوں پر ہیاٹ لگائے ہوئے اناطولیوں کے ساتھ ملے گا۔ اور اسی کے دامن میں دور دور تک جدید وسیع سڑکیں سفرا، دول کی کوٹھیاں، وزارتوں کے محکمے، وزرا و امرا کے مکانات ہوٹل، بنک، تھیٹر، پارلیمنٹ ہوز اور مدرسہ کی جدید مغربی طرز کی عمارتیں نظر آئیں گی۔ لیکن انگورا ابھی بن رہا ہے اور اس کو قسطنطنیہ بننے سے لئے کئی صدیاں اور ترکیہ جمہوریہ کے شایان شان دار الحکومت بننے کے لئے کئی برس درکار ہیں۔ صرف دو روز انقرہ پیلاس ہوٹل میں ٹھہرا۔ تقریباً پچاس ترکی لیرے یعنی تقریباً پون سو روپے کلدار صرف ہوا۔ (یہ اس لئے لکھا کہ انگورا کی مہنگائی سمجھ میں آجائے۔) دوشنبہ ۲۷ شہریور کو ۱۲ بجے ریل گاڑی مسکی شہر لے چلی وہاں سے استنبول سے حلب جانے والی گاڑی تبدیل کی۔ چہارشنبہ کی صبح کو چھ بجے اٹھ کر سامان درست کیا۔ اور خوش تھے کہ تقریباً بائیس (۲۲) روز بعد ترکیہ جمہوریہ کا سفر ختم کر کے حلب پہنچ جائیں گے۔ لیکن قسمت ہنس رہی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ ہم نے آرام کے سفر بہت کئے ہیں ایک سفر کا سقر بھی دیکھیں۔ حلب ایک اسٹیشن باقی تھا پاسپورٹ کی تنقیح ہوئی

گو اس پر اس سے قبل دو دفعہ فرانس کونسل کے ویزے ہو چکے تھے لیکن یہ حدود شام میں ہمارا تیسرا داخلہ تھا جس کا ویزہ لینا ہم انگورا میں بھول گئے تھے حکم ملا کہ آپ حدود ترکیہ میں بیرنگ واپس جائیں۔ یا اپنے اس دو رات دو دن کے ریل کے سفر کو ایک دن ایک رات اور بڑھا کر خاک کے راستے سیدھے بھاگیں اور بغیر کہیں دم لئے حدود عراق میں داخل ہو جائیں۔ ہم نے بہت کچھ چیخا چلایا (اور ہمارے چلانے سے آپ واقف ہیں) اردو فارسی، عربی اور انگریزی چاروں زبانوں کے جوہر دکھائے لیکن سب بے کار۔ آخر طے پایا کہ جتنی دیر گاڑی حلب کے اسٹیشن پر ٹھہرتی ہے (تقریباً دو گھنٹہ) اس عرصے میں ہم اپنا وہ بستر مقدس جو اس تمام سفر میں اور اب تک ہمارے لئے وبال جان الفربہ خواہ مخواہ مرد بنا ہوا ہے جس کو ہم نے مصر جاتے ہوئے قدس میں زاویہ ہندی میں رکھ چھوڑا تھا۔ اور ترکی جاتے ہوئے حلب میں اپنے دوست حسینی بے ابراہیم پاشا کے یہاں رکھا دیا تھا حاصل کر لیں لیکن اس شرط سے کہ پاسپورٹ آفیس کا ایک سپاہی اس تمام عرصے میں شیطان کی طرح ہماری گاڑی پر سوار رہے گا۔ تسلیم کیا لیکن حسین بے کا پتہ بھول گئے تھے۔ ڈاکٹر عبدالرحمان الکیالی اسٹیشن پر مل گئے۔ ان سے پتہ معلوم کر کے گئے۔ بستر لئے ایک ہوٹل میں دو ٹوسٹ کے ساتھ ایک چاء کی پیالی پی اور ریل میں سوار ہو گئے۔ خیال تھا کہ کھانے کا ڈبہ ساتھ ہو گا، بارہ بجیں گے تو جاگ کر مرغ و ماہی ہمیشہ کی طرح اڑائیں گے۔ لیکن دو سٹیشن جا کر ایک ترکی سٹیشن پر ہماری گاڑی نے پورے ایک گھنٹے کے لئے وقفہ (اے توبہ مراقبہ) کیا تو معلوم ہوا کہ نہ آج اس گاڑی میں سونے کے کمرے ہیں نہ کھانے کے اور پھر یہ کہ نصیبین تک گاڑی ایسے ہی عالیشان اسٹیشنوں سے ہو کر گزرے گی جس کے اطراف صرف دو تین جھونپڑیاں ہوں گی اور تو وہاں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی، لیکن صرف کھانے کو کچھ نہ ملے گا۔ اب ہم نے اپنے گذشتہ پانچ ماہی سفر میں پہلی دفعہ "قصبۂ جمیل" کہہ کر ایک بہت ہی لانبا ٹھنڈا سانس لیا اور کمرہ ہوائی کو منتقل کر دیا۔ اپنی سیٹ پر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ہینڈ بیگ سے ایک انگریزی ناول نکالا اور پورے حضور قلب، یکسوئی اور سکون خاطر (اور ان تمام اصطلاحوں کے ساتھ جو حضرات کرام کے پاس مستعمل ہیں) مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ گویا منزل پر پہنچنے تک روزہ اور مکمل روزہ رکھنے کی نیت کر لی ہے لیکن جب کبھی کوئی اسٹیشن آجاتا نگاہیں چھپ چھپ کر اس کا دورہ کر لیتیں کہ کچھ ملے بھی۔ دو بجے ایک تربوز ملا جو فوراً ہضم کر دیا لیکن خالی پیٹ میں اس کی ہلکی ہلکی مٹھاس نے کچھ عجیب قسم کی گڑبڑ مچا دی۔ لیجئے وہ ایک اسٹیشن آیا اور وہاں وہ معلوم نہیں کتنے دنوں کی روٹیاں مل گئیں جو ایک سیب کے ساتھ چبا چبا کر کھائیں جیسے ہم نے نواب دوست محمد خاں صاحب کے یہاں اپنی دو اعمی دعوت میں ماش کی دال سے چپاتی کھائی تھی۔ بس جناب اس پر سارا دن گزر گیا۔ نہیں بھول گئے مغرب کے وقت ابلے ہوئے انڈے بھی ملے تھے جن میں سے ایک گندہ تھا۔ دوسرے روز صبح چھ بجے نصیبین پہنچے، مونہ پر قاتل گئے۔ یہاں ایک موٹر والے نے موصل لے جانے کا وعدہ کیا لیکن مسلسل تین گھنٹہ انتظار کروا کر دس بجے جواب دے دیا۔ کھانے کی تلاش یہاں بھی کی، لیکن ایک سوکھی روٹی اور چھوہارے سوا جس کو آنکھیں بند کر کے اتارا تھا کچھ نہ ملا۔ دس بجے قاتلی سے چلے تھے رات کو آٹھ بجے موصل پہنچے۔ عراق کی گرمیاں گویا آفتاب سوا نیزے پر ہے ایسے چٹیل ریتلے میدان جس میں نہ چار انگل بلند کھیتی نظر آئی نہ بالشت بھر اونچا کوئی درخت دکھائی دیا۔ لُو کی وہ سختی کہ اللہ کی پناہ۔ مدینے کا سفر یاد آگیا لیکن مدینے کے راستے میں قلب کی جو کیفیت تھی وہ کہاں سے آتی۔!! وہاں تو یہ تھا کہ لُو آتی تھی اور جب خیال آتا کہ وہ راہ مدینہ کی ہے تو معلوم ہوتا کہ برف پر سے ہو کر آتی ہے۔ قسم لے لیجئے جو کبھی زبان سے اس راستے کی شکایت نکلی ہو۔ دوسروں کو بے قرار دیکھ کر حیرت ہوتی لیکن قاتلی سے موصل پہنچنے تک مجھے تو اندیشہ

تھا کہ حضرت الحاج نواب مولانا مرلوی بہادر خاں صاحب قبلہ وکعبہ، مکہ مسجد چار مینار کا کہیں وصال شریف نہ ہو جائے۔ غرض جناب موصل پہنچے فوراً بارون ہوٹل میں سرد پانی سے حمام کیا اور ٹھنڈی ہوا میں سو گئے۔ دو روز رہ کر نینوا کے کھنڈروں پر آنسو بہائے۔ حضرت جرجیس، حضرت شیث، حضرت یونس، حضرت دانیال علیہم السلام کی بارگاہوں پر حاضری دی۔ حضرت ادریس قرنی کا مکان دیکھا پٹرول کے کنوؤں کی نسبت معلوم ہوا کہ یہاں نہیں کرکوک میں ہیں ورنہ ارادہ تھا کہ کم از کم اس کاغذ کو موصل کے پٹرول میں بھگو کر بھیج دیتا۔ آپ بھی اس کی بو سے مشرف ہو جاتے۔ موصل سے گزشتہ دوشنبے کو بغداد پہنچا حضرت غوث پاک قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ پر حاضری دی۔ حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت امام ابوحنیفہ، امام اعظم حضرت معروف کرخی، حضرت عمر شہاب الدین سہروردی، حضرت بہلول دانا، حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت سری سقطی، حضرت امام ابویوسف وغیرہ رحمہم اللہ اولیا و آئمہ عظام کی بارگاہوں پر حاضر ہوا۔ اشوریوں بابلیوں کلدانیوں کے کچھ آثار دیکھے۔ کل سامرہ گیا تھا۔ سلطان المعتصم باللہ کا ٹوٹتا ہوا محل، مسجد، جامعہ کا عجیب وغریب مینار دیکھا اور حضرت امام حسن عسکری و حضرت امام علی نقی علیہما السلام کی بارگاہ پر سلام عرض کیا وہ غار دیکھا جہاں امام محمد ابن حسن (جو باعتقاد برادران اہل تشیع مہدی آخرالزماں تھے) غائب ہوتے حاق کسرا کے پاس کھڑے ہو کر تھوڑی دیر مداین کے کھنڈروں کی سیر کی۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ پر حاضر ہو کر آنکھیں بند کیں اور کسی کو ایران سے تلاشِ حق میں نکلتے اور مدینے میں منزل مقصود پاتے دیکھا۔

غرض وہ سب کچھ دیکھا اور دیکھ رہا ہوں جس کو دیکھ کر ایک صاحب عقل سلیم اپنا قلب روشن کر سکتا ہے لیکن آہ میں اور میرا قلب . . . دعا کیجئے کہ روشن ہو جائے۔ والسلام

آج شام کو کربلا جا رہا ہوں وہاں سے انشا اللہ نجف اور بصرہ جاؤں گا۔ واپسی میں بابل اور کیش کے کھنڈر دیکھوں گا اور تین چار روز میں بغداد واپس آکر انشا اللہ ایران کا قصد کروں گا۔ اگر فرصت ہو تو برٹش کونسل متعینہ طہران کے ذریعے ایک آدھ خط اپنی خیریت کا بھی لکھ دیجئے اور اگر کوئی عنایت فرما جائیں تو ان کو میرا اسلام پہنچا نا نہ بھولیے۔ خدا حافظ

بہادر یار جنگ

(۵)

خیابان لالہ زار (طہران) دارالسلطنت ایران
واقع ۲۳ مہر ۱۳۲۰ھ روز یکشنبہ

برادران محترم ومہربان مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف اس پوری سیاحت میں اگر کہیں میرا نظام العمل تبدیل ہوا ہے تو وہ عراق سے چلنے کے بعد غالباً آپ کو عراق سے سہ شنبہ کے روز خط لکھا تھا صبح اسی روز شام کو ۸ بجے کی گاڑی (ریل) سے خانقین روانہ ہوا۔ رات سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں آرام سے گزری۔ صبح خانقین پہنچا۔ یہاں پٹرول کے کئی کارخانہ ہیں۔ یہ مقام پہلے حدود ایران میں تھا لیکن حرب عظیم کے بعد سے انگریزی تدبیر نے لکڑی بھی نہ توڑی اور سانپ کو بھی مار دیا۔ اب خانقین کے سارے کارخانے ان ہی کے ہاتھوں

ہیں ہیں۔ اب سنیے یہاں سے ہندوستان کی سرحد وزداب چمن یا پشاور تک ایک سیاح کے لئے ریل گاڑی حدود ایران وافغانستان میں عنقا ہے۔ اب سے دس سال قبل یہاں اونٹوں اور گھوڑوں گدھوں کے قافلے چلتے تھے۔ اور عراق و بغداد سے طہران تک راستہ تین ماہ میں طے ہوتا تھا لیکن اب سڑکیں تعمیر ہوگئی ہیں اور موٹریں اطراف ایران میں چلتی ہیں جس سے یہی راستہ ایک سیاح تین دن میں طے کر سکتا ہے۔ دیو ہیکل لاریاں جن کا تصور آپ ہندوستان میں رہ کر نہیں کر سکتے۔ سامان تجارت بندرگاہوں اور روس و عراق کی سرحدوں سے ایران میں پہنچاتی ہیں۔ بس اور ہر میکر کی ٹورنگ اور فیاٹ و موٹریں مسافروں کو لے جاتی ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان موٹروں کی سروسیس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہے۔ بعض شہروں میں صرف ایک گراج ہے جو من مانے کرایہ وصول کرتے ہیں۔ تو بعض چھوٹے چھوٹے مقامات پر دس دس بیس بیس گراج ہیں۔ جہاں زیادہ گراج ہیں وہاں مسافر چوطرف بیٹھ جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لاری کے بیس ٹورنگ کے پانچ دسات مسافروں کی تکمیل میں دقت ہوتی ہے۔ اب یا تو پوری موٹر ہم اپنے لئے حاصل کریں یا جب تک اس موٹر کے مسافر پورے نہ ہوں انتظار کریں۔ حجاز، شام و فلسطین تمام مقامات پر میری عادت رہی کہ میں نے کچھ زیادہ دے کر اچھی ٹورنگ گاڑی میں ڈرائیور کے بازو میں جگہ حاصل کی اور پیچھے چاہے وہ کسی کو بھی بٹھالیں مجھے کوئی مطلب نہ رہا۔ لیکن یہاں ایک وقت یہ پیش آئی کہ عراق و ایران ——— ڈرائیور کے بازو دو آدمی بٹھاتے ہیں اس لئے یہاں مجھے ہر جگہ کے لئے دوہرا کرایہ دینا پڑا۔ یہ تھی موٹر سروسیس کی مختصر و جامع کیفیت۔ اب آیئے سیاحت کے حالات سنیئے۔ خانقین میں اسی وجہ سے کہ میرے دوہرا کرایہ ادا کرنے کے باوجود ان کے یہاں مسافر نہ تھے مجھے ایک دن ضائع کرنا اور چہار شنبہ کو وہاں قیام کرنا پڑا۔ چھوٹا سا مقام و سخت گرمی بہت تکلیف ہوئی لیکن چھت پر رات آرام سے گزری۔ پنجشنبہ کو صبح ۹ بجے خانقین سے چلے۔ عراق اور ایران کے حدود پر پاسپورٹ کی تنقیح اور سامان کی دیکھ بھال اور چنگی کی مصیبتوں سے آزاد ہو کر ۱۲ بجے قصر شیرین پہنچے۔ یہاں ایک مصیبت یہ پیش آئی کہ بصرے میں ہیضہ شروع ہو جانے کی وجہ سے حکومت ایران نے قصر شیرین میں عراق سے آنے والے ہر مسافر کے لئے پانچ روز قرنطینہ کی شرط لگا دی ہے ہم بھی اس قید میں ڈالے گئے۔ قصر شیرین عراق سے بھی کچھ زیادہ گرم نکلا اگر قرنطینہ سے متصل ایک نہر اور باغ نہ ہوتا تو پانچ دن گزارنا مشکل ہو جاتا۔ چھٹے دن وہاں سے چھوٹے اور کرمانشاہ پہنچے۔ طاق بستان میں قدیم ایرانی آثار اور رستم کے مجسمے کی سیر کی۔ آگے روانہ ہوئے کوہ بے ستون پر فرہادی نقوش کو دیکھا اور ہمدان پہنچے مسافروں کے نہ ملنے کے جھگڑے میں ہمدان میں ایک دن ضائع گیا۔ اور کل صبح ہمدان سے چل کر رات کو نو بجے طہران پایہ تخت ایران پہنچا اور گرانڈ ہوٹل میں مقیم ہوں۔ آج سے طہران کی سیر شروع ہوئی ہے۔ آئندہ خط میں اس کی تفصیل ہوگی۔ اب تک جو معلوم کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

ایران نے رضا شاہ پہلوی کی حکومت کے بعد سے نیا جنم لیا ہے۔ روس و برطانیہ کی رقابت نے اقتصادی حالت بہت ابتر کر رکھی ہے لیکن تدریجی ترقیات برابر جاری ہیں تعلیمی حالت نہایت ناقص ہے۔ اب تک بھی ایران نہ کوئی اپنی یونیورسٹی قائم کر سکا ہے نہ ساری مملکت میں کوئی کالج ہے۔ اعلیٰ تعلیم میٹرک تک ہے۔ امریکن مشنریز نے جنوب میں چند مدارس قائم کر رکھے ہیں۔ فوجی حالت درست کی جا رہی ہے۔ ایران ایک طویل پہاڑی سلسلے میں گھرا ہوا ہے اور پہاڑوں سے بہنے والی نہروں نے اس کو سرسبزی عطا کر رکھی ہے۔ یہ موسم پھول کا نہیں بلکہ پھل کا ہے۔ میوے کی بہتات ہے۔ ایک آنہ کلو (نیم قرآن) خرچ کر کے آپ انگور

انار، سیب، خربوزہ، تربوز، ناشپاتی، زردالو اور جس میوے سے چاہیں اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں۔

الحمد للہ بخیریت ہوں اور آپ کی خیریت کا امیدوار۔ فقط

بہادر یار جنگ۔

(۶)

مشہد مقدس ۱۵ آبان ۱۳۴۰ھ روز دوشنبہ

برادرانِ عزیز و محبانِ محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ غالباً میں نے طہران پہنچ کر اپنا آخری عام خط لکھا تھا۔ طہران ایران کا دارالسلطنت اور خوش منظر مقام ہے۔ چونکہ سلاطین قاچار کا بسایا ہوا ہے اس لئے کوئی قدیم آثار یہاں نہیں ہیں۔ البتہ اس کے جنوب میں خرابات رے کے قریب طغرل کا بنایا ہوا ایک برج قابل دید چیز ہے۔ مسجد سپہ سالار بھی اچھی عمارت ہے اور اس کے مدرسے کا کتب خانہ بعض نوادرات رکھتا ہے۔ سوء اتفاق سے میں طہران آیا اور حضرت بادشاہ سلامت رضا شاہ پہلوی اپنے ولی عہد کو یورپ روانہ کرنے کے لئے آذربائیجان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ان کے ساتھ وزرا و امرا دولت کی ایک بڑی جماعت بھی روانہ ہوگئی اس لئے حکومت ایران خصوصاً دارالسلطنت کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں دقت ہوئی۔ محلات شاہی اور تخت طاؤس کی دید سے محرومی کا رنج ہے۔ پھر بھی آقائے فروغی وزیر خارجہ آقائے تقی زادہ وزیر مالیات اور آقائے میرزا قاسم خان وزیر پوسٹ و ٹیلیگراف نے بہت آؤ بھگت کی۔ طہران سے دو روز کے لئے اصفہان گیا تھا۔ خاندان قاچار سے قبل شاہان صوفیہ کے زمانے میں ایران کا دارالسلطنت تھا۔ سلاجقہ اور صوفیہ کے زمانے کے بہترین آثار یہاں دیکھنے میں آئے۔ عالیشان مساجد پرعظمت محلات اور ایرانی مصوری کے بہترین نمونے دیکھے۔ شیراز میرے پروگرام میں تھا لیکن میرے راستے سے آنی دور کہ ہمت نہ ہوئی اور "کنار آب رکن آباد" اور "گلگشت مصلیٰ" کی دید سے محروم رہا۔ ایرانی عموماً جھوٹے، بدعہد اور ناقدر شناس وقت ہیں خود آج کے کام کو کل پر بلکہ ایک مہینہ ادھر ڈالنے کے عادی ہیں اور دوسرے کے وقت کی بھی ان کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے۔ میں نے ایران کے سفر کے لئے جتنے دنوں کا اندازہ کیا تھا اس سے دگنی مدت اب تک صرف ہو چکی ہے۔ کامل ایک ماہ چار روز مجھے حدود ایران میں آئے ہو چکے ہیں۔

ادبا، علما اور شعرا ایران نے بہت آؤ بھگت کی۔ علمی و ادبی مجلسوں میں شریک ہوا۔ ان کا کلام سنا اور ہندوستانی فارسی گو شعرا کا کلام سنایا۔ ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ایران و ہندوستان کے درمیان ایک رابطہ ادبی قائم کرسکوں۔ ایران اپنی قریب الموت نیند سے چونکا ہے اور آہستہ آہستہ لیکن مستقل رفتار سے منزل ترقی کی طرف چل رہا ہے۔ موجودہ حالت گو مایوس کن ہے لیکن میں اس کے مستقبل کو سیاسی و اقتصادی حیثیت سے تاریک نہیں پاتا۔

طہران سے گزشتہ پنجشنبہ کو بوقت دو ساعت ظہر چلا تھا دو راتیں راستے میں بسر کرکے پسر روز شنبہ تقریباً اسی وقت مشہد مقدس پہنچا جس کا فاصلہ طہران سے نو سو کیلو میٹر یعنی تقریباً سات سو میل ہے۔ راستہ قدرے خراب تھا۔ موٹر میں بہت تکان ہوئی۔ لیکن الحمد للہ اچھا ہوں اور گزشتہ چھ ماہ کی سیاحت نے برداشت مصائب کی ایک قوت پیدا کردی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو

میں اپنے سفر کو ناکام سمجھتا۔ راستے میں بسطام میں حضرت بایزید بسطامی کے لئے فاتحہ پڑھی اور نیشاپور میں عمر خیام کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کی ایک دو رباعیاں پڑھیں اور لطف اٹھایا۔

مشہد خراسان کا دارالسلطنت ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا روضہ اقدس ایران و خراسان کی سب سے بڑی زیارت گاہ ہے۔ شان و شوکت کے لحاظ سے میرے دیکھے ہوئے تمام روضوں اور درگاہوں سے بڑھ کر تقریباً ایک کروڑ تومان سالانہ (ڈیڑھ کروڑ سکہ عثمانیہ) کی معاش درگاہ کے لئے وقف ہے یہیں نادر شاہ کی قبر بھی ہے۔ اور اس خط کو ختم کر کے طوس کے کھنڈروں کو جا رہا ہوں کہ فردوسی کی قبر دیکھوں اور فاتحہ پڑھوں۔ سردی یہاں طہران کی بہ نسبت زیادہ اور ہمارے یہاں کے گلابی جاڑوں کے مساوی ہے حالانکہ یہ ان کے نزدیک موسم گرما ہے۔ موسم سرما یہاں کا بہت سخت ہوتا ہے۔ برف باری کی وجہ سے کوئی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔

کل قصد ہے کہ انشاء اللہ یہاں سے ہرات روانہ ہو جاؤں۔ موٹر پر دو روز کا راستہ ہے ہرات سے انشاء اللہ فرہ مبارک جاؤں گا۔ اور حضرت خاتم ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس پر جبہ سائی کا شرف حاصل کروں گا۔ ایران کا سفر دوسرے مقامات کی نسبت کٹھن تھا۔ اور اب افغانستان اس سے زیادہ سخت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جس خدا نے یہ سب سفر صحت و عافیت سے پورے کروائے اسی کا بھروسہ ہے

تمام احباب کی خدمت میں حسب مراتب آداب و تسلیمات اور دعائے صحت و عافیت کا امیدوار ہوں۔ آئندہ خطوط سفیر برطانیہ متعینہ کابل کے توسط سے لکھے جائیں۔ فقط

دور افتادہ بہادر یار جنگ

(۷)

سبزہ وار (افغانستان کا ایک چھوٹا سا تعلقہ)

۲۹ آبان ۱۳۴۰ھ روز سہ شنبہ

برادران عزیز و احباب محترم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ شاید مشہد سے میں نے اپنا تفصیلی خط لکھا تھا۔ یوں تو ایران کے ہر حصے میں بروقت موٹر کا مہیا ہو جانا دشوار ہے لیکن افغانستان کے لئے خصوصاً زیادہ مشکل تھا۔ مشہد میں افغانستان کی جانب نقل و حرکت کرنے والے صرف دو گاڑی ہیں۔ تین روز کی مسلسل تلاش کے بعد ایک موٹر مل گئی۔ اور پیر شنبہ جمعہ کو بعد ظہر ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے یہ موٹر بھی کئی نقائص سے معمور تھی نہ اس میں روشنی تھی نہ بریک درست تھے نہ کاربوریٹر نہ پٹرول برابر کھینچتا تھا۔ مشہد اور ہرات کا درمیانی راستہ جو تقریباً چھ سو میل ہے اور عموماً اچھی موٹر ہو تو دو دن میں طے ہو سکتا ہے تین رات اور چار دنوں میں طے ہوا۔ راستہ میں حدود ایران پر کاربر کے چنگی کے محکمہ نے ہمارے ساتھ جتنی گنیاں تھیں سب ضبط کر لیں۔ ایران میں ایک انوکھا قانون یہ ہے کہ اپنے حدود سے باہر سونے کا سکہ نہیں لے جانے دیتے اور اس کو ضبط کر کے اس کی قیمت کے مطابق جرمانہ بھی مسافر سے وصول کرتے ہیں۔ گنیاں انہوں نے لے لی ہیں۔ جرمانے کا مطالبہ ہے اور میں نے ایران کے وزراء کو اس رقم کے استرداد کے لئے تار دیا ہے۔ ابھی کوئی نتیجہ

نہیں نکلا۔ گویا السفر کا لسقر کی ابتدا ہوتی ہے خدا اس کو وسیلۂ ظفر بھی ثابت کرے۔ افغانستان کا سفر دس سال یا پانچ سال قبل کے سفر کی بہ نسبت بہت سہل اور آسان ہو گیا ہے لیکن اب بھی ایک یک و تنہا مسافر کے لئے خود دشواریاں ہیں ان کا تصور بھی سبکساران ساحل نہیں کر سکتے۔ مجھے آقائے بشیر احمد خاں سفیر کبیر افغانستان نے ہرات فراہ اور قندھار کے حکام اعلیٰ کے نام خطوط تعارف دے رکھے ہیں اور وہ نہایت اخلاق سے پیش بھی آ رہے ہیں۔ اور دوسرے خود افغانی مسافروں کی بہ نسبت میرے لئے بہت سی سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ لیکن پھر بھی میں دعا کرتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی اگر سفر کرے تو خدا اس کو ان مشکلات سے دوچار نہ کرے۔ میرا قصد ہرات میں صرف دو روز ٹھہرنے کا تھا لیکن موٹر کے انتظام کے لئے ایک ہفتہ ٹھہرنا پڑا اور الحمد للہ ایک موٹر میں ڈرائیور کے بازو کی سیٹ حاصل کر لی۔ اس ملک میں تنہا یا دو چار مسافروں کے ساتھ دشت و صحرا کا سفر خطرناک ہے اس لئے لاری میں جگہ حاصل کی جس میں تقریباً بیس مسافر ساتھ ہیں۔ یہ انتظام ہفتہ کے روز مکمل ہو گیا تھا لیکن ہفتہ اور اتوار دو روز میں بائیس مسافروں نے صرف اس لئے زحمت انتظار برداشت کی اور اپنے بندھے ہوئے سامان کے ساتھ گاڑی میں پڑے رہے کہ جناب مستوفی صاحب (تعلقدار ضلع) کو چند خط کابل روانہ کرنے تھے اور وہ تیار نہ ہوتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ جب ہم سبزہ وار (وہ مقام جہاں سے میں خط لکھ رہا ہوں) پہنچے تو معلوم ہوا ان ہی حضرت مستوفی صاحب نے ٹیلیفون کیا ہے کہ موٹر سے بعض اور خطوط روانہ کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ چھ بجے سے موٹر دھوپ میں کھڑی ہے اور میں اسی میں بیٹھا خط لکھ رہا ہوں۔ ایران کے راستوں میں ہر منزل پر قہوہ خانے تھے جن میں روٹی (خواہ وہ کیسی ہی سخت جلی ہوئی سوکھی اور بدمزہ کیوں نہ ہو) اور انڈے وغیرہ مل جاتے تھے لیکن افغانستان کے راستوں میں سوا نہروں کے جو پروردگار عالم نے ہر چند قدم پر جاری کر رکھی ہیں کوئی چیز نہیں ملتی۔ کل صبح ہرات میں ناشتہ کیا تھا۔ باقی دونوں وقت صرف وہ بسکٹ چباتے جو ساتھ رکھ لئے ہیں اور پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا۔ رات "سبزہ وار" پہنچے معلوم ہوا کوئی مسافر خانہ گاراج یا مسجد نہیں ہے۔ ایک قبرستان کے صحن میں بستر بچھائے سو رہے۔ سردی اس شدت کی تھی کہ میں حیران ہوں کہ کیوں اکڑ نہ گیا۔ اب بازار کو آدمی بھیجا ہے کہ ایک آدھ مرغ ملے تو لائے اور پکائے۔ ملازم کی ضرورت صرف افغانستان میں محسوس ہو رہی ہے۔

ہرات نہایت قدیم اور تاریخی مقام ہے۔ سکندر اعظم اسی راستے سے ہندوستان آیا تھا۔ چنگیز نے اس کو فتح کیا۔ تیمور کے بعد اس کے خاندان نے برسوں اس پر حکومت کی۔ اولیا اللہ کے مزارات یہاں ان گنت و لاتعداد ہیں۔ حضرت امام فخر الدین رازی حضرت قاسم فرزند امام جعفر صادق حضرت ابن معاویہ عبداللہ بن جعفر طیار حضرت امام عبداللہ الواحد ابن مسلم ابن عقیل، حضرت خواجہ عبداللہ انصاری حضرت سعید الدین کاشغری، حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ وغیرہ ہم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ میرا منزل مقصود فراہ مبارک ہرات و قندھار کے درمیان واقع ہے اور ہرات سے تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر اور اب بوقت تحریر خط مجھ سے صرف تقریباً ایک سو میل۔ اگر ہم اب روانہ ہو جاتے تو شام تک پہنچ جاتے اور اب انشاءاللہ کل پہنچ جائیں گے اور ڈرائیور میرا خط قندھار لے جائے گا اور وہاں سے ڈاک کے حوالے کرے گا اور جس وقت یہ خط آپ کو ملے گا ایک گنہگار غلام اپنے عالی قدر آقا حضرت خاتم ولایت محمدی خلیفۃ الرحمٰن مہدی موعود آخر الزماں علیہ صلوٰۃ اللہ والسلام کثیراً کثیراً کی بارگاہ اقدس پر جبہ سائی کی عزت حاصل کر چکا ہوگا۔ دعا کیجئے کہ خدا اس حاضری کو شرف قبول بخشے۔ (آمین)

سفر سے دل بیزار ہو گیا ہے اور اب ایک ایک منٹ ایک ایک سال کے برابر ہے لیکن اس زحمت کے بعد یہاں تک پہنچ کر افغانستان کے دوسرے شہروں کی سیاحت سے (جہاں غالباً ہر وقت آنا نہ ہو سکے) محروم رہنے کو دل نہیں چاہتا اس لئے چاہتا ہوں کہ قندھار کے راستہ کابل جاکر وہاں سے راست گھر آؤں۔ سب پرسانِ حال چھوٹوں بڑوں کو سلام محبت والسلام۔

بہادر یار جنگ

مولانا ابوالکلام آزاد

بنام نواب سید علی حسن خاں صاحب

صدیقی العزیز السلام علیکم۔ الہلال کے اجرا میں دفتر سے جو تاخیر ہوئی اس کے لیے شرمندہ ہوں اور خواستگار معافی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ جس دن آپ کا خط پہنچا اسی دن میں نے دفتر کو اطلاع دے دی کہ رسالہ جاری کر دیا جائے۔ افسوس ہے کہ مینجر صاحب کی علالت کی وجہ سے تمام کام دوسروں کے ہاتھ میں تھا انھوں نے غفلت کی اور مجھے آپ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ آج میں نے پھر دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ پرچہ جاری کر دیا گیا ہے اور گذشتہ نمبر بھی بھیج دیے گئے ہیں۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے میرا یہ تساہل محسوس کیا ہوگا کہ میں نے خود الہلال آپ کی خدمت میں کیوں نہیں بھجوا دیا؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں نے نہ صرف آپ کو بلکہ احباب واصدقاء میں سے کسی کو بھی بطور خود نہیں بھیجا۔ اس لیے نہیں کہ یہ تساہل و تغافل تھا بلکہ اس لیے کہ یہ ایک طرح کی دوستانہ جسارت تھی اور طبیعت پسند نہیں کرتی تھی کہ جسارت کی جائے۔ بطور خود اپنی کسی ایسی چیز کے بھیجنے کے دو ہی معنی لیے جا سکتے ہیں۔ ایک۔ یہ کہ قیمت کی طلبگاری ہے۔ دوسرے یہ کہ قیمت کی نہیں تو وقت و مطالعہ کی درخواست ہے۔ میرے لیے پہلی بات ایسا سوءظن ہے جس کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتا اور دوسری بات بھی ایسی نہیں ہے جسے خوشدلی کے ساتھ گوارا کیا جائے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک دوست و صدیق محض اس بنا پر کہ دوست ہے کسی رسالہ کے مطالعہ میں بھی ضرور ہی دلچسپی لے؟ ممکن ہے اسے دلچسپی نہ ہو۔ ممکن ہے وقت نہ نکال سکے۔ البتہ جن دوستان عزیز نے اپنے لطف و محبت سے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی بلا تاخیر ان کی خدمت میں الہلال بھیج دیا گیا۔ میں آپ کے محبت و ذوق کا معترف ہوں کہ اس کی خواہش ظاہر کر کے مجھے مسرت کا موقعہ دیا۔ اُمید ہے مع الخیر و عافیت ہوں گے۔

بہت مدت ہوگئی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پہلے آپ تبدیلی آب و ہوا کے لیے بمبئی جایا کرتے تھے کیوں نہ چند دنوں کے لیے کلکتہ آئیے؟ لکھنؤ کے موجودہ موسم سے تو یہاں کا موسم بہرحال زیادہ گوارا اور آرام دہ ہے۔ کیا اچھا ہو اگر آپ چند دنوں کے لیے آئیں اور یکجائی و ملاقات کا موقعہ میسّر آئے۔

(ابوالکلام کلکتہ)

بنام سید افتخار عالم صاحب

(۲)

از فقیر ابوالکلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تاخیر جواب کے لیے شرمندہ و خواستگار معافی۔ علالت، ہجوم افکار، وعدم قیام کلکتہ! (۱) بلاشبہ نواب صاحب سے امیر خسرو کے ہندی کلام علی الخصوص مکرنیوں کے مجموعے کا ذکر کیا تھا مگر وہ نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ نواب سید محمد آزاد (اودھ پنچ والے) کے پاس تھا اور عرصہ ہوا میں نے دیکھا تھا۔ نواب صاحب کے اصرار پر میں نے

ان سے ذکر کیا مگر معلوم ہوا کہ مولوی عبدالغفور شہباز کے سامان کے ساتھ ضائع ہوگیا یا کم از کم عسیر الحصول ہے۔ اب آپ کیلئے پھر مزید تحقیق کرتا ہوں۔ (۲) حضرت امیر خسرو کے حالات عام و متعارف کتابوں سے تو آپ نے فراہم کر ہی لیے ہوں گے۔ باقی مخصوص کتابیں تو جہاں تک فقیر کے علم میں ہے کسی ایسی کتاب کا وجود ہی نہیں ہے۔ مشہور ہے کہ خواجہ حسن سنجری نے ایک کتاب مجالس خسروی لکھی تھی اور اس میں حضرت امیر کے تمام حالات و سوانح جمع کیے تھے۔ نیز مخصوص اُن مجالس کا حال جو حضرت نظام الدین کی صحبت واردات سے تعلق رکھتے ہیں، ایک زمانے میں میں نے بڑی تلاش کی لیکن بالکل ناکامی رہی۔ اصل یہ ہے کہ اس قسم کے بزرگوں کی سوانح نویسی کے لیے رجال و تراجم پر بالکل اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ تمام تر محنت ان کی تصنیفات کے مطالعہ و کاوش میں کرنی چاہیے۔ ضمناً ان سے ایسے ایسے سراغ لگ جاتے ہیں کہ پوری لائف مرتب ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ کلیات نظم و نثر مکمل بہم پہنچائیے اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ من اوّلہ الی آخرہ کر ڈالیے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ الہلال جولائی سے جاری ہو جائے گا۔ تاخیر جواب کے لیے معذرت خواستگار معافی اور سوانح نذیر احمد مرحوم کی عدم تبصرہ نویسی پر متأسف و انشاء اللہ براجرا دو عین الہلال محول۔

۲۲ جون ۱۹۱۵ء از کلکتہ

بنام مالک رام (۳)

کلکتہ ۱۰/۳۹

عزیزی۔ خط پہنچا۔ ابھی تک میری شکایت دور نہیں ہوئی ہے، معالجہ جاری ہے۔

مصر کی جو بول چال آپ نے سُنی ہے اسے دارجہ کہتے ہیں۔ نجد کے علاوہ تمام عربی ممالک میں بول چال کی زبان یہی بگڑی ہوئی زبان ہے۔ حرفوں کی تخریب ہر جگہ یکساں نہیں کہیں ق کی جگہ گ بولتے ہیں کہیں الف مثلاً قالوا کو کہیں گالو کہیں کہیں آ و علاوہ بریں طرح طرح کی تحقیقات اور تحریفات رائج ہوگئی ہیں۔ مثلاً "ایُّ شیءٍ" کی جگہ "ایش"، "قد رای شیٔ" کی جگہ "قدیش" جواب "گدیش" ہوگیا ہے۔ اس اعتبار سے حجاز کی دارجہ سب سے زیادہ ردّی ہے یہ بگڑی ہوئی زبان بول چال کے ذریعہ بہت جلد سیکھ لی جاسکتی ہے، لیکن غیر ضروری ہے۔ یورپ کے بعض اورینٹلسٹ نے اسے منضبط کرنے کی کوشش کی ہے اور لغت ترتیب دیے ہیں۔ مصر میں لوگوں نے اسے اسٹیج پر لانا چاہا تھا اور متعدد ڈرامے تیار بھی کیے، مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم اسٹیج اور ٹاکی کا مکالمہ اب یہ رنگ پکڑ رہا ہے۔ والسلام علیکم

ابوالکلام

بنام مالک رام (۴)

عزیزی! آپ عربی کی مندرجہ ذیل کتابیں ترتیب سے دیکھیے:

(۱) مجانی الادب — اس کی ۸ جلدیں ہیں۔ اس کا مطالعہ بہ تدریج و بہ ترتیب کیا جائے۔

(۲) علم الادب (مطبوعہ بیروت) — اس کی دو جلدیں ہیں۔ بیان و معانی میں کفایت کرے گی۔

(۳) ادب الکاتب (ابن قتیبہ)
(۴) فرائد اللغۃ (ثعلبی)
(۵) کلیلہ و دمنہ

والسلام علیکم ابوالکلام

بنام مولوی عبدالرزاق کانپوری (۵)

حضرت مجمع الفضائل مولانا صاحب مدفیوضہٗ

السلام علیکم، مزاج شریف، والا نامہ ورود ہوا۔ شرف افتخار ہمراہ لایا۔ خادم آپ کی اس عنایت بے غایت کا حد درجہ مشکور و ممنون ہوا کہ اس نالایق پر نظر مشفقانہ فرمائی اور جواب عریضہ سے افتخار اور عزت افزائی بخشی ؎

یہ فقط آپ کی عنایت ہے ورنہ میں کیا مری حقیقت کیا

فی الواقع آپ کی ذات بابرکات مغتنمات روزگار سے ہے۔ اللہ جل شانہٗ آپ کو صد و سی سال سلامت رکھے اور کروہات زمانہ سے محفوظ ع

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

آپ نے جس اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے فی الواقع نہایت ہی مشکل ہے۔ بلا رو رعایت عرض کرتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی ہمت تھی کہ اس پُرخطر میدان میں بہادرانہ قدم رکھا۔ انشاء اللہ آپ کامیاب ہوں گے اور عنقریب آپ کی بے بہا تصنیف سے ملک مستفیض ہوگا۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لائف میں نے تھوڑے عرصے سے شروع کر دی ہے لیکن جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ واقع میں ایک بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے اور وقت کثیر درکار ہے، لیکن السعی منی والاتمام من اللہ کا مقولہ ہر وقت پیش نظر ہے۔ اور اگر اللہ کی مرضی ہوئی تو اپنے کام میں کامیاب ہوں گا اور ضرور ہوں گا۔

اعظم گڑھ میں مولانا شبلی نعمانی کا عمدہ کتب خانہ ہے۔ گزشتہ کانفرنس میں (جو کلکتہ میں جلسہ ہوا تھا) مولانا شبلی صاحب سے نیاز حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے مفید کتب خانے سے خادم بھی مستفیض ہونا چاہتا ہے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ میں فہرست بھیجوں گا۔ شاید فرصت نہیں ہوئی اس لیے ارسال نہیں کی۔ کل بھی میں نے شبلی صاحب کے یہاں عریضہ لکھا ہے۔ چونکہ آج کل رائل ہیرو دز آف اسلام سے صلاح الدین ایوبی کی لائف لکھنے میں کم فرصت ہے۔ پٹنہ کی بابت جو کچھ آں جناب نے تحریر کیا ہے بجا ہے۔ ۱۱ رجب المرجب کو میں پٹنہ جاؤں گا۔ کیونکہ ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ ہے۔ اس لیے وہاں کے کتب خانے کی بھی سیر ہو جائے گی۔ اگر تصنیفات غزالی مل گئیں تو دیکھ لی جائیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ ابھی صرف احیاء العلوم وغیرہ پر ایک تفصیلی ریویو کیا گیا ہے اور جو کتابیں دست یاب ہوئیں ان سے امام صاحب کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ مصر وغیرہ سے کتابوں کے لیے خطوط لکھے ہیں طبقات الشافعیہ تو موجود ہے۔ آپ دعا کیجیے۔

تمدنِ عرب، الفاروق، دربارِ اکبری، ترجمہ قرآن نظم وغیرہ میں قبل منگا چکا ہوں۔ سبحان اللہ یہی کتابیں تو ہمارے لیے سرمایۂ ناز ہیں۔ اللّٰھم زِد فزد۔

دیگر یہ تحریر فرمایئے کہ آج کل سائنس کی جو کتابیں انگریزی میں لکھی جاتی ہیں ان کے ترجمے اُردو میں بھی ہوتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو کہاں ہوتے ہیں؟ تحریر کیجیے گا۔

خادم العلماء
غلام محی الدین آزاد کان اللہ لہٗ

سید سلیمان ندوی

بنام سید وحید احمد قیصر ندوی

(۱)

دار المصنفین اعظم گڈھ، مورخہ ۱۰ فروری ۴۳ء

عزیزم سلمہٗ السلام علیکم

آپ کے خیالات معلوم ہوئے، ابھی آپ طالب علم ہیں آپ دو سال تک پورے انہماک سے تعلیم میں مصروف رہیں۔ پہلے طلب علم میں کمال پیدا کیجیے تو دنیا خود آپ کے پاؤں چومے گی۔ یہ شعر اکثر پڑھا کیجیے:

"کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"

والسلام

(مولانا) سید سلیمان ندوی

(۲)

۷۸۶

دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم، دعا

السلام علیکم، تمہارا خط ملا، خوشی ہوئی کہ تم نے میری فہمائش[1] کو گوش قبول سے سنا اور عمل کا خیال کیا۔ یہی آئندہ کی کامیابی کی راہ ہے، کسی دعوت کی کامیابی کی سب سے پہلی کنجی خود داعی کی مٹھی میں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس دعوت کو لے کر کوئی اٹھے وہ اس پر خود عامل ہو۔ نظری داعی نہ ہو۔ بلکہ عملی داعی ہو۔ آپ کلمہ اور نماز پر خود عامل ہیں اور مختلف اوقات میں مختلف مسجدوں میں جاکر اس پر مختصر اور سادہ تقریریں کریں اور بے تکلف احباب اور ملنے جلنے والوں سے اسی تحریک و دعوت پر گفتگو کرتے رہیں۔ یہ جوش و انہماک خود لوگوں کو متوجہ کرلے گا۔ آپ نے قرآن میں بارہا پڑھا ہے وما علی الرسول الا البلاغ اس کا تجربہ کیجیے داعی کا کام دعوت کا پہنچا دینا ہے، منوا دینا نہیں ہے، خوب سمجھ لیجیے، شرط یہ ہے کہ آپ محض اخلاص باللہ اور شغف بالمسلمین کے جذبہ سے کام کریں اپنی تعریف اور دوسری خود غرضی

---

[1] حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے داڑھی منڈوانے پر فہمائش فرمائی تھی۔

کے لئے نہ کریں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

(۳)

۷۸۶

دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم، دعائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط مورخہ ۱۹ شعبان ملا۔ میں سفر میں تھا شکریہ کہ آپ نے یاد کیا اور یاد رکھا۔ انگریزی[1] پڑھنے میں بحیثیت زبان تو کوئی حرج نہیں مگر تجربہ شاہد ہے کہ اس چکر میں جو پڑا ہے پھر وہ اس سے نکل نہ سکا۔ اور ساتھ ہی اس گرداب میں دین و ایمان کو بھی ڈبو بیٹھا۔ میں تو اس کی رائے کبھی نہ دوں گا آپ کے والد نے جس دن آپ کو عربی تعلیم کے لئے حوالہ کیا تھا تو ان کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ آپ کو دین کی خدمت کے لئے اللہ تعالےٰ کے نذر کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عربی تعلیم کے بعد کسی بڑی نوکری کی امید تو وہ کر نہیں سکتے تھے اب جب آپ نے بفضلہ تعالےٰ تکمیل کر لی تو ان کی نیت کیوں بدل گئی کہ اب وہ دیدہ و دانستہ آپ کو باطل کے نذر کرنا چاہتے ہیں اور گذشتہ حسن نیت کے ثواب کو بلکہ عمل کو ضائع کرتے ہیں باقی رہی روزی تو وہ تو انشاء اللہ تعالےٰ موجود ہے وہ تو ملے گی۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ حرص دنیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کا طلب گار ہوتا ہے حالانکہ اگر زیادہ مقدر نہیں تو سب کچھ کرتے بھی نہیں ملے گا۔ کیا ہزاروں بی اے اور ایم اے ٹھوکریں نہیں کھاتے پھرتے لیکن کوئی مولوی کبھی بیکار محض نہ ملے گا۔ خصوصاً اگر اس نے کچھ بھی امتیاز حاصل کر لیا ہے۔ آپ چاہیں تو رمضان بعد آکر یہاں دیکھیں اور میں آپ کو دکھلوں کہ آپ سے کیا کام لیا جا سکتا ہے۔ تاکہ آپ کو اس میں لگایا جائے۔

تعلیم کے بعد ضرورت تربیت کی ہوتی ہے اس کے بغیر آدمی کندۂ ناتراش ہوتا ہے۔

رمضان المبارک میں آپ وہاں لوگوں کو ترجمۂ قرآن کریم سنائیے، آپ کر سکتے ہیں، والسلام

سید سلیمان ۲۰ شعبان ۱۳۶۴ھ

(۴)

۷۸۶

دیسنہ، ضلع پٹنہ

عزیزم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں تین ماہ سے باہر ہوں۔ اب اعظم گڈھ اور وہاں سے بھوپال

---

[1] لکھنؤ میں ۱۹۴۲ء ندوۃ العلماء سے فاضل میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد میں نے وہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا اور اب میں کالج میں داخل ہونا چاہتا تھا۔

جا رہا ہوں۔ آپ جولائی کے اوائل میں خط لکھیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ مناسب بندوبست فرمادیں، بشرطیکہ آپ مستعد اور تیار اور کسب کمال کے لئے مشکلات پر عبور کا عزم بفضلہ تعالیٰ دل میں رکھیں۔

اپنے والد[1] صاحب محترم کو سلام کہدیں۔ والسلام

۱۱ر جون ۱۹۴۶ء — سید سلیمان

(۵)

۷۸۶

دارالمصنفین

برادرم مولوی وجید احمد صاحب دام سعدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میں یہاں چند روز پہلے آیا ہوں، یہاں کے انتظامات کو دیکھتا تھا۔ آپ اب یکم جولائی تک یہاں[2] جلد چلے آئیں، میں چند سے ابھی باہر رہوں گا، یہاں کتب خانہ میں بیٹھ کر آپ کو کم از کم چند ماہ صرف مختلف کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرنے ہوں گے، میری غیر حاضری میں مولانا عبدالسلام[3] صاحب اور مولوی شاہ معین[4] الدین صاحب آپ کی تعلیم و تربیت کریں گے، اور بذریعہ مکاتبت مجھ سے صلاح و مشورہ چاہیں گے۔ اب آپ عزیمت کے ساتھ آجائیے اور یہاں آکر مولانا مسعود[5] علی صاحب سے ملئے وہ آپ کا سارا انتظام کر دیں گے۔ انتظامی نگرانی ان کی رہے گی اور ان کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے، آپ کو ہر دست للعلم ۱۰ روپیہ وظیفہ ملے گا۔

باقی ہدایات خطوط[6] سے ملتے رہیں گے۔ والسلام

۱۹ر جون ۱۹۴۶ء — سید سلیمان

(۶)

بھوپال — ۷۸۶

عزیزی، دعائے خیر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا آنا مبارک[7]۔ خدا کرے کہ آپ کا اور میرا مقصد پورا ہو اور آپ کی آمد دارالمصنفین

---

[1] جناب سید شاہ رشید احمد صاحب منعمی مدظلہ

[2] مجھے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالمصنفین اعظم گڈھ کا رفیق بنا کر بلوایا تھا۔ وہاں میں تقسیم تک تصنیف و تالیف کی تربیت حاصل کرتا رہا۔

[3] مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم مصنف شعر الہند، اقبال کامل وغیرہ۔

[4] مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی ایڈیٹر معارف مصنف تاریخ اسلام وغیرہ۔

[5] ناظم دارالمصنفین۔

[6] حضرت سید صاحب مرحوم ریاست بھوپال کے امیر جامعہ اور قاضی القضاۃ کے عہدے پر تشریف لے گئے تھے۔ وہ مجھے برابر خطوط سے ہدایات دیتے رہتے تھے۔ [7] دارالمصنفین۔

کے لئے مفید خانہ ہو۔

ابھی کم از کم دو سال آپ کو صرف مطالعۂ کتب میں بسر کرنا چاہیئے۔ ابن خلدون دیکھ لیں۔ پھر شاہ ولی اللہ صاحب اور ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کل کتابیں پڑھ ڈالیں۔ امام رازی کی تفسیر اور تفسیر ابن جریر طبری کا مطالعہ کیا کریں، اسلوب تحریر کے لئے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ تعالےٰ[1] کی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ خصوصاً الفاروق، سیرۃ النعمان اور شعر العجم، الکلام اور علم الکلام بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے مسائل سے اپنے عقیدہ کی پختگی میں فرق نہ آئے، ان کتابوں سے معلوم ہوگا کہ علمی مسائل کس طرح آسانی اور ترتیب لفظی کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

ادب اگر کمزور ہے تو حاجظ کی کتابیں دیکھیں۔

مولانا عبدالسلام صاحب سے سوال کیجئے، کوئی کتاب جیسے فوز الکبیر یا، حجۃ اللہ البالغۃ یا حماسہ ان سے شروع کر کے یا عربی عبارت لکھ کر ان کو دکھائیے۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ کا دل مطالعہ میں خوب لگتا ہے۔

مطالعہ کا اول اصول یہ ہے کہ عبارت سے صرفاً و نحواً و لغتہً و کلاماً صحیح مطلب اخذ کریں اور پھر لفظ کو چھوڑ کر اصل مسئلہ کو سمجھیں اگر کوئی لغت آجائے تو مراجعت لغت میں سہل انگاری نہ کریں، ضرور مراجعت کریں اور لفظ کے اصل معنی کو سمجھیں۔

امید ہے کہ مولوی وحید[2] الرحمان صاحب بھی آگئے ہوں گے۔

جماعت کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت کریں۔ صبح کی نماز میں خود پہلے اٹھیں، نہ کہ کسی کے اٹھانے کے منتظر رہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ فضل فرمائیں، اخلاص ہر کامیابی کی اصل ہے۔ والسلام

۷ شعبان ۱۳۶۵ھ

سید سلیمان

(۷)

۷۸۶

دارالمصنفین۔

برادرم سلمہ اللہ تعالےٰ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط ملا، خوشی ہوئی کہ سلسلۂ مطالعہ ذوق و شوق سے جاری ہے آپ خط میں لکھتے ہیں "یاد آوری" کا تو دل سے ممنون ہوں، یاد آوری کا استعمال اس موقع پر کیا جاتا ہے جب کوئی غیر متوقع طور پر یاد کرے، جیسے آپ کے دریان

---

[1] حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم۔ [2] میرے ساتھ ہی یہ بھی بحیثیت رفیق دارالمصنفین کے اعظم گڈھ آئے تھے۔ پھر ایوں ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔

یہ رشتہ نہیں، انشاپردازی بڑی یہ ہے کہ کوئی لفظ کس موقع پر لکھا جائے۔

حجۃ اللہ البالغہ سے پہلے شاہ صاحب کی بدور البازغہ دیکھئے، اس میں بھی بعض ابواب حروف و مقطعات وغیرہ محض ذوقی ہیں، بدور البازغہ حجۃ اللہ البالغہ کا مقدمہ ہے۔ یہ قونوی کی جلدیں ضرور پڑھ لیں، یہ سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ ہے اور نہ صرف سیرت ہے بلکہ علم کلام ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب سے بعد رمضان ملاقات ہوگی مگر آپ کے استاذ قدیم مولوی ناظم[1] صاحب بھی تو ہیں، ایک مہینہ ان سے فائدہ اٹھائیے۔

واقعۂ قتل[2] کی خبر سے تکلیف ہوئی، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ والسلام

۲۴ر جولائی ۱۹۴۶ء — سید سلیمان

(۸)

۷۸۶

بھوپال۔

برادرم مولوی وحید احمد صاحب ندوی، زادکم اللہ تعالیٰ علماً وعملاً۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط مورخہ ۵ر رمضان المبارک مل گیا تھا۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ مطالعہ میں دلچسپی کے ساتھ مصروف ہیں الدھر ذو فنون آپ اسی طرح مصروف رہیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ پر راہیں کھلیں گی۔ روزہ کی حدت بعضوں کو زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن ثواب بھی وہی النفس عن الھویٰ اور رضوعلی المکابرہ کے اصول پر اسی مرتبہ کے ساتھ ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ برابر مطالعہ میں مصروف رہیں میں چند روز کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آؤں گا اور آپ لوگوں سے ملوں گا۔

میرا آنا وسط شوال میں ہوگا یا ۲۰ شوال تک۔

ابھی تو آپ آئے ہیں، گھر کی[3] عید میں کیا رکھا ہے، بہرحال اگر قلب کو اطمینان غربت کی عید میں میسر نہ ہو تو چلے جائیے مگر جلد واپس آجائیے۔

عزیز من! علم کا نتیجہ عمل ہے، ظاہر و باطن دونوں میں شریعت کے مطابق انقلاب چاہیے، قصص لحیہ ہمارے استاذ مرحوم کو سخت ناپسند تھا، جماعت کی پابندی بھی ضرور ہی اختیار کی جائے۔ بڑی برکات کی چیز ہے، وقت میں وسعت اور برکت ملتی ہے۔

---

[1] مولانا محمد ناظم ندوی پرنسپل جامعہ عباسیہ بہاولپور مغربی پاکستان۔ [2] بندول ضلع اعظم گڈھ کے ایک رئیس محمد احمد مرحوم جو مولانا عبدالسلام ندوی کے رشتہ دار تھے، انھیں ان کے بعض زمیندار دشمنوں نے اعظم گڈھ اور بندول کے راستے میں قتل کرا دیا جبکہ وہ اعظم گڈھ کچہری سے ایک مقدمہ کی پیروی کے بعد بیل گاڑی سے بندول واپس جا رہے تھے۔ [3] ننھیال صوبہ بہار۔

مولوی وحید الرحمان صاحب کو سلام کہہ دیجئے۔ والسلام

۲۳ رمضان ۱۳۶۵ھ سید سلیمان

(۹)

۷۸۶

بھوپال

عزیزی سلمکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کسی مضمون کے لئے مواد ملنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی مطالعہ کرتا رہتا ہے، اس میں کسی خاص قسم کی بات جب متعدد پاتا ہے تو اس کو نوٹ کرتا جاتا ہے، پھر مزید تلاش سے اس قسم کے واقعات ملتے ہیں تو ایک موضوع پر مضمون تیار ہو جاتا ہے۔

میرے وہ شذرات[1] اب شائع نہیں ہوں گے، وقت گذر چکا، اب دوسری فضا ہے!

آپ جنوری میں چند روز کے لئے مکان جانا چاہتے ہیں تو ہو آئیں میرا ادھر آنا نہ ہوگا۔

اس فتنہ میں مسلمانوں کے بہادرانہ مقابلہ کے جو محقق واقعات آپ کو اثنائے سفر معلوم ہوں ان کو باحتیاط نوٹ کر کے رکھیئے گا میں اس قسم کے واقعات کو جمع کرنا چاہتا ہوں۔ والسلام

۳۰ دسمبر ۱۹۴۶ء سید سلیمان

(۱۰)

۷۸۶

بھوپال،

برادرم مولوی وحید احمد صاحب دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط ملا، پڑھ کر خوشی ہوئی، ظاہر و باطن دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، آپ کے احوال و کیفیات کے صلاح سے دل مسرور ہوا۔ اللھم زد فزد۔ میں اپنے دوستوں کے لئے اور دار المصنفین کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول کرے۔

امید ہے کہ آپ کا مطالعہ جاری ہوگا! والسلام

۱۶ شوال ۱۳۶۵ھ دعا گو، سید سلیمان

---

[1] ۱۹۴۶ء میں صوبہ بہار میں جو قتل عام ہوا تھا اس کے متعلق حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے معارف کے لیے ایک اداریہ سپرد قلم کیا تھا۔ اتنا سخت اور اتنا جذباتی اداریہ حضرۃ الاستاذ نے اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا تھا۔ بعض وجوہ کی بنا پر حضرت سید صاحب نے اس اداریہ کی اشاعت روک دی۔ یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۱)

بھوپال۔

عزیزی۔

السلام علیکم ورحمۃ۔ سیرۃ النبی[1] کا مقابلہ شدہ نسخہ سید اسلم صاحب کے حوالے کر دیجیے وہ مجھے بھیج دیں گے، رجسٹرڈ۔
الجغرافیہ عند العرب کا ترجمہ مسلسل کیجیے گا اور جب ترجمہ ہو جائے تو میرے پاس بھجوا دیجیے گا۔
صوبہ بہار کے حالات ہوش ربا ہیں، تاہم صبر اور استقامت کا مقام ہے۔ اپنے والد صاحب کو سلام کہہ دیجیے۔
کل انشاء اللہ تعالیٰ چند روز کے لئے دہلی جو بلی[2] میں جاؤں گا ۲۰ تک واپسی ہوگی۔
یہ کارڈ اسلم[3] صاحب کو بھی دکھا دیجیے گا۔ پشت پر ان کو لکھا ہے۔ والسلام
سید سلیمان

برادرم، السلام علیکم

آج سہارن پور سے خط آیا، عزیزہ سلمیٰ کی خیریت معلوم ہوئی بحمد اللہ اب اچھی ہیں۔ کل میں دہلی جا رہا ہوں سہارنپور بھی جاؤں گا اور کچھ عجب نہیں کہ والدہ سلمان بھی ساتھ آ سکیں۔ سلمان بھی جائیں گے۔ رجسٹری کا کوئی پتہ پوچھنے یہاں نہیں آیا آپ نمبر اور چکوں کے پتے اور تعداد رقم لکھئے ایک بیمہ کتاب مولوی مسعود علی صاحب کے نام مع چیک بھیجی ہے، رسید سے مطلع کیجیے۔

عبد الحکیم چچا کے نام سیرت عائشہ جدید کا ایک نسخہ ہدیۃً بھجوا دیجیے۔ استدراک عائشہ علی الصحابہ عربی کے پانچ نسخے مجھے بھجوا دیجیے۔

۱۴ نومبر ۱۹۳۶ء سید سلیمان

(۱۲)

۷۸۶

بھوپال

عزیزی، السلام علیکم

مضمون زکریا رازی[4] پہونچا، دیکھا، اس پہ ایک مضمون معارف کی ابتدائی جلد میں مولوی سعید انصاری صاحب کا

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول طبع پہارم کے پروف دیکھنے اور اصل مانذے مقابلہ کرنے کی ذمہ داری حضرۃ الاستاذ نے مجھے سونپی تھی [2] حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عربی مضمون جو عربی رسالہ "الضیاء" میں قسط وار چھپتا رہا اس کا ترجمہ میں نے مکمل کر دیا تھا۔ یہ کتاب مکمل صورت میں میرے پاس موجود ہے۔ [3] جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی سلور جوبلی۔ [4] سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر نسبتی۔ [5] پیچک کے علاج کے وجود اور مشہور حکیم و فلسفی زکریا رازی پہ میں نے ایک طویل مقالہ لکھا تھا۔ جو بعد میں شائع ہوا۔

چھپ چکا ہے، آپ اس کو دیکھ لیں! اور پھر دیکھیں کہ آپ کا مضمون محض اسکا اعادہ ہے یا اضافہ ہے؟ اگر اعادہ ہے تو بیکار ہے اور اگر اضافہ ہے تو تمہید میں بڑھا دیجیے کہ اس پر مضمون کو معارف کے فلاں نمبر میں چھپ چکا ہے جس کو اتنے سال ہوئے اب اس درمیان میں بعض نئی معلومات سامنے آ گئی ہیں اس لئے نئے سرے سے اب بھی اس پر لکھنے کی ضرورت ہے۔

جغرافیہ کا آخری حصہ ناتمام[1] ہے وہ شاید مطبوعہ نہ ہو قلمی ہو، اس کو بھی مکمل کیجیے۔ والسلام

۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

سید سلیمان

(۱۳)

۷۸۶

بھوپال

عزیزی مولوی وحید احمد صاحب وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا کارڈ ملا، الجغرافیہ عند العرب[2] کا ترجمہ آپ نے کر لیا اچھا کیا وہ عربی مضمون ناتمام ہے، محتاجِ تکمیل ہے، ابھی اپنے ہی پاس رہنے دیجیے۔ کیا آپ کو جغرافیہ سے دلچسپی پیدا ہوئی؟

امید ہے کہ آپ کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوں گے، اب اگر کسی موضوع پر لکھنے کو جی چاہے تو اس کے معلومات فراہم کیجیے اور پھر مجھ سے دریافت کیجیے۔ قرآن پاک کی تلاوت پر مداومت کیجیے، اور معنی پر غور کیجیے اور اس کے حل کرنے میں تفاسیر وغیرہ سے مدد لیجیے۔

اپنے حالات وخیالات سے مطلع کرتے رہیے۔ والسلام

۱۹ دسمبر ۱۹۴۶ء

سید سلیمان

(۱۴)

۷۸۶

بھوپال،

برادرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط ملا، آپ اسی طرح اپنے کاموں میں مصروف رہیں۔ جغرافیہ والے مضمون کی اصل اور

---

[1] جناب مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مدظلہ کی عنایت سے حضرت الاستاذ کا غیر مطبوعہ مضمون مجھے مل گیا تھا جس کا ترجمہ میں نے مکمل کر دیا تھا۔

[2] اس کتاب کا مکمل ترجمہ "عرب اور جغرافیہ" کے نام سے میں نے کر لیا ہے۔ اس کتاب کی ایک نقل نظر ثانی کے بعد میں نے حضرۃ الاستاذ کی خدمت میں بھوپال روانہ کی تھی۔ اصل مضمون کتابی شکل میں میرے پاس محفوظ ہے جس پر میں نے ابھی حال ہی میں نظر ثانی کی ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ کتاب لاہور سے شائع ہو گی۔

ترجمہ رجسٹرڈ میرے پاس بھیج دیں، پہلے میں دیکھ لوں۔ عبدالقدوس صاحب ہاشمی کا البلاغ[1] میرے پاس آتا ہے۔

الحمد للہ خیریت ہے۔ والسلام

۶ مئی ۱۹۴۷ء سید سلیمان

(۱۵)

۷۸۶

بھوپال

عزیزم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ ملا، مضمون جغرافیہ کے دونوں حصے ملے، آپ کو معلوم ہوگا کہ میں ڈھائی ماہ سے مرض چشم میں مبتلا ہوں یہ مشکل ضروری کام کرتا ہوں، اب تخفیف واقع ہے، مگر ابھی تک مرض گیا نہیں ہے اس لئے آپ کے ترجمہ کو پورا پڑھا نہیں ہے، جا بجا سے نظر ڈالی تو عبارت کے عدم روانی کا نقص نظر آیا، ترجمہ ایسا چاہیے جس سے انشا پردازی میں فرق نہ آئے، جو سطریں آپ کی سمجھ میں نہیں آتیں اُن کا ترجمہ کر لیا جائے گا۔[2]

خوشی ہوئی کہ آپ کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں، زکریا رازی کا حال آپ نے لکھا تھا اور مولوی عبدالسلام کا پہلے ہی لکھ چکے تھے، بہر حال دونوں میں فرق تو ہوگا، دیکھنا تھا کہ آپ نے کیا لکھا تھا اور کیسا لکھا تھا، ابھی تو یہ سب مشق کی خاطر آپ کو کرنا پڑے گا اس سے ملول نہ ہوجائیے کہ محنت ضائع گئی، محنت نہیں ضائع گئی کام آئی۔

آج یہاں ۷ اگست کو انیسواں روزہ ہے، تراویح دروازہ پر مسجد ہے اسی میں ہوتی ہے چوبیسواں پارہ ہے دارالمصنفین میں حافظ مجیب[3] اللہ صاحب پڑھتے ہوں گے۔

برادرم اسلم کو سلام کے بعد کہہ دیجئے کہ سب موسمی زکام و بخار سے ایک ایک دو دو روز بیمار رہے۔ سید حسین مع اہل و عیال ۲۹ جولائی کو آئے تھے یہ عنسل ان کو بھی دبا گیا اب سب اچھے ہیں، سید حسین مع اہل و عیال آج شام کے ایکسپریس سے سہارنپور واپس جا رہے ہیں۔

ہم لوگ اوائل اکتوبر کے جہاز انگلستان سے[4] جائیں گے انشاء اللہ، رفقاء کو سلام کہہ دیجئے۔

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ سید سلیمان

---

[1] "البلاغ" نام کا ہفتہ وار اخبار جناب عبدالقدوس ہاشمی ندوی کی ادارت میں حیدرآباد دکن سے نکل رہا تھا، میں "عرب اور جغرافیہ" والا مضمون اسی اخبار میں قسط وار چھپوانا چاہتا تھا۔ [2] بعد میں دوبارہ میں نے تمام کمی پوری کر دی تھی۔ [3] رفیق دارالمصنفین مصنف اہل کتاب صحابہ وغیرہ۔ مجھ سے ایک سال پہلے دارالمصنفین کے رفیق مقرر کئے گئے تھے۔

[4] بہ ارادۂ حج

(۱۶)

۸۶ء

بھوپال

برادرم، دعائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ تعالےٰ مع الخیر ہوں، آپ کا خط پاکر آپ کی خیریت سن کر خوشی ہوئی، اللہ تعالےٰ حصولِ رزق کے ساتھ علم و دین کی خدمت کی توفیق بخشیں، آپ کو مجھ سے سمجھنے کی کوئی وجہ نہ تھی میں اپنے سب عزیزوں کا خیر خواہ ہوں اور اُن کا بھلا چاہتا ہوں۔[1]

ہاں دار المصنفین میں مجھے آپ کی اور آپ کو میری رفاقت حاصل نہ ہوسکی، یہ حالات کا اقتضا تھا۔

ڈاکٹر اسحاق[2] صاحب اور عندلیب[3] شادانی صاحب کو میرا بھی سلام پہنچا دیجئے۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔

سلمان[4] سلمہ جلالین شریف اور مشکوٰۃ شریف پڑھتے ہیں۔

معلوم نہیں یونیورسٹی میں حافظ الہدیٰ[5] ہیں یا نہیں، کیا اُن سے آپ کی ملاقات نہیں ہوتی؟ والسلام۔

۱۳ر فروری ۱۹۴۶ء سید سلیمان

(۱۷)

۸۶ء

بھوپال۔

عزیز مکرم، دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بے شبہ آپ کے کئی خط آئے اور یہ بھی صحیح ہے کہ میں نے جواب دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں دار المصنفین کے انتظامی معاملات میں دخل دینا نہیں چاہتا جس کے ہاتھ میں کام ہے وہ جس طرح چاہیں چلائیں۔ آپ کے مستقبل کے لئے میری نیک دعائیں ہیں[6] میں اس وقت خود بھی بعض ایسے افکار میں مبتلا ہوں جس کا تعلق مستقبل سے ہے، اس لئے بالفعل کسی مشورے سے قاصر ہوں، ہندوستان کی صورت حال نے بے حد مضطرب کر رکھا ہے، دیسنہ[7] چھوٹا جاتا ہے اور تو کوئی دوسرا کنواں ملتا نہیں، گو میں ترک وطن سے متفق نہیں مگر نہیں جانتا کہ کیا پیش آئیگا۔ والسلام

۱۰ر اپریل ۱۹۴۷ء سید سلیمان

---

[1] میں نے یہ خط دھاکے سے لکھا تھا۔ [2] ڈاکٹر محمد اسحٰق ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی۔ ڈھاکا یونیورسٹی۔ انہوں نے دار المصنفین اعظم گڈھ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کی نگرانی میں حضرت الاستاذ کی زیر نگرانی علم حدیث پر ریسرچ کرکے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی تھی۔

[3] ڈاکٹر عندلیب شادانی صاحب شعبۂ اردو و فارسی ڈھاکا یونیورسٹی۔ [4] سید سلمان ندوی حضرۃ الاستاذ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے، انہوں نے پچھلے سال کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ اے پاس کیا ہے۔ [5] برادرم ظفر الہدیٰ حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم کے صاحب زادے حضرۃ نعمانی کے داماد ہیں۔ ان دنوں ڈھاکا یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں لکچرار ہیں۔ [6] اپریل ۱۹۴۸ء میں جب یہ ڈھاکہ کے پہلے انبار یہ ذرہ مشرقی پاکستان کا ایڈیٹر تھا۔ اسی وقت میں نے یہ عریضہ حضرۃ الاستاذ کی خدمت میں روانہ کیا تھا اور اُن سے دعا کی درخواست کی تھی۔ [7] حضرۃ الاستاذ کا وطن دیسنہ بہار شریف ضلع پٹنہ۔ [8] آخر کار حضرۃ الاستاذ کو ترک وطن کرکے کراچی کو وطن بنانا پڑا تھا۔

جگر مُرادآبادی

بنام مولوی اظہار الحسن صاحب وکیل غازی آباد

گونڈہ ۔ ۲۴ جنوری ۴۶ء

عزیز گرامی قدر، سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا خط اور تار بہ یک وقت (تھوڑے سے وقفہ کے ساتھ) آج ۲۴ جنوری کو ملے ۔ ۲۶ کو مشاعرہ بمبئی میں شریک ہونا ہے ۔ اس کے بعد بریلی پھر بھوپال، لکھنؤ، کپورتھلہ یا بمبئی ۔ "سلسلۂ علالت" زندگی کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہے ۔ اپنی خوش قسمتی اور زمانے کی بدقسمتی کے سبب اس طرح کا شاعر واقع نہیں ہوا ہوں کہ جب چاہے جس وقت میں جی چاہے کہہ سکوں طبیعت کی یکسوئی محال بن کر رہ گئی ہے ۔ کیفیت شعری اگر کسی وقت پیدا ہوئی بھی تو جلد چھین لی جاتی ہے ۔ "کاریگری" کا نہ کبھی عادی رہا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی ہو سکوں گا ۔ طرحی مشاعروں کے متعلق میں صرف اسی قدر کوشش کرتا ہوں کہ طبیعت کو "طرح" کی جانب متوجہ رکھوں ۔ یکایک ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ صحیح معنوں میں کیفیت شعری پیدا ہو جاتی ہے ۔ لیکن اکثر پوری کوشش کے باوجود ایسی کیفیت پیدا نہ ہو سکی تو کم از کم میرا ضمیر مطمئن ہو جاتا ہے میں ابتداً طرحی مشاعروں کا مخالف تھا ۔ لیکن اب میری رائے وہ نہیں رہ گئی ہے ۔ طرح نہ ہونے کے سبب بھی اکثر حضرات آسانی پسند بن گئے ہیں ۔ بازاری اور سطحی جذبات عمدہ اور حسین الفاظ کے ساتھ کہہ گذرنے کے عادی ۔ دقتِ فکر اور تعمقِ خیال سے سروکار نہیں رہ گیا ہے اس لیے اور بھی کوشش کرتا رہتا ہوں کہ تا امکان طرحی مشاعروں میں "طرح" پر ضرور طبع آزمائی کروں ۔ لیکن جو واقعہ ہے اور واقعہ کے ساتھ مجبوریاں لاحق ہوتی رہتی ہیں اُنھیں بیان کر چکا ہوں ۔ لکھنؤ بھوپال، کپورتھلہ، تینوں مقامات کے مشاعرے طرحی ہیں ۔ پھر میرا ایک معیار بھی ہے اور معیار سے گر کر نہیں کہہ سکتا ۔ علاوہ اس کے کہ میرا مذاق معمولی قسم کے اشعار کو خود ہی قبول نہیں کر سکتا، وقت بھی بہت کم رہ گیا ہے ۔ بہرحال کوشش کروں گا اور تا امکان پوری کوشش کروں گا ۔

آپ نے میرے ایک مخلص و دیرینہ و مرحوم دوست کی یاد دلا دی ۔ دیر تک اُن کی صورت سامنے رہی اور وہ زمانہ تقریباً فلم کی طرح سامنے سے گذرتا چلا گیا ۔ اب تک متاثر ہوں ۔ آپ کے خط سے معلوم ہو کر صحیح معنوں میں مسرت ہوئی کہ آپ میرے عزیز و مخلص مرحوم دوست کی یادگار ہیں ۔ اس لیے بغیر کسی پس و پیش کے فوراً شرکت مشاعرہ کے لیے

آمادہ ہو گیا۔ اپنی طرف سے اب کوئی شرط پیش نہیں کرتا۔ آپ کو اپنی جگہ خود بھی کافی احساس ہونا چاہیے اور یقیناً ہو گا میں بہرائچ سے ۲۷ کو واپس ہو کر ۲۸ کی صبح کو لکھنؤ پہنچوں گا۔ غالباً ۲۹ کو روانہ ہو کر ۳۰ تک غازی آباد پہنچوں گا۔ گونڈہ "مین لائن" پر واقع نہیں ہوا بلکہ چھوٹی لائن O . T . R کا ایک اسٹیشن ہے۔ سفر اختیار کرنے میں اکثر و بیشتر اسی وجہ سے دقتیں واقع ہو جایا کرتی ہیں۔ "برتھ" کا "ریزرو" کرانا ایک علیحدہ مرحلہ ہے۔ بہرحال ۳۰ کو لکھنؤ سے آنے والی ہر ٹرین پر مجھے دیکھ لیجیے تو بہتر ہو گا۔

امید کہ بفضلِ تعالیٰ آپ معہ متعلقین بہ خیر و عافیت ہوں گے۔ خیر طلب: جگر مرادآبادی

بنام میکش اکبرآبادی (۲)

گونڈہ۔ ۳۰ ستمبر ۵۰ء

حبیبی و صدیقی و مخلصی۔ سلام مسنون الاسلام و اشتیاق دیدار۔ جہاں بے شمار انسان ایسے ہیں جو قریب رہ کر اور ہمیشہ ملتے رہنے کے باوجود کبھی نہیں ملتے، یا بہت کم، وہیں معدودے چند افراد اس طرح کے بھی ہیں جو دور رہ کر اور بہت کم مل کر بھی ہمیشہ ملتے رہتے ہیں، بحمداللہ کہ میں اس دوسری صنف کا انسان ہوں۔

کاہل ہمیشہ سے تھا، اب کہ ایک زمانے سے دائم المریض ہوں، کاہلی کو معراج ترقی تک پہونچنے کا موقع مل گیا ہے فطرت کی ستم ظریفی یہ کہ جس حد تک ہنگاموں سے گھبراتا ہوں اور کاہلی کا پورا پورا حق ادا کرنا چاہتا ہوں اسی حد تک مصروف و منہمک بھی رکھا جاتا ہوں۔ حافظے پر بہت ناز تھا اب وہ بھی جواب دے چکا ہے کسی ضرورت کے خیال سے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک پہنچتے پہنچتے ضرورت ہی کو بھول جانا روزمرہ ہو گیا ہے۔

آپ ہمیشہ یاد آتے رہتے ہیں اور یاد آتے رہیں گے۔ اب کہ حالات نازک اور صعب ہوتے جاتے ہیں، احباب کی یاد اور زیادہ محبوب ہوتی جاتی ہے اور آپ جانتے ہی ہیں کہ محبوبیت اپنی خصوصیات کیا کیا رکھتی ہے۔ پہلے، ایک کیف اور ایک لطیف اشتیاق حاصل ہو جاتا تھا، اب ایک درد کہ جو خوشگوار کم ہوتا ہے اور اذیت آفریں زیادہ۔

میرے ایک بہت ہی مخلص و مکرم دوست جناب جمیل صاحب ایس۔ پی آگرہ پہنچ گئے ہیں، ان کے چھوٹے بھائی حضرت عزیز گونڈہ میں رہتے ہیں، اور میرے ہم سایہ ہیں، ان سے بھی عزیزانہ تعلقات ہیں، موصوف اپنے بھائی صاحب کی خدمت میں گونڈہ جا رہے ہیں، یہ انھیں کا کرم ہے کہ زحمت نگارش برداشت کر رہا ہوں اور تکلیف توجہ دے رہا ہوں جمیل صاحب ادبی مذاق رکھتے ہیں بہت ستھرا اور بلند، میں خود برا ہوں مگر برے انسانوں سے میرا دل کبھی نہیں ملتا۔ جمیل صاحب سے صحیح معنوں میں تعلق خاطر رکھتا ہوں۔ یہی ان کے اچھے انسان ہونے کا ثبوت بھی ہے۔ بہرحال آپ اُن سے ضرور ملیے یا وہ خود ملیں گے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ اس قحط الرجال میں خوش مذاق اور اچھے انسان ایک دوسرے سے بے تعلق نہ رہیں۔ آپ یقیناً اُن سے مل کر کمال حد تک مسرور ہوں گے۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ جناب جمیل بھی۔

آگرہ پہنچنے کو بہت جی چاہتا ہے، میرے لیے اب تو پہلے سے بھی کہیں زیادہ مجبوریاں وارد ہو گئی ہیں۔ میں نے "جمیل" صاحب کو بھی اپنی مجبوریوں سے مطلع کر دیا ہے۔ اور اسی لیے یقین سا ہو چلا ہے کہ شاید آگرہ پہنچ سکوں۔ "خاک آگرہ" دیسے بھی مجھے کس قدر عزیز ہے اور ہو سکتی ہے۔ آپ کو اس کا اندازہ ہوگا۔

جگر مراد آبادی

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی (۳)

گونڈہ ۱۲ر فروری ۵۴ء

حضرت مخدوم محترم زاد الطافکم۔ یقین فرمائیے کہ آپ کی ذات گرامی کے ساتھ جو نسبت و تعلق مجھے حاصل ہے اس پر فخر و ناز کرتا ہوں۔ ایک زمانے سے دائم المریض ہوں۔ اب نئی نئی شکایات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ امراض و افکار نے مرتبۂ کاہل کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ خواص تک کی نگاہیں شاید وہاں نہ پہنچ سکیں۔ دل و دماغ ویسے ہی غیر حاضر رہنے لگے ہیں۔ جب کسی تقریب کے سلسلے میں کہیں جانا ہوتا ہے پھر تو یک سر ہی بدحواس ہو جاتا ہوں۔ مزاجاً کاہل تو واقع ہوا ہی ہوں، لیکن ہنگامہ پسند بھی نہیں، اس کے باوجود شدید طور پر مصروف و منہمک زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور۔

علی گڈھ دو مرتبہ جانا ہوا لیکن حاضری سے معذور رہا۔ میں کس حد تک شرمندہ و محجوب ہوں اس کا اندازہ آسان نہیں۔ لیکن یقین کرتا ہوں کہ آپ کی محبت، آپ کا خلوص اور آپ کی شفقت میری مجبوریوں پر نظر کر کے مجھے ضرور معاف کر دے گی۔ میں غالباً فروری کے آخری ہفتہ میں دہلی سے واپس ہوتے ہوئے علی گڈھ محض اس لیے قیام کرنے کا عزم کر چکا ہوں کہ تھوڑی بہت تلافی کر سکوں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بہ عافیت ہوگا۔ مجتبیٰ ظفر صاحب سے سرراہ ایک مرتبہ اور مشاعرہ کے موقع پر بھی ایک مرتبہ ملاقات ہو گئی تھی جسے ملاقات تو نہ کہنا چاہیے۔ تاہم اس کا کچھ حصہ میری جانب سے سلام پیش فرما دیجیے۔

احقر جگر مراد آبادی عفی عنہ

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی (۴)

محترم و مکرم زاد لطفہٗ

سلام مسنون الاسلام قبول فرمائیں۔ میں جب سے واپس گونڈہ پہنچا ہوں، طبیعت برابر ناساز رہی اور ہنوز اس قابل نہیں کہ بار فکر برداشت کر سکے۔ منتظر تھا کہ طبیعت روبہ اصلاح ہو جائے تو کسی قدر کاوش و تفصیل کے ساتھ "نقد و نظر" کا حق ادا کروں۔ لیکن اندیشہ ہے کہ یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو آپ کو ہمیشہ کے لیے شکایت پیدا ہو جائے گی بہر حال قلم برداشتہ جو کچھ ممکن ہو سکا حاضر کرتا ہوں۔ امید ہے مزاج گرامی بہ خیر و عافیت ہوگا۔ جگر

بنام حضرت رضی احمد صاحب بدایونی (۵)

برادر مکرم جناب رضیؔ

السلام علیکم۔ سخت علالت کے بعد اب کسی قدر روبہ اصلاح ہوں۔ تفصیلی حالات عزیزی راز سلمہٗ سے معلوم

ہوں گے

آپ سے ملنے کو بے حد جی چاہتا ہے۔ یہ صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ اپنے حقیقت و صداقت بھی رکھتے ہیں۔ رواروی میں یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ ورنہ بہت کچھ لکھتا۔ آج کو میں بے حد عزیز سمجھتا ہوں۔ اُن کا ایک ضروری کام ہے یعنی علی گڈھ میگزین کی ایڈیٹری کا معاملہ درپیش ہے۔ ازراہِ تعلقات قدیمانہ و مخلصانہ اُن کی اعانت کیجیے۔ یعنی یہ کہ اپنے برادرِ عزیز جناب ضیا، صاحب سے بہ نفسِ نفیس سفارش کر دیجیے۔ یہی خط جناب ضیا کو بھی دکھا دیجیے۔ مجھ سے اس وقت زیادہ لکھا نہیں جاتا۔ ورنہ علیحدہ انھیں بھی لکھتا۔

والسلام مع الاکرام
مخلص جگر عفی عنہٗ

بنام طاہر فاروقی صاحب اسلامیہ کالج پشاور (۶)

گونڈہ

جگر نواز! زاد اللطافکم۔ سلام مسنون الاسلام قبول فرمائیے۔ امید کہ مزاج گرامی بفضلہٖ تعالیٰ مع الخیر ہوگا۔ اس وقت ایک خاص الخاص ضرورت کی بنا پر تکلیف و زحمت دے رہا ہوں۔ یقیناً کسی نہ کسی یقین و اعتماد کے ماتحت مجھے یقین ہے کہ آپ میری گذارش اور پہلی گذارش اور میرے یقین و اعتماد کو رائگاں نہیں دیکھ سکیں گے۔ حامل رقعہ ہذا عزیز گرامی قدر سید مبشر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ خود حاضر ہو کر تفصیلاً ضرورت پیش کر دیں گے۔ میں ان کے متعلق صرف اسی قدر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کے قریبی عزیز ہیں اور میرے بہت ہی مخلص اور شریف القلب اور محسن دوست سید بشیر حسین صاحب انکم ٹیکس آفیسر الہ آباد کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ دوسروں کی نسبت سے شاعر زیادہ تر شدید الاحساس ہوا کرتا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ عرض کرنا نہیں۔ یقیناً آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ میں آپ کا صحیح معنوں میں معترف ہوں لیکن میری محبت اور میرا اعتراف اکثر و بیشتر ہنگامہ آرا نہیں ہوتا۔ میں اکثر اپنے احباب کو اپنے متعلق ایک جملہ لکھا کرتا ہوں، اس وقت بھی جی چاہا کہ پیش کر دوں "فطرۃً کاہل، عادۃً مریض، ضرورۃً مصروف"۔ اس اجمال کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپ اس میں بہت کچھ درد بھی محسوس کریں گے۔ آکرہ پہنچنے کے لیے اکثر طبیعت بیقرار ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔

احقر جگر مرادآبادی عفی عنہٗ

بنام شہناز ہاشمی (۷)

گونڈہ

۳ر جنوری ۱۹۵۳ء

عزیز بیٹی! سلامت رہو، خوش رہو!

میں ایک زمانے سے دائم المریض سا ہو گیا ہوں۔ دو چار دن تک کے لیے ایسا محسوس ہوتا رہتا ہے جیسے

بالکل ہی صحت مند ہو گیا ہوں اور پھر دس پندرہ دن وہی عالم۔ دماغ و دل یکسر غیر حاضر رہنے لگے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ یہ آثار بُرے سہی، لیکن ہیں، اور موت تو ایک ایسی صداقت ہے جس سے گریز ممکن نہیں، اور اگر ممکن بھی ہو تو آخر ایک نعمت سے گریز کے معنی کفرانِ نعمت نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں۔ تم جانتی ہو میں تمھیں کتنا عزیز رکھتا ہوں لیکن میں اظہار خلوص و محبت کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔

تم نے جس مشاعرہ کے متعلق لکھا تھا اس کا تو زمانہ گذر چکا۔ گمان غالب ہے کہ ۳۱ جنوری کے مشاعرہ میں شریک ہوں گا۔ یہ مشاعرہ نمائش سے متعلق ہے۔ یقیناً تمھیں اس کا علم ہو چکا ہو گا۔

میرا قیام تو حسب دستور رشید صاحب (مخدوم و محترم) ہی کے مکان پر رہے گا۔ لیکن تم ان کے مکان سے قریب ہو اس لیے اکثر و بیشتر آنا جانا ہو گا، اور دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں ہوا کریں گی۔ اب تو ماشاءاللہ تم گریجویٹ ہو گئی ہو، لیکن پیاری بیٹی! یاد رکھو، علم ایک بحرِ بیکراں ہے جو صرف کتابوں تک محدود نہیں ؎

کونین کی ہوس میں ہے انساں ذلیل و خوار
کونین اپنے سینے کے اندر لیے ہوئے

کتاب سے صرف کتاب بن سکتی ہے، زندگی نہیں بن سکتی۔

بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ اس وقت رات کے ۱۱ بج رہے ہیں طبیعت مضمحل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اچھا خدا حافظ اپنی امی جان یا میری محترمہ بھاوج صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام و اشتیاق۔ اور اپنے دونوں بھائیوں کو بہت سی دعائیں۔ غالباً تمھاری "آپا" بھی ۳۱ جنوری تک دہلی سے علی گڈھ آ جائیں۔

برادرِ مکرم و محترم ہاشمی صاحب کو خط لکھو تو میری جانب سے سلام پیش کر دینا اور یہ بھی لکھ دینا کہ مشاعرہ نمائش میں ان کی شرکت ضروری ہے۔ صرف جگر کے لیے۔

دعاگو

جگر مرادآبادی عفی عنہٗ

شوکت علی خاں فانی

بنام عشرت علی خاں

M SHAUKAT ALI KHAN "FANI" HING-KI-MANDI
B. A. LL. B. Vakil,
HIGH COURT.

Agra, ۹ اپریل 1929

عزیزم عشرت علیخاں طولعمرہٗ

بعد دعا معلوم ہو کہ تمہارے پہلے خط کا کوئی جواب اس لئے نہیں دیا گیا کہ بحالات موجودہ اوس کا کوئی جواب نہ تھا۔ دوسرے خط کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز اب کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ کہ آئندہ کیا ہو اوس کے متعلق صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ محض اپنی ہمت بازو اور خدا کی کارساز اور مددگار ذات پر بھروسہ کامل اور مستقل ہونا چاہیئے۔ باقی تمام امیدیں اور سارے اطمینان فضول ہیں۔ ہوش و حواس قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے گھبراہٹ، پریشانی اور نا اُمیدی سے گریز کرنا چاہیئے۔ ہر شخص کے سامنے خواہ وہ کوئی ہو اپنی حالت کا مرثیہ پڑھنا اور اوس سے یہ توقع کرنا کہ وہ کوئی مدد دے گا بیکار اور نامناسب ہے۔ زمانہ بدلتا رہتا ہے چنانچہ زمانہ بدل گیا اب موجودہ حالت ہے اوسی کے موجب جو کچھ مناسب ہو کرنا چاہیئے۔ کسی کو بُرا بھلا کہنے سے کوئی فائدہ ہے نہ اچھا جاننے سے کوئی عقدہ حل ہو سکتا ہے۔ ہمت سے کام لے کر اپنی کشتی آپ کھینا چاہیئے خواہ وہ کسی طرح سے ہو۔ یہ سب باتیں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں آئندہ تمھیں اختیار ہے خواہ عمل کرو یا نہ کرو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

شوکت علیخاں

(۲)

عزیزم عشرت علیخاں طولعمرہٗ

بعد دعا معلوم ہو کہ خط پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ یہاں کسی شخص سے واقف نہیں ہوں بھائی عبدالکریم خانصاحب اور بھائی عبدالغنی خانصاحب خصوصاً زیادہ واقف ہیں۔ نام میں نے بھی سنا ہے اس کے آگے مجھے مطلق واقفیت نہیں ہے۔ جہاں تم سب لوگوں کی رائے ہوگی میری بھی رائے وہی ہے خدا مبارک کرے۔

بھائی عبدالغنی خانصاحب کے متعلق کیا کہوں اون کی باتیں ہمیشہ عجیب و غریب رہیں اور رہیں گے۔ میرا خیال ہے کہ

شاید اگر میں آج ایک کمیشن پہ باہر چلا گیا تو بعد بقرعید یا بقرعید تک آگرہ واپس آؤں گا اور اگر نہ گیا تو نہ گیا۔
یہ سمجھ میں نہ آیا کہ روپ رام کی ڈگری میں جو مرے خلاف متی مکان کی آراضی نہیں دلائی گئی اور جو تمہارے خلاف ہوئی اوس میں دلائی گئی ہے کیا تم نے اس کے متعلق کوئی عذر نہیں کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے کہ ایک ڈگری میں دلائی جائے اور دوسری ڈگری میں نہ دلائی جائے۔ صاف اور مفصل لکھو۔ نیز یہ بھی لکھو کہ کس قدر روپیہ کی ڈگری ہوئی ہے۔ زیادہ دعا

۳۰ اپریل ۲۹ء — شوکت علیخان

(۳)

عزیزم عشرت علیخاں طول عمرہ

بعد دعا معلوم ہو کہ تمہارا خط جو تم نے زاہد کے ہاتھ میرے پاس بھیجا تھا کل مجھے ملا۔ زاہد ایک عرصہ سے واپس حیدرآباد آئے ہوئے ہیں مگر چونکہ وہ جاگیردار کالج میں رہتے ہیں اور کبھی کبھی میرے پاس بھی آجاتے ہیں اس لئے اون سے ملاقات صرف اوس وقت ہو سکتی ہے جب وہ خود آئیں اس مرتبہ حیدرآباد واپس ہونے پر وہ میرے مکان پر آج تک کسی وجہ سے نہیں آئے تمہارا خط اونھوں نے تقریباً ایک ہفتہ یا کچھ زیادہ دن اپنے پاس ڈال رکھا کل ایک صاحب کے بدست وہ خط میرے پاس بھیجدیا۔ خیر! تمہارا خط پڑھ کر تمہاری پریشانیوں کا حال معلوم ہوا۔ میں اپنی پریشانیاں تم کو کیا لکھوں اور تم کیا سمجھ سکو گے۔ شاید اتنا بھی سمجھ لینا کافی ہوگا کہ جب تمہارا خط تمہاری پریشانیاں اور تکالیف کے بیان کے ساتھ پہونچتا ہے تو تمہاری تکالیف سے جو کچھ تکلیف پہونچتی ہے وہ تو پہونچتی ہی ہے سب میں زیادہ اپنی حالت پر اوس وقت رونا آتا ہے کہ میں ایسی حالت میں تمہاری امداد نہ کر سکا۔ خود میری حالت اب مختصراً یہ ہے کہ اگر پروردگار عالم نے عزت و آبرو کے ساتھ صحت و سلامت پھر بالیوں کبھی پہونچادیا تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور حد سے زیادہ اپنا فضل و کرم فرمایا۔ ممکن ہے میرے اس بیان سے تم کچھ کچھ میری حالت کا اندازہ کر سکو۔ خدا تم پر اور مجھ پر اپنا فضل کرے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ برخورداروں کو دعا۔

۱۲/۳۹ — شوکت علی خاں

(۴)

حیدرآباد، ۷ پلی ۲۰۴
مورخہ ۱۸ مئی ۴۰ء

عزیزم سلمہ اللہ تعالےٰ

ایک خط تمہارے دوسرے خط کے جواب میں بھیج چکا ہوں پہونچا ہوگا۔ اگرچہ اس خط میں مجھے کوئی خاص بات یا مزید حالات لکھنا مقصود نہیں مگر پھر بھی چونکہ بہت مضطرب ہوں جی چاہا کہ پھر تمہیں کچھ لکھوں۔
ملازمت ختم ہو کر ذریعۂ آمدنی و معاش بند ہو چکا تھا کہ میرے گھر میں بیمار ہوئیں اور آٹھ ماہ اور کچھ دن بیمار رہ کر رخصت

ہوگئیں۔ ایک مہاراجہ سرکشن پرشاد حاکم تھا کہ باایں ہمہ میرے قیام حیدرآباد کا بظاہر کوئی سبب ہو سکتا تھا یہ سبب بھی جاتا رہا یعنی ۱۲ مئی سنہ ۲۶ء کو موصوف کا انتقال ہو گیا اب معقول تو معقول کوئی نامعقول وجہ بھی یہاں کے قیام کی باقی نہیں رہی نامعقول اس لئے کہتا ہوں کہ سال ڈیڑھ سال سے وہ بھی میری کوئی امداد کرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ خدا کی مرضی تھی وہ ہوئی۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں حیدرآباد فوراً چھوڑ دیتا مگر کیا کروں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں ایک ایک لمحہ کا قیام سخت تکلیف دہ ہونے کے علاوہ نہایت ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ یہاں کے لوگ منہ پر نہیں تو دل میں کہتے ہیں اور بعض تو منہ پر بھی کہنے لگے ہیں کہ اب یہاں قیام کیوں ہے اور اب کیونکر بسر ہو رہی ہے۔ تمہیں بتاؤ کہ کیا کروں۔

شوکت علی خاں

(۵)

عزیزم عشرت علیخان طول عمرہٗ

تمہارا خط مورخہ ۲۳ جولائی سنہ ۲۶ء کل ۲۷ کو ملا۔ تمہاری علیم الفرصتی اور پریشانی کا حال معلوم ہو کر سخت افسوس ہوا خدا اب ہم لوگوں پر رحم فرمائے آمین۔

عبدالحمید خاں کو میری طرف سے پوچھنا اُن سے کہنا کہ میں جس حال میں ہوں اُسے دیکھتے ہوئے جواب نہ پہونچنے کی تمہیں کوئی شکایت نہ ہونا چاہیئے۔

میں یہاں سے چلے جانے کا قصد مصمم کر چکا ہوں خدا اس قصد کو پورا کرے۔ اب کوئی اور چارہ کار باقی نہیں ہے۔ کہاں جاؤں گا یہ میں کچھ طے نہیں کر سکا۔ بہرصورت کہیں بھی چلا جاؤں مگر انشاءاللہ اب یہاں سے ضرور چلا جاؤں گا ——— پرسان حال کو سلام کہنا۔ بچوں اور بچیوں کو دعا۔

شوکت علی خاں

۲۸ جولائی سنہ

حکیم حبیب الرحمٰن

بنگال کے نامور بنگالی ادیب، شاعر، قومی خادم اور اردو دوست شمس العلماء مولانا حکیم حبیب الرحمٰن خان اخوان زادہ کے خطوط بنام حضرت مولانا حافظ احمد عثمانی تھانوی سابق صدر شعبۂ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی حال پرنسپل دار العلوم اسلامیہ اشرف آباد شمس آباد الہ یار حیدر آباد۔ سندھ۔

(مرتبہ وحید قریشی ندوی)

بنام مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی

حکیم حبیب الرحمٰن روڈ ڈھاکہ

۴ شعبان المعظم ۱۳۵۳ھ

کما۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مزاج گرامی۔ مدتوں کے بعد تحریر احاضر خدمت ہو رہا ہوں معلوم ہے کہ آپ بہت مدیم المزحمت ہیں اس لئے کم سے کم الفاظ میں مافی الضمیر پیش کرتا ہوں۔

ڈھاکہ یونیورسٹی میں دینیات کے شعبہ کے صدر کی جگہ خالی ہے۔ مولانا مرحوم[1] شمس العلماء محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ جگہ مستقلاً پُر نہیں ہوئی۔ کام چلانے کے لئے عارضی طور پر لوگ رکھے گئے لیکن اب ارباب حل وعقد کا فیصلہ یہ ہوا کہ کسی کو ۵ برس کے لئے بشاہرہ ۲۵۰ (ڈھائی سو) رکھا جائے۔

آپ کے مشاغل ایک حد تک علم میں ہیں مگر بنگال اور خاص کر یونیورسٹی[2] کی دینی تعلیم کی بنا پر عرض ہے کہ اس عہدہ کو آپ قبول کریں شاید خداوند پاک اس سے یونیورسٹی کے سات سو مسلمان طلبا کو عمل اسلام کی طرف متوجہ فرمائے۔ بے عملی سے دین بلکہ بددینی کے دفعیہ کی کوئی تدبیر معروف مجمع علم وعمل سامنے رکھ دینا ہے۔ آپ کے تشریف لانے سے اگر ایک کافر ہونے والا بھی مسلمان ہو گیا تو اس کی جزا مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہے۔

---

[1] سابق صدر شعبۂ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی۔

[2] ڈھاکہ یونیورسٹی۔

سال بھر میں تعطیل بھی بہت زیادہ ہے اور ہفتہ بھر میں ۱۸ گھنٹے سے زیادہ تعلیمی گھنٹے نہیں ہیں اس لئے آپ کے دوسرے مشاغل میں بھی حرج کا زیادہ اندیشہ نہیں ہے۔

۸ اکتوبر کو یونیورسٹی بند ہو جائے گی۔ عید کے بعد تشریف آوری ہوگی اور کچھ دریافت فرمانا ہو تو بندہ حاضر ہے۔ والسلام

نیازمند
(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۲)

۲ اکتوبر ۳۹ء

حضرت مولانا المحترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بجواب گرامی نامہ معروض خدمت ہے۔

الف :۔ آپ سے متعلق صرف دینیات میں صحاح ستہ، ہدایہ، کشاف، بیضاوی مدارک، مؤطا اور اصول حدیث و تفسیر کی تعلیم ہوگی

ب :۔ مطبوعہ نصاب انگریزی میں ہے۔ جو صفحہ آپ سے متعلق ہے وہ نشان زدہ ہے اور الگ بھیجا جا رہا ہے۔

ج :۔ یونیورسٹی میں پنشن کا قاعدہ نہیں ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ ہے جس کا قاعدہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایک ماہ کی تنخواہ آپ یونیورسٹی کو دیں گے۔ یونیورسٹی اس مقدار کو اپنے پاس سے ڈبل (مضاعف) کرلے گی۔ اور آپ جب رخصت ہوں گے تو یہ رقم مع سود کے مل جائے گی، آپ کو اختیار ہے کہ سرے سے آپ اس فنڈ میں روپیہ ہی نہ دیں یا دیں اور سود نہ لیں۔ یہ بالکل اختیاری امر ہے۔

د :۔ ڈھاکہ کی آب و ہوا معتدل ہے، کوئی متعدی بیماری نہیں ہے۔ بنگال میں یہ جگہ آب و ہوا اور ہر حیثیت سے اچھی ہے

ہ :۔ یونیورسٹی کے صدر دینیات کو عامہ مسلمین اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ حضرت المرحوم مولانا ناظر حسین اور مولانا انور علی محدث رامپوری جیسے عالم ان جگہوں پر رہے ہیں۔ سرکاری مولوی اور غیر سرکاری مولوی تو حضرت! اپنے طرز عمل پر موقوف ہے اس میں نہ یونیورسٹی ماقصور ہے اور نہ عامۃ الناس کا۔ مسبوق الذکر حضرات کبھی سرکاری مولوی نہیں سمجھے گئے اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مغفور اس جگہ پر آنے سے پہلے بھی سرکاری مولوی سمجھے جاتے تھے تاہم ان کا بھی بلحاظ فضیلت بڑا اثر اور اقتدار تھا اور سارا ڈھاکا بلکہ بنگال ان کو مقتدا جانتا اور مانتا تھا اگرچہ اس کی وجہ اور بڑی وجہ حضرت[1] قبلہ کی خلافت تھی۔

و :۔ صدر دینیات کا کام سوائے تعلیم کے کچھ نہیں۔

ز :۔ جی ہاں[2] سمجھتے ہیں گو صاف اور آسان۔ اور اس کا تجربہ تو آپ کو بارہا ہو چکا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ۔

[2] مولانا عثمانی نے حکیم صاحب مرحوم سے بنگالی طالب علموں کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ کیا وہ اردو سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں حکیم صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ہاں سمجھتے ہیں۔

ح :- یونیورسٹی کو گورنمنٹ چار لاکھ سالانہ دیتی ہے۔ سو سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

ط :- لباس پوشاک کی قید نہیں ہے بیشک یونیورسٹی چاہتی ہے کہ صدر دینیات علمائے لباس میں ہوں۔ کوٹ پتلون نہ پہنیں اور ہیٹ نہ لگائیں اور اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو یونیورسٹی کو روکنے کی قوت بھی نہیں ہے۔

ی :- مکان شہر میں لینا ہوگا۔ شہر اور احاطہ یونیورسٹی متصل ہے۔ کیونکہ یونیورسٹی کے مکانات باپردہ نہیں ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو یونیورسٹی بھی مکان دے سکتی ہے مگر میں اس کو مناسب نہیں سمجھتا۔ میں پچیس روپیہ میں بہت عمدہ مکان لے سکتا ہے۔ اور اس سے کم پر بھی۔

یونیورسٹی میں سال بھر میں ۶۰، ۶۱ دن کی تعطیل ہے۔ اس میں بڑی تعطیل دو ہیں ایک پوجا کی تعطیل جو تقریباً ۴۰ یوم کی ہوتی ہے اور دوسری دسمبر میں ۹، ۸ دن کی قاعدہ مستمرہ یہ ہے کہ صدر دینیات کو ہفتہ میں زیادہ سے زیادہ ۱۸ گھنٹہ پڑھانا ہوتا ہے۔ اتوار کو بند ہوتا ہے اور صدر دینیات کے ذمے جمعہ کے دن کوئی سبق نہیں ہوتا ہے۔ یعنی ان کے لئے عملاً جمعہ کو بھی تعطیل ہے۔

مجھے امید ہے کہ کوئی امر اور دریافت طلب باقی نہیں رہا ہوگا۔ ہاں آپ اگر تشریف لائیں تو آپ کو ۷ نومبر کو آجانا چاہیئے۔ امید ہے کہ مزاج سامی بخیر ہوگا۔

میری صاف بیانی کو معاف فرمائیے گا اور ساتھ ہی بدخطی سے جو تکلیف ہوئی ہوگی اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ کثیر الاشغال ہوں اس لئے بھی ہاتھ روک کر لکھنا دشوار ہے۔

والسلام نیازمند

حکیم، حبیب الرحمٰن

(۳)

۹ رمضان المبارک۔ دوشنبہ

حضرت والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت نادم ہوں کہ آپ نے یاد دہانی فرمائی، بات یہ ہے کہ میں رمضان سے پہلے محموم[1] ہو گیا حتیٰ کہ ۳ روزے بھی قضا ہوئے اور ادھر ۶ اکتوبر سے یونیورسٹی بھی بند ہو گئی۔ صدر شعبۂ دینیات بھی نہ مل سکے اور اس طرح مجھے نادم ہونا پڑا۔ صدر صاحب[2] سے آج پھر بالتفصیل باتیں ہوئیں۔

یونیورسٹی ۲۰ نومبر کو کھلتی ہے مگر ابھی آپ کو تشریف لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ گذشتہ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے اخبارات میں اشتہار دیئے جائیں پھر جو درخواستیں آئیں ان پر جلسہ میں غور کیا جائے۔ آپ خاطر جمع فرمائیے۔ یہ سب ضابطہ کی کارروائی ہے یعنی آپ کو درخواست دینی نہیں ہوگی۔ غرضیکہ میں سمجھتا ہوں کہ دوسری جنوری ۴۰ء تک آپ تشریف لا سکیں گے، یعنی ہماری بدقسمتی

---

[1] مبتلائے بخار

[2] ڈاکٹر معظم حسین صدر شعبہ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی۔

سے شرف نیازمندی میں پھر بعد ہو گیا۔

صاحبزادہ[1] کے متعلق آپ کی تشریف آوری کے بعد سب مل کر سعی کریں گے۔ خدا چاہے گا تو کوئی صورت نکل سکتی ہے گریجویٹ ہونا ناممکن ہے۔

آنجناب اگر مشفق مولوی شمس الحق[2] صاحب کے مدرسہ میں قیام کرنا پسند فرماتے ہیں تو اس میں کسی کو عذر نہیں لیکن وہاں تو شاید جمعیت خاطر میں فرق ہوگا۔ اگرچہ اس طرح یہ نیازمند اتنا قریب ہوگا کہ گھر بیٹھے ہر وقت زیارت ہو سکے گی۔

سال بھر میں گرمی کی چھٹی اور پوجا کی چھٹی بڑی تعطیل ہے۔ ہر سال ۲ بار جا کر اپنے حضرت[3] کی زیارت کر سکتے ہیں۔ اجلادی ہو تو کلکتہ سے دبئی تک ہوائی جہاز سے جانا ممکن ہے اور کبھی ڈھاکہ سے بھی جہاز مل جاتا ہے۔

مجھے معذرت کرنے دیجیے کہ واقعی میری حماقت سے آپ کو تکلیف ہوئی مگر یقین فرمائیں کہ بہت حد تک معذوری بھی تھی۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں اگرچہ بے حد کمزور ہو گیا ہوں۔

والسلام

نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۴)

حکیم حبیب الرحمٰن روڈ

۲۰ رمضان المبارک

حضرت محترم مولانا المکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس شوخی و گستاخی کی معافی چاہتا ہوں کہ ابھی ایک خط ارسال کر چکا ہوں کہ پھر بدزبانی سرائی کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور پھر رمضان المبارک میں جبکہ اعمال خیر خصوصاً تلاوت کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ مگر چونکہ اس دن خط لکھنے کے بعد ایک امر کا خیال دماغ میں آ گیا ہے۔ اب جب تک نہ اسے قلم کے ذریعہ ظاہر کروں خلجان دماغی میں مبتلا رہوں گا، اس لئے مجبوری لکھنا پڑا۔

بات صرف اتنی ہے کہ کتب مروجہ (حدیث) میں جو ابواب ہیں ان کو علی حالہا موجود رکھ کر کچھ ابواب کا اضافہ ہونا چاہیے زمانہ کے اقتضاءات نئی صورتیں نکل آئی ہیں اور نئے سوالات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ میں ۲۵ برس سے ان سے الگ ہوں۔ پھر بھی

---

[1] مولانا عمر احمد عثمانی تھانوی ان دنوں وہیل مسجد فتح پوری میں لازم تھے۔ مولانا عثمانی ان کو بھی ساتھ لانا چاہتے تھے۔ مولانا عمر احمد ان دنوں گورنمنٹ کالج کراچی میں لکچرر ہیں ابھی حال میں قومی تعمیر نو کے محکمے نے ان کی خدمات کالج سے مستعار لی ہیں۔

[2] مولانا شمس الحق فریدپوری (حال پرنسپل جامعہ قرآنیہ لال باغ۔ ڈھاکہ) نے ان دنوں بڑا کٹرہ چوک بازار میں مدرسہ اشرفیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو حکیم حبیب الرحمٰن مرحوم کے گھر کے سامنے تھا۔

[3] حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ۔

قیاساً ایسا سمجھتا ہوں کہ کچھ نئے ابواب کی ضرورت ہے، مثلاً حضرت نے ابوداؤد کی حدیث سے بیعت مرّوجہ (اصلاح نفس) پر استدلال فرمایا ہے، حالانکہ یہ مفہوم جو حضرت کے بیان سے سمجھ میں آیا ہے۔ ترجمۃ الباب سے سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ شاید میں نے مثال دینے میں غلطی کی ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت کے رسائل کو ایک بار اس نیت سے کوئی پڑھ کر نشان لگاتا جائے تو بہت سے نئے ابواب پیدا ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح ہمارے اکابر کے دورہ کی تقریریں بھی اگر سامنے رکھ لیں تو مجھے یقین کامل ہے کہ کچھ نئے ابواب کا اضافہ ہو جائیگا اور اس طرح ایک بڑی ضرورت کا حل نکل آئے گا۔

خدا جانے میں اپنا مطلب ادا کر سکا یا نہیں!

حضرت خیال فرمائیے گا کہ میں سب امور میں دیوبندی ہوں۔ مگر زبان میں نہیں، اس لئے میری تحریر کی خامیوں پر نگاہ نہ رہے تو اچھا ہے۔ والسلام

نیازمند
حکیم، حبیب الرحمٰن

(۵)

۲۶ نومبر ۳۹ء

حضرت محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں ذرا ذرا وقفہ کے ساتھ بیمار پڑ رہا ہوں۔ اس لئے کاموں کا بھی حرج ہو رہا ہے اور بہت سے ضروری خطوں کے جواب میں بھی غفلت ہو رہی ہے۔

صدر شعبۂ اسلامیات نے جناب کو تار کر دیا ہے، اگر خداوند قدوس نے یہاں کے مسلمانوں کو مسلمان رکھنا پسند فرمایا تو انشاء اللہ جناب یکم جنوری تک آجائیں گے، بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ تحریر کی جائیں تو واقعات پر روشنی تو پڑ سکتی ہے لیکن پھر بھی بہت سے گوشے اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ادھر جب کبھی آپ کو خط لکھتا ہوں محترمی مولوی شمس الحق صاحب کو دکھا لیتا ہوں اور بعد مشورہ لکھتا ہوں کہ وہ آپ کے معتمد علیہ بھی ہیں اور میں بھی اُن پر اعتماد کرتا ہوں۔ اب جناب ایک تکلیف اور فرمائیے، ایک عبارت اپنے قلم سے صدر شعبۂ اسلامیات کو مخاطب کر کے لکھیے جس میں دفعہ وار حسب ذیل امور کی تصریح کر دیں۔ اسی پر چہ تحریر پر حکمنامہ ثبت ہوگا یہ تحریر میرے نام جلد از جلد بھجوا دیجئے۔

۱ عمر:۔ یہ خانہ خالی چھوڑ دیجئے، یہ میرے اور مولوی صاحب موصوف کے ذمہ ہے

۲ تحصیل کمال:۔ کہاں کہاں تحصیل فرمائی؟ کب فارغ ہوئے؟

۳ شغل تدریس:۔ کہاں کہاں اور کب تک شغل درس رہا اور کس حیثیت سے؟

۴ تصانیف:۔ بقید فن و زبان

۵ علمی رشتہ:۔ اساتذہ کی خدمت

۶ مطالبہ:۔ اقلاً ۳۰۰ ماہوار

چونکہ فنڈ میں گنجائش ہے اس لئے اڑھائی سو کی جگہ ۳۰۰ کیا گیا ہے۔ کوشش ہوگی کہ اس پر کمیٹی کو راضی کیا جائے اور نا ممکن ہوا تو سابقہ ۲۵۰ تو موجود ہے۔

اب خداوند تعالےٰ آپ کو خیریت سے لائیں تو بالمشافہ عرض کروں گا، مختصراً یہ عرض ہے کہ میں ترجمۃ الباب یا ابواب و تبویب کو شرعی نہیں سمجھتا، ضرورت ایسی تبویب پیدا کرتی ہے۔

یونیورسٹی سالانہ ۷۰۰ روپیہ صرف عربی کتابوں کے لئے دیتی ہے، آپ اپنی ضرورت کی کتابیں تجویز فرمائیں تاکہ پہلے سے منگوائی جائیں مگر یہ ضرور ارقام فرمائیں۔

دعائے خیر کا طالب ہوں۔ والسلام نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۶)

۷ دسمبر ۳۹ء

حضرت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نوازش نامہ مل گیا اور بروقت ملا۔ ۶/۱۲ کو ایکین یونیورسٹی کی میٹنگ تھی۔ یہ فیصلہ ہوا کہ مولانا کو ۳۰۰/- پر پانچ سال کے لئے بلایا جائے اور آجکل میں حسب دستور و منشائے قانون ایک اشتہار دیا جائے، جو درخواستیں آئیں گی سب پر جنوری کے پہلے ہفتہ میں غور ہوگا اور انشاء اللہ آپ دوسرے ہفتہ تک تشریف لے آئیں گے۔

سرکاری کاموں میں کامیابی ایک عجیب و غریب لوہ کنی ہے۔ اللہ پاک نے اب تک کامیاب فرمایا ہے تو جو کچھ رہا ہے اس میں بھی ضرور کامیابی ہوگی۔

روئداد کی مولوی شمس الحق صاحب کو خبر نہیں دے سکا کہ ان کو بار بار بلانا مجھ پر بار ہوتا ہے اور میں عید کے دوسرے دن سے ذی فرش ہوں۔ دونوں پاؤں کے پنجوں کو وجع المفاصل نے پکڑ لیا تھا۔ اب اچھا ہو رہا ہوں انشاء اللہ لیکن اس قابل نہیں کہ مطب تک جاؤں۔ ساتھ بے حد کمزور ہو گیا ہوں۔

مولوی حامیوں کی عیادت کم کرتے ہیں۔ آجائیں گے تو ان سے کہہ دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ ان کو بھی مسرت قلبی ہوگی میں نے ان کو اس لئے نہیں بلایا کہ بیچارے کمزور اور مصروف شخص ہیں بار بار بلانے سے حرج ہوتا ہے۔

مولانا میرے لئے دعا فرمائیے، ان دنوں بوجہ علالت سارے معمولات ترک ہیں۔ سخت خلجان دماغی و قلبی میں مبتلا ہوں۔ اس ابتلاء سے اللہ پاک نجات دیں۔ ارذل عمر کی غفلت اس لئے بری ہے کہ تلافی نہیں ہو سکتی۔

آپ کے خط کو میں نے جی بھر کے نہیں پڑھا۔ اور سید صاحب کو بھیج دیا کہ جلسہ کا وقت قریب تھا۔ اب آج ان سے منگوا کر دوبارہ پڑھوں گا اور مستفید ہوں گا۔ والسلام نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۷)

۱۵ دسمبر ۲۹ء

حضرت والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل نوازش نامہ سے سرفراز ہوا۔ الحمد للہ آپ کی دعا کی برکت سے اچھا ہو رہا ہوں پرسوں ذرا گھر سے نکلا بھی تھا۔
ڈاکٹر سید معظم حسین صاحب کو مرسلہ فہرست دے دی گئی، انھوں نے فرمایا کہ اکثر کتابیں موجود ہیں اور جو نہیں ہیں منگوالی جائیں گی۔
جی ہاں، اول مرتبہ آنے کا اور آخیر مرتبہ جانے کا کرایہ یونیورسٹی دے گی اور اس پانچ سال کے اندر جب جب آپ آئیں گے، جائیں گے اپنے خرچہ سے۔

وسط جنوری میں میٹنگ ہے، پاس ہوتے ہی آپ کو سرکاری ذریعہ سے تار یا خط جائے گا اور وہی تقرر نامہ ہوگا۔
مولوی شمس الحق صاحب اکثر بیمار رہتے ہیں، مگر ادھر ان کو میں نے اچھا ہی دیکھا ہے۔ میں نے اُن کی شکایت نہیں کی تھی بلکہ اس طبقہ سے متعلق بیان واقعہ ہے اور حضرت! یہ ناکارۂ خلائق ہرگز اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا ہے کہ لوگ کسی مقصد کے پیش نظر اوس کے یہاں آئیں جائیں۔ میں بلا پروائے نومۃ لائم جس کو حق سمجھتا ہوں کرتا ہوں اور اس پر نہ صلہ کی خواہش ہے اور نہ کسی کی شکایت سے رنجیدہ ہوتا ہوں اگر میری تحریر سے غیبت یا شکایت کا شائبہ نکلتا ہے اور ضرور نکلتا ہوگا تو انشاء اللہ میں ان سے معافی چاہوں گا، مگر اس طبقہ کی اس عادت کی اصلاح کی ضرورت ہے اور اس رائے پر سختی کے ساتھ قائم ہوں۔

جی ہاں، خانہ عمر بہ حساب قمری پُر کر دیا ہے، بات یہ ہے کہ یہ تقرر آپ کا صرف ۵ برس کے لئے ہے۔ یونیورسٹی ۵۵ سال میں قابل رخصت سمجھتی ہے، لیکن قویٰ اگر درست ہوں تو ۶۰ تک مہلت ملتی ہے کون جانتا ہے کہ کل کیا ضرورت پیش آئے گی یہ ساری پیش بندی اس کی ہے۔ مولانا! اب صرف اپنے بارے میں ایک اشارہ کرتا ہوں میں کئی برسوں سے حزب البحر پڑھتا ہوں، شاہ سید سلیمان صاحب پھلواری مولانا محمد اسحاق مرحوم اور حضرت حاجی محمد شفیع مرحوم کی طرف سے مجاز ہوں مگر زکوٰۃ میں نے سید صاحب کے طریقے سے دیا ہے۔ اب کے اس بیماری میں حزب البحر پورا زمانہ علالت نہ پڑھ سکا اور یہ اتفاق کئی برسوں کے بعد ہوا ہے۔ اب فرمائیے اس کے قضا کی کیا صورت ہے؟ آیا آئندہ صفر میں اعتکاف کر کے پھر سے شروع کر دوں صبح و عصر کے بعد پڑھتا تھا، کیا ایک ادا اور ایک قضا کے لئے ۲، ۲ بار پڑھوں یا بالکل ہی چھوڑ دوں۔ غور فرما کر جواب دیجئے اور چونکہ یہ جواب طلب بالکل میری ذات کے لئے ہے اس لئے ٹکٹ بھی رکھ دیا ہے۔ بُرا نہ مانیئے گا۔

والسلام نیاز مند۔

(حکیم) حبیب الرحمٰن

بنام مولانا محمد نعیم الحق آزاد

میرے جد حضرت شیخ الشیوخ صوفی مولانا علامہ مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم ہندوستان کے ان مشاہیر ادباء میں ہیں کہ جنہوں نے قوم و وطن کی خدمت میں ادب کی بھی خدمت بہت کی مگر بعد کے نامساعد مالی حالات اور دیگر ہندو مسلم کشیدگی نے ان کی ادبی خدمات کو پروان نہ چڑھنے دیا۔ یہ سارے خطوط اور اُن کا عکس اردو ادب کے فروغ اور اس کی بدیع المثال تحقیق زبان کے سلسلہ میں ان کو موصول ہوئے اُن کا زمانہ داغ و امیر کا ہے۔ (محمد آصف الحق)

غالب[1]

پیر و مرشد۔ کیا حکم ہوتا ہے۔ احمق بن کر چپ رہوں یا جواز روئے کشف مجھ پر حملے ہوا ہے وہ کہوں۔ اول رجب میں نوازش نامہ آپ نے کب بھیجا۔ آخر میرے پاس پہنچ ہی گیا۔ یہ جواب بھیجا۔ اگر روانہ ہوا ہوتا تو وہ بھی پہنچ گیا ہوتا۔ بہرحال محبت کی گرمی ہنگامی ہے۔ یہ جملہ محض اُدائش عنوان نامہ ہے۔ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است پندارد ں گا۔ اجرائے پنشن اور اہل شہر کے آبادی مسکن یہاں۔ اس صورت پر نہیں ہے۔ جیسی اور کہیں ہے۔ اور جگہ ریاستی کے منجملہ ضروریات ریاست ہی یہاں قہر الٰہی ہے منشائے تباہی ہے۔ خاص میرے پنشن کے باب میں گورنمنٹ سے رپورٹ طلب ہوئی ہے۔ ابتدائے روز کار حیران ہیں کہ یہ بھی ایک بات عجب ہوئی ہے۔ رپورٹ کی روانگی کی دیر ہے۔ چند روز اور یہی قسمت کا پھیر ہے۔ دلی علاقہ لفٹنٹ گورنر سے انتظام پا گئی اور احاطہ پنجاب کے تحت حکومت آ گئی۔ رپورٹ یہاں سے لاہور اور لاہور سے کلکتہ جائے گی اور اس طرح پھیر کھا کر نوید حکم منظوری آئے گی۔ فعل لازمی کو جب متعدی کیا چاہے تو پہلی مضارع میں سے مصدر بنا لینا چاہیے۔ گشتن مصدر اصلی۔ گردد مضارع گردیدن مصدر۔ مضارع گرداندن و گردانیدن۔ مصدر متعدی موافق اس قاعدہ کے کردن کا متعدد کناندن و کنانیدن ہے نہ کراندن۔ کراندن تو کرانی کی فارسی ہے۔ جیسے چلنے کی فارسی چلیدن اور یہ شوخی طبع و ظرافت ہے۔ نہ اس میں متانت ہے نہ لطافت ہے۔ کراندن غلط اور کنانیدن صحیح و گشتاندن اور رستن کو رستاندن نہ کہیں گے بلکہ گردیدن و روئیدن۔ بنا کر

---

[1] یہ خطوط ہمیں جناب محمد آصف الحق صاحب شمیم نے مرحمت فرمائے ہیں۔ ان میں بعض بڑے قیمتی خطوط ہیں لیکن ان میں چند ایک مطبوعہ ہیں مثلاً غالب کا یہ خط، اسی طرح امیر مینائی کے بھی دو تین خطوط (ادارہ)

در دیاندن لکھیں گے۔ بلغار کے کلام میں کردن کا متعدی شاید کہیں نہ آیا ہو اگر آیا ہوگا تو کنانیدن آیا ہوگا۔ کراندن ٹکسال باہر ہے۔ ۱۲۔ تذکیر و تانیث کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دہی۔ بعض کہتے ہیں۔ وہی اچھا بعض کہتے ہیں دہی اچھی۔ قلم کو کوئی کہتا ہے۔ قلم ٹوٹ گیا ہے کوئی کہتا ہے قلم ٹوٹ گئی ہے۔ فقیر وہی کو مذکر بولتا ہے اور قلم کو بھی مذکر جانتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس شنگرف بھی مذبذب ہے۔ کوئی کہتا ہے قلم اچھا ہے۔ قلم اچھی ہے۔ فقیر قلم کو اچھا ہی لکھوائے گا۔ و نیز شنگرف کو کوئی مذکر اور کوئی مونث کہتا ہے۔ میں تو شنگرف کو مونث کہوں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس نجیدان کے نزدیک کردن کا متعدی کنانیدن ہے اور شنگرف مونث ۱۲۔ خداوند آئین بندہ پرور ہے۔ بھول نہ جاوے کاہ بہ کاہ نامہ و پیام بھیجتی رہو۔ کیا میں یہ نہیں لکھ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھیجے اور آپ نے ایک کا جواب نہیں لکھا۔ ہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ آج صبح کو آپ کا خط آیا اور پڑھا۔ ادھر جواب لکھا۔ سچ یوں ہے کہ ڈاک میں اکثر خطوط تلف ہوتے ہیں۔ بیرنگ پر ضائع ہونے کا گمان کم ہے۔ اس واسطے کاہلی اور باقی میں ہوتا ہوں۔ یہ خط بیرنگ میں بھیجتا ہوں۔ آپ بھی جب کبھی بفرض محال خط بھیجئے تو بیرنگ بھیجئے۔ زیادہ حد ادب۔

عرضداشت۔ غالب نگاشتہ چہار شنبہ سیوم شعبان دہم مارچ سال حال ۱۲۔

(۲)

بندہ پرور آج میں نے وہ انگریزی عرضی روانہ کر دی اور صبح کو آپ کا کہا۔ مسودہ اور میرے محسن کا رقعہ آپ کے نام کا مجھ کو دے گیا۔

اس عنایت کی شکر میں کیا خدمت بجا لاتا۔ بار بجائے ایک رباعی[1] بھیجتا ہوں اس کو آپ پڑھ کر اور سلف اٹھا کر راجہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیجئے۔

امید بر تشدید میم و تخفیف میم دونوں طرح مستعمل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جناب ممدوح اس کو زحاف سمجھیں۔ پہلے اور دوسرے مصرع میں بہ تخفیف میم ہے اور تیسرے مصرع کا میم مشدد ہے۔ غالب

فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی

بنام مولانا مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم شیخپوری بلیاوی (یوپی بھارت)

مہربان من۔ تمہارا خط ملا۔ میں بفضلہ خیریت سے ہوں۔ تمہارے حسب تحریر اپنی کیفیت لکھ کر بھیجتا۔ مہتاب داغ مہینے سوا مہینے میں چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس کا انتخاب بھی داخل تذکرہ کرنا۔ اس کی رسید جلدی بھجوا دینا۔ کمال مدیم الفرصت ہوں اس واسطے جواب میں تاخیر ہوئی۔ زیادہ خیریت ہے۔

---

[1] افسوس اور صد افسوس کہ وہ رباعی کل سے پرانے مسودوں میں تلاش کر رہا ہوں، مگر دستیاب نہ ہوئی۔ کوشش جاری ہے۔ مگر یہ حضرت غالب کے خط کی صحیح نقل ہے جو کہ بعینہٖ ارسال ہے۔

میری پیدائش خاص شہر دہلی چاندنی چوک کی ہے جو دل کا بھی دل ہے۔ تاریخ ولادت دوازدہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء، موافق ۱۵ جیٹھ سمت ۱۸۸۸ بکرمی ہے۔ نام نواب مرزا خاں خطاب عطائے شاہ دہلی ہے والد کا نام نواب شمس الدین احمد خاں انا اللہ برہانہ ہے۔ میرے خاندان آبائی کا سلسلہ حضرت خواجہ احمد یسوی ترک علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔ جب میری تسمیہ خوانی ہوئی تو مولوی آخوند یار محمد ولایتی جو آخوند شیر محمد کے خواہر زادہ تھے، ان سے قرآن شریف پڑھا۔ اور چھ برس کے سن میں کلام مجید ختم کیا۔ جب استاد کا انتقال ہوگیا تو مولوی میر احمد حسین خلف میر غلام حسین شکیبا اور مولوی فخر الدین اور مولوی غیاث الدین صاحب غیاث اللغات اور مولوی سدید الدین خاں خلف اکبر مولوی محمد رشید الدین سے فارسی کی تکمیل کی اور خط نستعلیق کی مشق مرزا عباد اللہ بیگ خوشنویس شاگرد رشید محمد امیر پنجہ کش سے حاصل کی بلکہ گاہ گاہ خود میر صاحب حضور سے بھی اصلاح لیتا رہا۔ بعدہٗ فن سپاہگری کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ بندوق کا لگانا، تلوار کا لگانا۔ مرزا محمد سلطان فتح الملک شاہ ولیعہد بہادر گورگانی نور اللہ مرقدہٗ سے حاصل کیا۔ گھوڑے کی سواری سجن خاں۔ بندو خاں، چابک سواران شاہی سے حاصل کی۔ فن یکہ بھی مرزا عباد اللہ بیگ سے حاصل کیا۔ اور فن پھینکتی علی مدمرزا سنگی بیگ شاگرد میر حامد علی مرحوم سے حاصل کیا۔ بارہ برس کے سن تک یہ سب سبز حاصل ہوگئے تھے بعدہٗ شعر و سخن کی طرف طبیعت راغب ہوئی خاقانی ہند سلطان الشعراء علامہ صوفی اجل شیخ ابراہیم ذوق نور اللہ مرقدہٗ کا شاگرد ہوا۔ غدر سے دو سال پیشتر استاد ذوق کا انتقال ہوا۔ ان کے سامنے ایک دیوان مکمل ہوگیا تھا وہ غدر میں تلف ہوا۔ کچھ کچھ شعر اس تصنیف کے جو یاد تھے وہ جستہ جستہ گلزار داغ میں لکھے گئے۔ ورنہ گلزار داغ و آفتاب داغ و فریاد داغ یہ سب کتابیں بمقام رام پور تصنیف کی گئیں۔

بعد غدر کے نواب فردوس مکاں محمد یوسف علی خاں بہادر والی رام پور نے مجھے بہ توقیر بلایا اور نہایت مہمان نوازی فرمائی۔ من بعد خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر نے اپنے پاس ملازم اس طرح باعزاز و اکرام رکھا کہ محسود ہوگیا۔ چونکہ نواب خلد آشیاں کا مولد دہلی تھا بچپن سے ان سے ملاقات تھی۔ اکثر بھائی کہہ کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اور کام کارخانوں کا اور عہدہ مصاحبت کا میرے متعلق تھا۔ جب نواب کلب علی خاں بہادر نے رحلت کی تو میں رام پور نہ تھا۔ حکیم محمود خاں مرحوم کے لینے کو دلی آیا تھا۔ ان کے بعد رئیس دریاست کا رنگ نواب عرش آشیاں محمد مشتاق علی خاں بہادر کے زمانے میں پلٹا چونکہ میرے پاس کارخانوں کا کام تھا اور علاوہ حساب و کتاب کے لاکھوں روپیہ کی تحویل تھی۔ بعونہٖ سب حساب و تحویل چار مہینے میں سمجھا کر بحالت بیماری رخصت لے کر دلی آیا اور پھر بہ سبب مخالفت و ناموافقت آب و ہوا مستعفی ہوگیا پھر دکن کا ارادہ کیا چونکہ اقبال یاور تھا۔ حیدر آباد پہنچ کر مورد الطاف سلطان دکن دام اقبالہٗ و خلد اللہ ملکہ ایسا ہوا کہ یوم ورود حیدر آباد سے چار برس کی تنخواہ چڑھی ہوئی ملی اور شرف استادی سلطان دکن حاصل کیا۔ دکن میں پہنچ کر تیسرا دیوان موسوم بہ مہتاب داغ مرتب ہوا اور چھپ کر تیار ہوا۔

فقط راقم

داغ دہلوی

۱۹ ستمبر ۱۸۹۷ء

امیر احمد امیر مینائی

بنام خاکپائے استاد احقر العباد - بندۂ عجز نہاد محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم شیخ پوری -

مجی! غزلیں آئیں - بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں - انشاء اللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے - خدا عمر میں برکت دے - رشک مرحوم نے کس کتاب میں تانیث و تذکیر حروف تہجی کا ذکر کیا ہے - اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھیے اور اگر آپ کے پاس ہو تو چند روز کو مستعار مجھے دے دیجئے - میرے نزدیک یہ ضرور مذکر ہے - اور میں نے مذکر ہی کہا ہے - سن بمعنی سال کہیں نہیں مل سکتا فارسی میں بہت تلاش کیا - کوئی سند قابل اعتبار نثر کی ان معنی میں نہ ہے - اردو میں بغیر ترکیب میں اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے محققین اس کی جگہ سال کہتے ہیں - مرزم دیدہ مذکر ہے -

واپسی کا غذ پہ امیر اللغات کے حصۂ اول کی قیمت سات روپے اور دیسی کاغذ پر چھ روپے ہے - ایسا کہ غزلوں اور خط کی رسید سے مطمئن کیجئے -

داغ کی کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے - ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں -

امیر فقیر - ۱۴ نومبر ۱۸۹۱ء

از ریاست رامپور

(۲)

مجی - سلام مسنون - مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب کے آیا ممنون و مسرور کیا - غزلیں دیکھ کر بھیجی جاتی ہیں - یہ بات دریافت ہونے سے بہت ہی خوش ہوا کہ آپ تذکرہ شعرا موسوم بہ چشمہ خضر لکھ رہے ہیں - خداوند تعالیٰ اس کو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے - اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جا رہی ہے - اس میں کسی قدر میرا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے - میں حسب فرمائش آپ کے اس سے نقل کرا کے متعاقب بھیجوں گا - فرصت ہوتی نہیں کہ چشمہ خضر کی تاریخ کہوں - اگر موقعہ ملے گا اور موانع مرتفع ہوں گے تو ذکر کرنے میں دریغ نہ ہوگا - فقط -

امیر فقیر

۹ دسمبر ۱۸۹۱ء

(۳)

۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء محب دلنواز - سلام شوق

محبت نامہ آیا - تاریخیں دیکھیں - زبردست بیانات کی صنعت میں کیا بے مثل تاریخ کہی ہے - بارک اللہ فی عمرکم - میرا کسی قدر

سلہ ریاست رامپور میں نواب بہادر کلب علی خاں صاحب کے استاد جناب امیر احمد صاحب مینائی مرحوم تھے کہ جن سے میرے جد مرحوم بالا اصلاح لیتے اور استفادہ کرتے - مگر میرے جد نے ایک مسئلہ پر جو کہ قاعدہ ادب اردو صنعت شاعری سے متعلق تھا - اعتراض کیا - اس کے جواب میں یہ خط وہاں سے بھیجا گیا -

ذکر ایک دوست نے ایک تذکرہ میں لکھا ہے۔ میں نے دفتر میں کہہ دیا ہے۔ اس کی نقل آپ کو پہنچے گی۔ لکھنے والے نے بطور خود متعلق عبارت میں لکھا ہے۔ آپ اپنی الگ عبارت میں لکھئے گا۔ مطالب اس سے مل جائیں گے۔ جدید کلام اسی کو سمجھئے۔ جو پیام یار میں چھپتا ہے۔ نئی غزلیں گلدستوں سے بچنے کہاں پاتی ہیں۔ جہاں غزل کہتا ہوں وہیں طرح ہو جاتی ہے۔ رباعیاں مدت سے کہنے کا اتفاق نہیں۔ مراۃ الغیب دیوان مطبوعہ سے کوئی رباعی لے لیجئے۔

منشی مظفر علی صاحب اسیر مرحوم نے ۷۶ برس تین مہینے تیرہ دن کی عمر پائی ۱۷ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ کو رحلت فرمائی۔ مذہب اُن کا امامیہ تھا۔ تصنیفات کی تعداد لکھ دینا تو آسان ہے۔ مگر سب کے نام لکھنے کی فرصت کہاں۔ میں نے حسب فرمائش ریاست ایک تذکرہ لکھا تھا۔ انتخاب یادگار اُس کا نام ہے۔ افسوس ہے کہ میرے پاس کوئی نسخہ نہیں رہا۔ ورنہ اس سے آپ کو بہت مدد ملتی۔ ایک شخص کے پاس ہے۔ وہ قیمت بہت مانگتے ہیں۔ اگر آپ خریداری کریں تو گفتگو کی جائے۔ بے شک یہ تذکرہ آپ کو کام بہت دے گا۔ کلام آپ کا دیکھ لیا۔ مصحفی مرحوم کے استاد کا نام خوب تحقیق کو تو نہیں پہنچا۔ مگر غالباً آنی ہی کے شاگرد تھے۔ مجھ سے آپ میرے تلامذہ کی تعداد کیا دریافت فرماتے ہیں۔ میں نے کبھی اُن کے اسما ضبط نہیں کئے۔ ایک زمانہ میں میرے فرزند اکبر محمد احمد قمر نے کچھ نام لکھے تھے۔ یاد پڑتا ہے کہ سو سے زیادہ تھے۔ اُس کے بعد سیکڑوں اور ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور زندگی باقی ہے تو ہوتے جائیں گے۔ اُن سب کی فہرست تیار ہونا محال ہے۔ پہلے سے التزام کیا جاتا تو البتہ ممکن تھا۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ چند نامی شاگرد مثل ریاض وآہ وفدا وخلیل وجلیل وعابد وسرشار مولف فسانہ آزاد وغیرہ کے نام اور پتے لکھ دیجئے اور باعتبار تعداد کے یہ لکھئے کہ بیشمار ہیں۔ اُمرا میں اوّل درجے نواب خلد آشیاں اور موجودہ میں نواب صفدر علی خاں اور احمد حسین خاں تعلقدار پرگنوں ہیں۔ آخر میں اتنا لکھنا ضرور ہے کہ آپ اپنے تذکرے سے دو جزو مرتب شدہ نقل کرا کے بھیجئے تاکہ معلوم ہو کہ آپ نے کن کن طبقات کو لیا ہے اور کس رنگ پر لکھا ہے۔ جب تک حسن تالیف معلوم نہ ہو۔ عدد دینے کا شوق بڑھ نہیں سکتا۔

امیر فقیر

۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء

(۴)

مجتبیٰ۔ زاد لطفکم۔ سلام مسنون۔ سیر خلوت کے بھیجنے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں جب انکار و آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھ کر معاف فرمائیے آپ کی غزل اگر پہنچی ہوگی۔ تو اصلاح کے بستے میں رکھی ہوگی۔ مجھے اب تک اوس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی جب مگھیں کے چھپنے کا وقت آئے گا دیکھ کر بھیج دی جائے گی۔ میں نے تو اب یہی مشرب اختیار کر لیا ہے کہ آئی اور آئے گئیں اور گئے سب میں دُہری دے، خیال کیا جائے اور ۲۰ عدد لیے جائیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ آئے میں ۱۰ عدد اور آئی میں ۲۰ عدد شمار کیے جائیں۔ مگر اب بعض وجوہ سے یائے معروف اور یائے مجہول دونوں کے ۲۰ عدد قرار دیے گئے ہیں۔ اگر آپ کو صنف شاعری میں یہ مشرب پسند آئے تو آپ بھی اختیار کیجئے۔ اور جاں نے آئی میں ۱۰ عدد نہیں لیے ہیں۔ بلکہ ۲۰ عدد لیے ہیں۔ البتہ بوئی میں (ی) نہیں لکھی ہے (واؤ) کو اضافت دی ہے

چنانچہ دیوان میں بھی بغیر ردی کے چھپوایا ہے۔ اور افادہ تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہے۔ مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا۔
نیاز مند ممتاز علی آہ تسلیم عرض کرتا ہے۔

امیر فقیر۔ دفتر امیر اللغات
رام پور اسٹیٹ ۲۱ اپریل ۱۹۰۳ء

حکیم برہم

محترمی تسلیم۔ آپ کے قطعات ریاض الاخبار میں درج ہوئے ہیں اور سب قابل تعریف ہیں۔ دو آخری تاریخیں درج نہیں ہوئی ہیں۔ ایک تو اس لیے کہ داغ دہلی والی تاریخ گئی شاعروں کے نام سے اخباروں میں نکل چکی ہے۔ دوسری اب درج ہوگی۔ ریاض الاخبار میں یہ سلسلہ قائم رکھا ہے۔ اس لئے فتنہ میں درج نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فتنہ کو ماتم کدہ نہیں بنانا۔ اور آپ لوگ جتنا داغ کو بڑھا رہے ہیں۔

میں اس کے خلاف ہوں۔ ایک صاحب تذکرہ نے آپ کے اور جناب آسی عم فیضہم کے حالات مجھ سے مانگے ہیں۔ وہ درج تذکرہ کریں گے۔ اس لیے آپ بہت جلد حالات لکھ کر بھیج دیں تاخیر نہ ہو۔ فتنہ کے لیے نظم و نثر آنا چاہیے۔

۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء

خادم حکیم برہم
جواب کا طالب

تاریخ فتنہ ——— از تصنیف کردہ مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد شیخوپوری مرحوم

۱۔ رنگیلے فتنہ کی یاروں کو کچھ خبر بھی ہے!
یہی حسینوں کا دل ہے یہی جگر بھی ہے

۲۔ پری وشوں نے رکھا گل سمجھ کے محرم میں
یہ پردہ دار بھی ہے اور پردہ ور بھی ہے

۳۔ یہ فتنہ وہ ہے جو چھپتا نہیں ہے محرم میں
ہزار تہ میں ہے پر شوخ جلوہ گر بھی ہے

۴۔ کسی کے دستِ نگاریں کا ہے یہ دُرِ دِرخشاں
کسی کا چور کسی کا یہ نامہ بر بھی ہے

۵۔ یہی تو ہے کف رنگیں یہی ہے رنگِ حنا
یہی ہے چاندنی چھٹکی یہی فسردہ بھی ہے

۶۔ کبھی حسینوں کا رنگِ شباب بھی ہے یہی
کبھی حسینوں کی اک شوخیٔ نظر بھی ہے

۷۔ یہ عطر فتنہ و فتنہ نہ کیوں قیامت ہوں
اک ان میں فتنہ نما صاحبِ نظر بھی ہے

۸۔ ریاض ہی تھے بہت اور اک بڑھے برہم
نہ زور کیوں بڑھے اب دل بھی ہے جگر بھی ہے

۹۔ یہی ہے جان بھی میری یہی ہے رُوح مری
اسی کا لطف تو آزاد میرے سر بھی ہے

۲۹۱

۱۰۔ غضب کا سن ہے کوئی دیکھ لے ملا کے نگہ

۱۹۱۲

چھپا ہوا انہیں فسانوں میں فتنہ گر بھی ہے

سنہ ۱۹۰۳ء

متفرق خطوط

عطیہ سلیم تمنائی

دکن رسیں میں اُردو نے سب سے پہلے ادبی روپ اختیار کیا تھا۔ صوفیوں، بہمنی اور عادل شاہی بادشاہوں کے ہاتھوں یہ زبان گھر گھر پہنچی — عروس البلاد میسور بھلا اس سے کب محروم رہتا۔ خواجہ سید شاہ صدرالدین قادریؒ حضرت سید شاہ محی الدین پاشا قادریؒ جیسے صوفی بزرگوں نے اس کی یہاں شمع جلائی۔ فتح علی سلطان ٹیپوؒ ان اردو کے دیوں کے لیے تیل ثابت ہوئے اور اب روشنی دو چند ہوئی اور یہاں سے باقاعدہ میسور میں اردو ادب کی رنگین کڑیاں ہمیں مل جاتی ہیں۔ دربار کی زبان فارسی ضرور رہی مگر عوام نے دکنی اردو کو ہی اپنایا۔ مشائخین عظام سے شادی بیاہ کی غیر اسلامی رسمیں ختم کرنے کے لیے رسالے لکھوائے جس میں اردو نظمیں بھی تھیں تاکہ وہ اس خوشی کے موقع پر پڑھی یا گائی جائیں۔ پھر فتح المجاہدین جیسی کتاب زین العابدین شوستری سے لکھوائی، نثر فارسی میں ہے مگر اکثر گیت اردو زبان میں ہیں۔

لالہ مہتاب رائے بہتت کی صاف ستھری زبان اور شگفتہ کلام دستیاب ہوا ہے۔ حسن علی عزت کی علم موسیقی سے متعلق کتاب بھی مشہور ہوئی "نشانِ حیدری اور تذکرۃ البلاد والحکام (فارسی) کے مصنف نے سلطان ٹیپو کی شہادت پر اردو میں مرثیہ لکھا۔ پھر "تجنیس اللغات" اور "بحر فطرت" جیسی منظوم و نثری اُردو کتابیں میسور کتب خانے میں مکمل آئیں۔ جس کی تفصیل میں نے اپنے مضمون "میسور میں اردو" مطبوعہ "سب رس" حیدرآباد میں دی ہے۔

قاضی غلام احمد اور اختر شیرانی نے اُردو میں فقہ کی کتابیں بھی لکھیں۔ غرض حیدر علی و سلطان ٹیپو کا زمانہ ادبی حیثیت سے بڑا اچھا اور زرخیز رہا۔

مہاراجاؤں کے زمانے میں بھی کئی مشہور ادیب اور صاحب دیوان شاعر پیدا ہوئے۔ بیسیوں اخبار اور رسالے شائع ہوئے۔ پھر رسل و رسائل کی آسانیوں نے شمالی ہند کے اساتذہ سے بھی خط و کتابت کی آسانیاں بہم پہنچا دیں۔ حیدرآباد دکن میں شمال سے کئی اچھے ادیب و شاعر آکر بس گئے۔ خصوصاً حضرت داغ دہلوی کا طوطی بول رہا تھا۔ امیر مینائی کا ستارہ بھی بام عروج پر تھا۔ حضرت داغ کے میسوری[1] شاگردوں میں "میکش" "تخلیل" "برق" علوی، اور کل انور مشہور تھے۔ امیر مینائی کے ممتاز شاگرد ممتاز تھے، حضرت نفیس کو حضرت بسمل مانپوری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

حضرت داغ کے انتقال پر ان کے اکثر شاگردوں نے آپ کے داماد نواب سراج الدین احمد خان متخلص سائل سے رجوع کیا۔ اس سلسلے میں علوی کا نام لیا جا سکتا ہے۔

سرسید، حالی اور شبلی کے تعلقات بھی میسور کے کئی بزرگوں سے تھے۔ اکثر آپس میں خط و کتابت بھی ہوتی رہی اور ملاقات بھی۔

حضرت اقبال اپنی تقاریر کے سلسلے میں ۱۹۲۹ء جنوری جب مدراس آئے اور وہاں سے میسور اور حیدرآباد بھی تشریف لے گئے۔ اس سفر کا اثر وہاں کے نوجوانوں پر اچھا اور گہرا پڑا۔ تاریخی و تحقیقی ادب کی طرف ان کا دماغ منتقل ہوا۔ حضرت اقبالؒ کو کئی حضرات نے خطوط لکھے۔ جن کے جواب میں حضرت

---

[1] میں نے اپنے مضمون بعنوان "داغ کے میسوری شاگرد" میں ساری تفصیل پیش کی ہے۔

اقبال نے کبھی کوتاہی کی اور نہ ہی دیر۔ محمد جمیل مرحوم، حضرت ابو محامد، محترمہ پروفیسر حبیب النساء حضرت مولانا عبدالسلام متخلص سلیم کے نام ہمیں خطوط ملتے ہیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کے کئی مفید اور اہم خطوط امانی، محمد خاں، ذاکر حبیب النساء، منظور احمد اور راقم کے نام ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت نفیس کے نام جلیل مانک پوری کے علاوہ شمال کے کئی اساتذۂ فن کے خطوط ہم پاتے ہیں۔ ان کے برخوردار فرزند عزیزی یٰسین یمانی نے ہندو پاک کے معیاری رسائل میں طبع کرا دیئے ہیں۔

آج اکثر نوجوانوں کی ہندو پاک کے مشہور ادبا و شعراء سے مراسلت جاری ہے، اور یہ خطوط اس قابل ہیں کہ ان کو سنبھال کر رکھا جائے یا انہیں چھاپ دیا جائے۔ خصوصاً حضرت رشید احمد صدیقی کے خطوط۔

راقم کے کتب خانے میں بیسیوں نادر مخطوطات ہیں۔ ان میں کتابوں کے علاوہ خطوط بھی ہیں۔ جو اکثر فارسی میں ہیں اور کچھ عربی میں ان میں نواب حیدر علی خاں، سلطان ٹیپو، منشی غلام حسین عاصی (منجم دربار سلطانی)، مہاراجہ چاماراج وزیر اور علمائے عرب کے خطوط سلطان ٹیپو کے نام اہم ہیں۔ یہاں میں صرف اردو خطوط پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

خطوط آئینہ ہیں اور ہم ان میں بہت حد تک لکھنے والے کے چہرے مہرے کو ہی نہیں دیکھ سکتے بلکہ اس کے دل و دماغ تک بھی پہنچ سکتے ہیں ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضرت حالی

حضرت الطاف حسین حالی کو آپ جانتے ہیں لیکن جو سر مجلس محمد علی متخلص مہمان کا نام اکثروں کے لیے نیا ہے۔ مہمان (ولادت ۱۸۲۶ء وفات ۱۸۹۶ء) نے جنور میں جنم لیا۔ سرکار میں بڑے عہدے پائے۔ شاعر تھے۔ ہدیۂ مہمان ان کی تصنیف ہے

مہاراجہ چاماراج وزیر بہادر نے ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۳ء میں خلعت شاہی اور جوہر مالا کے ساتھ جوہر مجلس کے خطاب سے بھی نوازا تھا اور مہاراجہ بہادر نے اپنے ہندوستان کے سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔ ۱۸ جنوری ۱۸۸۸ء میں علی گڑھ پہنچے اور سرسید کے مہمان خاص رہے اور وہاں سے ۲۵ جنوری کو دہلی تشریف لے گئے اور مولانا الطاف حسین حالی اور مولوی ذکاء اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مہمان جب لوٹے تو مولانا حالی نے ۲۱ مارچ ۱۸۸۸ء کو آپ کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔ جو مہمان کے خط کے جواب میں تھا۔

جناب سید صاحب مخدوم و مطاع و کرم و محترم دام مجدکم

تسلیم بعد تحیت و تکریم، مشرف نامہ شرف صدور لایا۔ کلمات شفقت آیات بزرگانہ جو اس میں مندرج ہیں ان کا شکریہ تہہ دل سے ادا کرتا ہوں۔ نہایت افسوس اور شرمندگی ہے کہ آپ یہاں ایسے وقت تشریف لائے جبکہ بارش ہو رہی تھی اور میں اس سے پہلے بہت بیمار رہ چکا تھا۔ کہیں آنے جانے کا موقع بالکل نہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کی خدمت میں جہاں مہاراجہ صاحب فروکش تھے، حاضر نہ ہو سکا اور کسی قسم کی مدارات اور خدمت گزاری نہ کر سکا۔ آپ کے ساتھ سوار ہو کر ایک دو جگہ جانا کوئی ایسی بات نہیں ہے، جس کی نسبت آپ ممنونیت کا اظہار فرماتے ہیں بلکہ ہم لوگوں کو حد سے زیادہ ممنون ہونا چاہیے کہ آپ نے باوجود ضعف ناداقفیت کے حالت سفر میں بارش اور کیچڑ وغیرہ کی دقتیں برداشت فرما کر ہم جیسے ناچیز اور بے مقدار لوگوں کے مکان پر قدم رنجہ فرمایا۔ افسوس

ہے کہ آپ نے دلی کو اس وقت دیکھا جبکہ یہاں کوئی شخص ملنے کے قابل نہ رہا۔ علم و فضل اور ہنر و کمال کا بالکل خاتمہ ہو گیا ورنہ بیس بائیس برس پہلے تک بھی یہاں کچھ لوگ ایسے موجود تھے۔ جن کا نظیر تمام ہندوستان نہ تھا۔ اب یہاں مقبروں اور مزاروں کے سوا اور کوئی شے دیکھنے کے قابل نہ رہی۔

نیاز مند کا حال یہ ہے کہ سولہ سترہ برس سے کھانسی اور نزلہ کے مرض میں مبتلا ہے۔ ہمیشہ موسم سرما میں کھانسی وغیرہ کی شدت رہتی تھی۔ اور اب کے سال بھی موسم مذکور میں بہت شدت ہوئی تھی۔ مگر اس سال یہ نئی بات ہوئی کہ گرمی کے شروع ہوتے ہی پھر نزلے کی شدت ہوئی۔ چنانچہ اب تک اسی میں مبتلا ہوں، دو مہینے سے پکا ہوں اور تیسرا مہینہ کل ہونے والا ہے۔ اس کے بعد ایک مہینے کے لیے پانی پت جاؤں گا بلکہ شعبان اور رمضان سارا وہیں گزرے گا۔ آپ اگر کبھی اس عرصہ میں عنایت نامہ ارسال فرمائیں تو بمقام پانی پت ضلع کرنال محلہ انصاریاں میں خاکسار کے نام ارسال فرمائیں، اور رجب کے آخر تک امید ہے کہ دہلی ہی میں رہنا ہوگا۔ امراض کی شکایت کے سبب کوئی نئی چیز لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر کبھی کوئی نئی شے خاکسار کی ناچیز تالیفات میں سے چھپے گی تو ضرور بالضرور بلا طلب خدمتِ عالی میں ارسال ہوگی۔ زیادہ حد نیاز۔

خاکسار الطاف حسین حالی غفرلہٗ از دہلی کوچہ پنڈت

۳۱ مارچ ۱۸۸۸ء

ایک اخبار میں یہ دیکھا ہے کہ مہاراجہ صاحب بہادر میسور نے کئی ہزار روپے ماہوار کے وظیفہ اپنی ریاست کے مسلمان طالب علموں کی تعلیم و تقویت کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی ایسی حالت نہایت افسوس کے قابل ہے جس پر غیر قوم کے سرداروں کو بھی رحم آنے لگا ہے۔ لیکن مہاراجہ صاحب کی کمالِ عالی ہمتی اور رعایا پروری اور بے تعصبی اس سے ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ نسیم میسوری

"یادگارِ نعیم"، مصنفہ نواب عبداللہ خاں متخلص بہ نعیم لکھنوی کا خاص قلمی نسخہ زور مرحوم نے ادبیات اردو کے کتب خانے میں دکھایا تھا۔ اس میں جن میسوری شعراء کا ذکر کیا ہے۔ ان میں اہم بنگی نواب، نواب محمد حسین علی سلطان متخلص نسیم (ولادت ۱۸۰۰ء وفات ۱۸۵۸ء) ہیں۔ نسیم جیسے خوب صورت آدمی کے مقابلے ان کی قدرے کم خوبصورت تصویر کے ساتھ حالات رقم کرتے ہیں:۔

"نسیم تخلص۔ محمد حسین علی سلطان نام۔ ان کے دادا ٹیپو سلطان کے ہمشیرزادے تھے اور نانا ان کے بنگی نواب تھے۔ ۔ ۔ ۔ خوش اخلاق۔ نیک صفات۔ نعت شریف اکثر کہتے ہیں۔ چنانچہ اخلاصِ دل کے باعث عالم رویا میں زیارت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے ہیں کئی زبانیں جانتے ہیں اور ان میں شعر کہتے ہیں۔ مختلف لوگوں سے شعر و سخن میں مشورہ رکھا ہے۔ اردو میں میر شمس الدین فیض مرحوم حیدرآبادی کے شاگرد ہیں۔"

نسیم نے محمد عمر علی خاں والیٔ ریاست باسودہ متخلص بہ وحشی[1] کی فرمائش اور درخواست پر اُن کے فرزند کی شادی پر ایک غزل سہرا کی ردیف میں

---

[1] صاحبِ دیوان ہیں۔ نعت کے بہ نسبت اچھے غزل گو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ نواب صاحب کو وحشی و نسیم سے دلی عقیدت تھی چنانچہ میں نے ۱۲ مئی ۱۸۸۸ء کے معیار اخبار میں نواب صاحب کی ایک نظم چھپی ہوئی دیکھی جس کا ایک شعر ہے ؎ خداوندا کرے صدقے اپنے حضرت کے کہ ہم ہوں باغ ہو وحشی نسیم بنگلوری آگے چل کر لکھتے ہیں ؎ جس جا پہ نہ ہو نسیم وحشی سرسبز وہ بوستاں نہیں ہے (تذکرہ محمد علی خاں میانہ۔ قلمی)

رقم کرکے مندرجہ ذیل خط کے ساتھ روانہ کی تھی :-

خط

مے گلگوں پلا ساقی کہ موسم ہے کہ ہر نخل تمنا پُر ثمر ہے

سبحان اللہ بجدہٖ۔ آج علی الصبح کیا مبارک خواب دیکھا جس کے خیال میں جشن جمشیدی ایک دور ساغر بھی نہ تھا۔ ڈاک کا ہرکارہ نصرت الاخبار دلی لایا۔ میں نے تعبیر پائی، یعنی کیفیت جشن شادی نوشاہ محمد حمید رعلی خاں صاحب بہادر صاحبزادۂ بلند اقبال مطاعی ام نواب محمد عمر علی خاں صاحب بہادر والیٔ باسودہ مع حسن ایمائے شرح سخن بندہ نظر آئی۔ اس کی خوشی و انبساط کا حال، بے چارہ قلم چہ بر نگارد۔

میں نے فرمائشیں حسب حوصلہ بجالائیں۔ الامر فوق الادب بلکہ ایک مثنوی طرہ ہے۔ لیکن حیران ہوں کہ الٰہی لچھے دار عبارت کیا لکھوں۔ فقط قافیہ سے بھر دوں، مقفیٰ یا مسجع لکھوں تو سراسر آورد۔ رعایت قافیہ میں بھرتی کے الفاظ آجاتے ہیں۔ زبان کا مزا نہیں آتا۔ خیر نثر مرجز سہی۔ یہ بھی نظم کا بھائی ہے ہم منشی نہ شاعر نہ مولوی، نثر عاری لکھنے سے کیا عار ہے۔ اگر ہم سے کچھ قصور بھی ہو جائے۔ ہم دہلی اور لکھنؤ والے تو نہیں محبت دلی حاضر ہے۔ جو دل میں آیا قلم سے نکلا چشم بد دور۔ چشم دید خود نواب صاحب نے وہ رنگین عبارت لکھی ہے کہ نسیم و صبا کا رنگ اڑ گیا۔ صاحب نصرت الاخبار نے جھوٹ نہ لکھنے کے الزام کے ساتھ سماعی مضمون کا گلدستہ ایسا باندھا کہ بلبل کا دم بند ہو گیا۔ ہم قیاسی تشبیہ کیا دیں۔ بنگلور کے لال باغ[1] کا نظارہ نواب صاحب نے کیا ہے۔ کہتے ہیں، اس کا ثانی آج کل ہندمیں نہیں۔

ہنگام بنادی میونسپل آبادی روئے زمین باسودہ بعینہٖ باغ موصوف کے سرو شمشاد و صنوبر کے قسم کے دو رویہ لب جو ہوں گے، جس قدر انسان نے علم میں پھول پھل جڑی بوٹی ہیں، کیاریوں میں مونق پر لگائے گئے ہوں گے، ہر رنگ و ہر قسم کے پھولوں کے تختے الگ الگ قرینے سے رہیں گے۔ اور ہر روش پر سبزے کی جدولیں ہوں گی۔ باد بہاری ہر سمت رواں ہوگی۔ نکہت گل دل و دماغ تر و تازہ کرتی ہوگی۔ کہیں آب رواں، کہیں فوارے ہونگے، رقاصان پری وش مطربان خوشنوا راگ رنگ میں مشغول ہوں گے۔ اہل محفل خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہوں گے۔ دور شراب صالحین مشاش ہوگا۔ چشم بدور نوشاہ باخلعت شاہانہ جلوہ افروز ہوں گے۔ نواب صاحب مبارک بادیاں بہ خوشی و فرحت لیتے ہوں گے۔ ہم کم یاد آوری کا گلہ کیا کریں۔ اگر ہم ہوتے ہمارے یہ ارمان نکل جاتے۔ نوشاہ جوان صالح پر بصد دل نقد جان نثار کرتے، تصدق ہوتے۔ گھوڑا اٹھاتے۔ براتیوں کے ساتھ ساتھ چلتے۔ ہر ہر قدم پر دعائیں دیتے۔ مبارک باد کہتے۔ میرے ہمصغیر نواب مرزا فیروز حسین خاں صاحب بہادر صبا بھی من حال و قال ہر دو مبتلائے فراق بہ مصداق اس بیت کے ہے :-

چوں بیک شمع دو پروانہ تولا دارند حالِ آں بر دو بیک سوزش و سازش باشد

جناب نواب صاحب، آداب!

سالِ تاریخ عروسی چہ خوش آمد نسیم جلوۂ شادی نوشاہ مبارک باشد

۱۲۹۳

اب روئے سخن سراپا مسرت بخدمت نواب محمد حافظ قلی خاں صاحب بہادر والی محمد گڑھ ہے۔ اگرچہ مثل صورت پرستان

---

[1] سلطان ٹیپو کا لگایا ہوا۔

جمال مبارک ہم نے نہیں دیکھا۔ لیکن برنگ معنی آشنایاں محو سابقہ اتحاد عالم ارواح ہوں۔

مصاحبت چہ ضرور است آشنائی را ہنوز بادِ یمن بوئے گلست عربی است

اور دوست کے دوست بڑے پیارے ہوتے ہیں:۔

از بس بسازد برگ دورنگی نزاع بست یک سجدہ برد و قبلہ ہم از آنِ ما ست

داماد جواں صالح شیریں قلم خسرو ملک علم و فضل مبارک باد بالنون والصاد۔

سنتے ہیں کہ نواب صاحب باسودہ کا ارادۂ زیارت بیت اللہ شریف کا ہے۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد بہ سلامت روی و باز آئی

بندہ بھی ہم رکاب ہو جاتا۔ کچھ ایک مہینہ باقی رہ گئے ہیں، مجبور ہے۔ امید کہ نواب صاحب موصوف کی سرکار کے سوا نے اس خاکسار کو جو اُردو اخبار آئے ہیں ان میں طبع ہوں گے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مورخہ ۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۷۵ء

والراقم محمد حسین علی سلطان نسیم قریشی، بمقام بنگلور

۳۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل دہلوی

نواب سراج الدین احمد خان متخلص سائل داماد استاد داغ دہلوی کے میسوری شاگردوں میں محمد علوی نحوی کا نام نظر آتا ہے۔

"محمد علی علوی[1] ریاست میسور کے مشاہیر قوم سے ہیں۔ جن کے مکارم اخلاق اور فضائل علوم کا احوال مؤلف نے بزرگانِ قوم سے سنا ہے۔ آپ کے اجداد سلطانی[2] عملداری میں مراتب شایان سے سرفراز تھے۔ فی زمانہ آپ مرفہ الحال میں بسر فرماتے ہیں۔"

محمد باقر متخلص برق تلمیذ حضرت داغ دہلوی کے علوی چھوٹے بھائی تھے، داغ سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت داغ سے ملنے حیدرآباد گئے۔ علم طب حیدرآباد میں پڑھی۔ افسر الاطبا یونانی میر محمد حسین نے جہاں سند عطائی تھی وہاں داغ نے بھی تحریر کی:

"مشفقی و مکرمی حاجی حکیم محمد علوی صاحب سلمہ کہ ہم دس بارہ برس سے خوب جانتے ہیں، شرافت و نجابت خاندان کے علاوہ بہت فارغ البال ہیں۔ انہوں نے اچھے اچھے استادوں سے اکتساب علم کیا ہے۔ علم طب میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ علاج بہت دانستگی سے کرتے ہیں۔ خلق و مروت جوہر ذاتی ہے۔ بے شک قابل آدمی ہیں۔ ماہرین شہر سے ہیں۔ اچھا کہتے ہیں اور ہم سے اصلاح لیتے ہیں۔" (۲۱ ذوالحجہ ۱۳۰۹ھ / ۱۹۰۵ء)

داغ کے وصال کے بعد سائل سے اصلاح لی۔ ان کی اصلاحیں اور خطوط راقم کے کتب خانے میں ہیں۔ دونوں چیزیں دلچسپ ہیں، ملاحظہ ہو:

---

[1] خان محمد علی خاں میسانہ اور تذکرہ ساقی (مخطوطات) سے۔ [2] تاریخ النوائط مؤلف نواب عزیز یار جنگ بہادر حیدرآباد ۔ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

[2] سرکار خداداد سلطان ٹیپو نے اپنی سلطنت کا نام سرکار خداداد رکھا تھا۔

(۱)

عزیزی حاجی صاحب سلامت!

تسلیم۔ آپ کا محبت نامہ مجھے وصول ہوا، غزلیں دیکھیں، بہت دل خوش ہوا، ماشاءاللہ آپ تو عمدہ شاعر ہیں۔ میں ناچیز استادی کے لائق ہرگز نہیں ہوں۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے یا نیک طینت، لوگ میرے حق میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ میں نے اس خیال سے آپ کی غزلوں میں تصرف کیا کہ آپ مجھے مغرور و متکبر نہ خیال کریں۔ اگر میرے تصرف کو کسی اعتبار کی نظر سے دیکھیں اور اپنا واسطہ بھی مناسب سمجھیں کہ آپ ہمیشہ اپنے کلام میں مجھ سے اصلاح مشورہ لیں گے تو چند شرائط آپ کو قبول فرمانی ہوں گی جو درج ذیل ہیں۔ یہ امور و شرائط میری ذاتی مخترعات سے نہیں بلکہ میرے اساتذہ نے اپنے زمانہ آخر میں ان باتوں کو جائز کیا تھا جس کا میں پابند ہوں اور وہ یہ ہیں:

اول یہ کہ رقم شیرینی حسب حیثیت بھیجنی چاہیے کہ نیاز بزرگان و اساتذہ سلف کے دے کر یہاں تقسیم کی جائے۔

دوسری رقم نذرانہ شاگردی بھیجئے اور ان دونوں رقموں کے لیے مقدار خاص نہیں ہے۔ جو آپ کی حیثیت ہو اور بار خاطر نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ شعر ایسا کہا بھیجئے جس کے معنی و مفہوم آپ کے ذہن تک محدود نہ ہوں بلکہ دوسرا بھی اسے فوراً یا کسی قدر تامل سے سمجھ لے۔

چوتھے جب اصلاح کو آپ کلام بھیجیں تو اصناف کلام میں اکیس۲۱ شعر کی تعداد سے زیادہ نہ ہو۔ غزل ہو تو ایک۔ قصیدہ ہو تو ایک، قطعہ ہو تو ایک باستثنار رباعیات کے کہ ان کی تعداد پانچ چھ تک ہو تو مضائقہ نہیں، اس میں دوسرے لوگوں کی حق تلفی کا خیال ہے۔

پانچویں ہر خط میں جواب کے ٹکٹ بھیجتے ہوں گے۔ ورنہ جواب بعیغہ بیرنگ جائے گا۔ اگرچہ یہ بات فی الجملہ رکیک سی ہے لیکن تتبع اور تعلیم کو کیا کروں؟

چھٹے مفصلہ ذیل اساتذہ کے کلام زیر مطالعہ رکھیے اور یہ اگر دیوان نہ ہوں تو بہم پہنچائیے۔ دیوان آتش و داوین داغ، صنم خانہ عشق امیر مینائی مرحوم کا دیوان۔ دیوان ظہیر۔ کلیات مومن۔ ان سے شعر کہنا اور سمجھنا آتا ہے۔

اگر آپ حمد و نعت ہی کہنا چاہتے ہیں تو کہیے۔ لیکن آپ کو شعر کہنا جب آئے گا اور شعر میں لطف جب آئے گا۔ جب آپ عاشقانہ طرز کلام کو اچھی طرح کہہ کر اوٹھالیں گے، رنگ اسی وقت پیدا ہوگا۔ میرا مدعا یہ نہیں کہ آپ حمد و نعت نہ کہیں۔ باقی خیریت والسلام:

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۷ اپریل ۱۹۱۰ء

(۲)

عزیز گرامی قدر علوی صاحب

السلام علیکم۔ یہ غزل بھی درست کر کے حاضر کرتا ہوں۔ شعر میں معنی کے لطف اور بندش کا مزا ہونا چاہیے۔ اور اس پر آپ

بھی ذرا غور کیا کرو۔ یہ غزل اور اس کے پہلے کی غزل اور پہلے کی غزلوں سے نہایت کمزور تھی۔ آپ ہر غزل کی اصلاح کے بعد دیکھیں۔ یہ افسوس کرنا چاہیے کہ پورا شعر یا مصرع کیوں کٹ گیا۔ جب تک اس چال کو مضبوطانہ کیا جائیگا ترقی محال۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اپنا طریق عمل اس خیال پر رکھا ہے جو آپ کو بتا دیا۔ فقط والسلام۔

۴ر جنوری ۱۹۱۳ء — آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

(۳)

عزیزی علوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم۔ یہ غزل پرسوں دیکھی ہوئی رکھی ہے۔ لیکن روانہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ لکھنؤ سے چند دوست مہمان آگئے ہیں جن کی مدارات و تواضع نے میرے اوقات کی پابندی سے مجھے معذور کر دیا۔ ایسا ہونا بھی چاہیے تھا، اس لیے کہ میرے پاؤں کے نیچے ان لوگوں نے اپنی آنکھیں بچھائی ہیں جب میں لکھنؤ گیا تھا۔ یہ خط نماز فجر کے بعد لکھ رہا ہوں۔ ابھی طلوع آفتاب نہیں ہوا۔ اور وہ لوگ آرام کر رہے ہیں۔ مرض جس قدر ہیں، ان کی راحتوں کا بدل ہیں۔ خدا کے فضل سے میں نے چین بھی بہت کچھ کر لیے ہیں۔ اب اس کا بدل بھی سہی۔ حاذق الملک بہادر کو خدا زندہ رکھے، وہی میرے مزاج شناس ہیں۔ ہمیشہ دواؤں کی ادل بدل سے میری خبر گیری رکھتے ہیں۔ ورنہ میں کہاں اور فکر سخن کہاں، والسلام۔

۱۰ر جنوری ۱۹۱۳ء — آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

(۴)

عزیزی علوی صاحب! السلام علیکم۔

الحمد اللہ تعالیٰ میں اچھا ہوں لیکن چین سے نہیں۔ بچوں کو چیچک کی تکلیف ہے۔ اس انتشار پر طرّہ یہ کہ حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب علیل ہو کر بغرض تبدل و تغیر آب و ہوا کانکا چلے گئے ہیں۔ جو یہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے ان کو بھی دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ روزانہ اُن کو بھی دیکھنے جاتا ہوں۔ پھر بچوں کی نگہداشت بھی مجھی کو کرنی پڑتی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ جاڑے کی شدت مجھے بمقابلہ گرمی کے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ آپ کی یہ فرمائش کہ اصلاح کی وجہ سے آگاہ کیا جائے ذرا ٹیڑھی بات ہے۔ اتنا وقت مجھے نصیب کہاں کہ تفصیل وار لکھ سکوں۔ صبح کی نماز کے بعد سے اس وقت تک تین غزلیں دیکھ چکا ہوں۔ تین اور باقی ہیں۔ دس بجے ریل پر جانا ہے، حکیم صاحب کو دیکھنے کی غرض سے۔ چار بجے واپس آجاؤں گا۔ جب تک وہ وہاں رہیں گے روزانہ یہی صورت رہے گی بلکہ گاہ گاہ وہاں رہنا بھی پڑے گا۔ ایک ایک دو دو روز۔ وجہ اصلاح موجودگی میں بتائی جا سکتی ہے۔ کبھی آپ یہاں آئیے ہفتہ عشرہ رہیے، دو چار، دس پانچ غزلوں کی اصلاح آپ کو سو دو سو غزلوں کی اصلاح کا فائدہ پہنچا دے گی۔ مقام قیام کی فکر عبث ہے۔ سائل کا مکان حاضر ہے۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۴ر جنوری ۱۹۱۳ء

(۵)

عزیزی علوی صاحب۔ السلام علیکم۔

کثرت فکر سخن نے دوستوں کے خطوں کی جواب نگاری سے معذور کر رکھا تھا۔ اس پانچ چھ ہفتہ کی مدت میں ایک ہزار شعر کہنے کی نوبت آتی ہے۔ جنگ ترکی سے متعلق بڑی بڑی تین نظمیں کہنی پڑی ہیں۔ مشاعرے پے در پے حکیم صاحب کے ایما سے ہوئے۔ اون کے متعلق فکر رہی۔ طبیہ کانفرنس کا کام اور دو نظموں کا سرانجام میرے سپرد ہی تھا۔ بیگم صاحب بھوپال کا ورود اور اون کے خیر مقدم کا قصیدہ منجانب طبیہ انجمن میرے ذمہ تھا۔ ان جھگڑوں سے نجات پاکر ڈاک کی جانب مڑا ہوں۔ یہی ابتلا موجب تاخیر جواب ہوئی کئی سو خط میز پر دھرے ہیں۔ اون میں ممکن ہے کہ آپ کا خط اور غزل بھی ہو۔ خط جس وقت نظر پڑے گا جواب لکھا جائے گا۔ یہ زمین مجھے نہایت پسند آئی۔ کبھی وقت ملے گا تو میں بھی فکر کروں گا۔ تمہاری غزل تو بے نظیر بن گئی ہے۔ میری نظمیں یہاں انجمن ہلال احمر کی شاخ نے طبع کرائی ہیں۔ اور فروخت ہو رہی ہیں۔ اگر وہاں لوگ لینا یا دیکھنا چاہیں تو مجھے لکھو۔ میں کچھ نسخے روانہ کرادوں۔ خمسہ کی قیمت ۱ ہے اور ترجیع کی قیمت ۲ ہے۔ ان نظموں کا فائدہ مجروحین عساکر عثمانی کو نذر کر دیا گیا ہے۔ کئی ہزار تعداد میں اب تک فروخت ہو چکی ہیں۔ اور سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

۲۰ مارچ سنہ ۔ آثم المعظم سراج الدین احمد خان سائل

۳۔ تحصیل تلمیذ حضرت داغ

منشی شیخ محمد کبیر صدیقی متخلص بتحصیل تلمیذ داغ دہلوی، صاحب دیوان شاعر تھے۔ تحفہ تحصیل آگرہ میں چھپا۔ آپ کا ایک خط آپ کے ہم عصر استاد بھائی محمد باقر برق تلمیذ حضرت داغ دہلوی کے نام ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرمفرمائے تحصیل جناب برق صاحب سلمہ اللہ الجلیل

تسلیم و نیاز و بندگی ہے۔ الطاف نامہ گرامی ڈاک سے ابھی ہاتھ آیا۔ لگے ہاتھ ابھی جواب لکھ رہا ہوں۔ جناب من دیوان کا نام تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں جملے حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ ضیائے برق نہ سہی جلوہ طور ہی سہی۔ خدا کے فضل سے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ فقط آپ کے تخلص کے لحاظ سے یہ التماس کی گئی ہے۔ خدا مبارک و سازگار کرے اور طور ہی کی سی شہرت جلوۂ طور کو عطا فرمائے۔ آمین

التماس عجز اساس

جناب افتخار مآب نے ایک مدت کے بعد میری تصنیف کو ملاحظہ کرنے کا شوق ظاہر فرمایا۔ حضرت کو بھولے سے اس امر کا خیال آیا ہے۔ بندہ اس یاد آوری کا تہ دل سے مشکور ہے مگر افسوس ہے میرا دیوان آپ کے دروازے پر پہونچ کر بھی میری بدنصیبی سے درجہ قبولیت کو نہ پہنچا۔ آپ کے اس کو واپس کرنے سے میرے پاس واپس آگیا۔ اس میں یہ اقصور بھی تھا وہ یہ کہ ایک روپیہ قیمت لگا کر

وی پی ارسال کر دیا تھا۔ چونکہ یہ تعلیم میرے استاد مدظلہ سے میں نے پائی تھی۔ استاد نے اپنا دیوان، مہتاب داغ، ۵۰ روپیہ میں بذریعہ وی پی میرے نام بھیج دیا تھا۔ انھیں حضرت کا طریقہ میں نے بھی اختیار کیا۔ اس طریقے سے آپ ناراض ہو کر کتاب پھینک دیں گے مجھے کیا خبر تھی۔ یہ بھی اس لیے کہ میرا گزر توکل پر ہے۔ نہ کوئی ملک ہے نہ مال۔ اس پر میری آمدنی کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

حاجتِ مشاطہ نیست رخسۓ دل آرام را

پانچ سو نسخے آگرہ میں چھپے، دو سو روپیہ سے زائد روپیہ لاگت کا ہوا۔ یہ خرچہ میری مقدور سے بڑھ کر تھا۔ پھر بھی ہمت کر کے میں نے مطبع کو دو سو روپیہ ادا کر دیا۔ آگرہ سے ترکیرہ کو کتابیں آئیں تو ۲۱ روپیہ ریل کا کرایہ دیا۔ اس کے بعد خدا کا فضل ایسا ہوا کہ احباب ترکیرہ نے کل اک اک کتاب کا دو دو روپیہ دیا اور کانی پلانٹروں نے اک اک کتاب کا ۵ روپیہ دیا۔ بنگلور کو دو کتابیں ایک جناب امیر حسین صاحب سوپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل دوسری کتاب ایک جناب عبدالکریم صاحب فارس اسسٹنٹ (FOREST ASST.) کی خدمت میں۔ ان دونوں بزرگوں نے دس دس روپیہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمایا۔ اس صورت سے کوئی پچاس نسخے خرچ ہوئے۔ اس کا مبلغ ایک سو تیس روپیہ وصول ہوا۔ اتنے ہی نسخے (یعنی پچاس کتابیں) میں نے غربا کو مفت دے دیئے۔ ؎

کوئی دیتا ہے تو لے لے تحصیل ——— کوئی لیتا ہے تو دے دے تحصیل

جلدی میں تاریخ اچھی تو نہ ہوئی جو ہوئی وہ حاضر ہے:

چھپ گیا آج برق کا دیوان ——— کہ ٹھکانے لگی ہے کوشش برق
کیوں نہ اس کے سخن پہ دل تڑپے ——— تاب کس کو ہے تابشِ برق
دلِ حاسد میں کیوں نہ آگ لگے ——— شعلہ صاعقہ ہے آتشِ برق
وقف اس نے کیا ہے گنجِ سخن ——— لائقِ وصف ہے یہ بخششِ برق
حضرتِ داغ سے جو لی اصلاح ——— واہ کیا کہنا اور دانشِ برق
کھمبرا بر توڑ کر تحصیل ——— کر ادا سال! حقِ خواہشِ برق

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء

کل کے پوسٹ میں دیوان ارسال خدمت کیا جائے گا۔

العاصی محمد کبیر تحصیل۔ مقام سنتے دیری محررہ ۱۴ مئی

بندہ نے آگرہ کی کتابت کا شیفتہ ہو کر دیوان آگرہ میں چھپوایا۔ اس کا سبب لاگت زاید ہوئی۔ اس دیوان کے چھپنے کے بعد اور چند غزل جو کہی ہیں ان کو اسی مطبع شوکت الاسلام میں چھپا کر بطور ضمیمہ اسی دیوان کے اخیر لگا دوں گا دو ماہ ہوئے کہ شعر کہنے سے میں نے توبہ کی ہے۔ جس غزل پر میری شاعری ختم ہوئی ہے وہی آخری غزل ہے۔ وہ غزل اگر "ایڈورڈ گزٹ" میں درج ہوئی ہو تو آپ دیکھ لیں۔ تاریخ:۔

زندہ ہمیشہ نام سخن ور سخن سے ہے — دیوان طبع ہو کے ہوا یادگارِ برق
تحصیل ہے یہ مصرعۂ سن بزبانِ وصف — اب تا ابد جہاں میں رہا یادگارِ برق

۱۳۲۰ھ

۴۔ حضرتِ اقبالؒ

ڈاکٹر اقبال کی ۱۹۲۹ء میں میسور میں آمد، روضہ سلطانی کی زیارت۔ اور مراقبہ ایک خاص اہمیت کے حامل حالات ہیں۔ جاوید نامہ کی تکمیل میں بھی اس سفر کا ہاتھ ہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کے "انقلاب" کے خاص نمبر میں جو نظم "سلطان شہید" کے نام سے چھپی اس کا آخری شعر ہے۔

دو جہاں تواں اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردم زندگیست

سلطان کے پیغام کی صورت میں سر نکاپٹم میں ہی ہوا تھا، محمد جمیل مرحوم بنگلوری کے نام اقبال نامے میں سات خطوط ہیں۔ یہ سارے خط انگریزی میں تھے، بہتر تو یہ ہوتا یہ انگریزی ہی میں چھپتے۔ "اقبالؒ نے ایک خط میں لکھا تھا:۔

"سلطان شہید پر میری نظم اس کتاب کا حصہ ہوگی جسے میں اپنی زندگی کا حاصل بنانا چاہتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں اس کے لیے آپ کو کافی انتظار کرنا پڑے گا۔ میں نے اس کا ایک حصہ کچھ عرصہ ہوا مرتب کیا تھا۔ پھر ضروری مشاغل کی بنا پر اس کو نامکمل چھوڑ دینا پڑا۔"

ایک دوسرے خط میں سلطان ٹیپو کے روزنامچہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس روزنامچے سے اُمید ہے کہ سلطان سے متعلق مجوزہ نظم میں مجھے سلطان شہید کے صحیح صحیح حالات پیش کرنے میں بہت امداد ملے گی۔"

جاوید نامہ کی اہمیت روشن و تابناک ہے اور خاص طور پر جاوید نامہ کا وہ حصہ جو سلطان شہید سے متعلق ہے۔ اہم ترین ہے۔ اقبال جیسے مفکر و شاعر کی سلطان ٹیپو شہید جیسے صوفی منش سلطان کے روضہ پر حاضری اور مراقبہ کی یہ کرامات ہیں۔

محمد جمیل مرحوم کے علاوہ ڈاکٹر اقبال نے ڈاکٹر حبیب النساء بیگم پروفیسر اردو میسور کے نام ایک انگریزی خط لکھا تھا۔ جس زمانے میں وہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں اردو ایم کے لیے ایک مقالہ بعنوان "اقبال کی تصانیف میں تصوف کا عنصر" پروفیسر ڈاکٹر سجاد کی زیر نگرانی لکھ رہی تھیں، حضرت اقبالؒ کو ان کی کتاب ایران میں فلسفہ الٰہیات کا ارتقاء کے لیے لکھا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

محترمہ!

مجھے یہ کہتے ہوئے انتہائی افسوس ہو رہا ہے کہ آپ نے جس کتاب کا ذکر میرے خط میں کیا ہے۔ وہ میرے پاس نہیں ہے یہ تیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ کتاب کافی قدیم اور دوبارہ چھپ نہیں رہی ہے بہتر ہے اس کے پبلشر مسرز لوزاک اینڈ کمپنی وائٹیل کب سیاز مقابل برٹش میوزیم لندن کے لکھ دیکھئے اور دریافت کیجئے کہ آیا ایک نسخہ روانہ کر سکتے ہیں؟

اس کا اردو ترجمہ کچھ مہینے پہلے حیدرآباد میں شائع ہو چکا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مترجم کا نام و پتہ نہیں معلوم۔

یکم جولائی ۱۹۳۵ء

آپ کا اقبال

(۲)

مولوی سید عبدالسلام ہزاروی متخلص سلیم میسور ٹریننگ کالج میں استاد عربی و فارسی تھے۔ عربی میں قصائد اور فارسی میں "نسیم سلیم" ان کی مشہور منظوم کتاب ہے۔ "نامہ بسوئے اقبال" کے عنوان سے ان کی اقبال سے متعلق ایک فارسی نظم بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ سلیم مرحوم نے اقبال کی خدمت میں عربی قصائد روانہ کئے تھے۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنی پسندیدگی کا اظہار خط کی صورت میں کیا۔

(۳)

مخدوم و مکرم جناب مولانا سلیم

لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ نے مجھ ناچیز کے متعلق جن اچھے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میں ان کے لیے آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے عربی قصائد بہت دل کش ہیں۔

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

مخلص:۔ محمد اقبال بیرسٹر لاہور

۵۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق

بابائے اردو برصغیر ہند کی ساری اردو دنیا کے محسن تھے۔ اردو صرف دلی اور لکھنؤ کی نازک ناری نہ رہ کر سارے ہندو پاک کی دوشیزہ بن گئی۔ قدیم اردو کی جو خدمت آپ نے کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسی شمال کے سبب دکن میں دوسروں نے بھی شمالیں قائم کیں۔ اس میں حضرت دورِ مرحوم کا نام سرفہرست ہے۔

لہ سلیم مرحوم نے مکہ معظمہ میں بھی عربی استاد کی حیثیت سے نیک نام پایا تھا۔ ذیل میں تبرکاً حضرت عبیداللہ سندھی کی تحریر پیش کر رہا ہوں:۔

"میں مکہ معظمہ میں ایک سال تک ابوالمکارم عبدالسلام ہزاروی ابن صدرالافاضات جناب مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی صحبتوں سے مستفید ہوتا رہا۔ مولانا میرے ایک معزز حلقائی ہیں۔ مجھے اس شہادت کے دینے میں کوئی تامل نہیں کہ مولانا علوم شرقیہ و ادبیہ کے فاضل ہیں۔ میں نے ان کی عربی تقریر سنی ہے جو فنِ خطابت میں پوری مہارت کا ثبوت ہو سکتی ہے۔ وہ نیک سیرت ہیں۔ اسلامی خدمات کے شائق ہیں۔ انتظامی قوت کے مالک ہیں۔ اگر میرے ان چند الفاظ کے لکھنے سے انہیں میدانِ عمل کی منزلیں طے کرنے میں کسی قدر مدد ملے گی تو میرے لیے یقیناً باعثِ مسرت ہوگا۔ واللہ الموفق۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ

عبیداللہ سندھی

مکہ معظمہ باب العمرہ

سابق ناظم نضارۃ المعارف دہلی۔

مولوی صاحب نے بیسوں نہیں سیکڑوں خطوط لکھے ہوں گے ان کے خطوط میں کام اور مقصد کی باتیں زیادہ ہوتی تھیں۔ ان سے ہمت افزائی اور بڑھاوا ملتا تھا۔

مولوی صاحب ریاست میسور تشریف لائے تھے یہاں سے کئی اہم مخطوطات حاصل کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس سلسلہ میں محسن الملک محمد عباسیٹھ نے ان کی مدد کی تھی سمان دونوں کے تعلقات سے متعلق راقم نے ۱۹۶۵ء کے قومی زبان کے بابائے اردو نمبر میں روشنی ڈالی ہے۔

حکیم اجمل صاحب کا بابائے اردو سے تعلق یا نامہ بالکل گہرا اور باپ بیٹوں کا سا تھا۔ ان کے نام جتنے خطوط ہیں وہ کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ راقم کے نام جو خط ہے اس کا سارا پس منظر میں نے ۱۹۶۶ء کے قومی زبان کے بابائے اردو نمبر میں دے دیا ہے۔ یہاں صرف خط پیش کر رہا ہوں۔

۱۴ دسمبر ۱۹۵۰ء

مکرمی تسلیم!

آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ اس ماہ کے آخر میں ایک ادبی نمائش کا انعقاد کر رہے ہیں۔ آپ کی انجمن نہایت مفید کام کر رہی ہے۔ میرے دل میں اس کی بہت قدر ہے۔ کاش دوسرے مقامات پر بھی اس قسم کی انجمنیں قائم ہوں اور جو کام آپ کر رہے ہیں اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ کی ادبی نمائش کا بہت اچھا اثر ہوگا اور زبان کے حق میں بہت مفید ہوگی: اس میں جہاں تک ممکن ہو میسور کے اردو ادب کو خاص طور پر پیش کیا جائے۔ آپ کو مخطوطات اور مطبوعات کی صورت میں کافی سامان مل جائے گا۔ عام طور پر لوگ ابھی پورے طور پر واقف نہیں کہ میسور نے اردو زبان کی کیا خدمت کی ہے۔ اس نمائش میں اس کے اظہار کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ مجاہد اعظم سلطان ٹیپو کی فوجی اردو اصطلاحات اور اشعار ضرور پیش کیے جائیں۔

اس قسم کی نمائشیں ادبی ذوق اور علمی معلومات کے لیے بہت مدد ہوتی ہیں۔ میں اس کی کامیابی اور تفصیلی حالات سننے کا متمنی رہوں گا — آپ نے جو اشیاء طلب کی ہیں۔ اُن کے بھیجنے کا انتظام کر رہا ہوں۔ عبدالحق

میسور کی دو ادبی انجمنیں "انجمن اشاعتِ اردو" میسور اور "مجلس اردو" بنگلور کافی مشہور ہیں۔ مجلس ادب نے "جنوبی ہند کا بہترین ادب" شائع کیا تھا جس میں کنڑی، تمل، تلگو، ملیالم اور میسور کے اردو ادیبوں اور شاعروں کے شاہ پارے شائع کیے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں بابائے اردو نے صدر مجلس ادب جناب محمد منظور احمد کے نام ایک خط لکھا تھا۔

(۲)

مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء

مکرمی!

"جنوبی ہند کا بہترین ادب" کے دو نسخے موصول ہوئے اس پر قومی زبان میں تبصرہ شائع کیا جائے گا یاددہانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے یہ کتاب شائع کر کے اردو زبان کی قابل قدر خدمت کی ہے۔ جنوبی ہند خصوصاً میسور ریاست میں اس قسم کے ادبی کام ہر اعتبار سے لائق تحسین ہیں۔ میں آپ کو اور آپ کے ارکان مجلس کو مبارک باد دیتا ہوں۔

خیر طلب عبدالحق

۵۔ حضرت رشید احمد صدیقی

اُردو ادب میں آپ ساطنز و مزاح نگار شاید ہی پیدا ہو۔ آج آپ پر ریسرچ کیا جاسکتا ہے۔ رشید صاحب کسی اخبار و رسالہ کے رشید نمبر کے خیال کو اپنہ کرتے ہیں اور نہ ریسرچ کو۔ اللہ کرے صاحبِ نقوش رشید صاحب کی ناراضگی قبول کرکے نقوش کا رشید نمبر نکال دے اور دنیا جہان کی دعائے۔

رشید صاحب کے مضامین جہاں دلچسپ اور فکر انگیز ہیں وہاں ان کی باتیں اور خطوط بھی انھیں خوبیوں کے مالک ہیں۔

پہلی بار حضرت سید ظہیر الدین علوی مرحوم اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب نے علی گڑھ میں تعارف کرایا تھا فرمایا:۔ آپ! ارے ہاں سلیم تمنائی آپ، تو بڑے بدنام آدمی ہیں۔

تیسری ملاقات اس وقت ہوئی جب کہ جامعہ اردو علی گڑھ کا تقسیم اسناد کا سالانہ اجلاس جناب ہروے ناتھ کنزرو کی صدارت میں ہو رہا تھا، اور مسعود حسین خصوصی مہمان تھے۔ نائب چیئرمین بھائی نثار قریشی نے جب رشید صاحب سے کہا کہ راقم بھی حاضر ہے تو بزرگانہ شفقت و تپاک سے مل کر فرمایا:۔ آپ کے خلوص کی انتہا ہوگئی "ظاہر ہے انسان اپنی تعریف سے خوش اور شکایت سے خفا اور رنجیدہ ہوتا ہے۔ یہ کمزوری شاید مجھ میں بھی ہے۔ لہٰذا میں پھولے نہ سمایا۔ لیکن اصل میں رشید صاحب کی بزرگی اور شفقت بول رہی تھی، اور یہ نوجوانوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ اور عظیم ترین دولت ہے۔

راقم نے فاروقیہ ہائی سکول میسور کے اردو دبیگرین کے لیے پیغام کی درخواست طلبا و طالبات کی جانب سے کی تھی۔ آپ نے بڑا دلچسپ خطاور پیام روانہ کیا۔

"کرمی! تسلیم۔

نوازش نامہ مورخہ ۲۵ دسمبر صادر ہوا۔ آپ نے اپنا تعارف کرانے میں بڑی تفصیل سے کام لیا جس کی ایسی ضرورت نہ تھی۔ آپ نے "ایشیا"[1] میں جس مضمون کا ذکر کیا ہے۔ وہ تو میری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن زیر نظر محبت نامہ میں جو باتیں جس محبت و مہربانی سے لکھی ہیں۔ غالباً ایشیا میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ سے لکھا ہوگا۔ اس سے خوش بھی ہوں، شرمندہ بھی شرمندہ اس لیے کہ ویسا ہوں نہیں۔ جیسا آپ اپنے کرم سے سمجھتے ہیں۔ آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ گو قاعدہ یہ ہے کہ معمر اپنے خورد دل کا شکریہ نہیں ادا کیا کرتے۔ اُن کو دعائیں دیتے ہیں۔ آپ کے لیے دونوں ہیں۔ عبدالقادر صاحب کو سلام پہنچایئے۔ ان کے بیوی بچوں کو دعائیں امید ہے وہ خوش و خرم ہوں گے۔ اپنے سے بھی دوسروں سے بھی۔

آپ نے اپنے اردو دبیگرین کے لیے پیغام طلب فرمایا ہے۔ پیغام دینے کا اپنے کو اہل نہیں سمجھتا۔ اس طرح کے مشغلے بڑے لوگوں کو زیب دیتے ہیں۔ گو ان میں سے بہتوں کا پیغام پڑھ کر بڑا بننے یا کہلانے کا شوق بے جان نہیں تو نیم جان ضرور ہو جاتا ہے یہ عقل کی بات نہیں کہتے، بے وقوفوں کی مانند خانہ پری کرتے ہیں۔

اُردو کا مسئلہ پیغام دینے کا نہیں چیلنج قبول کرنے کا ہے اور میں اُسے نہایت درجہ بیک فال اور اُمید افزا سمجھتا ہوں کہ آپ ملک کے

---

[1] ہفتہ وار "ایشیا" دہلی میں رشید صاحب سے متعلق میرا ایک مضمون چھپا تھا۔

اس دور دراز گوشے میں اور بہت سے ذرائع اور وسائل سے محروم رہ کر اردو کا دیا جلائے رکھنے اور اس کو آندھیوں کے صدمے سے بچانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ قوم اور ملک کے لیے نوجوان یونہی کیا کم نعمت ہوتے ہیں چہ جائیکہ آپ ایسے نوجوان جو ایک اعلیٰ مقصد کی حمایت کرنے پر آمادہ ہیں۔ میں ایسے نوجوانوں پر فخر کرتا ہوں۔

مشکل یہ ہے کہ اردو کی صفات اور اس کی گراں بہا خدمات ہی اس کی فوری روادار جرم کی سب سے زیادہ سنگین دفعات ہیں پھر کس کا واسطہ دلا کر دوسروں سے اس کی تائید کی درخواست کروں! البتہ ایک عمر معلمی کرنے اور نوجوانوں کے ساتھ رہنے سے یہ بات دل میں راسخ ہو گئی ہے کہ بات کتنی ہی معمولی ہو اگر وہ مفید اور معقول ہے تو اسے گوش گزار ضرور کر دینا چاہیے۔ اچھے ذہنوں میں وہ جگہ بنا ہی لیتی ہے اور جڑ پکڑ لیتی ہے۔ چاہے اس کے برگ و بار لانے میں کتنی ہی دیر کیوں نہ لگ جائے۔ اپنے اس تجربے یا عقیدے پر نظر رکھتے ہوئے عرض کروں گا کہ اردو ہندوستان میں اور ہندوستان کی ایک قابل فخر جدید زبان ہے اس لیے اس کے بنانے اور بڑھانے میں ملک کے ہر طبقے کا چھوٹا بڑا اپنی اپنی ضرورت اور اپنی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے مطابق بغیر کسی جبر یا لالچ کے شعوری یا غیر شعوری طور پر سرگرم کار رہا ہے۔ اردو نے بحیثیت زبان اور بحیثیت تہذیب ہندوستان کی جو ہمہ گیر خدمت انجام دی ہے، اس کی ساتھی زبانیں انجام نہیں دے پائیں۔ لیکن جس طرح اقوام کی تقدیریں بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ زبانوں کی تقدیر بھی بنتی رہتی ہے۔ حالات کچھ اس طرح کے پیدا ہو گئے ہیں جو اردو کے لیے سازگار نہیں ہیں اس سے اردو کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ کیوں اور کیسے؟ اس کو سب جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ اردو کو عزیز اور عزت سے رکھنے والے اس کے تحفظ و ترقی کے لیے اپنی بہترین تعمیری صلاحیتیں بر سر کار لائیں اس سے اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو یہ کیا کم ہے کہ ہم کو اپنی اعلیٰ اخلاقی صلاحیتوں پر بھروسہ کرنا آ جائے گا اور اس کی مدد سے ہم جلد یا بدیر ان مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوں گے۔ دو چیزوں ہرگز نہ کرنا چاہیے، ایک جھگڑنا، دوسرے مایوس ہونا جھگڑنے اور مایوس ہونے سے وقت اور قوت دونوں ضائع ہوتے ہیں۔ ان نعمتوں کو ضائع کر دیا جائے گا تو اچھے اور بڑے کام کیوں کر انجام دیے جائیں۔

نوجوان سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ایک بات نہیں کر پاتے، انتظار اور تحمل۔ نوجوان ہی جو ٹھہرے! حالانکہ میرا خیال یہ ہے کہ نوجوان ایسا کریں تو وہ ناقابل تسخیر ہو جائیں۔ بوڑھوں میں تحمل اور انتظار خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ صفات نوجوانوں ہی کو زیب دیتی ہیں اور حصول مقصد میں انہیں کے وسیلے برگ و بار لاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو کو اس کا جائز حق دلانے میں ہم اب تک ناکامیاب رہے ہیں۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں، مخالف قوتوں کی غلبہ زائی سے یہ سب کچھ ہوا۔ باہمہ مایوس اور بیزار نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اس سے اردو کو نقصان پہنچے گا۔ اور اس سے اردو کی مخالف قوتیں اور زور پکڑیں گی۔ ہم کو اس پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اچھے مقاصد کے حصول میں جو قربانی دی جاتی ہے وہ رائیگاں نہیں جاتی۔ جلد یا بدیر بالعموم کامیاب ہوتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دیر تک کامیابی کا در بند رہنے سے مقاصد کو نقصان پہنچتا ہے۔ جیسا کہ اردو کو پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی اپنے کو حق پر سمجھ کر کوشش کیے جانا چاہیے۔ آپ اور آپ کے رفقا ہر اعتبار سے تہنیت کے مستحق ہیں کہ اتنا مشکل کام خندہ پیشانی سے کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ خدا نے چاہا تو ضرور کامیاب ہوں گے۔ اس پر ایمان رکھیے اور پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔

ہم سے بہت پہلے اقبال کہہ گئے ہیں۔

مخلص: رشید احمد صدیقی

بنام صفی لکھنوی

محب دلنواز[1] - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نامۂ محبت طراز مورخہ ۱۴ ستمبر بخیر موصول ہوا اور قند کا پارسل بھی پہونچ کر باعثِ منت پذیر ہوا آپ کی عنایت و محبت اور اس تکلیف فرمائی کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت ہی نادرست رہی اور اب بھی وہی حال ہے۔ آپ کا پارسل آیا ہوا رکھا ہے۔ ہنوز کھولنے کی نوبت نہیں آئی ذرا طبیعت کو سکون ہو لے تو اسے کھلوا کر دیکھوں اور پسند آنے پر جس قدر حاجت ہو پھر آپ کو لکھوں۔ بنظرِ رفع نگرانی یہ چند سطریں اس وقت لکھی ہیں آپ اپنے خیریت سے نیز طلب کو ہمیشہ مسرور کیا کیجیے۔

امیر فقیر

رام پور - ۱۹ دسمبر [۱۸۹۵ء]

جناب مکرمی حافظ صاحب کی خدمت سراپا برکت میں میرا سلام نیاز انضمام اور دعائے صحت کا شکریہ عرض کیجیے اور تضمین کی نسبت میری امراض کی حالت ظاہر کر دیجیے۔

(۲)

کیمپ فرید پور - ضلع بریلی

مورخہ ۲۴ نومبر

مکرم بندہ تسلیم -

محبت نامہ موصول ہوا - میں محجوب ہوں کہ آپ میری وجہ سے ایسے الفاظ اپنی نسبت تحریر فرمائیں - مجھے سخت ندامت ہے - آپ کا اظہارِ ندامت آپ کے حسنِ اخلاق کی دلیل ہے - میں آج کل دورہ پر ہوں اور ۱۵ جنوری تک بریلی واپس جاؤں گا - اغلب ہے کہ فروری میں میں لکھنؤ حاضر ہوں - پیشتر سے اطلاع دوں گا - اور درِ دولت پر حاضر ہوں گا - آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے - معیار کے پرچوں کی ضرورت تھی - اگر ہمارے تامل جائیں تو میں ممنون ہوں گا نیز اساتذہ اردو (مثلاً میر - سودا - مصحفی - انشاء - آتش - ناسخ - حسن وغیرہ) کی تصاویر کی تلاش درپیش ہے اگر آپ کے علم میں ہوں یا جو صاحب میری امداد کر سکتے ہوں ان کے نام و پتہ سے مجھے مطلع کیا جائے باعثِ شکریہ ہوگا -

آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں - آپ کی ذات مغتنمات سے ہے اور جتنا ہم لوگ ناز کریں اتنا تھوڑا ہے -

نیاز مند رام بابو سکسینہ - ڈپٹی کلکٹر

[1] یہ خط دل شاہجہانپوری کے نام ہے -

(۳)

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ۔ یو۔پی
۱۰ فروری سنہ ۱۹۱۶ء

مکرم بندہ حضرت مولانا زادعنایتکم۔ سلام شوق۔ میں اوس لطف کو یاد کر رہا ہوں۔ جو کچھ دیر آپ سے مل کے حاصل ہوا تھا۔ مجھے تمنا رہی کہ دولت خانے پر حاضر ہوں۔ لیکن اسی دن میں نواب گنج کو اور پھر گونڈے کو گیا۔ کسی طرح لکھنؤ پھر نہ آ سکا۔ بہ راہ راست رام پور آیا۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں اچھا ہوں۔

یہ بھی امید ہے کہ کبھی کبھی خط سے یاد فرماتے رہیئے۔ دو کی ملاقات صرف خط سے ہو سکتی ہے۔ اور آپ کو وہ فقرہ یاد ہی ہوگا جو میں نے ملتے وقت عرض کیا تھا۔ یہ اسی ضرورت سے تھا کہ دل سے میل رہے ذکر .. ..

کسی تعطیل میں تشریف لائیے۔ دو چار روز لطف رہے۔ میں تو جب لکھنؤ کو جاتا ہوں۔ اس قدر کاموں میں گھرا ہوا جاتا ہوں کہ اطمینان سے رہنے کی مہلت ہی نہیں ملتی۔

آپ کا نیاز مند خیر طلب
احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۴)

مدرسہ سلیمانیہ ——— پٹنہ
۱۳ فروری سنہ ۱۲ء

جناب مولانا خدا آپ کو خوش رکھے

آداب عرض کرتا ہوں۔ میں کس الفاظ میں آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کروں اور کس عبارت میں آپ کے قطعاتِ تاریخ کی مدح کروں متحیر ہوں۔ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔

جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ واقعی استاد استاد ہی ہے

اللہ بس باقی ہوس۔

میں بھی اپنے قیام کے زمانہ میں اس کا دل سے متمنی تھا کہ آپ کی زیارت اور آپ کے کلام سے استفادہ کروں۔ مگر کیا کہوں ہمارے حضرت حکیم منشی آغا صاحب نے باوجود تقاضائے شدید اس کا موقع نہ دیا اور مجھے بہلاوا ہی دیتے رہے۔ خیر پھر کبھی انشاء اللہ مستفید ہوں گا۔

آپ کے صاحبزادے کی خبر علالت نے سخت صدمہ دیا خدا شفائے کامل و صحت عاجل عطا فرمائے۔

والسلام
دعاگو
فرمان علی

(۵)

معدن لطف و وداد اکمل افراد جناب میر نقی صاحب صفی زاد لطفہ،

بعد سلام مع الاکرام شوق انضمام آنکہ کل وقت رخصت و فرصت مرثیہ میں یہ عرض کرنا بھول گیا خستگی میں کہ اب تین ہی مجالس مع آج کے باقی رہ گئیں اور بغیر آپ ایسے ماہر فن کی شرکت کے میرا جی بالکل نہ لگے گا چنانچہ امید آپ کی عنایت سے ہے کہ گیارہ بجے حسب تحریر رقعہ مطبوعہ ضرور ضرور تشریف فرما ہوجئے گا اور جناب عزیز دارم صاحب کو بھی لیتے آئیے گا۔ اگر کوئی قوی امر مانع نہو اور دونوں صاحبوں کو میرا سلام بھی پہونچا دیجئے گا اور آج پہ ہی موقوف نہیں۔ مجھے تو امید آپ کی محبت قدیم سے یہ تھی کہ دسوں مجلسوں میں بھی مکلف خدمت ہوتا مگر اب تین باقی مجلسوں میں تو شرکت فرمایئے اور یہی ان دونوں صاحبوں سے فرما دیجئے کہ میری طرف سے اور اگر اوقات اور وقت نظر سے ملاحظہ فرمایئے گا تو یہ زحمت آپ کو آپ کی لیاقت و مرتبہ کمال نے دی ..... نہ آپ ایسے ہوتے نہ اس قدر مخصوص آپ کو تکلیف بذریعہ تحریر خاص دی جاتی امید کہ ضرور عنایت فرمایئے گا اور لحاظ وقت بھی ضرور ہے

السید مہدی حسن ماہر عفی عنہ،

(۶)

۱۷، علی پور روڈ۔ دہلی
مورخہ ۸ ستمبر سنہ ۲۱ء

مہربان مخلصان زاد لطفہ،

تسلیم۔ تذکرہ خمخانۂ جاوید کی ترتیب کے دوران میں ایک صاحب سید صغیر حسین تخلص صغیر لکھنوی کے چند اشعار اور بہت مختصر حالات سودے میں پائے گئے۔ وہاں ان کو آپ کا تلمیذ لکھا ہے۔ یہ آپ کی اصلاح کا فیضان ہے یا صغیر صاحب کی سخن سنجی کا ذوق سلیم چند اشعار جو ہیں مجھے بہت پسند آئے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ ان کا مزید اور تازہ کلام اور پورے حالات درج تذکرہ ہوں۔ اس لیے تکلیف دیتا ہوں کہ ان کے پورے پتہ سے مطلع فرمایا جائے۔ تاکہ ان سے خط و کتابت کی جائے۔ مناسب سمجھیں تو آپ بھی ان کو لکھ دیں کہ اس معاملہ میں تکلف اور توقف سے کام نہ لیں۔

رقیمہ نیاز

برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۷)

۱۷۔ علی پور روڈ۔ دہلی
۲۸ ستمبر سنہ ۲۱ء

جناب مکرم!

تسلیم۔ عنایت نامہ کا شکریہ۔ جناب وصی کے صاحبزادے کے سانحہ کا سن کر سخت قلق ہوا۔ خداوند کریم آپ کو اور تمام پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کلام صغیر کے بہم پہنچانے کا وعدہ جو آپ نے فرمایا اس عنایت کے لیے نہایت ممنون ہوں۔ امید ہے آپ

کو اس کا خیال رہے گا۔

پنڈت اقبال کشن صاحب درسون پہاڑ پر گئے ہوئے ہیں۔ آپ کا سلام ان کو لکھ دیا ہے۔

زیادہ نیاز
نیاز کیش
برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۸)

دریا گنج، دہلی
مورخہ ۲۰ ستمبر ۴۰ء

میرے مکرم و محترم

تسلیم۔ والا نامہ کا بہت بہت شکریہ۔

صاحبزادی کی بے وقت رحلت کا معلوم کر کے سخت افسوس اور رنج ہوا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اچھے لوگوں پر مکروہات دنیا ستم ڈھایا ہی کرتے ہیں۔ یہ امتحان ہیں جو مشیت انسان کے صبر و توکل کی جانچ کو لیا کرتی ہے۔

رپورٹ اور استفساریہ خدمت والا میں پہنچ گیا ہوگا۔ اس کے سلسلے میں اگر آپ کچھ وقت دے سکیں تو اردو کی بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

زیادہ نیاز۔
اخلاص کیش
برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۹)

D-۲۲ بلاک

ماڈل ٹاؤن۔ (پنجاب)

جناب مکرم و محترم بندہ

تسلیم۔ پچھلی دفعہ لکھنؤ میں حاضری کے وقت تذکرہ خمخانۂ جاوید میں جناب کے حالات اور کلام فصاحت نظام کے اندراج کے متعلق عرض کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ کلام طباعت کے لیے مرتب ہو رہا ہے۔ اب گزارش ہے کہ تذکرہ پریس میں اس نوبت پر پہنچ گیا ہے کہ میں جناب کو ذیل کے امور کی نسبت تکلیف دوں۔

۱۔ حالات ذاتی و خاندانی و ادبی وغیرہ مع فہرست تلامذہ۔

۲۔ انتخاب کلام بہ غرض اندراج تذکرہ۔

اگر کچھ چیزیں چھپ گئی ہیں اور کچھ نہیں تو از راہ کرم مطبوعہ چیزوں کے ملنے کے پتے سے آگاہی بخشیں تاکہ وہاں سے بذریعہ وی۔ پی منگوائی جائیں۔ جو نظمیں یا غزلیات یکجائی یا متفرق صورت میں ابھی چھپی نہیں ان میں سے حسب مرضی جو کچھ عنایت ہوگا۔ ادب کا سرتاج ہوگا۔ کس طرح عرض کروں کہ اگر نقل میں زحمت ہو تو بیاضیں راقم کو عنایت فرمائیں تذکرے کی ضرورت پوری کر کے نہایت احتیاط سے واپس کر دی جائیں گی۔ مختصر یہ کہ تذکرے کی کتابت و طباعت جہاں تک پہنچی ہے وہیں رکی رہے گی جب تک آپ کی طرف سے گزارش مذکورہ صدر کی پذیرائی نہ ہو۔

کاتب نے حسن کی ردیف شروع کر دی ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں اُمید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے اور ظریف بھی خیریت سے ہوں گے اوپر جو التماس جناب کی خدمت میں کیا گیا وہی ظریف صاحب کی خدمت میں بھی ہے۔ اس پر زور دینے کی ضرورت نہیں کہ ظریف سے بہت دور نہیں۔

زیادہ کیا عرض کروں مرحوم لالہ صاحب کی وصیت اور اردو ادب کی خدمت مجبور کرتی ہے ورنہ میرے یہ دن اس بدو بہدک کے نہیں!

نیازکیش

برجموہن دتاتریہ کیفی

(۱۰)

اورنگ آباد۔ دکن

۲ر اکتوبر ۲۵ء

مخدومی و مکرمی۔ تسلیم

میں اس وقت حیدرآباد جا رہا ہوں اور وہاں ہی سے یہ خط آپ کی خدمت میں لکھ رہا ہوں۔ یہ محض حسن اتفاق ہے کہ اورنگ آباد اسٹیشن پر آپ کے بھائی صاحب سے ملاقات ہو گئی وہ بھی اسی ٹرین سے حیدرآباد تشریف لیے جا رہے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ واپسی میں ضرور اورنگ آباد بھی ٹھہریں گے اور کالج کے جلسے میں بھی شریک ہوں گے۔ جو ۲۵ ۲۶ اکتوبر کو ہونے والا ہے۔ جناب کو یاد ہوگا کہ میں نے گزشتہ سال بھی آپ کی خدمت میں دعوت بھیجی تھی مگر آپ کہیں دوسری جگہ وعدہ فرما چکے تھے۔ اس لئے یہاں آنے میں مجبوری تھی۔ اب میں پہلے سے اطلاع کرنا چاہتا ہوں کہ اس سال آپ اپنی تشریف آوری سے ہمیں ضرور ممنون فرمائیں۔ یہاں بہت سے اصحاب آپ سے ملنے اور آپ کا کلام سننے کے شائق ہیں۔ اگر آپ اس موقع پر کوئی نئی نظم پڑھنے کی زحمت فرمائیں تو یہ بہت بڑا احسان ہوگا۔ چونکہ بھائی صاحب بھی پہلے سے یہیں ہوں گے اس سے صحبت اور پُر لطف ہو جائے گی۔ انہوں نے بھی آپ کی خدمت میں لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ میری اس التجا کو ضرور قبول فرمائیں گے۔

براہِ کرم جواب بذریعہ تار عنایت فرمائیے۔ اخراجات سفر یہاں سے جناب کی خدمت میں بھیج دیئے جائیں گے۔

تابعدار

عبدالحق سیکرٹری انجمن ترقی اُردو و پرنسپل اورنگ آباد کالج

(۱۱)

ھوالعلے

۱۷ ولیلی سکنڈ لین کلکتہ

۲ر مئی ۴۰ء

مکرمی و محترمی تسلیم

عطیہ گرامی "یادگار حامد" بوساطت جناب مرزا تبسم صاحب موصول ہو کر باعث صد افتخار و ہزار انبساط ہوا۔ مجھے بے حد مسرت ہے کہ جناب اپنے اس حقیر قدردان کو نہیں بھولے ہیں۔ میں تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتا ہوں کیونکہ آپ کی بدولت فن سخن اب تک ہندوستان میں

زندہ ہے۔ یادگارِ حامد کا شائع ہو جانا ایک بڑی ادبی خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔ جزاک اللہ۔

نیاز کیش
رضا علی وحشت

(۱۲)

۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء

انڈین پریس الہ آباد ——— کرم و معظم دامت معالیکم۔ دست بستہ تسلیم۔

کل زبید احمد صاحب نے ایک بحث کے سلسلے میں مجھ سے بیان کیا کہ آپ کے اس مطلع پر کسی نے آپ کے سامنے اعتراض کیا

دنیا کا ورق بینشِ اربابِ نظر میں ۔۔۔ اک تاش کا پتہ ہے کفِ شعبدہ گر میں

اعتراض یہ تھا کہ دنیا کا ورق نہیں کہتے اور تشبیہ تاش کے پتہ سے نہایت مبتذل ہے۔ کیونکہ تاش کا پتہ بہت مبتذل لفظ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ اصلاح دی۔ اعتراض کو آپ نے مان لیا اور اصلاح کو بہت پسند کیا۔ لیکن وہ اصلاح انہوں نے نہیں بیان کی۔ شاید کسی عدالت میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

میں نے میر انیس صاحب کے کلام میں دنیا کا ورق بھی ان کو دکھا دیا اور یہ بھی کہا کہ اگر تاش کا پتہ مبتذل لفظ ہے تو چونکہ دنیا کو مبتذل ثابت کرنا شاعر کا مقصود ہے۔ لہٰذا ایسے الفاظ تشبیہ میں لانا ضروری تھے کہ جو مبتذل ہوں ورنہ بلاغت کے خلاف ہو جاتا اگر تشبیہ کسی دوسری چیز سے دی جائے گی جس کے الفاظ مبتذل نہ ہوں گے تو بلاغت غائب ہو جائے گی کیونکہ بلاغت کی تعریف یہی ہے کہ کلام مقتضائے حال کے موافق ہو اس کی کئی مثالیں میں نے دیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ جو چاہے بحث کریں لیکن صفی صاحب نے اس کو مان لیا ہے میں آپ کی بات مانوں یا صفی صاحب کی لہٰذا گزارش ہے کہ براہِ عنایت اس واقعہ کا مفصل حال تحریر کیجیے اور اس اصلاح کو بھی لکھیے تاکہ میں بھی غور کروں۔

عریضہ
حامد علی

(حامد علی خاں بیرسٹر)

(۱۳)

جناب محترم۔ زید کرمہٗ

السلام علیکم۔ میں حاضر ہوا تھا مع ایک اپنے بہت ہی عزیز دوست جناب حکیم سید ابرار الحق صاحب کے۔ آپ تشریف فرما تھے۔ غالباً یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے آپ کی خدمت میں نہ صرف نیاز حاصل ہے بلکہ بجائے خود حقوقِ محبت و یگانگت بھی رکھتا ہوں مجھے توقع ہے کہ جناب میری استدعا کو ہرگز رائگاں نہ جانے دیں گے۔

میری حالت جو کچھ ہے اگرچہ صاف اور نمایاں ہے لیکن بہت کم حضرات ہیں جو حقیقتاً مجھ سے واقف ہیں۔ سرعتوں کے ساتھ جو ترقی پذیر ہے اور ساتھ ہی موت بھی قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ میں مشاعروں سے بیزار ہو چکا ہوں لیکن یہ مشاعرہ میرے وطن کا مشاعرہ ہے۔ گویا تو دیہاتی مشاعرہ ہے۔ اور میں کبھی اپنے مشاعروں میں شریک نہیں ہوا اس لئے ظاہر ہے کہ مجھے کس حد تک

اس مشاعرے سے تعلق ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جناب بھی تکلیف شرکت فرما کر نہ صرف اس مشاعرے کو زینت بخشیں بلکہ مجھے بندۂ کرم بنالیں۔

میں یہاں سے کل مُرادآباد چلا جاؤں گا۔ بہرحال میری عدم موجودگی کو عدم موجودگی تصور نہ فرمائیے۔ میں آپ کی اس عملی عنایت و کرم کو کبھی نہ بھولوں گا۔

آپ کا مخلص
جگر عفی اللہ عنہ

(۱۴)

۱۲۷/۲ سی۔ جی۔ ایچ روڈ
خضر پور۔ کلکتہ — آرزو نواز دام اشفاقکم

تسلیم۔ میں بخیریت ہوں۔ خدا کرے آپ بھی بہمہ وجوہ خیریت سے ہوں۔ میں خضر پور کلکتہ سے ایک علمی ادبی رسالہ جاری کرنے والا ہوں امید ہے کہ جنوری میں پہلا نمبر شائع ہو جائے گا۔ یہ رسالہ باتصویر بھی ہوگا۔ اس کا اصل مقصد ادب اردو کی اصلاح حال ہے خصوصاً زبان۔ آپ شعبۂ نظم کی مکمل معاونت قبول فرما کر کوئی اخلاقی نظم یا جس طرح کی ہو جلد سے جلد عنایت فرمائیں کہ مجھے اس رسالہ میں اون لوگوں کا کلام لینا منظور نہیں جو رسالہ کے معیار کو قائم نہ رکھ سکیں اور مجھے جواب دہ ہونا پڑے۔

میرا ایک مضمون قرات شعری کے متعلق عالم گیر کے خاص نمبر میں شائع ہونے والا ہے۔ اسے ضرور ملاحظہ فرمائیے بلکہ اس کے متعلق میری خواہش ہے کہ آپ اپنی رائے کا اظہار بھی ضرور فرمائیں۔ بھائیوں کو سلام و دعا۔

۱۰ر نومبر ۳۹ء
ناچیز آرزو

(۱۵)

دفتر نگار۔ ۱۰ر جولائی ۴۰ء

مکرمی۔ تسلیم

ایک درخواست لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں جناب کے مجموعۂ غزلیات میں سے کم از کم ۱۰۰ اور زاید از زاید ۳۰۰ اشعار کا انتخاب چاہتا ہوں۔ لیکن آپ کا کیا ہوا اور آپ کے دستخط سے مزین۔

کیا میری یہ التجا درخور قبول ہوگی؟

جواب کا منتظر ہوں،
نیاز فتح پوری

(۱۶)

۱۳ر جولائی۔ دفتر نگار۔ لکھنؤ

مکرمی۔ تسلیم۔ گرامی نامہ پہونچا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں کوئی معمولی گداگر نہیں ہوں کہ آپکا انکار سن کر ٹل کر جاؤں گا۔ نگار کا سالنامہ اس وقت تک مکمل ہو ہی نہیں سکتا جب تک آپ کی شرکت اس میں نہ پائی جائے۔

مانا کہ کلام منتشر ہے۔ مرتب نہیں ہوا، لیکن سو دو سو اشعار تو آپ کو اپنے زبانی یاد ہوں گے۔ جنہیں آپ ہر وقت قلمبند کرا سکتے ہیں بہرحال یہ انتخاب تو آپ کو سونپنی پڑے گی، خواہ آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔

نیاز

(۱۷)

۵ راگست۔ لکھنؤ۔ مکرمی۔ تسلیم

مولانا امید سے مجھے آپ کی مصروفیت کا حال معلوم ہوا۔ لیکن میری خود غرضی شاید آپ کی مصروفیت سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بغیر آپ کے کلام کے میں نگار کے سالنامہ کو کیونکر مکمل کہہ سکوں گا۔

بہرحال جس طرح ممکن ہو کم از کم ۱۰۰ اشعار ضرور انتخاب فرما دیجئے۔ زیادہ سے زیادہ ایک دن کا کام ہے۔ میں نے مولانا امید سے درخواست کی ہے کہ وہ میری طرف سے آپ کو مجبور کریں اور اگر نقل و انتخاب میں ان کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ نگار کی طرف سے انجام دیں۔ مختصر حالات بھی مرحمت فرمائیے اور تصویر بھی۔ نیاز فتح پوری

(۱۸)

۱۱۔ اسٹینلی روڈ۔ الہ آباد

۲۱ راگست ۴۰ء مخدومی و محترمی۔ تسلیم

مجھے سخت ندامت ہے کہ دوران قیام لکھنؤ میں حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ نئے مکان کی مرمت اور دیگر مکروہات میں مبتلا رہا۔

نیاز صاحب مدیر رسالہ نگار کا اصرار ہے کہ آپ سے اپنے سو منتخب اشعار ان کو مرحمت فرمانے کی استدعا کروں۔ میں ان سے بالکل متفق الرائے ہوں کہ جو مجموعہ وہ شائع کر رہے ہیں اس میں آپ کا کلام شامل نہ ہو تو اس کی قدر و قیمت بہت کچھ کم ہو جائے گی۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ کے کثیر ذخیرے سے سو شعر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ گویا بہتے دریا سے ایک چلو بھر لیا۔ اتنے سے شعروں سے تو آپ کے طرز کا بھی اندازہ ہونا مشکل ہے۔ مگر سو کی تعداد انہوں نے آپ کی زحمت بچانے کے خیال سے مقرر کی ہے، تین چار سو شعر بھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نیاز صاحب اس پر بھی خوشی سے آمادہ ہیں کہ آپ اشعار پر نشان لگا دیں اور وہ کسی کو بھیج کر انہیں نقل کروا لیں۔

مجھے امید ہے کہ میری سفارش کو شرف قبول بخشا جائے گا۔ زیادہ حد ادب

معروضۂ اثر

نوٹ: مولانا صفی لکھنوی کے نام کے اصل خطوط کسری منہاس کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا اسلم جیراجپوری

بنام پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی

مخدومی - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

۲۱ جنوری کو صبح کی ڈاک سے سنی آرڈر اور شام کی ڈاک سے پیکٹ موصول ہوا۔ کام بڑا اور وقت نہایت کم۔ پھر ہم لوگ شہر سے دو میل کے فاصلہ پر، لیکن آپ کی ضرورت پر نظر کرکے کوشش کی گئی ہے۔ دو کاتبوں کو دونوں رسالے دے دیئے گئے ہیں۔ ۲۹، ۳۰، ۳۱ جنوری تک کا ہے۔ ابھی کسی مطبع سے گفت وشنید نہیں ہوئی۔ یہ بھی مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایک مطبع اپنے اس قدر چھاپہ ایک دم سے اس میں پھنسا دے۔ اس لیے غالباً دو مطبعوں میں دینا پڑے۔ عجلت کی وجہ سے کاتبوں کی اُجرت بھی زیادہ ہوگی جو پہلے ہی علی گڑھ سے دوگنی ہے۔

پیکٹ پہونچنے کے بعد ہی چونکہ رسالے کاتبوں کے حوالے کر دیئے گئے اس لیے تبصرہ لکھنے کا نہ موقع بنا نہ اس عجلت میں ممکن تھا۔

آپ کی تقطیع $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۴}$ یعنی جو ہماری سمجھ میں کسی طرح مناسب نہ معلوم ہوئی کیونکہ اس تقطیع پر دو کالم کی چیزیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ رسالے صرف دو دو جزء پر ختم ہو جاتے جو چوڑے چکلے تو بہت ہوتے لیکن حجم کچھ نہ ہوتا۔ اس لیے تقطیع $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۸}$ رکھی گئی ہے۔ اس میں ۱۰ اسطری مسطر ہونے پر غالباً ہر ایک رسالہ کا حجم چار جزو کا ہو جائے گا اور پسندیدہ معلوم ہوگا۔

بقیہ حالات اچھے ہیں اللہ کا شکر ہے۔ میں نے سال گزشتہ شادی کر لی۔ اب یہاں مع اہل وعیال کے ہوں۔ مولانا سواتی صاحب مع بال بچوں کے تجیریت ہیں اور ان کی افزائش میں مصروف ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد دو لڑکیاں ہو چکی ہیں اور مستقبل قریب میں پھر اسی صیغہ کی گردان ہونے والی ہے۔ آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مکتبہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی کتابیں بدستور رکھی ہوئی ہیں بالکل فروخت نہیں ہوئیں آپ ان کو اپنے خرچ سے جب چاہیں طلب کر سکتے ہیں۔

مولوی سید محمد صاحب ایک مدت سے روپوش تھے۔ لیکن شکر ہے کہ اس غیبت کبریٰ کے بعد اب ان کا ظہور ہوا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کانپور میں ہیں۔ ایک خط لکھا اسی ہفتہ میں آیا ہے لیکن اب بھی اپنا پتہ نہیں لکھا ہے۔

جامعہ کی حالت نہ امید افزا ہے نہ جانکنی کی ہے۔ اللہ مالک ہے جو پہلے بھی تھا۔ میں اس وقت تاریخ نجد مرتب کر رہا ہوں جو اردو میں اب تک نہیں لکھی گئی ہے اور اس میں منہمک ہوں۔ آپ کے اس عاجلانہ کام نے اس کے سلسلہ کو بہت درہم برہم کر دیا۔ یہ شکایتاً نہیں کہتا بلکہ ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ امید ہے کہ تیار ہو جانے پر جب آپ دیکھیں گے تو انشاء اللہ پسند کریں گے۔

بچوں کو دعا - فقط - نیاز مند محمد اسلم - جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی ۲۵ جنوری سنہ ۲۶ء

کل میں نے ایک خط مرکنٹائل پریس میں بھیجا تھا اس وقت ان کا جواب آگیا وہ بھی خدمت میں بھیج دیتا ہوں تاکہ آپ صرف کا کچھ اندازہ کریں تخمینہ انھوں نے ہزار کا لکھا ہے۔ اس لیے اس میں سے بجز لکھائی کے سب چیزیں نصف کر دیجئے۔ کیونکہ آپ صرف پانسو چھپوانا چاہتے ہیں۔ ٹائیٹل کا تخمینہ اس میں شامل نہیں ہے۔

دوسرے رسالہ کی بابت انشاء اللہ آرمی پریس سے کل یا پرسوں بات چیت کروں گا۔ خود جامعہ پریس اب کام کرنے لگا ہے۔ لیکن ہوا تو الگ رسالہ کا بھی سامان ہو جائے گا۔

اسلم

(۲)

جامعہ ملیہ دہلی۔ مخدومی۔ السلام علیکم

کل میں نے آپ کو ایک کارڈ لکھا لیکن اس وقت اہلیہ کے درد گوش کی پریشانی میں جو سخن کے ساتھ ہو رہا تھا نہ معلوم کیا لکھا۔ اس لیے آج پھر لکھنا مناسب معلوم ہوا۔ رسالہ اول یعنے پارسی علوم ۶۰ صفحوں پر ختم ہوا ہے اور رسالہ دوم یعنے معتقدات ۷۰ صفحوں پر۔ ٹائٹل پیج اس کے علاوہ ہے اور فہرست اگر دی جائے تو مزید برآں۔

جامعہ میں پریس چلنے لگا ہے۔ اور اس تقطیع کے آٹھ صفحہ کی کاپی ایک پتھر پر جم سکتی ہے۔ شہر میں مشین والے پانسو کی اُجرت ۸ء لیتے ہیں وہی جامعہ پریس لے گا اس لیے یہیں چھپوانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غرض اب کام معمول رفتار سے ہے تو آپ اطمینان سے ہدایت دیجئے، اس کے مطابق چھپے گا۔ معمولی دیسی کاغذ سفید جس پر جامعہ رسالہ چھپتا ہے عہ۲۰ باؤنڈ کا ہے قیمت ۳۰ پاؤنڈ ہے۔ اسی حساب سے ۱۸ × ۲۲ بھی ملتا ہے اگر گلیز لیا جائے گا تو اس سے کچھ زیادہ دام دینا پڑے گا۔ لکھائی رسالہ دوم کی اچھی ہوگئی ہے۔ لیکن اول کی میرے حسب منشا نہیں ہے۔ عجلت کی وجہ سے کسی قدر خراب لکھا گیا ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ چھپنے پر اچھا آئے گا۔ دونوں کی لکھائی کی اُجرت کم و بیش چالیس روپے ہے اور یہی یہاں کی معمولی شرح ہے۔

لکھائی اور کاغذ کے لیے روپیہ بھیج دیں چھپائی وغیرہ کے متعلق پھر لکھوں گا۔ محمد اسلم جے راجپوری ۳۱ جنوری ۲۶ء

(۳)

مخدومی دام لطفہ

السلام علیکم۔ کل کارڈ ملا۔ حسب تحریر دونوں کتابوں کی کتابت کے بل خدمت میں مرسل ہیں۔ کاتب روزانہ تقاضا کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی اُجرت چکا دینی ضروری ہے۔

عجلت میں چھپائی کا کام کرانے سے سب سے بڑی جو خرابی واقع ہوتی ہے وہ لکھائی پر پڑتی ہے۔ چنانچہ اس عجلت میں پہلے رسالہ کی لکھائی کم سے کم میرے حسب منشا نہیں ہوئی ہے۔ دوسرا رسالہ تو خیر اچھا لکھا گیا ہے۔

اب آپ جو کچھ حکم دیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی۔

میری اہلیہ کی حالت سابق بدستور ہے۔ درد گوش آٹھ دس دن سے چلا آتا ہے اور کسی دن رات کو سونے نہیں دیتا۔ اللہ رحم فرماتے۔

والسلام۔ خیر مقام۔ نیاز مند اسلم جامعہ ملیہ دہلی ۴ فروری ۲۶ء

(۴)

مخدومی۔ السلام علیکم۔

آپ کے دونوں رسالے تصحیح شدہ تیار رکھے ہوئے ہیں۔ اگر کہیں ان کی طباعت کا بندوبست آپ نے کر لیا ہے تو منگا لیجئے۔ اور جو یہاں چھپوانا چاہیں تو لکھیئے۔ چونکہ ان کی لکھائی عجلت سے ہوئی ہے اور یہاں ہوائیں تیز چل رہی ہیں اس لیے ممکن ہے کہ باوجود احتیاط کے بھی وہ خراب ہو جائیں۔ لہٰذا عجلت کی ضرورت ہے۔

دونوں رسالوں کی اُجرت کاتبوں کو دے دی گئی۔ جن کی رسید میں بھیجتا ہوں۔ مبلغ ۴ عہ باقی رہا جو رسالہ جامعہ کے کاتب کو دیا گیا کیونکہ وہ بار بار تقاضا کے لیے کاتبوں کے پاس دوڑائے گئے تھے اب اگر کچھ لکھانا ہوگا یعنی فہرست وغیرہ تو اس کی اُجرت مزید دینی پڑے گی۔ منتظر ہوں جیسا حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے۔ نیاز مند محمد اسلم جامعہ ملیہ دہلی۔ مورخہ ۱۰ فروری ۲۶ء

(۵)

جامعہ ملیہ دہلی ۱۳ مارچ ۲۶ء مخدومی السلام علیکم۔

بیمہ مل گیا۔ جامعہ پریس میں حسب ہدایت پارسی علوم کی چھپائی عنقریب شروع کر دی جائے گی اور پروف خدمت میں بھجوا دیے جائیں گے کاغذ کے لیے اہل نظر کی رائے یہ ہے کہ سولہ پاؤنڈ کا ہونا چاہیئے وہ جامعہ رسالہ جیسا ہوگا۔

معتقدات کا حصہ جدید جو آپ نے بھیجا ہے، لکھنے کے لیے کاتب کو دے دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۶۰ صفحوں کا تھا اب اس اضافہ سے ۹۶ صفحوں کا ہو جائے گا منصورہ الاضمون انشاء اللہ جامعہ میں درج کر دوں گا۔

میرے یہاں سب خیریت ہے مولوی سوالی صاحب بھی مع اہل وعیال کے بخیر ہیں۔ ذاکر حسین خاں مع اسٹاف یعنی عابد وحبیب صاحب جرمنی سے آکر جامعہ میں جم گئے ہیں۔ اب غالباً رسالہ جامعہ کی ادارت سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو جائے گی۔ اور اپنی جگہ عابد کو لگاؤں گا۔ امید ہے کہ آپ مع بال بچوں کے بعافیت ہوں گے۔ فقط۔ تاریخ نجد تیار ہے۔ مگر میں نے ایک ہی ہزار چھپوایا ہے جو دہلی کے لیے بھی مشکل سے کفایت کرے گی۔ اس لیے دوسرا ایڈیشن جلد نکالنا پڑے گا۔ کیا آپ خود یا "صدائے خاموش" صاحب اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میری کچھ امداد کر سکیں گے یعنے یورپین مصنفین نے جو کچھ نجد واہل نجد کی بابت لکھا ہے اس کا ذخیرہ مجھے دے سکیں گے؟ جواب ضرور لکھیئے گا۔ منتظر ہوں۔ فقط اسلم۔

(۶)

جامعہ ملیہ دہلی ۱۳ مئی ۲۶ء مخدومی۔ السلام علیکم۔

والا نامہ ملا تھا۔ تعزیت فرمائی کا شکریہ۔ آپ کی کتاب پارسی علوم تقریباً چھپ چکی ہے صرف دو کاپیاں اور رہ گئی ہیں۔ اس کے لیے ٹائٹل پیج وغیرہ کا مضمون بھیج دیجئے ورنہ پرانا ٹائٹل پیج جو لکھا ہوا ہے اس کی اجازت دے دیجئے کہ چھاپ دیا جائے۔

یہ کتاب نہ اچھی لکھی گئی نہ اچھی تصحیح ہوئی نہ اچھی چھپی۔ "عجلت" کی خرابیاں اس پر زیادہ ظاہر ہیں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اس کے خلاف معتقدات بہت اچھی چھپے گی۔ اس کی لکھائی بھی اچھی ہے۔ کل ۱۲ اریٰ کو میں نے اس کی ۱۲ کاپیاں آٹھ صفحے یعنی صفحہ اسے نہایت صفحہ ۹۶ تک پوری کتاب مع اصل کے مطبع ملیہ کے حوالہ کر دی ہے۔ اس کی رسید میرے پاس موجود ہے۔ ٹائٹل پیج بھی دے دیا ہے۔ اور تاکید کر دی ہے کہ ان سب کا

پروف آپ کو بھیجیں۔ غالباً ہفتہ عشرہ میں یا اگر آپ جلدی کریں گے تو جلد بھیجیں گے ۔

آپ نے مبلغ پچاس روپے آغاز مارچ میں جو بھیجے تھے۔ اس میں سے مبلغ ۹ روپے بقیہ مضمون معتقدات عجم کے دو جزو کی کھلائی کی اجرت میں کاتب صاحب کو دیئے گئے جس کی رسید میرے پاس موجود ہے اور بقیہ ۴۱ روپے کل میجر صاحب مطبع ملیہ کو بابت چھپائی و کاغذ پارسی علوم و معتقدات عجم علے الحساب دے دیئے گئے ہیں۔ رسید میرے پاس موجود ہے۔

چونکہ یکم جون سے بڑی تعطیل ہونے والی ہے اس لیے میں نے یہ تمام چیزیں آپ کی کسی مطبع کے حوالہ کر دیں تاکہ آپ براہ راست ان کے ساتھ معاملات رکھیں کیونکہ میں مطبع بند ہو جانے کے بعد مکان کو جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

مولانا سواتی صاحب حج کو تشریف لے گئے۔ اپنے اہل و عیال کو دہلی میں چھوڑ گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ فقط اسلم

(۷)

مخدومی دام کرمہ، السلام علیکم

آپ کا ایک کارڈ بلا تاریخ اپنی کتابوں کے متعلق عرصہ ہوا مجھے ملا تھا۔ میں نے مطبع ملیہ سے جو اس وقت بالکل غیر مستقیم حالت میں ہے اور قرول باغ سے شہر میں تبدیل ہو گیا ہے۔ دریافت کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ رسالہ پارسی علوم مکمل چھپا ہوا تیار رکھا ہوا ہے۔ صرف ٹائٹل پیج نہیں ہے جو آپ کی ہدایت کے موافق روک لیا گیا تھا۔ لہٰذا اگر جلد اس کا ٹائٹل پیج بنا کر بھیج دیں تو وہ مکمل کر کے خدمت میں بھیج دیا جائے۔

رسالہ معتقدات عجم ۹۶ صفحوں میں سے ۸۴ صفحے پانسو کی تعداد میں چھپا رکھا ہے۔ بقیہ نصف کی کاپیاں لکھی لکھائی نقل مکانی میں گم ہو گئیں۔ اس کی چونکہ رسید میجر مطبع کے ہاتھ کی میرے پاس موجود ہے اس لیے وہ مطبع کے صرفہ سے ان بقیہ کاپیوں کے دوبارہ لکھوانے پر نہ صرف مجبور بلکہ آمادہ ہیں۔ اس لیے آپ معتقدات عجم کے آخر کا مسودہ بھیج دیجئے۔ لیکن اب درست کر کے بھیجئے گا کہ کاپیوں اور پروفوں میں اصلاح کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ مطبع والوں کو آپ سے یہ شکایت ہے۔ اُمید ہے کہ وہ کاپیاں اسی کاتب سے لکھوائی جائیں گی جس سے پہلے لکھوائی گئی تھیں۔ مولانا سواتی بخیریت ہیں اور ان کے بچے آرام سے ہیں آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ میں بھی آپ کی دعا سے بعافیت ہوں فقط۔

اسلم جامعہ ملیہ۔ دہلی۔

(۸)

۳۰ مارچ ۲۷ء مخدومی دام لطفہ ۔ السلام علیکم

کل تار ملا۔ اسی وقت ناظم صاحب مطبع ملیہ کے حوالہ کیا گیا۔ آج انھوں نے معتقدات کے تین جزو کے مطبوعہ فرموں کے حسب فرمائش تین سٹ خدمت میں بذریعہ ریلوے روانہ کر دیئے ہیں۔

اس سے پہلے ماہ گذشتہ میں میں نے آپ کو لکھا تھا کہ معتقدات کے صرف تین جزو چھپے ہیں اور بقیہ تین جزو کی لکھی لکھائی کاپیاں معہ اصل مسودہ گم ہو گئیں۔ آپ اگر اصل بھیج دیں تو دوبارہ لکھوا کر چھپوا دیا جائے ۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں بچوں کے بعافیت ہوں۔ مولوی سواتی صاحب بھی مع اہل و عیال کے خوش ہیں۔ فقط۔

نیاز مند اسلم جے راجپوری جامعہ ملیہ۔ ۲۵ رمضان المبارک

(۹)

مخدومی دام لطفہٗ السلام علیکم۔

والا نامہ موصول ہوا صادر ہوا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آخری حصہ معتقدات والا ۲۲۔۴۰ تک پتھر پر جما ہوا موجود ہے مگر چھپا نہیں ہیں نے تاکید کر دی ہے امید ہے کہ جلد چھپ جائے گا۔

پارسی علوم کا سرورق مطبع میں دے دیا گیا ہے کہ لکھوا کر جلد چھپوا دیں تاکہ وہ رسالہ تو مکمل ہو جائے۔

مولانا سواتی صاحب اچھے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں تعطیلوں میں وہ یہاں نہ رہیں گے۔ نہ میں رہوں گا۔ فقط۔

صدائے خاموش صاحب کی نظم انشاء اللہ شائع کی جائے گی۔

نیازمند اسلم جیراجپوری جامعہ ملیہ۔ دہلی مورخہ ۱۹ اپریل ۲۸ء

(۱۰)

مخدومی۔ السلام علیکم

کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے اب تک معتقدات اور پارسی علوم کے ٹائٹل پیج کے مسودات نہ بھیجے باوجود اس قدر تاکید کے۔ دونوں رسالے چھپ کر تیار رکھے ہیں صرف ٹائٹل میں دیر ہے۔ اگر آگیا ہوتا تو چھپ گیا ہوتا۔ لہٰذا فوراً بلا تاخیر روانہ کیجئے، ورنہ پتہ لکھیئے کہ کس پتہ سے یہ دونوں رسالے بھیجے جائیں؟ ٹائٹل وہیں چھپوا لیجئے گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں زکام اور بخار میں مبتلا تھا۔ اب افاقہ ہے۔ مولوی سواتی مع اہل و عیال کے اچھے ہیں۔ فقط۔ جواب میں تاخیر نہ فرمایئے گا۔

محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی۔ مورخہ ۲۶ جنوری ۲۸ء

(۱۱)

مخدومی دام لطفکم۔ السلام علیکم۔ لفافہ موصول ہوا۔ آج کی ڈاک سے معتقدات کے کل فرمے صاف سے ۹۰ تک بیرنگ آپ کے نام روانہ کر دیئے گئے ہیں موصول ہونے پر رسید سے مطلع فرمایئے گا۔

پارسی علوم کا ٹائٹل بھی عنقریب چھپ جایئے گا۔ فوراً لکھیئے کہ وہ کہاں بھیجا جائے۔ کیونکہ مطبع کے منیجر صاحب فالتو چیزوں کو اب رکھنا گوارا نہیں کرتے۔ اپریل تک معتقدات کے فرموں کی حفاظت کے لیے بھی تیار نہیں۔ اس لیے اس کا جس قدر مسودہ آپ کو بھیجنا ہو ایک ہی ساتھ اور جلد بھیجئے تاخیر نہ کیجئے تاکہ آپ کا کام جلد ختم ہو جائے۔

آپ کی دو رقمیں جو آئی تھیں ان کا حساب میں آپ کو بھیج چکا ہوں۔ ادھر جو کچھ لکھنا پڑا ہے اس کی لکھائی خود مطبع نے ادا کی ہے کیونکہ اس نے آپ کی کاپیاں ضائع کی تھیں۔ میرے پاس کاپیوں کی رسید موجود تھی۔

چھپائی کے لیے ۱۴ روپیہ آپ کا مطبع میں جمع ہے جب حساب ہوگا تو وہ رقم جدا ہوگی۔

میں اب اچھا ہوں صرف کان بہتا ہے۔ مولانا سواتی مع متعلقین بخیریت ہیں۔ آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ فقط

محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ۔ دہلی۔ ۴ فروری ۲۸ء

(۱۲)

مخدومی - السلام علیکم

پرسوں بیمہ موصول ہوا۔ بیمہ کی وجہ سے خیال ہوا کہ شاید کوئی رقم ہو لیکن رقم نہ تھی، اور ابھی ہونا بھی نہیں چاہیے تھا۔ اب یہ مسودہ رکھا رہے گا تاکہ آخری قسط آجائے اس وقت سب کو لکھ کر چھپوا دونگا۔ کل مجھے معلوم ہوا کہ معتقداتِ عجم جس قدر چھپ چکی ہے اس کی سلائی بھی ہو چکی ہے حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ پرسوں سے زکام اور زکام کی وجہ سے مسلسل حرارت میں مبتلا ہوں اس وجہ سے گھر سے بھی نہ نکل سکا۔ اس وقت بھی بخار ہے تعجب ہے کہ آپ مسودہ کی نقل اپنے پاس نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ اصول کے خلاف ہے۔ ممکن ہے میں حفاظت کروں لیکن کاتب سے نہ ہو سکے یا کوئی حادثہ پیش آجائے۔ غرض مصنف کو نقل رکھ لینا ضروری ہے۔ فقط دعا کا طالب

اسلم جیراجپوری - جامعہ ملیہ - قرول باغ - دہلی - مورخہ ۱۳ فروری ۲۸ء

(۱۳)

۹ اپریل ۲۸ء مخدومی دام لطفکم - السلام علیکم -

بقیہ مسودہ معتقداتِ عجم، صفحہ ۴۳ پرسوں موصول ہوا۔ میں بخیریت ہوں۔ لیکن امسال حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ پورا کرا دے۔ اس وجہ سے تعمیل ارشاد اور مقدمہ نگاری و تصحیح کاپی و پروف سے معذور ہوں۔ سارا مسودہ آج مجیب صاحب مالک مطبع جامعہ ملیہ کے حوالہ کر دیا ہے اور رسید ان سے لے لی ہے اور تاکید کر دی ہے کہ وہ سلسلہ وار آپ کے خطوط کا جواب دیا کریں۔ اور یہ مسودہ اسی کاتب سے لکھایا جائے جس نے معتقدات لکھی ہے اور کل کاپیاں تیار ہو جانے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیج دی جائیں۔ پروف کی تصحیح یہیں ہوگی۔ چھپ جانے کے بعد پروف آپ کی خدمت میں بھیجے جائیں تاکہ مقدمہ نگار صاحب اس کو پیش نظر رکھیں۔ انشاء اللہ ان سب باتوں کی وہ تعمیل کریں گے "۔

معتقدات کے مسودہ سے ایک مضمون جامعہ میں لیا گیا ہے۔ میں نے عابد صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اور مضامین بھی آپ لینا چاہیں تو مصنف کی اجازت ہے۔ پارسی علوم کا ایک نسخہ میں نے مطبع سے منگا لیا تھا اسے عابد صاحب کے حوالہ کر جاؤں گا وہ ریویو لکھ دیں گے۔ اس کی دو کاپیاں جو گورنمنٹ میں داخل کی جاتی ہیں داخل کی گئی ہیں اس لیے آپ داخل نہ کریں۔

آپ کا ۱۱۴۰ روپیہ مطبع میں جمع ہے جس کی رسید میرے پاس ہے۔ رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا مجیب صاحب کے نام سے بھیجئے۔ آخری حساب تک انشاء اللہ میں آجاؤں گا۔ اس وقت بل دیکھ لوں گا۔ اس وقت کے لیے ۱۰۰ روپیہ بھیج دیں تو مناسب ہے۔ مولانا سواتی صاحب معہ اہل و عیال کے بخیر ہیں۔ اور آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ذاکر صاحب گرد کل کانگڑی کے جلسہ میں گئے ہوتے ہیں۔ آئیں گے تو ان کو سلام پہونچا دوں گا۔

فقط - نیازمند اسلم - جامعہ ملیہ - دہلی

(۱۴)

جامعہ ملیہ دہلی ۱۷ اگست ۲۹ء مخدومی دام لطفہ،

السلام علیکم - کل کارڈ ملا - وطن میں بھی ایک والا نامہ موصول ہوا تھا لیکن میں پورے جولائی بھر آشوب چشم میں مبتلا رہا علاوہ اس کے آپ کی کتاب کی حالت سے بے خبر تھا اسی وجہ سے کچھ جواب نہ دے سکا -

کتاب معتقدات کا وہ حصہ جو پارسی علوم کے ساتھ آیا تھا مکمل چھپ چکا تھا۔ اس کے فرمے پھر آپ کے پاس جا چکے تھے اور وہ دو سال سے تیار رکھا ہوا ہے اگر آپ منگاتے تو وہ پارسی علوم کے ساتھ بھیجا جا سکتا تھا۔ لیکن اس کتاب کا بقیہ حصہ آپ نے پچھلے سال بھیجا۔ وہ لکھوایا گیا اور اس کاتب کو تلاش کر کے جس سے پہلے چھ جزو لکھائے گئے تھے۔ مدت کے بعد اس نے لکھ کر دیا جس کی تصحیح خود آپ نے کی۔ وہ کاپیاں اب تک نہ چھپ سکیں اور پڑی ہوئی ہیں اور کل شام کو ۶ بجے جامعہ پریس بند کر دیا گیا۔

اب اگر آپ فرمائیں تو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں حصے خدمت میں بھجوائے جائیں یا غیر مطبوعہ کاپیاں کسی مطبع میں چھپوا کر بھیجے جائیں بہرصورت جو آپ لکھیں گے اس کی تعمیل ہوگی۔ مطبع کے ساتھ حساب کرنے کے لیے جو رقوم شروع سے آج تک آپ نے ان دونوں رسائل کے متعلق بھیجی ہیں۔ ان کو لکھیے اور ایک نسخہ پارسی علوم کا بھیج دیجیے تاکہ حساب کر لیا جائے یہاں پارسی علوم کا کوئی نسخہ نہیں نہ میرے پاس ہے۔

میں نزلہ اور زکام میں سخت گرفتار ہوں۔ دعا فرمائیے اللہ عافیت دے۔ مولانا سواتی صاحب نے بنارس میں کسی مدرسہ میں ملازمت کر لی ہے۔ یکم اگست سے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ فقط۔ آپ کا خیر طلب السلم

(۱۵)

مخدومی دام لطفہ، السلام علیکم

آپ کے ۲۰ اگست کے والا نامہ کا جواب آج لکھنے بیٹھا ہوں کیونکہ جامعہ پریس بند ہو جانے کے بعد تمام معاملہ حامد علی خاں صاحب کے حوالہ ہوا کہ اس کی جملہ چیزوں کی جانچ کریں۔ وہ لاہور گئے ہوئے تھے۔ پرسوں آئے ہیں۔ کل میں نے جا کر مطبع میں آپ کی کتاب معتقدات کی حالت دیکھ لی۔ اس لیے آج جواب لکھنے کے قابل ہوا۔

معتقدات کے ۹۶ صفحے پہلے چھپ چکے تھے اُدھر ۵۶ صفحے اور چھپے ہیں یعنی اب وہ کتاب صفحہ ۱۵۲ تک چھپ چکی ہے بقیہ ۴۸ صفحے یا ۶ کاپیاں ہیں۔ یہ کاپیاں اچھی حالت میں ہیں اور یہاں اگر آپ حکم دیں چھپوائی جا سکتی ہیں۔ معتقدات کی طباعت اور کاغذ کی مد میں اب تک کوئی پیسہ آپ کی طرف سے موصول نہیں ہوا اس لیے اس وقت علی الحساب مبلغ ایک صد روپیہ میرے نام سے بھیج دیں تاکہ میں حامد علی خاں کے حوالہ کر دوں اور وہ بقیہ اجزاء چھپوا کر کتاب آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ جو کچھ بقیہ نکلے گا اس کا بل خدمت میں پہونچے گا۔ والا نامہ کے ساتھ جو حساب منسلک تھا اس میں ایک رقم دس یا گیارہ روپے کی رہ گئی ہے جو معتقدات کی لکھائی میں مارچ ۲۶ء میں دی گئی ہے۔ جس صرف چار جز کی لکھائی ہے پونے دو جز؟ اور محمد اسحاق نے لکھے ہیں اور دونوں کتابوں کے ٹائٹل بھی جو شاید کام میں نہ آسکے۔ محمد اسحاق کے ہاتھ کی ۹ روپے کی رسید میرے پاس محفوظ ہے جس کو بھیجتا ہوں اور دونوں ٹائٹل کی لکھائی کی رسید اس وقت نہ مل سکی۔ اس لیے میرے پاس جو رقم نوے روپے کی پونجی تھی اس میں سے ۴۹ روپے پارسی علوم اور معتقدات کے ۹۶ صفحے اور ان دونوں کے ٹائٹل کی لکھائی میں صرف ہوئے اور بقیہ ۴۱ روپے پارسی علوم کی چھپائی کی مد میں دیے گئے جس کی رسید میرے پاس محفوظ ہے۔ اس حساب سے پارسی علوم کے ۴ حصہ کے بل میں بھی ساڑھے گیارہ روپیہ آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

چونکہ حامد علی خان صاحب کے پاس کوئی اس قسم کی رقم نہیں ہے جس سے وہ آپ کی کتاب کے لیے کاغذ خریدیں یا اس کی طباعت کرائیں اور معتقدات کے کاغذ اور چھپائی میں تقریباً سو روپیہ کے قریب مطبع کا خرچ ہو چکا ہے۔ اس لیے یہ رقم فوراً آپ کو بھیج دینی چاہیئے تاکہ آپ کا کام جلد ہو جائے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں آرام سے ہوں۔

مولانا سواتی کی اہلیہ بیمار تھیں وہ بنارس سے اس کی تیمارداری کے لیے ٹونک گئے ہیں۔ اب وہ اچھی ہیں۔ سُنا ہے کہ امروز فردا میں مولوی صاحب موصوف دہلی سے ہوتے ہوئے بنارس تشریف لے جائیں گے۔ شاید ملاقات ہو جائے۔

اس طرف قرولباغ میں ہیضہ کی شکایت ہوگئی تھی۔ طبیہ کالج ایک مہینہ کے لیے بند بھی کر دیا گیا لیکن اہل جامعہ نے صرف ٹیکہ لگوانے پر اکتفا کیا۔ اب الحمدللہ خیریت ہے اور صرف برائے نام شکایت ہے کبھی کبھی کوئی واردات ہو جاتی ہے۔ فقط

مورخہ ۹ ستمبر ۲۹ء محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ۔ قرولباغ دہلی۔

(۱۶)

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ مخدومی۔ السلام علیکم

پارسی علوم کی کل کاپیاں مطبع جامعہ میں جمادی گئی ہیں اور ان سب کا پروف ایک ساتھ خدمت میں بھیجا جا رہا ہے۔ دیکھ کر فوراً واپس بھیجئے تاکہ چھپائی ہو جائے۔

چونکہ تاریخ نجد کا شوق آپ نے اپنے ایک خط میں ظاہر کیا تھا اور وہ تیار ہوگئی ہے اس لیے اس کی ایک کاپی بذریعہ وی پی کے مکتبہ بھیج رہا ہے۔ اسی کے ساتھ پروف بھیجنا مناسب معلوم ہوا۔ امید ہے کہ آپ ضرور وصول کر لیں گے۔ آپ کا کارڈ ملا تھا۔ یہ ۲۴ پاؤنڈ کا کیا ذکر؟ میں نے تو لکھا تھا کہ ۱۶ پاؤنڈ کا کاغذ ۱۸×۲۲ کے لیے ویسا ہی ہوگا جیسا کہ جامعہ کے لیے ۲۰ پاؤنڈ کا اور ۱۶۔ پاؤنڈ کا کاغذ خریدا جا رہا ہے۔

مہربانی فرما کر یہ بھی لکھیے کہ کتاب کے ٹائٹل پر شائع کنندہ اور مقام اشاعت کیا درج کیا جائے۔ جواب میں تاخیر نہ ہو۔ ورنہ سخت ہرج ہوگا۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ذاکر صاحب سلام کا جواب دیتے ہیں۔ فقط۔

محمد اسلم جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی۔ ۱۶ اپریل ۴۴ء

(۱۷)

جامعہ ملیہ دہلی ۲۵ رمضان ۴۴ء یوم جمعہ

مخدومی۔ السلام علیکم۔

پروف ایک عرصہ کے بعد واپس ملے۔ اس میں شک نہیں کہ کتابت بہت ناقص ہے۔ اور یہ عجلت میں کرائی گئی تھی جبکہ آپ نے دونوں رسائل کی تیاری کے لیے صرف پندرہ روز دیئے تھے۔ ورنہ کتابت، تصحیح اور چھپائی سب کچھ عمدہ ہو سکتی تھی۔ مطبع اب دوبارہ پروف بھیجنے کے لیے نہ دے گا کیونکہ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ میں صرف یہ کروں گا کہ جس وقت پتھر بن چکے بولیں اس وقت پہلا فرما آپ کے تصحیح کردہ پروف سے ملا لیا کروں گا۔ اس رسالہ کا ٹائٹل اور مقتدات عجم کا اشتہار جو اس کے چوتھے صفحہ پر ہوگا آپ پہلے بھیج چکے ہیں جو لکھ کر غالباً پتھر پر جمایا جا چکا ہے۔ اب یہ جدید ٹائٹل آگیا۔ بہرصورت اب یہی لکھ کر جمایا جائے گا۔

دوسرا رسالہ اس سے بہت بہتر لکھا گیا ہے۔ اور پورا تیار ہے۔ وہ کل ۹۵ صفحات کا ہے۔ اس کا ٹائٹل پیج بھی لکھا جا چکا ہے۔ اب اس پر جو کچھ اشتہار وغیرہ چھپوانا چاہیں لکھ کر بھیجئے۔ کاغذ ۱۶ پونڈ کا تلاش کیا جا رہا ہے۔ میری اہلیہ آج ایک ہفتہ سے چیچک میں مبتلا ہوگئی ہیں۔ سخت پریشانی ہے

دعا کیجئے اللہ تعالےٰ شفا دے۔ تاریخ بخد جہاں تک میرا خیال ہے اسی سال مجھے دوبارہ چھپوانی پڑے گی کیونکہ میں نے اس کی ایک بی ہزار کاپی چھپوائی اور مانگ زیادہ ہے۔ اس لیے اس کے بارہ میں جو کچھ مشورہ یا امداد آپ کو یا صدائے خاموش صاحب کے دینا ہو جلد دے دیں۔ والسلام۔ محمد اسلم

(۱۸)

الہ آباد ۲۶ر ۱۳ء معزز ہموطن السلام علیکم

خیریت مزاج؟ گرامی نامہ صادر ہوا۔ مشکور فرمایا۔ نیچرل شاعر کا مرثیہ بھی پہنچا۔ دوسرا شکریہ بھی قبول فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ مہینہ میں شائع کیا جائے گا۔

یہ سن کر فقیر کو بڑی مسرت ہوئی کہ ترتیب میلاد میں آپ مشغول ہیں۔ بے شک بے سروپا روائتیں نکال دی جائیں۔ لیکن فقیر کے خیال میں ایک بات آئی ہے شاید آپ پسند کریں۔ عوام کو صحیح روایات کی پروا نہیں ہوتی بلکہ ایسی عبارتیں یا طرز بیان جس سے رسول اللہ صلعم کی محبت ان کے دل میں گھر کر جائے۔ یہ تو یقینی ہے کہ آپ صرف صحیح روایات لکھیں گے لیکن انداز بیان وہی اختیار فرمائیے جس نے میلاد نبوی کی تقریب کو مقبول عام بنا دیا۔ غور فرمائیے گا تو ممکن ہے کہ فقیر کا یہ خیال صحیح نکلے۔

ڈیڑھ سو بھاری شرائے عہد قدیم کے نام جمع کر چکا ہوں۔ اگر کچھ ان کے حالات بہم پہنچ سکیں تو لکھیئے کہ اس فہرست سے کچھ نام آپ کے پاس بھی بھیج دوں۔ آپ کی کتاب کو اب کے ریویو کے لیے نکالا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ریویو کر چکا تھا۔ اتفاق سے ہمت باقی نہ رہی۔ اس لیے اگلے کے لیے اٹھا رکھا۔ آپ کو عجلت تو نہیں ہے؟ جناب کے والد بزرگوار مرحوم مغفور کا قطعہ بھی مئی میں شائع کروں گا اس لیے کہ واجد علی شاہ مرحوم کے جس مضمون کی نسبت فقیر نے عرض کیا تھا وہ اب کے شائع نہ ہو سکا۔ یقین ہے کہ آپ اس کا خیال نہ فرمائیں گے۔ دیوان راسخ کے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ خدا کرے جلد آپ کو موقعہ ملے کہ وہ مرتب ہو کر یہاں آجائے۔ یہ تو فرمائیے کہ راسخ مرحوم کے کچھ حالات بھی دستیاب ہوئے؟ والسلام

بندہ حقیر فقیر حسیر (مرحوم مدیر ادیب الہ آباد)

(۱۹)

دی بہشت محری گیٹ دہلی۔ ۲۱ر مارچ ۱۹ء

کرمی۔ اسلام علیکم۔ اخبار قوم میں ایک سب ایڈیٹر کے متعلق جو اشتہار چھپا تھا وہ میرا تھا۔ چنانچہ اڈیٹر قوم کے نام آپ کا خط مجھے ملا ہے۔ میں عنقریب دہلی سے روزانہ اخبار جاری کرنے والا ہوں جس کا نام غالباً علم ہوگا۔ صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں صاحب وغیرہ نے ایک کمپنی قائم کی ہے جس کی زیر نگرانی یہ اخبار جاری کیا جائے گا۔ اگر آپ اس کام میں شریک ہوں اور بحیثیت سب اڈیٹر آنا پسند کریں تو بہ واپسی ڈاک اطلاع دیجئے۔ تنخواہ فی الحال ۱۰۰/- دی جاسکے گی۔ لیکن ایک دو مہینہ کے بعد اضافہ ممکن ہے۔ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ابتدائی حالت میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس لیے ۸ صفحات کا اخبار ہوگا اور اس کے لیے دو تین سب اڈیٹر رکھنے پڑیں گے۔ ۲ دو پیسہ میں فروخت کیا جائے گا آپ جانتے ہیں۔ کہ ابتدا میں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا جو محض اس امید پر برداشت کیا جائے گا کہ آئندہ اشاعت میں ترقی ہوگی۔ آپ بہ واپسی ڈاک جواب دیجئے اس لیے کہ شروع اپریل میں دفتر کھل جائے گا اور آپ کے فوراً ہی آنے کی ضرورت ہوگی۔

نیازمند (قاضی) عبدالغفار

(۲۰)

اورنگ آباد دکن ۱۰ مارچ ۴۳ء

مکرمی و معظمی تسلیم

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون فرمایا۔ آپ ضرور اپنا مجموعہ روانہ فرمائیں۔ ہم لوگ یہاں اسے دیکھ کر اپنی رائے عرض کریں گے۔ یقین ہے کہ اس سے ہمیں بہت کچھ مدد ملے گی۔ رسالہ جامعہ پرابریل کے نمبر میں ریویو شائع ہوگا۔ جس پر آپ بلا تکلف رائے زنی فرما سکتے ہیں۔ اس سے مقصد تحقیق ہے نہ کہ کیچڑ اچھالنا۔ یہ خط میں جلدی میں صرف آپ کے خط کی رسید میں لکھ رہا ہوں۔ اردو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہے۔ عبدالحق

(۲۱)

سیف آباد حیدرآباد دکن ۷ رمئی ۴۲ء

مکرم۔ یکم مئی کا خط آپ کا مجھے آج ملا۔ شکر خدا کہ آپ غلامی سے چھوٹے اور خدا مجھے بھی آپ کی طرح جلد آزاد کر دے۔

مجھے مئی اور جون میں فرصت ہے۔ عنقریب کلکتہ جاؤں گا۔ وہاں بھی ایک اخبار (روزانہ) کی اسکیم پیش نظر ہے۔ اگر وہ چلنے کے قابل نظر آئی تو میں صلاح لوں گا کہ اس میں شریک ہو جئے۔ عین ۷ مئی انشاء اللہ کلکتہ پہونچ جاؤں گا اور اس کے بعد ہی آپ کو خبر کروں گا۔ اس حالت میں آپ کو صلاح و مشورہ کی غرض سے ایک دو دن کے لیے کلکتہ آنا ہوگا۔

جواب حیدرآباد نہ بھیجئے۔ کوئی ضرورت ہو تو اس پتہ پر کلکتہ خط لکھئے:

خیال معرفت عبداللطیف محمد زکریا، اسکوائر ۱۱، امرتاب سٹریٹ۔ کلکتہ

خدا کرے آپ کا سفر ظفر ہو۔ آپ لاہور، علی گڑھ اور لکھنؤ کو فتح کرتے ہوئے بہت جلد قلعہ صادق پور میں بہ امن و عیش آرام کریں۔

والسلام مع الاکرام۔ خیال

بنام نواب مشتاق احمد خان

'فخر منزل' ۱۰۸۔ ڈی ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۴ر دسمبر ۶۷ء۔ مکرمی طفیل صاحب! السلام علیکم

حسبِ وعدہ آپ کے مکاتیب نمبر کے لیے چند خطوط پیش خدمت ہیں۔ میرے والد مرحوم نواب فخر یار جنگ (سابق وزیر مالیات حکومتِ آصفیہ سلامیہ حیدر آباد) کے ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر علما، فضلا اور اکابر سے گہرے مراسم اور دوستانہ تعلقات تھے اور ان سے خط و کتابت رہتی تھی۔ والد محترم ان خطوط کو محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے ذخیرہ میں حضور نظام میر عثمان علی خان، علامہ اقبال، سر سکندر حیات خان، مولانا غلام قادر گرامی، مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الاسلام، مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، خواجہ کمال الدین، سر عبدالقادر، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی اعظم فلسطین اور اسلامی ممالک کے دوسرے اکابر کے خطوط تھے۔ سقوطِ حیدر آباد کے وقت یہ سب خطوط میری تحویل میں تھے۔ افسوس ہے کہ حیدر آباد پر بھارتی یلغار کے وقت یہ ذخیرہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میری ہی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ صرف دو تین خطوط کسی طرح بچ گئے۔ وہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ ایک خط مولانا گرامی کا ہے جو انہوں نے ۱۹۱۰ء میں ہوشیار پور سے والد محترم کو صدر محاسب (اکونٹنٹ جنرل) کے عہدہ پر ترقی پانے پر لکھا تھا جو مولانا مرحوم کے اندازِ تحریر کا اچھا نمونہ ہے۔ دوسرا خواجہ کمال الدین صاحب کا، ایک دو سطری خط مہاراجہ کشن پرشاد کا بھی ہے۔ افسوس ہے کہ ان کے علاوہ مجھے کوئی مکتوب دستیاب نہیں ہو سکا۔

اس مجموعہ میں کچھ اور بھی چند بزرگوں کے خطوط ہیں۔ وہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ یہ خطوط بھی پیش خدمت ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو آپ اپنے نمبر میں شریک فرمانا چاہیں تو بخوشی کر سکتے ہیں۔

مخلص نیاز مند۔ مشتاق احمد خان

بنام نواب فخر یار جنگ سابق وزیر مالیات حیدر آباد

ہوشیار پور

ادیبِ نکتۂ دانش طرازی
ادب آموزِ فخر الدین رازی

خان صاحب بہادر۔ تسلیم!

میاں محمد شفیع کی نسبت آپ کی خدمت میں ایک خط پہونچا ہوگا۔ اس تحریرِ دلپذیر کے بعد اس خط کا عدم وجود برابر ہے وہ پہلا خط

ایک انسان نے لکھا تھا وہ انسان کامل فرد الملک واجب التعظیم بالغ نظر قدسی مآب استاد الکل بلا تشبیہ ضرب المثل پنجاب کے رائیگن جناب مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب ہیں۔ اور یہ دوسرا خط خدمتِ گرامی میں گرامی بھیجتا ہے ـــ اظہر من الشمس ہے کہ پہلے خط کا بھیجنے والا بجائے خود ایک آفتاب ہے اور دوسرے خط کا لکھنے والا ایک ذرّہ ـــ مدعائے عہید یہ ہے کہ بفتوی ذرّہ خورشید میاں محمد شفیع صاحب عالی دماغ ہیں۔ اپنے فرائض منصبی سے باخبر ہیں۔ بیدار مغز ہیں۔ لائق ہیں۔ آدابِ دانشمندی سے آگاہ ہیں۔ محکمہ انسپکٹر جنرل جیلخانہ جات پنجاب میں اکونٹنٹ ہیں۔ میاں میراں بخش صاحب مرحوم اکونٹنٹ لاہور کے فرزند ارجمند ہیں۔ گرامی کے دوست ہیں۔ گرامی سفارش کرتا ہے کہ ایسے لائق نوجوان باخبر اور شناس کو حیدر آباد میں بلانا چاہیے۔

خانصاحب کو حیدر آباد میں آپ اپنے محکمہ عالیہ میں اپنے ماتحت اپنی مددگاری پر لے سکتے ہیں۔ گرامی کو یقینِ کامل ہے کہ آپ کے اس انتخاب پر حیدر آبادی ـــ بھائی متفق الرائے یہ خیال ظاہر کریں گے کہ خاک پنجاب کیا مردم خیز زمین ہے اور کیا کیا جوہر فرد وہاں پیدا ہوتے ہیں۔ صدر محاسب سے کارِ عالے کی مدح کے وہ شعر پنجاب کے بالغ نظروں نے گوہر گوش بنالئے ـــ

خان صاحب نیاز الدین خان بہادر دانشمند بہوشیار پور میں تشریف لائے تھے۔ ان کی نگاہ مشکل پسند نے بھی گرامی کے ان چہار مصرعوں کو پسند کیا صلہ ان شعروں کا یہی ہے کہ خان صاحب محمد شفیع کو حیدر آباد میں بلا لیجئے، کر وہ شعر لکھتا ہوں

زمعنی باخبر صدر محاسب نکتہ داں آمد
بئیں اعظم پنجاب فخر الدین خان آمد
گرامی آرزوہائے اگر در حساب آرد
توان گفتن کہ ہاں کامل عیار امتحان آمد

والسلام گرامی

(۲)

عزیز منزل لاہور ۱۲ فروری ۱۹۲۵ء

کرم فرما صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خدا کے فضل سے تیسرا ہیرونٹ بھی مشرف بہ اسلام ہوا۔ اعلان عامہ سے ایک خاکی روک ہے جو انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔ نہ معلوم آپ کو اسلامک ہیرلڈ پہونچتا ہے یا نہیں۔ میں فروری کا رسالہ بھیجتا ہوں۔ اس کے نوٹ میں لارڈ کرزن نظر آئے گا۔ میں یہ خط ایک تکلیف کے لیے بھیجتا ہوں۔ آپ کی رقم زکوٰۃ سے کچھ حصہ مشن کے لیے لینا چاہتا ہوں۔ وہاں کا کام بڑھ گیا ہے اور مجھے دو مشنری فوراً بھیجنے ہیں۔ مشن کے فنڈ میں گنجائش نہیں۔ میرے دل میں یہ آیا کہ میں چند مہربانوں کو لکھوں ـــ زکوٰۃ انہوں نے دینی ہی ہے۔ وہ اس طرح بھیج دیں۔ اُمید ہے کہ آپ توجہ کریں گے۔ اگر کوئی اور دوست بھی اس مبلغ فنڈ میں شریک ہو سکیں، تو شریک کریں۔ نئی تصنیف بھیجتا ہوں۔ جو الگ ملفوف ہے۔ والسلام۔

خادم

خواجہ کمال الدین

بنام نواب مشتاق احمد خاں

مسلم ٹاؤن لاہور۔

۲۶ جولائی سنہ ۔ کرم و محشرم۔ السلام علیکم۔

ایک نوجوان محمد جمیل حاضر ہوتے ہیں۔ مدت ہوئی انہوں نے آپ کے ہاں ملازمت کے لیے درخواست دی تھی، انٹرویو بھی ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ ان اسامیوں کے پُر کرنے میں "یونٹ" کی کوئی رکاوٹ حائل ہو گئی تھی۔ اس لیے کچھ فیصلہ نہ ہو سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ اب ان تقررات کی منظوری ہو چکی ہے۔ اور آدمی رکھے جانے والے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ جہاں تک میں اس نوجوان کے اوصاف تعلیمی اور تجربے سے واقف ہوں میری رائے یہ ہے کہ یہ آپ کے محکمے کے لیے موزوں رہیں گے۔

مزید کچھ دریافت کرنا منظور ہو تو ان سے استفسار فرمایئے، اور جہاں تک ہو سکے ان کی پرورش کا بندوبست فرما دیجئے۔ میں بے حد شکر گزار ہوں گا

عبدالمجید سالک

(۲)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء

کرم و معظم حضرت مشتاق زاد الطافکم

السلام علیکم۔ میرے نہایت عزیز دوست اور اخبار "تعمیر" راولپنڈی کے ایڈیٹر جناب محمد فاضل صاحب حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ ان کو پی۔ ٹی۔ سی صاحب سے ایک کام ہے۔ میں ان کی خدمت میں نیاز نہیں رکھتا۔ اگر آپ ازراہِ کرم فاضل صاحب کی گذارش ہمدردانہ توجہ سے سُن کر شریف صاحب سے کوئی کلمہ خیر فرما سکیں تو میں بے حد شکر گزار ہوں گا۔ امید ہے کہ آپ فاضل صاحب کی امداد کرنے اور ان کو مشورہ دینے میں ہرگز پہلو تہی نہ فرمائیں گے۔

نیازمند عبدالمجید سالک

(۳)

نگار ہوٹل کراچی۔ ۲۵ مئی

جناب کرمی نواب صاحب۔ السلام علیکم

گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ آپ کی نوازش و مرحمت کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔ اس وقت مجید لاہوری صاحب اور ڈاکٹر فقیر محمد صاحب میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے ابھی تعمیل ارشاد دشوار ہے۔ اس لیے فی الحال اس دعوتِ طعام کو ملتوی کر دیا جائے۔ انشاء اللہ پھر کسی دن اشتمال امر کیا جائے گا۔

ایک دفعہ پھر آپ کی نوازش اور قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجید صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے مضمون واحد ہے۔ سالک

(۴)

خداداد کالونی ۳۴۶۔ کراچی۔

محترم مکرم تسلیم ——— آپ نے تو علی گڑھ کی تاریخ کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا مگر میں نے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی لائف میں ایک حد تک مواد

پیش کر دیا ہے۔ کتاب شائع ہو گئی ۲۵۰ صفحات، یقیناً نواب فخر یار جنگ بہادر کو خوشی ہو گی اور آپ بھی اظہار مسرت کریں گے۔ قیمت ۵ روپیہ ہے کتنے نسخے لیجئے گا؟

لاہور۔ کراچی۔ راولپنڈی اور کہاں کہاں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور کلب قائم ہیں نئے علی گڑھ بھی بن رہے ہیں مگر علی گڑھ مرحوم کی تاریخ کی طرف توجہ نہیں جو صرف چار پانچ ہزار کا کام تھا اور تنہا ایک شخص کر سکتا تھا۔

دل چاہتا ہے کہ جو مسودہ اور مواد ہے اس کو آپ کے کلب کے ٹینس کورٹ میں رکھ کر آگ لگا دوں میں خود حاضر خدمت ہوتا مگر اس فاصلہ کا طے کرنا بھی تو جوانوں کا کام ہے۔ ۸۰ سال کا بوڑھا بیمار تو موٹر کے سوا مشکل سے طے کر سکتا ہے۔ بہر حال خط ہی ذریعہ ملاقات اور مراسلہ مکالمہ بھی ہے۔

آپ کا مخلص: محمد امین زبیری

(۵)

مخدوم محترم۔ تسلیم

آپ نے غایت مہربانی سے تشریف لانے کی زحمت گوارا کی اور اتفاق کہ میں حاضر نہ تھا۔ مجھے آپ سے بہت کچھ گزارش کرنا تھا اور اب مختصراً نگارش کے ذریعہ کرتا ہوں۔

میں علی گڑھ تحریک پر جس قدر کام کر چکا ہوں اس سے آپ واقف ہیں۔ آخری کام یہ تھا کہ ۱۹۴۷ء تک اس کی تاریخ لکھ دوں کیوں کہ اب وہ دوسرا علی گڑھ بن رہا ہے۔ ایم اے او کالج کی جلد بالکل مکمل ہے۔ مسلم یونیورسٹی کی جلد پر کچھ کام کرنا ہے۔

میں نے ایک صاحب کے کہنے سے وہ مختصر تاریخ بھی شائع کر دی اور اس عالم مہاجرت و پریشان حالی میں چار سو روپیہ خرچ کر کے طبع کرایا۔ ان صاحب نے کہا تھا کہ اسکولوں میں خریداری ہو جائے گی اور یہ ان کا اشارہ ابر د تھا مگر پھر انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور یوں ہی نصف کے قریب بدیۃً تقسیم ہو گئی۔ اس بڑی تاریخ کے لیے عالی جناب ہز اکسلنسی غلام محمد صاحب نے انتظام اشاعت کا بیڑا تو صد افزا وعدہ فرمایا مگر وہ دو سرے دن انگلستان جا رہے تھے۔ واپسی پر ملاقات ہی میسر نہ ہوئی اور نہ امید اور نہ اب سلسلہ۔

اگر آپ کے نزدیک اس تاریخ کی اشاعت ضروری ہو تو میری خواہش ہے کہ آپ کا علی گڑھ اولڈ بوائز کلب انتظام کرے کتاب بھی اسی کی ملکیت ہو پہلی جلد کی آمدنی سے دوسری جلد کی اشاعت ہو اور پھر اسی فنڈ سے ایک مستقل سلسلہ علی گڑھ لٹریچر کا قائم ہو جائے اور اب اگر علی گڑھ کی یاد پاکستان میں باقی رہ سکتی ہے تو یہی ایک ذریعہ ہے ورنہ اب دوسری نسل میں علی گڑھ اولڈ بوائز کا سلسلہ تو ختم ہے۔

اب آپ کو اگر یہ تجویز مناسب معلوم ہو تو چند با اثر اصحاب سے چندہ کی درخواست کی جائے ایک صورت یہ بھی ہے کہ بہاول پور اور خیر پور نے کالج اور یونیورسٹی کو بڑے بڑے عطیات دیئے ہیں وہاں سے کوشش کی جائے خیر پور میں تو مرزا ممتاز حسین صاحب قزلباش ہی سب کچھ ہیں۔

میرا تخمینہ مصارف مع ۲۵۰ تصاویر اعیان کالج و خاص خاص عمارات چار ہزار روپیہ ہے، اب حق تالیف اور تصحیح و پروف کا معاوضہ جو آپ کے نزدیک مناسب ہو۔

میں نے دونوں جلدوں کے مضامین کی فہرست، خیر پور، بہاولپور کے عطیات کی یادداشت اور خاص خاص اولڈ بوائز کے ناموں کی فہرست جناب مسعود الحسن صاحب کو دے دی ہے آپ ملاحظہ فرمالیجئے۔

یہ سن کر آپ خوش ہوں گے اور بہت خوش کہ ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی لائف مارچ تک آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ مرحوم کے ایک دوست طبع کر رہے ہیں۔ تقریباً ۵۰۰ صفحات ہیں۔ لائف کیا ہے ایک ادارہ کی تاریخ اور عمل مجسم کی تصویر اور میری ہشتادیں سالگرہ کی یادگار اس لائف میں دست تعاقات کا بیان بھی ہے اور اس میں چند پرائیویٹ خطوں کی نقلیں بھی شامل ہیں۔ جن میں حضور نظام کے بھی تین خط ہیں بہت عجیب۔

آج کے اخبار جنگ میں جس پر ۱۲ فروری کی تاریخ ہے۔ ایک خبر بعنوان "مسلمانان برصغیر کی سیاسی جدوجہد کی تاریخ" شائع ہوئی ہے۔ اس میں علی گڑھ بھی شامل ہے اور مسلم لیگ کی سیاسی تاریخ بھی۔ اس کے لیے گورنمنٹ پورا محکمہ قائم کرے گی۔ میں پہلے ہی بہت کچھ یہ کام کر چکا ہوں۔

آپ سے کیسے ملاقات ہو۔ اگر کلب میں تشریف لاتے ہوں تو آسان ہے۔

مجھے ایک عرصہ سے دمہ کا عارضہ تھا۔ کراچی آنے سے پہلے موسم سرما میں تکلیف ہوتی تھی اور یہاں آکر ہر موسم میں — اور کوئی وقت نہیں ۱۰ سے ۵ بجے تک سکون رہتا ہے۔

مخلص۔ محمد امین زبیری رائل ہوٹل مکلوڈ روڈ

(۶)

اپنے محترم و مکرم مشتاق احمد کی خدمت میں ——— سلام کے بعد!

آپ کا خط کیا ملا گویا کوئی کھوئی ہوئی محبوب شے مل گئی۔ کتنی محفلیں۔ کتنی دلچسپیاں۔ کتنے قہقہے۔ کتنی رنگینیاں تصور میں تصویریں بن کر جھلکنے لگیں ابھی چار دن ہوئے کہ آپ کے کلفٹن والے مکان پر سردار امیر اعظم سے ملنے گیا اور اس بات کی گواہی میر خلیل الرحمان (جنگ والے) بھی دیں گے کہ میں نے ان سے کہا کہ اس مکان سے جو روایات وابستہ ہیں خدا کرے کہ آپ انہیں برقرار رکھ سکیں۔ مگر صاحب یہاں تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا بہرحال ——— ہر کہ آمد ... ... یقین کیجئے کہ مجھے بھی اس کا قلق تھا کہ جاتے ہوئے شرف نیاز حاصل نہ کر سکا۔

مجھے جیب کٹنے کا اتنا غم نہیں جتنا اس رمضانی کی مایوسی کا صدمہ ہے اس نے سمجھا کہ مرغی موٹی ہے مگر نکلا کیا ستر پر پانچ روپے بڑھتی "زور قلم" کی بجائے آپ کو "زور رقم" کہنا چاہیے تھا کیونکہ اسی سے تو تلافی ہوگی۔ وہ جو آپ نے "لاہوری" ہونے کے سلسلے میں لکھا ہے اس کے متعلق یہی کہہ سکتا ہوں ... میں ہوا کافر تو ... ...

چونکہ آپ "لاہوری" ہونے کی کوشش کر رہے ہیں اس لیے میں عرض کرتا ہوں ——— "جدہ سالک صاحب تہانوں من میری طرفوں انہانوں پیری پوتہ" (یہ قدم بوسی کا اردو ترجمہ ہے) بیگم صاحبہ کو سلام عزیزوں کو دعائیں۔ پتہ لکھ لیا ہے اور تازہ پرچہ بھجوا رہا ہوں۔ لاہور آیا تو حاضر ہوں گا انشاء اللہ۔

آپ کا نیاز کیش مجید لاہوری

(۷)

محترم مشتاق صاحب کی خدمت میں ہدیہ سلام نیاز!

میں نے "بنجہ انگلش گرلز سکول" کے سلسلہ میں فون پر آپ سے ذکر کیا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ حاضر ہیں ازراہ کرم ان سے تعاون فرمائیے۔

آپ کا مجید لاہوری

کل ہماری دو خواتین آپ کی کوٹھی تلاش کرتی ہوئی واپس آگئیں۔ آج سکول کے سیکرٹری پرویز صاحب آپ کے پاس آرہے ہیں۔

مجید لاہوری

(۸)

اردو روڈ کراچی۔

۲۴ مارچ ۵۴ء شفیق و محترمی۔ السلام علیکم

براہِ کرم پنجشنبہ ۲۶ مارچ بوقتِ ۵ بجے شام میرے ساتھ چائے نوش فرمائیں گے تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔

مخلص عبدالحق۔

(۹)

اردو روڈ کراچی

۴ دسمبر ۵۴ء شفیق مکرم زاد لطفکم۔ السلام علیکم

آپ کو سعید حسن صاحب (امروہی) کا خط ملا ہوگا۔ ان کا فرزند سراج الحسن بی۔اے لاہور میں ہے اور اب تک بیکار ہے۔ سعید حسن کے دو خط آچکے ہیں، ان کی درخواست ہے کہ آپ مشتاق احمد خاں صاحب سے سفارش کرکے کسی کام پر لگا دیں۔ مجھے بھی سفارش کے لیے لکھا ہے۔ لہٰذا میں بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ ضرور سفارش فرما دیں۔ سعید حسن بہت بیمار رہے۔ فالج نے اسے اپاہج بنا دیا ہے۔ اور بصارت بھی جاتی رہی ہے۔ قابلِ رحم ہے

اُمید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ نیاز مند عبدالحق

(۱۰)

اردو روڈ۔ کراچی

۲۷ مارچ ۵۴ء شفیق و کرمی۔ تسلیم!

حامل رقعہ صفیر احمد صاحب ادریٹ ایرو سپیز میں پائلٹ ٹریننگ پر مامور ہیں اور اپنی خدمت بڑی خوبی اور مستعدی سے انجام دے رہے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں اپنے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا معروضہ بالکل معقول اور مبنی بر انصاف ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ازراہِ کرم ان کو موقع دیں گے کہ وہ اپنی روداد آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ عبدالحق

(۱۱)

برادرم مشتاق احمد خاں صاحب سلمہم

میں ایک مدت سے لاہور آیا ہوا ہوں۔ افسوس ہے آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ خط لکھنے کی ضرورت یہ پیش آئی کہ حامل رقعہ مشتاق علی بیگ سلمہم میرے بھانجے، بھوپال کے رہنے والے ہیں، تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے تھے لہٰذا پاکستان میں کوئی مستقل کام انہیں نہیں ملا۔ بہت دن سے بیروزگاری میں مبتلا ہیں۔ آپ کے وکشاپ کے دفتر میں نوکریاں خالی ہوتی رہتی ہیں اور سنا ہے کہ اس وقت بھی تقرر طلب ہیں۔ اگر آپ ازراہِ ہمدردی انہیں کسی مناسب کام پر مقرر کرا سکیں تو میں نہایت ممنون اور یہ آپ کے ہمیشہ احسان مند ہیں گے۔

۷ دسمبر ۵۵ء بندہ پناہ گزیں سید ہاشمی (فرید آبادی)

مقیم ماڈل ٹاؤن۔ بی۔ ۱۱۸

(۱۲)

کراچی۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی ۲/۱۹۱۔ ایچ۔
۲۱ مئی ۵۸ء

عزیز کرم نواب شتاق احمد خان صاحب سلمہم۔ امید ہے آپ اور جملہ متعلقین سب خدا کے فضل سے بخیریت ہوں گے۔ میرا اس مہینے میں لاہور آنے کا ارادہ تھا لیکن یہاں تالیف نعت کا کام اب کافی پھیل گیا اور پھیل رہا ہے۔ بعض اور بھی وجوہ پیش آئے کہ آ نہ ہو سکا۔ گرمی میں کراچی سے لاہور کے طولانی سفر سے بھی میں بہت گھبراتا ہوں۔ بہرحال زندگی ہے تو فرصت آپ بلا احباب ماڈل ٹاؤن سے پھر لطف صحبت حاصل ہوگا۔ سب حضرات برابر یاد آتے رہتے ہیں۔ بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ آپ صاحبوں نے جمعہ کا حلقہ جاری رکھا۔ یہ خاصا دلچسپ اور کچھ نہ کچھ فائدہ مند سلسلہ ہے اور اب تو آپ جیسے باوضع حضرات کی وضعداری کا بھی تقاضا ہے کہ اسے جاری رکھا جائے۔

حیدرآباد کی پنشنوں کے متعلق ایک وفد میں شیخ منظور قادر صاحب سے مجھے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ وہ اجراء کے حق میں پوری طرح حیدرآباد کے محروم پنشن یابوں کی تائید کر رہے ہیں اور اس میں صریحاً آپ کی گذشتہ ملاقات اور انہیں حقیقت خاص سے باخبر کرنے کا بھی دخل ہے۔ معلوم ہوا کہ ہندوستان کی حکومت بھی ادائے پنشن کے لیے غیر رسمی طور پر اپنی آمادگی ظاہر کر چکی ہے۔ اب خدا ان ضابطے کے مراحل کو بھی چاہے گا تو جلد طے کرا دے گا۔ اکثر سن رسیدہ صاحبان سخت پریشانی میں ہیں۔

اور سب شکر ہے خیریت ہے۔ اپنی بیگم صاحبہ کو بہت بہت دعا سلام فرما دیجئے تا بمعشوق یار حمان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور وہی اکثر کرم فرماتے ہیں۔

والسلام والدعا
خاکسار۔ سید ہاشمی

(۱۳)

بلاک ۲ ۔ ۱۹۱ ایچ۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایم۔ کراچی
۴ اگست ۵۹ء ۔ عشا

عزیز کرم نواب شتاق احمد خاں صاحب سلمہم۔ اسعدکم اللہ تعالیٰ۔ دوپہر کی ڈاک سے آپ کا خط ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ میرا پچھلا خط جواب طلب نہ تھا۔ آپ کے یہاں آنے اور میری تلاش میں رہنے کا حال بھی میں نے سن لیا اور ملاقات کا خود بھی "مشتاق" ہو گیا تھا۔ شوق کی ایک منزل وہ بھی تو بتائی جاتی ہے جس میں مجنوں (قیس عامری) "انا لیلیٰ" پکارنے لگا تھا۔

عباسی صاحب کراچی آئے۔ اور ازراہ کرم دو تین دفعہ مجھے آ کر ملے۔ حلقۂ مذاکرات کے بارے میں بھی باتیں اور بعض تجویزیں زیر بحث رہیں جن کا وہ آپ سے ضرور تذکرہ اور مشورہ کریں گے۔ حلقہ بہرحال جاری رہنا بہتر ہے۔ میں کراچی میں حتی الامکان زیادہ رہنا نہیں چاہتا۔ لیکن آدمی کے ارادے سب تابع حکم الٰہی کے ہیں اور یوں تو اگر حیدرآبادی پنشنوں کا معاملہ سب توقع طے ہو جائے تو بہ انشاء اللہ میں یقیناً لاہور واپس آ کر جو کچھ علمی خدمت گھر پر رہ کر ہو سکتی ہے، وہیں تا حد استطاعت انجام دیتا رہوں گا۔

اس سلسلے میں مجھے خیال آیا کہ آپ کے ماموں صاحب کرنل کریم احمد خاں صاحب نے جب اپریل میں مجھ سے اپنی انجمن (ترقی ادب؟) کی طرف سے دو انگریزی کتابیں ترجمہ کرنے کے متعلق دریافت کیا تھا اور میری شرائط وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا کہ بورڈ میں پیش کر کے فیصلے سے اطلاع دی جائے گی۔

اس بات کو کافی زمانہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو بذریعہ ٹیلی فون ہی ان کو یاد دہانی کر دیں۔ کیونکہ اگر وہی کام مجھے مل جائے تو بھی غالباً میں یہاں کے کام اور مقام کو جلد چھوڑنے پر آمادہ ہو جاؤں گا ——— یہ محض بر سبیل تذکرہ آپ کو لکھ دیا ہے ورنہ فرمائش "یا آپ کو بلا وجہ زحمت دینی منظور نہیں ——— اپنی بیگم صاحبہ کو میری طرف سے بہت بہت دعا سلام کہہ دیجئے۔ میری طبیعت دو تین دن خراب رہی۔ شکر ہے اب بالکل اچھا اور حسب معمول کام پر جاتا ہوں۔

کرنی معشوق یار حمان برابر تو ار کو کرم فرماتے ہیں۔ اور بحمد للہ سب خیریت ہے۔ فقط۔ خاکسار: سید ہاشمی

(۱۴)

۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن (لاہور)

۲۵ ستمبر ۱۹۶۲ء عصر ——— گرامی قدر عزیز کرم نواب زادہ مشتاق احمد خاں سلمہم۔ ۲۵ ستمبر کا خط ملا۔ میں دنس بارہ دن بہت علیل رہا شکر ہے اب اچھا اور لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا ہوں۔ اگرچہ ہنوز کافی کمزوری باقی ہے۔

افسوس ہوا کہ آپ آئے اور میں ملنے کی مسرت حاصل نہ کر سکا۔ خیر زندگی بخیر۔ آئندہ سہی۔

آپ سے ایک فرمائش کرنے کا بھی خیال آیا کہ اگر ہو سکے تو علی گڑھ کے طلبہ قدیم، راولپنڈی کی انجمن سے اس کے ارکان کی فہرست مجھے بھجوا دیجئے۔ غالباً مطبوعہ یا ٹائپ کی نقل مل جائے گی۔ رسالہ تہذیب الاخلاق کا پہلا شمارہ تیار ہو رہا ہے اور ۳۰ اکتوبر تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔ راولپنڈی کے حضرات کو بھی ہم نمونہ بھجوانا چاہتے ہیں۔ مگر فہرست جلد ملنی چاہیئے۔ آپ کی مزاج پرسی کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

والسلام والدعا۔ خاکسار سید ہاشمی

(۱۵)

۱۱۸۔ بی، ماڈل ٹاؤن (لاہور) ۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

عزیز کرم نواب مشتاق احمد خاں۔ السلام علیکم

عزیزہ محمودہ بیگم سلمہا کی عروسی کی اطلاع آپ کے دعوت نامے سے پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مسعود و مبارک فرمائے۔ میری طرف سے اپنی بیگم صاحبہ کو بھی ضرور سلام دعا اور مبارک باد پہنچا دیجئے۔ مجھ سے لاہور شہر کی تقریبات ہی میں شرکت مشکل سے ہوتی ہے جو ۱½ میل سے زیادہ نہ ہوگا۔ آپ ۱½ سو میل طلب فرماتے ہیں۔ یاد آوری کا شکریہ۔ حاضر نہ ہو سکنے کا اعتذار پیش کرتا ہوں۔ خاکسار سید ہاشمی

(۱۶)

خطوط ہاشمیہ۔ ۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

عزیز کرم ——— حیدر آباد پر مجوزہ کتاب کی مطبوعہ تجویز شکریہ کے ساتھ واپس کرتا ہوں۔ اس اہتمام کے ساتھ کتاب مرتب ہو جائے تو یقیناً بہت مفید اور مقبول ہوگی۔

میرا اس میں کوئی حصہ نہیں شاید عبدالقدوس ہاشمی صاحب کا نام دیکھ کر آپ کو گمان ہوا۔ حقیقت میں فرصت اور صحت دونوں میں کوتاہی سے میں شرکت کر بھی نہیں سکتا۔

رانا صاحب کا آج عارف والہ سے خط آیا۔ لکھا ہے آپ آسکیں تو ضرور ساتھ لاؤ۔ خاص خاص احباب حلقہ کے اخراجات سفر کے لیے

کچھ روپیہ بھی بھیج دیا ہے۔ ایک دو دن کے لیے آپ ارادہ کر سکیں تو ضرور مطلع فرمائیں کہ ساتھ چلنے کی تدبیر کی جائے۔

۱۲ اپریل — خاکسار سید ہاشمی

(۱۷)

باسمہ تعالیٰ

حسنِ نیت کی جبیں پر یوں عمل جچتا ہے حج
یوں کلاہِ فخرِ نیکوں کی ہوا کرتی ہے کج
ہاشمی القا ہوا ہے خیر مقدم کے لیے
کہہ: "مبارک آپ کو مشتاق احمد خاں یہ حج"

۱۹۶۳

عزیز گرامی مرتبت سلمہم — گرمی کپڑے تک پہننے سے جلتی ہے۔ باہر نکلنے نہیں دیتی۔ گرمی خوش کو نہیں روک سکتی۔ سفر حجاز سے مع الخیر واپسی پر آپ کو اور بیگم صاحبہ سلمہا کو ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہوں۔ والسلام۔ خیر طلب

۲۰ جولائی ۱۹۶۳ء — خاکسار سید ہاشمی ۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن

(۱۸)

ساقی۔ کراچی۔ ۲۴ جون ۵۴ء

حضرت محترم و مکرم۔ سلام مسنون۔

حسبِ دستور ساقی کا "افسانہ نمبر" ہفتہ عشرہ میں خاص اہتمام سے شائع ہونے والا ہے۔ اگر اور نیٹ ایڈورٹیزمنٹ کا اشتہار اس خاص نمبر میں شائع کرایا جائے تو امید ہے کہ پبلسٹی کے نقطہ نظر سے بہت کامیاب رہے گا۔ اس لیے آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس سلسلے میں پبلسٹی منیجر صاحب کو ہدایت فرما کر ساقی کو مرہونِ منت فرمائیں۔ زیادہ حدِ ادب۔ نیاز مند، شاہد احمد

(۱۹)

بورڈ تعلیمات اسلامی۔ مجلس دستور ساز پاکستان کراچی۔

چہار شنبہ۔ ۱۵/۱۲ ۸ ء

مخدوم و محترم زاد لطفکم۔ سلام مسنون عرض کرتا ہوں — میں نادم ہوں کہ دفتر کے اوقات کے باعث تا حال مکرر حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ اور ابتدائی زمانہ ہونے اور گزشتہ، انجام دادہ کام سے واقفیت کی خواہش نے بھی بے حد مصروف رکھا۔ انشاء اللہ قریب میں حاضرِ خدمت ہو سکوں گا۔

۱۔ اگر میری ڈاک اور لکھے ہوئے پتے پر روانہ فرما دی جائے تو بڑی نوازش ہو۔

۲۔ اطلاعات حیدر آباد کا کام بھی شروع کر رہا ہوں کیا اخباری تراشے یہاں بھی مرحمت ہو سکیں گے؟

۳۔ محمد ذاکر صاحب مددگار، معتمد مجلس دستوریہ کے دفتر کے ٹیلیفون پر مجھے بھی مخاطب کیا جا سکتا ہے؟

امید کہ جناب والا ان گستاخیوں کو نظر انداز فرمائیں گے۔ نیازمند : محمد حمید اللہ

(۲۰)

۲ - ٹمپل روڈ لاہور - ۱۴ اکتوبر ۴۹ء

عزیزم خان مشتاق احمد خان صاحب سلمہ ربہٗ

السلام علیکم - میرے نام جو دعوتی رقعہ آپ کی دختر نیک اختر کی شادی میں حاضری کے لیے کرمی جناب نواب فخر یار جنگ بہادر کی طرف سے آیا - اس کے ساتھ ایک دوسرا رقعہ آپ کی بیگم صاحبہ کی طرف سے میری اہلیہ صاحبہ کے نام آیا، انہیں اس خبر سے بے حد مسرت ہوئی اور وہ عزیزہ کے لیے بعد دعا اور پیار کے دعا کرتی ہیں کہ خدا اسے ہر طرح کی خوشی اور آرام نصیب کرے اور یہ شادی دولہا دلہن کے لیے اور سب اعزہ اور خاندان کے لیے برکت کا سبب ہو - اگر میں آرہا ہوتا تو وہ بھی غالباً ساتھ دیتیں اور اس خوشی کی تقریب سعید میں شریک ہوتیں مگر جیسا کہ میں نے نواب صاحب کی خدمت میں تحریر کیا ہے - میں ابھی اتنے لمبے سفر کے قابل نہیں - وہ بھی اس سے تنہا سفر نہیں کر سکتیں - وہ اس وقت کسی ضروری کام میں مصروف تھیں اور جواب اور شکریہ علیحدہ بھیجنا چاہتی ہیں، اس لیے انہوں نے مجھے کہا کہ میں ان کی طرف سے آپ کی بیگم صاحبہ کو دلی مبارک باد اور دعا پہنچا دوں اور اپنے لیے بھی ان کی طرف سے مبارک باد اور دعا قبول کریں -

آپ کا خیر طلب - عبدالقادر

(۲۱)

دفتر "زمیندار" لاہور

۱۱ جولائی ۱۹۵۸ء کرمی و معظمی خان صاحب قبلہ

السلام علیکم - مضمون نگاری کرنا چاہوں تو پتھروں کو موم کر دوں - خدائے تعالیٰ نے میرے قلم میں اتنا زور دیا ہے - لیکن آپ کو کیا کہوں جن کا دل پہلے ہی موم ہے اور جو پہلے ہی اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہیں؟

میرا دنیا میں ایک ہی کام رکا ہوا ہے اور وہ کام ہے میرے جینے کا - بارہا روزنامچہ - آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ایک دفعہ آپ کو نواب صاحب مرحوم کی روح کا واسطہ دیا تھا اور عرض کیا تھا کہ جس طرح نواب صاحب قبلہ اپنی اولاد کی طرف سے مطمئن و شاد کام اس دنیا سے جنت کو سدھارے اسی طرح آپ میرے ایک ہی بیٹے کی زندگی سدھار دیں - تاکہ میں بھی مطمئن و شاد کام اس جہان سے سفر کروں -

خدا نے آج آپ کے قلم میں بھی ایسا زور دیا ہے - کہ اس سے سوختہ بختوں کا نصیب جاگ اٹھتا ہے - ملک فیروز خان نون آئے ہوئے تھے، میں ان سے بھی پٹ بیٹی آزاد جمی اسٹف (کس میٹرز) کے متعلق بات کر سکتا تھا - نواب مظفر علی خاں قزلباش سے بھی التماس کر سکتا ہوں - لیکن دل نے گوارا نہیں، جب تک خان مشتاق احمد خاں صاحب مجھ پر خانقاہ مہربان ہیں اور یہ کام بھی انہی کے ہاتھ میں ہے - تو کسی اور کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

بس - زیادہ سلام : نیازمند : حامی حق - جائنٹ ایڈیٹر زمیندار لاہور

عبدالرشید راولپنڈی کے لیے درخواست لے کر حاضر ہوتے ہیں -

(۲۲)

مخدومی و معظمی - تسلیم - والد محترم کے غیر متوقع اور اچانک انتقال پر جناب والا کا تعزیت نامہ ملا - ان حالات میں آپ کی یاد فرمائی

نے میری بڑی ڈھارس بندھائی۔ شکریہ ع

"ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں!"

کس طرح عرض کروں کہ اس ٹریجڈی میں ارباب ٹرسٹ کی عدم توجہی کا کتنا دخل ہے۔ شدت جذبات میں الفاظ نہیں ملتے کبھی حاضر خدمت ہوں گا تو تفصیلات عرض کروں گا۔ مرحوم بیماری کے دوران اکثر آپ کو اور آپ کے اخلاق حسنہ کو یاد فرماتے تھے۔ بہ حال مقدر کا لکھا پورا ہو کر رہا۔ بیسکن اس سانحے نے میرے دل و دماغ کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ خدا جانے کیا ہونا ہے ——— ابھی ان روح فرسا حالات میں پریشان تھا کہ ایک اور مصیبت نے حملہ کر دیا۔ اس کی تفصیل جناب کو اس خط کے ساتھ رشتہ دو نو درخواست میں نظر آئے گی۔ میں نے آپ کو ہمیشہ زحمت دی ہے اور اس وقت بھی جناب کی بزرگانہ شفقتوں پر یقین رکھتے ہوئے پھر تکلیف دہی کی جرأت کر رہا ہوں۔ اگر آپ اے۔ آر محمدی صاحب سے اس درخواست کے بارے میں فرما دیں گے تو میں ایک بڑی مصیبت سے نجات پا جاؤں گا۔ ورنہ ممکن ہے گھر کا رہا سہا اثاثہ "قرقی" کی نذر ہو جائے۔ محمدی صاحب کے اختیار میں ہے کہ پہلے سے اپیل کے تصفیے تک ٹیکٹر کرایہ کی مزید کارروائی سے روک دیں۔ میں پھر اس زحمت دہی کی معافی چاہتا ہوں اور فوری توجہ کی درخواست کرتا ہوں!

اُمید کہ آپ مع اہلیہ ہوں گے۔ محترمہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے قدمبوسی عرض کر دیجئے۔

بدنصیب نظر حیدرآبادی۔

(۲۳)

جناب مخدوم معظم۔ تسلیمات۔ نظر کسی کاروبار کے سلسلے میں دو سو روپیہ کی ضرورت بتاتے ہیں۔ اس وقت میں اس قابل نہیں ہوں کہ ان کی مدد کر سکوں۔ ٹرسٹ سے ابھی اس مسئلے کا تصفیہ قطعی بھی نہیں ہوا ہے۔

ہر چند کہ اب حیدرآباد بادس میں ایسے قرض دینے کے لیے کوئی فنڈ غالباً نہیں ہے، لیکن میں اور کس سے کہوں، کوئی سبیل اگر ہو سکتی ہو تو امید ہے کہ آپ توجہ گرامی مبذول فرمائیں گے۔ ادائی کا میں ضامن ہوں۔

جاڑا کیا آتا ہے مجھ پر ایک مصیبت آتی ہے، نزلہ، بخار، تلب کی تکلیف سب ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ اس لیے حاضری کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔

مزاج گرامی کی خیریت کا طالب۔ نیازمند۔ علی اختر

بنام ڈاکٹر سلیم واحد سلیم

از منٹگمری ۲۲ اگست ۵۲ء۔ محترمی سلیم صاحب زید الطافکم۔ السلام علیکم۔ مزاج اقدس

آپ کے دونوں والا نامے موجب فخر و مباہات ہوئے۔ بیش از بیش شکریہ۔ مکرما تعمیل ارشاد میں بے جا کوتاہی سے میں سخت نادم ہوں۔ از راہ نوازش مطلع فرمائیے گا کہ میں اپنے حالات زندگی فارسی میں لکھوں یا اردو میں؟۔ نیز فرمائیے گا کہ آپ تذکرہ فارسی میں مرتب فرما رہے ہیں یا اردو میں؟ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے۔ آمین والسلام۔

الراقم نیاز آگیں عظامی

(۲)

عزیز کرم۔ بعد دعاہائے ترقی اقبال

محبت نامہ شما کہ پنج شش روز قبلاً نوشتہ بودید۔ نظر افروز شد۔ من بہ خواندن ایں احوال خیلے خورسند مستم کہ آقائے شما حالا باشما خوشنود ہستند۔ ایں امر موجب سعادت دارین می باشد۔

متاسفانہ می نویسم کہ سلام خورشید از اخبار "پنچایت" بہ جریدہ نو کہ حکومت اجرا کردن می خواہد منتقل شدہ اند و "پنچایت" بند شدہ است۔ لذا افسانہ کہ شما فرستادہ بودید پس می فرستم کہ حالا چاپ شدن ایں ممکن نیست۔ اگر حالات و کیفیت در ادارۂ نو مناسب و موافق باشد۔ خورشید شما را اطلاع خواہند داد

معاوضہ دریدۂ افسانچہ سابقہ بعد چند روز بہ شما می رسد مطمئن باشید۔ امیدوارم کہ از حالات و مشاغل شما ہموارہ مرا مطلع سازید کہ موجب تسکین و تسلی شود۔ خورشید۔ سلام شوق رسانند۔

سالک ۲۴۔ دسمبر ۵۲ء

(۳)

برادر بجاں برابر بعافیت باشند

بعد از سلام شوق و دعاہائے فراواں۔ مکتوب شما رسید۔ دریں ایام گرفتار بہلے زیادی دارم۔ زیرا مہر صاحب بہ شملہ رفتہ اند و تا در سہ ماہ در آنجا خواہند ماند علاوہ بریں "سرمتن" ادب اردو (بی اے) ہشتم ہزار ہا پرچہ ہائے امیدواران امتحان ہمیش من رسیدہ۔ در معائنہ و موازنہ مشغول ہستم۔

ایں خبر خیلے فرحت اثر می باشد کہ عروسی شما بتاریخ شانزدہم جون مقرر شدہ است۔ و دختر و خاندان اش نزد شما

پسندیدہ ہستند۔

ایزد پاک ایں تعلق را برائے زوجین و فریقین موجب صد برکات سازد حیات عائلی شما خیلے خوشگوار می ماند۔

غزل شمارسیدہ۔ انشاء اللہ در انقلاب چاپ شود۔

عبدالسلام خورشید سلام صمیمانہ تقدیم می کنند۔ سالک ۵/۶ ۱۲

(۴)

عزیز محترم بعافیت باشند

مکتوب شمارسیدہ باعث مسرت شد۔ ایزد پاک، راشکر گویم کہ ناخوشی شما تمام شد و تپ شما را بگذاشت۔

بلے۔ معلوم ہست کہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم در کشمیر ناظم صیغۂ معارف مقرر شدہ اند۔ حکومت کشمیر ایں خیلے خوب کار کرد۔ شخص دیگر کہ برائے ایں عہدہ پیش شاں بود۔ خیلے ناموزوں و بے توفیق و ہندو دوست بود۔ خلیفہ صاحب بہ دانائی و تدبر بسری برند و انشاء اللہ کامیاب شوند۔

شنفتہ بودم کہ افسانۂ شما کہ برائے "پنچایت" فرستادہ بودید۔ برائے اختصار پس گردانیدہ اند۔ شما آں را مختصر کردہ بمن بفرستید انشاء اللہ چاپ شود۔

لاکن افسانہ کہ برائے جنگ نوشتہ بودید چناں کہ اظہار شبہ کردہ بودم۔ از دفتر "جنگ" ورپس رسیدہ است۔ ایشاں ایں افسانہ را قبول نکردند۔ ایں افسانہ نزد من محفوظ است۔

عبدالسلام خورشید برائے یک عشرہ برائے سیر و تفریح بہ پشاور رفتہ بودند و عبداللہ بٹ بجائے ایشاں کار می کردند۔ دیروز خورشید ایں جا واپس رسیدہ اند۔ و عنان کار حسب سابق بدست خویش گرفتند۔

دریں مکتوب شما می نویسید کہ یک غزل نومی فرستم لاکن شامل مکتوب ہیچ غزل نہ یافتم۔ غالباً فراموش کردید۔ دیگر احترامات و دعاہا

سالک ۵/۶ ۲۱

(۵)

عزیز مکرم۔ مکتوب شما یک ہفتہ پیش ازیں رسیدہ بود۔ از خبر ناخوشی شما خیلے شوش بودم و دعاے صحت برائے شما کردم لاکن گرفتار یہاے گوناگوں مہلتے نداد کہ شما را کاغذ نویسم۔ شدت تابستاں ایں طور ہوش و حواس را گم کردہ است کہ مکاتبت احباب ہمواره در معرض التوا می افتد و مکتوب ہاے قابل جواب جمع می شوند۔ امروز کہ بوقت صبح ہواے خنک و ترشح کم کم راحت جان و رواں بودہ است۔ ایں مکتوب می نویسم۔

از سلام خورشید پرسیدم۔ گفتند کہ معاوضہ افسانۂ کہ در پنچایت چاپ شدہ بود، امروز فردا بخدمت آقائے سلیم ارسال خواہم داشت۔ اگر رسیدہ است و گرنے، مرا اطلاع دہید، می دانم انشاء اللہ در دو سہ روز می رسد

برادر جان۔ ایں اظہار تشکر و ممنونیت برائے کہ قطعاً حاجتے ندارد و شما فرزند و برادر زادۂ دوستان من ہستید و مزید براں

خلوصے و سعادتے کہ از شما دیدم۔ مرا ابداً بشما وابستہ کردہ است۔ ایزد پاک شما را از صحتِ جسمانی و مسرتِ روحانی مالا مال دارد۔ بزودی بنویسند۔ آیا صحت شما چہ طور است۔ شما دکتور ہستید تدابیر حفظ ماتقدم در زمانِ لیریا بہ شما آموختن لقمان را حکمت آموختن و آفتاب را شمع نمودن می باشد۔ صاف داشتنِ امعاء مداومت کنین ہیچگہ لیریا را بر شما موقع تسلط نخواہد داد

رجا می دارم کہ حالا طبیعت شما رو بہ افاقہ و اعتدال می باشد و از خدائے پاک شبانہ روز بہبیں دعا می خواہم۔

۵ تم ۱۷ سالک

(۶)

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی۔ ۳۰ مارچ

برادر عزیز و کرم لطف شما زیاد باد۔

مرقومۂ محبت رسیدہ بود، لاکن یک گرفتاری مہمہ داشتم۔ نتوانستم پاسخ آں مرقومہ بزودی ارسال کنم۔ حالا کہ فارغ ہستم۔ ایں مکتوب می نویسم۔ رجا دارم کہ اگر قانون عسکری موقوف شود بسلسلہ تقریب کتخدائی عزیزاں در اواخر اپریل بہ لاہور عازم شوم و روزے چند اقامت کنم۔ انشاء اللہ از زیارت آں عزیز کرم بہرہ ور شوم۔

اگر کتاب شما کہ مشتمل بر احوال شعرائے فارسی مرتب فرمودہ اید۔ شائع شود امید وارم کہ یک نسخہ بہ من ارزانی دارید منتظر ہستم از احوالات کہ از عزیزاں لاہور معلوم می شود۔ اظہار می شود کہ قانون عسکری اغلباً برائے ہفتۂ چند مزید جاری می ماند۔ ایزد پاک اہالی لاہور را از ابتلائے بے امنی بزودی نجات دہد۔ دعاگوئے شما سالک

(۷)

عقب ریڈیو پاکستان۔ مقابل مسجد زکریا کراچی ۲۲ جون

دوست صادق و رفیق شفیق آقائے سلیم لطف شما زیاد باد

گرامی نامۂ شما چند روز قبل صادر شدہ بود۔ لاکن بوجہ گرفتاریہا پاسخ آں نامہ محبت در معرض تعویق افتاد۔ من بندہ خودم در کراچی خورم مقیم۔ ریزاکہ مدۃ العمر در گرو دکان خانہ بودہ ام و قیام دیار اجنبی علی الخصوص در زمانِ پیری موافق طبع من نمی باشد۔ لاکن مجبوری ہائے معاشی انسان کہ آوارۂ وطن می سازد۔ خیر۔ مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ

انشاء اللہ بعد چند روز مختصر احوال زندگی و عکس و چند یک غزل فارسی ارسال خدمت آں عزیز می کنم۔ امید وارم کہ مسودہ تذکرہ سخنوران فارسی قبل از اشاعت برائے معائنہ من ارزانی خواہید داشت۔ تا از رائے ناقص خویش مطلع کنم۔ شاید کہ ایں طور حزم و احتیاط بسلسلۂ ترتیب آں کتاب مفید باشد۔

غزلے برائے ماحول ہم بفرستیم انشاء اللہ

رجا دارم کہ مکاتبہ کا بے از توجہات خویش من بندہ را مستفید خواہید داشت کہ در غریب الوطنی نامہ ہائے احباب نصف ملاقات می باشد۔ خدا حافظ سالک

(۸)

۹۔ نگار ہوٹل کراچی ۲۲ جولائی

دوستِ مخلص آقائے سلیم لطف شما زیاد باد

نامۂ گرامی رسید و یک موج نسیم خوشگوار از خاکِ پاک لاہور آورد و بسیار خوش وقت شدم۔ بتقریب عید الفطر برائے ہفت ہشت روز بہ لاہور رفتہ بودم۔ لاکن نتوانستم ہیش شما حاضر شوم۔ زیرا گرفتاری ہائے زیاد داشتم۔ متاسفانہ باز آمدم۔ لاکن امید وارم کہ پس از یک دو ماہ مستقلاً بہ لاہور خواہم رسید کہ از صحبت دوستانِ قدیم بہرہ یردارم۔ و بزم ارباب دانش را ہم زندہ کنم۔

برادر عزیز۔ کراچی یک شہر تجارتی است۔ مردماں کثیر ہستند و آدمیاں کم یاب۔ آب و ہوا مضعف جسم۔ و گرفتاریہائے مردم مضعفِ روح۔ حالا شش ماہ شدہ ایں جا آمدم و برائے یک روز ہم ایں شہر را خوش نہ کردم مجبوراً مقیم ستہ و می خواہم کہ اگر پرِ بال میسر شود۔ پرواز کردہ بہ لاہور رسم ؎

بہ شہر خود روم و شہر یار خود باشم

فقط یار و دوستان صمیمی مثل شما ہست کہ سرمایۂ حیات است۔ و دیگر ہیچ۔ خدا حافظ۔ سالک

(۹)

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی ۲۷ اگست ۵۲ء

دوست محترم آقائے سلیم۔ مرحمت شما زیاد باد

دو قطعہ نامہ ہائے گرامی شما شرف صدور آورد و از مہر و لائے آں کرم خیلے خوشنود و ممنون گشتم۔ ہمراہ ایں عریضہ بسبیل استمالۂ از احوال زندگی چند یک اشعار و عکس خود تقدیم می نمائیم۔ رجا دارم کہ شرف قبول آں صدیق محترم حاصل کند۔

ایں "خبر بہجت اثر" کہ شما شنیدید۔ کہ من بندہ رئیس ادارہ مجلۂ فارسی شدہ ام۔ قطعاً غلط و بے بنیاد است۔ و بہ حقیقت ربطِ بعیدے ہم ندارد و کسے نمی داند کہ در کراچی کار مفوضۂ من بہ چہ نوع می باشد۔ ہمہ خیال آرائی ہا می کنند۔ کسے می گوید کہ فلانی سوانح قائد اعظم می نویسد و کسے افواہ می راند کہ ترجمۂ دستور پاکستان می کند۔ و حالا ایں "تصنیف تازہ" شہرہ گرفتہ است کہ ریاست مجلۂ فارسی بہ من تفویض شدہ است۔ ایں ہمہ خرافات لایعنی ست۔

بہ آقائے صلاح الدین احمد بگوئید کہ دریں روزہا قصد لاہور نہ دارم۔ البتہ بہ ماہ اکتوبر اگر ہیچ وجہ مانع نہ باشد۔ برائے روزے چند لاہور می آیم۔ حالا مرخصی می خواہم۔ و از یزدانِ پاک سلامتی شما را خواستگارم سالک

(۱۰)

سیالکوٹ۔ ۱۶ ستمبر ۵۰ء

مکرمی ڈاکٹر صاحب۔ سلام مسنون!

گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری کے لیے شکریہ۔ تین دن سے آپ کا خط سامنے رکھا ہے۔ میرے خیال میں میرا براہ راست لکھنا مفید

نہ ہوگا۔ جب تک میاں صاحب خود مجھ سے مشورہ طلب نہ فرمائیں۔ حقیقت میں یہ بھی مجھے نقط آپ کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کو ایڈیٹر کی ضرورت ہے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میاں صاحب کے پاس اپنی درخواست بھیج دیں اور اس میں میرے متعلق لکھ دیجئے کہ میں آپ کو اچھی طرح سے جانتا ہوں مجھ سے غالباً وہ اس معاملے میں مشورہ لیں گے۔ پھر میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس سے چار باتیں زیادہ ہی لکھ دوں گا۔

خلیفہ صاحب کے تعلقات بھی میاں صاحب سے ہیں اگر خلیفہ صاحب اس میں کچھ دلچسپی لیں تو کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہو جائیں۔

سردست آپ چند باتوں کے متعلق مجھے مطلع فرمائیے :۔

۱۔ سابق ایڈیٹر مظہر انصاری صاحب خود الگ ہو گئے ہیں یا انھیں الگ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ میاں صاحب آج کل لاہور میں ہیں یا امرتسر میں۔

۳۔ کون کون صاحب اس ادارت کے لیے اُمیدوار ہیں۔

اُمید ہے آپ بخیریت ہونگے۔ میں ممکن ہے ستمبر کے مہینے دو ایک دن کے لیے لاہور آؤں۔ انشاء اللہ آپ کو اطلاع دے دوں گا۔ پھر مفصل باتیں ہوں گی۔

آپ کا مخلص صہبائی

نوٹ :۔ اب میں گرین وڈ سٹریٹ میں نہیں رہتا ہوں بلکہ محلہ پورن نگر میں آ گیا ہوں۔ یہ مکان نسبتاً بہت بہتر ہے

(۱۱)

۳۸۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۹ فروری ۵۱ء

مخدوم و مکرم جناب ڈاکٹر صاحب، تسلیم و نیاز۔ میرے ایک عزیز نے جو ماڈل ٹاؤن ہی میں رہتے ہیں نسخۂ حمیدیہ میں غالب کے یہ چند اشعار پڑھے اور ان سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے — کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے
فسردگی میں بے فریاد بے دلاں تجھ سے — چراغِ صبحِ دلِ موسمِ خزاں تجھ سے
نیازِ پردۂ اظہارِ خود پرستی ہے — جبینِ سجدہ نشاں تجھ سے آستاں تجھ سے
اسد بہ موسمِ گل در طلسمِ کنجِ قفس — خرام تجھ سے، صبا تجھ سے، بلبلاں تجھ سے

یہ شعر غالب کے مروجہ دیوان میں نہیں ہیں۔ اب آں عزیز کی خواہش ہی نہیں بلکہ اصرار ہے کہ میں اسی رنگ اور اسی زمین میں ان کو سات آٹھ شعر اور لکھ دوں۔ میری کیفیت یہ ہے کہ تمام عمر ایک مصرع تک موزوں نہیں کر سکا۔ غالب کے رنگ میں شعر لکھنے کی ہمت کیوں کر کر سکتا ہوں۔ سالک صاحب کو تکلیف دیتا، لیکن وہ کراچی چلے گئے ہیں۔ اب آپ کو زحمت دے رہا ہوں کہ از راہِ کرم اپنی اوّلین فرصت میں یہ درخواست قبول کیجیے اور سات آٹھ اشعار موزوں فرما کر بھیج دیجئے۔ ممنون ہونگا۔ غالب کا بلیغ اور پرشکوہ انداز نبھانا اور معنی آفرینی کرنا آپ کے لیے مشکل نہیں۔ جو شخص زبان حافظ و خیام میں بے تکلف داد سخن

دے سکتا ہے اس کے لیے اردو تو بچوں کا کھیل ہے۔

آپ کئی روز سے نظر نہیں آئے۔ یارانِ ہمدم و دوستانِ باصفا کو یوں بھول جانا خدا جانے کس مذہب میں اور کس ملت میں جائز ہے۔

نیاز مند عاشق حسین بٹالوی

(۱۲)

۸۳۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۶ مارچ ۱۹۵۱ء

حضرت ڈاکٹر صاحب اتوار کو پچھلے پہر آپ کی راہ دیکھتے رہے۔ نگینہ بیکری میں چائے کے متعدد فنجان خالی کیئے۔ پھر گردوپیش کے قہوہ خانوں میں بھی جھانک جھانک کر دیکھا۔ آپ کہیں نظر نہ آئے پھر ایک آہِ سرد اور نفسِ گرم کے ساتھ ماڈل ٹاؤن کا رخ کیا کہ آخری جائے پناہ وہی ہے

اگر وہ اشعار ہو گئے ہوں تو عنایت فرمائیے۔ اگر نہیں تو فکرِ سخن میں اب کیا دیر ہے۔ میری عزیزہ جن کی یہ فرمائش ہے بار بار مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔ میں ہر بار یہ کہہ کر ان کی تسلی کر دیتا ہوں کہ یادگارِ غالب دذوق فکر فرما رہے ہیں۔ گھبراؤ نہیں۔ باقی کیا عرض کروں۔ اللہ بس باقی ہوس۔

مخلص۔ عاشق حسین بٹالوی

(۱۳)

۸۳۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۱ء

حضرت ڈاکٹر سلیم واحد صاحب۔ جب بھی آپ یاد آتے ہیں ساتھ ہی غالبِ معجز بیاں کا یہ شعر یاد آجاتا ہے:

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

خدا جانے آپ کی یاد کو اس شعر سے کیا نسبت ہے اس کی صحیح تشخیص تو آپ جیسا طبیبِ حاذق اور مسیحائے زماں ہی کر سکتا ہے ——— میرے ایک دوست ریاض قریشی صاحب سیشن جج کی بیوی کا پچھلے دنوں انتقال ہو گیا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ مرحومہ کی قبر پر لکھنے کے لیے کوئی نہایت موزوں فارسی قطعہ میں کہیں سے لکھوا دوں۔ لے دے کے آپ ہی کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں

عمر خدا رکھے تمہیں تم ہو نظر پڑتی ہے عالم کی

اس لیے براہِ کرم یہ تکلیف گوارا فرمائیے گا اور دو چار روز میں فارسی کا ایک نہایت اچھا قطعہ لکھ کر فقیر کے پاس بھیج دیجئے گا۔ ریاض صاحب کہتے ہیں کہ قطعہ کا مضمون یہ ہونا چاہیے کہ خدا مرحومہ کے مرقد پر انوارِ رحمت کی بارش کرے اور اسے بہشت بریں میں مقاماتِ بلند عطا کرے۔

باقی کیا عرض کروں۔ زندہ ہوں اور ستم ہائے روزگار کا شکار ہوں، اگرچہ شاکی نہیں۔ آپ یارانِ ہمدم و نیاز مندانِ باصفا کو یوں بھلا دینا کیوں کر گوارا کرتے ہیں۔

مخلص

عاشق حسین بٹالوی

عطیہ خدا بخش لائبریری پٹنہ

بنام شاد عظیم آبادی

(۱)

لاہور ۲۵ اگست ۲۴ء

مخدومی تسلیم

آپ کا والا نامہ مجھے ابھی ملا ہے۔ اس غائبانہ عقیدت کی وجہ سے جو آپ سے ہے یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہیں اور باوجود پیرانہ سالی کے آپ کی لڑکی مصروفیتیں کم نہیں ہوئیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی تصانیف تمام ملک کے لئے مفید ہوں گی اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ان کی تکمیل کے لئے دیر تک سلامت رکھے۔ جس قدرتی نظام نے آپ کو پیدا کیا وہ تو اب رخصت ہو رہا ہے بلکہ ہو چکا ہے لیکن آپ کی ہمہ گیر دماغی قابلیت اور اس کے گراں بہا نتائج اس ملک کو ہمیشہ یاد دلاتے رہیں گے کہ موجودہ نظام تمدن پرانے نظام کا نعم البدل نہیں ہے کاش عظیم آباد قریب ہوتا اور مجھے آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا۔ شیخ عبدالقادر صاحب مع الخیر ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے بہت سے بال بچے ہیں۔ تھوڑے عرصے کے لئے ہائی کورٹ لاہور کے جج بھی ہو گئے تھے مگر اب پھر پریکٹس کرتے ہیں۔ آج کل لاہور سے باہر ہیں انشاء اللہ جب ان سے ملاقات ہو گی آپ کا سلام ان تک پہونچا دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی خیریت سن کر وہ بھی میری طرح بے انتہا مسرور ہوں گے۔

امید کہ جناب کا مزاج اچھا ہو گا۔

مخلص محمد اقبال لاہور

بنام مالکِ اخبار دارالسلطنت

(۱)

۱۱۔ کولہ ٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ

جنابِ کرم

افسوس ہے کہ کثرتِ کار اور ہجوم احباب سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ خود حاضر خدمت ہوں۔ قیام پریس کی نسبت ضروری معلومات بہم پہنچ چکی ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کا کام رہ گیا ہے۔ میں اس کو بھی ابھی طے کر دیتا مگر ہجوم احباب ایک گھنٹہ کی فرصت نہیں دیتا۔ اس لئے آج شام کو ڈھاکہ روانہ ہوں گا اور پہلی جنوری کو یقیناً واپس آجاؤں گا۔ پہلی سے ۱۷ تک کافی وقت ہے اور انشاء اللہ تب جلد قیامِ پریس کی صورت ہو جائے گی۔

لیکن ایک نہایت ضروری معاملہ ہے جو اس وقت اس خط کے لکھنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اگر ضرورتیں متقاضی نہ ہوتیں تو میری خودداری اس خط کو لکھنے سے سخت مانع آتی۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ماہ کی تنخواہ "متعلق اخبار" مجھے اس وقت پیشگی دے دیں۔ بشرطیکہ پیشگی دینے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ ڈھاکہ سے واپسی پر اخبار جاری ہو جائے گا۔ اور انشاء اللہ پہلے ماہ میں یہ رقم وضع ہو جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس میں عذر نہ ہوگا بالخصوص اپنی حالت میں کہ یہ پیشگی رقم اس وقت میرے لیے ایک نہایت کارآمد اور بیحد مفید رقم ہوگی۔

اس کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا کہ آپ کی دوستانہ توجہ کا ممنون ہوں اور ممنون رہوں گا۔

ابوالکلام آزاد

بنام جناب شاہ غلام حسنین صاحب پھلواری شریف (۱)

دفتر اخبار منادی دہلی ۱۵ مارچ ۱۹۲۷ء

برادر محترم مولانا سید غلام حسنین صاحب۔ سلام علیکم

بھائی حسین میاں صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سے میرے گھر میں ایک ماتم برپا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر دے۔ میں بھی ان کے پاس جانے کے لئے کمر باندھے تیار بیٹھا ہوں۔

شریک الم

حسن نظامی

(۲)

از درگاہ شریف دہلی ۷۸۶ یکم محرم ۱۳۷۰ھ ۴ اکتوبر ۱۹۵۰ء

پیارے بھائی شاہ غلام حسنین صاحب کی خدمت سلام مسنون یکم اکتوبر کا لفافہ آج ۴ کو ملا۔ ہجری سال کا آج پہلا دن ہے۔ اور آپ کے خط کو نوید سال نو تصور کر کے دل پر رکھے ہوئے ہوں۔

میں یکم اکتوبر کو صبح پٹنہ روانہ ہوا اور ریل کے نامرغوب بلکہ خطرناک رفیقوں کی ہمنشینی برداشت کرتا ہوا ۲ اکتوبر کی صبح ۶ بجے دہلی پہنچا ڈاکٹر سید محمود کا اطلاعی تار وقت پر نہیں پہنچا اس لئے ریل پر کوئی موجود نہیں تھا اور میں بہت مشکل سے گھر میں آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صحت و سلامتی اور اطمینان و شادمانی عطا فرمائے۔ مولانا سید عزالدین میاں صاحب اور مولانا حفیظ اللہ صاحب کو سلام پہنچا دیجیے۔ بفضلہ میری صحت بہت اچھی ہے۔ کل میری سال گرہ ہے۔ حیدرآباد کے ایک شاعر مرید نے لکھا ہے:-

خوش بختے کہ سہ ربع صدی شد عمرِ پیرِ ما
بجا آردم بہر نوع شکرِ احسانِ الٰہی را
دعا کہ زمن مراز جملہ جہاں این ست
ناسوتی، خدایا زندگی او کم از کم یک صدی مارا

میں نے اس شاعر مرید کو قلم الفقر کا خطاب دیا ہے۔

مخلص حسن نظامی

(۱)

۱۵ر فروری ۱۹۶۷ء بسم اللہ

برادر محترم وعلیکم السلام

آپ کا ایک فتویٰ دربارہ طلاق کسی رسالہ میں حال میں نظر سے گزرا تھا۔ وہ اس درجہ پسند آیا کہ رسالہ سے وہ ورق کاٹ کر اپنے فقہی لفافے میں محفوظ کر لیا۔ ماشاء اللہ و جزاک اللہ۔

مکتوب گرامی بھی اسی ٹکڑہ کا نکلا۔ میرے خیالات کا ہو بہو عکس و نقش۔ انشاء اللہ پورا مکتوب مع صدق کے تائیدی نوٹ کے نکل جائے گا۔ البتہ ہر پرچہ بہت قبل سے تیار کرنا ہوتا ہے اس لئے فوری اشاعت ممکن نہیں ہوتی تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ نمبر ۹ مرتب ہو کر کل جا چکا۔ اب یہ کہیں نمبر ۱۰ میں ہی نکل سکے گا۔

گھر میں علیل بہت زیادہ رہنے لگی ہیں۔ بیچ بیچ میں حالت خطرناک ہو جایا کرتی ہے۔ دعاؤں کا مستدعی ہوں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱)

دلکشا۔ پٹنہ۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۴۷ء

محترم عزیز غلام حسنین۔ سلام علیکم

مجھے گذشتہ شب کو معلوم ہوا کہ پیارے حسین میاں نے اس دنیا سے ہجرت کی، اس حادثہ جانکاہ کا واقعہ لوگوں نے جن کو خبر تھی قصداً پوشیدہ رکھا تاکہ مجھ کو صدمہ نہ ہو۔ صدمہ عظیم ہونا تو فطری تھا خواہ خبر فوراً ہوتی یا دیر میں۔ کیسا لائق گویا اور مفید شخص چلا گیا۔ مرنا تو مجھ کو چاہئے تھا اور اس کی روز دعا ہے لیکن خدا کی مرضی اور مصلحت کون سمجھ سکتا ہے متعلقین کا کیا حال ہے؟ میری دعا اور صبر کا پیغام پہونچا دو۔

عبدالعزیز

(حیدرآباد دکن)

بنام حضرت شاہ عبدالقادر اسلام پوری ۱

جامع الفضائل والمناقب مکرمی جناب شاہ صاحب ذوالمجد والمواہب

از خادم دودیشان محمد سلیمان قادری چشتی ہدیہ سلام مسنون پذیرا فرمائید!

اما بعد

آپ کی کتاب "انوارِ ولایت" میں نے از اول تا آخر پڑھی، بجز اس کے اور کیا کہوں کہ "جزاک اللہ وجزاک اللہ ثم جزاک اللہ" آپ نے میری تمام قوم پر احسان کیا جو ایسے سادگی و خوبی سے اس تذکرہ کو مکمل فرمایا حشو و زواید سے بالکل پاک ہے۔ خاندانی تقلی و رفعت وغیرہ ایسی جو دوسرے خاندان کی دل شکنی کا باعث ہو اس سے بالکل معرّا۔ خاندان منعمیہ سراپا نعمت کی شاخوں کو جس طرح سے آپ نے یک جا کیا ہے، اس سے پہلے میری نظر سے نہیں گذرا۔

صفحہ ۵۴ میں جو حضرت مخدومی حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی زبان مبارک سے جو واقعہ منقول ہے وہ حضرت موصوف کی زبان مبارک سے خود میں نے بھی سنا تھا اور میرے حضرت ماموں صاحب قبلہ یعنی جناب مولانا شاہ صفی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز اس پر اضافہ کرکے یوں فرماتے تھے کہ "اگر ایک نعرہ وہ اور کرتے تو ان کی روح پرواز کر جاتی اور پھر جسم کی طرف عود نہیں کرتی، اور فرماتے تھے کہ اس وقت تمام مسجد نبوی میں اس نعرہ کا اثر نہایت ہی پُرزور تعدی کے ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہم ونور قلوبنا بفیوضاتہم۔ ع

تہی خمخانہا کردند و رفتند

میرے مخدوم! میری یہی رائے ہے کہ ہم تمام پیرزادے اور مشائخ اپنے بزرگوں کے احوال کو الف لیلہ کی کہانی اور داستان امیر حمزہ نہ بنائیں، بلکہ سچائی اور سادگی کے ساتھ قلمبند کرکے قوم میں پیش کریں۔ جس سے اخلاقی حالت ہماری درست ہو۔ کیونکہ حضرت جنید نے فرمایا ہے "التصوفُ ھوالخُلق" تو گویا جو لوگ تصوف کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ان پر خُلق عظیم کی اشاعت واجبات سے ہے۔ فقط والسلام

آپ کا نیازمند قدیم محمد سلیمان قادری چشتی کان اللہ عنہ از پھلواری ضلع پٹنہ

کاتب حروف خاکسار حسن تسلیم عرض کرتا ہے۔

بشرط ملاقات جناب مولوی محمد رفیق صاحب و جناب حکیم[1] ابوالحسن صاحب کو میری جانب سے تسلیم فرمادیں گے۔

(۱؎ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے والد ماجد۔ غلام حسنین) (یہ مکتوب جناب شاہ ابوالبرکات صاحب موجودہ سجادہ نشین اسلامپور نے مجھے ۲۰ صفر ۱۳۸۱ھ کو اپنے ہاتھ سے اسلامپور میں ہی عنایت فرمایا۔ غلام حسنین سلیمانی غفرلہ)

بنام شاہ حسین میاں پھلواری شریف (۱)

مکرم و معظم حضرت شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

باطل شکن کا ایک نسخہ کل وصول ہوا۔ شکریہ۔ وہابیوں کے عقائد پر اچھی تنقید ہے۔ مختصر ہے مگر مؤثر ہے محکم ہے، بعض نکات نادر ہیں، جوابات میں جہاد کا رنگ ہے۔ جنگی نام باطل شکن اسی اعتبار سے موزوں ہے۔

اس سے قبل ایک خط اور خط کے ساتھ کتابوں کا پارسل روانہ کیا تھا۔ وصول ہوا ہوگا۔ اتفاق سے ایک بات جو آپ نے پچھلے خط میں دریافت فرمائی تھی۔ لکھنے سے رہ گئی، بعد کو خیال آیا، اس لئے اب لکھتا ہوں۔

میلاد شریف کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں مہدویوں کی اچھی خاصی جماعت ہے جس میں نواب بہادر یار جنگ بھی شامل ہیں۔ یہ جماعت حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی مانتی ہے۔ اور گرچہ شاید صریحاً ان کو نبی نہیں کہتی تاہم عقیدۃً ان کو رسول اللہ ﷺ کے ہم پلہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مانتی ہے۔ اور اپنے طرز پر تاویلات کرتی ہے۔ قادیانیوں سے ملتے جلتے عقائد ہیں۔ البتہ عقائد کی عام اشاعت نہیں کی جاتی، بلکہ ایک حد تک عقائد مخفی رکھے جاتے ہیں۔

البتہ جس طرح قادیانی من حیث الجماعت مسلمانوں کے خلاف سیاسی سازشیں کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ اس جماعت کا یہ عمل نہیں ہے۔ اور چونکہ نواب بہادر یار جنگ مسلمانوں کی سیاسیات میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور فعالی حصہ لے رہے ہیں مسلمانوں نے بھی تفریق کو نظر انداز کر دیا۔ اور ان کو اپنا رہنما بنا لیا۔ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کا بھی یہی معاملہ ہے۔ وہ بھی مہدوی ہیں۔ مگر مسلمانوں میں لیڈر مانے جاتے ہیں۔ اور ہر دلعزیز ہیں۔

اب رہے قادیانیوں کا جھنڈہ بچوڑا۔ وہ دینیات، اسلامیات اور سیاسیات میں بہت نامور ہو گئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کے علی الرغم نواب بہادر یار جنگ قادیانیوں سے میل جول بڑھا رہے ہیں۔ بلکہ واقف لوگ ساز باز کا شبہ کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں بددلی پیدا ہو رہی ہے۔ توجہ بھی دلائی گئی۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ خدا کرے آئندہ سمجھ آئے۔ میں تو سیاسیات سے الگ تھلگ رہتا ہوں۔ تاہم میرا جو علم تھا آپ کو لکھ دیا۔ لیکن یہ بات آپ ہی تک رہے۔ باہر نہ جائے۔

بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ میلاد شریف کا قصہ یہ ہے کہ یہاں ایک سرکاری جنتری شائع ہوتی ہے۔ جس میں تعطیلات بھی درج رہتی ہیں۔ تعطیلات کے سلسلہ میں دوازدہم شریف۔ یازدہم شریف۔ فاتحہ۔ عرس۔ یہ اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ حضرت سی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی تعطیل میں لفظ "ولادت" استعمال ہوتا ہے۔ تاکہ میلاد مبارک سے امتیاز رہے۔ لیکن اپنے اثرات اور مسلمانوں کی عدم توجہی سے فائدہ اٹھا کر اسی جماعت نے سرکاری جنتری میں حضرت سید محمد جونپوری کی تعطیل میں لفظ "میلاد شریف" درج کرا لیا۔ حالانکہ کم از کم حیدرآباد میں لفظ میلاد شریف رسول اللہ کے واسطے مخصوص رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے لفظ ولادت استعمال کرتے ہیں کہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب

ملحوظ رہے۔ اول خاکی طور سے مہدوی جماعت کو اس فرق پر توجہ دلائی گئی۔ لیکن جب وہ راضی نہ ہوئی تو حکم ہو گیا کہ سرکاری جنتری میں لفظ "میلاد شریف" درج نہ ہوگا۔ مہدوی اپنے طور پر لکھیں تو وہ جانیں۔

علیٰ ہذا جو نظم رسول اللہ کی توصیف میں لکھی جاتی ہے، وہ نعت کہلاتی ہے۔ لیکن مہدوی لوگ سید محمد جونپوری کی منظوم توصیف کو بھی نعت کہتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی اصطلاح میں ایسی نظمیں منقبت کہلاتی ہیں۔ یہاں بھی فرق مراتب مقصود ہے۔

چونکہ آپ نے دریافت فرمایا تھا۔ بنظرِ خصوص میلاد شریف کی بحث کے اندر وان قصد اپنے علم کی حد تک لکھ دیا۔ ورنہ مجھے اپنے ہی کاموں سے فرصت نہیں ملتی، میں سب سے الگ رہتا ہوں۔ بایں ہمہ اداب ہمہ۔ آپ بھی میرے حوالے سے اس کا تذکرہ نہ فرمائیں۔ سنا ہے مہدوی جماعت کوشش کر رہی ہے کہ کچھ فتوے میلاد شریف کے متعلق اپنے موافق حاصل کرے۔ مگر بے سود۔ سوال مقامی رواج اور سرکاری اندراج کا ہے، سو وہ صاف ہے۔ والسلام

۴۰/۲/۲۲ الیاس برنی

(۱)

۲۵، وکٹوریہ روڈ۔ کلکتہ
۱۰ جون ۱۹۵۱ء

نمبر ایچ۔ ایم۔ (آئی)۔ ۵۱/۱۵۷

مکرمی

السلام علیکم۔ آپ کا عنایت نامہ مجھے مل گیا ہے۔ اپنی جانب سے اور ممبران بزم اکبر کی جانب سے آپ کی خانہ زاد کرم فرمائی کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو لطائف آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ اکبر مرحوم کی سوانح میں درج کئے جائیں گے جس کی ایک کاپی انشاء اللہ آپ کو بزم کی جانب سے ہدیتاً ارسال کی جائے گی۔ اسی طرح کلیات کی کاپیاں جوں جوں چھپتی جائیں گی آپ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کر دی جائیں گی۔

اگر حضرتِ اکبر کے کوئی اور لطائف یا خطوط بھی آپ کے پاس محفوظ ہوں یا معلوم ہوں تو وہ بھی تکلیف فرما کر ارسال فرمائیے گا نہایت مہربانی ہوگی۔

آپ کی کرمفرمائی کا دوبارہ شکریہ۔

نیازمند
نذیر احمد خاں
(سابق وزیر صنعت پاکستان)

بہ خدمت

جناب غلام حسنین صاحب چشتی سلیمانی
خانقاہ سلیمانیہ۔ پھلواری شریف
ضلع پٹنہ صوبہ بہار

بنام عبدالماجد دریابادی

بمبئی ۷ دسمبر ۳۳ء

برادرم ماجد میاں السلام علیکم

آپ کا خط سہارنپور سے ملا۔ شاید یہ میں سمجھوں کہ محمد علی کے مرنے کے بعد سے اسلام بھی مرگیا اور اس کے ساتھ ساتھ ماجد میاں بھی[1]۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اسلام زندہ ہے اور آپ بھی۔ مجھے بتائیے کہ آپ کی حیات و زیست سے مجھے کیا فائدہ؟ ہم سب اس وقت جس دور سے گزر رہے ہیں اسے آپ خود کماحقہ جانتے ہیں۔ چاروں طرف ہجوم ابتلاؤ آلام ہے۔ مجھ ضعیف و ناتواں سے جو کچھ ہوسکتا ہے اس میں دریغ نہیں کرتا۔ تنہا ہوں اور خدا کا بھروسہ ہے۔ آپ کا ہونا میرے کس کام کا! جب آپ میرا ہاتھ نہ بٹا سکتے ہوں۔ پیری و مریدی کرنا نہیں اور نہ میں تھانہ بھون[2] جانا چاہتا ہوں۔ پھر آپ بتائیے میں کیا کروں۔ آپ سنٹرل خلافت کمیٹی کے ممبر ہیں۔ لیکن اس کے اجلاسوں میں شرکت نہیں کرتے نہ ہمیں مشورہ دیتے ہیں اور نہ ہمارے ساتھ کام ہی کرتے ہیں۔ محمد علی مرگیا اور جس کام کی داغ بیل پڑ چکی ہے اس کا کام ماجد ہی کو کرنا ہے اور تا حرکت یک تار نفس اسے کرنا ہوگا۔ از برائے خدا اٹھئے اور ہمارے کام میں شریک ہوکر، اپنے مشوروں اور قابلیت سے ہماری مدد کیجئے۔ خلافت کانفرنس کی تاریخیں ۱۵ اور ۱۶ دسمبر ہیں۔ میں لکھنؤ ۱۳ دسمبر کو پہنچ رہا ہوں، آپ وہاں آئیے اور ضرور آئیے مجھے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس مرتبہ آپ کی شرکت کے متعلق کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ آپ آئیں اور ضرور آئیں۔ اپنے سوکام چھوڑ کر آئیں ورنہ مجھے شکایت ہوگی۔ میں زبانی آپ سے ذرا سختی سے گفتگو کروں گا۔ آپ اسلام کے لئے جہاد کے میدان سے گریز کرتے ہیں۔ آج الحاد اور بے دینی کا زور ہے اور ہر مسلمان کو اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر اس کے حتی الوسع خدمت کرنا ہے۔ میں اور کیا لکھوں آپ سب سمجھتے ہیں۔

آپ کا پریشان بھائی
شوکت علی۔ خادم کعبہ

---

[1] میں عملی کاموں میں دوڑ دھوپ اور اس خیر کی تحصیل کی اہمیت یوں ہی نہیں رکھتا تھا۔ پھر مولانا محمد علی رح کی وفات کے بعد تو رہی سہی سکت بھی ان معاملات میں جواب دے چکی تھی اور یہی میں نے مولانا شوکت علی کو ان کے پیہم تقاضوں کے جواب میں لکھ بھیجا تھا۔ یہ عتاب نامہ اسی کے جواب میں ہے۔

[2] میری آمد و رفت اب کئی سال سے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں ہو رہی تھی اور ان کا دل سے معتقد و گرویدہ ہو چکا تھا۔ قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، متصل سہارنپور) حضرت حکیم الامت کا وطن و مستقر تھا۔ (عبدالماجد)

اصغر گونڈوی

اردو مرکز لاہور
۱۱ اگست ۴۶ء

مکرم السلام علیکم۔

لکھنؤ سے واپسی پر ایسی مشغولیتیں رہیں کہ حسب وعدہ آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔ مرکز کی جانب سے مطبوعہ معروضات بھی ارسال ہیں لیکن اس کے علاوہ کچھ اور عرض ہے:

اردو مرکز کے متعلق میں نے زبان سے کچھ عرض کر دیا تھا اور اتنے دنوں کے تجربے کے بعد بھی میں یہی سمجھ سکا ہوں کہ تجارتی اغراض کے ماتحت اردو کی خدمت مفقود ہے اس وقت جتنے لوگ مرکز میں مستقل طور پر کام کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں کے مقامی لوگ بھی کچھ اجرت پر اور کچھ آنریری طور پر اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

میری ذاتی خواہش یہ ہے کہ کچھ آپ بھی کام کریں۔ مقاصد چونکہ وسیع سے وسیع تر ہیں، اس لئے آپ اپنے مذاق اور پسند کے موافق کوئی کام تجویز فرمالیں۔ آپ کی ادبی قابلیت و شہرت یہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کوئی کام تجویز فرمالیں تو میں یہاں اجرت کے متعلق گفتگو کروں۔ اس لئے کہ کام کی نوعیت کے اعتبار سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اجرت کا مسئلہ مطمئن رہیے کہ صیغۂ راز ہی میں رہے گا۔ اور آپ کا اسم گرامی اراکین اردو مرکز کی فہرست میں درج ہوگا۔

میری ایک خواہش اور ہے وہ یہ کہ اگر کوئی صاحب آپ کے علم میں ایسے ہوں جو یہاں آسکیں۔ ان کا مجھے پتہ دیجئے۔ وسیع النظری کے ساتھ لکھنے پڑھنے کا صحیح مذاق رکھتے ہوں۔ "صحیح مذاق" سے میری غرض "ادب لطیف" نہیں بلکہ سنجیدہ طور پر نظم و نثر کے حصہ پر تنقید و تبصرہ کر سکتے ہوں۔ تنخواہ ۱۵۰ سے لے کر ۲۰۰ تک دی جا سکتی ہے۔ اگر ان کو کام کا شوق ہوگا تو اس کے علاوہ اجرت سے بھی وہ بہت کچھ پیدا کر سکیں گے۔ لیکن ان کے ادبی مذاق پر آپ کو اطمینان ہونا چاہیئے۔

"معارف" میں مولوی عبدالسلام صاحب نے "نشاطِ روح" پر ریویو کیا ہے۔ معائب و محاسن کے ذکر پر غالباً ان کو یہی اندیشہ رہتا ہے کہ ان کے قلم کی جنبش لوحِ محفوظ تک پہونچتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی سطریں کسی کی قسمت بن جائیں۔ ایک فقرہ اور بہت پُر لطف ہے۔

"محاسن کا ذکر دیباچہ نگاروں نے کر دیا ہے۔ معائب لکھنؤ کے ادبی مرقعوں نے دکھلا دیئے ہیں۔ لیکن ان دو زبانوں سے ہٹ کر بھی کچھ "نشاطِ روح" پر بحث ہو سکتی تھی، جس کے لئے فرصت درکار ہے"۔

معائب و محاسن کو چھوڑ کر اگر کوئی نفسی محض کی شکل کی تحریر ہو سکتی ہے تو اس کے لئے ان کا موجودہ مضمون کافی ہے فرصت و اطمینان کی ضرورت کیا ہے۔

خیر، آمدِ سخن میں یہ چند سطریں قلم سے نکل گئیں ورنہ "نشاطِ روح" پر جو کچھ رائے زنی ہو رہی ہے، مجھے صرف اس کا

تماشائی ہی رہنا چاہیے اور بس۔

نیاز آگیں
احقر اصغر
مہتمم اُردو مرکز۔ انارکلی۔ لاہور

(۲)

ہندوستانی اکیڈمی۔ الہ آباد
۲۱ نومبر ۳۶ء

محبی و مکرمی السلام علیکم۔

نامۂ محبت صادر ہوا۔ تعجب ہے کہ اب تک آپ کو بھی میرے حالات ہی نہیں معلوم ہوئے!

آپ کو یہ تو یاد ہی ہوگا کہ ہندوستانی اکیڈمی میں ایک اردو اور ایک ہندی رسالہ نکلنے والا تھا۔ اس کے لئے اشتہار دیا گیا تھا۔ سیکڑوں درخواستیں آگئی تھیں۔ مجھے بھی بعض احباب نے مشورہ دیا کہ ع

اک نامہ تو بھی پیشکشِ صبح گاہ کر

چنانچہ میں نے بھی درخواست دے دی تھی۔ اب بیچ کے واقعات کو چھوڑیئے۔ مختصر یہ کہ میرا تقرر اس جگہ پر ہوگیا۔ انڈین پریس سے اب میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تنخواہ ڈیڑھ سو مقرر ہوئی۔ دس روپیہ سالانہ ترقی۔ ڈھائی سو تک۔ کیفی صاحب بدستور اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کا اس انتظام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

میرا تقرر تو خیر خدا خدا کر کے ہوگیا۔ لیکن رسالے کے لئے مضامین کا مسئلہ نہایت اہم نظر آرہا ہے۔ مضمون نگاری عام طور پر ایک سرسری جنبشِ قلم پر موقوف ہے۔ لیکن اس طرح کی چیزیں اکیڈمی کے ایک سہ ماہی رسالہ میں نکلیں تو پھر کیا بات رہ گئی۔ لوگ محنت کرنا پسند نہیں کرتے اور صرف "حیاتِ معاشقہ" ایسے سطحیات پر ٹرخا دینا چاہتے ہیں۔ ہندی کی طرف دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے مضامین آرہے ہیں۔ بڑے بڑے پروفیسر ہیں جو اپنے فکر و مطالعہ کے نتائج شوق سے بھیج رہے ہیں۔ یہاں لوگوں کی خوشامدیں کی جارہی ہیں۔ مگر کوئی صاحب توجہ نہیں فرماتے۔ اور تو اور یہ اعظم گڈھ والے حضرات بھی بالکل خاموش ہیں۔ خط کا جواب تک دینا گوارا نہیں۔ مضمون بھیجنا تو درکنار۔ میں متحیر بھی ہوں اور مشوش بھی کہ کیا کروں اور کیا ہوگا؟ خیال تھا کہ کم سے کم ایک مضمون جسے مضمون کہا جا سکتا ہے، آپ سے مل جائے گا۔ مگر آپ کی مصروفیتوں کو دیکھ کر نہ کچھ کہا جاتا ہے اور نہ خاموش بیٹھا جاتا ہے۔ رسالے کا میٹر دسمبر میں پریس میں دیا جائے گا۔ یوں تو پانچ چھ مضامین موجود ہیں، مگر ان میں سے بمشکل دو ہی تین "مضمون" ہیں۔ (وہ بھی اس وجہ سے کہ ان سے بہتر کوئی اور مضمون سامنے نہیں ہے۔)

مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ نے ایک سلسلہ مضامین "سہیل"[1] میں شروع کیا تھا، شاید "ہندوؤں کے کارنامے اردو ادب میں"

---

[1] رسالہ سہیل۔ یہ رسالہ رشید احمد صاحب صدیقی کی ادارت میں علی گڈھ میں نکلا تھا۔

(ٹھیک ٹھیک عنوان یاد نہیں، مگر کچھ اس طرح کا مضمون تھا) غرضکہ یہ یا اور کوئی علمی اور ادبی عنوان تحریر فرما کر ایک مضمون تو شروع کر ہی دیجئے۔ ممکن ہے رسالے کی اشاعت میں مذکورہ حالات کی بنا پر کچھ التوا ہو جائے اس وقت یہ مضمون کام میں لایا جا سکے گا ورنہ پھر آئندہ اشاعت میں۔

"تلاش حق"[1] پر ریویو کے مسئلہ پر میں نے غور کیا۔ مہاتما گاندھی کی ذات میرے خیال میں ایسی ہے کہ موافقت و مخالفت کی ہر آواز اس رسالہ کے لئے فتنہ ہوگی۔ اور اگر کتاب کے نفس مضمون سے نہ بحث کی جائے تو پھر صرف ترجمے کے معائب و محاسن سے بحث رہ جاتی ہے اور وہ بالکل فضول ہے۔ بہرصورت ریویو کے لئے کچھ آپ بھی سوچئے، اور میں بھی سوچوں گا۔ کوئی کتاب اگر تجویز پائی تو وہ منگوا کر آپ کی خدمت میں بھیج دی جائے گی۔ لیکن رسالہ کے مضامین کے متعلق تو میں اس قدر پریشان ہوں کہ کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ صرف آپ سے اس وقت شرف تخاطب حاصل ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ سے زیادہ اصرار کرنا حماقت ہے۔ تاہم جی یہی چاہتا ہے کہ بار بار یہی عرض کئے جاؤں کہ "مضمون دیجئے اور جس طرح ممکن ہو دیجئے"۔

والسلام

احقر: اصغر

منشی افتخار عالم مارہروی

۲۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء

یکم محرم ۱۳۳۵ھ

مکرمی۔ افتخار نامے کا شکریہ

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق متقوی دعوت کا استخارہ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جلسۂ لکھنؤ کے متعلق ان سے دریافت کیا تھا مگر ہنوز جواب نہیں آیا۔ غالباً دورے میں ہوں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ظفر الملک (الناظر) استخارہ کو واجب کرنے کے لئے اورنگ آباد دوڑے گئے ہیں۔ مولوی سید سلیمان ندوی آخر دسمبر میں مجھے لکھنو بلاتے ہیں۔ آپ کی کشش کیا کم تھی۔ اب دو قوتیں ہو گئیں۔ لکھنؤ اول تو خود اپنی طرز معاشرت میں ایک دلچسپ مقام ہے اور جب وہاں انجمن ترقی اردو اور کانگریس بھی ہو تو وہاں کی چہل پہل کا کیا کہنا!

آپ نے کچھ سنا۔ عرف عام میں نیشنل کانگریس جس کو کہتے ہیں وہ اپنے اصل معنوں میں مذبح مسلم ہے۔ میں اب اس کی طرف سے بہت بدعقیدہ ہو گیا ہوں۔ اس کے اگر تمام نہیں تو اکثر رزولیشنوں میں ذبح مسلم کے لئے زہر کی چھریاں پوشیدہ ہیں۔

---

[1] گاندھی جی کی خودنوشت سوانح کا اردو ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین۔

(عبدالماجد)

"زوالِ پشیمان" جلد بھیجئے۔ میں اس کو شوق سے پڑھوں گا۔ اور کیوں صاحب، ڈراما سے پہلے جو کچھ آپ لکھ چکے ہیں وہ۔ واجد علی شاہ کی کتاب کے متعلق میں نے خواجہ عشرت کو خط بھیجا ہے، جو کچھ وہ لکھیں گے اس سے آپ کو بھی مطلع کروں گا میں نے کتاب سے جو ٹکڑا نقل کرکے بھیجا ہے وہ نسبتاً متانت سے گرا ہوا نہیں ہے۔ مگر کتاب کے بعض حصے تامل سے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ فحش کے درجہ تک تو البتہ نہیں ہیں۔ مگر اس کے لگ بھگ ضرور ہیں۔ بہرحال اس کا فیصلہ کہ کتاب طبع ہو یا نہو، دسمبر میں ہوگا۔

سید اکبر حسین الہ آباد سے ہجرت کرکے لکھنؤ آگئے۔ انہوں نے اپنے شوق سے ہجرت کی ہوگی۔ میں بھی ہجرت کرنے والا ہوں میری ہجرت روحی فداک اپنے جد کی سی ہوگی، بعض ابنائے وطن ناحق نادرا مجھے ستاتے ہیں اور باز نہیں آتے۔ ہجرت کا ارادہ مصمم ہے مگر جائے ہجرت، نامعلوم میری بیوی چاہتی ہیں کہ میں بوریا بستر باندھ کر آرہ ان کے مائیکہ چلا جاؤں۔ میں اپنے اصلی وطن بلگرام جانا چاہتا ہوں، بعض احباب علی گڈھ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حیدرآباد کا۔ آپ فوراً لکھنؤ کا نام لے دیجئے۔ چونکہ بعض حالات زیر تصفیہ ہیں اور جب تک ان کا تصفیہ نہوگا ہجرت نہیں کرسکتا، اس لئے۔ انتخاب مقام کا بھی اچھا موقع ہے۔

یہ میرا بڑا پرانا خیال ہے، ایک بیاض ایسی تیار کی جائے جس میں ہندوستان کے مشاہیر کی خاص و مستقل تحریریں ہوں۔ ان تحریروں کے حاصل کرنے کی بہت سی سبیلیں ذہن میں آئیں، لیکن سہل تر صرف یہ ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ ایک سادہ کتاب اپنے ساتھ رکھوں اور مثلاً میں لکھنؤ آؤں اور آپ سے ملاقات کروں تو کسی خاص وقت میں وہ کتاب پیش کروں اور درخواست کروں کہ آپ اپنے قلم سے جو کچھ بھی مناسب سمجھیں ایک صفحہ پر لکھ دیجئے۔ ممکن ہے کہ فی الحال ایسا مجموعہ قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا جائے، لیکن ایک زمانہ گزر جانے کے بعد یہ بیاض ایک بڑی قیمتی چیز ہوگی۔ فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے؟ سرسید زندہ تھے، جب اس مجموعہ کا خیال پیدا ہوا تھا، لیکن آپ دیکھتے ہیں وہ چل دیئے اور ان کے بعد کتنے اور قابل قابل لوگ اٹھ گئے۔ اگر میں اب بھی آمادہ نہوا تو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تحریر المعاصرین یا تحریر المشاہیر اس قسم کے نام سمجھ میں آتے ہیں۔ کوئی اچھا نام تجویز کیجئے۔

والسلام
افتخار

(۲)

۲۷ نومبر ۲۱ء

افتخار نواز!

کارڈ مورخہ ۱۸ نومبر موصول ہوکر باعث شکر گزاری ہوا۔ حضرت امیر خسروؒ کے ہندی کلام کی ابتدائی تلاش میں اول اول مجھے قوال ملے۔ مگر اس دلچسپ گروہ سے بہت ہی معمولی امداد ملنے کی توقع ہے۔ گنتی کی چند چیزیں ہیں جو ان لوگوں کے فضا کے ذہن

لہ ۱۹۱۵ء میں یعنی عمر کے تیسویں سال میں ایک ڈراما اسی نام سے میں نے اپنے نام کے اخفاء کے ساتھ شائع کیا تھا۔ (عبدالماجد)

سے موسیقی کی بسم اللہ بن کر نکلتی ہیں۔ زمانے کے امتداد نے قوالوں کے حافظے پر بھی اثر ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی ایک قول یا ٹھمری یاد رہا یا اور کچھ دو چار مختلف صورتوں کے مختلف قوالوں سے اگر آپ سنتے ہیں تو کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور پاتے ہیں۔

آپ نے مجھے بڑی اچھی بات سنائی کہ مولانا محمد حسین الہ آبادی کا قوال اب آپ کا قوال ہے اور اس کو امیر خسرو کا ہندی کلام بھی یاد ہے۔ کیا براہ کرم آپ اتنی تکلیف گوارا کر سکتے ہیں کہ امیر خسرو کی جتنی ہندی چیزیں اس کو یاد ہوں نقل کر کے بھیج دیں۔

اس تلاش کے سلسلہ میں ایک چیز اور بھی دیکھنے کے قابل ہے وہ ہندوستان کے صوفیوں کے کشکول ہیں۔ میں نے اپنے خاندان کے دو ایک کشکول اسی خیال سے دیکھے اور مجھے اس میں تھوڑی بہت کامیابی بھی ہوئی۔

"حضرت امیر خسرو کے ہندی اور فارسی کلام کی تاثیر کا موازنہ" "تاج خسروی" کا ایک عنوان ہے۔ سرسری طور پر یادداشت کے لئے دو چار اہم مضمون اشعار کا موازنہ کیا گیا ہے۔ بازی کچھ ہندی ہی کے ہاتھ معلوم ہوتی ہے۔

حضرت امیر خسرو کی سوانح عمری کو تو میں کہہ نہیں سکتا۔ البتہ ان کے کلام پر تبصرہ میرے خیال میں امیر خسرو کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ ان کے کلام میں اس قدر جواہر پارے بھرے پڑے ہیں کہ جب تک امیر خسرو کی ہمہ دانی کو عینک نہ لگائی جائے، نظر نہیں آ سکتے۔

کوئی صاحب اگر خفا نہ ہوں تو میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ مولانا شبلی نے صرف قدما کے خیالات کو نہایت اختصار کے ساتھ اپنی اردو میں قلمبند فرما دیا ہے۔ مولانا نے پرانے تذکرہ نویسوں کی اتنی تقلید کی ہے کہ جو غلط تاریخی واقعات تذکروں میں بلا تحقیقات درج تھے، وہی اپنے بیان خسرو میں درج کر دیئے ہیں۔ مثلاً تذکروں میں ہے کہ مغول نے امیر خسرو کو بلخ میں قید کر دیا تھا۔ حالانکہ خود امیر خسرو ایک جگہ اپنے آپ کو تبریز میں اسیر بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

خسرو خستہ کہ ماندہ است بہ تبریز اسیر
آہ گر زد خبرے سوئے خراساں نہ رود

اس قسم کی چند تاریخی غلطیاں اور بھی معلوم ہوتی ہیں، مگر "خطائے بزرگاں گرفتن خطاست"

خدا کرے آپ کی دعا میرے حق میں پھولے پھلے، لیکن اپنی لاعلمی اور جہالت سے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تاج خسروی، ناکامیاب کتاب ثابت نہ ہو۔

آپ نے یہ نہ لکھا کہ آپ کس علمی مشغلہ میں مصروف ہیں؟ امیر خسرو کے ہندی کلام کے ساتھ اپنے قوال کا نام اور وطن اور عمر بھی ضرور لکھیئے گا اور جن بزرگوں کی صحبت میں وہ رہا ہو ان کی طرف بھی مختصر اشارہ ضرور ہو۔ والسلام

افتخار عالم

منشی دھنپت رائے

ہیوٹ روڈ لکھنؤ۔ ۳ اکتوبر ۲۸ء ——— جناب محترم بندہ تسلیم۔ یادآوری کا ممنون ہوں۔ آپ نے

جو گان ہستی کی تنقید نہ فرمائی۔ کس دوسرے شخص پر یہ کام چھوڑ دیا، یہ آپ نے میرے ساتھ ظلم کیا۔ اس کی تنقید آپ ہی کر سکتے ہیں جو اسپرٹ کے رازدان ہیں۔ دوسرے طرز اور کسر کسر وغیرہ ہی تک رہ جائیں گے، اُس پر فلسفیانہ نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اِس وقت فرصت نہ تھی نہ سہی، آیندہ سہی۔

آپ نے جس ڈراما کا ذکر فرمایا ہے وہ عرصہ سے میرے ذہن میں ہے۔ مشکل یہ ہے کہ جس قسم کا ڈراما آج کل اسٹیج پر مقبول ہوتا ہے۔ وہ میں نہیں لکھ سکتا۔ وہ تک بندیاں اور قافیہ بندیاں اور گیت وغیرہ پھر سب سے بڑھ کر کمپنیوں کی خوشامد ایک بھی میرے قابو کی بات نہیں۔

اس کے ہمراہ اپنی چند ناچیز کہانیوں کا ایک مجموعہ موسوم بہ خاکِ پروانہ ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔ قبول فرمائیں۔

ہاں بازارِ حسن بھی دارالاشاعت سے ہی ملے گی۔

احقر

دھنپت رائے (پریم چند)

عبدالسلام ندوی

محبی تسلیم! جواز اسٹرائک پر ایک فتویٰ لکھ رہا ہوں، ۴۰ صفحے کامیابی کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ آپ سے انگریزی ماخذ کے متعلق حسبِ ذیل امداد کی توقع ہے:

(۱) یورپ میں تعلیمی اسٹرائیکوں کی تعداد؛

(۲) تحقیقات کے ذریعہ رفع شکایات کا طریقہ، اخراج اساتذہ۔

(۳) ماہرینِ تعلیم یورپ کی جواز و عدم اسٹرائیک پر رائے۔

آمادگی و عدم آمادگی اس پتہ ذیل سے مطلع فرمائیے۔ معلوماتِ حاصلہ کلکتہ سے اوائل جولائی میں منگاؤں گا، نام کتاب، نام مصنف، حوالہ صفحہ بھی ضروری ہیں۔ والسلام

آپ کا مخلص عبدالسلام

علاؤالدین ہیڈ۔ ڈاک خانہ ملیریا گنج ——— ضلع اعظم گڈھ

۲۰ جون ۱۹۱۴ء

(۲)

محبی تسلیم! طلاق کے متعلق میں نے آپ سے جو معلومات و اعداد و شمار مانگے ہیں، وہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مطبوعہ کیمبرج میں لفظ ڈایورس کے تحت ہی ملیں گے۔ اس امر کا فیصلہ کہ کونسی باتیں دلچسپ اور ضروری ہیں، آپ سے بہتر کون کر سکتا ہے۔ مجھے طلاق پر ایک مضمون لکھنا ہے۔ والسلام۔ عبدالسلام از بمبئی ۲۲ جولائی ۱۹۱۳ء

(۳)

مکرمی۔ السلام علیکم

میں اقبال پر ایک نہایت جامع اور مفصل کتاب لکھنا چاہتا ہوں اور اسی غرض سے اقبال کے کلام کے علاوہ ان تمام تصنیفات ومضامین اور لٹریچر کو پڑھنا چاہتا ہوں جو اقبال کے متعلق اُردو اور انگریزی میں فراہم ہوگیا ہے۔

اب تک اس سلسلہ میں مَیں نے حسب ذیل مضامین اور رسالوں کا مطالعہ کرلیا ہے۔

(۱) روحِ اقبال (۲) جوہرِ اقبال (۳) پیغام حق ۲ نمبر (۴) متاعِ اقبال (۵) اقبال کا مطالعہ (۶) اقبال اور اُس کا پیغام (۷) اقبال اور قرآن (۸) اقبال کی شاعری (۹) اقبال اور اکبر کی پیش گوئیاں (۱۰) علی گڈھ میگزین اقبال نمبر (۱۱) سب رس اقبال نمبر (۱۲) رسالہ اردو اقبال نمبر (۱۳) پیام اقبال (۱۴) مکاتیب شاہ و اقبال۔

ان کے علاوہ کچھ مضامین ہیں جو اقبال کے متعلق معارف میں شائع ہوئے ہیں۔ اقبال کے کلام کے تمام مجموعے بھی یہاں موجود ہیں اور میں سب سے اخیر میں بہ نظر تنقید ان کو پڑھوں گا۔ ان کے علاوہ اقبال پر چند کتابیں انگریزی میں بھی لکھی گئی ہیں جن میں بعض یہاں ہیں اور بعض نہیں ہیں۔ اب اس تفصیل کے عرض کر دینے کے بعد آپ سے حسب ذیل گزارش ہے۔

(۱) اردو میں متذکرہ بالا مضامین و رسائل کے علاوہ اقبال پر اور کیا لکھا گیا ہے؟

(۲) انگریزی میں اقبال پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے کیا نام ہیں اور وہ کہاں سے مل سکتی ہیں؟

(۳) اقبال نے نثر میں کون کون سی کتابیں لکھی ہیں؟ چند کتابوں کے نام معلوم ہیں۔ مثلاً فلسفۂ ایران جس سے ان کو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی ــــ ید بیضا پر ایک نظر۔ تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ۔ خطبات مدراس۔ غالباً تمام کتابیں انگریزی میں ہیں اور ان میں بعض کے ترجمے بھی کئے گئے ہیں۔ یہ کتابیں اور ان کے ترجمے کہاں سے ملیں گے۔؟

(۴) ان میں سے جو کتابیں آپ کے پاس ہوں، یک مشت یا بدفعات عنایت فرمائیے۔

آپ سے اور بھی بہت سی باتیں مشورہ طلب بلکہ اعانت طلب ہیں، لیکن سردست آپ کے وقت و دماغ پر زیادہ بار ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ والسلام

عبدالسلام ندوی

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ۔ ۵ اکتوبر ۴۲ء

(۴)

مکرمی السلام علیکم۔ میں اس وقت ڈاکٹر اقبال پر لکھ رہا ہوں اور عنقریب یہ کام ختم ہونے والا ہے۔ اس کے بعد اگر آپ میرے لئے کوئی دوسرا کام تجویز فرمائیں تو آپ کی عنایت ہوگی۔

حیاتِ رازی، تو میں اپنی بساط کے موافق مکمل کر چکا ہوں اور وہ یہاں محفوظ ہے۔ آپ لوگوں کے دیکھنے کے بعد اگر ترمیم و اضافہ کی ضرورت پیش آئی تو آپ لوگوں کے مشورے کی تعمیل کروں گا۔ حیاتِ اقبال بھی آپ لوگوں کی نظر التفات

کی محتاج ہے بلکہ میری اور تصنیفات بھی۔

اس وقت ریاحی شکایت اور دوسرے حالات سے شکستہ خاطر ہوں اور آپ کی دعا کا محتاج۔

والسلام عبدالسلام ندوی

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ ۳۰ جنوری ۲۴ء

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

وائس چانسلر آف مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

۷ جنوری ۲۴ء

عنایت نامہ مرحمت ہوا، ماہ حال آج پہونچا۔ بہ دل ممنون ہوا۔ اختلافِ رائے جبکہ ذاتیات کی بنا پر نہو، نہایت محمود چیز ہے۔ اور مجھ کو کبھی اس کی شکایت نہیں ہوتی۔ میں نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے مسلم یونیورسٹی کی فلاح کا خیال کیا اور اپنے وقت اور توجہ کا کچھ حصہ اس کے متعلق صرف کیا۔ آپ نے جن امور کی نسبت لکھا ہے وہ اس فہرست میں شامل ہیں جو اصلاحات کے متعلق میرے ذہن میں ہیں لیکن اور بہت سی باتیں ان سے بھی زیادہ سنگین اور قابلِ توجہ ہیں۔ دعا کیجئے خالق اکبر مجھ کو توفیق اور ہمت اور قابلیت دے کہ میں اس اہم ذمہ داری کو پورا کر سکوں۔

آپ نے سب سے اوّل نماز کے متعلق لکھا ہے۔ یکم جنوری سے میں نے اس عہدہ کا چارج لیا ہے۔ چنانچہ اس روز ساڑھے پانچ بجے صبح یونیورسٹی کی بڑی مسجد میں گیا۔ مؤذن صاحب اس وقت تک نہیں آئے تھے۔ چنانچہ میں نے خود اذان دی۔ کچھ عرصہ بعد مؤذن صاحب اور امام صاحب تشریف لائے۔ جماعت میں سات اصحاب تھے، جن میں صرف ایک طالب علم تھے۔ تیسرے روز میں منٹو سرکل کی مسجد میں صبح کے وقت گیا۔ وہاں صرف مؤذن صاحب کو موجود پایا۔ اور جبکہ امام صاحب یا کوئی اور صاحب تشریف نہیں لاتے تو میں نے خود نماز پڑھائی[1]۔ وقتاً فوقتاً میں مختلف مسجدوں میں جاکر نماز میں شریک ہوتا ہوں اور ایسا ہی آئندہ کرنے کا ارادہ ہے۔ خدا پورا کرے

یہ واقعات میں نے اس غرض سے لکھے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ مذہب کا وہ جزو جس کا تعلق عمل سے ہے وہ عملی مثال ہی سے بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ اوّل میں خود عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اسٹاف کے اراکین کو اس طرح مائل کروں گا۔ اس کے بعد مجھ کو امید کرنا چاہیے کہ طلبہ پر کچھ اثر ہو۔

اسٹاف کے متعلق اور کورٹ میں اسٹاف کی تعداد کے متعلق[2] جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے، لیکن اس کی اصلاح کا مسئلہ

---

[1] علی گڈھ کے وائس چانسلر کے لئے اس زمانہ میں مسجد میں شریکِ جماعت ہونا ہی ایک عجیب و غریب امر تھا چہ جائیکہ اذان دینا یا نماز پڑھانا۔ اور پھر مسجد میں شروع جنوری میں ۵ بجے صبح تڑکے پہونچ جانا، جبکہ طلوع فجر بھی پوری طرح نہیں ہوتا ہے، یقیناً ایک مجاہدہ تھا۔

[2] یونیورسٹی کورٹ اس وقت اسٹاف کے ممبروں سے بھری ہوئی تھی۔ (عبدالماجد)

آسان یا صاف نہیں نہایت پیچیدہ اور مشکل ہے، اس کا تعلق ایسے اسباب اور حالات سے ہے جن کی جڑیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے اصلاح کے لئے احتیاط اور وقت درکار ہے۔ مرض کا یہ وہ پہلو ہے جس کے علاج میں صبر اور بردباری کی ضرورت ہے۔

اندرونی مشکلات کو بیرونی خطروں نے اور زیادہ نازک اور سخت کر دیا ہے، خاص کر آپ کے دوستوں کے "فتح مکہ"[1] کی نسبت جو منصوبے اور ارادے ہیں وہ بے اثر نہیں ہیں اور اس مسئلہ کو انہوں نے اور پیچیدہ کر دیا ہے۔ اس سب عرض کرنے سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک میری خواہش کا تعلق ہے، میں ایک دن میں ان سب امور کی اصلاح کے لئے تیار ہوں۔ لیکن مریض کی جو حالت ہے اور جس قسم کے ماحول میں وہ ہے اس کے لحاظ سے صبر اور احتیاط از بس ضروری ہیں، ورنہ جان کا خطرہ ہے۔

میں انشاء اللہ ایڈریس[2] کی کاپیاں (اردو اور انگریزی) آپ کی خدمت میں بھجوادوں گا۔

فقط، آفتاب احمد

(۲)

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ
۲۷ فروری ۲۴ء

مکرمی تسلیم۔ عنایت نامہ پہونچا، ممنون ہوا۔ خدا وہ دن لائے کہ ہماری یونیورسٹی میں تمام علمی شعبے ہوں اور ان میں طب یونانی بھی ہو۔ لیکن موجودہ حالت میں میری رائے میں سب سے مقدم ضرورت یہ ہے کہ جو شعبے اس وقت ہیں وہ زندہ اور عمدہ حالت میں ہوں، میری تمام کوشش اس مقصد کے حصول میں صرف ہو رہی ہے۔ مثلاً اسلامک اسٹڈیز کا شعبہ اس وقت ہے۔ لیکن عملاً اس وقت تک کچھ نہیں ہوا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ کام ہو۔ آپ سے بھی استدعا ہے کہ اس مضمون کے متعلق آپ مشورہ دیں کہ اسلامک اسٹڈیز (علوم اسلام) میں کیا کیا مضامین داخل ہوں؟ اور اس کا طریقۂ تعلیم کیا ہو؟ میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کو بھی لکھنے والا ہوں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کیا مدرسۂ طبیہ دہلی کے ہوتے ہوئے فی الحال کسی اور اہتمام کی ضرورت ہے۔ جہاں تک مجھ کو علم ہے، جناب والا حکیم صاحب کی کوششوں سے مدرسہ طبیہ میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ الغرض اس وقت اس شعبہ کے متعلق عملاً کچھ کرنا دشوار ہے البتہ انشاء اللہ امید ہے کہ ایسا وقت آئے گا جبکہ یہ تمام مضامین مسلم یونیورسٹی میں اعلیٰ درجہ پر ہوں گے[3]

فقط، آفتاب احمد

---

[1] اشارہ ہے مولانا محمد علیؒ کے ایک مشہور فقرہ کی طرف۔ مولانا کو ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کے سلسلہ میں جب یونیورسٹی کے حدود کو چھوڑنا پڑا تو یہ کہتے ہوئے نکلے تھے کہ "ہمارے رسولؐ کو بھی مکہ معظمہ سے ہجرت کرنی پڑی تھی، لیکن بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپؐ ہی کے قبضہ میں آکر رہا۔

[2] صاحبزادہ صاحب اس سال کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے تھے اور ایک بڑا پاکیزہ مقالہ اس میں پڑھا تھا۔

[3] میں نے تجویز پیش کی تھی کہ یونیورسٹی میں ایک شعبۂ طب یونانی کا بھی کھلنا چاہیے۔ علی گڈھ کے موجودہ طبیہ کالج کا تو اس وقت کوئی خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حکیم صاحب سے مراد حاذق الملک (بعد کے مسیح الملک) حکیم حافظ محمد اجمل خاں دہلوی مرحوم و مغفور بانی مدرسہ طبیہ دہلی ہیں۔ (عبدالماجد)

ادارۂ فروغِ اردو

ایبک روڈ - انارکلی

لاہور

نے اب تک جتنی بھی کتابیں چھاپیں وہ سب معیاری اور ایسی ہیں جن سے اردو ادب کی تابانی میں مزید اضافہ ہی ہوا۔

پھول اور بارود	اختر ہمال	۴/۵۰ روپے
رات، چور اور چاند	بلونت سنگھ	۸/- "
گدھے کی واپسی	کرشن چندر	۳/- "
برف کے پھول	کرشن چندر	۳/- "
میری یادوں کے چنار	کرشن چندر	۴/- "
انتقاد	سید عابد علی عابد	۳/- "
مٹی کی مونالیزا	اے حمید	۴/۵۰ "
آنچل	احمد ندیم قاسمی	۳/- "
آنسو	قیسی رامپوری	۳/- "
من آنم	فراق گورکھپوری	۴/- "
عہدِ نبوی کی اسلامی سیاست	عبدالمتعال الصعیدی، ترجمہ: شیخ محمد احمد پانی پتی	۶/- "
سیاستِ الہیہ	امام ابن تیمیہؒ، ترجمہ ابوالقاسم رفیق دلاوری	۲/۵۰ "
بلالؓ	عباس محمود العقاد، ترجمہ: شیخ محمد احمد پانی پتی	۲/۲۵ "
نبیؐ اُمّی	عمر ابوالنصر، ترجمہ: شیخ محمد احمد پانی پتی	۵/- "
مضامین جمال الدین افغانی	ترجمہ: محمد عبدالقدوس قاسمی	۴/- "
اسلام کا نظامِ عدل	ترجمہ: شیخ محمد احمد پانی پتی	۴/۵۰ "
خالدؓ اور ان کی شخصیت	عباس محمود العقاد، ترجمہ: شیخ محمد احمد پانی پتی	۴/- "
حضرت محمدؐ	عبدالحمید الزہراوی، ترجمہ: محمد وارث کامل	۴/- "
عرب کے تین مدبر	عمر ابوالنصر، ترجمہ: شرف الدین اصلاحی	۳/۵۰ "
خلفائے محمدؐ	عمر ابوالنصر، ترجمہ: شیخ محمد احمد پانی پتی	۱۰/- "
روزن	قتیل شفائی	۳/۵۰ "
اردو غزل گوئی	فراق گورکھپوری	۲/۵۰ "
اندازے	فراق گورکھپوری	۸/- "
پھولوں کے محل	صادق حسین	۵/- "
حدیثِ دل	غلام ربانی تاباں	۲/۲۵ "

منشو	ابوسعید قریشی	۴/۲۵	روپے
جناب	محمد طفیل	۳/-	〃
صاحب	〃	۵/-	〃
آپ	〃	۵/-	〃
محترم	〃	۴/-	〃
بادۂ شبانہ	اختر انصاری دہلوی	۳/۵۰	〃
شعلۂ طور	جگر مرادآبادی	۱۰/-	〃
ایمن	سلطان رفعت	۵/-	〃
قول و قرار	سید عبدالحمید عدم	۲/۵۰	〃
باغ و بہار	〃	۲/۵۰	〃
نوکِ زباں	〃	۲/۵۰	〃
پیچ و خم	〃	۳/-	〃
یہ بینا	سید عابد علی عابد	۵/-	〃
غیرتِ بہارستان	انتخاب کلام امیر مینائی	۲/۵۰	〃
بارِ خاطر	شوکت تھانوی	۴/-	〃
قاضی جی (تین حصوں میں)	〃	۳/۵۰	〃 (فی حصہ)
مسئول	〃	۳/-	〃
خدانخواستہ	〃	۳/-	〃
مولانا	〃	۴/۲۵	〃
کچھ یادیں کچھ باتیں	〃	۳/-	〃
شیلوشر	〃	۷/-	〃
جوڑ توڑ	〃	۵/۷۵	〃
کتیا	〃	۴/۵۰	〃
غزالہ	〃	۷/-	〃
کبھی کبھی	〃	۵/-	〃
سانچ کو آنچ	〃	۴/-	〃
بھابی	〃	۵/۵۰	〃
کارٹون	〃	۴/-	〃
غالب کے ڈرامے	〃	۳/۵۰	〃
سابد ولت	〃	۳/-	〃
قاعدہ بے قاعدہ	〃	۲/-	〃
مضامین شوکت	〃	۲/۵۰	〃
چٹانیں اور دوسان	خاطر غزنوی	۲/۲۵	〃